بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ کہ یہ فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنے

# غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

# در المختار

جلد ثانی

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا



جزو
ورق

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی اوزان ہر اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحے جو سادہ ہین ہم نہین کتب مذہب اہل سنت و جماعت کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

## فقہ اُردو

راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ۔

مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری۔

حقیقۃ الصلوٰۃ۔ مع رسالہ بے نمازان۔

ترجمہ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول ترجمہ مولانا احتشام الدین وباقی ہر سہ جلد مع مقدمہ ترجمہ مولانا امیر علی۔

کشف الحاجات۔ ترجمہ اُردو مالابدمنہ از مولوی محمد نور الدین۔

ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ۔ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باریتعالی (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل۔ از افاضات مولوی عبد السلام۔

شرع محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد خان قندہاری۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔

تیسیر الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

جواب السائلین۔ بطور استفتا۔

کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان۔

چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری

اشرف المسائل۔ از مولوی اشرف علیخان۔

رسالہ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمر۔

## فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدتسے متداول ہے دو مجلد کامل۔

شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبد الحق دہلوی معروف

حج الحج۔ مسمے بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔

تحقیق الانساب۔ از فقہ شرعی مولفہ عبد الرزاق

تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام۔

تبیان۔ در حکم تماکو و حقہ از ملا معین الدین۔

ہدایۃ المنظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی

نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔

مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ

شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔

مسالک المتقین۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی الہ یار خان۔

فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی ظہیر الدین۔

قدوری۔ ترجمہ مولانا ابو القاسم عبد البدیع

شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔

کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشے مع ...

مالابدمنہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ

شرح مختصر وقایہ کوربیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔

رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔

رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔

## فقہ عربی

ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف۔

برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔

جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔

فتح القدیر۔ پیشانی پر ہدایہ اور تحت مین حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین افندی کامل چہار مجلد ضخیم۔

عینی۔ یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینتابی معروف بعینی نہایت معتبر کامل شرح۔ چہار مجلدات ضخیم۔

ہدایہ۔ حاشیہ پر نہایت عمدہ زواید و فواید تحشی مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل جلدین اولین عبادات و آخرین معاملات

بعون صانع علیم کان فضل و قبیلہ ازدوان

الحمد للہ والمنّۃ کہ جلد دوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علمائے عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

# غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

# در المختار

جلد دوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وشفیع المذنبین سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ٭

**کتاب النکاح** لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم علیہ السلام الی الآن ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان یہ کتاب ہے
مسائل نکاح میں نہیں کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانوں کے واسطے جو مشروع رہی ہو زمان آدم علیہ السلام سے اب تک پھر بہشت میں
دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہیں انہیں نسخ کی گنجایش نہیں نکاح کو بعد حج کے اسواسطے بیان کیا کہ دونوں میں
مال کی حاجت ہے وہو عند الفقہاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امراۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل لجواز
ذکورتہ وانوثیتہ والمحارم والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیۃ نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہے
یعنے ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنے حلال ہو نفع لینا مرد کا اس عورت سے کہ نہیں روکتا اسکے نکاح کو مانع شرعی
جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا ناجنس ہونا عورت کی قید سے مرد اور خنثی مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہیں نکل گیا کہ شاید
وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتیں نکل گئیں اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے
اور جائز رکھا ہے حسن بصری نے نکاح جنیہ کا گواہوں سے کذا فی القنیۃ قصدا اخرج ما یفید الحل ضمنا کشراء امۃ للتسری یعنے بالقصد تمتع کا
فائدہ بخشے اسکا نام نکاح ہے نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمنا جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنانے کیواسطے یعنے وطی کے لیے تو یہان
اگرچہ بنیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور قربت کرنا ضمنا ثابت ہے تو اس حلت ضمنی کا شرع میں نکاح نام نہیں وعند
اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب والسنۃ مجردا عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب
علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجا غیرہ لاسنادہ الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی الا مجازا اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی
کے حقیقت ہے معنے جماع میں اور مجاز ہے عقد میں تو جہاں آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث میں خالی قرائن سے تو وہاں جماع مراد ہوگا
یعنے اسواسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف میں ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنے نہ جماع کرو تم جنکو تمھارے باپوں نے جماع کیا ہو

تمام ہی حلال ہو یا حرام تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر حرام ٹھہری بخلاف اس آیت کے کہ حتی تنکح زوجاً غیرہ یعنی عورت مطلقۂ ثلثہ شوہر اول کو حلال نہیں
تا وقتیکہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہو اول شوہر کا اس آیت مین نکاح سے جماع مراد نہیں بسبب نسبت کرنے نکاح کے طرف عورت کے یعنے اسناد
نکاح کی عورت کیطرف یہ قرینہ ہی کہ یہان معنی حقیقی مراد نہیں اسواسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہین کیونکہ عورت مفعول ہی نہ فاعل اور ممکن اس سے
عقد ہی نہ جماع کرنا مگر باعتبار مجاز کے کوئی شبہہ نکرے کہ مطلقۂ ثلثہ شوہر اول پر جب حلال ہی کہ شوہر ثانی اس سے جماع کرے اور اس آیت سے فقط نکاح
کا فی معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ مشروط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ سے ثابت ہی نہ اس آیت سے ویکون واجباً عند التوقان فان تیقن الزنا الا به فرض نهاية
وهذا اذا ملك المهر والنفقة والا فلا اثم بتركه بدائع اور ہوتا ہی نکاح واجب وقت غلبۂ شہوت کے پس اگر یقین ہو جاسے زنا کا بدون نکاح کے تو
نکاح فرض ہی کذا فی النہایہ اور یہ وجوب اور فرضیت اسوقت ہی کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ رسانی پر اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہین تو اسکے
ترک سے گناہ نہین کذا فی البدائع ویکون سنۃ موکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصیناً او ولداً حال الاعتدال ای القدرۃ
علی وطی ومهر ونفقة ورجح فی النهر وجوبه للثبوت المواظبة علیه والانكار علی من رغب عنه اور ہوتا ہی نکاح سنت موکدہ بنا بر مذہب اصح کے تو گنہگار
ہوگا اسکے ترک سے اور ثواب پاویگا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہی حالت اعتدال میں یعنے جو قادر ہو جماع اور مہر اور نفقہ پر
اور اگر قادر تھو یا زنا اور جور اور ترک فرائض و سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہین سو اسکا نکاح بھی سنت موکدہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اور ترجیح دی
نہر الفائق مین نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اسپر جو نکاح سے
اعراض کرے صحیحین مین وارد ہی حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح کرتا ہون عورتون سے جو میری سنت کی رغبت نہ رکھے وہ میرے طریق پر نہین
لیکن یہ حدیث وجوب پر دلیل نہین ہوسکتی جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہی اسواسطے کہ انکار اس حدیث مین تارک نکاح پر نہین بلکہ
بے رغبت پہ ہی اور واجب وہ ہی جسکے تارک پر انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروھا لخوف الجور وان تیقنه حرم اور نکاح مکروہ ہی بسبب خوف
ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اسوقت نکاح حرام ہی محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادس نکاح کو ترک کیا یعنے نکاح
مباح کو نکاح مباح اسوقت ہوتا ہی جب خوف عجز کا ہو اداے حقوق سے کذا فی المجتبی وندب اعلانه وتقديم خطبة اور مستحب ہی نکاح کو ظاہر
کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا جامع ترمذی مین حضرت عائشہ رضی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مشہور کرو نکاح کو مسجدون مین اور دف بجاؤ تو معلوم ہوا کہ اعلان شان نکاح ہی اور اخفا خاصہ زنا ہی وکونه فی مسجد یوم الجمعة بعاقد رشید وشهود عدول
ولاستدانة له والنظر اليها قبله اور مستحب ہی ہونا نکاح کا مسجد مین اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہی اور نکاح از قسم عبادت ہی مستحب ہی جمعہ کے دن بواسطہ عاقد
ہوشیار اور متقی گواہون کے تاکہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہی اسواسطے کہ گواہونکی عدالت امام شافعی کے نزدیک شرط ہی اور مستحب ہی
قرض لینا نکاح کیواسطے یعنے تو انگر بھی قرض لے اسواسطے کہ حق تعالی اسکے ادا کا ضامن ہی کذا فی البحر اور مستحب ہی نظر کر لینا عورت کیطرف نکاح سے پہلے تاکہ
الفت ہو اور اگر نہ دیکھ لیگا تو شاید افسوس کرے سواے چہرہ اور دونون ہتیلیون کے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اسوقت درست ہی جب ظن غالب ہو امید نکاح
کر دینے کی ہو تو خاکروب وغیرہ کو عالم یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہیں کیونکہ ظاہر مین نکاح ہونا متصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکونها دونه سناً وحسباً وعزاً
ومالاً اور مستحب ہی ہونا عورت کا کمتر شوہر سے عمر مین اور حسب مین اور عزت مین اور مال مین حسب فضائل آبائی کا نام ہی کذا فی القاموس جیسے
علما اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہوگی تو شوہر اسکی نظر مین ذلیل ہوگا وفوقه خلقاً وادباً وورعاً وجمالاً
اور مستحب ہی ہونا عورت کا زیادہ تر شوہر سے اخلاق مین اور ادب مین اور پرہیزگاری مین اور حسن مین بحر الرائق مین کہا کہ مرد نکاح کرے

اُس عورت سے جو نسب و حسب اور دینداری میں مشہور ہو کہ صفات خاندانی اولاد میں اکثر منتقل ہوتے ہیں اور خوبصورت کمینی عورت سے نکاح نکرے
اور کنواری اور کم خرچ کو اختیار کرے اور نہ نکاح کرے لمبی دُبلی اور ٹھنگنی بدشکل سے اور نہ بدخلق اور اولادوالی اور نہ بڑی عمروالی اور نہ لونڈی سے
باوجود قدرت حرّہ کے اور نہ حرّہ سے بدون اجازت ولی کے اور نہ زانیہ سے اور عورت کو چاہیے کہ شوہر دیندار نیک بخت سخی مقدور والے کو اختیار کرے
اور فاسق سے نکاح نکرے اور کوئی اپنی جوان بیٹی کو نہایت بڈھے مرد کے نکاح میں نہ دے اور نہ بدشکل کو دیوے کذا فی حاشیۃ المدنی وہل یکرہ الزفاف المختار
لا اذا لم یشتمل علی مفسدۃ دینیۃ اور کیا مکروہ ہے زفاف یعنی عورت کا پہونچانا اُسکے خاوند کے پاس روایت مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں جب کوئی مفسدہ دینی نہو
جیسے اختلاط مردوں کا عورتوں سے اور خوش طبعی سے کسیکو ذلیل کرنا یا بُرائی مارنا ہم فقط زفاف لائق اختلاف کے نہیں کہ کوئی جائز رکھے اور کوئی
مکروہ تو مراد زفاف سے یہاں عورتوں کا اجتماع ہے اسواسطے کہ شب زفاف میں عورتوں کا جمع ہونا عرف میں لازم ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد زفاف
باعلان دلہن بھیجا گئے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو بعضی جگہ ہندوستان میں رواج ہے کہ شب زفاف میں دولہن کو دولہا کے پاس پردے میں پہونچا کر عورتیں
جھانکا کرتی ہیں سو بلا شبہ مکروہ بلکہ حرام ہے وینعقد ملتبسا بایجاب من احدہما وقبول من الآخر وضعا للمضی لان الماضی ادل علی التحقیق کزوجت
نفسی او ابنتی او موکلتی منک ویقول الآخر تزوجت اور نکاح منعقد اور بندھتا ہے یعنے گٹھتا ہے جب ملے ایک کے ایجاب سے اور دوسرے کے
قبول سے درانحالیکہ ایجاب اور قبول موضوع ہوں فعل ماضی کے واسطے اسواسطے کہ فعل ماضی خوبتر دلالت کرتا ہے تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانہ
حال کی کچھ حقیقت نہیں کہ وہ مرکب ہے ماضی اور استقبال سے اور زمانہ استقبال وقت تکلم کے معدوم المضمون ہے اسواسطے ایجاب اور قبول کے لیے صیغہ
ماضی کا معین ہوا جیسے کوئی کہے نکاح کیا میں نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا تجھ سے اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہیں مرد کہے یا عورت اور
دوسرا کہے میں نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے موکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہیں خواہ مرد کہے خواہ
عورت زوجت نفسی عاقد اصیل کہے اور زوجت ابنتی ولی کہے اور زوجت موکلتی وکیل کہے وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدہما للمضی والاخری
للاستقبال او للحال فالاول الامر کزوجنی او زوجینی نفسک او کونی امراتی اور بھی منعقد ہوتا ہے نکاح ان دو لفظوں سے کہ اُنمیں ایک تو موضوع ہو ماضی
کے واسطے اور دوسرا استقبال یا حال کے واسطے سو اول یعنے استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہے جیسے کہ مرد کہے ولی سے یا عورت کے وکیل سے
کہ میرا نکاح کر دے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کر دے یا یوں کہے کہ تو میری جورو ہو جا فانہ لیس بایجاب بل توکیل ضمنی فاذا قال فی المجلس
زوجت او قبلت او بالسمع والطاعۃ قام مقام الطرفین سو البتہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب نہیں بلکہ ضمنًا دوسرے کو وکیل کرنا ہے اپنے نکاح کیواسطے یعنے جب
زوجنی کہا تو ضمن امر کے گویا مطلب یہ ہوا کہ تو میری طرف سے وکیل ہوکر میرا نکاح کر دے پھر جب دوسرے شخص نے کہا اسی مجلس میں کہ میں نے
نکاح کر دیا یا قبول کیا یا مان لیا بسمع وطاعت تو یہ قبول قائم ہو گیا بجائے ایجاب اور قبول عاقدین کے تو نکاح صحیح ہو گیا وقیل ہو ایجاب ورجحہ فی البحر
رضا ورغبت ۱۲
اور بعضوں نے مثل قاضی خان اور صاحب خلاصہ کے کہا کہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب ہے توکیل نہیں اور ترجیح دی ہے اس قول ثانی کو بحر الرائق میں
والثانی المضارع المبدوء بہمزۃ او بنون او بتاء کتزوجینی نفسک اذا لم ینو الاستقبال اور دوسرا لفظ مضارع کا جو مصدر بہمزہ ہو جیسے اتزوجک یا
مصدر بنون جیسے نتزوجک یا مصدر بتا ہو جیسے خود شارح نے مثال دی تو صیغہ مضارع سے اُسوقت نکاح منعقد ہوگا جب متکلم استقبال کے معنی کا
ارادہ نکرے بلکہ معنی حال مراد رکھے اور اگر استقبال کا ارادہ کریگا تو وعدہ نکاح ہوگا نہ ایقاع نکاح وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان
المساومۃ فی النکاح اور اسی طرح نکاح منعقد ہوتا ہے اسم فاعل بمعنی حال سے جیسے کہ کہے میں اب تیرے ساتھ نکاح کرنے والا ہوں یا یوں کہے کہ میں
آیا تیرے پاس منگنی کرنے والا اسواسطے نکاح صحیح ہوگا کہ مول چکانا نکاح میں جاری اور مروج نہیں بخلاف بیع کے کہ وہاں فقط انا مشتری
یعنی خریدار ہوں ۱۲

ہاں چاہئیے شرط ہے اور بعد اسکے بائع کے یوں کہنے سے کہ بیچا منعقد نہیں ہوتی جیسا کہ اسکے بعد اشتریت کہے اسواسطے کہ یہ مین ہون بکانا او بعت بمعنی اما
مرجح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر کہا زوجنیہا ان المجلس للنکاح وان الوعد فوعد یا منعقد ہوتا ہے نکاح اس طرح بھی جب کہ مرد نے عورت کے باپ سے کہا کہ تونے
وہ عورت مجھکو دی اور اسکا باپ کہے اعطیت یعنی دی بشرطیکہ مجلس نکاح کی ہو تو دلالت حال مانع ہوگی استفہامی معنی کو یا مساومت کو اور
اگر مجلس وعدہ کرنے کی ہے تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورت میں نکاح منعقد نہوگا ولو قال لہا یا عرسی فقالت لبیک انعقد علی المختار
اور اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اے میری جورو سو اس نے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد ہو گیا بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ یا عرسی قائم مقام
انا معہ قد جئتک کے ہے اور لبیک بمعنی اجیبک بابا بعد اجابۃ کے تو ایجاب بمعنی حال ہوا اور قبول صیغہ ماضی سے ہوا اسواسطے نکاح منعقد ہوگیا کذا فی
حاشیۃ المدنی فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر حیث کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہوگا قبول فعلی سے جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون
لفظ قبلت کے ولا بتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے تعاطی یہ کہ مثلاً باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اسنے مہر اسکو ادا کیا شاہدون کے
روبرو بدون تلفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب اور نہیں منعقد ہوتا نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے
لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہے بشرطیکہ شاہدون کو مضمون خط سے آگاہ کر دیا ہو خواہ خط پڑھکر خواہ زبانی ما لم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین فیصح
غائب کی تحریر میں اعلام شاہدون کا اسوقت ضرور ہے جب خط میں صیغہ امر کا نہو یعنی لکھا ہو کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اور اگر امر کا صیغہ اسطرح ہو
کہ زوجنی نفسک یعنی میرا نکاح اپنی ذات سے کر دے تو اس صورت توکیل میں عورت دونون طرف کی متولی اور متصرف ہوگی کذا فی فتح القدیر
تو اس صورت میں عورت کا یون کہنا کہ زوجت نفسی منہ یعنی مین نے اپنا نکاح اسکے ساتھ کر دیا قائم مقام ایجاب و قبول کے ہوگا اسوقت میں خط کا
مضمون شاہدون کو سنانا ضرور نہیں فقط لفظ قبول سنانا کافی ہے بالاقرار علی المختار خلاصہ کقولہ ہی امرأتی لان الاقرار اظہار لما ہو ثابت ولیس
بانشاء اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی الخلاصہ مثل قول مرد کے کہ یہ میری جورو ہے اسواسطے اقرار سے نکاح نہوگا
اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہے اقرار انشا نہیں حالانکہ نکاح میں انشا چاہیے وقیل ان کان بمحضر من الشہود صح کما یصح بلفظ الجعل اور بعضون نے
کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدون کے حضور میں ہوا تو نکاح صحیح ہوگیا یعنی اس صورت میں اقرار کو انشاء نکاح قرار دیا گویا اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح
ہوتا ہے جعل کے لفظ سے ہم شیخ المختار نے فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدون کے روبرو نکاح کا اور حالانکہ نکاح بدون گواہون کے
ہوا تھا تو اسمین اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت مرد نے بدون نکاح ہوے
نکاح کا اقرار کیا تو نکاح منعقد نہوگا مگر اسوقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدون نے یون کہا کہ تمنے اسکا نکاح کیا یعنی ہمنے اس اقرار کو نکاح بنایا پھر
دونون نے قبول کیا تو یہان بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاء وہو الاصح ذخیرہ اور اقرار انشا کر ڈالا گیا اور یہی اصح ہے
کذا فی الذخیرۃ یعنی اقرار جملہ خبریہ ہے اور نکاح جملہ انشائیہ ہے منعقد ہوتا ہے اسواسطے اسکو انشا قرار دیا ولا ینعقد بتزوجت نصفک فی الاصح احتیاطاً
خانیہ بل لا بد ان تضیفہ الی کلہا او ما یعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرہ وجوزوا فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق اور نہیں منعقد
ہوتا نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ مین نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا مذہب اصح میں بنا بر احتیاط کے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ
حلت اور حرمت ایک ذات میں جمع ہوئی تو احتیاطاً حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہے صحت نکاح کے واسطے کہ نسبت کرے نکاح کو عورت کے تمام
بدن کیطرف یا اس عضو کیطرف جو بجائے کل بدن بولا جاتا ہے جیسے پشت اور شکم بنا بر مشابہ مذہب کے کذا فی الذخیرۃ اور یہی صحیح ہے فقہا نے
طلاق میں برخلاف اسکے یعنی یون کہا ہے کہ اگر کوئی مرد کہے کہ میں نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو یہ ایسا ہی صحیح طلاق ہے واقع ہوگی

تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی **وَاِذَا وَصَلَ الْاِیْجَابُ بِتَسْمِیَةِ الْمَهْرِ کَانَ مِنْ تَمَامِہٖ**
ای الایجاب **فَلَوْ قَبِلَ الْاٰخَرُ قَبْلَہٗ لَمْ یَصِحَّ** لتوقف اول الکلام علی آخرہ و فیہ یغیر اولہ اور جب ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے
سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے اول کلام کے اپنے آخر پر اگر آخر کلام میں وہ مضمون ہو جو
مخالف ہو اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے نکاح کیا تیرے ساتھ ہزار درم پر اور مرد نے قبول کر لیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو
نکاح صحیح نہوگا ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرۃ اور شرائط ایجاب و قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہے اگر دونوں
حاضر ہوں اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس میں قبول کیا تو نکاح نہوگا کیونکہ مجلس ایک نہیں اور اگر کوئی غائب ہو
اور اُسنے خط میں ایجاب لکھا ہو تو اتحاد مجلس شرط نہیں ایجاب و قبول میں اتحاد مجلس ایسا شرط ہے جیسے عورت مخیرہ میں شرط ہے مخیرہ سے وہ
عورت مراد ہے جسکے شوہر نے اس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر یعنے اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق لے لے تو تنہا مجلس کا حکم تک مقید ہے مجلس بدلی اختیار
گیا وان لا یخالف الایجاب والقبول کقبلت النکاح لا المهر اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہے کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ
میں نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ہزار درم پر نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ میں نے نکاح قبول کیا نہ مہر
تو نکاح خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم متغائر ہیں تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہذا اتفاقاً صحیح نہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی نعم یصح الحط ہاں صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر تجھسے نکاح کیا عورت نے کہا کہ میں نے
پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا گویا یہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اسمیں سے پانچ سو کم کر دئے اسلئے اس صورت میں مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط نہیں
اسواسطے کہ یہ اسقاط اور ابرا ہے کذا والزیادۃ ان قبلتہا فی المجلس مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہے جسکو عورت نے اسی مجلس میں قبول کر لیا مثلاً عورت نے
کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ عورت نے وہ دو ہزار کو اسی مجلس میں قبول کر لیا ہو و
ان لا یکون مضافاً ولا معلقاً کما سیجی اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہے کہ نکاح مضاف نہو زمان مستقبل کیطرف جیسے کوئی کہے کہ میں نے تیرے ساتھ
نکاح کیا کل کے دن یا کہا میں قبول کرونگا کل اور شرط یہ ہے کہ نکاح معلق شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا
چنانچہ اسکا ذکر آویگا ولا المنکوحۃ مجہولۃ اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں اور اُسنے ایک بیٹی کا نکاح
بے نام لیے کر دیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب جہالت کے ولا یشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیما یستوی فیہ الجد والہزل اذ لم یحتج الی نیۃ بہ یفتی اور
نہیں شرط ہے دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اس عقد میں جسمیں قصد کرنا اور نہ کرنا یکساں ہے اسواسطے کہ اس عقد میں نیت کی احتیاج نہیں
اسی پر فتوی ہے ہم اسمیں فقہا کو اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنوں کا علم ضرور ہے کذا فی الدرر اور بعضوں نے کہا
قضاءً ضرور نہیں دیانۃً علم ضرور ہے کذا فی الخانیۃ اور عمادیہ میں روایت ہے کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہیں اور بعضوں نے کہا سب
صحیح ہیں علم ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمیں قصد کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اسمیں
علم ضرور نہیں اسواسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہے اور حالانکہ اسمیں قصد اور غیر قصد دونوں برابر ہیں مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے
یا طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اُسکا قصد متعلق نہیں اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم **وَاِنَّمَا یَصِحُّ بِلَفْظِ تَزْوِیْجٍ وَنِکَاحٍ لِاَنَّہُمَا صَرِیْحٌ وَمَا عَدَاہُمَا کِنَایَۃٌ وَہُوَ کُلُّ لَفْظٍ وُضِعَ لِتَمْلِیْکِ الْعَیْنِ** کاملۃ فلا یصح
بالشرکۃ اور البتہ نکاح صحیح ہے تزویج اور نکاح کے لفظ سے اسواسطے کہ دونوں لفظ صریح اسیکے واسطے موضوع ہیں اور جو لفظ ان دو کے سوا ہے

سو کنایہ ہی یعنی غیر صریح ہی اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہی جو موضوع ہو واسطے تملیک ذات کے یعنی اور تملیک کامل ہوے تو نکاح صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ
سے نہ ہوگا اسواسطے کہ شرکت مین پوری تملیک نہین فی الحال خرج الوصیۃ غیر المقیدۃ بالحال یعنی تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اُس سے نکل گئی وصیت جسمین
بالفعل کی قید نہین جیسے کسی نے کہا کہ مین نے وصیت کی اپنی لونڈی کی تجھکو ہزار درہم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول
کیا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ تملیک فی الحال نہوئی اور وصیت بالفعل مین نکاح صحیح ہوگا کہبۃ وتملیک وصدقۃ وعطیۃ تملیک بالفعل جیسے ہبہ اور تملیک
اور صدقہ اور عطا مثلاً اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو ہبہ کیا یا تجھکو مالک کیا یا صدقہ دیا یا دے ڈالا وغیرہ اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح
صحیح ہوگا وسلم واستیجار اور نکاح صحیح ہی بلفظ بیع سلم اور استیجار کے سوا اگر عورت کو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہی جیسے یون کہے کہ مین نے اپنا گھر ایک
برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یون کہے کہ مین نے اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درہم کے بدلے تو صحیح یہ ہی کہ نکاح نہوگا کہ اسمین تملیک دائمی
نہین بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وقرض وصلح وصرف وکلما تملک بہ الرقاب بشرط نیۃ او قرینۃ وفہم الشہود المقصود اور نکاح صحیح ہوتا ہی
بلفظ قرض اور صلح اور صرف کے اور ہر لفظ کہ گردنون کی ملکیت کا فائدہ بخشے بشرطیکہ نیت متکلم کی یا قرینہ مقام کے اور سمجھنے شہود کے مقصود کو
یعنی بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب منعقد ہوتا ہی کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہوا ور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہون ہبہ وغیرہ مین نیت کی حاجت اسواسطے
ہوئی کہ یہ الفاظ کنایہ ہین نکاح کے صریحاً نکاح کے واسطے موضوع نہین جو محتاج نیت کے نہون لا یصح بلفظ اجارۃ براو وبزار نہ صحیح ہوگا نکاح
اجارہ کے لفظ سے اجارہ بر اصحابہ ہو یا بزاز صحیح ہو لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ اسمین تملیک دائمی نہین بلکہ تملیک منفعت کی موقت ہی
اور نکاح مین دوام مشروط ہی بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا اور اجازت سے اسواسطے نکاح نہین منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک
عین کیواسطے موضوع نہین واعارۃ ووصیۃ ورہن ووودیعۃ ونحوہا مما لا یفید الملک لکن یثبت بہ الشبہۃ فلا یحد ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل اور نہین صحیح
نکاح بلفظ اعارۃ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند اُن الفاظ کے جو ملک کے مفید نہین لیکن ایسے الفاظ سے شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی تو
حد نہ ماری جاویگی اُسکو جسنے ان الفاظ سے نکاح کیا اسواسطے کہ حد شبہہ پڑنے سے ٹل جاتی ہی اور اس صورت مین عورت کو مہر ملیگا جو کمتر ہو مہر مسمی سے
جسپر دونون راضی ہوگئے اور مہر مثل سے یعنی اگر مہر مسمی کم ہی مہر مثل سے تو مسمی ملیگا اور اگر مہر مثل کم ہی مسمی سے تو مہر مثل ملیگا وکذا تثبت بکل لفظ
لا ینعقد بہ النکاح فلیحفظ اور اسی طرح شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی ہر ایک اس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہین ہوتا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ظاہر اسمین
مکرر ہوگیا او بالفاظ مصحفۃ کتجوزت لصدوره لا عن قصد صحیح بل عن تحریف وتصحیف فلم یکن حقیقۃ ولا مجازا لعدم العلاقۃ بل غلطا فلا اعتبار بہ ملا تلویح
اور نہین منعقد ہوتا نکاح اُن الفاظ سے جنمین تصحیف واقع ہوئی جیسے تجوزت بجاے تزوجت کے تصحیف لغت مین خطا فی الصحیفۃ کو کہتے ہین اور یہان
مطلق خطا مراد ہی تصحیف ہو یا تحریف لفظونکی غلطی تصحیف ہی جیسے زوج بمعنی جفت کو روح بمعنی جان کہنا اور تحریف صورت کی غلطی کو کہتے ہین جیسے
سلیم بروزن کریم کو سلیم بروزن حسین بولنا تصحیف اور تحریف سے اسواسطے نکاح منعقد نہین ہوتا کہ اُسکا صدور قصد صحیح سے نہین بلکہ تبدیل اور
تغییر ہی نہ تو حقیقت ٹھہرا نہ مجاز اسواسطے کہ تحریف اور تصحیف مین اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہین ہوتا اور حالانکہ مجاز کے معنی مین حقیقی معنی سے علاقہ ہونا
لازم ہی بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہین تو اُنکا کچھ اعتبار نہین کذا فی التلویح نعم لو اتفق قوم علی النطق بہذہ الغلطۃ وصدرت عن قصد کان ذلک
وضعا جدیدا فیصح بہ افتی ابو السعود ہان اگر اتفاق کرلیوے کوئی قوم ایسے غلط الفاظ کے بولنے پر اور صدور اُنکا بالقصد ہو تو یہ ہوگا یہ اجماعی
تکلم وضع جدید تو اسوقت مین غلط الفاظ سے نکاح منعقد ہوگا اسی پر فتوی دیا شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے واما الطلاق فیقع بہا قضاء
کما فی اواخر الاشباہ اور طلاق تو صحیح ہوگی ایسے غلط الفاظ سے قاضی کے روبرو نہ بنا بر دیانت کے چنانچہ کتاب اشباہ ونظائر کے

تو اسکے بیٹوں کی گواہی سے قاضی کے روبرو اُسکا دعوےٰ ثابت نہوگا اور اس صورت مین اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹوں کی گواہی سے اُسکا
دعویٰ ثابت ہوجائیگا اور اسی طرح اگر مرد کے بیٹوں کی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو مرد کا دعویٰ ثابت نہوگا اور عورت کا دعویٰ ثابت ہوجائیگا
اسواسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہے (کما صح نکاح مسلم ذمیۃ عند ذمیین) ولوفی الفین لادینہما (وان لم یثبت النکاح
بہما مع انکارہ) جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونون ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنے اگرچہ
عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ نہ ثابت ہوگا نکاح ذمیون کی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونے کے وقت یعنے اگر مسلمان ذمیہ کے
نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیون کی گواہی سے دعویٰ اُسکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست
نہین والاصل عندنا ان کل من ملک قبول النکاح بولایۃ نفسہ انعقد بحضرتہ اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادت میں یہ ہے کہ جو شخص
مالک ہوسکتا ہے قبول نکاح کا اپنی ذات کی ولایت سے اُسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو انکا گواہ
ہونا بھی درست ہے بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذاتون کا اختیار نہین تو اُنکی گواہی بھی درست نہین (امر الاب رجلا ان یزوج صغیرتہ
فزوجہا عندہ رجل او امرأتین والحال ان الاب حاضر صح) لانہ یجعل عاقدا حکما امر کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کر دے اُسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اُس
وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتون کے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا
حکماً یعنے جب باپ موجود ہوا اسی مجلس مین تو اس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نرہی تو اس صورت مین باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور
دوسرا مرد یا دو عورتین شاہد نکاح کی ہوگئین تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگا والا لا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتون کے
روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح
نہین ہوتا (ولو زوج ابنتہ البالغۃ) العاقلۃ (بحضرۃ شاہد واحد جاز ان کانت ابنتہ حاضرۃ) لانہا تجعل عاقدۃ (والا لا) اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی
جوان عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اُسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقد قرار دی جائیگی اور باپ اور
دوسرا مرد شاہد ہو جائینگے اور اگر اُسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہے شاہد نہین تو ایک
شاہد سے نکاح نہوگا والاصل ان الامر متی حضر جعل مباشرا اور اصل قاعدہ مسائل امر مین یہ ہے کہ امر کرنے والا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور
عاقد قرار دیا جاویگا اور شخص مامور سفیر محض ہو جائیگا پھر جب مامور عاقد نہ ٹھہرا تو شاہد ہوسکیگا ثم انما تقبل شہادۃ المامور اذا لم یذکر انہ عقد
لئلا یشہد علی فعل نفسہ پھر شہادت مامور کی اسی صورت مین مقبول ہوگی جبتک وہ آپ کو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات
کے فعل پر یعنے جب مامور نے آپ کو عاقد کہا تو اُسوقت مین اُسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین (ولو زوج
المولی عبدہ البالغ بحضرتہ وواحد لم یجز علی الظاہر) اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اُسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز
ہوگا بنابر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونے کی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے ولو اذن لہ فعقد
بحضرۃ المولی ورجل صح والفرق لایخفی اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین تو نکاح
صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت مین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہوگئے تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونون صورتون مین
ظاہر ہے چنانچہ بیان فرق مفصل ہوچکا (ولو قال) رجل لاخر (زوجتنی ابنتک فقال) الاخر (زوجت او قال نعم) مجیبا لہ (لم یکن نکاحا ما لم یقل الموجب بعدہ
قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح کر دیا

یا جواب میں فقط ہان کہا تو یہ نکاح نہوگا جب تک ایجاب کرنے والا اُسکے بعد یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا اسواسطے کہ لفظ زوجتنی کا اخبار اور استفہام
اور عقد نہین سابق مین ہو چکا کہ ل ع التبیین اور عطیت سے مجلس نکاح مین نکاح صحیح ہوتا ہو کہ قبالت کہنے کی حاجت نہین تو یہان کیون نہ صحیح ہوا اور
حالانکہ استفہام دونون صورتون مین ہو اسکا جواب یہ ہو کہ وہان مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہان کے کذا فی حاشیۃ المدنی
بخلاف زوجنی فانہ توکیل برخلاف اسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دے اور اسنے کہا کہ مین نے نکاح کر دیا تو بعد اسکے
قبالت کہنے کی حاجت نہین عقد کامل ہو گیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی کا توکیل ہو یعنے جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے
تو اسنے اُسکو اپنے نکاح کا وکیل کر دیا تو اسکے وجت کہنا قائم مقام ایجاب و قبول کے ہو گیا اسواسطے کہ نکاح مین ایک شخص متولی طرفین کا ہو سکتا ہو بخلاف
بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہو غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام مین
بدون حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنے زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہان موجود نہین تو نکاح نہوگا
اور اگر عورت وہان موجود ہو تو وکیل کا چوکنا ضرر نکاح مین نہین کرتا کہ اُسکے موجود ہونے اور اُسکی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہو وکذا لو غلط فی اسمہا
الا اذا کانت حاضرۃ واشار الیہا فیصح اور اسی طرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے نام مین نکاح کرنے کے وقت تو نکاح صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہو
اور اُسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا یعنے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام کی غلطی اس صورت مین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ قوی تر ہو نام سے ولو لہ بنتان و
اراد تزویج الکبری فغلط فسماہا باسم الصغری صح للصغری خانیۃ اور اگر ایک مرد کی دو بیٹیان ہون اور اُسنے بڑی بیٹی کے نکاح کر دینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے
چھوٹی بیٹی کا نام لیگیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہو جائیگا کذا فی الخانیۃ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی اُسکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت مین
نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے صحیح نہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اُسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی و
لو بعث مرید النکاح اقواما للخطبۃ فزوجہا الاب او الولی بحضرتہم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شہودا بہ یفتی فتح اور اگر بھیجا نکاح کے ارادہ کرنے والے نے
چند قوم کو منگنی کے واسطے سو نکاح کر دیا باپ نے یا ولی نے اُنکے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ
شاہد ہو جائینگے اسی روایت پر فتوی ہو کذا فی فتح القدیر فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال زوجنی ابنتک علی ان امرہا بیدک لم یکن لہ الامر لانہ تفویض قبل
النکاح ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے اس شرط پر کہ اسکی طلاق تیرے ہاتھ مین ہے تو اس صورت مین باپ کو طلاق کا اختیار
نہوگا اور نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمین طلاق کی تفویض ہو نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہ صحیح نہین وکلہ بان یزوجہ فلانۃ بکذا فزاد الوکیل فی المہر لم ینفذ
وکیل کیا ایک مرد نے دوسرے کو کہ انکا نکاح فلانی عورت سے کر دے اتنے درم پر مثلاً ہزار درم پر سو زیادہ کر دیا مہر وکیل نے مثلاً دو ہزار اسکا مہر مقرر
کر دیا تو یہ نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کر دے اور چاہے نمانے تو نکاح باطل ہو جائے ولو لم یعلم حتی دخل بہا بقی الخیار
بین اجازتہ وفسخہ ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہان تک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا
اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے مین اور باطل کر دینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے
ملیگا یعنے مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح موقوف
کہتے ہین نکاح فاسد کے برابر ہو تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہو کہ اسمین کمتر مہر ملتا ہو تزوج بشہادۃ اللہ و
رسولہ لم یجز بل قیل یکفر نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضون نے یعنے ابو القاسم صفار نے اُسکے
کفر کا فتوے دیا ہو کفر اُسکا دو دلیلون سے منقول ہو اول یہ کہ اُسنے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اُسکے رسول نے نکاح کی گواہی آدمیون

یہ مخصوص کی ہے اسکے سوا اور کی گواہی کا حکم نہیں دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب اُسنے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو علم غیب ثابت کیا اور ہمارا کہ علم
حق تعالی کو خاص ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **فصل فی المحرمات** اس فصل مین بیان ہے محرمات کا یعنے وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین
درست نہیں اسباب التحریم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہین یعنے نو ہین قرابۃ پہلا سبب حرمت کا قرابت ہے یعنے نسبی سات عورتین حرام ہین
ماں بیٹی بہن عمہ خالہ بھتیجی بھانجی مصاہرۃ دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن اور مدخولہ کی لڑکیان اور بہو رضاع
تیسری حرمت شیرخوارگی کی چنانچہ دایہ اور اُسکی لڑکیان جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے دو بہنون کو یا عورت اور اسکی عمہ یا خالہ کو
نکاح مین جمع کرنا ملک پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے شرک چھٹی حرمت
مشرک ہونے سے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا ادخال امۃ علی حرۃ ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی لانا یعنے زوجہ حرہ کے ہوتے
لونڈی سے نکاح کرنا فہی سبعۃ ذکرہا المصنف بہذا الترتیب یہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے وبقیت التطلیق ثلثا وتعلق
حق الغیر بنکاح او عدۃ ذکرہا فی الرجعۃ باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنے مطلقہ ثلثہ
بھی حرام ہے اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہے ان دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب ہو گئے اور بعضون نے
اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہین جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سب کا شمار کرنا ضرور نہ جانا
اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح مین غور کرے تو جا بجا سے سب معلوم ہو سکتے ہین (حرم) علی المتزوج ذکرا کان او انثی نکاح (اصلہ و فرعہ علا
او نزل) حرام ہے نکاح کرنے والے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پردادا پردادی
اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہے اگرچہ جڑ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پرپوتا پرپوتی اور ناتن ناتی پرناتن پرناتی
وعلی ہذا القیاس (وبنت اخیہ) اور حرام ہے اپنی بھتیجی سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے کی (واختہ) اور حرام ہے اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی
یا اخیافی (وبنتہا) اور حرام ہے اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی ولو من زنا اگرچہ یہ سب رشتے زنا سے ہون تو بھی حرام ہین یعنے
اصل اور فروع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہین یہ رشتے نکاح سے ہون یا زنا سے (وعمتہ) اور اپنی پھوپھی حرام ہے
نکاح سے ہو یا زنا سے (وخالتہ) اور اپنی خالہ حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر مین لگاتا تو
نہایت مناسب ہوتا کہ سب کو حکم شامل ہو جاتا فہذہ السبعۃ مذکورۃ فی آیۃ حرمت علیکم امہاتکم سو یہ ساتون رشتے محرمات کے حرمت علیکم
امہاتکم کی آیت مین مذکور ہین ویدخل عمۃ جدہ وجدتہ وخالتہما الاشقاء وغیرہن اور داخل ہے عمہ اور خالہ کی حرمت مین دادا اور دادی
کی عمہ اور اُن دونون کی خالہ سواے اصل اور فرع کے باقی رشتہ برابر ہین حرمت مین سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اُسکا
بیان ترجمہ مین مفصل ہو چکا واما عمۃ عمۃ امہ وخالۃ خالۃ ابیہ فحلال اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہے اسواسطے کہ
مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہے تو مادری عمہ کی عمہ دادی کی زوج بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہیں تو زوج الجد
کی بہن بطریق اولے نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہے تو عمہ کی عمہ حرام ہے اسواسطے کہ عمہ یہان عبارت ہے باپ کی بہن سے
تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہے ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہے اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ
سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہیں بلکہ نانا کی زوجہ ہے تو اُسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی نانی ہے حرام نہیں اور اگر اُسکی
خالہ مادری خالہ ہے تو اس صورت مین خالہ کی خالہ حلال نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر عن المحیط طحطاوی نے کہا شارح کا یون کہنا

مناسب تھا دوالحجۃ الحجۃ اللام نا کہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مدعا واضح ہو جاتا کہ بنت عمہ و عمتہ کو خالہ و خالتہ واحل لکم ما وراء ذلکم
چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالیٰ کے کہ حلال کر دیا گیا تمہارے واسطے اسکے اول حق تعالیٰ نے
محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سوا ان محرمات کے سب عورتیں حلال ہیں اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیاں اور مادری عمہ کی اور سوتیلی خالہ کی
خالہ محرمات مذکورہ میں داخل نہیں تو انکی حلت صاف ثابت ہو گئی (وحرم) بالمصاہرۃ (بنت زوجتہ الموطوءۃ) اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتہ کے اپنی زوجہ
مدخولہ کی بیٹی یعنے ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اسکو طلاق دی تو اسکی بیٹی سے نکاح درست ہے (وام زوجتہ) جداتہا مطلقاً بمجرد العقد الصحیح
(وان لم توطأ الزوجۃ) اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے
جماع نہ کیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہیں ہوتی جب تک جماع یا مساس وغیرہ نہوا ہو لما تقرر ان وطی الامہات
یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامہات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلا قید اسواسطے ہے کہ ثابت ہو چکا ہے شرع میں
کہ ماؤں کا جماع بیٹیوں کو حرام کر دیتا ہے اور فقط بیٹیوں کا نکاح بدون جماع کے حرام کر دیتا ہے ماؤں کو چنانچہ کلام مجید میں یہ دونوں صورتیں صاف
مصرح ہیں ویدخل بنات الربیبۃ والربیب اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت میں ربیبہ اور ربیب کی بیٹیوں کی حرمت وفی الکشاف واللمس ونحوہ کالدخول
عند ابی حنیفۃ واقرہ المصنف اور تفسیر کشاف میں ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمۃ اللہ کے تو فقط
مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم رح کے نزدیک ثابت ہو گی اور اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں مسلم رکھا ہے (وزوجۃ اصلہ) اور حرام ہے اپنی
اصل کی زوجہ یعنے جن عورتوں سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہیں جماع ایسے کیا ہو یا نہ کیا (وفرعہ) مطلقاً ولو بعیداً دخل بہا اولا اور
حرام ہے مطلقاً اپنی شاخ کی زوجہ یعنے اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور نواسی اولاد کے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو یعنے بیٹا اور
پوتے کی زوجہ اور باپ دادے پر حرام ہے جماع یہاں مشروط نہیں فقط نکاح صحیح چاہیے واما بنت زوجۃ ابیہ وابنہ فحلال اور اپنے باپ کی
زوجہ کی بیٹی یعنے سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہیں اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہیں سو حلال ہے اسواسطے کہ دونوں میں
شخص کا اصل نہیں والکل) ما حرم نسباً ومصاہرۃ (رضاعاً) الا ما استثنی فی بابہ اور حرام ہیں سب رشتے جنکی تحریم نسباً اور مصاہرۃ مذکور ہو چکی شیرخوار گی سے
مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنی ہے چنانچہ اسکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہیں خلاصہ یہ کہ دایہ کی
سب قرابت والی شیرخوار پر حرام ہیں اور شیرخوار کیطرف سے زوجین اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہیں چنانچہ یہ قاعدہ حرمت کا اس شعر میں موجود ہے
از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند وز جانب شیرخوار زوجان و فروع فروع تفریع متعلقات چند فروع متعلق محرمات شارح مذکور کرتا ہے جنکا جواب شعر میں شروع کا
اقال ما مطلق اخرہ المتقیہ لما منہ لبن فاحتقنت فنکت صغیر اخان صغیر فحرمت علیہ فنکحت آخر فدخل بہا فابانہا فنکحت ولاولی واحدۃ ام ثلاث الجواب
لا تحل والیہ اشار المصنف بقولہ حرمتہا علیہ رضاعاً ایک مرد ہے جسنے اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیردار ہے اس مرد کے نطفہ سے پھر عورت کے
اسنے نکاح کیا کسی شیرخوار لڑکے سے سو اسنے اسکو دودھ پلایا تو حرام ہوگئی شیر پر اسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اسنے عورت سے جماع کیا پھر اسنے
اسکو طلاق بائن دی سو عورت کیا پھر نکاح کر سکتی ہے پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقوں سے یعنے شوہر اول دو بار طلاق دے چکا تھا اب
دوسرے نکاح میں شوہر اول کو ایک باقی ماندہ طلاق کا اختیار رہوگا یا تینوں طلاق کا مالک ہوگا جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہ عورت کبھی نہیں پھر سکتی ہے
شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور بہو کبھی حلال نہیں ہو سکتی شرعی امتہ ابیہ لا تحل لہ ان علم انہ وطیہا خرید کی
اپنے باپ کی لونڈی تو ولد کو اسکی وطی حلال نہیں اگر اسکو معلوم ہو کہ باپ نے اس سے وطی کی تزویج بکر اً فوجدہا ثیبا وقالت ابوک فضنی

مسئلہ کہا بانت بلا مہر والا التی نے نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اسکو باکرہ نہ پایا پھر اسنے پوچھا کہ کسنے تیرا ازالۂ بکارت کیا اسنے جواب دیا کہ تیرے
باپ نے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اسکی تصدیق کی تو اسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون مہر کے یعنے مہر دینا شوہر پر واجب نہوا قصور عورت کا تھا کہ اسنے او
کیون نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہے اسکو رکھے چاہے چھوڑ دے وحرم ایضا بالصہریۃ اصل مزنیتہ اور یہی حرام ہو
سسرالی رشتہ سے عورت مزنیہ کی اصل یعنے جس عورت سے زنا کیا تو اسکی ماں اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہین اراد بالزنا الوطی الحرام مصنف نے زنا سے
حرام جماع مراد رکھا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفسا کے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو
اعتبار جماع کا ٹھہرا حلال ہو یا حرام یہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہوئی واصل ممسوستہ بشہوۃ ولو لشعر علی الراس بحائل لایمنع الحرارۃ اور حرام ہے اصل اُس
عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے پٹے ہوئے بالون کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان مین حائل ہو کہ گرمی بدن کی اصول کی
مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالون کا مساس حرمت کا سبب نہین اور اسیطرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونے کا مانع ہو ممسوسہ
کی اصول کو حرام نہین کرتا واصل ماستہ وناظرۃ الی ذکرہ والمنظور الی فرجہا المدور الداخل ولو نظرہ من زجاج او ماء ہی فیہ اور حرام ہے
اصل اُس عورت کی جسنے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اُس عورت کی اصل حرام ہے جسکی گول شرمگاہ اندر والی کو
مرد نے شہوت سے دیکھا گو شیشے سے دیکھا ہو یا اُس پانی سے دیکھا ہو جسکے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ مین دیکھی یا عورت
حوض پہ بیٹھی ہو اور اُسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہوگی وفروعہن
مطلقا اور فروع اُن محرمات مذکورہ کے حرام ہین مطلقا یعنے جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہین ویسے فروع
بھی حرام ہین اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہون اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہون والعبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدہما
اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنے مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی
اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوئی تو اسکا کچھ اعتبار نہین وحدہا فیہما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتی اور مقدار شہوت کی
مساس اور نظر مین یہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش مین آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہو جاوے اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی
روایت پر فتوے ہے کذا فی بحر الرائق وفی امرأۃ ونحو شیخ کبیر تحرک القلب او زیادتہ اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے سے مرد مین یہ ہے کہ دل مین
جنبش اور خواہش ہو یا دل کی خواہش سابق سے زیادہ ہو جاوے شیخ کے مانند عنین ہے اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہو گئے وفی الجوہرۃ
لا یشترط فی النظر للفرج تحرک آلتہ بہ یفتی اور جوہرہ مین یہ روایت ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے مین جنبش آلہ تناسل کی شرط نہین اسی پر
فتوے ہے ہذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ بہ یفتی ابن کمال وغیرہ یہ حرمت مساس اور نظر کی اسوقت تک ہے جب تک انزال
نہین ہوا اور اگر انزال ہوگیا مساس اور نظر کرنے کے ساتھ تو حرمت ثابت نہین اسی پر فتوے دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب
حرمت کا اسواسطے ہے کہ جب تک انزال نہین ہوا تو جماع کی خواہش ہے اسواسطے اسکو قائم مقام جماع کے کردیا ہے اور جب انزال ہوگیا تو
مطلق خواہش جماع کی نہین ہوئی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاشباہ وفی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لا تحرم علیہ
امرأتہ اور خلاصہ مین یہ ہے جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اسکی زوجہ کو اسپر حرام نہین کردیتا یعنے مصاہرت کی حرمت سواے فروع اور اصول کے
اور کہین ثابت نہین ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہوگی لیکن اگر وطی بالشبہہ ہوئی تو زوجہ کی بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہوا
عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تحرم المنظور الی فرجہا الداخل اذا رآہ من مرآۃ او ماء لان المرئی مثالہ

بالانعکاس لا ہو حرام نہیں اصول اور فروع اُس عورت کی جسکی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ کی مثال نظر پڑی
انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسی طرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور اگر ثابت ہو جبکہ مشتہاۃ ہو ولو ماضیا اما غیرہا
یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ فلا تثبت الحرمۃ بہا اصلا کوئی دیر بیان گیا حرمت مصاہرت کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہو کہ عورت زندہ لائق
شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی میں لائق شہوت کے تھی اور اب شہوت جیسے بڈھی پن سکی اور اگر سوا اسکے ہو یعنے عورت مردہ ہو یا نوبرس سے چھوٹی ہو
تو اسکے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہیں ہوتی چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہیں اگر کوئی سوال
کرے کہ جب یہ بات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہوا اور عورت کے اغلام [illegible] اسمیں تو مساس کامل موجود ہے اسکا
جواب بحر الرائق میں یوں دیا ہے کہ واقع میں علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے اسواسطے حرمت ثابت ہوتی کہ اس
جماع خاص کا سبب ہے اور اغلام میں اسکا مطلق احتمال نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی [illegible] کما لو افضاہا [illegible] کذا فی الفتح [illegible] اور اسی طرح
اگر مرد نے اس عورت سے جماع کیا جسکا قبل اور دبر پردہ پھٹ کر ایک ہو گئی حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اسواسطے کہ یقین نہیں ہوا یہ کہ
کہ جماع قبل میں واقع ہوا یعنے جب دونوں مقام مل گئے تو کیونکہ یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل میں ہوا [illegible] اس عورت [illegible] حرمت ثابت
ہو گی جب عورت اس سے حاملہ ہو جاوے اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے بلا فرق ہے زنا و نکاح [illegible] اور صغیرہ کے جماع حرمت
ثابت نہیں اسمیں زنا و نکاح کا کچھ فرق نہیں فلو تزوج صغیرۃ لا تشتہی فدخل بہا فطلقہا وانقضت عدتہا وتزوجت باخر جاز للاول
التزوج ببنتہا لعدم الاشتہاء سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہ تھی پھر اس سے صحبت کی پھر اسکو طلاق
دی اور اسکی عدت گذر گئی اور اس عورت نے بعد عدت دوسرے سے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اس عورت کی بیٹی سے
نکاح کرے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نہ تھی اور حرمت مصاہرت کی بدون شہوت کے ثابت نہیں ہوتی لیکن اس عورت کی
ماں شوہر اول پر بلا شبہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کو کذا تشترط الشہوۃ فی الذکر فلو جامع غیر مراہق زوجۃ ابیہ لم تحرم فتح
اور اسی طرح حرمت مصاہرت میں شرط ہے کہ شہوت ہو مرد میں بھی سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہیں تو باپ کی زوجہ
باپ پر حرام نہ ہوگی کذا فی فتح القدیر یعنے بسبب عدم شہوت کے معلوم ہوتا ہے کہ باپ پر حرام ہو جاوے ولا فرق فیما ذکر بین اللمس والنظر بشہوۃ بین عمد
ونسیان وخطاء واکراہ اور مسائل مذکورہ میں کچھ فرق نہیں مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بھول جانے اور چوک جانے
اور زبردستی کے یعنے ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ ان سب برابر ہیں فلو ایقظ زوجتہ
او ایقظتہ ہی لجماعہا فمست یدہ بنتا منہا [illegible] حرمت الام ابدا فتح سو اگر جگایا اپنی زوجہ کو یا جگایا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لیے
پھر لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے اسی عورت سے بیٹا ہو
یا اور سے تو ان [illegible] باپ پر ہو جاویگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ بسبب شہوت سے مساس ہوا تو عمد اور خطا دونوں برابر ہیں
قبل ام امرأتہ فی ای موضع کان [illegible] حرمت علیہ امرأتہ ما لم یظہر عدم الشہوۃ ولو علی الفم کما فہمہ فی الذخیرۃ بوسہ لیا اپنی
زوجہ کی ماں کو کسی جگہ کا بوسہ ہو [illegible] صحیح ہے کذا فی الجوہرۃ حرام ہو جاویگی اسپر زوجہ اسکی جب تک شہوت نہ ہونا ظاہر ہو اگرچہ بوسہ منہ پر لیا ہو جیسا کہ
ذخیرہ میں اسکا مصنف یوں ہی سمجھا ہے اور اگر [illegible] اس کے بوسہ لینے کے وقت شہوت کا ظاہر نہ ہوگی تو زوجہ حرام نہ ہوگی اگرچہ منہ پر بوسہ لیا ہے
محشیوں نے لکھا ہے کہ یہ جو عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا ہے [illegible] اسواسطے کہ جوہرہ میں [illegible] اگرچہ عموم اور معتبر کتابوں میں

مثل جماع الخ وغیرہ کے ہوجو ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا فی المس الحرم بالمنظر للشھوۃ الا ان الاصل فی التقبیل الشھوۃ بخلاف المس اور خوشدامن کے
مساس کرنے میں مرد پر زوجہ حرام نہیں ہوتی جب تک یقین نہ کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو خوشدامن کے مساس سے زوجہ حرام ہوگی
تقبیل میں شہوت شرط نہوئی اور مساس میں ہوئی اسواسطے کہ اصل تقبیل میں شہوت ہے بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہے بخلاف مساس کے کہ اکثر شہوت سے
خالی ہوتا ہے وکذا لو اعتنقھا [illegible] وکذا [illegible] بشھوۃ [illegible] وکفی الشھوۃ من احدھما اور باہم گلے لگنا مثل بوسہ لینے کے ہے یعنے
معانقہ میں بھی اصل شہوت ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی جب تک عدم شہوت ظاہر نہو اور سیطرح ہے شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے کاٹنا
اگرچہ اپنی شہوت سے ہو یعنے اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اسکو گلے لگایا یا اسکے چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اسکی بیٹی مرد پر حرام ہوجائیگی اور اگر ان امور
کے ساتھ شہوت مطلق نہوگی تو حرمت ثابت نہوگی اور کفایت کرتی ہے شہوت ان امور میں دو میں سے ایک کی یعنے ان امور میں عورت مرد
دونوں کو شہوت ہونا ضرور نہیں ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی تو حرمت ثابت ہوجائیگی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ ہے اور ان امور میں
قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کے برابر ہے کذا فی البزازیۃ وفی القنیۃ قبل السکران بنتہ تحرم امھا اور قنیہ میں ہے کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو اسکی
ماں اسپر حرام ہوگئی [illegible] بحرمۃ المصاھرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لھا التزوج باخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بھا لا یکون زنا اور حرمت
مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہیں جاتا یہانتک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہیں بدون چھوڑ دینے کے یعنے بعد طلاق دینے اور عدت
گذرنے کے نکاح ہوسکتا ہے اور قبل متارکہ اس حرمت میں زنا نہوگا یعنے زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اسپر حد زنا کی نہ واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن الذخیرۃ وفی الخانیۃ ان النظر بفرج ابنتہ بشھوۃ یوجب حرمۃ امرأتہ خانیہ میں ہے کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اسکی زوجہ کو اسپر
حرام کرتا ہے وکذا لو فزعت فدخلت فراش ابیھا عریانۃ فانتشر لھا ابوھا تحرم علیہ امھا اور اسیطرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھس گئی اپنے باپ کے بچھونے میں
پھر باپ کو اس سے شہوت ہوئی تو حرام ہوجائیگی باپ پر اسکی بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہیں کیا تو فقط گھس
جانے سے حرمت ثابت نہیں ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی وبنت سنھا دون تسع لیست بمشتھاۃ یعنے اور جو لڑکی کہ عمر اسکی نو برس سے کم ہو
وہ مشتہاۃ نہیں یعنے لائق شہوت کے نہیں اسی روایت پر فتویٰ ہے موٹی اور دبلی ہونے کا کچھ فرق نہیں وان ادعت الشھوۃ فی
تقبیلہ او تقبیلھا ابنہ وانکرھا الرجل فھو مصدق لاھی اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے میں یا اپنے بوسہ لینے میں شوہر کے
بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہاں شوہر کی تصدیق کیجائیگی نہ عورت کی یعنے اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ شوہر نے میری ماں کا یا
بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یوں دعوی کیا کہ میں نے شوہر کے اصول یا فروع کا بوسہ شہوت سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہے تو شوہر کے
قول کی تصدیق ہوگی نہ زوجہ کے یعنے اس صورت میں حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی الا ان یقوم الیھا منتشرا آلتہ فیعانقھا لقرینۃ
کذبہ او یاخذ ثدیھا او یرکب معھا او یمسھا علی الفرج او یقبلھا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق اسوقت نہوگی جب شوہر اٹھے زوجہ
کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کو کھڑا کیئے ہوئے پھر اسکو گلے لگا دے تصدیق شوہر کی اسواسطے نہوگی کہ اسکے جھوٹ کا قرینہ موجود ہے یا مرد عورت کی
چھاتی پکڑ لے یا اسکے ساتھ سوار ہو یا اسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اسکے منہ کا بوسہ لے یہ کہا حدادی نے [illegible] یعنے ان صورتوں میں
اگر مرد کہے کہ مجھکو شہوت نہ تھی تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی وفی الفتح [illegible] بالفم او
[illegible] ملانا دونوں رخساروں کا منہ کے ساتھ یعنے قیاس میں یوں آتا ہے کہ رخساروں کا بوسہ لینا اور لبوں کا
بوسہ لینا حکم میں برابر ہو وفی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بامرأتک فقال جامعتھا ثبتت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ھازلا [illegible]

مین ہو کہ ایک مرد سے کہا گیا کہ کیا تو نے اپنی خوش دامن سے کیا سو اُسنے کہا کہ مین نے اُس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائیگی اور اُسکے کاذب
ہونے کی تصدیق نہ کیجائیگی اگرچہ اُسنے ہنسی سے کہا ہو وَتُقْبَلُ الشَّهَادَةُ عَلَى الْاِقْرَارِ بِاللَّمْسِ وَالتَّقْبِيلِ عَنْ شَهْوَةٍ اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور
بوسہ لینے کی اقرار پر یعنے مرد نے شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا پھر جب وہ نے اُسکا دعوی کیا
تو مرد منکر ہو گیا تو اس صورت مین اُسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہو جائیگی وَكَذَا تُقْبَلُ عَلَى نَفْسِ اللَّمْسِ وَالتَّقْبِيلِ وَالنَّظَرِ اِلَى ذَكَرِهِ اَوْ
فَرْجِهَا عَنْ شَهْوَةٍ فِي الْمُخْتَارِ تَجْنِيسٌ لِاَنَّ الشَّهْوَةَ مِمَّا يُوقَفُ عَلَيْهَا فِي الْجُمْلَةِ بِانْتِشَارٍ اَوْ آثَارٍ اور اسی طرح سے مقبول ہو گواہی خود چھونے اور بوسہ لینے اور
مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنابر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس اسواسطے کہ شہوت اس قسم کی چیز ہو جسپر فی الجملہ اطلاع
ہوسکتی ہو آلہ تناسل کی ایستادگی سے یا اور آثار سے وَحَرُمَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْمَحَارِمِ نِكَاحًا اَيْ عَقْدًا صَحِيحًا اور حرام ہو جمع کرنا محرم عورتون کا نکاح مین یعنے
عقد صحیح مین جمع بین المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہین نسبی ہون یا رضاعی
شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اُسکی بہن سے نکاح صحیح کیا تو درست ہو
اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وَعِدَّةً وَلَوْ مِنْ طَلَاقٍ بَائِنٍ اور حرام ہو جمع کرنا محارم کا عدت مین اگرچہ
طلاق باین کی عدت ہو یعنے جب عورت کو طلاق رجعی یا باین دی تو جب تک عدت نہو چکے تو اُسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کرنا درست نہین
وَحَرُمَ الْجَمْعُ وَطْئًا بِمِلْكِ يَمِينٍ اور حرام ہو جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنے جب لونڈی تصرف مین آئی تو اُسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی
سے نکاح یا انکی بھی تصرف مین نہ لائے بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ اَيَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَكَرًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ الْاُخْرَى اَبَدًا یعنے نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا
اُن دو عورتون مین حرام ہو کہ اُن دو مین سے جسکو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اُسکو دوسری کبھی جیسے عورت اور اُسکی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے
تو عمہ کے ساتھ نکاح حلال نہوگا اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیے تو بھتیجی سے نکاح درست نہوگا اور اسیطرح خالہ اور بھانجی کا حال ہو لحدیث مسلم لَا تُنْكَحُ
الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَهُوَ مَشْهُورٌ يَصْلُحُ مُخَصِّصًا لِلْكِتَابِ جمع کرنا دو عورتون کا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ نکاح نہ کیا جاوے عورت کا اُسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہو صلاحیت رکھتی ہو کہ قرآن کی مخصص ہو جاوے یعنے ہر چند
قرآن مجید مین سواے جمع بین الاختین کے بھتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ سے حلت معلوم ہوتی ہو لیکن عموم آیت
کا حدیث مسلم سے مخصوص ہو گیا اسواسطے کہ اصول فقہ مین ثابت ہو چکا ہو کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کر لیتا ہو تنبیہ الا صول مین بحوالہ صحیح
مسند ابو ہریرہ رض کی روایت موجود ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورت کا اُسکی عمہ پر اور عورت کا اُسکی خالہ پر
جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہو چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فَجَازَ الْجَمْعُ بَيْنَ امْرَأَةٍ
وَبِنْتِ زَوْجِهَا اَوْ امْرَأَةٍ اِبْنِهَا وَاَمَتِهِ ثُمَّ سَيِّدَتِهَا لِاَنَّهُ لَوْ فُرِضَتِ الْمَرْأَةُ اَوْ امْرَأَةُ الْاِبْنِ اَوِ السَّيِّدَةُ ذَكَرًا لَمْ يَحْرُمْ بِخِلَافِ عَكْسِهِ تو جائز ہو جمع کرنا
عورت مین اور اُسکے شوہر کی بیٹی مین اور جائز ہو جمع عورت مین اور اُسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہو جمع کرنا لونڈی مین پھر اُسکی مالک کی بی بی مین
اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اُسکے برخلاف مین حرمت ہو یعنے جمع کرنا
اُن دو عورتون کا حرام ہو جنکے مرد فرض کرنے سے دونون طرف سے حرمت ہو اور تینون صورتون مین ایک طرف سے حرمت ہو دوسری طرف سے نہین
اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلاً پہلی صورت مین اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اس عورت کے شوہر کی بیٹی اُسپر حرام نہین اور اگر شوہر کے بیٹے کو مرد
فرض کیجیے تو البتہ اُسپر عورت حرام ہوگی اور دوسری صورت مین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجیے تو عورت اُسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد فرض کیجیے

حلال کی گئی تمہارے لیے [illegible]

تو البتہ بہو حرام ہوگی اور تیسری صورت مین اگر بی بی کو مرد قرار دیجیے تو لونڈی حرام نہین اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرایئے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فان
تزوج بنکاح صحیح اخت امتہ قد وطیہا صح النکاح لکن لا یطأ واحدۃ منہما حتی یحرم محل استمتاع احدہما علیہ بسبب ما پھر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کی بہن سے
جس لونڈی کو صحبت مین لاچکا تو نکاح اُسکی بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونون مین سے کسی کو تصرف مین نہ لاوے جب تک ایک کی حاجت جماع کو اپنے اوپر کسی
سبب سے حرام کرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھنا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے لان العقد حکم الوطی
حتی لو نکح مشرقی بمغربیۃ ثبت نسبہ الولد ہا منہ لثبوت الوطی حکما لونڈی یا اُسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہے یہان تک
کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اس طرح کہ اُسکے ولی نے مشرق مین نکاح کر دیا تو ثابت ہوگا اُس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے
واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال جادو کے ممکن ہے ولو لم یکن وطی الامۃ لم
یطأ المنکوحۃ اور اگر لونڈی سے جماع نہ کیا ہو تو مرد کو جائز ہے کہ اُسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین ودواعی الوطی کالوطی
ابن کمال اور وطی کے اسباب وطی کے برابر ہین حرمت جمع مین کذا قالہ ابن کمال یعنے اگر لونڈی سے مساس یا تقبیل بشہوت کیا پھر اُسکی بہن سے نکاح کیا
تو کسی کی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہوگی ولو ان تزوجہما معا ای الاختین او من بمنزلتہما او بعقدین ونسی النکاح الاول فرق بینہ
وبینہما وبین طلاق اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے ساتھ ایک ایجاب اور قبول سے یعنے دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنون کے مانند
ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقد مین یعنے ہر ایک سے ایجاب و قبول علٰحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کیجائیگی درمیان مرد
اور دونون عورتون کے اور یہ جدائی طلاق ہوگی نہ فسخ یعنے اسمین طلاق کے احکام جاری ہونگے نہ فسخ کے ولہما نصف المہر یعنے فی مسئلۃ النسیان
اذ الحکم فی تزوجہما معا البطلان وعدم وجوب المہر الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب فتنبہ اور واجب ہوگا اُن دونون بہنون کے واسطے آدھا
یعنے وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہے جہان دو عقد سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونون کے ساتھ نکاح ہونے مین بطلان نکاح اور نہ واجب
ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا چنانچہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ مین مصرح ہے سو اس مقام مین آگاہ رہنا دھوکہ نکھانا وہذا ان کان مہراہما
متساویین قدرا وجنسا وسمی فی العقد وکانت الفرقۃ قبل الدخول والا تحقق کل منہما انہا الاولی لا بینۃ لہا اور یہ وجوب نصف مہر کا
اسوقت ہے کہ جب دونون کے مہر برابر ہون مقدار مین اور ایک جنس ہونے مین اور مہر معین ہو گیا ہو عقد مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک
عورت دعوی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونون کے گواہ نہون فان اختلف مہراہما فان علما فلکل ربع مہرہا والا فلکل نصف اقل المسمین
سو اگر مختلف ہون دونون کے مہر پھر اگر دونون کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اُسکا چوتھائی مہر ملیگا اور اگر ہر ایک کا مہر
بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہ معلوم ہے کہ ایک کا مثلا ہزار ہے اور دوسرے کا دو ہزار تو اس صورت مین ہر ایک عورت کو دونون مہر سے جو کمتر ہے
اُسکا نصف نصف ملیگا مثلا ہزار دو ہزار سے کم ہے تو ہر عورت پانسو پاویگی وان لم یکن مسمی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر اور اگر
مہر معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہے دونون کے واسطے عوض نصف مہر کے وان کانت الفرقۃ بعد الدخول وجب لکل واحدۃ المہر کاملا
لتقررہ بالدخول اور اگر جدائی دونون بہنون کی بعد دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے ومنہ یعلم حکم
دخولہ بواحدۃ اور اس مقام سے ایک عورت کے دخول کا حکم بھی معلوم ہو گیا یعنے اگر دونون عورتون کی جدائی ایک عورت کے دخول کے بعد
ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتھائی مہر پاویگی وکذا الحکم فیما جمع بین المحارم فی نکاح یعنے جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہے ویسا ہی
حکم جمع بین المحارم ہے نکاح میں اسی تفصیل سے جسکا بیان ہو چکا وحرم نکاح المولی امتہ اور حرام ہے نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی

مالکیت مالک کو نکاح سے قبل بھی ثابت ہی اور یہان حرمت سے یہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہ ہی کہ مولی پر نکاح کے احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے لازم نہ آوینگے لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہی نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک ہونا مخالف ہی مالک ہونے کے یعنے غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہی اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہی پھر غلام کا شوہر ہونا غالب ہونے کا مقتضی ہی سو ایک شخص غالب بھی ہو اور مغلوب بھی یہ کیونکر ہو سکے نعم لو فعلہ المولی احتیاطاً کان حسنا وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ ونحوہا فتامل ہان اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرہ یعنے آزاد ہو اسواسطے کہ درست درست جاننے سے ایسا اکثر ہو جاتا ہی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ اسمین یہ ہی کہ اس لونڈی کو پانچوین یا مثل اسکے نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین سو اسکو تامل کرلے یعنے اگر بالفرض اسکے نکاح مین چار آزاد یا لونڈیاں ہین تو اسکو پانچوین نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین یا یہ کہ لونڈی سے حرہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچھ احتیاط نہین پس اس عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہی کہ مولی کے لیے احتیاط یہی ہی کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نکرے اور فتاوے عالمگیری مین فتاوی سراجیہ سے روایت یون ہی کہ علمانے کہا ہی کہ اس زمانے مین بہتر یہ ہی کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرے تاکہ اگر حرہ ہو تو جماع اسکا نکاح سے حلال ہو جاوے اور مراد یہ ہی کہ اگر لونڈی مول لے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہ ہی کہ اُس سے نکاح کرلے اسواسطے کہ اگر واقع مین وہ حرہ ہو تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہی تو کچھ نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولی پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع اور حرام ہی نکاح عورت مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہی کہ آفتاب پرست بت پرست اور ستارہ پرست اور مورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنے ملحد اور باطنیہ اور اباحیہ بت پرست مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہی کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اسکے معتقد کی تکفیر واجب ہو تو اس مذہب والی عورت سے نکاح نہین جائز اسواسطے کہ مشرکہ کا نام اُن سب کو شامل ہی اور بحرالرائق مین بھی اسی قسم کا مضمون ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا اور صحیح ہی نکاح کتابیہ والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہی بکراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہی لیکن بہتر یہ ہی کہ نکرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہی تاکہ مسلمان دارالحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے عقائد اور اخلاق نہ بگڑ جائین کذا فی حاشیۃ المدنی مؤمنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الٰہا کتابیہ سے مراد وہ عورت ہی جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصاری اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا (لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین) اسواسطے کہ عطف دلیل ہی مغایرت کی وکذا حل ذبیحتہم علی المذہب بحر یعنے جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہی ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہی بنا بر مذہب قوی کے کذا فی بحرالرائق وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث اور صاف کہدیا ہی نہرالفائق مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہو گئی ہی تکفیر انکی بطور الزام کے مباحث خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار الٰہی کے منکر ہین اور عباد کو خالق اپنے افعال کا جانتے ہین وغیر ذلک من القبائح فاضل خیرالدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ رافضیون کے سب فرقے اور معتزلیون کے سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہی اور مرد کافر اور حالانکہ مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہین انتہی اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقا ناجائز کہا تو رافضی انکے برابر ہونگے یا اُنسے بھی بدتر فاضل رملی انکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو اُنکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے

حاشیہ نکاح اہل کتاب ...

نا جائز ہوگا اور یہ قول اعدل الاقوال ہے اسواسطے کہ رافضیون کے کفر مین شک نہین بسبب اُنکے اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا
تو اہل کتاب جیسی علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہین تو مقتضا اسکا یہ ہے کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہوا اور جو شبہات سے بچا اُسنے اپنا دین بچایا انتہی
کذا فی حاشیۃ المدنی لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لہا نہین صحیح ہے نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے پاس آسمانی کتاب نہین صابیہ ایک فرقہ ہے
کفار کا اُنکے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہے صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہے اگر انکو کسی نبی کا ایمان ہوا اور آسمانی کتاب ہوا ور
اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نہ رکھتی ہون تو نکاح درست نہین ہے اسواسطے کہ مشرک ہین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی پیروی کی
ولا وطیہا بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہے نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اُسکی وطی حلال ہے
ملک یمین سے اسی پر اجماع ہے چارون اماموں کا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یہان عورت بت پرست کے نکاح کی عدم صحت بیان
ہوئی اور سابق مین عدم حلت نکاح مذکور ہو چکی تو تکرار نہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وہذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ المتن
ہے عطف علی عابدۃ کوکب اور یہ یعنے مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہے اور متن کے نسخون مین ثابت ہے اور وہ
عابدۃ کوکب پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ عابدۃ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین والمحرمۃ بحج او عمرۃ والمحرم عطف علی کتابیۃ فتنبہ وصحیح ہے
نکاح اُس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہے لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہے تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہین
کہ عدم صحت کوئی سمجھے سو شارح کہتا ہے کہ اے کتاب کے دیکھنے والے اس مقام مین خبردار رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدۃ کوکب پر نکرنا کہ مطلب اُلٹا ہو جاوے والامۃ
ولو کانت کتابیۃ او مع طول الحرۃ اور صحیح ہے نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا مقدور ہو یعنے نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنے اُسکے مہر دینیکا
مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہے والاصل عندنا ان کل وطی تحل بملک یمین تحل بنکاح وما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہے کہ جو وطی
حلال ہے ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہے اور جو ملک یمین سے حلال نہین وہ نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے
حلال ہے تو نکاح سے بھی حلال ہے اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہے تو نکاح سے بھی جائز ہے اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی
ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے بھی درست نہین وان کرہ تحریما فی المحرمۃ وتنزیہا فی الامۃ اگرچہ نکاح مکروہ ہے کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور
کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہے
اسواسطے کہ اُنکے اقوال مین نکاح محرمہ کی حلت مصرح ہے اور حلت کراہت تحریمی کے مباین ہے اور صحاح ستہ مین ابن عباس رض کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوئے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین یہ قول صاحب نہر الفائق
کا اور اُسکے تابع شارح کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی منفصلا وحرۃ علی امۃ اور صحیح ہے نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح
کیا پھر حرہ سے نکاح کیا تو درست ہے لا عکسہ اور اُسکا عکس صحیح نہین یعنے اول حرہ سے نکاح کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے
کہ طبرانی مین حدیث ہے کہ منع کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد فی عدۃ حرۃ ولو من بائن اگرچہ
نکاح ام ولد کا حرہ کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وصح لو راجعہا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک اور صحیح ہے اگر رجوع
کیا لونڈی کی طرف حرہ پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی پھر اُسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے
تو درست ہے واسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہو گئی تو حرہ پر ادخال امۃ نہ لازم آیا کہ نادرست
ہوتا ولو تزوج اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد واحد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اور اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور پانچ حرہ سے

ایک عقد مین تو صحیح ہوگیا نکاح لونڈیون کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنے جیسا حرہ پر لونڈیون کا نکاح درست نہین ویسے ہی حرہ اور لونڈی کا
ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن یہان اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیون کا نکاح صحیح ہوگیا وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء
فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہو نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہین قولہ التسری بما شاء من الاماء اور
جائز ہی حر کو لونڈی رکھنا صحبت کیواسطے جتنی لونڈیان کہ چاہے یعنے لونڈیون کی مقدار مقرر نہین فلو له اربع من الحرائر والف سریة واراد شراء اخری
فلامه رجل خیف علیه الکفر یعنی اگر ایک شخص کے پاس چار بیبیان اور ہزار لونڈیان ہون اور وہ اور ایک لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے پھر اسکو کوئی مرد
ملامت کرے تو اس مرد ملامت کرنے والے پر کفر کا خوف ہی اسواسطے کہ قرآن مین لونڈیون کے تصرف پر کتنی ہی ہون ملامت نہین تو اسکا ملامت
کرنا ظاہرا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسکو قرآن کا یقین نہین ولو اراد التسری فقالت امراته اقتل نفسی لا یمتنع لانه مشروع اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے
لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اسکی جورو نے کہ مین جان کو ہلاک کرتی ہون تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے اسواسطے کہ شرع مین حلال ہی
یعنے باز رہنا اسپر واجب نہین لکن لو ترک لئلا یغمها یوجر لحدیث من رق لامتی رق الله له بزازیة لیکن اگر لونڈی کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے ترک
کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کریگا تو حق تعالی اسپر رحم کریگا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد
محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہین لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابو داؤد مین موجود ہی حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والونپر
رحمن رحم کرتا ہی زمین والون پر رحم کرو تا کہ آسمان والا تمپر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر سے حدیث قدسی مرفوع نقل کی حق تعالے فرماتا ہی
کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو ونصفها للعبد ولو مدبرا ومنع غیره ولایات مما تحل له التسری لانه لا یملک الا الطلاق
یعنے جتنی عورتون کا نکاح حر کو جائز ہی اسکے نصف کا غلام کو صحیح ہی یعنے دو حرہ کا اور دو لونڈیون کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور منع ہی اسپر اسکے سوا
تو حلال نہین اسکو لونڈیون کا تصرف اسواسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہین سواے طلاق کے یعنے اپنی منکوحہ کے غلام و مدبر اسکو کہتے ہین جسے
مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیره ای الزنا لثبوت نسبه ولو من حربی او سیدها المقر به اور صحیح ہی
نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے ہو زنا کے سواے اور حاملہ سے نکاح جائز نہین اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت ہی اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے
ایسے مالک سے جو اسکا اقرار کرتا ہی اور اگر اقرار نہ کرے تو نکاح حاملہ سے درست ہی اسواسطے کہ نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی
دلالت حال سے ثابت ہوتی ہی کذا فی حاشیة المدنی وان حرم وطئها ودواعیه حتی تضع متصل بالمسئلة الاولی اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ
حرام ہی اسکا ہونے تک شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہی یعنے زانیہ حاملہ کا نکاح درست ہی وطی درست نہین اسکے سواے اور حاملہ کا نہ نکاح
درست نہ وطی لئلا یسقی ماءه زرع غیره اذ الشعر ینبت منه زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہی کہ نہ سینچے اسکا جماع کرنے والا اپنا پانی بیگانی کھیتی مین اسواسطے
کہ بال اس سے جمتے ہین یعنے زیادہ جمتے ہین نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہی کذا فی حاشیة المدنی فرع لو نکحها الزانی حل له وطئها اتفاقا والولد له ولزمه
النفقة یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا تو اسکو اس سے وطی کرنا باتفاق حنفی رح اور شافعی رح کے حلال ہی
اور بچہ اسیکا ہوگا اور اسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ وطی اسکو حلال ہی بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا
جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین پیدا ہو اور اگر چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا تو ثابت النسب نہوگا ولو زوج امته او ام ولده والحامل منه
قبل اقراره به جاز وکان نفیا للولد نهر عن الفتح اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور
ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہی اور یہ حمل مین نکاح کر دینا باوجود اسکے علم نفی کی ہی ولد کے اپنے نسب سے کذا فی النهر عن الفتح وصح

نکاح الموطوءۃ بملک یمین اور صحیح ہے نکاح اس عورت کا جس سے صحبت کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنے اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اُسکے تصرف میں رکھتی تھی
پھر اُسنے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہے بشرطیکہ حاملہ نہو اسواسطے کہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہیں یہان تک کہ اگر اُسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون
اقرار مولی کے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے ولا یستبرئہا زوجہا اور نہ استبرا کرے زوج اُسکا نہ وجوبا نہ استحسانا کذا فی الهدایہ اور امام محمد کے نزدیک
استبرا مستحب ہے اور اگر لونڈی خرید کرے تو مشتری پر استبرا واجب ہے اگرچہ عورت یا لڑکے سے خرید کی ہو استبرا یہ ہے کہ بدون ایکبار حیض ہونے کے صحبت نکرنا
بل سیدہا وجوبا علی الصحیح ذخیرۃ بلکہ اُسکے مالک پر واجب ہے استبرا نکاح کر دینے سے پہلے بنابر قول صحیح کے کذا فی الذخیرۃ او الموطوءۃ بزنا ای جاز نکاح
الزانیۃ وان رآہا تزنی ولہ وطیہا بلا استبرا یا اس عورت کی وطی زنا سے ہوتی ہو تو بھی اسکا نکاح صحیح ہے یعنے زانیہ کا نکاح جائز ہے اگرچہ مرد نے
عورت کو زنا کرتے دیکھا اور اُسکو جائز ہے وطی کرنا بدون استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا واما قولہ تعالی الزانیۃ لا ینکحہا
الا زان فمنسوخ بآیۃ فانکحوا ما طاب لکم اور یہ جو قول ہے حق تعالی کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی مرد تو اسکا جواب یہ ہے کہ قول
مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا یعنے نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت میں بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا
اور نسخ کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہیں ٹالتی یعنے
زانیہ ہے حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اُسکو اُسنے کہا کہ وہ خوبصورت ہے میں اُسکو چاہتا ہون حضرت نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اُس سے یعنے طلاق دے
اور اسکو صحبت میں رکھ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اس مضمون کی حدیث ابوداؤد اور نسائی میں موجود ہے ابن عباس کی روایت سے کذا
فی تیسیر الوصول وفی آخر حظر المجتبی لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ولا یجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس
ان یتفرقا فما فی الوہبانیۃ ضعیف کما بسط المصنف اور مجتبی کے باب الحظر کے آخر میں ہے کہ واجب نہیں مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری
زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہیں واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اُسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الہی کی نہ
کر سکینگے تو کچھ مضائقہ نہیں دونون کی جدائی میں سو جو روایت کہ وہبانیہ میں ہے کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہے یہان تک حیض ہو جائے تو وہ روایت
ضعیف ہے چنانچہ اُسکو خوب بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں وصح نکاح المضمومۃ الی محرمۃ اور صحیح ہے نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی محرم
عورت سے یعنے ایک عورت مرد پر حلال ہے اور دوسری حرام ہے اُن دونون سے ایک عقد میں نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا اور محرم کا نکاح
باطل ہو جائیگا والمسمی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورت کا ہوگا یعنے دونون کا مہر اسکو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون کے
مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمۃ فلہا مہر المثل اور اگر صحبت کی محرم عورت سے تو اُسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعۃ اور باطل ہے
نکاح متعہ کا متعہ اُسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے متعہ کیا دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر اول متعہ خیبر اور
فتح مکہ میں مباح تھا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتون میں قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہو گیا چنانچہ صحیح مسلم میں
ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ میں متعہ مباح کیا پھر فرمایا کہ اے لوگو میں نے تمکو
متعہ کرنے کی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالے نے اُسکو حرام کر دیا قیامت کے دن تک ابن عباس رض اول حلت متعہ کے قائل
تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی میں مصرح ہے تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے وہ کافر ہے
چنانچہ مضمرات میں موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وموقت اور باطل ہے نکاح موقت یعنے مدت مقرر کرنا نکاح میں اسکو نکاح موقت کہتے ہین
نکاح موقت اور متعہ میں چند وجوہ سے فرق ہے متعہ میں لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہے اور موقت میں لفظ تزویج اور نکاح لازم ہے اور متعہ میں [illegible]

مہر کی لازم ہو موقت میں نہیں اور متعہ میں گواہ شرط نہیں بخلاف موقت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ او طالت فی الاصح نکاح موقت
باطل ہے اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول صحیح کے ولیس منہ ما لو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہ نہیں اگر نکاح کیا عورت سے
اس شرط پر کہ اسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینہ کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی تو مدت کی شرط قاطع میں ہوئی نہ نکاح میں تو شرط باطل ہوگی اور نکاح
صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے کہ اسمیں خود نکاح مشروط ہوا او نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ یا نیت کی نکاح کرنے والے نے زوجہ کے ساتھ مدت معین تک
ٹھہرنے کی یعنے یہ نیت نکاح موقت میں داخل نہیں ولا بأس بتزوج النہاریات یعنی اور کچھ مضائقہ نہیں نہاریات کے نکاح میں کذا فی العینی نہاریات وہ عورتیں
جنکے پاس شوہر دن کو رہتے ہیں نہ رات کو وتحل لہ وطی امرأۃ ادعت علیہ قاض انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی ای والحال انہا محل للانشاء
ای لانشاء النکاح خالیۃ عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینۃ اقامتہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا اور حلال ہے مرد کو وطی اس عورت کی
جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک اسکا کہ مرد نے اس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہے وجود نکاح کی حلال ہو محرم نہیں خالی ہے موانع نکاح
سے مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہیں اور حکم کر دیا قاضی نے اسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی ان گواہوں کے جنکو عورت نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت
مرد نے اس سے نہیں نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونوں جھوٹے تھے سو قاضی کا حکم ظاہر میں نافذ ہوگا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور باطن میں بھی نزدیک
امام اعظم کے نافذ ہوگا یعنے بلا تردد وطی حلال ہوگی امام اعظم کی یہ دلیل ہے کہ ایک مرد نے گواہ پیش کئے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضی کے روبرو
حضرت نے اسکے ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعوی اسکا جھوٹا ہے یا حضرت اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کر دیجئے حضرت علی نے
فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا یعنے اب نکاح کی کچھ حاجت نہیں اگر نکاح نہ تھا تو بھی بشہادت شہود ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی
وان ادعاہ ہو کذا الحکم لو ادعی ہو نکاحہا خلافاً لہما اور اسی طرح سے حلال ہے وطی مرد کو اگرچہ اسی نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور
گواہ سے ثابت کر کے قاضی نے حکم دیا لیکن اول صورت میں دعوی باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی میں مرد ہوگا اور یہ قول خلاف ہے
صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ انکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہیں وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ میں
بروایت مواہب صاحبین کے قول پر فتوی ہے احتیاط اسی میں ہے کہ وطی نہ کرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر میں بالاتفاق نافذ ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور مع علمہا بذلک نفذ وحل لہا التزوج باخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا
شہادت زور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت زور ہے تو قضا نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کا نکاح کر لینا دوسرے مرد سے
عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یوں متصور ہے کہ اسنے خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کئے تو وہ یقیناً جانتی ہے
کہ اسکے شوہر نے طلاق نہیں دی وحل للشاہد زوراً تزوجہا وحرمت علی الاول اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کر لینا اس عورت کا اسواسطے
کہ قضا نافذ ہوگئی ظاہر اور باطن میں اور حرام ہوئی عورت پہلے شوہر پر وعند الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول ما لم یدخل الثانی وہی من
فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجیء اور نزدیک ابو یوسف کے دونوں پر حلال نہیں نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد کے
شوہر اول پر حلال ہے جب تک شوہر ثانی نے صحبت نہ کی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہوگی بسبب وجوب عدت کے اور یہ مسئلہ نکاح اور
طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہے چنانچہ آگے کتاب القضاء میں آویگا والنکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط اور نکاح کا
معلق کرنا شرط پر صحیح نہیں اسواسطے کہ تعلیق بالشرط اسقاطات خالصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع ہوتے ہیں جیسے طلاق اور عتاق اور
نکاح تملیکات سے نہیں کتزوجتک ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھسے نکاح کیا

اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بواسطے معلق ہونے نکاح کے خطر پر یعنی محتمل ہو کہ شرط واقع ہو یا نہ ہو چنانچہ عدم صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوا اُسکے میں موجود ہے چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور فتاوی ابواللیث اور جامع الفصولین اور قنیہ میں مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لکن فی الدرر فیہ نظر اور جو روایت درر میں ہے سو اسمیں بحث اور نظر ہے یعنے مخالف ہے فقہا کے لائق اسناد کے نہیں صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر میں جائیگی تو فلانے سے تیرا نکاح کردونگا اور فلانے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ تعلیق باطل ہے اور نکاح صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اضافتہ الی المستقبل کتزوجتک غدًا او بعد غد لم یصح اور یہاں صحیح ہے اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کی طرف جیسے یوں کہے کہ میں نے تجھسے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسوں تو نہ صحیح ہوگا ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہیں باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھسے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر دونگا یا اپنا گھر تجھکو عاریت دونگا یا اپنا نفقہ تجھسے مانگیو یا میری خدمت کرنا وانما یبطل الشرط دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط بخلاف ما لو علقہ بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہے نہ نکاح یعنے اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہاں شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہے اس مقام میں فرق تو یا تعلیق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضروری ہے کہ یاد رکھنا تو فقہون کو حیرانی نہ ہو تعلیق علی الشرط سے یہ مراد ہے کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ متحصل الوجود جیسے کسی کی دل کی خوشی یا نزول بارش یا ہوا چلنا یا پانی کا برسنا یا کسی کے بیٹے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اسکو معلق علی الشرط کہتے ہیں اور نکاح مشروط بشرط فاسد سے یہ مراد ہے کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح کے خلاف جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس الا ان علقہ بشرط ماض لا من الاحالۃ مگر نکاح معلق اُس وقت درست ہے جب اُسکی تعلیق کرے شرط ماضی موجود بلا شبہ پر یعنے سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب وقبول کے موجود ہوئی چنانچہ کسیکے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھسے کر دیا بشرط اُسنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول میں فورًا زندہ آگیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی حاشیۃ المدنی فیکون تحقیقا فینعقد فی الحال کما لو خطب بنتا لابنہ فقال ابوہا زوجتہا قبلک من فلان فکذبہ فقال ان لم اکن زوجتہا من فلان فقد زوجتہا لابنک فقبل ثم علم کذبہ انعقد لتعلیقہ بموجود یعنے جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہو گیا معلق نہ رہا تو اسی وقت منعقد ہو جائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کے واسطے کسیکی بیٹی سے منگنی کی تو اُسکے باپ نے کہا کہ میں تو تجھسے پہلے اُسکا نکاح کر چکا ہوں فلانے شخص سے سو اُسنے اُسکی تکذیب کی پھر بیٹی کے باپ نے کہا کہ اگر میں نے فلانے شخص سے نہیں نکاح کر دیا تو البتہ اُسکا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اُسنے قبول کیا پھر اُسکا کذب معلوم ہو گیا خود اُسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہو گیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنے نکاح معلق اس سبب سے صحیح نہیں کہ شرط کا وجود محال نہیں اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نہ رہا بلکہ محقق ہو گیا تو البتہ صحیح ہوگا وکذا اذا وجد المعلق علیہ فی المجلس کذا ذکرہ جوی زادہ وعزاہ المصنف بحثا اور اسی طرح نکاح صحیح ہو جاویگا جب معلق علیہ یعنے جس پر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب وقبول کی مجلس میں پایا جاوے جیسا کہ اُسکو جوی زادہ نے مذکور کیا اور بعضے نسخون میں جوی زادہ کے مقام پر خواہرزادہ مرقوم ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو عام رکھا ہے بحث کرکے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہوا اور وہ شخص مجلس میں حاضر تھا سو بولا کہ میں راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر ہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر یون کہا کہ میں نے تجھسے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوا اور اجازت دے پھر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ تعلیق ہے اور نکاح تعلیق کا احتمال نہیں رکھتا اور اگر باپ مجلس میں حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس میں کافی نہیں جب تک کہ وہ راضی نہ ہو

اور اجازت نہ دے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی لکن فی النہر قبیل کتاب الصرف فی مسئلۃ التعلیق برضی الاب
والحق الاطلاق فلیتامل المفتی لیکن نہر الفائق مین کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضاے والد کے یون کہا ہو کہ حق یہ ہو کہ تعلیق علی الاطلاق
صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر ہو کر راضی ہو یا نہ راضی ہوا اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے
خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہو کہ قاضی خان اسکی تصحیحات پر اعتماد
کرتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی

## باب الولی

یہ باب ہو تعریف اور احکام ولی مین ھو لغۃ خلاف العدو وعرفا العارف باللہ تعالی وشرعا البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا علی المذہب ما لم یکن
متہتکا ولی لغت مین بمعنی دوست ہو خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اسکو کہتے ہین جو بالغ اور عاقل
اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنا بر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ در حرمت کھونے والا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک عبد داخل نہین اسواسطے کہ
وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تھا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے فخرج نحو صبي ومعتوه ووصي مطلقا علی المذہب تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا
اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقا بنا بر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی وارث کی
قید سے نکلا وصی کو مطلقا ولایت نکاح کی نہین خواہ اسکو نکاح کر دینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی
نکل گیا تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین والولایۃ تنفیذ القول علی الغیر اور ولایت عبارت ہو جاری ہونے قول سے غیر پر
یعنی دوسرے پر اسکا قول نافذ ہو جاے فتثبت باربع قرابۃ وملک وولاء وامامۃ سو ثابت ہو ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ
کر دے دوسرے ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کر دے تیسرے ولایت آزاد کرنے کی جیسے نکاح آزاد کا سید کر دے چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا
بادشاہ یا قاضی کر دے شاء او ابی ای الغیر راضی ہو یا نا راضی یعنے ولی کا قول بہر صورت غیر پر نافذ ہو وہ خوش ہو یا ناخوش مرضی ہو یا نہو وہی ولایۃ ندب
علی المکلفۃ ولو بکرا اور جو ولایت یہان نکاح مین دو قسم ہو ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کواری ہو یعنے باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا
نہین پہونچتا نکاح مین لیکن مکلفہ کو مناسب ہو کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہا سے بچے اور بیحیائی کی طرف منسوب نہو وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ
ولو ثیبا ومعتوہۃ ومرقوقۃ اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہو چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کنواری نہو اور ولایت جبری ہو بالغہ بیہوش پر اور
لونڈی پر ولایت اجبار کے یہ معنی کہ ولی کے عقد کرنے سے انکا نکاح نافذ ہوتا ہو گو یہ انکار کرین کما افادہ بقولہ وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح
صغیر ومجنون ورقیق لا مکلفۃ چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنے اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنے ولی
شرط ہو صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت مین نہ مکلفہ مین قید مذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا نکاح بدون
اولیا کے صحیح نہین فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو مین یا غیر کفو مین
اسواسطے کہ اسپر ولایت استحبابی ہو جبری نہین ہو یہی مذہب ہو امام اعظم اور ابو یوسف کا اور محمد نے بھی اسی طرف رجوع کیا اور امام شافعی
اور مالک کے نزدیک عورتون کو بدون اولیا کے نکاح کا اختیار نہین اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہو لانکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہ ہو
کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتون کو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہو کما قال تعالی (لا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن) اور حدیث لانکاح الا بولی
صحیح نہین بلکہ مضطرب ہو بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اسباب مین یعنے اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث نہین ثابت چنانچہ زیلعی نے

اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہے نہ جواز کی توفیقا بین الادلۃ اور اگر نفی جواز کی مراد لیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا
بطلان نہیں ثابت ہوتا اسواسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہے جیسا کہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہے خود اپنی ولایت سے اور
صحیح مسلم میں حدیث مرفوع موجود ہے کہ (الایم احق بنفسہا من ولیہا) یعنے عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوار تر ہے بہ نسبت اپنے ولی کے ایم کہتے ہیں عورت
بے شوہر کو سو یہ باکرہ اور غیر باکرہ دونوں شامل ہیں تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہیں ہے اسکو خود اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و ان الاصل ان
کل من تصرف فی المال تصرف فی نفسہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ ہے کہ جو اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہو وہ اپنی ذات میں بھی تصرف کر سکتا ہو اور جسکو اپنے مال میں
تصرف نہیں پہنچتا اسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہیں سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال میں تصرف کا اختیار ہے تو اپنے نکاح میں بھی اختیار ہے اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال پر اختیار نہیں
تو اپنے نکاح میں بھی اختیار نہیں ہے وله ای للولی اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن العم فی الاصح خانیۃ وخرج ذوی الارحام والام والقاضی الاعتراض فی غیر الکفو
اور جائز ہے ولی کو جب عصبہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے چچا کا بیٹا قول اصح میں کذا فی الخانیۃ اعتراض کرنا غیر کفو میں اس طرح کہ قاضی سے نکاح کو فسخ کروا دے
اور نکل گئے عصبہ کی قید سے ذوی الارحام اور ماں اور قاضی یعنے انکو اعتراض کا حق نہیں ہے فیفسخہ القاضی ویتجدد بتجدد النکاح اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے
چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح کفو سے کر دیا پھر عورت نے اسکو جدا کر کے دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو پہلا ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ
نکاح اول کی رضا سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو فیفسخہ القاضی ما لم یسکت حتی تلد منہ لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کر دے قاضی بشرطیکہ
سکوت نہ کیا ہو ولی نے یہانتک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے اور اگر اس سے لڑکا پیدا ہو تو ولی کو حق اعتراض نہ رہا تاکہ لڑکا ضائع نہ ہو معلوم ہوا کہ بدون
قاضی کے جدائی کا اختیار ولی کو نہیں اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت رہینگے سو اگر تفریق بعد دخول کے ہوئی تو
عورت کو مہر معین ملیگا اور اسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملیگا اسواسطے کہ جدائی شوہر کیطرف سے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ط عن النہایۃ
وینبغی الحاق الحبل الظاہر بہ اور مناسب ہے حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنے اگر ولی ساکت رہا یہانتک کہ عورت حاملہ ہو گئی تو حق فسخ کا ساقط ہو گیا
اور یہ تجویز ہے صاحب درر کی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وهو المختار للفتوی اور فتوی دیا گیا غیر کفو میں عدم جواز نکاح کا یعنے اگر عورت غیر کفو
سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرے تو اصلا جائز نہیں اور یہی روایت پسندیدہ ہے فتوی دینے کیواسطے اور یہی روایت کی ہے حسن بن زیاد نے امام اعظم
سے کہ اگر زوج کفو ہے تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہے تو ہرگز نافذ نہ ہوگا اور معراج میں خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ میں مختار فتوے دینے
کیواسطے حسن کی روایت ہے اور وغیرہ میں ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہے لفساد الزمان عدم جواز پر فتوے ہوا بسبب فساد زمانہ
کے نہ ہر مکلفہ باشرم و حیا ہے کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہے نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہے فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی
بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ تو نہ شوہر اول کی حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جسنے نکاح کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر
غیر کو سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر غیر کفو میں کثیر الوقوع ہے یعنے حسب فتوے ہوا النکاح غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلثہ
حلال ہوگی اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہیں یا ولی راضی ہو گیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھ کر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے
اور نہر الفائق میں بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی امام اعظم کے قول پر ہے بسبب قوت دلیل کے یعنے اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون مرضی
ولی کے تو جائز ہے باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس مسئلہ میں فتوی مختلف ہے سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے وبناء علی الاول وهو ظاہر الروایۃ
فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل لثبوتہ لکل کملا اور بنا بر قول اول کے یعنے ظاہر الروایۃ کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد کے
سبکے راضی ہونے کے برابر ہے اسواسطے کہ حق ولایت کا ہر ایک کو پورا ثابت ہے یعنے جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیوں کو حق اعتراض کا نہ رہا کولایۃ امان وقود ونکحہ

في الوقت مانند ولایت امان اور قصاص کے یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانوں کو اسکا تعرض نہیں پہونچتا اور اسیطرح اگر ایک ولی نے
قصاص معاف کیا تو باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نرہا اور کتاب الوقف میں اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا في الدرجة والا فللاقرب منهم حق الفسخ
ایک ولی کی رضا سبکی رضا کے برابر ہے اگر سب اولیا درجہ میں برابر ہوں جیسے دو بھائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہوں ایک زیادہ قریب ہے جیسے باپ اور دوسرا
بعید جیسے مثلاً بھائی تو اولیا میں سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنے اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے وان لم یکن لها ولي فهو اي
العقد صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً اور اگر عورت کا کوئی ولی نہیں تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقاً خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے سب کے نزدیک
وقبضه اي ولي له حق الاعتراض المهر ونحوه مما يدل على الرضا رضا دلالة ان كان عدم الكفاءة ثابتا عند القاضي قبل مخاصمته والا
لا یکون رضا اور قبض کرنا اس ولی کا جسکو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اس قسم سے جو رضا مندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضا مندی ہے
باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفارت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفارت قاضی کے نزدیک ثابت نہیں تو اس سے
پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہیں کما لا یکون سکوته رضا ما لم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضا مندی پر دلیل نہیں جبتک عورت نہ جنے چنانچہ یہ
مسئلہ سابق ہو چکا واما تصديقه بانه كفو فلا يسقط حق الباقين مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہیں کرتا باقی اولیا کے حق کو کذا
في المبسوط ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ اور جبر کرنا نہیں پہونچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کے واسطے قطع ہونے ولایت کے بالغ ہونے
سے فان استاذنها هو اي الولي وهو السنة او وكيله او رسوله او زوجها وليها واخبرها رسوله او فضولي عدل فسكتت عن رده مختارة پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ
ولی نے اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اسکے پیغامی نے اجازت مانگی یا اسکا نکاح کر دیا اسکے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کی بالغہ کو نکاح کی ولی
کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہو پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار میں تو اگر استیذان کے وقت عورت کو
چھینک یا کھانسی آئی پھر بعد فراغت کے اسنے کہا کہ میں راضی نہیں نکاح رد ہو گیا ایسا سکوت عارضی بے اختیاری لائق اعتبار کے نہیں اور شارح نے سکوت میں قید
عن الرد کی لگائی اسواسطے کہ اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا تکلم سکوت میں شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ کلام اجنبی
رد نکاح نہیں تو اجازت میں داخل ہوگا او ضحكت غير مستهزئة یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سو اگر تمسخر اور استہزا سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت او بكت بلا صوت
فلو بصوت لم يكن اذنا ولا ردا حتى لو رضيت بعده انعقد معراج وغيرها ففي الوقاية والملتقى فيه نظر یا مسکرائی یا رو دی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی
تو یہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہانتک کہ اگر راضی ہوگی بعد اسکے تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا في المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ و ملتقی میں
ہے اسمیں نظر اور اعتراض ہے یعنے صحیح نہیں وقاية الرواية اور ملتقى الابحر میں یوں ہے کہ بالغہ کا رونا بے آواز اذن ہے اور آواز سے رد ہے شارح نے اس اعتراض میں
صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متون مقدم ہیں شروح پر اور وقایہ اور ملتقی کے شارح ہیں اور وہ متن ہیں یعنے نقایہ اور اصلاح اور انکی شروح سو کیونکر
کہا جاتا ہے کہ انکی روایت صحیح نہیں بلکہ یوں کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں کذا في حاشية المدني فهو اذن اي توكيل في الاول ان اتحد الولي تو یہ
سکوت اور ضحک وتبسم اور بکا اذن ہے نکاح کا یعنے اپنے نکاح کا وکیل کرنا ہے ولی کو اول صورت میں یعنے استیذان میں اگر ولی ایک ہی ہے فلو تعدد الزوج
لم يكن سكوتها اذنا سو اگر اولیا نکاح کر دینے والے کثیر ہوں تو اسکا سکوت اذن نہوگا مثلاً عورت کے دو بھائی ہیں ایک بھائی نے کہا کہ میں تیرا نکاح زید سے
کرتا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہوں اور دونوں کے استیذان میں عورت چپ رہی تو یہ سکوت اذن نہوگا واجازة في الثاني ان بقي النكاح
لا لو بطل بموته او سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ جائز رکھنا نکاح کا ہے دوسری صورت میں یعنے ولی نے قبل استیذان نکاح کر دیا پھر بعد خبر ہونے کے اسنے
سکوت کیا تو یہ سکوت اجازت ہے نکاح کی اگر ولی ایک ہو اور اگر اولیا زیادہ ہوں اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہ سکوت اجازت نہوگا

بلکہ دونوں نکاح موقوف رہینگے یہانتک کہ ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونوں کو جائز رکھا تو دونوں نکاح باطل ہو جائینگے
کذا فی حاشیۃ المدنی سکوت اجازت ہوگا اگر نکاح باقی ہی خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہو گیا بسبب موت شوہر کے یعنے شوہر کے مرنے کے بعد بالغہ کو
خبر نکاح کی پہونچی تو اسوقت میں اسکا سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہو گیا ولو قالت بعد موتہ زوجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول
لہا فترث وتعتد اور اگر بعد موت شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کر دیا تھا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہیں تو عورت کا
قول معتبر ہوگا تو اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لہم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے
باپ نے بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجھکو خبر نکاح کی پہونچی تو میں راضی ہو گئی سو اس صورت میں شوہر کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا تو اسکو نہ مہر ملیگا نہ میراث
لیکن اگر اسکو صحت نکاح کا علم ہو تو اسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وقولہا غیرہ اولیٰ منہ رد قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا یوں بولنا کہ غیر کا بہتر
اس سے یہ رد ہو قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنے ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتھ نکاح میں لانے کا اس نے کہا زید کے سوا اور شخص بہتر ہو تو اگر یہ قول عقد سے پہلے ہو
تو اجازت نہو گی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہو کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق میں کہا کہ قبل عقد اور بعد عقد دونوں صورتوں میں
یہ قول انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زوجہا لنفسہ فسکوتہا رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا ولی نے اپنے ساتھ تو سکوت کرنا اسکا رد ہی بعد عقد کے
نہ قبل عقد کے یعنے نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدون اسکے اذن کے پھر جب بالغہ کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہ سکوت بعد عقد رضا نہوگا
اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح میں اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کیطرف سے اور متولی عقد طرفین میں یہ شرط ہی کہ فضولی نہو ایک طرف سے دونوں طرف
تو یہ عقد امام اور محمد کے نزدیک قابل رد ہوا اور اجازت کے نہیں یہانتک کہ اگر عورت اجازت قولی بھی دے تو بھی صحیح نہیں اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت
کرنا اسکا رضا ہو جائیگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ ابن العم اس صورت میں وکیل ہوا عورت کیطرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو ایک کو
متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فردت ثم زوجہا منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک معین مرد کا
سو اسنے رد کیا تھا پھر بعد اسکے نکاح کر دیا اسی شخص کو اسے سو ساکت ہو گئی بعد خبر معلوم ہونے کے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح میں بخلاف ما لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت
لم یجز لبطلانہ بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اسنے انکار کیا پھر بولی کہ میں راضی ہوں تو نکاح نہ جائز ہوگا بسبب باطل ہو جانے نکاح اول کے
انکار سے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجاءۃ السماع اور اسی واسطے بہتر جانا ہو فقہاء نے تجدید نکاح کو زفاف کے وقت اسواسطے
کہ غالب عادت کنواری عورتوں کی اظہار نفرت ہی ناگہان سماعت نکاح کیوقت یعنے احتمال ہی کہ اعلان نکاح کیوقت نکاح سے نفرت کی ہوا اور نکاح باطل ہو گیا ہو
عدم رضا کے پھر جب بعد اسکے نکاح جدید کر لیا تو یہ شبہ جاتا رہا بحر الرائق میں کہا تجدید نکاح اسوقت مستحب ہی جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد
استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فسکتت فوکل من زوجہا ممن سماہ جاز ان عرف الزوج والمہر کما
فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین میں سو اسنے سکوت کیا پھر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کر دے اس سے جسکا نام
لے دیا تو یہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہی اگر زوج اور مہر کی معرفت ہو گئی ہو کذا فی القنیہ صحت نکاح میں معرفت زوج کی ضرور ہی عورت کبھی اسکو جان گئی ہو اور وکیل
بھی جان گیا ہو تاکہ دوسرے سے نہ عقد کر دے اور مہر کی معرفت میں خلاف ہی چنانچہ آگے تصحیح کریگا کہ مہر صحت نکاح کی موقوف نہیں واستشکلہ فی البحر بانہ
لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز او انہا مستثناۃ اور مشکل جانا ہی مسئلہ باقی کو بحر الرائق میں اسطرح ہی کہ وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو
وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہی عدم جواز نکاح کا یعنے بالغہ کے سکوت سے ولی اسکا وکیل ٹھہرا پھر اسکو وکیل کرنے کا اختیار نہیں کہ ولی کے
وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہ کہ یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہی یعنے ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار نہیں لیکن نکاح میں اختیار ہی اسواسطے کہ فقہاء نے تصریح کی ہی کہ نکاح کی وکالت

تجدید نکاح زفاف کے وقت مستحب ہے ۱۲

حقیقی بوکالت نہیں بلکہ یہاں سفیر محض اور معتبر ہوتا ہے اور اسواسطے حقوق عقد کے وکیل کی طرف رجوع نہیں کرتے اور باب الوکالت میں آویگا کہ اگر موکل نے
قیمت معین کر دی ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے اسیطرح یہاں بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہین تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھ اشکال باقی نہ رہا کذا استفیدہ من
حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج انہ من یرغب فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی او لو کہیون سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ
کون ہے تا کہ اسمین شوق ظاہر کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا در ضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون اپنے ہمسایہ سے یا اپنے چچا کے بیٹون مین ایک مرد
کے ساتھ بشرطیکہ وہ نہ تنا ہی ہون تاکہ انکا حال عورت کو معلوم ہو سکے والا لا ما لم تفوض له الامر اور اگر نہ تنا ہی ہونگے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک کہ ولی کو اپنا امر سپرد
نکرے مثلاً اگر یون کہے کہ جو تو کرے مین اسمین راضی ہون یا یون کہے کہ میرا نکاح کر دے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمھر وقیل یشترط وھو
قول المتاخرین کذا فی البحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وصححہ فی الدرر عن الکافی فی ردہ الکمال شرط نہیں مہر کا علم یعنے استیذان مین مقدار مہر کا علم ضرور نہیں
اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہیں کذا فی الہدایہ اور بعضون نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہے اسواسطے کہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہے اور
یہی ہے قول متاخرین فقہا کا کذا فی البحر عن الذخیرہ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے شرح منح الغفار مین اور جسکی تصحیح کی ہے درر مین بروایت کافی کے
اسکو رد کیا ہے کمال الدین محقق نے درر مین کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہے تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا ذکر ضرور نہیں اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہے تو مہر کا تعیین ضرور ہے
محقق نے اسکو یون کہا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہے اسواسطے کہ باپ دادا مین اور انکے سوا اولیا مین تفرقہ کرنے کا محل تزویج صغیرہ ہے کہ وہان
ولایت اجبار ثابت ہے اور یہان گفتگو بالغہ مین ہے اسمین باپ اجنبی کے برابر ہے بدون اسکی رضا کچھ نہین کرسکتا وکذا اذا زوجہا الولی عندہا ای بحضرتہا
فسکتت صح فی الاصح ان علمت کما مر اور اسیطرح جب نکاح کر دیا بالغہ کا ولی نے اسکے روبرو پھر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بشرطیکہ
شوہر کو اسنے جانا ہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو گیا والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کے برابر ہے
سینتیس ۳۷ مسئلہ مین جنکا ذکر اشباہ مین ہے کتاب الاشباہ والنظائر مین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارھوین قاعدہ مین کہا کہ سینتیس مسئلہ مین
سکوت مانند نطق کے ہے ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اسکا اپنے قبض مہر کے وقت ۳ سکوت باکرہ کا
اپنے بالغ ہونے کے وقت اپنے خیار نفس مین جبکہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنے کی قسم کھائی ہو پھر اسکے باپ نے
اسکا نکاح کر دیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہوگی یعنے قسم ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنے فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ
او متصدق علیہ کے وقت سکوت کرنا مالک کا اذن مین داخل ہے ۷ سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہے ۸ سکوت مقرلہ کا
قبول ہے ۹ مفوض الیہ یعنے جسکو کچھ سپرد کیجیے اسکا چپ رہنا قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جبکہ کوئی چیز وقف کیجیے قبول ہے
اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ مین بائع یا مشتری نے کہا کہ مین اس بیع کو صحیح کرتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو یہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲
غائبین بین تقسیم مال کے وقت مالک قدیم کا سکوت رضا مندی ہے ۱۳ عبد کو بیع اور شری کرتے دیکھکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا اختیار کو ساقط
کرتا ہے ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھکر اس بائع کا سکوت کرنا جسکو حبس مبیع مین اختیار رکھتا اجازت ہے قبضہ کرنے کی ۱۵ بیع معلوم ہونے کے وقت
شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھکر مولی کا سکوت اجازت ہے تجارت کی ۱۷ مولی نے قسم کھائی کہ غلام کو
تجارت کا اذن نہ دونگا پھر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا سکوت درنقیا دیبیع اور رہن کے وقت اقرار ہے غلامی کا ۱۹ ایک شخص نے
قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اترنے دونگا پھر اسکو اپنے گھر مین اترتے دیکھا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کے وقت
یا مبارکباد دینے کے وقت اقرار ہے ثبوت نسب کا پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا اختیار نہیں ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا ۲۲ قبل بیع کے

مبیع کا عیب دیکھ کر سکوت کرنا رضا بالعیب ہے بشرطیکہ مخبر عادل ہو ۲۳ سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونے کے وقت رضا ہے نکاح کی ۲۴ زوجہ یا اور کسی قریب نے بیٹی زمین بیچی اور اس وقت شوہر نے سکوت کیا تو یہ سکوت اقرار ہے اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہین اسی پر فتوی ہے مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا کے اور اسیطرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کے وقت اقرار ہے اپنی عدم ملکیت کا ۲۵ ایک شخص نے دیکھا کہ اُسکا اسباب کوئی غیر لیکے بیچا پھر مدت تک مشتری اُسپر تصرف کرتا رہا اور یہ شخص چپ ہے تو اُسکا سکوت اُسکے دعوی کا مسقط ہے ۲۶ شرکت عنان کے دو شریک ہین ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص مین اپنے واسطے لیتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو اُسمین دونون کی شرکت ہوگی ۲۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز مین خاص اپنے واسطے خرید کرتا ہون اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی ۲۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھکر اُسکے ولی نے سکوت کیا تو یہ اذن ہوا ۲۹ غیر کو مشک پھاڑتے دیکھا یہان تک کہ بہ گیا جو اُسمین تھا تو یہ سکوت رضا ہے ۳۰ قسم کھائی کہ مملوک سے خدمت نہ لونگا پھر وہ بدون اُسکے امر اور نہی کے خدمت کرنے لگا اور یہ ساکت ہے تو حانث ہوا یہ تیس مسئلے جامع الفصولین وغیرہ مین تھے اور سات اگلے اشباہ کے مصنف نے زیادہ کیے ا ماں نے بیٹی کے جہیز مین کچھ اسباب باپ کا دیا اور باپ ساکت ہے تو اُسکو پھیر لینا نہین پہونچتا ۲ ماں نے بیٹی کے جہیز مین وہ سامان دیا جسکا رواج ہے اور باپ چپ رہا تو ماں اُسکی ضامن نہوگی ۳ زیور پہنے لونڈی کو بیچا بدون شرط کے پھر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اُسکو لیگیا اور بائع ساکت رہا تو یہ سکوت بمنزلہ تسلیم کے اور زیور کا مالک مشتری ہوگا ۴ استاد کے آگے شاگرد کا پڑھنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہے قول اصح ۵ سب بے عذر مدعا علیہ کا ساکت رہنا انکار ہے اور بعضون نے کہا کہ انکار نہین کذا فی القنیۃ الخلاصۃ ۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کے وقت اقرار ہون پر ۷ قاضی نے شاہد کا حال مزکی سے پوچھا اور اُسنے سکوت کیا تو اُسکا سکوت تعدیل ہے شاہد کی اور یہ مسئلے حموی نے اشباہ کے حاشیہ زیادہ کیے تو سب کے سب ا مسئلے ہوے جنمین سکوت برابر نطق کے ہے خوف طوالت سے اُنکا مذکور کرنا ضرور نہ سمجھا فان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید عورۃ ایسکو تہا سوا اگر اذن چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اُسکے سکوت کا اُس وقت مین کچھ اعتبار نہیں لا بد من القول کالثیب البالغۃ بلکہ اسوقت مین بولنا ضرور ہے مثل ثیبہ بالغہ کے ثیب اُس عورت کو کہتے ہین جسکا ایکبار نکاح ہوا اور صحبت بھی ہوئی پھر کی موت سے یا طلاق وغیرہ سے جدائی ہوئی لا فرق بینہما الا فی السکوت نہین فرق دونون مین مگر سکوت مین یعنے باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ مین سوا سکوت کے کچھ فرق نہین ہے مثلاً باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اسوقت مین باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہے رضا کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہین بدون تصریح قولی کے لان رضاہا یکون بالدلالۃ کما ذکرہ بقولہ او ما ہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مہرہا ونفقتہا وتمکینہا من الوطی ودخولہ بہا برضاہا ظہیریۃ اسواسطے کہ ان کی رضا دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہے چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول مین بیان کیا یعنے ضرور ہے رضا سے قولی یا جو قول کے مانند ہے یعنے فعل جو رضا پر دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذا فی الظہیریۃ مراد دخول سے یہان وطی ہے اسلئے کہ وطی کا ذکر اول ہو چکا وقبول التہنیۃ لضحکہا سرورا ونحو ذلک بخلاف خدمتہ او قبول ہدیتہ اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان افعال کے رضا مندی پر دلیل ہین جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اٹھوا لیجانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اُسکے تحفہ کے کہ یہ رضامندی کی دلیل نہین ومن زالت بکارتہا بوثبۃ ای نطۃ او درور حیض او حصول جراحۃ او تعنیس ای کبر فہی بکر حقیقۃ کمفرق بجب او عنۃ او طلاق او موت بعد خلوۃ او وطی جس عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنے شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اُچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہان زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو وہ عورت حقیقی باکرہ ہے کہ مطلق مرد سے خبر نہین مانند اُس عورت کے جسکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر یا عنین ہونے سے یا ایک نامرد ہونے طلاق دینے یا مرنے شوہر سے بعد خلوت قبل وطی کے او زنا وہذہ فقط بکر حکما ان لم یتکرر ولم تحد بہ یا بکارت زائل ہوئی ہو زنا سے اور یہ عورت فقط حکمی باکرہ

بمنزلہ باکرہ کے ہی بشرطیکہ زنا کی شہرت ہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اسپر نہ قائم ہوئی ہو خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان
ولی کے بجائے نطق کے ہی بولنا اسکا شرط نہیں ہوا لا ثیب سے موطوۃ بشبہۃ او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اسپر زنا کی حد جاری گئی تو وہ باکرہ نہیں
ثیب ہی مانند اس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکت وقالت بل
رددت النکاح ولا بینۃ لھما علی ذلک ولم یکن دخل بھا طوعا فی الاصح فالقول قولھا بیمینھا علی المفتی بہ کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے
کہ تجھکو خبر پہونچی نکاح کی سو تو چپ رہی اور اُسنے کہا بلکہ میں نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونوں کے گواہ نہیں اپنے اس دعوی پر اور دخول بھی
رضامندی سے نہیں ہوا اصح میں تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اسکی قسم کھانے کے ساتھ بنابر قول مفتی بہ کے یعنے اگر عورت قسم کھائیگی تو نکاح
نہ ثابت ہوگا وتقبل بینتہ علی سکوتھا لانہ وجودی بضم المتفقتین او مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر وجودی ہے بسبب ملنے
دونوں ہونٹوں کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شارح نے جواب دیا کہ سکوت دونوں
ہونٹوں کے ملانے سے ہوتا ہے وجودی ہوا نہ کہ عدمی ولو برھنا فبینتھا اولی الا ان یبرھن علی رضاھا او اجازتھا اور اگر دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ
اولی ہیں لیکن اگر شوہر گواہ لاوے عورت کی رضامندی پر یا اسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے کما لو زوجھا ابوھا مثلا فادعی عدم بلوغھا فقالت
انا بالغۃ والنکاح لم یصح وھی مراھقۃ وقال الاب والزوج بل ھی صغیرۃ فان القول لھا ان ثبت ان سنھا تسع چنانچہ اگر نکاح کر دیا عورت کا مثلا
اسکے باپ نے تو باپ نے دعوی کیا کہ نابالغ ہے عورت نے کہا میں تو بالغہ ہوں اور نکاح صحیح نہیں ہوا حالانکہ وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ یا زوج نے بلکہ یہ صغیرہ ہے اس صورت میں بھی
معتبر قول عورت ہی کا ہوگا اگر یہ ثابت ہو کہ عورت کی عمر نو برس کی ہے وکذا لو ادعی المراھق بلوغہ اور اسیطرح اگر دعوی کیا صبی قریب البلوغ نے
اپنے بلوغ کا یعنے باپ نے بیٹے کی کوئی چیز بیچی بیٹا بولا کہ میں بالغ ہوں بدون میری مرضی بیع صحیح نہیں اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے
تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا وبینتہ البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونوں نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہونگے علی الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا ہے
اور نابالغی پر اصح یہ ہے کہ قول باپ کا معتبر ہے بخلاف قول الصغیرۃ رددت حین بلغت وکذبھا الزوج فالقول لہ لانکارہ زوال ملکہ بخلاف اس قول
صغیرہ کے کہ میں نے رد کیا جب میں بالغ ہوئی اور زوج اسکی تکذیب کرتا ہو تو یہاں معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہے
اور صغیرہ مدعی ہے اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا ولو اختلفا بعد زمان البلوغ ولو حالۃ البلوغ فالقول لھا شرح وھبانیۃ
فلذا لائق جانے قول زوج کا ہو اگر صغیرہ اور زوج میں اختلاف ہوا ہو بعد زمان بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول صغیرہ کا
معتبر ہوگا کذا فی الوھبانیہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وللولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبا کمعتوہ ومجنون شھرا اور واسطے اس
ولی کے جسکا بیان آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی اگرچہ صغیرہ ثیب ہو مانند احمق بد تدبیر اور مجنون کے جسکا جنون مہینہ بھر رہا ہو
ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مھرھا وزیادۃ مھرہ او زوجھا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا وکذا المولی وابن المجنونۃ اور
لازم ہوگا نکاح صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم کر دیا ہو اور صغیر کا
زیادہ یا صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا ہو اگر ولی جسنے نکاح بذات خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسیطرح مولا بھی جسنے صغیر یا صغیرہ غلام
کو آزاد کیا اور اسیطرح مجنون کا بیٹا لم یعرف منھما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا یعنے باپ یا دادا
ان دونوں کا لا ابالی پن اور بد تدبیری ازراہ بیباکی اور فسق کے معروف نہیں اور اگر انکی بد تدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہیں باتفاق امام اور صاحبین
وکذا لو کان سکران فزوجھا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ لظھور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقتہ المظنونۃ اور اسیطرح

بالاتفاق نکاح صحیح نہیں اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کردے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہیں یا ذلیل
کسب والے سے جیسے خاکروب یا درموچی اور جولاہا نکاح صحیح نہوگا بسبب ظاہر ہوجانے اسکی بدتدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہوگی اسکی بدتدبیری
کی یعنے ان صورتوں میں ولی کی حماقت کھل گئی گمان شفقت زائل ہوگیا و ان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب و ابیہ ولو الام او القاضی او وکیل
الاب لکن فی النھر بحثا انہ لو عین لوکیلہ القدر صح لا یصح النکاح من غیر کفوء او بغبن فاحش اصلا اگر نکاح کردینے والا باپ دادے کے سوا ہو گرچہ
ماں ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق میں بحث کرکے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین کردی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب جد سے
نکاح صحیح نہیں غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعۃ یصح و لہما فسخہ وہم اور جو کہ کتاب صدر الشریعۃ میں ہے کہ غیر اب جد کا غیر کفو یا نقصان صریح
سے نکاح کردینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہو سو یہ قول خطا ہے ہرگز یہ نکاح صحیح نہیں کذا فی فتح القدیر و نہایۃ البیان و ان کان
من کفوء و بمھر المثل صح ولکن لھما ای لصغیر و صغیرۃ و ملحق بھما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعد لقصور الشفقۃ اور اگر تزویج
غیر اب جد کی کفو سے ہے اور ساتھ مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے لیکن ان دونوں کو یعنے صغیر اور صغیرہ اور انکے ملحق کو یعنے احمق اور مجنون کو اختیار ہے نکاح
فسخ کردینے کا اگرچہ بعد دخول کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونے کے وقت یا بعد بالغ ہونے کے نکاح معلوم ہونے کے وقت یعنے اگر اول سے نکاح کا علم تھا
تو بلوغ کے وقت اختیار ہوا اور اگر نکاح اول معلوم نہ تھا تو بعد بلوغ کے جبکہ معلوم ہو تب تک اختیار ہے بسبب کم مہری کی کہ یعنے باپ دادا کے برابر اور اولیا کو مہربانی
نہیں ہوتی تو بواسطے صغیر اور صغیرہ کے وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہیں نکاح رکھیں چاہیں توڑ دیں و یبطل عند خیار العتق اور خیار آزادی کا اختیار بلوغ سبب دیا
کرتا ہے مثلا صغیرہ لونڈی کا مالک نے نکاح کردیا پھر اسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کے وقت اسمیں دو اختیار جمع ہوئے خیار بلوغ اور خیار عتق سو ایسی صورتمیں
کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ ہے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوتے خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہیں بسبب قوی ہونے خیار عتق کے
اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہیں ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہ ہے کہ اس صورت میں خیار بلوغ مطلق نہیں اسواسطے کہ تزویج
مولی کی برابر تزویج اب و جد کے ہے اور جاننا کہ وہاں بلوغ کے وقت پر فسخ کا اختیار نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بلغت وھو صغیر فرق بینھما بحضرۃ ابیہ او وصیہ
بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المھر اور اگر بالغ ہوئی زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا تو تفریق کروائی جائیگی دونوں صغیر کے
باپ کے روبرو یا اسکے وصی کے روبرو بشرط حکم قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونوں باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح میں اور لازم ہوگا تمام مہر یعنے وقت
بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ نہ کیا یہانتک کہ دونوں میں سے کوئی مرگیا تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا
اسواسطے کہ وہ بمنزلہ دخول کے ہے اور پورا کرنے میں ثم الفرقۃ ان من قبلھا ففسخ لا ینقص عدد الطلاق پھر جدائی اگر عورت کی جانب سے ہے تو فسخ ہے نکاح کا کم نہیں
کرتا طلاق کے عدد کو یعنے اگر پھر سے بعد فسخ کے یہ شخص اسکے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہاں وہ فرقت مراد ہے جو غیر ہے خیار بلوغ
کی کہ وہ تو محض فسخ ہے طلاق کا اسمیں احتمال نہیں و لا یلحقھا طلاق الا فی الردۃ اور نہیں لاحق ہوتی طلاق اس عورت کو جو فسخ کی عدت میں ہے مگر ارتداد ہو تو عدت
میں طلاق لاحق ہوتی ہے یعنے ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہے لیکن مرتدہ کی عدت میں طلاق پڑ سکتی ہے و ان من قبلہ فطلاق اور اگر فرقت جانب مرد سے
ہے تو طلاق ہے فرقت زوج سے مراد وہ فرقت ہے جو عورت کی طرف سے نہو سکے تو تقبیل اسلام و ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطے
کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے کیونکہ عورت اور مرد دونوں کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہے فقط مرد ہی کو خاص نہیں الا بملک او ردۃ
او خیار عتق مرد کی طرف فرقت طلاق ہے لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق میں طلاق نہیں ملک کی صورت یہ کہ ایک مرد نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو
مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کی طرف سے ہوئی اور طلاق نہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بھی فسخ ہے طلاق نہیں اور ذکر خیار عتق میں

شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آویگی ولیس لنا فرقۃ منہ ولا مہر علیہا الا فی اختیار نفسہا بخیار عتق
اور نہین ہی ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کی طرف سے جسمین زوج پر مہر نہو مگر جب کہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تھا
کہ بجاے خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہو چکا یعنے زوج کی طرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر دینا واجب ہی سوا خیار بلوغ کے
کہ اسمین مہر ساقط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وشرط الکل قضاء القاضی الا ثلاثۃ اور شرط ہی سب جدائیون کے واسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیون مین
قاضی کا حکم شرط نہین وثلاثۃ فی النہر فقال اور نظم کیا ہی نہر الفائق مین سو یون کہا اسکے مصنف نے ع فرق النکاح اتتک جمعا نافعا ۔ فسخ طلاق وھذا
سیکھا او جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموعہ نافع ہوکر اور وہ دو جنس مین منحصر ہین فسخ یا طلاق اور یہ نظم جو نفاست مین موتی کے مانند ہی انکو بیان
کرتی ہی ع تباین الدار مع نقصان مہر کذا فساد عقد و فقد الکفو یعنیہا اول فرقت مین تباین دار دوسری فرقت کمی مہر کی ساتھ نکاح کے اسی طرح
تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سناتا ہی تباین دار مثلاً عورت دار الحرب چھوڑ کر دار الاسلام مین آئی
مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنے شوہر سے جدا ہوگئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اسکا نکاح درست ہی دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنے عورت نے اپنا نکاح مہر مثل
سے کم کر لیا تو ولی دونون مین تفریق کروائیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر پاویگی تیسری فرقت فساد عقد کی
جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنے جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کر لیا تو اولیا کو فسخ کرا دینے کا حق ہی ع تقبیل سبی اسلام المحارب
ارضاع ضرتہا قد عدوا فیہا ۔ پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کے دودھ پلانے کی
اسلام اور ارضاع بھی انھین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنے بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلاً عورت نے
شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح منفسخ ہو گیا سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید
ہوکر دار الاسلام مین آنا ناظم سے یہان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافر مین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور اگر سبی
مع تباین دار مراد لیجیے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہی سبی کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنے شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت
کے تین حیض ہو چکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہ جدائی فسخ ہی ارضاع کی فرقت یعنے جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تھی تو
دونون کا نکاح فسخ ہوگیا ع خیار عتق بلوغ ردۃ وکذا ۔ ملک لبعض و تلک الفسخ یحصیہا نوین فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارھوین
فرقت ارتداد کی بارھوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیون کو فسخ کرتا ہی یعنے یہ سب جدائیان جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق
کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہی نہ مرد کی طرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا بخلاف اگلی جدائیون کے کہ وہ دونون طرف سے
ہوتی ہی ملک بعض کی فرقت یعنے زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح ٹوٹ گیا ناظم نے ملک بعض کو اسواسطے بیان
کیا کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی ع اما الطلاق فجب عنۃ کذا ۔ ایلاؤہ ولعان ذاک یتلوہا ۔ اور جو جدائیان
کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلا اور لعان یہ حکم مین ماقبل کا تابع ہی مجبوب ہونے کی جدائی یعنے عورت نے مرد کو
مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسیطرح عنین یعنے نامرد پانے کی جدائی اور ایلا کی فرقت یعنے مرد نے چار مہینے نہ صحبت کرنے کی قسم کھائی اور چار
مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنے مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے پھر کاذب پر لعنت کر کے دونون مین جدائی ہوگئی
یہ سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین انمین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ع قضاء قاضی لی شرط الجمیع خلا ۔ عتق و ملک و
اسلام اتی فیہا ۔ حکم قاضی کا سب ان جدائیون مین شرط ہی سوائے خیار عتق اور ملک اور اسلام کے اور انھین مین اگلی چیزین ہین ع تقبیل سبی

مع الایلاء ولیا اسطے ۸ تباین مع فساد العقد جمیعا ۹ او تقبیل اور سبی ساتھ ایلاء کے ۷ اور میری امیدگاہ ۸ اور تباین دار ساتھ فساد عقد کے یہ فساد عقد
عورت کو اُسکے مرتبہ سے اُتارتا ہے یعنے کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہیں ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان آٹھ
جدائیوں میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں ۱ فرقت خیار عتق کی ۲ ملک کی ۳ فرقت اسلام حربی کی ۴ فرقت تقبیل وغیرہ کی ۵ فرقت سبی کی ۶ فرقت
ایلاء کی ۷ فرقت تباین دارین کی ۸ فرقت فساد عقد کی ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارة عالمة باصل النکاح اور باطل ہوتا ہے اختیار باکرہ کا بشرطیکہ
مختار ہو سکوت میں معذور نہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسی کے مُنہ بند کر لینے سے بول نہ سکے تو یہ سکوت عذری مبطل
خیار کا نہیں اور علم نکاح کا اسواسطے شرط ہوا کہ بدون واقفیت کے تصرف ممکن نہیں لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہیں ولو سالت عن قدر المهر
قبل الخلوة او عن الزوج او سلمت علی شهود لم یبطل خیارها مهر سمیتا اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا اسلام کیا
شاہدوں کو تو ایسے کلام سے اُسکا اختیار باطل نہیں ہوتا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بحث کے ساتھ ولا یمتد الی آخر المجلس لانه کالشفعة
اور خیار بلوغ کا دراز نہیں ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہے یعنے جس مجلس میں عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو
فوراً اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو سماعت نہ ہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہوجاتا ہے ولو اجتمعت معه تقول اطلب الحقین ثم تبدأ
بخیار البلوغ لانه دینی وتشهد قائلة بلغت الآن ضرورة احیاء الحق اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھ جمع ہوا تو کہے میں دو حق طلب کرتی ہوں
پھر بیان میں ابتدا خیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہ دینی امر ہے اور گواہ کرے اپنے بلوغ پر یوں کہتی ہوئی کہ میں اب بالغ ہوئی یہ کہنا احیاء حق کی
ضرورت کے سبب ہے بحر الرائق میں کہا کہ جب سے خون حیض دیکھے طلب کرے پھر اگر رات کو دیکھے نہ زبان سے یوں طلب کرے کہ میں نے نکاح فسخ کیا اور
صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ میں نے خون اب دیکھا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک جاری رہتا ہے صبح کو یہ کہنا کہ میں نے اب دیکھا کذب نہیں بلکہ وہ اسکے
بضرورت احیاء حق ایمان کذب بھی روا ہے چنانچہ امام محمد سے مروی ہے کذا فی حاشیة المدنی وان جهلت بلغ فرضها العلم بخلاف خیار العتقة فانه یمتد
لشغلها بالمولی یعنے سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہوجاتا ہے اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے
دریافت کے واسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اسکو امتداد ہے دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولی میں یعنے
دار الاسلام میں حرہ کا جہل عذر نہیں اسواسطے کہ وہ جان و مال کی مالک تھی کیوں نہ اُسنے احکام شرعیہ کو سیکھا اور لونڈی کا جہل عذر ہے اسواسطے کہ
مالک کی خدمت سے فراغت نہ تھی کہ احکام شرعیہ کو سیکھتی وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او ولا انه علیه یغتفر به
کلبس ودفع مهر اور خیار صغیر اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہوں باطل نہیں ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت
کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنے لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیر تھی انکا نکاح غیر اب وجد نے کر دیا تو انکا خیار مجرد بالغ ہونے کے
باطل نہیں ہوتا ولا یبطل بقیامها عن المجلس لان وقته العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور اختیار باطل نہیں ہوتا دونوں کے کھڑے ہونے سے
مجلس میں سے اسواسطے کہ انکے اختیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہیگا اختیار جب تک رضامندی پائی جائے ولو ادعت الثیب کرها صدقت اور اگر
شوہر نے بعد بالغ ہونے ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ قادر ہونا جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ ظاہر حال
اُسکا مصدق ہے ومفاده ان القول لمدعی الاکراه ولو فی جمیع المواضع فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعوی کرے زبردستی کا اُسکا قول
لائق اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید میں ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبة بنفسه لیکن نکاح میں
نہ مال میں وہ ہے جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہے نکاح کے ولی کے مال کی ولی کی تعریف آگے آویگی عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ

نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقة بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ ہے جو لگاوٹ رکھے میت سے حتی کہ آزاد عورت سے بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ما قبل کا یعنے عصبہ بنفسہ کا مثلاً باپ اور بیٹا اور مولی عصبہ بنفسہ ہیں کہ باپ کا اتصال بیٹے سے اور بیٹی کا اتصال ماں سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہیں شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ میں میت کا لفظ نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح میں میت کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تھا کہ یون تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہے جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے اتصال رکھے کذا فی حاشیۃ المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب اور ارث اور حجب کے ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان کر اگر بیٹا نہ تھا تو باپ سب مال پاتا اور بیٹے کے ہونے سے کل نہ پاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریۃ وتکلیف واسلام فی حق مسلمۃ تزوج وولد مسلم لعدم الولایۃ عصبہ بنفسہ ولی ہے بشرطیکہ حری ہوئے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے عورت مسلمان کے حق میں کہ ارادہ نکاح کا رکھتی ہے اور اسلام شرط ہے ولی مسلم کے حق میں اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہیں اور غلام اور صغیر کو تو مطلق ولایت نہیں ہے کذا الا ولایۃ فی نکاح ولا مال لمسلم علی کافرۃ الا بسبب عام بان یکون المسلم سیدا امۃ کافرۃ او سلطانا او نائبۃ او شاہدا یعنے جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہیں ویسے ہی مسلم کو نکاح اور مال میں کافرہ پر ولایت نہیں مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہے سبب عام یہ کہ مسلم مالک ہے کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہے یا اسکا نائب ہو جیسے قاضی یا شاہد ہو ولکافر ولایۃ علی کافر مثلہ اتفاقا اور کافر کو ولایت ہے اپنے سے کافر پر بالاتفاق اور اہل کفر میں ملت چاہیے کہ ملت ہر ایک کی جدا ہے تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب فی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وہکذا ثم للجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہ ہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے پھر دادی کو اور قنیہ میں اسکے برعکس ہے یعنے اول دادی پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پڑپوتی کو پھر پر نواسی کو اسیطرح آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو ثم للاخت لاب وام ثم للاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم پھر نانا کے بعد ولایت سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو انمیں مرد عورت برابر ہیں پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم شمنی پھر ولایت ہے بقیہ ذوی الارحام کو یعنے پھوپھیوں کو پھر ماموؤن کو پھر خالاؤن کو پھر چچا کی بیٹیون کو اور اسی ترکیب سے انکی اولاد کو ولایت ہے یعنے پھوپھیون کی اولاد کو پھر ماموؤن کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم مولی الموالاۃ پھر ولایت ہے مولی موالات کو مولی موالات اسکو کہتے ہیں کہ جسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا مثلاً زید کے ہاتھ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب تھا اور وہ مرگیا اور اسکی بیٹی صغیرہ ہے سو اسکے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم لقاض نص لہ علیہ فی منشورہ ثم لنوابہ ان فوض لہ ذلک والا لا پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جسکی سند قضا میں تصریح کردی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پر پھر قاضی کے نائبون کو اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کیطرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبون کو تزویج صغار کی درست نہیں ولیس للوصی من حیث ہو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذالک علی المذہب اور جائز نہیں وصی کو وصی ہونے کی راہ سے یہ کہ نکاح کرے یتیم کا اسیطرح اگرچہ اسکے باپ نے نکاح کر دینے کی وصیت کی ہو بنا بر قوی مذہب کے نعم لو کان قریبا او حاکما یملکہ بالولایۃ کما لا یخفی ہاں اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو مالک ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونے کے چنانچہ مخفی نہیں فروع مسائل بابۃ شارح کے لیس للقاضی تزویج الصغیرۃ من نفسہ ولا ممن لا تقبل شہادتہ لہ کما فی معین الحکام جائز نہیں قاضی کو تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اس سے کہ جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں جیسے باپ

اور بیٹیا کما فی معین الحکام واقرہ المصنف وبہ علم ان فعلہ حکم وان عری عن الدعوی اور ثابت کیا ہے مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح میں اور
اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہے اگرچہ خالی ہو دعوی سے صغیرۃ زوجت نفسہا ولا ولی ولا حاکم ثمہ توقف ونفذ باجازتہا بعد بلوغہا لان لہ
مجیزا وہو السلطان صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہاں کوئی ولی اور حاکم یعنے قاضی وغیرہ نہیں تو یہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت
صغیرہ کے بعد بالغ ہونے کے یہ نکاح باطل نہیں بلکہ موقوف ہے اسواسطے کہ اسکا اجازت دینے والا موجود ہے اور وہ بادشاہ ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ
یہ نکاح موقوف نہیں بلکہ باطل ہے اسواسطے کہ جو عقد کہ وقت اسکا کوئی مجیز نہو تو وہ عقد باطل ہے شارح نے جواب دیا کہ یہ باطل نہیں کیونکہ اسکا مجیز بادشاہ ہے
(اجازت دیوے ۱۲) ولو زوجہا ولیان متساویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطلا اور اگر اسکا نکاح دو برابر کے ولیوں نے کردیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر
معلوم نہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہے یا دونوں نکاح ساتھ ہی ہوئے تو دونوں باطل ہونگے دو برابر کے ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا وللولی الابعد
التزویج بغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اور جائز ہے ولی ابعد کو نکاح کردینا ولی اقرب کے غائب ہونے میں سو اگر
نکاح کردیا ابعد نے اقرب کے موجود ہونے میں تو نکاح موقوف رہیگا اسکی اجازت پر مثلا سوتیلے بھائی نے نکاح کردیا سگے بھائی کے ہوتے تو
نکاح موقوف رہیگا چاہے سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کردے ولو تحولت الولایۃ الیہ لم یجز الا باجازتہ بعد التحول قہستانی وظہیریۃ اور اگر پھر گئی
ولایت ابعد کیطرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد پھر جانے ولایت کے کذا فی القہستانی والظہیریۃ یعنے ابعد نے اقرب کے ہوتے
نکاح کردیا پھر اقرب مرگیا یا بالکل غائب ہوگیا تو ولایت ابعد پھر آئی تب بھی وہ نکاح جائز ہوگا بدون اسوقت کی اجازت کے مسافۃ القصر واختار
فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ یعنے تزویج ابعد کی جائز ہے جب اقرب غائب ہو بقدر مسافت قصر کے
یعنے تین منزل یا زیادہ تبیین میں ہے کہ یہی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اختیار کیا ملتقی میں کہ غیبت کی مقدار یہاں تک ہے کہ کفو منگنی کرنیوالا
ولی اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور یہی باقانی نے اختیار کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتوی ہے بحر الرائق میں کہا کہ تعریف
غیبت میں تصحیح مختلف ہے تو اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے کہ جسپر اکثر مشائخ ہیں یعنے ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی وثمرۃ الخلاف فیمن
اختفی فی المدینۃ ہل یکون غیبۃ منقطعۃ اور ثمرہ اختلاف ہے دو قولوں میں کا اسمیں کہ ولی اقرب ایسا ظاہر ہوگا جو چھپ جائے شہر میں اس طرح کہ معلوم نہیں
ہو سکتا آیا یہ اختفا غیبت منقطعہ ہے یا نہیں تو بموجب روایت متن کے اس صورت میں ابعد کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہیں
اور بموجب روایت ملتقی کے جائز ہے اگر کفو انتظار نہ کرسکے ولو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح علی الظاہر ظہیریۃ اور اگر نکاح کیا عورت کا
ولی اقرب نے جہاں کہ وہ ہو یعنے اپنے محل غیبت میں تو یہ نکاح جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور نہر الفائق میں کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں
اسواسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہوگئی چنانچہ محیط اور مبسوط میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتثبت للابعد من اولیاء النسب شرح الوہبانیۃ
لکن فی القہستانی عن الغیاث لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفو اور ثابت ہے ابعد کو اولیاء نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی نکاح کریگا
کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی میں غیاث المفتیین سے نقل کیا کہ اگر نہ نکاح کرے ولی اقرب تو قاضی نکاح کردے جب فوت ہو کفو کے
ملنیکا التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعا خلاصۃ یعنے ثابت ہے ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنے اسکے امتناع تزویج
سے ابعد کو نکاح کردینا ثابت ہے بالاجماع کذا فی الخلاصۃ یعنے جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اسوقت میں ابعد قائم مقام
اقرب کے ہوگا ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب میں تزویج ابعد کی جو سابق ہوچکی
اقرب کے پھر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری ولایت سے وولی المجنونۃ والمجنون ولو عارضا فی النکاح ابا التصرف

فی المال للاب اتفاقا ابنہا وان سفل ومن ابیہا کما مر اور ولی مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح میں بیٹا ہے امام اور ابو یوسف کے نزدیک
گو سافل ہو جیسے پوتا اور پرپوتا نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ آگے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف میں باپ ولی ہے بالاتفاق شیخین اور محمد کے نزدیک والاولی ان
یامر الاب لیصح اتفاقا اور بہتر یہ کہ مجنونہ کے نکاح میں باپ امر کرے بیٹے کو کہ اسکا نکاح کردے تاکہ باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقر ولی
صغیر او صغیرۃ او اقر وکیل رجل او امرأۃ او مولی العبد بالنکاح لم ینفذ لانہ اقرار علی الغیر اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا
مرد کے وکیل یا عورت کے وکیل نے یا غلام کے میاں نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا ہے
نہ غیر پر فتح القدیر میں کہا کہ صغیر اور صغیرہ جبکہ بالغ ہوکر نکاح کے منکر ہوں اسوقت میں ولی کا اقرار نافذ نہیں اور اگر ولی نے انکی حالت صغر میں اقرار
نکاح کا کیا اور وہ دونوں بعد بلوغ کے اسکا انکار نہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف مولی الامۃ حیث ینفذ اجماعا لان منافع بضعہا ملکہ بخلاف
لونڈی کے مالک کے اسواسطے کہ اسکا اقرار نافذ ہے اجماعا اس سبب سے کہ منافع اسکے قربت کے مولی کی ملک میں یعنے اگر مالک نے لونڈی کے نکاح کا دعوی کیا اور
گواہ نہیں اور اس لونڈی کے میاں نے اسکی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہوگا الا ان یشہد الشہود علی النکاح بان ینصب القاضی خصما عن الصغیر حتی ینکر
فیقام البینۃ علیہ مگر اسوقت اقرار ولی کا نافذ ہوگا جب گواہی دیں گواہ نکاح اسطرح پر کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کی طرف سے تاکہ وہ نکاح کا انکار کرے
پھر گواہ قائم ہوں یہاں سوال کا مقام تھا کہ اقامت بینہ کی صغیر منکر پر کیونکر صحیح ہوگی شارح نے جواب دیا کہ صغیر کے قائم مقام پر اقامت بینہ کی
او یدرک الصغیر والصغیرۃ فیصدق الولی اقرارا یا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پھر اسکی تصدیق کرے یعنے ولی مقر کی او یصدق الموکل او العبد عند ابی حنیفۃ
وقالا لا یصدق فی ذلک یا تصدیق کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میاں کے اقرار کی نزدیک ابی حنیفہ کے اور صاحبین نے کہا کہ بدون
شہادت شاہدوں تصدیق کے بھی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہوگی وہذہ المسئلۃ مخرجۃ من قاعدۃ من ملک الانشاء ملک الاقرار ولہا نظائر اور یہ مسئلہ اقرار کا
خارج ہے فقہا کے اس قول سے کہ جو مالک ہے انشا کا وہ مالک ہے اسکے اقرار کرنے کا یعنے باوجودیکہ ولی انشا کا مالک ہے لیکن اقرار نکاح کا مالک نہیں
تو اس قاعدہ سے یہ مسئلہ مستثنی ہوا اور اس مسئلہ مستثنی کی اور بھی مثالیں ہیں جیسے قرض لینا وصی کا یتیم پر کہ وصی اسکے انشا کا مالک ہے اور اسکے اقرار کا
مالک نہیں یعنے اسکا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہیں فرع مسئلہ [illegible] شارح کا [illegible] ولی المجنون [illegible] اکثر من واحدۃ لم ارہ ومقتضی
الشافعی جوازہ [illegible] آیا درست ہے مجنون [illegible] ولی کو اسکا نکاح کردینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو
ہوکر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ اپنے مذہب میں ہم نے نہیں دیکھا اور [illegible] امام شافعی رحمہ نے منع کیا ہے اور [illegible] کے حق میں جائز رکھا ہے بسبب حاجت کے

## باب الکفاءۃ

ہی [illegible] المساواۃ [illegible] مخصوصۃ او کون المرأۃ ادنی [illegible] ایسا ہے کہ کفاءت کا عرب [illegible] کفو جب کسی چیز کے برابر ہو اور کتاب النکاح میں
کفاءت سے مراد مخصوص برابری ہے جسکا آگے مذکور ہوگا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنے سے افضل مرد سے تو یہاں ولی کو
حق تفریق نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں ولی کو مقام ننگ نہیں الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او لصحتہ برابری معتبر ہے شروع نکاح میں اگر نکاح
کے وقت مرد عورت کے برابر تھا پھر کمتر ہوگیا یعنے مثلاً فاسق ہوگیا تو نکاح فسخ نہیں ہوتا کفاءت معتبر ہے لزوم نکاح کے واسطے یعنے ہرچند نکاح بدون
کفاءت کے بھی صحیح ہے لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہے پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہوگیا اور دوسری روایت پر کفاءت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہے
یعنے نکاح بدون کفاءت کے صحیح نہیں ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا للدنی کفاءت کا اعتبار ہے مرد کی جانب سے اسواسطے کہ عورت شریف انکار کرتی ہے
کمتر کے فراش ہونے سے یعنے مرد کے نیچے رہنا قبول نہیں کرتی ولذا لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش اسلیے برابری نہیں عورت کی

کی طرف سے اسواسطے کہ زوج طالب ہو فراش کا تو اسکو رنج نہیں آتا کسی فروش سے وہذا عند الکل فی الصحیح کما فی الخانیۃ لکن فی الظہیریۃ وغیرہا عندہ وعندہما تعتبر فی جانبہا ایضا اور یہ یعنے کفارت کا اعتبار مرد کی جانب ہیں نہ عورت کی جانب ہیں امام اور صاحبین سب کے نزدیک ہی قول صحیح ہیں کما فی الخانیۃ لیکن ظہیریہ وغیرہ میں یہ یعنی عورت کی کفارت کا استفادہ امام کے نزدیک ہوا ور صاحبین کے نزدیک کفارۃ معتبر ہو عورت کیجانب بھی والکفاءۃ ہی حق الولی لا حقہا فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ہو عبد لا خیار لہا بل للاولیاء اور کفارت حق ہو ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایک مرد سے اور اسکا حال عورت کو معلوم نہ تھا سو ناگہان وہ غلام نکلا تو خیار نہ ہوگا عورت کو بلکہ اسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہو ولو زوجوہا برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کر دیا اسکی رضا مندی سے اور نہ جانا اولیا نے عدم کفارت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہیں تو کسیکو اختیار فسخ کا نہیں نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اسوقت کہ جب شرط کر لی ہو اولیا نے کفارت کی اور خبر کر دی زوج نے اولیا کو کفو ہونے کی نکاح کے وقت سو اولیا نے اسی شرط پر اسکا نکاح کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہے تو اولیا کو اختیار رہیگا فسخ کا کذا فی الولوالجیۃ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح خلافا لمالک اور معتبر ہو کفارت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ انکے نزدیک کفارت کا کچھ اعتبار نہیں نسبا اول اعتبار برابری کا بجہت نسب کے ہو اسواسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہیں فقریش بعضہم اکفاء بعض سو قریش آپسمیں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں قریش انکو کہتے ہیں جو اولاد ہیں نضر بن کنانہ کی اور نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارھویں پشت ہیں اور چاروں خلفاء راشدین قریش ہیں قریش باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہیں تو ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اسواسطے علی المرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کر دیا حالانکہ علی مرتضی ہاشمی ہیں اور عمر فاروق عدوی ہیں وبقیۃ العرب بعضہم اکفاء بعض اور قریش کے سوا اور باقی عرب آپسمیں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں عجم کے لوگ عرب کے ہمسر نہیں واستثنی فی الملتقی تبعا للہدایۃ بنی باہلۃ لخستہم والحق الاطلاق قالہ المصنف کالبحر والنہر والفتح ویعضدہ اطلاق المصنف کالکنز والدرر اور ملتقی میں ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہی بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب انکی خست اور دنارت کے اور حق یہ ہو کہ انکو عرب سے نکالنا صحیح نہیں بلکہ مطلق عرب برابر ہیں یہی کہا ہو مصنف نے اپنی شرح میں مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور اسکی تائید کرتا ہو مصنف کا مطلق کہنا اس متن میں مثل کنز اور درر کے وہذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما اور یہ یعنے کفارت نسب کا اعتبار فقط عرب میں ہو اسواسطے کہ عجمی لوگوں نے اپنے نسب کو ضائع کر دیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگوں میں برابری معتبر ہو حر ہونے میں اور مسلمان ہونے میں فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوہ مسلم او حر او معتق واما حریۃ الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہو یا آزاد ہو وہ برابر نہیں اُس عورت سے جسکا باپ مسلمان ہو یا حر ہو یا باپ اسکا آزاد ہو اور یہاں اسکی حریۃ اصلی ہو ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس مرد کا باپ مسلمان ہو یا حر ہو وہ برابر نہیں اُس عورت کے جسکا باپ اور دادا دونوں مسلمان ہیں وابوان فیہما کالآباء لتمام النسب بالجد اور باپ دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہو چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنے دو پشت کی آزادی اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کے برابر ہو بسبب تمام ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد ان یکافئ مسلم بنفسہ لمعتق بنفسہ اور فتح القدیر میں ہو کہ بعید نہیں ہو برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حربی تھے کہ مسلمان نہیں اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے مگر آزاد نہیں تو عیب سے دونوں خالی نہیں والمعتق الوضیع فلا یکافئ معتقۃ الشریف اور جو مرد آزاد ہو کم ذات کا سو برابر نہیں اس عورت کے جسکا آزاد کرنے والا شریف ہو ولو ارتد احد الزوجین فلکفو لمن لم یرتد اور جو مرد مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہو اُس مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا اما الکفاءۃ بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنۃ اور کفارت درمیان دو ذمیوں کے سو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنے راجا اور چمار دونوں برابر نہیں

لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرادیگا نہ بخیال عدم کفارت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے واعتبر فی العرب والعجم دیانۃ
ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاہر نہر اور معتبر ہے عرب و عجم مین کفارت دینداری کی یعنے پرہیزگاری کی
تو مرد فاسق برابر نہین عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی ہو فاسق خواہ علانیہ ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر ومالا بان یقدر
علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف والا فان یکسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہے کفارت مال مین اس طرح کہ قادر ہو مہر معجل پر بطور رواج کے
اور قادر ہو ایک مہینے کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کر سکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اسوقت
ضرور ہو اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو ولا فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہے کما فی الذخیرۃ وحرفۃ فمثل حائک غیر کفو لخیاط اور برابری معتبر ہے پیشہ مین
سو جولاہے کی برابر نہین مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہہ درزی سے ذلیل ہے ولا خیاط لبزاز وتاجر ولا ہما لعالم وقاض اور
نہ درزی برابر ہے بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونون ہمسر ہین عالم اور قاضی کے واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور ظالمون کے تابع خدام تو سب
پیشہ ورون سے خسیس تر اور بدتر ہین اگرچہ صاحب مروت اور مالدار ہون اسواسطے کہ انکے مال ظلم اور ستم سے جمع ہوے ہین واما الوقایۃ فمن الحرف
فصار بہا کفوا لما تاجر لو غیرہ نبتہ کمبراتہ اور ورنہ کے وظائف اور روزینے حرفون مین داخل ہین جیسے امامت اور خطابت جو انکی سعی و قیمت کا وظیفہ دار
ہمسر ہے تاجر کا اگر وظیفہ قیمتی ہو جیسے دربانی اور فراشی وذو تدریس او نظر کفو لبنت الامیر بمصر بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہے امیر کی بیٹی کا مصر مین اتی ام
والکفارۃ انما تعتبر عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ اور اعتبار کفارت کا نزدیک شروع عقد کے ہے سو ضرر نہین کرتا زوال ہمسری کا بعد
عقد کے فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلا فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہوگا واما لو کان دباغا ثم صار تاجرا
فان بقی عارہ لم یکن کفوا والا فانہ یحسبا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہو گیا سو اگر دباغت کی عار باقی ہو تو ہمسر نہوگا اور اگر اسکی عار باقی نہین تو
برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہے یہ اعتبار حسب کے نہ بنا بر روایت مذہب کے اعجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا ہو الاصح فتح
عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر الروایۃ واقرہ المصنف مرد عجمی برابر نہین عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ
فتح القدیر مین ینابیع سے اور دعوی کیا بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لکن فی النہر ان
فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو للعلویۃ کما فی الینابیع وان اراد بہ العالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ
والوجہ فیہ ظاہر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق مین ہے کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب اور جاہ کی کیجیے تو حسیب ہاشمیہ
علویہ کا نہین کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کو کیجیے تو برابر ہو علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہے بزرگی نسب اور مال سے چنانچہ اسیکا
یقین کیا ہے بزازی نے اور پسند کیا ہے کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہے بسبب شرفیت علم کے اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی افضل ہین
فاطمہ رضی سے یعنے بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی ہم برجندی مین تصریح ہے کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہین تو اس روایت سے تقصیص نہر الفائق
کی نفی ہوتی ہے اور قول اصح وہی ہے جو متن مین ہے بموجب تصریح سید احمد حموی کے کذا فی حاشیۃ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعی اور حنفی مرد کفو ہے شافعی مذہب
کی بیٹی کا ظاہرا یون کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہے حنفی کا اسواسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے مین شافعی سے علما حنفی کو تامل نہین لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ بعضے
حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہین حالانکہ امام شافعی رح رکن اعظم ہین ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہین رحمۃ اللہ علیہ تو انکے مقلد بھی برحق ہین
کذا فی حاشیۃ المدنی ومتی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بانہ صواب کما بسطہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی اور جب ہمسے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب
دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکو بتفصیل بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی سے نقل کرکے جواہر الفتاوی مین یون ہے کہ یا کرہ

بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اسکا راضی نہ تھا تو نکاح صحیح ہوا اسیطرح اگر شافعی مذہب سے نکاح کرے پھر شے اگر سوال ہو کہ یہ نکاح
مذہب شافعی میں صحیح ہے یا نہیں تو ہم یہی جواب دینگے کہ نکاح صحیح ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اسواسطے کہ ہمارا مذہب راجح ہے اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس
مسئلہ کا باب کفاءت سے کچھ تعلق نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والقروی کفو للمدنی فلا عبرۃ بالبلد کما لا عبرۃ بالجمال خانیۃ ولا بالعقل ولا بعیوب یفسخ بہا
البیع خلافا للشافعی رح اور گانون کا رہنے والا کفو ہے شہر کے رہنے والے کا تو کفاءت میں شہر کا کچھ اعتبار نہیں جیسے خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہیں کذا
فی الخانیۃ اور نہ عقل کا کچھ اعتبار ہے یعنی مجنون کفو ہے عاقل کا اور نہ ان عیبوں کا اعتبار ہے جنسے بیع فسخ ہو جاتی ہے جیسے جذام اور برص اور گندہ دہنی
برخلاف مذہب شافعی کے لکن فی النہر عن البزازیۃ معزیا فی المحیط الی السیر الکبیر لا تقبل لیکن نہر الفائق میں منقول ہے مرغینانی سے کہ مجنون ہمسر عاقل کا نہیں
وکذا اقتصر فی التکملۃ ونقلہ ایضا وامہ [illegible] ومہر بالنسبۃ الی مہر مثلہا اجل کما ہو الا بالنسبۃ الی النفقۃ ان العادۃ ان الآباء یتحملون عن الابناء المہر لا النفقۃ
وغیرہ اسیطرح اسکا کفو ہے بسبب مالداری اپنے باپ کے یا اپنی ماں کے یا اپنے دادا کے کذا فی النہر کفو ہے بہ نسبت مہر کے یعنی مہر معجل کے جیسا کہ ابن ہمام
نے ذکر کیا ہے نہ بہ نسبت نفقہ کے اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ باپ اُٹھا لیتے ہیں اپنے بیٹوں کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرۃ ولو نکحت باقل من مہرہا فللولی
العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہے ولی عصبہ کو روکنا
یہانتک کہ مہر مثل اسکا پورا ہو جاوے یا جدائی کر دے قاضی دونوں میں ولی کا اعتراض اسواسطے دفع عار کے ہے ولو طلقہا الزوج قبل تفریق الولی
قبل الدخول فلہا نصف المسمی اور اگر طلاق دی اس عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اسکو آدھا مہر معین ملیگا
ولو فرق الولی بینہما قبل الدخول فلا مہر لہا وان بعدہ فلہا المسمی اور اگر تفریق کر دی ولی نے دونوں میں قبل دخول کے تو اسکا کچھ مہر نہیں اور اگر بعد دخول کے
تفریق ہوئی تو اسکو پورا مہر معین ملیگا وکذا لو مات احدہما قبل التفریق فلیس للولی المطالبۃ بالاتمام لانتہاء النکاح بالموت جواہر الفتاوی اور اسیطرح مہر معین ملیگا
اگر دونوں میں سے کوئی مر گیا قبل تفریق کے تو ولی کے مہر مثل پورا کر لینے کا مطالبہ نہیں ہو سکتا واسطے آخر ہونے نکاح کے موت سے کذا فی جواہر الفتاوی امرہ بتزویج
امرأۃ فزوجہ امۃ نفذ عندہ لا عندہما وہو استحسان ملتقی تبعا للہدایۃ امر کیا ایک شخص نے دوسرے کو کسی عورت سے نکاح کر دینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح کر دیا لونڈی سے
تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہیں یعنی نافذ نہیں اور یہ قول استحسان یعنی قیاس خفی ہے یہ روایت ملتقی میں ہے ہدایہ کی پیروی سے وجہ استحسان کی
یہ ہے کہ نکاح کر لینے پر ہر ایک کو قدرت ہے تو وکیل کرنے سے عمدہ غرض یہ ہوتی ہے کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو نہ کمتر سے وفی شرح الطحاوی قولہما احسن للفتوی
واختارہ ابو اللیث واقرہ المصنف اور شرح طحاوی میں ہے کہ قول صاحبین کا بہتر ہے فتوی کیواسطے اور پسند کیا اسکو فقیہ ابو اللیث نے اور ثابت کہا اسکو
مصنف نے اپنی شرح میں وفی المجمع انہ لو زوجہ بنتہ الصغیرۃ او موکلتہ لم یجز کما لو زوجہ معیبۃ او کبیرۃ او امۃ او امتہ فی الف او امرہ بتزویجہا ولم یعین فزوجہا غیر کفو
لم یجز اتفاقا اور اجماع کیا فقہا نے اسپر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے موکل کا اپنی چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد لونڈی ہو اسکی یا بھتیجی تو
جائز نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی یعنی وہ نکاح جائز نہیں کہ امر کیا ایک نے دوسرے کو کہ نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے یا لونڈی سے
پھر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کر دینے کو کہا اور زوج کو معین کر دیا سو وکیل نے اُسکا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو
یہ نکاح بالاتفاق جائز نہ ہوگا ولو زوجہ امرأتین فی عقدۃ لم ینفذ لمخالفتہ اور جسکو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اُسنے دو عورتوں سے نکاح
کر دیا ایک عقد میں تو یہ نکاح نافذ نہ ہوگا بسبب مخالفت امر کے ولہ ان یجیزہما او احدہما ولو فی عقدین لزم الاول وتوقف الثانی اور جائز ہے موکل کو کہ دونوں عورتوں کا
نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا اور اگر دونوں کا نکاح دو عقدوں میں ہوا ہے تو پہلا نکاح لازم ہوگا اور دوسرا موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر ولو امرہ بامرأتین فی عقدۃ
فزوجہ احداہما او امرہ بتزویج عقدتین جاز الا اذا قال لا تزوجنی الا امرأتین فی عقدۃ او عقدتین لم یجز لمخالفتہ اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو دو عورتوں کے نکاح کا ایک عقد میں سو نکاح کر دیا

اُسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقدمین تو جائز ہی مگر جبکہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتون سے ایک عقد مین سو وکیل نے دو عقدمین دو عورتون سے کیا یا یون کہا تھا کہ میرا نکاح نکر یا مگر دو ہی عورتون سے دو عقد مین سو وکیل نے دو عورتون سے ایک عقد مین کر دیا تو یہ مخالفت نہ جائز ہوگی وَلَا يَتَوَقَّفُ الْإِيجَابُ عَلَى قَبُولِ غَائِبٍ عَنِ الْمَجْلِسِ فِي سَائِرِ الْعُقُودِ مِن نکاح وبیع وغیرہا بل یبطل الایجاب ولا تلحقہ الاجازۃ اتفاقا اور نہین موقوف ہتا ایجاب اُسکے قبول کرنے پر جو مجلس ایجاب سے غائب ہی حاضر نہین تمام عقود مین یعنی معاوضہ کے عقود مین اُن قسم نکاح اور بیع اور اُن جیسون کے۔ اور جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا ہی اور نہین لاحق ہوسکتی اُسکو اجازت بالاتفاق وَيَتَوَلَّى طَرَفَيِ النِّكَاحِ وَاحِدٌ بإيجاب يقوم مقام القبول اور دو طرفون نکاح کا یعنے ایجاب و قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہی فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہی قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے دونون کا نکاح کر دیا تو یہ ایسا ایجاب ہی کہ قبول کے معنی اُسمین موجود ہین اسلیے ابعد قبول جداگانہ کی حاجت نہین فی خمس صور کان کان ولیا او وکیلا من الجانبین او اصیلا من جانب وکیلا من اخر او ولیا من اخر او ولیا من جانب و وکیلا من آخر کزوجت بنتی من موکلی ایجاب و قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ صورتون مین منحصر ہی (۱) جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یون کہے کہ مین نے اپنی ناتن کا نکاح اپنے پوتے سے کر دیا (۲) یا ایک شخص وکیل ہو دونون طرف سے تو یون کہے کہ مین نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا (۳) یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے وکیل ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۴) یا اصیل ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۵) یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یون کہنا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کیا لیس ذلک لو احد فضولی ولو من جانب ان تکلم بکلامین علی الراجح اذ قوله غیر معتبر شرعا لما تقرر ان الایجاب لا یتوقف علی قبول غائب بشرطیکہ یہ شخص واحد جو متولی ہو طرفین کا فضولی نہو گو ایک ہی طرف سے یعنے فضولی نہ چاہیے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دو نون کلام بولے بنا بر قول راجح کے یعنے اگر یون کہے کہ مین نے زید کا نکاح کریمہ سے کیا پھر یون کہے کہ مین نے کریمہ کیطرف سے قبول کیا تو بھی درست نہین اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہین شرعًا اسواسطے کہ یہ ثابت ہوچکا ہی کہ ایجاب موقوف نہین ہتا غائب کے قبول پر وَنِكَاحُ عَبْدٍ وَأَمَةٍ بِغَيْرِ إِذْنِ السَّيِّدِ مَوْقُوفٌ عَلَى الْإِجَازَةِ كَنِكَاحِ الْفُضُولِيِّ اور نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہی میان کی اجازت پر جس طرح نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہی زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ ہو جو غیر کیواسطے تصرف کرے بدون ولایت و وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہی نہ وکیل تو یہ نکاح موقوف ہی محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اسکو جائز کہا تو نکاح نافذ ہوا اور نہین تو باطل ہوگیا سیجئی فی البیوع توقف عقود کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا تبطل عنقریب آویگا کتاب البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر اُن عقود کا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد مین انکا مجیز نہین تو عقود باطل ہین وَلِابْنِ الْعَمِّ أَنْ يُزَوِّجَ بِنْتَ عَمِّهِ الصَّغِيرَةَ اور جائز ہی چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھ فلو کبیرۃ فلا بد من استیذان حتی لو تزوجہا بلا استیذان فسکتت او فصحت بالرضا لا یجوز عندہما وقال ابو یوسف رح یجوز وکذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوہرہ یعنے بخلاف الصغیرۃ کما مر یجوز سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنے بالغہ تو ضرور ہی استیذان سے یہان تک کہ اگر ابن عم نے اس سے نکاح کر لیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی یا رضا مندی کی تصریح کر دی تو بھی نکاح جائز نہین نزدیک امام اعظم رح اور محمد رح کے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہی اور اسی طرح مولی آزاد کرنے والے کو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہی بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنے بخلاف صغیرہ کے سو اسواسطے کہ قاضی اور سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہ سابق مذکور ہوچکا تو یہان تحریر او تنقیح چاہیے ایسا نہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجھے ومن نفسہ فیکون اصیلا من جانب ولیا من آخر ابن عم کو جائز ہی نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے

تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسیطرح مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح میں اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا
صغیرہ کیطرف سے کما للوکیل الذی وکلتہ ان یزوجہا من نفسہ فان لہ ذلک فیکون اصیلا من جانب وکیلا من آخر جیسا کہ جائز ہے عورت کے وکیل کو
کہ اسکا نکاح کرے اپنی ذات سے سو اسکو یہ نکاح کر لینا درست ہے تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کیطرف سے بخلاف ما لو وکلتہ بتزوجہا
من رجل فزوجہا من نفسہ لانہا بنفسہ مزوجا لا متزوجا بخلاف اسکے یہ ہے کہ اگر عورت نے اسکو وکیل کیا اپنے نکاح کر دینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اسکا نکاح اپنے ساتھ
کر لیا تو جائز نہیں ہے اسواسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح کر دینے والا قرار دیا نہ نکاح کر لینے والا او وکلتہ ان یتصرف فی امرہا او قالت لہ زوجنی ممن
شئت لم یصح تزویجہا من نفسہ کما فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اسکو کہ تصرف کرے اسکے
امر میں یا کہا اسنے کہ میرا نکاح کر دے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اسکا نکاح کر لینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیۃ اور عدم جواز کا قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے اسکے عورت کے معرفہ یعنے معین ہو گیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنے غیر معین کے خلاصہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے
معین ہو گیا اور عورت نے وکالت میں زوج کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہ ہے کہ معین غیر معین میں داخل نہیں ہوتا و لو اجاز من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی
بعد موتہ صح لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط بخلاف اجازۃ البیع فانہ یشترط قیام اربعۃ اشیاء کما یجئ اور اگر اجازت دی جسکو اجازت
دینے کا اختیار ہے یعنے زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اسکے مرنے کے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ صحت نکاح میں اجازت کے وقت
شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنے جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنے فضولی کی مضر صحت نہیں اسواسطے کہ دوسرا عاقد موجود
بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہیں اسواسطے کہ بیع فضولی کی صحت میں چار چیز کا قیام شرط ہے یعنے مبیع اور دونوں عاقد اور قیمت کا چنانچہ
اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع میں فروع یہ چند مسائل ہیں شارح کے للعاقد الفضولی قبل الاجازۃ ابطالہ لنقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے
مالک نہیں نکاح توڑنے کا بخلاف بیع کے کہ اسکو توڑ سکتا ہے یشترط اللزوم عقد الوکیل موافقتہ فی المہر المسمی شرط ہے واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت کہنا موکل کی
مہر مسمی میں تو عدم موافقت میں نکاح لازم نہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول کرنے یا نکرنے کا حکم رسول کو کیل اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہے مثلا مرد نے
عورت کے پاس کسیکو بھیجا نکاح کا پیام لیکر اور عورت نے شہود کے روبرو قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی میں مخالفت نہ کی ہو

## باب المہر

ومن اسمائہ الصداق والصدقۃ والنحلۃ والعطیۃ والعقر یعنی باب ہے مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر سب مہر کے نام ہیں اور اجر اور علائق اور
حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی اسبیجابی والجوہرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ البکر ونصف عشر قیمۃ الثیب اور
جوہرہ کے باب الاستیلاد میں ہے کہ بیبیوں میں عقر مہر مثل ہے اور لونڈیوں میں دسواں حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسواں حصہ ثیبہ کا عقر ہے واقلہ عشرۃ دراہم لحدیث البیہقی
وغیرہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم کمتر درجہ کا مہر دس درم ہیں بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہیں ہے مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت
طرق کے درجہ حسن تک بلند ہو گئی ہے تو اب قابل حجت کے ہوئی کذا فی النہر وروایۃ الاقل یحمل علی المعجل اور روایت اقل دس درم کی محمول ہے مہر معجل پر مثلا بخاری
اور مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری سے مہر کیواسطے فرمایا کہ تو کچھ تلاش کر لا اگرچہ
لوہے کی انگوٹھی ہو اور سنن ابوداؤد میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنی عورت کے مہر میں دو لپ بھر کر
ستو یا کھجور کو دیا تو اسنے وطی کو حلال کر لیا اور انکا لوہے کی انگوٹھی اور ایک لپ ستو اور کھجور دس درم سے کم ہیں اور ان روایات کا شارح نے جواب دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل
پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ مہر میں سے کچھ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تھے اور یہ مراد نہیں کہ صرف انگوٹھی اور ستو کے اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اسکے مسئلہ

جائز کی متعہ کے مہر کی ہو تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتیں قرآن مجید کی اُسکو یاد تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکا نکاح
ایک عورت سے کر دیا اور فرمایا ملکتہا بما معک من القرآن کہ میں نے تجھکو عورت کا مالک کر دیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ ہی اُس سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ قرآن کو مہر
ٹھہرایا اور اسواسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہیں کیا بلکہ یہ مطلب ہی کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کر دیا اور اغلب یہ ہی کہ مہر اُسکا حضرت نے خود ادا
کیا ہوگا اسواسطے کہ محتاج سلمین کے اخراجات کے حضرت متوکفل ہوا کرتے تھے فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل کما فی الزکوٰۃ چاندی کے دس درم جو وزن میں
سات مثقال کی برابر ہیں چنانچہ بیان کی زکوٰۃ میں گذر چکا دس درم شرعی کے ساڑھے کتیس ماشے ہوتے ہیں جسکے ڈیڑھ ماشہ کم تین روپے ہوئے اگر گیارہ ماشہ کا
روپیہ ہو مضروبۃ کانت او لا ولو دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد اما فی ضمانہا بطلاق قبل الوطی فیوم القبض درم سکہ دار ہوں یا بے سکہ جیسے چاندی کی
ڈلی یا پتر اگرچہ قرض ہوں یعنے شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اُنسے نکاح میں انھیں دس درموں کا مہر مقرر کیا تو جائز ہی یا کوئی جنس ایسی ہو جسکی قیمت دس درم
ہوں وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اُسکی قیمت کم ہو جاوے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے میں بسبب طلاق قبل وطی کے تو قبضہ کرنے کے دن کا
اعتبار ہو مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس درم تھی پھر جسدن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اُسکی پانچ درم ہو گئی تھی سو طلاق دی
اسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہو گیا تو عورت کو پانچ درم پھیر دینا چاہیے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تھا لیکن جس دن عورت کے قبضہ میں
آیا تو پانچ کا تھا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلاً عن المحیط وتجب العشرۃ ان سماہا او دونہا ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر اور واجب ہیں دس درم اگر دس کا
نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنے اگر پانچ درم کا مثلاً مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہونگے دس سے زیادہ اگر دس سے زیادہ کا نام
کتنے ہی کیوں نہوں زیادہ مہر کی کچھ حد نہیں ویتأکد عند وطی او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدہما اور پورا مہر لازم اور محکم ہوتا ہی نزدیک
وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہو گئی زوج کی طرف سے یا نزدیک مر جانے زوج یا زوجہ کے او تزوج ثانیا فی العدۃ یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنے کے عدت میں جسکی صورت
یہ ہی کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اُس سے نکاح کیا عدت میں پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جدا گانہ
واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا نوبت خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں نکاح
دوسرا نہیں اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی او ازالۃ بکارتہا بنحو حجر بخلاف ازالتہا بدفعہ فانہ یجب النصف بطلاق
قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہی بسبب ازالہ بکارت عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے اُنگلی یا کنجی سے یا وہم کی بتی سے بخلاف اسکے اگر ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہو گیا
تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو الدفع من اجنبی فعلی الاجنبی ایضاً نصف مہر مثلہا ان طلقت قبل الدخول والا فکلہ نہر بحثاً اور اگر اجنبی کے
ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہو گیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی
تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہی بنا بر بحث کے ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمسۃ کان لہا
نصفہ ودرہمان ونصف اور واجب ہوتا ہی نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درم تھی پھر اُسکو
طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملیگی اور اڑھائی درم اور ملینگے آدھی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہی طلاق قبل وطی سے
اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے کہ اڑھائی درم عورت کو اور ملینگے تا اقل مہر کامل ہو جاوے ویعود النصف الی ملک الزوج
بمجرد الطلاق ان لم یکن مسلماً لہا وان کان مسلماً لہا لم یبطل ملکہا منہ بل یتوقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء اور پھر آویگا نصف مہر زوج کی
ملکیت میں مجرد طلاق دینے کے جبکہ زوج نے زوجہ کو مہر تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کر دیا ہی تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا
عود کرنا زوج کی طرف موقوف ہی قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلہذا لا ینفذ عتقہ ای الزوج عند المہر بعد طلاقہا قبلہ ای قبل القضاء ونحوہ

بعدم ملکہ قبلہ تو اسی سبب سے نافذ نہیں زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب مالک ہونے زوج کے قبل قضا
یا رضا کے یعنے جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو بدون اسکے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا ونفذ تصرف المرأۃ قبلہ فی الکل لقیام ملکہا اور نافذ ہوگا
تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونے کے بھی اگر اسکو
آزاد کر دے تو یہ عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہے وعلیہا نصف قیمۃ الاصل یوم القبض لان زیادۃ المہر المنفصلۃ
تتنصف قبل القبض لا بعدہ اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنے کے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوگی کہ مہر کی
جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنے کے یعنے عورت کو مثلاً لونڈی مہر میں ملی پھر اسکی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ ہوئی
قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنے کے دن تھی اسکی نصف قیمت عورت زوج کو پھیر دیگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک میں رکھیگی اسواسطے کہ اولاد
زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنیکے بعد نہیں ہوتی ویجب مہر المثل فی الشغار وہو ان یزوجہ بنتہ او اختہ علی ان یزوجہ
الآخر بنتہ او اختہ مثلاً معاوضۃ بالعقدین اور واجب ہے مہر مثل شغار میں شغار اسکو کہتے ہیں کہ نکاح کر دے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر
کہ دوسرا مرد مثلاً اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کر دے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہو جاوے تو دونوں نکاح مہر سے خالی ہووے وہو منہی عنہ لخلوہ عن المہر
فاوجبنا فیہ مہر المثل فلم یبق شغارا اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہمنے اسمیں مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا یعنے
شغار رسمی جس سبب سے ممنوع ہوا تھا اسمیں مہر نہیں ہوتا پھر جب مہر مثل اسمیں واجب قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا وفی خدمۃ زوج حر سنۃ للامہار بخدمتہ او امتہ لان فیہ قلب الموضوع کذا
قالوا اور واجب ہے مہر مثل زوج حر کی خدمت میں ایک برس تک یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کے خادم بننے میں
قلب موضوع ہے یعنے الٹا معاملہ ہے یعنے لازم یوں ہے کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نا درست ہوا
اور مہر مثل اسمیں واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے کہا ہے قاضی خان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی حاشیۃ الدرر
ومفادہ صحۃ تزویجہا علی ان یخدم سیدہا او ولیہا لقصۃ شعیب مع موسی علیہما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہ ہے کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر
کہ خدمت کرے زوج اسکے مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اسکے ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ موسی علیہما السلام کے اسواسطے
کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریاں چرانا مہر مقرر کر لیا اسکے کصحۃ خدمۃ عبدہ
او امتہ او عبد الغیر برضا مولاہ او حر آخر برضاہ جیسے صحیح ہے نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کرے
اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی سے خدمت کرے لیکن جب مہر کی خدمت حر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اسواسطے کہ
خدمت حر میں مفاسد ہیں جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر وفی تعلیم القرآن لنص لا ابتغاء بالمال اور واجب ہے مہر مثل
تعلیم قرآن میں بموجب نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف میں فرمایا کہ ان تبتغوا باموالکم یعنے نکاح طلب کرو اپنے مالوں سے
اور تعلیم قرآن مال نہیں اسواسطے تعلیم قرآن میں مہر مثل واجب کیا واما زوجتکہا بما معک من القرآن فللسببیۃ او للتعلیل لکن فی النہر ینبغی ان یصح علی
قول المتاخرین اور یہ ارشاد زوجتکہا بما معک من القرآن سو واسطے سببیت یا تعلیل کے ہے یہ شارح نے دفع دخل کا کیا یعنے حدیث میں آیا ہے کہ
حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ زوجتکہا بما معک من القرآن کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں بدلے قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی مہر
ہوسکتا ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہ دلیل اسوقت میں پوری ہوتی کہ اس حدیث میں بے کا حرف فقط عوض کے معنی میں مخصوص ہوتا بلکہ سببیت کے اور

معنی متعین ہو سکتے ہیں یعنے بسبب قرآن یاد ہونے کے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت نہوا چنانچہ اول باب میں اس حدیث کا
بیان ہو چکا لیکن نہر الفائق میں کہا ہو ہمارا یہ ہو کہ تعلیم قرآن شافعی کے قول پر مہر ہو سکے بحر الرائق اور نہر الفائق میں کہا ہو کہ متاخرین کا فتوی اس پر ہو کہ تعلیم قرآن
اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہو پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی درست ہوگا اسواسطے کہ جسکی اجرت لینا جائز ہو اسکا مہر ہونا بھی جائز ہو اور فتح القدیر میں ہو کہ
قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا خدمتہ لو کان الزوج عبدا ماذونا فی ذلک اما الحر فخدمتہ لها حرام لما فیہ من الاہانۃ والاذلال
وکذا استخدامہ بنص البدائع اور جائز ہو حرہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اسکے مالک نے خدمت کرنے کی اجازت دی ہو
یعنے اگر غلام باجازت اپنے مولی کے حرہ سے نکاح کرے اور اپنی اس کی خدمت مثلاً مہر ٹھہراوے تو درست ہو اسواسطے کہ خدمت کرنے میں غلام کی ذلت
نہیں لیکن حر کو خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہو اسواسطے کہ اسمیں ذلت اور اہانت ہو اور اسیطرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہو چنانچہ نہر الفائق میں ہو بدائع سے
وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم تسم مہرا او نفی ان وطی الزوج او مات احدہما اذا لم یتراضیا علی شی یصلح مہرا اما اذا فعلا ذلک فہو الواجب
اور اسیطرح واجب ہو مہر مثل اس صورت میں جبکہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنے نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی یعنے یوں کہا کہ ہمنے نکاح کیا
بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونوں میں سے ایک مر گیا یہ اسوقت ہو جب دونوں راضی ہو گئے ہوں کسی چیز پر جو مہر ہونے کی
لیاقت رکھتی ہو اور اگر کسی چیز پر راضی ہو گئے ہوں تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھ ضرورت نہیں او سمی خمرا او خنزیرا او ہذا الخل فاذا ہو خمر او ہذا العبد
فاذا ہو حر لتعذر التسلیم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر میں تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ شراب و سور مسلمان کے حق میں مال نہیں یا اشارہ کیا ایک برتن کیطرف
اور کہا کہ یہ سرکہ مہر ہو حالانکہ وہ شراب ہو یا ایک شخص کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ غلام مہر ہو حالانکہ وہ حر ہو تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ تسلیم کرنا حر کا
متعذر ہو اسیطرح تسلیم خمر اور خنزیر کا بھی متعذر ہو کہ مسلمان کے کام کی نہیں او دابۃ او ثوبا او دارا ولم یبین جنسہا لفحش الجہالۃ یا نام لیا مہر جانور کا یا کپڑے کا
یا گھر کا اور نہ بیان کیا انکی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر پکا یا کچا تو ایسا مہر صحیح نہیں بسبب کثرت جہالت کے کچھ امتیاز
نہیں ہو سکتی لہذا ان صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا وتجب متعۃ لمفوضۃ وہی التی زوجت بلا مہر طلقت قبل الوطی اور واجب ہو متعہ مفوضہ کو اسواسطے مفوضہ وہ عورت
جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہو قبل وطی کے وہی درع وخمار وملحفۃ لا تزید علی نصفہ ای نصف مہر المثل لو الزوج غنیا ولا تنقص عن خمسۃ دراہم
لو فقیرا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہیں ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سر سے قدم تک زیادہ نہوا ان تینوں کپڑوں کی قیمت نصف
مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہو اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہو وتعتبر المتعۃ بحالہما کالنفقۃ بہ یفتی اور معتبر ہو متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ کے
اسیکا فتوی ہو بحر الرائق میں ہو کہ اگر دونوں محتاج ہیں تو واجب ہو کرباس متوسط ہو اور اگر دونوں غنی ہیں تو واجب ہو ریشمی کپڑا متوسط ہو اور ایک غنی ہو اور دوسرا
محتاج تو کپڑا متوسط ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحب المتعۃ لمن سواہا ای المفوضۃ الا من سمی لہا مہر وطلقت قبل وطی فلا تستحب لہا بل للموطوءۃ
سمی لہا مہر اولا فالمطلقات اربع اور مستحب ہو متعہ دینا سوا مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اسکے واسطے متعہ مستحب نہیں
بلکہ متعہ اس عورت کو مستحب ہو جسکی وطی ہوئی اور اسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتیں چار قسم ہیں ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا تو اسکے
واسطے متعہ واجب ہو دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تھا اور وطی نہوئی تو اسکو متعہ دینا مستحب نہیں تیسری وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہوا چوتھے
وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر اسکا معین تھا تو ان دونوں کو متعہ دینا مستحب ہو کذا فی حاشیۃ المدنی والطحاوی وما فرض بتراضیہما او بفرض قاض
مہر المثل بعد العقد الخالی عن المہر او زید علی ما سمی فانہا تلزمہ بشرط قبولہا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ ومعرفۃ قدرہا وبقاء الزوجیۃ علی الظاہر
جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹھہرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تھا مہر سے یا جو مہر کہ معین ہو چکا تھا اس پر زوج نے زیادہ کیا

یا اُسکے ولی نے سو پہ زیادہ کردیا تو زوج پر لازم ہوجاتا ہے بشرطیکہ قبول کرلے عورت کے مجلس میں یا قبول کرنے عورت کے یہ زیادتی لازم ہوگی در صورت معرفت
مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو یہ اگر زوج نے کہا کہ میں نے تیرا مہر زیادہ کردیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زیادتی مجہول ہے
اور اگر بعد طلاق بائن کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زوجیت باقی نہیں ہے وفی الکافی جدد النکاح بزیادۃ الف لزمہ الالفان علی الظاہر
اور کافی میں یوں ہے کہ زوج نے نکاح کی تجدید کی ہزار درم زیادہ کرکے تو اسپر دو ہزار لازم آوینگے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر دو ہزار اسواسطے
لازم ہوے کہ ایک ہزار اول نکاح کے اور ایک ہزار دوسرے نکاح کے وفی القنیۃ لو وہبتہ مہرہا ثم اقر بکذا من المہر وقبلت صح ویحمل علی الزیادۃ وفی البزازیۃ
الاشبہ انہ لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور قنیہ میں ہے کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر ہبہ کیا پھر اقرار کیا زوج نے کتنے مہر کا اور قبول کرلیا عورت نے تو صحیح ہے
اور یہ محمول ہوگا مہر زیادہ کرنے پر اور بزازیہ میں ہے اشبہ بحق یہ ہے کہ یہ اقرار صحیح نہیں بدون قصد زیادتی کے لا ینصف لاختصاص التنصیف بالمفروض
فی العقد بالنص یعنی جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا مسمی پر اُسکی تنصیف نہوگی طلاق قبل وطی میں اسواسطے مخصوص ہے تنصیف عقد کے
مفروض مہر سے بموجب نص قرآن کے قرآن میں ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدھا مہر مفروض دینا لازم ہوا اور عرف میں مفروض اُسی مہر کو کہتے ہیں
جو عقد کے وقت مقرر ہوا نہ اُسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا بل تتنصف المتعۃ فی الاول ونصف الاصل فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت میں
یعنے مفروض بعد العقد میں اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی صورت میں یعنے زیادت علی المسمی میں وصح حطہا لکلہ او بعضہ قبل او لا ویرتد
بالرد بحر اور صحیح ہے ساقط کردینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اُسکو یا نہ قبول کیا ہوا اور پھر جاتا ہے پھیرنے سے کذا فی البحر یعنے زوجہ
اگر زوج سے اپنا مہر معاف کرے تو صحیح ہے خواہ زوج قبول کرے یا نکرے یہانتک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کے بھی معاف کریگی تو معاف
ہوجاویگا لیکن اگر زوج یوں کہے کہ مہر کا معاف کرنا میں نہیں مانتا تو البتہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہے کہ عورت اپنے مرض الموت میں استفادہ کرے وفی منیۃ
کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں تیرے پاس نہیں لیٹنا جبتک تو مہر سے ابرا نہ کرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضوں نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا اسواسطے کہ حدیث میں
آیا ہے کہ آپسمیں تحفہ دیا کرو تا کہ دوست ہوجاؤ تو جب محبت کیواسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کیواسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن المحیط
والخلوۃ مبتدا خبرہ قولہ الاتی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتدا ہے اور خبر اُسکی مصنف کا آیندہ قول کالوطی ہے یہان سے احکام خلوت صحیحہ کے
شروع ہوے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہے بشرط رفع موانع کے اور مبتدا اور خبر میں موانع کا بیان ہے بلا مانع حسی کمرض لاحدہما یمنع الوطی وصغیر
لا یوطی ومانع طبعی کوجود ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسی وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے مانند وطی کے ہے
مانع حسی وہ ہے جو احساس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ میں
تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار میں مانع حسی سے ٹھہرایا ہے تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل
مثال نہیں ہے وشرعی کاحرام لفرض او نفل ومانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بسکون الراء
وعقل بفتحتین غدۃ وصغیر ولو بزوج لا یطاق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہے رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہے یعنے شرمگاہ کا ایسا بند ہونا کہ دخول
ممکن نہو اور مانع حسی سے قرن ہے قرن بسکون میم ہے یعنے ایسی ہڈی شرمگاہ میں جو مانع ہے دخول کی اور بعضے قرن کو غدہ و ٹھلیک کہتے ہیں اور بعضے
گوشت زائد کہتے ہیں اور مانع حسی سے عفل ہے عفل بفتحتین غدۃ ہے قاموس میں کہا کہ عفل ایک شی ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے جیسے فوطہ بڑھنے کی
بیماری مرد کو ہوتی ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ عفل ایک شی مدور ہے کہ عورت کی شرمگاہ میں نکلتی ہے یعنے مثل بتوڑی کے اور مانع حسی سے لڑکپن ہے اگرچہ زوج ہی کم سن ہو
ایسا لڑکپن کہ قدرت نہو اسکی کہ ساتھ جماع کرنے کی ولا وجود ثالث معہما ولو نائما او اعمی الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل بان لا یعبر عما

یکون بینہا او مجنونا او مغمی علیہ لکن فی البزازیۃ ان فی اللیل صحت لا فی النہار وکذا الاعمی فی الاصح او جاریتہ احدہما فلا یمنع بہ یفتی منتقی اور خلوت مانند وطی
کے ہی بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہی خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر العقل ایسا ہو کہ بیان
نہ کر سکے جو دونوں میں ہوتا ہی یا دیوانہ یا بیہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہیں لیکن بزازیہ میں ہی کہ اگر خلوت رات میں ہو اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو
تو خلوت صحیح ہی اور دن میں خلوت صحیح نہیں اسواسطے کہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہی اور بیہوش گاہے ہوش میں آتا ہی اور ایسا ہی حال اندھے کا ہی قول
اصح میں یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہیں یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی الملتقی بحر الرائق میں کہا
کہ جاریہ میں اختلاف ہی بعضوں نے کہا کہ جاریہ مانع خلوت کی نہیں زوجین کی ہو یا اور کسیکی اور بعضوں نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہی خلوت کی بخلاف
جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہی کہ زوج اور زوجہ دونوں کی جاریہ مانع خلوت کی نہیں کذا فی الخلاصۃ اور اسی پر فتوی ہی کذا فی المجتبی اور امام سرخسی نے
مبسوط میں کہا دونوں کی جاریہ مانع ہی خلوت کی اور یہی ہی قول امام اور صاحبین کا اسواسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہیں ہو سکتا
انتہی محل المقصود منہ وجہ کی جاریہ کے روبرو وطی کرنا کسی طرح حلال نہیں اسواسطے کہ وہ اجنبی ہی زوج سے اور لائق یہ ہی کہ اس قول سے عدول نہ کیجیے کہ باعتبار درایۃ
اور روایت کے قوی ہی اور عجب یہ ہی کہ امام اور صاحبین کے مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متون میں وہ نقل کیجیے حالانکہ کسیطرح لائق ترجیح کے نہیں کذا فی
حاشیۃ المدنی عن الشیخ رحمتی المحشی ولو کلبہ یمنع ان کان عقورا مطلقا وفی الفتح وعندی ان الکلب لا یمنع مطلقا او کان لہا وجیہ والا یکن عقورا او کان لہ
لا یمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہی خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا (کاٹنے والا) ہو تو مطلق مانع ہی زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر میں کہا
کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہیں کٹہا ہو یا نہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہیں کاٹتا تو وہ بخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا
زوجہ کا ہو تو اسکا ہونا مانع ہی خلوت کا اسواسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھکر غضب میں آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہو
یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہیں اسواسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہیں کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت میں مذکور ہو چکا ونفی منہ عدم
صلاحیۃ المکان کمسجد وطریق وصحراء وسطح وبیت بابہ مفتوح واذا لم یعرفہا اور باقی رہگیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے
نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری جسکا دروازہ کھلا ہو اسواسطے کہ یہ مکانات آمد و رفت اور نظر غیر سے خالی نہیں اور
باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعا متصور نہیں وصوم التطوع والمنذور
والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ بالافساد ومفادہ انہ لو اکل ناسیا فامسک فخلی بہا ان تصح وکذا اکل
ما اسقط الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات اور قضا کا مانع نہیں صحت خلوت کا قول اصح میں اسواسطے کہ ان روزوں کے
توڑنے میں کفارہ نہیں اور مفاد اس تعلیل کا یہ ہی کہ اگر صائم بھولکر کھا گیا پھر اُسنے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو خلوت صحیح
ہوگی اسواسطے کہ اسمیں کفارہ نہیں چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم میں ہو چکی اور اسیطرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہیں کذا فی النہر
بل المانع صوم رمضان اداء وصلوۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہی ادا کے رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور
باقی رہگیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنی زوج نے کہا عورت سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھکو طلاق ہی پھر اُسنے خلوت کی
تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت کرتے ہی عورت مطلقہ ہوگئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ میں ہی
کہ اس طلاق میں عدت واجب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی کالوطی فیما یجی ولو کان الزوج مجبوبا او عنینا او خصیا او خنثی ان ظہر حالہ والا فنکاحہ
موقوف یعنے خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہی چند احکام میں جنکا ذکر آگے آتا ہی اگرچہ زوج مقطوع الذکر ہو یا عنین یعنی نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو

بشرطیکہ خنثی کا حال قبل خلوت کے کھل گیا ہو یعنے مرد ہونا اُسکا ثابت ہوگیا ہو تب اُسکی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثی کا حال ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہی یا عورت تو اُسکا نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثی کی خلوت مانند وطی کے نہین وما فی البحر والاشباہ لیس علی ظاہرہ کما بسطہ فی النہر اور جو خنثی کا مسئلہ بحر الرائق اور اشباہ مین ہی وہ اپنے ظاہر پر محمول نہین چنانچہ اُسکو خوب بیان کیا ہی نہر الفائق مین ہم اشباہ مین کہا ہی کہ اگر خنثی کے باپ نے اُسکا نکاح مرد سے کیا پھر مرد نے اُس سے وطی کی تو جائز ہی اور اگر مرد وطی نہ کرسکا تو مجھکو اسکا علم نہین اور اگر خنثی کے باپ نے اُسکا نکاح عورت سے کیا پھر خنثی نے عورت سے وطی کی تو جائز ہی اور نہین تو اُسکی مدت مقرر ہوگی عنین کی مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یون ظاہر ہوتا ہی کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثی کے خلوت کرنا اُسکو جائز ہی اور نہر الفائق مین مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے اُسکے حال کے موقوف ہی پھر بعد بالغ ہونے کے اگر خنثی مرد نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تھا تو نکاح باطل ہی اس عبارت سے صریحًا ثابت ہوتا ہی کہ خنثی کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے اُسکے حال کے صحیح نہین وفیہ عن شرح الوہبانیۃ تذکرون العنۃ لمرض او کبر سن او ضعف خلقۃ اور نہر الفائق مین ہی شرح وہبانیہ سے اور کبھی ہوتی نامردی بیماری سے یا ضعف پیدایش سے یا درازی عمر سے ہم یہ جواب اُس سوال کا ہی جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہی نہر الفائق مین کہا کہ اگر خنثی بعد بالغ ہونے کے جماع پر قادر نہو تو اُسکی مدت مقرر ہوگی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہی کہ نامردی تو درازی عمر مین ہوتی ہی بلوغ کیوقت تو جوش شہوت کا زمانہ ہی اسوقت مین نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہین بلکہ بیماری اور ضعیف خلقت سے بھی ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب او من المجبوب یعنے خلوت صحیحہ یا مانند وطی کے ہی ثابت ہونے نسب مین اگرچہ خلوت مقطوع الذکر و انثیین سے ہو مناسب یون تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہوجاتا ہی خلوت پر موقوف نہین وفی تاکد المہر المسمی و مہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہوجانے مین یعنے جیسے وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل غیر مسمی مین زوج پر لازم ہوتا ہی ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونون لازم ہوجاتے ہین والنفقۃ والسکنی اور خلوت مانند وطی کے ہی نفقہ اور سکنی لازم ہونے مین یعنے نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کرکے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنے تا عدت لازم ہوگا والعدۃ وحرمۃ نکاح اختہا واربع سواہا فی عدتہا اور خلوت مانند وطی کے ہی جو سبب عدت مین اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اُسکے سواے چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین اسکی عدت کے اندر یعنے عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کرکے اُسکو طلاق دی تو اُسکی عدت مین اُسکی بہن سے نکاح حرام ہی اور اسیطرح سواے اس عورت کے اور چار عورتون سے نکاح کرنا اُسکی عدت مین حرام ہی وحرمۃ نکاح الامۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی لونڈی کے نکاح حرام ہونے مین یعنے حرہ منکوحہ بعد خلوت کے مطلقہ ہوئی تو اُسکی عدت مین لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی ومراعات وقت الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے ہی وقت طلاق کے رعایت کرنے مین عورت کے حق مین یعنے وطی جیسے بعد وطی کے مسنون ہی کہ طہر مین طلاق دینی چاہیے نہ حیض مین ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت طلاق کی رعایت رکھے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق مین آویگی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسیطرح خلوت مانند وطی کے ہی دوسری طلاق بائن پڑنے مین بنا بر قول مختار کے یعنے خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہوگی قول مختار مین اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہی علما کے نزدیک احتیاطًا اور مفید تصریح اسکی حاشیہ طحطاوی اور مدنی مین ہی جسکو زیادہ شوق ہو وہان دیکھ لے لا تکون کالوطی فی حق بقیۃ الاحکام کالغسل نہین ہی خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق مین جیسے غسل مین یعنے وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہی اور خلوت صحیحہ سے نہین والاحصان اور نہین ہی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان مین یعنے وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہی اور خلوت سے نہین محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والی کے و محرمۃ اشباہ ا دہین خلوت ہی

مانند وطی کے بیٹیوں کی حرمت میں یعنے مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اُسکی بیٹی مرد پر حرام ہوا اور خلوت سے اُس عورت کی بیٹی حرام نہیں وَ حِلِّهَا لِلْاَوَّلِ اور
نہیں خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے میں پہلے زوج کیواسطے یعنے مطلقہ ثلثہ زوجۂ ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہے اور زوج
ثانی کی خلوت سے اُسکو حلال نہیں ہوتی وَالرَّجْعَةِ اور نہیں خلوت مانند وطی کے رجعت میں یعنے وطی کے بعد طلاق دینے میں رجعت درست ہے اور خلوت کے بعد
طلاق ہونے سے رجعت درست نہیں اسواسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہیں ہوتی بلکہ بائن ہوجاتی ہے چنانچہ ذخیرہ وغیرہ میں اسکی تصریح موجود ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وَالْمِيرَاثِ اور نہیں خلوت مانند وطی کے درحق میراث یعنے اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت میں زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی
مرد کی بخلاف وطی کے وتزویجها کالابکار علی المختار وغیرہ لکنہ نظمہ صاحب النہر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتوں کے ہے بنا بر قول مختار کے
یعنے جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اُسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتوں کے ہوگا اور سوا اسکے اور احکام میں جنمیں خلوت وطی کی مانند نہیں جیسے اجازت
نکاح موقوف کی خلوت سے نہیں ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہے اور کہا ہے وَخَلْوَةُ الزَّوْجِ مِثْلُ الْوَطْءِ فِي صِحَّةٍ ٭ وَتَخْصِيصُهُ
وَبَعْدَ الْعَقْدِ تَحْصِيلٌ ٭ اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہر چند صورتوں میں اور مغائر ہے وطی کے چند صورتوں میں اور اس نظم سے جو کہ موتیوں کی لڑی ہے
احکام خلوت کی تحصیل ہے ۞ تکمیل مہر و عدۃ وکذا نسب ٭ انفاق سکنی ومنع الاخت مقبول ٭ خلوت برابر ہے وطی کے تکمیل مہر میں اور وجوب عدت میں اور ثبوت
نسب میں اور نفقہ دینے میں اور سکنی میں اور بہن کے نکاح منع ہونے میں مقبول ہے یہ قول علما کے نزدیک اور دونہیں ۞ وَاَرْبَعٌ وَكَذَا تَلِقُوا الْاِمَاءَ وَالْقِدْ وَاِرْ
زمان فراق فیہ تجمیل ٭ اور خلوت مانند وطی کے ہے چار عورتوں کے نکاح حرام ہونے میں اُسکی عدت کے اندر اور اسیطرح علما نے لونڈیوں کو کہا ہے اور مقرر زمانہ
کی ہے علما نے زمانہ فراق کی جسمیں خصت کرنا ہے یعنے طہر کے وقت طلاق دینا چاہیے بعض میں ۞ وَاَوْقَعُوا فِيهِ تَطْلِيقًا اَوْ اَلْحَقُوا ٭ فَقِيلَ لَا وَهُوَ اَلِاْوَلُ الْقَلِيلُ ٭
اور واقع کی ہے علما نے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہوا اول طلاق سے اور بعضوں نے کہا کہ دوسری طلاق نہیں واقع ہوتی اور درست
پہلا ہی قول ہے یعنے واقع ہوتی ہے ۞ المفائز فی الاحصان یا اهلی ٭ ورجعۃ کذا التوریث معقول ٭ لیکن وہ احکام جنمیں خلوت مغائر ہے
وطی کی اول انمیں سے احصان ہے اے میرے مقصود اور رجعت ہے اور اسیطرح وراثت معقول ہے ۞ سقوط وطی واحلال لها وکذا ٭ تحریم بنت
نکاح البکر مبذول ٭ اور ساقط ہونا وطی کا یعنے جب ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اُسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے
مطالبہ کرنے کا حق ہے اور حلال ہونا زوجہ کا یعنے زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف
وطی کے اور اسیطرح حرام ہونا بیٹی کا یعنے اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہیں بخلاف وطی کے
اور نکاح باکرہ مبذول ہے یعنے باکرہ کی طرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنے اتیذان میں اسکا سکوت قائم مقام نطق کے ہے باکرہ کے مانند ۞
کذا الفئ والتکفیر یا فرشا عیا وقد وکذا بالغسل تکمیل اسیطرح ایلا سے رجوع کرنا یعنے زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نہ کرونگا پھر اگر قسم
پوری کی تو طلاق بائن ہوئی اور اگر مدت مذکورہ میں وطی کی تو اُسکو فئی کہتے ہیں یعنے نکاح باقی رہنے کی طرف رجوع کی تو ایلا کرنے والے کا
رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہے نہ خلوت سے اور اسیطرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہیں ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہے اور اسی طرح
خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف فاسد نہیں ہوتی بخلاف وطی کے اور اسیطرح خلوت سے غسل واجب نہیں ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل کے
تکمیل ہوئی اُن مسائل کی جنمیں خلوت مانند وطی کے نہیں وَلَوِ افْتَرَقَا فَقَالَتْ بَعْدَ الدُّخُولِ وَقَالَ الزَّوْجُ قَبْلَ الدُّخُولِ فَالْقَوْلُ لَهَا
لانکارها سقوط نصف المهر وان انکرت الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ میں سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دی بعد دخول کے
اور زوج نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ منکر ہو وطی کی تو بھی اسکا قول معتبر ہوگا

اور پورا مہر واجب ہوگی **ولو لم تمکنہ فی الخلوۃ فان بکرا صحت والا لا لان البکارۃ انما تزول** کر ہا کما بحثہ الطرسوسی واقرہ المصنف اور اگر یہ قادر ہو سنے دیا زوجہ نے زوج کو خلوت میں تو اگر زوجہ باکرہ ہے تو خلوت صحیح ہوئی اور اگر باکرہ نہیں تو خلوت صحیح نہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی ہے طرسوسی نے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں **ولو قال ان خلوت بک فانت طالق فخلا بہا طلقت بائنا لوجود الشرط ووجب نصف المہر ولا عدۃ علیہا بزازیۃ** اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھکو طلاق ہے پھر خلوت کی زوجہ سے تو اسکو طلاق بائن ہوگئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہوگا نصف مہر اور عدت اُس عورت پر واجب نہیں کذا فی البزازیۃ پھر جب عدت ہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی ہوگا اسواسطے کہ یہ چیزیں فروع عدت سے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحاوی **وتجب العدۃ فی الکل ای کل انواع الخلوۃ ولو فاسدۃ احتیاطا** ای استحسانا لتوہم الشغل اور واجب ہے عدت کل میں یعنی کل اقسام خلوت میں اگرچہ خلوت فاسدہ ہو خلوت سے عدت واجب ہے احتیاطا یعنے باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنے اس توہم سے کہ رحم عورت کا نطفۂ زوج سے مشغول ہوگیا ہر چند سابق میں خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہو چکا لیکن مصنف نے یہاں علیحدہ ذکر کرکے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونوں میں عدت واجب ہے چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے **وقیل قائلہ القدوری واختارہ التمرتاشی وقاضیخان ان کان المانع شرعیا کصوم تجب العدۃ وان کان حسیا کصغر ومرض نحو لا تجب والمذہب الاول لان النص محمد** قالہ المصنف اور کہا گیا ہے اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہے اسکو تمرتاشی اور قاضی خان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے جیسے روزہ تو عدت واجب ہے اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کمسن ہونا یا مرض ایسی جسنے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہیں اور مذہب مختار اول ہی قول ہے یعنے ہر صورت عدت واجب ہے خلوت صحیح ہو یا نہو اسواسطے کہ تصریح کر دی ہے امام محمد نے جامع صغیر میں چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی شرح میں کہا ہے **وفی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدۃ والمہر فقط حتی لو ماتت الام قبل دخولہ بہا حلت بنتہا** اور مجتبی میں ہے کہ موت بھی مانند وطی کے ہے عدت کے حق میں اور مہر میں فقط یہان تک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اسکی بیٹی حلال ہوگی ماں کے زوج پر **قبضت الف المہر فوہبتہ لہ وطلقت قبل وطی رجع علیہا بنصفہ لعدم تعیین النقود فی العقود** وقبض کیے زوجہ نے ہزار درہم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو ہبہ کیے اور طلاق دی زوجہ کو قبل وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنے پانسو پھیر لے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدھا زوج پر واجب ٹھہرا اور زوجہ نے پورا مہر لے لیا تھا تو آدھا مہر زوجہ کو پھیر دینا چاہیے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اُسکا اعتبار نہیں اسواسطے کہ جو حق الاسترداد تھا وہ بعینہ زوج کو نہیں پہونچا بلکہ غیر مستحق پہونچا بسبب متعین نہونے نقود کے عقود میں مثلاً ایک مرد نے عورت سے نکاح ہزار درہم پر جو اسکے پاس تھے کیا پھر مرد کو اختیار ہے کہ ان درموں کو اپنے پاس رکھے اور انکے مانند اور درہم دیدے اور ایسے ہی بیع وغیرہ عقود میں نقود کی تعیین نہیں ہے **وان لم تقبضہ او قبضت نصفہ فوہبت الکل فی الصورۃ الاولی او ما بقی وہو النصف فی الثانیۃ او وہبت عرض المہر کثوب معین او فی الذمۃ قبل القبض او بعدہ لا رجوع لحصول المقصود** اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نہ کیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورت میں یعنے عدم قبض میں یا باقی مہر کو ہبہ کیا یعنے نصف مہر کو دوسری صورت میں یعنے نصف مہر کے قبضہ کرنے میں یا مہر نقد نہ تھا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو ہبہ کی جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسی کے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوئی عورت کو قبل وطی کے تو ان چاروں صورتوں میں نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہیں پہونچتا بسبب حصول مقصود کے یعنے زوج کا حق بعینہ ملگیا متن میں کر لکھا بالف علی ان لا یخرجہا من البلد او لا **یتزوج علیہا او نکحہا علی الفین ان اقام بہا وعلی الف ان اخرجہا فان وفی بما شرط فی الصورۃ الاولی واقام بہا فی الثانیۃ فلہا**

الا ان لم یعنا یا بہا فمنا صربتان الاولی تسمیۃ المہر مع ذکر شرط ینفعہا والثانیۃ تسمیۃ المہر علی تقدیر وغیرہ علی تقدیر والاول وفی ولم یقیم فمہر المثل لفقد رضاہا
بفوات النفع نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجائیگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح
نہ کریگا یا نکاح کیا عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر میں اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اُسکے شہر سے باہر لیگیا سو اگر زوج
نے شرط کو پوری کی پہلی صورت میں یعنے شہر سے باہر نہ لیگیا یا دوسرا نکاح نہ کیا اور دوسری صورت میں عورت کے شہر میں مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم
ملینگے بسبب راضی ہو جانے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہو دوسری صورت یہ کہ
تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اُسکے سوا دوسری تقدیر یعنے اقامت میں ہزار اور اخراج میں دو ہزار اور اگر شرط پوری نہ کی اول صورت میں اور اقامت
شہر کی نہ کی دوسری صورت میں تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطے نہ راضی ہونے عورت کے مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے منفعت کے لکن لایزاد
فی المسئلۃ الاخیرۃ علی الفین ولا ینقص عن الف لاتفاقہما علی ذلک لیکن مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا دو ہزار سے مسئلہ اخیرہ میں یعنے جسمیں شرط
ہوئی تھی کہ اقامت میں ہزار اور اخراج میں دو ہزار اور کم نہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے اسپر یعنے عورت راضی ہو چکی تھی ہزار پر
حالت اخراج میں تو سکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملیں مثلاً مہر مثل پانچ ہزار تھے تو وہ یہی ہزار پاویگی نہ زیادہ اور اگر مہر مثل پانسو تھے تو ہزار سے کم نہ
دیے جائینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہو چکا تھا ہزار پر حالت اقامت میں تو حالت اخراج میں کیونکر ہزار سے کم ہو سکے ولو طلقہا قبل الدخول ینتصف المسمی
فی المسئلتین لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحیحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو آدھا مہر مسمی دیا جائیگا دونوں مسئلوں میں بسبب
ساقط ہو جانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں شرطیں صحیح ہیں یعنے عورت ہزار پاویگی اگر مرد شہر میں رہا اور دو ہزار پاویگی
اگر اسکو باہر لیگیا کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف مالو تزوجہا علی الف ان کانت قبیحۃ وعلی الفین ان کانت جمیلۃ فانہ یصح الشرطان اتفاقا
فی الاصح لقلۃ الجہالۃ مسئلہ سابقہ پر خلاف ہی اسکے کہ جب نکاح کیا عورت سے ہزار پر اگر بدصورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہ دونوں شرطیں
صحیح ہیں باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں بسبب قلت جہالت کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہیں کہ جسکی معرفت دشوار ہو
اور اسکے حصول اور عدم حصول میں تردد واقع ہو تو دونوں شرطیں صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت اخراج کے کہ اُسکا وجود اور عدم دونوں محتمل ہیں تو
ایسی شرط صحیح نہیں بخلاف مالو تردد فی المہر بین القلۃ والکثرۃ للمشیئۃ والبکارۃ فانہا ان ثیبا لزمہ الاقل والا فمہر المثل لایزاد علی الاکثر ولا ینقص
عن الاقل فتح بخلاف اسکے کہ اگر تردد کی قلت اور کثرت مہر میں بسبب ثیبہ ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنے یوں کہا کہ اگر عورت ثیبہ ہے تو ہزار درم اور
اگر باکرہ ہو تو دو ہزار سو اگر عورت ثیبہ ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلاً ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلاً دو ہزار سے
اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلاً ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدہا ثیبا لزمہ الکل درر وصححہ فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اُسکو ثیب پایا
تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ میں اسواسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کیواسطے نہ بکارت کے واسطے تو
یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے ولو تزوجہا علی ہذا العبد او علی ہذا الالف او الالفین او علی ہذا
العبد او ہذا العبد او علی الف او الفین او ذا لم احدہما اوکس حکم القاضی مہر المثل فان مثل الارفع او فوقہ فلہا الارفع وان مثل الاوکس او دونہ فلہا الاوکس
والا فمہر المثل اور اگر مہر میں نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد الجنس ہوں خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر
یا اس ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یوں کہا کہ دو میں سے کسی پر اور اُن دو چیزوں میں ایک
کم قیمت ہو اور دوسری زائد تو حکم کریگا ان صورتوں میں قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والے کے برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز

ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کے برابر ہو یا اُس سے بھی کمتر ہو تو عورت کو کم قیمتی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل ہی ملیگا **وفی الطلاق قبل الدخول تحکم متعۃ المثل** لانہا الاصل حتی لو کان نصف الاوکس اقل من المتعۃ وجبت المتعۃ فتح اور اسی مسئلہ مین طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعہ مثل کا اسواسطے کہ متعہ مثل کا اصل ہے فساد تسمیہ کیوقت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سوا اگر متعہ مثل کا برابر ہے نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہے نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملیگا اور اگر متعہ مثل برابر ہے نصف کم قیمتی چیز سے تو اسکو اس عورت نصف کم قیمتی ملیگا یہانتک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہوگا متعہ سے تو واجب ہوگا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر مین ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو تزوجہا علی فرس** او عبد او ثوب ہروی او فراش بیت او عدد معلوم من نحو ابل **فالواجب فی کل جنس لہ وسط الوسط او قیمتہ** اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر مثلاً ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہوگا متوسط ہر جنس متوسط والی مین یا قیمت متوسط کی جو واجب ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اسکی قیمت دے **وکل ما لم یجز السلم فیہ فالخیار للزوج والا فللمرأۃ** اور جو چیز کہ جسمین بیع سلم جائز نہین جیسے جانور اور جواہر اور مچھلی تو اسمین اختیار زوج کا ہے خواہ جانور وغیرہ کو دے خواہ اسکی قیمت کو اور جس چیز مین کہ بیع سلم جائز ہے جیسے مکیل اور موزون تو اسمین عورت کا اختیار ہے چاہے وہی چیز لے چاہے اسکی قیمت لے **وکذا الحکم** من لزوم الوسط **فی کل حیوان ذکر جنسہ** ہو عند الفقہاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام دون نوعہ ہو المقول علی کثیرین متفقین فیہا اور ایسا ہی ہے حکم یعنے لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے مین جس حیوان کی جنس ذکر ہوئی ہو نہ اسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اُسکو کہتے ہین جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام مین مختلف ہون جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونون پر صادق آتا ہے اور دونون کے حکم فقہ مین مختلف ہین مثلاً مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہے نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہے فرس غازی کا غنیمت مین حصہ ہے نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے نزدیک اسکو کہتے ہین جو کثیر متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت **بخلاف مجہول الجنس کثوب ودابۃ لانہ لا وسط لہ** بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنے اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اس جنس کا متوسط نہ مراد ہوگا اسواسطے کہ مجہول الجنس مین متوسط نہین مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہون جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونون کو شامل ہے جیسے حریر اور غیر حریر پھر ان دونون مین باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہے اور اسیطرح جانور مین بڑا اختلاف ہے بعضے حلال بعضے حرام بعضے سواری کے لائق ہین بعضے نہین تو اگر مجہول الجنس کا مہر مین نام لیا جاوے گا تو تسمیہ فاسد ہے اسوقت مین مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **ووسط العبید فی زماننا الحبشی** اور غلامون مین متوسط ہمارے زمانے مین حبشی غلام ہے ذخیرہ مین کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانے مین سندھی غلام ہے اور ادنیٰ ترکی اور اعلیٰ ہندی اور مصر مین صاحب بحرالرائق کے وقت مین حبشی متوسط اور اعلیٰ رومی اور ادنیٰ سیاہ غرضکہ اعلیٰ اور ادنیٰ اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور ہر زمانے کے مختلف ہے جو جس ملک مین ہو وہین کے رواج کا اعتبار ہے **وان مہرہا العبدین والحال ان احدہما حر فمہرہا العبد عند الامام ان ساوی اقلہ ای عشرۃ دراہم والا کمل لہا العشرۃ لان وجوب المسمی وان قل یمنع مہر المثل** اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک اُن دونون مین کا حر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک غلام ہوگا نزدیک امام اعظم کے بشرطیکہ برابر ہو اُس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنے دس درم سے اور اگر اُس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو تو پورا کر دیا جائیگا عورت کیواسطے دس درم کو مثلاً اگر غلام سات درم کا تھا تو تین درم ملکر عشرہ پورا کر دیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمیٰ کا اگرچہ کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا **وعند الثانی لہا قیمۃ الحر لو عبداً وجہ الکمال کما لو استحق احدہما** اور نزدیک ابو یوسف کے عورت کو حر کی قیمت ملیگی اگر حر غلام ہوتا یعنے جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اُنمین حر نکلا تو عورت

اس غلام کو لیگی اور حُر کی قیمت لیگی اسطرح کہ حُر کی درصورت غلام ہونے کے جو قیمت ہوسکتی وہی زوج سے طلب کیگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال نے
چنانچہ وہ غلاموں میں سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسطرح اایک کے حُر ہونے میں بھی اسکو قیمت ملیگی **ویجب**
**مہر المثل فی نکاح فاسد** وہو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشہود اور واجب ہے تاہو مہر مثل نکاح فاسد میں نکاح فاسد وہ جسمیں کوئی شرط شرائط
صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہ نہوں یعنے بدون گواہوں کے زوجین نے ایجاب وقبول کرلیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح
صحیح نہیں فاسد ہے اور اسیطرح دو بہنوں سے ساتھی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا پانچویں
عورت سے چوتھی عورت کی عدت میں نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب صورتیں نکاح کی فاسد ہیں واسطے کہ صحت نکاح کی انمیں شرط نہیں **بالوطی فی القبل لا بغیرہ**
**کالخلوۃ لحرمۃ وطیہا** مہر مثل واجب ہے تاہو نکاح فاسد میں فرج میں جماع کرنے سے نہیں واجب ہوتا مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنے جیسا خلوت سے
نکاح صحیح میں مہر واجب ہوتا ہے اسطرح نکاح فاسد میں خلوت سے مہر واجب نہیں ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کے یعنے نکاح فاسد میں جماع عورت کا حرام ہے
تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ ملنے کی ہو واسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہیں ہوسکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی میں شرط یہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر
سے نکاح فاسد میں مہر نہیں واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی ولم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او
جہل لزم بالغا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہو جانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا واسطے فساد مہر مسمی
بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد میں مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اسکی مقدار مجہول او رنا معلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا
کتنا ہی کیوں نہو ہم نکاح فاسد میں اگر مہر مثل کم ہوگا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلا پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہ ہوگا
بخلاف نکاح صحیح کے کہ اسمیں مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم پورے کیے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا
کتنا ہی کیوں نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہو جاوے کما فی حاشیۃ المدنی والحلبی وثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح
خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کردینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون
حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو قول اصح میں ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کے واسطے اسواسطے کہ عقد
فاسد کا مرتکب ہونا پھر اسکو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہیں یعنے اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہے تو ماتن کو لازم
تھا بجائے لکل واحد علی کل واحد بولنا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ میں منافات نہیں جو علی کل واحد ماتن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے
کہا بلکہ واجب ہے قاضی پر جدائی کر دینا درمیان دونوں کے یعنے اگر زوجین فسخ نہ کریں تو قاضی پر تفریق واجب ہے **وتجب العدۃ بعد الوطی**
**لا الخلوۃ للطلاق لا للموت** اور واجب ہے عدت نکاح فاسد میں بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہے عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنے نکاح فاسد میں
بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مرگیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنے تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے عدت
موت کی نہ واجب ہوگی یعنے چار مہینے اور دس دن کی **من وقت التفریق** او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح عدت واجب ہے تفریق
قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح میں **ویثبت النسب** احتیاطا بلا دعوۃ اور ثابت ہوگا نسب بنابر
احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوے کے یعنے اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا **وتعتبر** مدتہ وہی ستۃ اشہر **من الوطی** اور معتبر ہوگی
مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کے چھ مہینے ہیں **فان کانت منہ الی الوضع اقل مدۃ الحمل** یعنی ستۃ اشہر فاکثر **یثبت النسب** والا بان
ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر لا یثبت ہذا قول محمد وبہ یفتی پھر اگر ہو وقت وطی سے پیدائش تک کمتر مدت حمل کی یعنے چھ مہینے

ہون یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے ہو اسطرح کہ جنے لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب ثابت ہوگا یہ قول ہی محمد کا اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے
کہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونے کے موجب وطی کا نہیں بخلاف نکاح صحیح کے کہ اسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہی وقالا ابتداء المدة من وقت العقد
کالصحیح ورجحہ فی النہر بانہ احوط وذکر من التصرفات الفاسدة احدی وعشرین نظم منہا العشرة التی فی الخلاصة فقال اور کہا امام اعظم اور ابو یوسف نے
کہ ابتدا مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہی مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہی اس قول کو نہر الفائق مین اس طرح کہ اسی مین زیادہ تر احتیاط ہی
اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ کے اکیس ذکر کیے ہین اور انمین سے دس نظم کیے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون کہا ہے
وفاسد من العقود عشرہ اجارة وحکم ہذا الاجرة وجوب ادنی المثل والمسمی ہو ان کان مع فقدہ کالمسمی ہو اور عقد فاسد دس ہین ایک انمین سے
اجارہ فاسدہ ہی اور حکم اسکا ہی وجوب اجرت کا اس طرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہی تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنے اگر اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو
اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنے اگر تسمیہ اجر کا نہوا یا اجر مجہول
ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہی جسمین شروط صحت اجارہ کے نہون ہے والواجب الاکثر فی الکتابة من الذی سماه او
من قیمة ہ اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سے زائد ہو وہ واجب ہی ہے فی النکاح المثل ان یکن فعل ہ وخارج البذر للمالک اجل ہ اور نکاح فاسد مین
مہر مثل واجب ہی اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوئی ہی کھیت مین وہ بیج کے مالک کی ہی پھر اگر بیج زمین والے کا ہی تو عامل کو اجر مثل
ہی اور اگر بیج عامل کا ہی تو زمین والے کو اجرت زمین کی ہی ہے والصلح والرہن لکل نقضہ ہ امانة کالصحیح حکمہ ہ اور صلح فاسد اور رہن فاسد مین ہر ایک کو
عاقدین مین سے اختیار ہی توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ مین امانت ہی اور اسیطرح رہن مرتہن کے ہاتھ مین امانت ہی یا صلح فاسد کا مثل صلح
صحیح کے حکم ہی اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہی ہے ثم الہبة مضمونة یوم قبض ہ وصح بیعہ لعبد قرض ہ پھر ہبہ فاسد مین موہوب کا ضمان ہی جس دن کہ
جس دن قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہی تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہی قرض لینے والے کو اور اسوقت مین
اسکی قیمت کا ضمان دیگا مقرض کو ہے مضاربة وحکمہا الامانة ہ والمثل فی البیع ولا القیمة ہ اور مضاربت فاسدہ مین مال مضاربت کا امانت ہی
مضارب کے ہاتھ مین اور بیع فاسد مین اگر مثلی چیز ہی تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر اور اگر قیمت والی چیز ہی تو قیمت کا ضمان اور آگے ان
عقود کے خود تصریح آویگی اسواسطے کہ زیادہ تر تصریح کرنا ضرور نہین والحرة مہر مثلہا الشرعی مہر مثلہا اللغوی ای مہر امرأة تماثلہا اور حرہ کا مہر مثل
شرعی وہ ہی جو اسکے مثل لغوی کا مہر ہی یعنے مہر مثل شرع مین اسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والی کا مہر ہو من قوم ابیہا لا امہا ان لم تکن من قومہ
کبنت عمہ وہ عورت برابر والی اس عورت کے باپ کی قوم سے ہو نہ اسکی ماں کی قوم سے اگر اسکی ماں اسکے باپ کی قوم سے نہو اور اگر ماں بھی
باپ کی قوم سے ہو جیسے اسکے چچا کی بیٹی تو ماں کی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دونون ایک ہی قوم کٹھرے خلاصہ یہ کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہی
ہی نہ ماں کی قوم کا وفی الخلاصة یعتبر باخواتہا وعماتہا فان لم تکن فبنت الشقیقة وبنت العم انتہی ومفادہ اعتبار الترتیب فلیحفظ اور خلاصہ مین ہی
کہ مہر مثل مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پھوپھیون کا پھر اگر وہ نہونگی تو سگی بھانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد قول
خلاصہ کا یہ ہی کہ باپ کی قوم مین بھی ترتیب کا اعتبار ہی اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہی پھر اور قرابت والے درجہ بدرجہ اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر
المماثلة فی الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودینا وبکارة وثیوبة وعفة وعلما وادبا وکمال خلق
وعدم ولد ہ معتبر ہی برابری اس عورت کے باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر کے رہنے
مین اور ہم عصر ہونے مین اور عقل مین اور تقوی مین اور باکرہ ہونے مین اور ثیبہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم وادب مین اور کمال خلق مین اور نہ لڑکا ہونے مین

تو چھوٹی عورت بڑی عورت کی برابر نہیں اور خوبصورت بدصورت کے برابر نہیں اور مالدار مفلس کے برابر نہیں اور ایک شہر کی رہنے والی دوسرے شہر والی کے برابر نہیں
اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والی کے برابر نہیں اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہیں اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہیں اور باکرہ اور غیر باکرہ برابر نہیں اور عفیفہ اور غیر عفیفہ
برابر نہیں اور عالمہ اور غیر عالمہ برابر نہیں اور باادب والی اور بے ادب برابر نہیں اور خلیق اور بدخلق برابر نہیں اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہیں وتعتبر حال الزوج ایضا
ذکرہ الکمال وقال فی مہر الامۃ بقدر الرغبۃ فیہا اور معتبر ہے حال زوج کا بھی مماثلت میں یعنے اس عورت کا زوج اور عورتوں کے ازواج کے برابر ہو مال اور حسب میں ذکر
کیا اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور کہا ہے لونڈی کا مہر مثل بقدر اسکی خواہش کے ہے یعنے دیکھنا چاہیے کہ اسکا خواہش کرنے والا کہاں تک مہر دے سکتا ہے
وہی اسکا مہر مثل ہے اور لونڈی میں اسکے باپ کی قوم کا کچھ اعتبار نہیں بحر الرائق میں کہا کہ مہر مثل وہاں واجب ہوتا ہے جہاں نکاح صحیح ہوا اور مہر کا تسمیہ فاسد یا تسمیہ مجہول ہو یا
اس چیز کا تسمیہ ہے جو شرعاً حلال نہیں یا نکاح فاسد میں بعد وطی کے مہر مثل ہے اور وطی بالشبہہ میں جو مہر لازم آتا ہے تو مراد اس سے یہ مہر مثل مذکور نہیں ہوتی بلکہ وہاں مہر
سے مراد عقر ہے عقر اسکو کہتے ہیں کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اس عورت کی کیا اجرت ہوتی اسی قدر وطی بالشبہہ میں دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ویشترط فیہ
ای فی ثبوت مہر المثل اخبار رجلین او رجل وامرأتین ولفظ الشہادۃ اور شرط ہے ثبوت مہر مثل میں جو اوپر مذکور ہے کے اندر خبر دینا دو عادل مردوں کا
یا ایک مرد اور دو عورتوں کا اور شرط ہے لفظ شہادت کا یعنے فقط اخبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہیں فان لم توجد شہود عدول فالقول للزوج بیمینہ
وما فی المجتبی من ان للقاضی فرض المہر حملہ فی النہر علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نہ پائے جاویں گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھ تقدیر مہر مثل میں
معتبر ہوگا اور جو مجتبیٰ میں ہے کہ گواہ نہونے میں قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرانا سو جیسا کہ نہر الفائق میں ہے اس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ زوجین فرض
قاضی پر راضی ہو گئے ہوں فان لم یوجد من قبیلۃ ابیہا فمن الاجانب ای فمن قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیہا سو اگر نہ پائے جائیں سب اوصاف
مذکورہ یا بعض عورت کے باپ کی برادری میں تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہوگا یعنے جو وہ قوم ہو مساوی اور مماثل ہو اسکے باپ کی قوم سے تو اونچی
قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہوگا ص شرح مجمع اور برجندی میں ہے کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم میں نہوں تو جس قدر موجود ہوں وہی معتبر ہونگے اسواسطے
کہ ان سب اوصاف کا دو عورتوں میں جمع ہونا متعذر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یوجد فالقول لہ ای للزوج فی ذلک بیمینہ کما مر اگر غیر قوم میں
بھی مماثلت باپ کی قوم کی نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر میں قسم کھانے کے ساتھ جیسا کہ مختصر بیان گذرا وصح ضمان الولی مہرہا
ولو المرأۃ صغیرۃ ولو عاقدا لانہ سفیر لکن بشرط صحتہ فلو فی مرض موتہ وہو وارثہ لم یصح والا صح من الثلث وقبول المرأۃ او غیرہا فی مجلس الضمان
اور صحیح ہے ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اسکا ضامن ہونا درست ہے اسواسطے کہ
ولی عاقد تو محض سفیر معتبر ہوتا ہے حقوق نکاح کے اسپر لازم نہیں آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے تو ولی ضامن زوج کا ولی
یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہوں یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہے تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت میں اور مکفول عنہ یا مکفول لہ
وارث ہے ولی کا تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہیں اور اگر مکفول عنہ یعنے جسکی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنے جسکے واسطے ضامن ہو وارث نہیں ہے
ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کے ثلث مال سے یعنے ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہے
یا اسکے غیر کا مجلس ضمان میں یعنے بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان میں ولی کی ضمانت قبول کرلے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اسکا ولی قبول کرے تب اسکی ضمانت صحیح ہے
نہر الفائق میں ہے کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہو تو اسکا ضامن ہونا قائم مقام ہے عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وتطالب ایا شاءت من زوجہا
البالغ او الولی الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا
اور اگر زوج بالغ نہیں تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فان ادی رجع علی الزوج ان امر کما ہو حکم الکفالۃ پھر اگر ولی ضامن نے

مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیرے اگر امر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہے ضمانت کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو
پھیر لینا نہیں پہونچتا ہے ولا یطالب الاب بمہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوہ بالدفع من مال ابنہ لا من مال نفسہ و مطالبہ نہوگا باپ سے اسکے بیٹے
صغیر محتاج کے مہر کا یعنے اگر باپ مہر کا ضامن نہیں تو اسکے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا اس سے مطالبہ نہوگا لیکن فرزند مالدار صغیر کے مہر کا باپ سے تقاضا ہوگا کہ اپنے
بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوجہ امراۃ الا اذا ضمنہ علی المعتمد کما فی النفقۃ فانہ لا یؤخذ بہا الا اذا ضمن و لا رجوع للاب الا اذا
اشہد علی الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہیں جبکہ نکاح کر دیا ہو اسکا کسی عورت سے یعنے فقط نکاح کر دینے سے باپ کو مہر دینا لازم
نہیں ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے میں وہ ماخوذ باپ سے نہیں ہوتا بدون ضمانت کے اور جبکہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا
کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اسکو پھیر لینا بیٹے سے نہیں پہونچتا مگر جس صورت میں کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرتے وقت یا ضامن ہونے
کے وقت تو البتہ پھیر لے سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لہا منعہ من الوطی ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطی او خلوۃ رضیتہما لان
کل وطئۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی جائز ہے عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اسکے دواعی سے یعنے تقبیل اور مساس سے
کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لیجانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اس وطی یا خلوت کے بعد جو اسکی رضامندی سے ہو چکی یعنے عورت کو
مہر معجل کے لینے کے واسطے وطی اور سفر سے روکنا پہونچتا ہے اگرچہ اسکی خوشی سے ایکبار وطی ہو چکی ہو یا خلوت ہو چکی ہو تو بھی اسکو منع کرنے کا
حق ثابت ہے اسواسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود ہے یعنے ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے تو تسلیم بعض کی موجب نہیں تسلیم باقی کی الا خذ ما بین تعجیلہ من المہر کلا او بعضا
او قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یؤجل او یعجل کلہ فکما شرطا لان الصریح یفوق الدلالۃ عورت کو جائز ہے
روک دینا وطی کا واسطے لینے اس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہو چکا ہے کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اسقدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہے اس سے
عورت کو عرف میں اسی کا فتویٰ ہے اسواسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہے رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہوگئی ہو اور اگر کل مہر کی تاجیل
مقرر ہو چکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہیئے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا یعنے مہر موجل میں عورت کو منع کرنا وطی سے نہیں پہونچتا اور معجل میں پہونچتا ہے مشروط
مروج پر اسواسطے کہ مقدم ہے اکہ صریح فائق ہے دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہے بخلاف منظومہ کے کہ اسنے اپنے فتاوی میں عدم صحت کو ترجیح کی ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا جہل الاجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالا غایۃ الا التاجیل لطلاق او موت فیصح للعرف بزازیۃ مہر موجل میں عورت کو حق منع وطی کا نہیں مگر
اسوقت جبکہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کو جیسے مہر کی مدت مقرر ہوئی ہو زوج کی کشایش تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزوں کا ایک وقت
مقرر نہیں تو ایسی مدت میں مہر فی الحال واجب ہوگا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہے حالانکہ اسمیں بھی جہالت
ثابت ہے کہ ہرگز طلاق یا موت کا وقت معین نہیں مگر صحیح ہے بسبب رواج کے کذا فی البزازیۃ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم میں عادت
ماثورہ اور شریعت ... ہوگئی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ہم اکثر بلاد ہندوستان میں بھی ایسا مروج ہے بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز
نہیں لیتی نادانی سے ... جانتی ہے کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہو جاویگا وعن الثانی لہا منعہ ان اجل کلہ وبہ یفتی استحسانا ولوالجیۃ اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ
عورت کو منع وطی کا حق ہے اگر کل مہر کی مدت مقرر ہوگئی ہو اور اسی پر فتویٰ ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیۃ دلیل استحسانی یہ ہے کہ جب زوج نے سب مہر کی
مدت مقرر کی تو گویا اپنے حق استمتاع کے ساقط ہونے پر راضی ہوگیا اسواسطے مہر بدلا ہے استمتاع کا خلاصہ میں ہے کہ استاذ ظہیر الدین کا فتویٰ عدم امتناع پر ہے
اور صدر شہید کا فتویٰ جواز امتناع پر ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ اسمیں فتویٰ مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر لو تزوجہا علی
مائۃ علی ان یعجل اربعین لہا منعہ حتی تقبضہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرط انکے نقدا ادا مدت میں کہ

اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کریگا تو عورت کو جائز ہے کہ منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہانتک کہ باقی درمون کو بھی قبضہ کرلے ولہا النفقۃ فی المنع
اور ثابت ہے عورت کے واسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہوچکا ہو ولہا السفر والخروج
من بیتہ بلا حاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ مالم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہے عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کیواسطے
تو بے حاجت نکلنا جائز نہیں اور جائز ہے عورت کو زیارۃ کرنا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جبتک کہ مہر معجل نپایا ہو فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او لزیارۃ
ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پاچکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر بسبب
حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا کسی کا حق عورت پر ہو یعنے اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسی کا قرض عورت پر ہو تو اُسکا نکلنا درست ہے زوج کی اجازت
ہو یا نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت ماں باپکے ہر ہفتہ مین ایکبار یا محارم کی ملاقات کیواسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی
جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست ہے لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کرسکتا ہے نہ نکلے اُنکے سوا مین یعنے سوا ے قرض او رزیارت والدین
محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کیواسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سوا ے ان امور کے نکلنے کی اجازت دیگا تو
زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے والمعتمد جواز الحمام بلا تزیین اشباہ وسیجئی فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہے کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہے بدون آرائش
اور عطر ملنے کے کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقہ مین بھی آوینگے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہے
وہان یہی شرط ہے کہ آرائش اور سنگار نہ کرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردون کی نظر اُسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی او رترمذی اور حاکم مین
درباب حمام وارد ہوئی ہین از انجملہ یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے انکو
حمام کہتے ہین تو مرد اُسمین نجاوین بدون ازار کے اور عورتون کو اُسمین نجانے دو سواے مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویسافر بہا بعد ادا
کلہ مؤجلا او معجلا او کان مامونا علیہا والا یؤد کلہ او لم یکن مامونا لا یسافر بہا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع واختارہ فی الملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف
وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجائے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے موجل ہو یا معجل ہو جبکہ زوج پر اطمینان ہو
عورت کی طرف سے یعنے سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا نہ کیا او رزوج لائق اطمینان کے نہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجاوے
اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی شرح مجمع اور اسی کو پسند کیا ملتقی نے الابحر اور مجمع الفتاوے مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہے
اور اسی پر فتوے دیا ہے ہمارے استاد خیرالدین رملی نے لکن فی النہر والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی
وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتوے وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ لیکن نہر الفائق مین ہے جسپر عمل ہے ہمارے ملک یعنے مصر مین
وہ یہ ہے کہ عورت کو سفر مین نہ لیجاوے اسپر زبردستی کرکے یعنے سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہے اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہے بزازی
وغیرہ نے اور مختار مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور فصول مین ہے کہ فتوے دے مفتی جو اُسکے نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنے اگر زوج امانت دار اور صالح ہو
اور نہ جانے مین عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر مین لیجانے کا فتوے دے والا نہ لیجانے کا فتوے دے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وینقلہا فیما دون
مدتہ ای السفر من المصر الی القریۃ وبالعکس ومن قریۃ الی قریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیۃ بقریۃ یمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ واطلقہ
فی الکافی وعلیہ الفتوے اور لیجاوے زوج زوجہ کو وہان جو مدت سفر سے کم ہو یعنے تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے گانون کی طرف لیجاوے
خواہ گانون سے شہر مین لاوے اور ایک گانون سے دوسرے گانون مین لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہین اور قید لگائی ہے فتاوے
تاتارخانیہ مین گانون کی یعنے ایسے گانون تک لیجانا جائز ہے کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات کے آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی مین

اُسکو مطلق رکھا ہو یون کہکر کہ اسی پر نکاح کیا ہو **وَاِنْ اخْتَلَفَا فِی الْمَهْرِ فَفِی اَصْلِهِ حَلَفَ مُنْكِرُ التَّسْمِيَةِ فَاِنْ نَكَلَ ثَبَتَ وَاِنْ حَلَفَ يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ** اور اگر
اختلاف کیا زوجین نے مہر مین سو اگر اختلاف اصل مہر مین کیا اس طرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تہا اور دوسرے نے کہا نہین تہا لانکہ دونون گواہ
لانے سے عاجز ہین تو قسم کہاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کہائی تو واجب ہوگا مہر مثل
لیکن اگر عورت مدعی ہو تو مہر مثل اُسکے دعوی سے زیادہ ندیا جائیگا مثلاً عورت نے کہا تہا کہ مہر مسمی ہزار تہا اور مثل دو ہزار ہو تو ایک ہزار رہ
پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تہا تو مہر مثل اُسکے دعوی سے کم نہ کیا جائیگا مثلاً مہر مثل ایک ہزار تہا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہو تو دو ہی ہزار
اُسے دلانے جاوینگے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع **وَفِی الْمُسْتَحْلَفِ اِجْمَاعًا** اور مہر مین منکر پر قسم ہو باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سے
ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعۃ کا کہ اُسنے کہا کہ منکر پر قسم ہو صاحبین کے نزدیک امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ امام کے نزدیک نکاح مین قسم نہین ہو
بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان اصل نکاح پر قسم نہین بلکہ مال پر قسم ہو تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی **وَاِنِ اخْتَلَفَا فِی قَدْرِهِ**
**حَالَ قِيَامِ النِّكَاحِ فَالْقَوْلُ لِمَنْ شَهِدَ لَهُ مَهْرُ الْمِثْلِ بِيَمِينِهِ** اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر مین قیام نکاح کیوقت تو قول اُسیکا معتبر ہو جسکی گواہی دے
مہر مثل ساتھ قسم کے لہٰذا اگر مہر مثل زوج کے دعوی سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا
قول مع الیمین معتبر ہوگا **وَاَيُّ اَقَامَ بَيِّنَةً قُبِلَتْ سَوَاءٌ شَهِدَ لَهُ مَهْرُ الْمِثْلِ اَوْ لَهَا اَوْ لَا** اور اختلاف مقدار مین زوجین سے جو اپنے شاہد قائم کریگا مقبول
ہونگے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونون کا شاہد ہو یعنے گواہ ہونیکے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھ اعتبار نہین **وَاِنْ**
**اَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَبَيِّنَتُهَا مُقَدَّمَةٌ اِنْ شَهِدَ لَهُ مَهْرُ الْمِثْلِ وَبَيِّنَتُهُ مُقَدَّمَةٌ اِنْ شَهِدَ لَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ لِاَنَّ الْبَيِّنَاتِ لِاِثْبَاتِ خِلَافِ الظَّاهِرِ** اور اگر دونون نے گواہ
قائم لیے تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوی سے موافق ہوا اور گواہ مرد کے مقدم ہین اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اسواسطے
کہ گواہ مقرر ہوے ہین واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اسیکا دعوی ہو جو مہر مثل سے موافق نہو **وَاِنْ كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ بَيْنَهُمَا تَحَالَفَا**
اور اگر مہر مثل دونون کے مابین ہو تو دونون سے قسم لیجاوے مثلاً عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہوا اور مرد ایک ہزار کا اور مہر مثل ڈیڑہ ہزار ہو تو مہر مثل کسی کے
موافق نہوا بلکہ دونون کے درمیان مین پڑا تو دونون پر قسم آویگی مرد اسطرح قسم کہاوے کہ واللہ مین نے دو ہزار مہر پر نکاح نہین کیا اور عورت اسطرح قسم کہاوے
کہ واللہ مین نے ایک ہزار پر نکاح نہین کیا **فَاِنْ حَلَفَا اَوْ بَرْهَنَا قُضِیَ بِهِ** سو اگر دونون نے قسم کہائی یا دونون گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل کا یعنے
مہر مثل دلاویگا اسواسطے کہ دونون کی قسم اور گواہ برابر ہین کسیکا دعوی ثابت نہین ہو سکتا **وَاِنْ بَرْهَنَ اَحَدُهُمَا قُبِلَ بُرْهَانُهُ لِاَنَّهُ نَوَّرَ دَعْوَاهُ** اور اگر
دونون مین سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اُسکے گواہ اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کردیا **وَفِی الطَّلَاقِ قَبْلَ الْوَطْءِ حُكْمُ مُتْعَةِ الْمِثْلِ**
**لَوِ الْمُسَمَّی دَيْنًا وَاِنْ عَيْنًا كَعَبْدٍ وَالْجَارِيَةِ فَلَهَا الْمُتْعَةُ بِلَا تَحْكِيمٍ اِلَّا اَنْ يَرْضَی الزَّوْجُ بِنِصْفِ الْجَارِيَةِ** اور طلاق قبل وطی مین فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنے
اگر اختلاف ہوا زوجین مین بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکے دعوی سے مطابق ہوگا اسی کے قول کا اعتبار ہوگا قسم کے ساتھ بشرطیکہ مہر مسمی دین ہو
جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنے مثلی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تہا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تہی
تو زوجہ کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اس صورت مین متعہ مثل کی حاجت نہین اگر زوج راضی ہو جاوے نصف جاریہ پر **وَاَیُّ اَقَامَ بَيِّنَةً قُبِلَتْ** اور
دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے **فَاِنْ اَقَامَا فَبَيِّنَتُهَا اَوْلٰی اِنْ شَهِدَتْ لَهُ الْمُتْعَةُ وَبَيِّنَتُهُ اِنْ شَهِدَتْ لَهَا** سو اگر دونون گواہ لاوے
تو عورت کے گواہ اولے ہین اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہین اگر مطابق ہو متعہ عورت کے اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے ہین
**وَاِنْ كَانَتِ الْمُتْعَةُ بَيْنَهُمَا تَحَالَفَا وَاِنْ حَلَفَا وَجَبَتْ مُتْعَةُ الْمِثْلِ** اور اگر متعہ مثل دونون کے مابین مین واقع ہو یعنے نصف دعوی زوج سے زیادہ ہوا ور

بعد موت دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونون سے قسم لیجائیگی اور اگر دونون نے قسم کھائی تو مہر مثل کا واجب ہوگا **و موت احدہما کحیوتہما فی الحکم** اصلا و قدرا لعدم
سقوطہ بموت احدہما اور دونون مین کسیکا مرنا انکے زندہ ہونے کے برابر ہے حکم مین خواہ اختلاف اصل مہر مین ہو یا مقدار مین بسبب نہ ساقط ہونے مہر مثل کے ایک کی
موت سے **و بعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ** اور اگر دونون کے مرجانے کے بعد اختلاف ہو وارثون مین تو مقدار مہر کی اختلاف مین زوج کے
وارثون کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے **و فی اختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ** اور اصل مہر کے اختلاف مین منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنے زوج کے وارثون کا
اسواسطے کہ اگر عورت کے وارث تسمیہ مہر کے منکر ہون تو انکا حق ثابت ہوتا ہے **و لم یقض بشیء مالم یبرہن علی التسمیۃ** یعنے بعد موت زوجین کے اختلاف
پڑا اصل تسمیہ مہر مین تو کچھ حکم نہ کیا جاویگا جب تک کہ گواہ نہ قائم کیے جاوینگے تسمیہ پر یعنے بدون گواہون کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے
اسواسطے کہ مرنا دونون زوجہ کا دلالت کرتا ہے کہ انکی ہمسر عورتین بھی مرگئین تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہراوے کذا فی الہدایۃ اس دلیل سے معلوم ہوا
کہ مہر مثل کا اعتبار نکرنا اُس صورت مین ہے جبکہ زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
و الطحطاوی ناقلا عن البحر **وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیوۃ و بہ یفتے** اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی کے
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی قاضی خان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاوین ادائے مہر یا زوجہ کے اقرار پر یا اُسکے اقرار پر کہ مہر پاچکی تو اس صورت مین
مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہین ہے **و ہذا کلہ اذا لم تسلم نفسہا** اور یہ سب اس صورت مین ہے جبکہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنے
تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر مین زوجین کی حیات مین یا ایک کی حیات یا دونون کی موت مین یا اختلاف اصل مہر مین درصورت عدم تسلیم ہے **فان سلمت**
**و وقع الاختلاف فی الحالین** الحیوۃ و بعدہا **لا یحکم بمہر المثل** لانہا لا تسلم نفسہا الا بعد تعجیل شیء عادۃ پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور
واقع ہوا اختلاف دو حال مین یعنے زندگی مین اور بعد اسکے تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہین کرتی ہے مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد
بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہے تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہین لیکن یہ اُس صورت مین ہے جہان عادت ہو مہر معجل کی اور جہان
کل مہر کی تاخیر ہوئی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم مین تو وہان تسلیم اور عدم تسلیم دونون برابر ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القاسمیۃ **بل یقال**
**لہا لا بد ان تقری بما تعجلت و الا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا** و ہذا اذا ادعی الزوج ایصال الیہا حسبہ
بلکہ عورت سے یا اُسکے وارثون سے کہا جائیگا کہ یا اقرار کر تجھکو مہر معجل پانے کا اقرار کرنا ہوگا اور نہین تو ہم تجھپر حکم کرینگے تعجیل متعارف کا جیسا کہ مصر مین
و ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہے پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر مین یعنے مثلاً ثلث مین جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہ اسوقت ہے جب زوج نے
کچھ عورت کو دینے کا دعوہ کیا کذا فی البحر یعنے متعارف التعجیل پر فیصلہ اُسوقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنے کا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر
فیصلہ نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہے اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور قاضی خان
کے نزدیک یہ قول مسلم نہین و اللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **و لو بعث الی امرأتہ شیئا و لم یذکر جہتہ عند الدفع غیر جہۃ المہر** کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ
من المہر لم یقبل قولہ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسی وجہ کو جو مغایر ہو جہت
مہر کی یعنے دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر نہ کیا سوا اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلاً یون کہا کہ اس نقد کو شمع مین صرف کر دیا مہندی مین پھر زوج نے کہا کہ وہ
مہر مین تھی تو اُسکا قول مقبول نہوگا کذا فی القنیۃ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہوچکی تو مہر نہوسکیگی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اُسکا بعینہ پھیر لینا درست ہے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فقالت ہو** ای المبعوث **ہدیۃ و قال ہو من المہر** او من الکسوۃ او عاریۃ **فالقول لہ** بیمینہ و البینۃ لہا سو کہا عورت نے
وہ بھیجی چیز ہدیہ ہے اور کہا زوج نے کہ وہ مہر مین ہے یا از قسم لباس ہے یا عاریت ہے تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر وہ دونون گواہ لاوین

تو عورت کے گواہ مقدم ہونگے فان حلفت والمبعوث قائم فلها ان تردہ وترجع بباقی المہر ذکرہ ابن کمال پھر اگر قسم کھائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہو
تو عورت کو اختیار ہے کہ اُسکو پھیر دے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اُسکو بیان کیا ولو عوضته ثم ادعاه عارية فلها ان تسترد العوض من جنسه
زیلعی اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کی طرف اور عوض مین عورت نے بھیجا زوج کی طرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اُسکو جدا کیا پھر دعوی کیا کہ
وہ چیز عاریت ہے تو جائز ہے عورت کو کہ عوض کی چیز کو پھیر لے عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظا من جنسه کا زیلعی اور بحر الرائق مین نہین اور قنادی مین لکہا
مین یون ہے کان للمرأة ان تسترد منه ما عوضته عليه كذا في حاشية المدني في غير المهيا للاكل كثياب وشاة حية وسمن وعسل وما يبقى شهرا اخي زاده اختلاف
زوجین مین زوج کا قول معتبر ہوگا اُسمین جو کھانے کے واسطے مہیا نہین جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینا بھر باقی رہے اور یہ شرح
کذا ذکرہ اخی زاده والقول لها بيمينها في المهيا له كخبز ولحم مشوي لان الظاهر يكذبه ولذا قال الفقيه المختار انه يصدق فيما لا يجب عليه كخف وملاءة
فيما يجب كخمار ودرع يعني ما لم يدع انه كسوة لان الظاهر يرده اور قول زوجہ کا معتبر ہے قسم کے ساتھ اُسمین جو کھانے کے واسطے مہیا ہے جیسے روٹی اور
بھنا گوشت عورت کا قول کھانے کی چیزون مین اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کا جھٹلاتا ہے یعنے روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر مین نہین دیتا
اور اسی واسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ زوج کی تصدیق اُسمین ہوگی جو زوج پر واجب نہین جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا
نہ اُسمین تصدیق ہوگی جو اُسپر واجب ہے جیسے اوڑہنی اور قمیص یعنے جبتک زوج نے اسکا دعوی نہ کیا ہو کہ اوڑہنی اور قمیص کو پوشاک مین دیا ہے
اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہین بلکہ یہ ہدیہ ہے تو اس صورت مین زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کا
مصدق ہے خطب بنت رجل وبعث اليها اشياء ولم يزوجها ابوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائما فقط وان تغير بالاستعمال او قيمته هالكا لانه
معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایک مرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کی طرف چند شیا کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح
نکیا تو جو چیز مہر کے واسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اُسکو پھیر لے نہ اُسکی قیمت کو اگرچہ متغیر ہوگئی ہو استعمال سے یا قیمت اُسکی پھیر لے اگر وہ موجود نہو
اسواسطے پھیر لے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم دون الهالك والمستهلك لان فيه معنى الهبة اور
اسی طرح اسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیرے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک
وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کھالی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے مین معنی ہبہ کے
موجود ہین اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اُسکا پھیر لینا درست نہین ولو ادعت انه من المهر وقال هو وديعة
فان كان من جنس المهر فالقول لها وان كان من خلافه فالقول له لشهادة الظاهر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہے اور کہا
زوج نے کہ وہ امانت ہے تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی مین روپیہ اور اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہو جنس مہر کے
جیسے مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ دونون صورتون مین ظاہر حال دونون کا گواہ ہے انفق رجل
على معتدة الغير بشرط ان يتزوجها بعد عدتها ان تزوجته لا رجوع مطلقا وان ابت فله الرجوع ان كان دفع لها وان اكلت
معه فلا مطلقا بحر عن العمادية خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس شرط سے کہ نکاح کریگا اس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اُس مرد سے
نکاح کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقا نہین خواہ دونون ساتھ کھاتے ہون یا علحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر لینا پہنچتا ہے
اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی ہو تو مطلقا پھیر لینا نہین خواہ نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا فی البحر عن العمادیة وفيه عن المنتقى
جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك في صحته بل تختص به وبه يفتى

اور بحر الرائق میں منتقی سے منقول ہے باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اُسکے قبضہ میں کر دیا تو اُسکو پھیر لینا اس سے نہیں پہونچتا اور نہ باپ کے
وارثوں کو بعد مرنے باپ کے اگر بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو بانٹنے اپنی بہنوں میں بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتوی ہے اور جہیز تسلیم نہیں کیا
تو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے کہ تملیک بدون تسلیم کے تمام نہیں ہوتی اور اسیطرح اگر مرض الموت میں باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث
کے حق میں درست نہیں ہے کذا لو اشتراہ لہا فی صغرہا ولوالجیۃ اور اسیطرح استرداد نہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کیواسطے کذا فی الولوالجیۃ اس
صورت میں تسلیم کی حاجت نہیں ہے اسواسطے کہ باپ کا قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہے والحیلۃ ان یشہد عند التسلیم الیہا انہ انما سلمہ عاریۃ اور حیلہ استرداد کا
یہ ہے کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت دیا ہے والاحوط ان یشتریہ منہا ثم تبریہ درر اور زیادہ تر احتیاط
حیلہ استرداد میں یہ ہے کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اہل المراۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان
یستردہ لانہ رشوۃ زوجہ کے لوگوں نے کچھ لیا تسلیم زوجہ کیوقت مثلاً بھائی نے بدون لیے رخصت نہ کیا تو زوج اُسکو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے
کہ یہ رشوت ہے جہز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ الیہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب
او ورثتہ بعد موتہ عاریۃ فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ اب نے جہیز دیا اپنی بیٹی کو
پھر دعوی کیا کہ اسکو تو عاریت میں دیا ہے اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہے یا زوج نے بھی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اُسکے
وارثوں نے اُسکے مرنے کے بعد کہا کہ عاریت ہے تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جبکہ رواج دائمی عموماً اسکا ہو کہ باپ ایسا مال جہیز میں دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے
واما ان کان مشترکا کمصر والشام فالقول للاب کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا اور اگر رواج مشترک ہے یعنے بعضے جہیز دیتے ہوں اور بعضے عاریت تو قول باپ کا معتمد ہوگا
چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس سے جو اس جیسی عورت کو لاکرتا ہے یعنے رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سوائے رواج کے زیادتی میں باپ کا قول معتمد ہوگا والام
کالاب فی تجہیزہا وکذا ولی الصغیرۃ شرح وہبانیۃ اور ماں مثل باپ کے ہے بیٹی کے جہیز میں اور اسیطرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیۃ یعنے اگر ماں نے جہیز
تسلیم کر دیا تو استرداد نہیں کر سکتی اور دعوی عاریت میں ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہے جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن فی النہر تبعا لقاضی خان ان الاب
ان کان من الاشراف لم یقبل قولہ انہ عاریۃ واستحسن ماہو نہر الفائق میں قاضی خان کی پیروی سے یہ کہ اگر باپ اشراف میں سے ہے تو اُسکا یہ قول مقبول
نہوگا کہ جہیز عاریت ہے ولو دفعت فی تجہیزہا لابنتہا اشیاء من امتعۃ الاب بحضرتہ وعلمہ وکان ساکتا وزفت الی الزوج فلیس للاب ان یستردہ
ذلک من ابنتہ لجریان العرف بہ اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز میں کچھ چیزیں دیں باپ کے اسباب سے اُسکے حضور اور دانست میں اور وہ ساکت تھا
اور بیٹی زوج کے گھر پہنچائی گئی تو باپ کو نہیں پہونچتا کہ اس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب جاری ہونے رواج کے اسپر یعنے مروج یہی ہے کہ باپ
جہیز کو ماں پر سپرد کرتا ہے وکذا لو انفقت الام فی جہازہا ما ہو معتاد والاب ساکت لا تضمن الام وہما من المسائل السبع والثلاثین بل الثمان
والاربعین مما فی زواہر الجواہر التی السکوت فیہا کالنطق اور اسیطرح اگر خرچ کیا ماں نے بیٹی کے جہیز میں اسقدر جسکی عادت ہے اور باپ ساکت ہے تو ماں پر
ضمان نہیں اور یہ دونوں مسئلے ان سینتیس بلکہ اڑتالیس مسئلوں میں سے ہیں جنمیں سکوت برابر نطق کے ہے کذا فی زواہر الجواہر فروع مسائل متفرقہ
شارح کے لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد قنیۃ اگر پہنچائی گئی زوجہ زوج کی طرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو
زوج کو جائز ہے مطالبہ باپ کا نقد مال میں کذا فی القنیۃ یہ حکم اس صورت میں مخصوص ہے جہاں عادت ہو کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھ نقد لیتا ہو نکاح
سامان کے واسطے پھر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ کا تو ایسی صورت میں اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقد
مال پھیر لینا پہونچتا ہے اور اسیطرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہونچتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ہذا وفی البحر عن المنتقی الا اذا سکت طویلا

فلا خصومة له اور بحر الرائق مین یہ مضمون زیادہ نقل کیا ہی منتقی سے مگر جب زوج جب تا مطالبہ سے مدت تک تو اسکو نزاع کرنا نہین پہونچتا اسواسطے کہ
زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہو رضامندی کی لکن فی النہر عن البزازیة الصحیح انه لا یرجع علی الاب بشیئ لان المال فی النکاح غیر مقصود ولیکن نہر الفائق مین
بزازیہ سے منقول ہو کہ صحیح یہ قول ہو کہ زوج باپ سے کچھ نہ پھیرے اسواسطے کہ مال نکاح مین مقصود نہین کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہ تصحیح مخالف ہو عرف کے
اسواسطے کہ لوگون مین قلت جہیز اور کثرت مہر ننگ و عار ہو اور مال کا بالکل نکاح مین مقصود نہونا بھی علی الاطلاق صحیح نہین کہ حق تعالی نے طلب
نکاح کی بعوض مال کے مباح کی **نکح ذمی او مستامن ذمیة او حربی حربیة ثمة میتة او بلا مهر بان سکتا عنه او نفیاه والحال ان ذا جائز**
**عندهم فوطئت او طلقت قبله او مات عنها فلا مهر لها وکذا لو اسلما او ترافعا الینا لانا امرنا بترکهم وما یدینون** نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا
حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب مین مردار جانور کے مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونون بیان مہر سے ساکت رہے یا دونون نے مہر کی نفی کی
اور حالانکہ یہ انکے نزدیک جائز ہو پھر وطی ہوئی ذمیہ یا حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑکر مر گیا تو عورت کا کچھ مہر نہوگا اور نہ متعہ
طلاق قبل وطی مین اگرچہ دونون مسلمان ہوگئے ہون اور ایسے معاملہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہین ذمیون کے
چھوڑنے پر اور انکے دین کے چھوڑنے پر یعنے انکے دین اور عقاید پر انکا چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے انہین جاری کرنے کا حکم نہین ہوا سیلئے انکو
شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہمکو نہین پہونچتا **وتثبت بقیة احکام النکاح فی حقهم کالمسلمین من وجوب النفقة فی النکاح ووقوع**
**الطلاق ونحوها کعدة ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح صحیح وحرمة مطلقة ثلثا ونکاح المحارم** اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے انکے حق مین ثابت ہین
مثل مسلمانون کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح مین اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وارث ہونا نکاح صحیح سے
اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام ہونا نکاح محارم کا لیکن یہ احکام اسوقت انمین جاری ہونگے جب انکو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف مرافعہ
کرین کذا فی حاشیة الطحطاوی **وان نکحها بخمر او خنزیر عین ای مشار الیه ثم اسلما او اسلم احدهما قبل القبض فلها ذلک فتخلل الخمر وتسیب الخنزیر**
**وان طلقها قبل الدخول فلها نصفه** اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین یا معین سور پر یعنے جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ اس سور پر نکاح کیا
پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک انمین سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملیگا یعنے وہی شراب اور سور پاویگی تو سرکہ کر ڈالے شراب کو اور
چھوڑدے سور کو اور بہتر یہ ہی کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیة المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین ملیگا
**ولها فی غیر عین قیمة الخمر ومهر المثل فی الخنزیر اذ اخذ قیمته القیمی کاخذ عینه** اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور مین قیمت شراب کی ملیگی
اور مہر مثل سور مین ملیگا یعنے سور کی قیمت لینا درست نہین اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہو جیسے اسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی
قیمت لی تو گویا سور لیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مهر الا فی مسئلتین صبی نکح بلا اذن ووطئ حرة وبائع امة**
**وطیها قبل تسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارة** والاخلاء وطی دار الاسلام مین سوا ملک یمین کے خالی نہین حد سے یا مہر سے مگر دو مسئلون مین
نہ حد ہو نہ مہر ایک یہ مسئلہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی مین
تو اس صورت مین نہ حد ہو نہ مہر اور دوسرا مسئلہ یہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہو نہ مہر اور کم ہوجاویگی
اس صورت مین وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنے ازالہ بکارت عیب ہوا تو اتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہ تھی تو کچھ قیمت نہ گھٹیگی فقط
**جاریة مع اخری فزالت بکارتها لزمها مهر المثل** ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو دھکیلا سبکی بکارت کو کھویا لازم ہوگا دھکیلنے والی پر مہر مثل
اور اسیطرح صبی اور مرد اجنبی کے دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو انپر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی الحاشیة المدنی **لا لاب الصغیرة المطالبة**

یعنے جیسے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہیں ویسا ہی عورت بھی حصہ پاویگی مہر مثل میں اور کمتر میں اور جو مہر کہ زائد ہو مہر مثل سے اور اقل سے تو
عورت غلام سے مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہوں کے قرض پانے کے بعد کدین الصحۃ ودین المرض ہے یعنے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنے ایک شخص پر قرض ہو
حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا باعہ منہا لما مر مگر جبکہ مولی نے غلام کو
عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر نہ رہیگا چنانچہ یہ مسئلہ باب مہر میں مذکور ہوا صورت اسکی یہ ہے کہ مولی نے غلام ماذون کا نکاح ایک عورت سے ہزار درہم
مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اسی عورت کے ہاتھ قرضخواہوں کی اجازت سے دوسو درم کو بیچا تو دوسو درم کو قرضخواہ
اور عورت موافق اپنے حصوں کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا کذا فی الحاشیۃ المدنیۃ ولو زوج بنتہ من مکاتبہ ثم مات لا
یفسد النکاح لانہا لم تملک المکاتب بموت ابیہا الا اذا عجز فرد فی الرق فیفسد للتنافی اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر مولی
مرگیا تو نکاح فاسد نہیں ہوتا اسواسطے کہ بیٹی مالک نہیں ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے مگر جبکہ عاجز ہو ادا کرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام ہوگیا تو نکاح
نکاح فاسد ہوگا بسبب منافات زوجیت و ملکیت کے تزوج امۃ او ام ولدہ لا یجب علیہ تبوئتہا وان شرطہا فی العقد نکاح کردیا مولی نے اپنی لونڈی
یا ام ولد کا تو واجب نہیں مولی پر شب باشی کرنا لونڈی کا زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح میں شرط کرلی ہو تو بھی واجب نہیں اسواسطے کہ مولی کا حق زوج کے
حق پر مقدم ہے اگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہے کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہوگی اور اگر زوج لونڈی کی آزادی اولاد کی شرط کرلے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہے
اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں دیا اما لو شرط الحریۃ اولادہا فیصح وتعتق کل من ولدتہ فی ہذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی اعتبارہ معنی تعلیق
الحریۃ بالولادۃ فیصح قنیۃ ومفادہ انہ لو باعہا او مات عنہا قبل الوضع فلا حریۃ لیکن اگر شرط کرلیا زوج نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد میں تو یہ شرط صحیح
ہوگی اور آزاد ہونگے جنکو لونڈی اس نکاح میں جنے گی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی کا اس شرط کو اور نکاح کردینا اس شرط کے اعتبار پر درحقیقت آزادی کی
تعلیق ہے ولادت پر یعنے گویا مولی نے لونڈی سے یوں کہا کہ اگر تو اس نکاح میں اولاد جنیگی تو وہ سب حر ہیں تو یہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو
بالضرور حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو اسمیں کچھ اختیار باقی نرہیگا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اسمیں تعلیق کے معنی نہیں ہوسکتے کذا فی فتح القدیر
اور اس تعلیق سے یہ نکلا کہ اگر مولی نے اس لونڈی کو بیچا یا اسکو چھوڑکر مرگیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہیں صحیح ہوتی
مگر اسوقت کہ تعلیق کرنے والا زندہ ہو اور مالک ہو وجود شرط کیوقت ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینۃ لہ حلف المولی نہر اور اگر دعوی کیا لونڈی کے
زوج نے حریت اولاد کی شرط کا اور اسکے پاس گواہ نہیں تو قسم کھاوے مولی کذا فی النہر لکن لا نفقۃ ولا سکنی الا بہا بان یبوئہا السید لا
یستخدمہا لیکن لونڈی کا نفقہ اور سکنی زوج پر نہیں بدون شب باشی کے شب باشی کا یہ طریق ہے کہ مولی اسکو اسکے شوہر کے حوالہ کرے اور اس سے
خدمت نہ لے وتخدم المولی ویطاہا الزوج ان ظفر بہا فارغۃ عن خدمۃ المولی ویکفی فی تسلیمہا قولہ متی ظفرت بہا وطئتہا نہر اور لونڈی خدمت
کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اسکو پاوے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہے لونڈی کی تسلیم میں مولی کا یوں کہنا اسکے
زوج سے کہ جب اسکو خالی پاوے کر تو وطی کیا کر کذا فی النہر فان بوا ثم رجع عنہا صح رجوعہ لبقاء حقہ وسقطت النفقۃ سو اگر مولی نے شب باشی کی اجازت
دی پھر اس سے رجوع کی تو اسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنے زمان آیندہ کا نفقہ نہ طلب کیگا اور
گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمتہ ای السید بعد التبوئۃ بلا استخدام او استخدمہا نہارا واعادہا لبیت الزوج لیلا لا یسقط لبقاء التبوئۃ
اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولی کے یا مولی نے اس سے دن کی خدمت چاہی اور رات کو
شوہر کے گھر اسکو پھر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے وللہ ای للمولی السفر بہا ای بالامۃ ان لم یخرج بہا

اور مولی کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر میں لیجانے کا اگرچہ اُسکا زوج نہ مانے کذا فی الظہیریۃ وللاجبار ای جبر امتہ ولو ام ولدہ اور مولی کو اختیار ہے
اپنے مملوک غلام اور لونڈی کے نکاح میں جبر کرنے کا اگرچہ لونڈی ام ولدہ ہو اسواسطے کہ اُسکی ملکیت کامل ہے تو اُسکا نکاح بیع پر قیاس کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی
نہوں مگر بار کوشش کر نکاح نکرنا چاہیے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن البحر ولا یلزمہ الاستبراء بل یندب فلو ولدت لاقل من نصف حول نہو من المولی
والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہیں مولی پر استبراء بلکہ مستحب ہے یعنے جو لونڈی مولی کے تصرف میں ہو اور وہ اُسکا
نکاح کردے تو استبراء مولی پر ضرور نہیں سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر میں جنے وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہوجائیگا بلکہ
تتمہ اور مدبرہ میں مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد میں نفی ولد کی نکی ہو چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب میں مذکور ہے
علی النکاح وان لم ینفیا الا مکاتبہ ومکاتبتہ بل یتوقف علی اجازتہما ولو صغیرین الحاقا بالبالغ مولی کو جبر کرنے کا اختیار ہے لونڈی غلام کے
نکاح پر اگرچہ دونوں راضی نہوں نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ کا اُن دونوں کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ
دونوں صغیر ہوں بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنے بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہوگئے تو انکا نکاح انکی اجازت پر موقوف رہا
یہاں تک کہ اگر دونوں صغیر بھی ہونگے تو بھی انکا نکاح انکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنے بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ کے برابر ہوگیا مولی کا اختیار نکاح کردینے میں
باقی نہ رہا فلو ادیا فعتقا نفذ موقوفا علی اجازۃ المولی لا علی اجازتہما لعدم اہلیتہما ان لم یکن ثمہ عصبۃ غیرہ پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے بعد
مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہوگئے نکاح پھر پلٹ کر مولی کی اجازت پر موقوف ہوگا نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ
صغیرین کا سوائے مولی کے نہو تب مولی کی اجازت پر نکاح انکا موقوف ہوگا اور اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونے کے بھائی یا چچا ہوگا تو اُسکی اجازت پر موقوف
رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہ ہے کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہیں بلکہ صغیرین کی
اجازت پر موقوف ہا بعد اسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہوگئے تو اب یہی نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولی کی
ولایت جدید پیدا ہوئی اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ عجیب ہے کہ لڑکا جب تک غلام تھا بالکل خود مختار تھا اور بعد آزاد ہونے کے مجبور ہوگیا اور مولی کی ملکیت قبل آزاد کے
کے مکاتب پر تھی تو اسپر اختیار نہ تھا اور بعد آزاد ہونے کے بالکل ملکیت باقی نرہی اب اختیار حاصل ہوا ولو عجزا توقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا فلو ومن النکاح علیہ ولو
عاجز ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادا ے بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ اسواسطے پھر آنکے قن ہونا اور دوبارہ نکاح کے مولی پر
پہلے اول مکاتب کی رضا پر موقوف تھا جبکہ مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہوگیا اسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نرہا اب دوسری بار مولی کی اجازت چاہیے اور مولی کی پہلی
اول اجازت کا اعتبار نہیں اسواسطے کہ وہ نکاح جس وقت منعقد ہوا تھا اسوقت مکاتب پر مولی کو اختیار نہ تھا جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اسکی کمائی مولی کی ہوگئی اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی ضرور ہوئی بطل
نکاح المکاتبۃ لانہ طرا حل بات علی موقوف فابطلہ والدلیل یعلیہ العجائب بحث الکمال ہنا غیر صائب اور باطل ہوگیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ طاری ہوئی حلت
قاطعہ موقوف پر سو اسکو فاسد کرتا ہے اور دلیل سے امور عجیب ثابت ہوتے ہیں اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہاں ٹھیک نہیں یعنے جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون
اسکی رضا کے کردیا تو وہ نکاح موقوف تھا اسکی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادا ے بدل کتابت سے عاجز ہوگئی تو رقیت نے عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے
اسکی وطی حلال ہوئی اس حلت کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو فاسد کر دیا نکاح باطل ہوگیا محقق ابن الہمام نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے
اُسکے نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہیں اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونے کے باقی نرہی خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولی کو بسبب
حکم ولا کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اُسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بلا تردد معقول ہوگیا دلیل
کی یہی صفت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اس سے ثابت ہو جاتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امتہ قبل الوطی لو خطأ فتح وہو

مکلف فلو صبیا لم یسقط علی الراجح ذکرہ المصنف سقط المہر لمنعہ المبدل کحرۃ ارتدت ولو صغیرۃ اور اگر قتل کیا مولی نے اپنی لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے
اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولی مکلف ہو یعنے عاقل بالغ ہو تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہوگا بنا بر قول راجح کے چنانچہ اسکو
مصنف نے اپنی شرح میں ذکر کیا تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اُسکے زوج پر بسبب روکنے مولی کے عوض کو یعنے مہر عوض ہو وطی کا پھر
جب قبل وطی مولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس وجہ سے پاویگا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہو جاتا ہو اُسکے مرتد ہونے سے قبل وطی کے اگرچہ حرہ صغیرہ ہو تو بھی ساقط ہوگا
اسواسطے کہ جدائی عورت کیطرف سے ہوئی نہ مرد کی طرف سے لا لو فعلت ذلک القتل امرأۃ ولو امتہ علی الصحیح خانیۃ بنفسہا او قتلہا وارثہا او ارتدت الامۃ
او قبلت ابن زوجہا کما رجحہ فی النہر اذ لا تفویت من المولی نہ مہر ساقط ہوگا اگرچہ قتل عورت نے کیا اگرچہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیہ عورت نے
خود آپ کو قتل کیا یا اُسکے وارث نے اسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہو گئی یا اُسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا چنانچہ نہر الفائق میں اسی قول کو ترجیح دی ہو لونڈی کے قتل
اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کیطرف سے تفویت اور قصد نہیں یعنے مہر کا مالک مولی ہو تو لونڈی کے قصد سے مہر کیونکر ساقط
ہوگا اور اسیطرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اُسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر ایک وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہونگے اُن صورتوں میں مہر نہیں ساقط ہوتا
او فعلہ بعد الوطی لتقررہ بہ یا مولی مکلف نے لونڈی کا قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہو جانے مہر کے وطی سے ولو فعلہ بعبدہ او
مکاتبۃ او ماذونۃ مدیونۃ لم یسقط اتفاقا اور اگر مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق
اسواسطے کہ مہر کا مالک اُن صورتوں میں مولی نہیں جیسے مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسکی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولی سے
لیگی والاذن فی العزل وہو الانزال خارج الفرج لمولی الامۃ لا لہا لان الولد حقہ وہو یفید التقیید بالبالغۃ وکذا الحرۃ نہر اور اذن دینا عزل میں
عزل خارج شرمگاہ کے انزال کو کہتے ہیں اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق میں معراج سے منقول ہو وہ یہ کہ وطی کرے جب قریب انزال کا آوے تو علیحدہ ہو کر خارج
شرمگاہ سے انزال کرے سو عزل میں اجازت دینا مولی کے اختیار میں ہو نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہو مولی کا اور اسکی یہ نکلتا ہو کہ لونڈی کو بالغہ کی
مقید کرنا چاہیے یعنے جب لڑکا مولی کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اُسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لیوے صغیرہ لونڈی میں اجازت مولی کی حاجت نہیں اسواسطے
کہ صغیرہ کے لڑکا نہیں ہوتا تاکہ عزل سے حق مولی کا تلف ہو اور اسیطرح حرہ کو بھی بالغہ کر مقید کرنا چاہیے یعنے اگر حرہ بالغہ ہو تو اُسکا شوہر اس سے عزل کی اجازت لے اور صغیرہ سے
اجازت کی حاجت نہیں کذا فی النہر ویعزل عن الحرۃ وکذا المکاتبۃ نہر بحثا باذنہا اور عزل کرے حرہ کی اجازت اور یہی حال ہو مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق میں ہو
باعتبار بحث کے لکن فی الخانیۃ انہ یباح فی زماننا لفساد الزمان قال الکمال فلیعتبر عذرا مسقطا لاذنہا لیکن خانیہ میں ہو کہ عزل حرہ سے بدون اجازت حرہ کے مباح ہو
ہمارے زمانے میں بسبب فساد زمانہ کے یعنے اسوقت میں اکثر لڑکے اطاعت نہیں کرتے والدین کو رنج پہونچاتے ہیں کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانے کو اذن
حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہیے وقالوا یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشہر ولو بلا اذن زوج اور کہا ہو فقہا نے کہ مباح ہو اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ
بے اجازت زوج کے ہو یعنے جان پڑنے سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہو چنانچہ شارح نے اسقاط ولد مطلقا بیان کیا لیکن حق یہ ہو کہ بدون ضرورت کے جائز نہیں جیسے
لڑکا عورت کا دودھ پیتا ہو اور اُسکے حمل رہ گیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہیں تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہو خانیہ کے باب الکراہیت
میں ہو کہ میں نہیں کہتا کہ اسقاط مطلقا مباح ہو اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اُسپر ضمان ہو اسواسطے کہ انڈا اصل ہو پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا
تو بیوجہ اسقاط میں کیونکر گنہ نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وعن امتہ بغیر اذنہا بلا کراہیۃ فان ظہر بہا حبل حل نفیہ ان لم یعد قبل البول اور عزل کرے اپنی
لونڈی سے بدون اُسکی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اُسکے حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اسکی نفی کرنا درست ہو یعنے یوں کہنا کہ یہ حمل
میرے نطفہ سے نہیں ہو درست ہو بشرطیکہ دوبارہ وطی کی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنے اگر مولی نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر بدون پیشاب کیے

دوبارہ غسل کیا تو نفی کرنا درست نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ بقیہ منی دوسرے غسل میں نکلی ہوا اور موجب حمل کی ہوئی ہوا اور وہ دوسری شرط نفی کی یہ ہے کہ لونڈی کثیر
ہونے گھر سے باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہیں ہے اسواسطے کہ غسل کیوقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہ ہے کہ غیر محصنہ میں ظن غالب چاہیے
کہ یہ حمل غیر نطفہ سے نہیں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَخُیِّرَتْ اَمَۃٌ ولو ام ولدٍ او مکاتبۃ ولو حکماً کمعتقۃ بعضہا عُتِقَتْ تَحْتَ حُرٍّ او عبدٍ ولو کان النکاح برضاہا
دفعاً لزیادۃ الملک علیہا بطلقۃ ثالثۃ نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے میں مختار ہے لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہے اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل آزاد نہو
مثلاً نصف آزاد ہو یا ربع یا اختیار اسوقت ہے جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اسکو اختیار ہے تاکہ دفع ہو زیادتی
ملک کی اوپر سے بسبب طلقۃ ثالثہ کے یعنے جب لونڈی تھی زوج کے دوبار طلاق دینے سے چھٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہیں چھٹتی تو حرہ پر بنسبت لونڈی
کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہے تو اسواسطے شارح نے اسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے فان
اختارت نفسہا فلا مہر لہا وزوجہا فالمہر لسیدہا سو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے نکاح توڑا تو اسکا کچھ مہر نہیں اگر وطی نہوئی ہو اسواسطے
کہ جدائی اسیکی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اسنے زوج کو اختیار کیا یعنے نکاح قائم رکھا تو مہر اسکے مولی کا ہے وطی ہوئی
یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اسوقت عورت اسی کی ملک تھی ولو صغیرۃ تاخر لبلوغہا ولیس لہا خیار البلوغ فی الاصح اور اگر لونڈی
صغیرہ ہو تو اسکی آزادی کا اختیار اسکے بالغ ہونے تک متاخر رہیگا اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا سبب عقل نہونے کے کچھ اعتبار نہیں اور نہیں ہے اختیار
لونڈی کو بلوغ کا قول اصح میں اسواسطے کہ خیار عتق کا مغنی ہے خیار بلوغ سے چنانچہ باب الولی میں مذکور ہوگا اَوْ کَانَتِ الْاَمَۃُ عِنْدَ النِّکاح حرۃ ثم صارت
امۃ بان ارتدا ولحقا بدار الحرب ثم سبیا معاً فاعتقت خیرت عند الثانی خلافاً للثالث کذا فی المبسوط یا خیار عتق کا اسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کے وقت
حرہ تھی پھر لونڈی ہوگئی اس طرح کہ زوج اور زوجہ مرتد ہوگئے اور دونوں دار الحرب میں جا رہے پھر وہاں سے دونوں قید ہو آئے دار الاسلام میں
پھر عورت آزاد ہوئی تو اسکو نکاح رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نزدیک محمد کے کذا فی المبسوط والجہل بہذا الخیار عذر
عذر فلو لم تعلم بہ حتی ارتدا ولحقا فعلمت ففسخت صح الا اذا قضی باللحاق ولیس ہذا الحکم بل فتوی کافی اور بیعلمی اس خیار عتق کی عذر ہے بخلاف خیار بلوغ
کے اسواسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولے کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہیں بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہوا اسطرح
کہ لونڈی منکوحہ تھی پھر مولی نے اسکو آزاد کیا اور اسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہاں تک کہ وہ اور اسکا شوہر دونوں مرتد ہوگئے اور دار الحرب میں
جا ملے پھر دار الاسلام میں گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہو کر خود آگئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام میں خواہ دار الحرب میں سو نکاح
فسخ کیا تو یہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنے کے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اسکے حق میں لحوق کفار کا حکم دیا تو عورت کا فسخ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے
کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہیں ہے بلکہ فتوی ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ تمنے دار الحرب کے
ملنے والوں میں یہی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہے اور لحاق دار الحرب سے احکام مسلمین کے منقطع ہیں شارح نے جواب دیا کہ یہ حکم نہیں بلکہ فتوی ہے یعنے حادثہ کے
سوال کا جواب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ولا یتوقف علی القضاء ولا یبطل بسکوت ولا یثبت لغلام ویقتصر علی مجلس کخیار مخیرۃ بخلاف خیار البلوغ
فی الکل نہایۃ اور نہیں موقوف ہے خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہیں باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہیں خیار عتق غلام صغیر کو یعنے جب غلام صغیر آزاد ہو
تو اسکو خیار عتق حاصل نہیں اور منحصر ہے خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اٹھ گئی خیار باطل ہو گیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہے مخیرہ وہ عورت
جسکے زوج نے اس سے کہا کہ تجھکو میں نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اٹھ گئی تو اختیار اسکا باطل ہو گیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ
پانچوں حکم میں مخالف ہے خیار عتق کے کذا فی الخانیہ یعنے خیار بلوغ قضا پر موقوف ہے اور سکوت سے باطل ہوتا ہے اور غلام کو بھی ثابت ہے اور آخر مجلس تک

محتمل نہیں ہوتا اور ساتھیں جیل عذر نہیں چنانچہ باب الولی میں مفصل ذکر ہو چکا نکح عبد بلا اذن فعتق او باعہ فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع نکاح کیا غلام نے
بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولی نے اسکو سو مشتری نے اسکا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو لیا بسبب زوال مانع کے یعنے اول غلام کا نکاح
موقوف اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب اسکی اجازت کی کچھ حاجت نہیں وکذا الحکم الامۃ و لاخیار لہا لکون النفوذ بعد العتق فلم تتحقق
زیادۃ الملک اور ایسا ہی حکم ہے لونڈی کا یعنے اسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہے اور سوا فسخ نکاح کرنے میں لونڈی کا اختیار نہیں اسواسطے کہ نافذ
ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقہ ثالثہ کی ثابت ہوگی وکذا لو تزوجا بان زوجہا فضولی و اعتقہا فضولی و اجازہا المولی اور اسیطرح
لونڈی کو اختیار فسخ کا نہیں اگر اجازت نکاح کی اور آزادی ساتھ ہی ہو اسطرح پر کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اسکو دوسرے فضولی نے
اور جائز رکھا ان دونوں کو یعنے نکاح و عتق کو مولی نے وکذا مدبرۃ عتقت بموتہ اور اسیطرح اختیار فسخ کا اس مدبرہ کو نہیں جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا
پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سے وکذا ام الولد ان دخل بہا الزوج والا لم ینفذ لان عدتہا من المولی تمنع نفاذ النکاح اور اسیطرح اس ام ولد کو اختیار فسخ
کا نہیں جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر وہ آزاد ہوئی مولی کے آزاد کرنے سے یا اسکی موت سے نکاح ام ولد کا اسوقت نافذ ہوگا اگر اسکے زوج نے
وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے وطی نکی تو اسکا نکاح نافذ نہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی جو مولی کی وفات سے مانع ہے نفاذ نکاح کی اور جب قبل
عتق کے زوج وطی کر چکا تو مولی کی عدت معدوم ہو گئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمد سے اور ظاہر الروایۃ میں زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہیں جاتی تو نکاح
صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو وطی الزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمی لہ ای المولی و بعدہ فلہا لانہا ملکت منافعہا سو اگر وطی کی زوج نے
لونڈی سے قبل آزاد ہونے کے تو مہر مسمی مولی کا ہے اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہے واسطے مقابل ہونے مہر کے اسکی ملک کی منفعت سے
یعنے جب لونڈی آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہے وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی و من وطی امۃ ابنہ
فولدت فلم یحد لشبہۃ الملک فادعاہ الاب وہو حر مسلم عاقل ثبت نسبہ بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی الی الدعوۃ اور جسنے
وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر وہ بیٹے کی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اسنے حرام کام کیا اور جسنے اسکو زانی کہا اسپر
حد قذف کی نہ ماری جائیگی پھر باپ نے اس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اسکا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی
ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک [illegible] اور جیسا بیچ ڈالا لونڈی کا بیٹے بھائی سے [illegible] نہیں کرتا [illegible]
[illegible] کے ساتھ یعنے جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے کی ملک میں جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے اور
وہاں جنی تو بقاء ملک میں کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ باپ کے دونوں بیٹے برابر ہیں ولایت میں [illegible] صارت ام ولدہ لاستناد الملک لوقت العلوق تو بیٹے
کی لونڈی ام ولد ہو گئی باپ کی بسبب استناد ملک کے حمل رہنے سے اسواسطے کہ باپ مالک ہے بیٹے کے مال کا حاجت کے وقت کیونکہ حدیث میں آیا ہے انت و مالک
لابیک یعنے تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہے اور نطفہ آدمی کا جز ہے تو اسکی حفاظت ضرور ہے اس ضرورت سے بیٹے کے مال کا باپ مالک ٹھہرا اور لونڈی
اسکی ام ولد ہو گئی و علیہ قیمتہا ولو فقیرا لان الحاجۃ لبقاء نسلہ دون بقاء نفسہ لذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی و یجبر علی نفقۃ ابیہ لا علی دفع جاریۃ
للتسری اور باپ پر واجب ہے قیمت لونڈی کی حمل رہنے کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقاء نسل کے بنسبت بقاء نفس کے اور اسیواسطے
حلال ہے باپ کو حاجت کے وقت طعام بیٹے کا نہ وطی اسکی لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہوگا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اسکو حرم
بناوے یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ جسنے فقیر باپ پر کیوں قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ منی اور بقاء نسل میں مضطر ہوا اور باپ اگر مضطر ہو بیٹے کا طعام کھاوے
تو ضمان نہیں [illegible] جواب یا کہ طعام میں بقاء نفس ہے اور حفظ منی میں بقاء نسل ہے اور بقاء نفس اعظم ہے بقاء نسل سے تو دونوں برابر نہوئے اسواسطے حفظ منی میں

قیمت واجب ہوگی نہ طعام میں لا عقرہا ولا قیمۃ ولدہا لان امّہ مشترکہ تجب حصۃ الشریک باپ پر قیمت لونڈی کی جو بچے گی نہ اسکا مہر مثل اور نہ قیمت اسکے لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترکہ ہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی میں مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وہذا اذا ادعاہ وحدہ فلو مع الابن فان شریکین قدم الاب الا فالابن اور یہ حکم مسائل سابقہ کا اس وقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی میں یعنے باپ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونوں شریک ہوں لونڈی کی ملکیت میں تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا دو وجہ سے کہ اپنے حصہ میں مالک حقیقی اور بیٹے کے حصہ میں مالک حکمی اور اگر دونوں شریک نہوں تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہے تو بیٹے کا دعوی مقدم ہے دوسرے یہ کہ باپ کی خاص ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورت میں بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور حالانکہ ظاہر القضا دہر کہ ذا فی الطحطاوی ولو ادعی ولد ام ولدہ المنفی او مدبرتہ او مکاتبتہ شرط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے اپنے بیٹے کی ام ولد کے ولد منفی کا یا اسکے مدبرہ کے ولد کا یا اسکی مکاتبہ کے ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کر لیا ہو صحیح یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہوگئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کے ولد کی نفی نکی تو الحاق اس ولد کا باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہیں ہو بتاء صحیح کتاب بعد زوال ولایۃ بموت و کفر و جنون و رق فیہ ای فی الحکم المذکور او ورد دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت کے یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور میں یعنے اگر دادا پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسکے بیٹے پر زائل ہو گئی ہو لا یکون کالاب قبلہ ای قبل الزوال المذکور نہوگا دادا مثل باپ کے قبل اسکے یعنے قبل زوال ولایت مذکور کے دادا مثل اجنبی کے ہے و یشترط ثبوت ولایۃ من حین العلوق الی الدعوۃ اور صحت دعوی میں شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت میں پھر مثلاً باپ مرگیا اور لونڈی جنی دادا کی ولایت میں تو دعوی صحیح نہوگا و لو تزوجہا ولو فاسداً ابوہ و لو بالولایۃ فولدت لم تصر ام ولدہ لتولدہ من نکاح اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب میں اور اگرچہ باپ نے نکاح بولایت کیا اس صورت میں کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی جنی تو نہوگی ام ولد باپ کی اسواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد ہونا ملک یمین سے ہوتی ہے ویجب المہر لا القیمۃ وولدہ حرّ لملک اخیہ لہ اور واجب ہوگا باپ پر مہر یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اسکا بھائی اسکا مالک ہے تو بسبب قرابت کے آزاد ہوگیا ومن الحیل ان یملکہا لطفلہ ثم یتزوجہا اور حیلہ ہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہونے سے ام ولد نہو تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک میں کرکے خواہ بیع خواہ ہبہ پھر اس لونڈی سے نکاح کرے تو جب یہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہوگی اور لڑکا حر ہوگا و لو وطی جاریۃ امرأتہ او والدہ او جدہ فولدت و ادعاہ لا یثبت النسب الا بتصدیق المولی فلو کذبہ ثم ملک الجاریۃ یوما ثبت النسب یعنی فی الاستیلاد اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنے والے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب نہ ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنے جورو اور باپ اور دادا تصدیق کریں کہ یہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہ لڑکا اسیکا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اسکی تکذیب کی پھر مدعی لونڈی کا مالک ہوگیا عمر بھر میں کسی وقت و کسی وجہ تو ثابت ہوگا نسب لڑکے کا مدعی سے اور یہ لونڈی باب الاستیلاد میں آویگا حرۃ قالت لمولی زوجہا العبد المکلف اعتقہ عنی بالف ففعل فسد النکاح لتقدیم الملک اقتضاء کانہ قال بعہ منک ثم اعتقہ عنک حرہ نے غلام کی منکوحہ تھی اپنے زوج کے مولی سے جو عاقل بالغ ہے کہا کہ آزاد کر دے اسکو میری طرف سے عوض ہزار درہم کے یا زیادہ کیا ہزار سے یعنے یوں کہا کہ بدلے ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے اسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہاں مثل صحیح کے ہے پھر مولی نے ایسا ہی کیا یعنے اسکو آزاد کر دیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک کے بطریق اقتضاء کلام کے گویا عورت نے کہا کہ بیچ اپنے غلام کو تیرے ہاتھ پھر آزاد کر اسکو میری طرف سے آزاد کیا یعنے آزاد کرنا بدون ملکیت کے نہیں ہوتی پھر جب اسکی طرف سے آزاد کیا تو اول ملک ٹھہری جب ملک ٹھہری تو نکاح فاسد ہوگیا لانتفاء الملک کذا فی المنح

العتق عن الآمر لعدم القبول كما في الحواشي السعدية ومفاده انه لو قال قبلت ثم عن الآمر لكن باگر مولی نے صریح کہا کہ میں نے غلام کو بعوض ہزار کے بیچا یا تیری طرف سے اسکو آزاد کیا تو عتق مامور کی طرف سے یعنی مولی کیطرف سے واقع ہوگا بسبب پائے جانے قبول کے آمر کیطرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ میں ہے یعنی اس صورت میں فقط مامور کیطرف سے اسباب بیع کا ہوا اور قبول آمر کا نہوا تو بیع منعقد نہوئی تو آزادی غلام کی مامور کی جانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہان بھی قبول آمر کا ثابت نہیں لیکن بیع وہان ضمنا منعقد ہوئی تھی نہ صریحا اور بیع ضمنی میں قبول کی حاجت نہیں بخلاف بیع صریح کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہ نکلا کہ اگر مامور کہے ایجاب بعد آمر کہے کہ میں نے قبول کیا تو عتق آمر کیطرف سے ہوگا وَالْوَلَاءُ لَهُمَا وَلَزِمَهَا الْأَلْفُ وَسَقَطَ الْمَهْرُ وَلَا حَرَمَةَ مَنْكُوحَة کیواسطے اور اسپر ہزار درم لازم ہونگے اور مہر کا ساقط ہوگا یعنے جب آزادی غلام کی حرہ کیطرف سے ہوئی تو ولا حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ وہ ملاحق ہو آزاد کرنے والے کا ولا اسکو کہتے ہیں کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اسکا کوئی وارث نہو تو آزاد کرنے والا اسکے مال کا مالک ہوگا وَيَقَعُ الْعِتْقُ عَنْ كَفَّارَتِهَا إِنْ نَوَتْهُ عَنْهَا اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو وَلَوْ لَمْ تَقُلْ بِالْأَلْفِ لَا يَفْسد لعدم الملك فالولاء له لانه المعتق اور اگر حرہ نے یون نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنے کو بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب مالک ہونے حرہ کے اور اس صورت میں حق ولا مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے

## باب نکاح الکافر

يَشْمَلُ الْمُشْرِكَ وَالْكِتَابِيَّ یہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وههنا ثلثة اصول الأول ان كل نكاح صحيح بين المسلمين فهو صحيح بين أهل الكفر خلافا لمالك یہ مردود قوله تعالى (وامرأته حمالة الحطب) وقوله عليه الصلوة والسلام ولدت من نكاح لا من سفاح اور یہان یعنے نکاح کفار میں تین قاعدے ہیں پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہو مسلمانوں میں سو صحیح ہے کافروں میں بخلاف امام مالک کے کہ انکے نزدیک کافروں کا نکاح صحیح نہیں اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالی کا وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ حق تعالی نے ابولہب کی جورو کو فرمایا تو یہ اضافت عرف اور لغت میں صحت نکاح پر اطلاق ہوا اور نیز اسکو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تھا والثاني ان كل نكاح حرم بين المسلمين لفقد شرطه كعدم شهود يجوز في حقهم اذا اعتقدوه عند الامام ويقرون عليه بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہ ہے جو نکاح کہ حرام ہو مسلمانوں میں بسبب نہ ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہوں کا نہونا یا عدت میں نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق میں جبکہ وہ اسکی صحت کے معتقد ہوں نزدیک امام اعظم کے اور ثابت رکھے جاوینگے اسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے انکے نکاحوں کو دوبارہ نکیا اور نہ استفسار فرمایا کہ تمنے اپنا نکاح کیونکر کیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ انکے حق میں ویسا ہی نکاح صحیح تھا گو ہمارے حق میں صحیح نہیں والثالث ان كل نكاح حرم لحرمة المحل كمحارم يقع جائزا وقال مشايخ العراق لا بل فاسدا والاول اصح وعليه تجب النفقة ويحد قاذفه اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشایخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشایخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اُس نکاح والے کے اگر اسکو کوئی زانی کہیگا تو اسپر حد ماری جاویگی واجمعوا انهم لا يتوارثون لان الارث ثبت بالنص على خلاف القياس في النكاح الصحيح مطلقا فيقتصر عليه ابن ملك اور اتفاق کیا ہے فقہانے کہ کفار باہم وارث نہیں ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلا ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور مر گیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونے کی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص سے برخلاف قیاس کے اس نکاح میں جو علی الاطلاق صحیح ہے تو اسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہیں ہے تا کہ ذکرہ ابن ملک وراثت زوجین کی خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونوں اجنبی ہیں فَكُلُّ نِكَاحٍ جَازَ بِلَا شُهُودٍ أَوْ فِي عِدَّةِ كَافِرٍ مُعْتَقِدِينَ ذَلِكَ أُقِرَّا عَلَيْهِ لَوْ أَسْلَمَا أَوْ تَرَافَعَا إِلَيْنَا

یا ایسی عدت مین کیا کہ کافر کی عدت مین کیا اور حالانکہ دونون حالت کفر مین اُسکے معتقد تھے وہ باقی رہینگے یعنی گواہون کے بغیر نکاح یا عدت مین نکاح کو درست جانتے تھے تو اسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہین انکے ترک پر اور انکے معتقدات کے ترک پر دونون مسلمان ہوے ہون یا ایک دونون نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی **وَلَوْ كَانَا اي المتزوجان الذان اسلما محرمين او اسلم احدهما او ترافعا الينا وهما على الكفر فرق القاضي** اوالذی حکاہ **بينهما** لعدم المحلية بر اختصاص احدهما لا يفرق لبقاء حق الآخر بخلاف اسلامه لان الاسلام يعلو ولا يعلى

اور اگر دونون نکاح کرنیوالے جو مسلمان ہوے محرم ہون یا دو محرمون مین سے ایک مسلمان ہوا یا دونون نے نالش کی اور حالانکہ وہ کافر ہین تو جدائی کرادے دونون کے درمیان مین قاضی یا جسکو انھون نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافرون مین سے ایک کافر کی نالش سے تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ اسلام بلند ہوتا ہے پست نہین ہوسکتا **الا اذا طلقها ثلثا و طلبت التفريق فانه يفرق بينهما اجماعا كما لو خالعها ثم اقام معها من غير عقد او تزوج كتابية في عدة مسلم** او تزوجها قبل زوج آخر وقد طلقها ثلثا فانه يفرق بينهما اجماعا بحر عن المحيط خلافا للزيلعي والحاوي من شرائط المرافعة مگر جب طلاق دیدی مرد نے عورت کو تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہان فقط ایک کی نالش سے جدائی کرا دی جاویگی دونون مین بالاتفاق اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع ہین سب دینون مین تو دوسرے کا حق باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اُسکے ساتھ قائم رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا کتابیہ سے مسلمان کی عدت مین یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اُسکو طلاق دے چکا تھا تین بار سو ان تینون صورتون مین تفریق کیا جاویگا بدون نالش کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کہ اُنہین جدائی کیواسطے نالش شرط ہے **واذا اسلم احد الزوجين المجوسيين او امرأة الكتابي عرض الاسلام على الآخر فان اسلم فيها والا بان ابى او سكت فرق بينهما ولو كان الزوج صبيا مميزا اتفاقا على الاصح ولو صبية مميزة كالصبي** فيما ذكر والاصل ان كل من صح منه الاسلام اذا اتى به صح منه الاباء اذا عرض عليه اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ مین سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جاویگا اسلام دوسرے پر یعنی اُس سے کہا جاویگا کہ تو بھی مسلمان ہوجا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اُسنے اسلام نہ قبول کیا اسطرح کہ انکار کر گیا یا ساکت رہا تو دونون مین جدائی کرائی جاویگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اُسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنابر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہ ہو کہ جب اُسکو اُدیان کا تعقل ہو اور بعضون نے سات برس مقرر کیے ہین اور صبیہ یا ہندہ صبی کے ہے حکم مذکور مین یعنی اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اُسکی زوجہ صبیہ باتمیز ہو تو اُسے بھی مسلمان ہونیکو کہا جاویگا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل جاننا اسکی یہ ہو کہ جو مسلمان ہونیکا صحیح ہو اسلام لانیکے وقت اُسکا انکار بھی صحیح ہو اسلام سے غرض اسلام کیوقت ہے خلاصہ یہ کہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا تو صحیح ہو تو انکا انکار بھی صحیح ہوگا **ويتنظر عقل اي تمييز غير المميز ولو كان مجنونا لا ينتظر لعدم نهايته بل يعرض الاسلام على ابويه فايهما اسلم تبعه فيبقى النكاح فان لم يكن له اب نصب القاضي** عنه وصيا فيقضي عليه بالفرقة باقاني عن البهنسي عن روضة العلماء للزاهدي اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنی تمیز کا انتظار کیا جاویگا اور اگر زوج مجنون ہو تو انتظار نہوگا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہین بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے ماں باپ پر جو اُنمین سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی اسلام مین اُسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اُسکا باپ یا ماں نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کی طرف سے ایک وصی کہ پھر اُسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ اسکو باقانی نے بہنسی سے اور اُسنے زاہدی کے روضۃ العلماء سے نقل کیا **ولو اسلم الزوج وهي مجوسية فتهودت او تنصرت بقي نكاحها كما لو كانت في الابتداء كذلك** لانها كتابية مالا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہوگئی یا نصرانیہ تو اُسکا نکاح باقی رہیگا جیسا اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو نکاح بنا رہیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونیسے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار

انجام کار کے او مسلم اور کتابیہ مین نکاح درست ہے والتفریق بینھما طلاق فینقص العدد لو ابی لا لو ابت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونون
مین طلاق بائن ہے کہ کم کرتا ہے عدد طلاق کو یعنے اگر بعد تفریق کے اس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نہوگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر
زوجہ لونڈی ہے تو ایک طلاق کا مالک ہوگا تفریق اسوقت طلاق ہے اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہین ہے اسواسطے
کہ طلاق عورتون کیجانب سے نہین ہوتی و اباء الممیز و احد ابوی المجنون طلاق فی الاصح وہی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر و مجنون علی
وفیہ نظر اذ الطلاق من القاضی وہو علیہما لا منہما فلیتأمل بل لا ایقاع بل الوقوع اور انکار جیسی ممیز کا اور مجنون کی ماں یا باپ کا طلاق ہے قول صحیح مین اور یہ مسئلہ
نہایت عجیب غریب ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کی طرف سے کذا فی البحر شارح نے کہا کہ زیلعی کے کلام مین خلل ہے اسواسطے کہ طلاق واقع
ہوتی ہے قاضی کیطرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہے نہ کہ انکے اختیار سے تو وہ دونون طلاق کے اہل نہین بلکہ طلاق پڑنے کے اہل ہین
پھر جب طلاق انکی طرف سے نہوئی تو انہین تعجب کیا باقی رہا کما لو ورث قریبہ فانہ یعتق علیہ لو قال ان جننت فانت طالق فجن لم یقع بخلاف ما اذا قال ان دخلت الدار
فدخلہا مجنونا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہو اپنے قرابت دار کا تو آزاد ہو جائیگا تو یہ آزادی شارع کی طرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کیطرف سے اور
اسی طرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر مین مجنون ہو جاؤن تو تجھکو طلاق ہے پھر وہ مجنون ہوگیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود
شرط کے واقع ہوتی ہے اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا تو وہ شخص مکلف باقی نرہا بخلاف اسکے کہ اگر اسنے کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو تجھکو طلاق
ہے پھر گھر مین مجنون ہوکر داخل ہوا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ معلق ہے دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورت مین ایقاع
تھا نہ وقوع اسواسطے واقع نہوا خلاصہ یہ کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہین وقوع طلاق البتہ صحیح ہے اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع مین فرق نکیا اسواسطے تعجب اور
غرابت کا قائل ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم احدہما ای احد المجوسیین وامرأۃ الکتابی ثمہ ای فی دار الحرب وملحق بہا کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلثا او تمضی
ثلثۃ اشہر قبل اسلام الآخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بہا اور اگر اسلام لائے دو مجوسی مرد اور عورت سے ایک یا کتابی کی
عورت مسلمان ہوگئی وہان یعنے دار الحرب مین اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہے جیسے دریاے شور تو عورت نکاح سے جدا نہوگی یہانتک کہ تین بار اسکو حیض
آوے یا تین مہینے گذر جاوین دوسرے کے مسلمان ہونے کے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے بجاے گذر جانا عدت کا بجاے سبب فرقت کے یعنے انکا
اسلام کا یعنے جب وجود زوج دونون دار الاسلام مین نہوئے یا ایک انمین سے دار الحرب مین ہے تو ایک کے مسلمان ہونے سے دوسرے پر عرض اسلام نہین ہوسکتا
کہ وہان مسلمانون کی حکومت نہین ہے اسواسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہ مدت عدت نہین ہے اسواسطے کہ عورت غیر مدخولہ
بھی اسمین داخل ہے اور غیر مدخولہ پر عدت نہین ولو اسلم زوج الکتابیۃ ولو مآلا کما مر فہی لہ اور اگر مسلمان ہوگیا کتابیہ عورت کا شوہر تو وہ عورت اسکی
ہوگی یعنے جدائی دونون مین نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہے اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ پہلے مجوسیہ یا مشرکہ ہو آخرکار یہودیہ یا
نصرانیہ ہوگئی چنانچہ سابق مین اسکا مذکور ہوچکا والمرأۃ تبین بتباین الدارین حقیقۃ وحکما اور عورت جدا ہو جاتی ہے اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے باعتبار
تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہ کہ دونون شخصون مین دوری واقع ہو جیسے مثلاً زوج دار الاسلام مین ہو اور زوجہ دار الحرب مین اور تباین حکمی یہ کہ مثلاً
دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام مین پھر جانے کے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا
تو اسکی زوجہ نہ چھوٹ جاویگی اسواسطے کہ وہ حکماً اپنے ملک مین ہے مگر جبکہ ذمی ہوکر رہیگا تو دونون مین جدائی ہوجاویگی لا بالسبی نہین تو چھوٹتی عورت اپنے
زوج سے بسبب قید ہوجانے کے یعنے علت فرقت کی تباین دارین ہے امام اعظم کے نزدیک نہ مقید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہے فلو خرج احدہما
الینا مسلما او ذمیا او اسلم او صار ذمیا فی دارنا او اخرج مسبیا وادخل دارنا بانت لتباین الدارین اما اہل الحرب کالموتی ولا نکاح

میں حی و میت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام میں نکل آیا مسلمان ہو کر یا ذمی ہو کر یا وہ مسلمان ہو گیا یا دار الاسلام میں ذمی ہو گیا یا نکالا گیا
دار الحرب سے مقید کر کے اور دار الاسلام میں داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مردوں کے مانند ہیں
دو رہالانکہ زندہ ہیں اور مردہ نہیں نکاح نہیں اور یہی سبب ہے کہ سب مرتد حربیوں میں ملا کر احکام میت کے جاری ہوتے ہیں وان سبیا وخرج الینا معاً ذمیین
او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت الزوجۃ کتابیۃ منکوحۃ مسلماً او ذمیاً لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونوں ساتھ ہی مقید ہو کے
یا دونوں نکل آئے ہماری طرف ساتھی ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا دونوں نکلے مسلمانوں سے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونوں ذمی ہو گئے
تو ان صورتوں میں زوجہ زوج سے جدا نہو گی بسبب نہ تباین دارین یہاں تک کہ اگر عورت کتابیہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہو گی اپنے شوہر سے
اسواسطے کہ دونوں دار الاسلام میں ہو گئے اختلاف دارین نہیں جو موجب فرقت زوجین کا ولو نکحہا ثمہ ثم خرج قبلہا بانت وان خرجت قبلہ لا وما فی الفتح
عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہاں یعنی دار الحرب میں پھر نکلا وہاں سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہو گئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر
نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہو گی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہیں ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے تو دار الحرب کا اور جو روایت کہ
فتح القدیر میں محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام میں اور پہلے نکاح
اس سے کر چکا تھا دار الحرب میں تو وہ جدا ہو گئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ میں نے محیط رضوی کو دیکھا تو نہیں یہ مضمون تھا کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب میں
نکاح کیا پھر نکلا وہاں اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہو گئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہو گی تو صاف معلوم ہو گیا کہ فتح القدیر کی نقل وقت
محیط میں تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ہاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ غیر حاملۃ بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا اما الحامل فحتی تضع علی الاظہر لا
للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے کہ ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام میں آئی مسلمان ہو کر یا ذمیہ ہو کر وہ اگر حاملہ نہیں تو وہ
جدا ہو گئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر بایں امام کے نزدیک بے عدت رہے گی تو فوراً اس سے نکاح کر لینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہے تو اس سے نکاح کرنا
تب درست ہو گا جب بچہ جنے بنا بر قول اظہر کے حالت نکاح کرنا بسبب عدت کے نہیں بلکہ بسبب خالی نہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ
فلا ینقص عدداً عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین میں سے بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہیں ارتداد طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے تو عدد
طلاق کم نہو گا سو اگر مرد چند بار مرتد ہو گیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کر لیا امام کے نزدیک عورت حلال ہو گی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہیں
کذا فی الطحطاوی ناقلاً عن الخانیۃ فللموطوءۃ ولو حکماً کل مہرہا لتأکدہ یعنی جس عورت کی وطی ہو گئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب
ہو گا بسبب محکم ہو جانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرہا نصف المسمی والا المتعۃ لو ارتد فعلیہ نفقۃ العدۃ اور
جس عورت کی وطی نہیں ہوئی تو اسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہو اور اگر معین نہیں تو متعہ یعنی پوشاک دیگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو
ملیگا اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہیں تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا شیء من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی
لو ارتدت لمجیء الفرقۃ منہا قبل تأکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہیں سوا امکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی
عورت کی طرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہاں پایا نہیں گیا سکنی مرد پر اسوقت واجب ہے کہ جب بادشاہ حکم
کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید میں کرے اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ماتت فی العدۃ ورثہا زوجہا المسلم استحساناً
اور اگر عورت مرتدہ مر گئی عدت میں تو وارث ہو گا اسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وتعزر خمسۃ وسبعین اور تصریح کی فقہاء نے عورت مرتدہ کو تعزیر
دینے کی بہتر ہونے سے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک نہایت تعزیر آزاد کی ننانوے کوڑے ہیں حلوی میں کہا کہ ابو یوسف کے

قول پر فتوی ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی و المدنی وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی
ولوالجیہ اور زبردستی کیجاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر جبر کی کیواسطے تھوڑے مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنے اقل مہر پر اور اسی روایت پر فتوی ہے
کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کر دے عورت خوش ہو یا ناخوش اور اگر زوج اُسکے نکاح سے انکار ہو یا ساکت رہے تو اسپر جبر نہیں اور مرتد
نکاح اُسکا کرے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اسی صورت میں ہے جب عورت ابطال نکاح کیواسطے ارتداد اختیار کرے جیسا چنانچہ فتاوی عالمگیری میں اسکی تصریح کی ہے کہ
اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کیواسطے اور مرتدہ ہو گئی اسلئے بسبب نکاح جدید کے تو اُسکو زبردستی مسلمان کرنا چاہیے اور ہر
قاضی اسکا نکاح جدید کر دے تھوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ المدنی وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجرا وتیسیرا لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النہر
والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما فی النوادر اور فتوی دیا مشائخ بلخ نے جو اُن کی نیت نہ کی کہ عورت کے مرتدہ ہونے سے عورت کی جدائی کیواسطے تاکہ عورتون
پر اسکا حیلہ چلے اور خلق پر آسانی کے واسطے جہان قاضی [illegible] کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق میں
کہا کہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے نوادر کی روایت کے فتوے سے لکن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما یقع منہن من موجبات الردۃ
مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلہا انہا بالردۃ تسترق وتکون فیئا
للمسلمین عند ابی حنیفۃ ویشتریہا الزوج من الامام ان لم یکن مصرفا او یصرفہا الیہ لو کانت مصرفا ولو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ ملکہا ولہ بیعہا ما لم تکن حبلی منہ
فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہمارے زمانے کی عورتون کے احوال کو اور جو اُنسے
موجبات ارتداد واقع ہوتے ہیں مکرر ہر دن میں تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ نوادر کی
روایت مبسوط اور شرح ہے قنیہ و مجتبی اور فتح القدیر اور بحر الرائق میں اور خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونے کے لونڈی بنائی جاتی ہے اور
مسلمانون کیواسطے غنیمت ہو جاتی ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور مول لیوے زوج اُسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اُسکو اپنے صرف میں لاوے
اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اُسپر مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہو گا اُسکا اور اُسکو اُسکا بیچنا درست ہے جب تک عورت بنی نہو زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا
عورت جنے تو وہ ام ولد کی مثل ہو جاویگی نقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ ہجم علی نائحۃ فضربہا بالدرۃ حتی سقط خمارہا فقیل لہ یا امیر المؤمنین
قد سقط خمارہا فقال انہا لا حرمۃ لہا ومن ہذا قال الفقیہ ابو بکر البلخی حین مر بنساء علی شط نہر کاشفات الرؤس والذراع فقیل لہ کیف ہذا فقال لا حرمۃ لہن انما الشک
فی ایمانہن کانہن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب الغصب میں کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعۃ جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پھر اُسکو دُرے سے
مارا یہانتک کہ اُسکے سر کا کپڑا گر پڑا تو لوگون نے اُنسے کہا کہ یا امیر المؤمنین اُسکے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہیں تو فرمایا فاروق اعظم
نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت اور عزت نہیں اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گاہے نوحہ گری مرتد بھی کر دیتی ہے اور اس جگہ سے فقیہ
ابو بکر بلخی نے جب کہ وہ گذرے عورتون پر جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھیں تو اُنسے لوگون نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر اُنکے پاس سے نکلے
تو فقیہ موصوف نے کہا کہ اُنکی کچھ عزت اور حرمت نہیں اُنکے تو ایمان میں شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتین ہیں اور حربی عورتین لونڈیان ہیں تو اُنکے سر اور
ہاتھ واجب الستر نہیں ہیں یہ نقل مصنف کی استدلال نہیں بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہے کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی وبقی النکاح ان ارتدا معا بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذلک استحسانا اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھ ہی مرتد ہو جاویں
پھر اسیطرح ساتھ ہی مسلمان ہوں ساتھ ہی مرتد ہون جیسے مثلاً دونون یکبار کی بت کو سجدہ کریں یا معاذ اللہ قرآن مجید کو اہانت سے پھینکیں یا اس طرح
کہ دونون میں سے کسیکے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کے مانند قرار دیے جاوینگے یعنے وہ شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہیں کون پہلے ڈوبا یا کون پہلے جلا

تو دونوں ساتھ ہی غرق یا دریق قرار دیے جاوینگے تو بھی انمیں ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور نکاح باقی رہنا بطریق استحسان کے ہو نہ بطور قیاس کے اسواسطے کہ جب ایک کا ارتداد
منافی ہو النکاح کا تو دونوں کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدہما قبل الآخر لا قبل الدخول لو لم تاخر ہی لو منفصلة ومتعذرا اور فاسد ہوگا
نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر ہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہو تو نصف مہر واجب
ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہیں تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد واسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیة المدنی الولد
یتبع خیر الابوین دینا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمہ بخلاف العکس ولڑکا تابع ہو والدین میں سے بہتر دین والے کا
یعنے اگر باپ مسلمان ہو تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین میں اور اگر ماں مسلمان ہو تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح کہ لڑکا ہمارے
ملک میں ہو اور ماں اسکی نوسیہ ہو اور باپ وہاں یعنے دار الحرب میں اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہاں حقیقت میں اختلاف دارین ہو لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام
میں جگہ داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنے لڑکا دار الحرب میں ہو اور باپ دار الاسلام میں مسلمان ہوا ہو تو اس صورت میں لڑکا اسلام میں باپ کا تابع نہوگا
بسبب اختلاف دارین کے حقیقة وحکما والمجوسی ومثلہ کہ ثنی وسائر اہل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیہودی فی الدارین لانہ لا ذبیحة لہ بل یخنق
کمجوسی وفی الآخرة اشد عذابا اور مجوسی اور اسکے مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہیں وہ بدتر ہیں کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا
دین باعتبار دعوی کے آسمانی ہے اسواسطے انکا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی
سے دارین میں اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہیں بطور عادت اسکے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے مجوسی کیطرح ہاں اگر نصرانی بوجہ شرع کے حلال کریگا تو ذبیحہ
حلال ہوگا جیسا ان دنیا دی ہو میں اور آخرت میں سخت تر عذاب ہے نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاری کا الہیات میں ہے اور نزاع یہود کا
نبوت میں لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی ہوگا کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النہر وفی الجامع الفصولین لو قال النصرانیة خیر من الیہودیة او المجوسیة
کفر لاثباتہ الخیر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی السنة ان المجوسی اسعد حالا من المعتزلة لاثبات المجوسی خالقین فقط وہولاء خالقا لا عدد لہ بزازیة ونہر اور جامع الفصولین
میں ہے اگر کوئی کہے دین نصاری کا بہتر ہے یہود کے دین سے یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اسکو جو دلیل قطعی سے قبیح ہے
یعنے سوا دین اسلام کے سب دینوں سے خیریت اور بہتری مسلوب ہے لیکن حدیث میں وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق کو
ثابت کرتا ہے اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہیں کذا فی البزازیة والنہر مسند امام اعظم وغیرہ میں بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
القدریة مجوس ہذہ الامة یعنے قدریہ مجوس ہیں اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے قدر کا اور معتزلہ قائل ہیں کہ خدا خالق شر کا نہیں بلکہ شر بندہ کا (القدریہ ۱۲)
مخلوق ہے تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہیں دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہیں اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن کہتے ہیں ولو تمجس ابو صغیرة نصرانیة
تحت مسلم بانت بلا مہر ولو کانت قد ماتت الام نصرانیة مثلا وکذا بعکسہ لم تبن لانتہاء التبعیة بموت احدہما ذمیا او مسلما او مرتدا فلم تبطل بکفر الآخر
اور اگر مجوسی ہو گیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہو جائیگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین میں باپ کی
پھر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلا یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اسکا مجوسی ہو جاوے اور اسیطرح بالعکس یعنے باپ صغیرہ کا نصرانی
مر چکا ہو اور ماں اسکی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب تمام ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا مرتد ہو کر تو تابعداری
باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنے جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہو کر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہو گئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائیگا ماں یا باپ
کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد بجبر مسلمان کیا جاتا ہے اسکے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہوگا تا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن مالم یلحقا اور محیط میں ہے کہ اگر
اگر ماں باپ صغیرہ کے دونوں مرتد ہو گئے تو صغیرہ جدا نہوگی اپنے زوج مسلم سے تبتک کہ دونوں دار الحرب میں صغیرہ کو لیکر نہ ملیں تبتک والدین سے جدائی اسواسطے نہوگی کہ ہنوز

احکام اسلام کے دونون پر قائم ہین کیونکہ اُنپر جبر کرنا مسلمان ہونے کیواسطے ثابت ہوا اور انکا کسب نہ مسلمین کا ہوا اور جب انکو حربیاین صغیرہ کو لیکر چلے تو انکا
حربی ہونا ثابت ہوگیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہوگئے اور اگر صغیرہ دار الاسلام مین رہی تو بھی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ اُسکا اسلام حکمی موجود ہو فاوفت
عاقلۃ مسلمۃ ثم جنت فارتدا لم تبن مطلقا اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی بالغ ہوئی عاقل مسلمان ہو کر پھر مجنون ہوگئی پھر اسکے ماں باپ مرتد ہو گئے تو اپنے زوج سے
جدا نہو گی کسیطرح خواہ والدین دار الحرب مین چلے ہون خواہ نہ چلے ہون اسواسطے کہ عورت خود اہلی مسلمان ہو چکی اب تبعیت والدین کی باقی نرہی مسلم تحتہ
نصرانیۃ فتمجسا او تنصرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہی پھر زوج اور زوجہ مجوسی ہوگئے یا نصرانی ہوگئے تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا ہو گی نزدیک
ابو یوسف کے اسواسطے کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کیطرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ تھی اصلیہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح ان ینکح مرتد او مرتدۃ
احد من الناس مطلقا اور نہین صحیح ہو کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقا یعنے نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل کا ہو بنابر
مہلت بضرورت تامل کے ہو کہ شاید بھکر مسلمان ہو جاوے اور مرتدہ واجب الحبس ہو واسطے تامل کے تو فوائد نکاح کے دونون مین کیونکر حاصل ہون اسلم الکافر وتحتہ
خمس نسوۃ فصاعدا او اختان او ام وبنتہا بطل نکاحھن ان تزوجھن بعقد واحد فان رتب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر اور اسکے نیچے
پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اُسکے نیچے دو بہنین ہین یا ماں اور اسکی بیٹی ہو تو نکاح اُن عورتون کا باطل ہو اگر اُسنے نکاح ایک عقد مین کیا اور اگر نکاح بترتیب کیا یعنے
اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچوین تک یا ایک عقد مین تین سے اور دو سے عقد میں دو سے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پھر دوسری
وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی مین بھی نکاح مرتب ہوا تو پچھلا نکاح باطل ہو گا یعنے پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وخیر محمد والشافعی بحدیث
فیروز واحد اختیار دیا ہو اُسکو محمد اور شافعی نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنے محمد اور شافعی نے مختار کیا ہو اسلام لانے والے کو چار عورتون کے رکھنے مین کوئی ہون
اور دو بہنون مین بھی اختیار ہو کہ جسکو چاہے رکھے اور ماں اور بیٹی کے نکاح مین فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونون کو چھوڑ دے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور
صحیح ابن حبان مین ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تھا اور اُسکے نیچے دو بہنین
تھین کہ ان دو مین سے جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دیدے اور ترمذی مین مروی ہو کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوا اور اُسکے پاس دس عورتین تھین جاہلیت مین
وہ بھی مسلمان ہوئین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ ان عورتون مین سے چار کو اختیار کرلے کذا فی حاشیۃ المدنی قلنا کان تخییرہ فی التزوج
بعد الفرقۃ محمد اور شافعی کے جواب مین ہم کہینگے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنے مین ہو بعد فرقت کے یعنے نکاح سابق باطل ہو گیا پھر نکاح جدید مین فیروز اور غیلان
مختار کیا کہ جس سے چاہین کرلین بلغت المسلمۃ المنکوحۃ ولم تصف الاسلام بانت ولا مہر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ تعالی بجمیع صفاتہ عندہا وتقر بذلک
کما فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نکرسکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہو گی شوہر سے اور اُسکو مہر نملیگا قبل دخول کے اور لائق ہو زوج کو
کہ ذکر کرے حق تعالی کو اُسکی جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اُس سے اُسکا اقرار کراوے کذا فی الکافی یعنے اُس سے یون کہلاوے کہ آیا خدا ایسا ہو
تو اگر وہ کہے کہ ہاں ایسا ہی تو وہ مسلمان ہو نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو جھتی ہو اور بیان نکرسکتی ہو تو بھی نکاح موجود ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

## باب القسم

بفتح القاف القسمۃ وبالکسر النصیب یہ باب ہو ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصہ کے
ہو اور یہان مراد تسویہ منکوحات ہو کسیب وظاہر الایۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس
والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ واجب ہو اور ظاہر آیت کا یہ ہو کہ فرض ہو عدل کرنا یعنے جور اور ظلم نکرنا قسم مین اسطرح کہ برابر رکھنا
چاہیے منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کھانے اور صحبت مین نہ جماع کرنے مین مثل محبت کے یعنے جماع مین برابری ضرور نہین اسواسطے کہ

جماع تشاد اخبار رہے موقوف ہوا اور سیطرح محبت میں بھی برابر رکھنا ضرور نہیں ہے اسلئے کہ محبت آدمی کے اختیار میں نہیں بل یستحب ویسقط حقہا بمرۃ ویجب
دیانۃ احیانا جماع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے
گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ پہونچے چھوڑنا جماع کا ایلا کی مدت تک یعنے حرہ کے حق میں چار مہینے اور لونڈی کے حق میں دو مہینے تک کہ
کی نوبت نہ پہونچے مگر عورت کی خوشی سے ویؤمر المتعبد بصحبتہا احیانا اور امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور سیطرح جو شخص مشغول ہو
لونڈیون کے تصرف کا اسکو بھی موانست ازواج کا قاضی حکم کریگا گاہے گاہے یعنے اسمین مدت مقرر نہین وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع لحرۃ وسبع
لامۃ اور ٹھہرائی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن مین ایک رات اور دن حرہ کیواسطے اور ہر ہفتے مین ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کیواسطے
ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع
زوج سے تو جائز نہین زیادتی اسکی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہے جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روے
بحث کے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا ہیچ اپنے علما کی کتب مین نہین دیکھا البتہ کتب مالکیہ مین ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیئے اور بعضی نے کہا
مین دو بار دن اور دو بار رات اور بحر الرائق مین کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار مین پسند ہے اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب مین مصرح نہو تو امام مالک کیطرف
رجوع کرنا چاہیئے چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ مین اسکو صریح کہا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق
بین فحل وخصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح وصبی دخل بامراتہ وبالغ لم یدخل بحر بحثا واقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق کے درمیان فحل جامع مرد
اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کرچکا ہو اپنی عورت کی اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہین کی
چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق مین ہے بحث کرکے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین فحل وہ جسکا آلہ تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکے خصیے
نکال ڈالے گئے ہون یعنے خصی اور عنین اور مجبوب پر جسکہ جماع متصور نہین تو بھی انکو شب باشی اپنے منکوحات کے ساتھ واجب ہے مانند فحل کے واسطے
صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے وفی البدائع ویجب لحائض وذات نفاس ومجنونۃ لا تخاف ورتقاء وقرناء وصغیرۃ یمکن وطیہا
ومحرمۃ ومظاہرۃ ومولی منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا والا لا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے
اور حائضہ اور نفاس والی کے اور اس مجنونہ کے جس سے خوف ضرر رسانی کا نہین اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند
لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ مین ہڈی زائد مانع ہو جماع کی اور بدون فرق اس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے
جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور بدون فرق مظاہرہ یعنے جسکو محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور بدون فرق اس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنے چار مہینے تک جماع
نکرنے کی قسم کھائی اور بلا فرق انکے مقابلات کے یعنے غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہین کیا اور سیطرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اسکے ساتھ قصد رجوع
کرنے کا ہوا اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اسکے ساتھ قسم نہین کذا فی البحر فلا صحبۃ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے
نہ جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہرا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وہدر ما مضی وان اثم بہ
لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسمین تو
زوج کو دونون سے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آیندہ مین اور جو زمانہ ماضی مین ہو چکا اسکا عوض نہین اگرچہ زوج اسکے سبب سے گنہگار ہوا اسواسطے کہ قسمت
بعد طلب کے ہوتی ہے اور طلب نہین ہوئی مگر زمانہ مستقبل مین وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرۃ لتفویتہ الحق وہذا اذا لم یقل
انما فعلت ذلک لان خیار الدور لی فحینئذ یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے قاضی کے یعنے ایک

منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اسکو تعزیر دی جاوے گی بدون قید کے کذا فی الجوہرہ تعزیر ہو گی بسبب تفویت کرنے زوج کے حق کو یعنی حق زوجہ کا فوت کر دیا اور
ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہ تعزیر اسوقت ہو گی جبکہ زوج نے یہ کہا ہو کہ میں ایک کے پاس زیادہ ہوا اسواسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجھکو ہے یعنی دوسری زوجہ کی
باری میں جسقدر اسکے پاس کبھی رہونگا تو اسوقت میں قاضی حکم کرے جسقدر کا یعنی تنہا ایک کے پاس رہا دوسری کے پاس بھی اتنا ہی رہے کذا فی النہر یہا والبکر
والثیب والجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الآیۃ اور باکرہ و ثیبہ و جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ اور کتابیہ سب برابر ہیں
بسبب مطلق ہونے آیت قرآنی کے عدل میں [illegible] مرفوع ہے کہ جسکی دو جورو ہوں اور وہ ایک کیطرف مائل ہو تو وہ قیامت میں
آویگا اور اُسکا آدھا بدن ٹیڑھا ہوگا یہ حدیث بھی مطلق ہے باکرہ اور ثیبہ [illegible] و جدیدہ و قدیمہ کا اسمیں کچھ فرق نہیں اور امام شافعی کے نزدیک اگر باکرہ سے نکاح
کرے تو سات دن اُسکے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اُسکے پاس رہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ باکرہ کے سات دن اور ثیبہ کے تین دن ہیں تو حدیث
مذکور کا یہ مطلب ہے کہ ابتدا سے نوبت جدیدہ سے چاہیے نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر
تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو جسقدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی والامۃ والمکاتبۃ وام الولد والمدبرۃ والمبعضۃ نصف
من الحرۃ ای من البیتوتۃ والسکنی معہا اما النفقۃ فیعتبر حالہا او قسم لونڈی اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور معتقۃ البعض کیواسطے بقدر نصف حرہ کے ہے یعنی شب باشی اور
اُسکے ساتھ رہنے میں لیکن نفقہ میں ہر ایک کا بقدر حال اُن کے جیسے کہ تونگری اور افلاس میں خلاصہ یہ ہے کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اُسکی باری حرہ سے آدھی ہے مثلاً
ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس میں جو عورت جسکا کل آزاد نہ ہو نصف آزاد ہو یا ربع ولا
قسم فی السفر دفعا للحرج فلہ السفر بمن شاء منہن والقرعۃ احب تطییبا لقلوبہن اور سفر میں باری نہیں ہے بواسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہے جسکو چاہے انہیں سے
سفر میں لیجاوے اور قرعہ کر لینا مستحب ہے واسطے دلجوئی کے [illegible] اور قرعہ کا یہ طریق ہے کہ ایک پرچہ کاغذ میں سفر کا لفظ لکھا اور دوسرے کاغذ میں حضر کا
لفظ لکھا پھر انکو آپس میں اندر کرکے گولی بنائے پھر کسی لڑکی کو دے کہ ہر عورت کو دے جسکے پاس سفر کی گولی جاوے اسکو ساتھ لے کذا فی الطحطاوی والمدنی
عن القہستانی ولو ترکت قسمہا بالکسر ای نوبتہا لضرتہا صح ولہا الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانہا وہبت ما لم یجب فلا یسقط اور اگر ایک زوجہ اپنی باری چھوڑے
اپنی سوت کیواسطے تو یہ درست ہے اور اسکو رجوع کر لینا یعنی باری پھر لینا بھی آیندہ میں جائز ہے زمانہ آئندہ میں اسواسطے کہ زمانہ مستقبل میں حق عورت کا واجب نہیں
تو اسکے ساقط کرنے سے ساقط بھی نہ ہوگا ولو جعلتہ لمعینۃ ہل لہ جعلہ لغیرہا ذکر الشافعی لا وفی البحر بحثا نعم ونازعہ فی النہر اور اگر ایک عورت نے اپنی باری مخصوص
ایک سوت کو دیدی تو کیا زوج کو جائز ہے کہ اسکے سوا دوسری کے واسطے مقرر کرے شافعی نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا جائز نہیں اور بحرالرائق میں
بعد گفتگو کے کہا کہ ہاں زوج کو اختیار ہے اور نزاع کیا ہے اس سے نہر الفائق میں ہم بحرالرائق میں کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ نے اس تفصیل شافعیہ کو اسواسطے ذکر نہیں کیا
کہ یہ ہبہ قابل ہے زوج سے تو اسمیں زوج کا اختیار رہیگا خواہ زوج کو ہبہ کرے خواہ سوت کو نہر الفائق میں کہا کہ سوت کو دینے سے زوج کا حق ہو جاوے
یہ مسلم نہیں اسواسطے کہ باری عورت کا حق ہے چاہے لے چاہے ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہے قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار
ہو نزدیک مشائخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقیم عند کل واحدۃ منہا یوما ولیلۃ لکن انما تلزمہ التسویۃ فی اللیل حتی لو جاء للاولی بعد الغروب وللثانیۃ بعد العشاء
فقد ترک القسم اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دو عورتوں میں سے ایک دن اور ایک رات اور جو رو کا حال وہی چار کا حال لیکن برابری تو زوج کو رات میں لازم ہو
یہاں تک کہ اگر آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشاء کے تو البتہ اُسنے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہ کہ عورتوں کے پاس رات کے
رہنے میں زیادتی کمی نہ کرے اور دن کو اختیار ہے یہاں تک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹھہرا تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر
ولا یجامعہا فی غیر نوبتہا ولا نہارا وکذا لا یدخل علیہا بالیل البتۃ ولو مرضت فی الجوہرۃ لا باس ان یقیم عندہا حتی تشفی او تموت انتہی

یعنے اذا لم یکن عندہا من یونسہا اور جماع نکرے عورت سے اسکی باری کے سوا مین اگرچہ دن ہو اور اسیطرح سے باری کی رات کو اسکے پاس نجاوے مگر اسکی عیادت
کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جبرہ مین ہو کچہ مضائقہ نہین کہ ٹھہرا رہے اسکے پاس یہانتک کہ اسکو آرام ہو یا مرجاوے فقط یعنے بقدر بیمار عورت کے پاس
ٹھہرنا اس صورت مین ہو جبکہ اسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو ورنہ مرض ہوتی بینہ وعی کلافی نو بتہا لانہ لو کان صحیحا واراد بذلک ینبغی ان یقبل منہ نہر اور اگر بیمار
ہو زوج اپنے گہر مین تو بلاوے ہر عورت کو اسکی باری مین ہو اسواسطے کہ اگر تندرست ہوا ور یہی ارادہ کرے یعنے بلانے کا تو لائق ہو کہ اسکا امر قبول کیا جاوے کذا فی النہر
**وان شاء ثلثا** ای ثلثۃ ایام ولیالیہا اور اگر چاہے تین دن اور تین راتین ہر ایک کے پاس رہے **ولا یقیم عند احدہما اکثر الا باذن الاخری** خلاصۃ فزاد
فی الخانیۃ **والرای فی المدارۃ فی القسم الیہ** کذا فی مقدار الدور بہانتک پانچ ٹھہرے دو مین سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی الخلاصۃ
اور زیادہ کیا ہو خانیہ مین اور تجویز شروع باری مین زوج کی طرف ہو یعنے مثلاً اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے رہے اور اسیطرح مقدار دور کی زوج کے
اختیار مین ہو جو چاہے ہر ایک پاس سات سات دن رہے جو چاہے کم و بیش کذا فی الہدایہ والتبیین وغیرہ فی الفتح بحثا بمدۃ الایلاء او جمعۃ وعممہ فی البحر فنظر فیہ فی النہر
قال المصنف فظاہر بحثہما انہما لم یطلعا علی ما فی الخلاصۃ من التقیید بثلثۃ ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہو فتح القدیر مین مدت دور کو ازرہ
بحث کے ساتھ مدت ایلاء کے بلکہ ساتھ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہو مدت دور کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہو عموم بحر مین صاحب نہر الفائق نے
کہا مصنف نے منح الغفار مین اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہو کہ دونون مطلع نہین ہو اس روایت پر جو خلاصہ مین تہی یعنے تین روز کی
تقیید سے جیسا کہ ہمنے اسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہو مختصر مین یعنے تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا کہ اطلاق دور کا معتبر نہین ہو اسلیے کہ اگر ایک ایک برس کا
دورہ زوج مقرر کرے تو یہ اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلاء تک یعنے چار مہینے تک معلق رکہنا بہی لائق نہین ہو جبکہ باری تانیس و دفع وحشت کے لیے واجب ہو تو وقت
مدت اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان مین یہ ہو کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہو مگر یہ کہ دونون اسپر راضی ہو جاوین فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین
لفظ او بمعنی بل ہو اسیواسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دور کی مطلق ہو اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا تو کچہ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی
باری کے آنے پر مطمئن ہوگی اور نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دورہ مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنے مثلاً اگر مدت دور کی دس سال کی اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے
مر گیا تو صریحاً مضرت ہو اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجہا سو بہی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہو تمثیل کی نہ تحدید
کی اور شارح قہستانی نے خانیہ و سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہو کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے اور بلا اشکال شروح متون کی ترجیح مین مقدم
ہین فتاوون پر کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے لو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نہارا وہو حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے
چوکیدار اور اسکی دو یا تین عورتین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہو کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہ کلام شافعیون کا خوب ہو وحقہ علیہا
ان تطیعہ فی کل مباح یامرہا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہ ہو کہ اسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے ظاہر یہ ہو کہ امر مباح
زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہو جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہو کہ ترک آرائش سے اور ترک نماز اور طہارت سے اور وطی کی عدم
اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑہتی ہو تو اسکو طلاق دینا جائز ہو اگرچہ ادا مہر پر قادر نہو اور اگر عورت کا
باپ لنگڑا ہو اور اسکا کوئی خبر گیر نہو اور زوج اسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہو اور خدمت باپ کی ضرور ہو
خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن العالمگیریۃ ولہ منعہا من الغزل اور جائز ہو مرد کو عورت کا منع کرنا سوت کاتنے سے اسواسطے
کہ نفقہ اسکا زوج پر واجب ہو ومن اکل ما یتاذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہو کہ عورت کو منع کرے اس چیز کے کہانے سے جسکی بو سے اسکو تکلیف
ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولی اور حقہ کشی اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہو زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہو اور سید اسعد مدنی نے

اپنے قدامت سے میں صریح کیا ہو کہ زوج کو اگر کہ وہ معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل ومن المختار و لنقش ان تامی من الحکمۃ نہر
قیامہ فیما علقناہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہو کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اسکی بو سے اسکو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق
اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ میں ہم نے بیان کی ہے ہم بدائع میں ہو کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہے بموجب آیت قرآنی کے یعنے احسان
اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کے بعض مشائخ یہ معنی کئے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کیواسطے
پسند کرتا ہو اور یہ حسن سلوک دونوں طرف سے مستحب ہو اور احکام نکاح سے یہ ہو کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اسکو نصیحت کرے اگر نصیحت نہ مانے تو
کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی نہ باز آوے تو پھر مارنا جائز ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہو مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا
جبکہ عاقل اور دانا ہے اور اسکی سوت کے نزدیک اور اسیطرح اپنی لونڈی اور اسکی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

## باب الرضاع

یہ باب ہو رضاع کا یعنے بیچ احکام شیر خوارگی کے ذکر ہوتا ہو لغۃ بالفتح و کسر مص الثدی و شرعاً مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آئسۃ والحق بالمص
الوجور والسعوط رضاع بفتح وکسر لغت میں چوسنا ہو چھاتی کا اور شرع میں چوسنا ہو عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کنواری ہو یا مردہ یا بڈھی اور چوسنے سے
ملحق ہو حلق میں ڈالنا اور ناک سے چڑھانا یہ اشارہ ہو صاحب بحر الرائق کی رد پر انہوں نے کہا کہ کبھی مص متحقق نہ ہو اور پیٹ میں نہیں جاتا اور کبھی بدون رضاع ثابت ہوتا ہو بدون
مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط میں شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہو مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ میں جانے کا مص ہی ہو اسیواسطے اسکو ذکر کیا نہر الفائق میں کہا
کہ مص مستلزم ہو وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رفیق کر کے تعبیر کیا ہو فی وقت مخصوص ہو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندہما
ہو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العیون ہو وقت مخصوص میں وہ وقت اڑھائی برس ہیں امام کے نزدیک اور فقط دو برس ہیں
صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا صحیح ہو کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتویٰ ہو کما فی تصحیح القدوری ناقلاً عن عیون المسائل وفی نسخۃ عن العیون
اور لفظ حولین کا مابین ہے جو کلام مصنف میں واقع ہو ثابت ہوتا ہو کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہیں اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہو لکن فی الجوہرۃ
انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتویٰ لیکن جوہرہ میں ہو کہ البتہ رضاع اڑھائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھوڑانے کے ہو حرمت ثابت
کرتا ہو اور اسی روایت پر فتویٰ ہو کما فی الولوالجیہ اور یہی ظاہر الروایت ہو کما فی الخانیہ اور فتح القدیر میں اقطع ناطقی سے منقول ہو کہ فتویٰ اسی
ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع میں فتوی مختلف ہو تو اس صورت میں ظاہر الروایت صحیح ہو گی واستدل الامام القول الامام
القولہ تعالیٰ وحملہ وفصالہ ثلٰثون شہرا ای مدۃ کل منہما ثلٰثون الا انہ ..... الاول کیا ہو علماء نے واسطے قول امام کے حق تعالیٰ کے اس قول پاک سے کہ حمل
لڑکے کا اور دودھ سے چھوڑنا اسکا تیس مہینے میں ہو یعنے مدت ہر ایک کی دونوں میں سے تیس مہینے ہیں یعنے حمل کی بھی تیس مہینے اور فصال کی بھی تیس مہینے
اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے دو چیزیں ذکر کیں اور دونوں کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونوں میں ہر ایک کیواسطے ہو گی جیسے کسی نے مدت مقرر کی
دو قرضوں کیواسطے یوں کہکر کہ دیکھو میں ایکہزار درم اور پانچ من جو ہیں مہینہ بھر کے وعدہ پر تو مہینہ بھر درم کی بھی مدت ہوئی اور پورا مہینہ جو کی بھی مدت ہو گی ایسا ہی ال ..... ہو کہ
اس تقریر سے لازم آتا ہو کہ مدت حمل اڑھائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں تھی اسکا جواب شارح نے دیا ہے کہ قول ..... نقص
فی الاول قام بقول عائشۃ لا یبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لا یعرف الا سماعاً مگر یہ کہ کمی چھ مہینے کی اول امر میں یعنے حمل میں ثابت ہوئی عائشہ صدیقہ کے قول سے فرمایا کہ
نہیں باقی رہتا ہو لڑکا پیٹ میں زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہیں ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے یعنے قیاس میں ..... مجتہد کو دخل نہیں تو یقیناً معلوم
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا تو یہ موقوف بہ حکم صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہو گیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکو شرح نخبۃ الفکر میں شرح بیان کیا ہے

العون کی جگہ العیون ہے

اور قول حضرت صدیقہؓ کا سنن دارقطنی اور بیہقی میں جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی پھر یہاں دوسرا سوال وارد ہوا کہ امامؒ نے
تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہی اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہیں اسکا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا الا انہ ماولة
للتوزیع الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن دلالتہا قطعیۃ اور آیت موصوفہ ماول ہو یعنے اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں بسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت حمل پر
اور فصال اکثر مدت پر یعنے صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یون تقسیم کیا کہ چھ مہینے حمل کی مراد رکھے اور دو برس فصال کی پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور فصال پر
اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نہ رہی ظنی ہو گئی اور حدیث بھی ظنی ہی تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہو گئی علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول المجتہد وان
لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی علاوہ استدلال سے یہ ہی کہ مقلد پر واجب ہی عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اسکی دلیل ظاہر نہو چنانچہ قاضی خان نے اسکو بیان کیا ہی اپنے فتاوی کی
رسم مفتی کے مقام میں یعنے اگر کوئی بسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہیں اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہیں اسپر تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہی
گو اسکی دلیل کو نہ جانے تو حنفی مذہب کہ مثلاً امام کا قول کافی ہی دلیل کا سمجھنا اسپر ضرور نہیں لکن فی اخر الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ لقوۃ
الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر میں یون ہی کہ اگر مخالفت کی صاحبین نے امام کے کسی مسئلہ میں تو بعضون نے کہا ہی کہ مختار ہی مفتی دونون قول میں
جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور صحیح یہ ہی کہ اختلاف امام اور صاحبین میں قوت دلیل کا اعتبار ہی یعنے اگر امامؒ کی
دلیل قوی ہی تو امامؒ کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہی تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہی سوا اہل اجتہاد کے
اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کو گو یہ پایہ اجتہاد کا نہ تھے پر مصرح کر چکے ہین کہ مدت رضاع میں دلیل صاحبین کی قوی ہی کما قال تعالی والوالدات یرضعن اولادہن
حولین کاملین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع پھر معلوم کیا چاہیے کہ اختلاف امام
اور صاحبین کا تحریم میں ہی یعنے امام کے نزدیک اڈھائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت رضاعت وغیرہ کی ثابت ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس
کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانے کی اجرت کا مطلقہ کیواسطے سو دو ہی برس کر مقدر ہی باجماع امام اور صاحبین کے یعنے اگر زوج زوجہ کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو
دودھ پلوانے بعد طلاق تو فقط دو ہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء
بالطعام علی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قال المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی اذا اختلفت رجح ظاہر الروایۃ اور ثابت ہوتی
تحریم مدت رضاع میں فقط یعنے بعد مدت کے شیر خوارگی سے تحریم نہیں مدت کے اندر تحریم ثابت ہی اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھوڑانے کے اور بسبب استغناء کے
طعام سے یہ بنا بر ظاہر مذہب کے یعنے اگر مدت کے اندر مثلاً چھ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھوٹ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پیئیگا
تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہی چنانچہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہی کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی میں ہی مخالف
معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امامؒ سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانے کی عادت ہو گئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہیں ثابت ہوتی اور
اسی پر فتوی ہی مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتبار کے نہیں اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہی کہ مدت کے اندر
مطلقا تحریم ثابت ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوہبانیۃ اور مباح نہیں ہی پلانا
بعد مدت رضاع کے یعنے دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودھ جزو ہی آدمی کا اور نفع لینا جزو آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہی بنا بر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیہ یعنے
بعد دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہی اب ان کے دودھ کی ضرورت نہ رہی یہاں شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بغیر ضرورت جائز نہوا تو بطور علاج کے
استعمال اسکا جائز نہو چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول المأکول کما مر اور
بحر الرائق میں ہی کہ جائز نہیں دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب میں اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہی تداوی بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارت میں

له اور باقی دودھ ... بچہ ... کو ... یہ ... دودھ ... بچہ ... ضرورت ...

قبل فصل چیز کے اسکا ذکر ہو چکا شارح نے وہان کہا کہ تداوی بالمحرم مین اختلاف ہے ظاہر مذہب مین تو منع ہوا و بعض نے کہا جائز ہے جب شفا یقین
معلوم ہو اور کوئی دوسری دوا اُسکے سوا نہو اور اسی روایت پر فتوی ہے جیسے شراب جائز ہے پیاسے کو **و للاب جبار امتہ علی فطامہ لہا منہ قبل الحولین**
**ان لم یضرہ ای الولد الفطام کما لہ ایضا اجبارہا ای امتہ علی الارضاع** اور باپ کو جائز ہے اپنی لونڈی سے زبردستی کرنا اُسکے لڑکے کے دودھ چھڑانے
پر جو لڑکا مولی کے نطفے سے ہے دودھ چھڑانے پر جبر جائز ہے قبل دو برس کے اگر لڑکے کو دودھ چھڑانا مضرت نکرے جسطرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودھ پلانے پر
بھی جائز ہے یعنے لونڈی مال ہے مولی کا تو اُسکو دودھ پلانے اور چھڑانے پر اختیار ہے لڑکا مولی کے نطفے سے ہو یا غیر کے نطفے سے ہان اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط کر لی
تو مولی کو جبر کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **ولیس لہ ذلک یعنی الاجبار بنوعیہ مع زوجتہ الحرۃ و لو قبلہا لان حق التربیۃ لہا** جوہرہ اور باپ کو یہ جائز نہین
یعنے دونون قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اسواسطے کہ حق پرورش کا زوجہ کو پہنچتا ہے تو دودھ پلانے اور چھڑانے مین زوجہ کا اختیار ہے کذا فی الجوہرہ
یعنے دودھ چھڑانے اور دودھ پلانے مین اگرچہ قبل مدت کے ہو زوجہ کو جبر کرنا جائز نہین ہان بعد مدت کے دودھ چھڑانے پر اسکو جبر کرنا درست ہے **و یثبت بہ ولو بین الحربیین** بزازیۃ
**وان قل ان علم وصولہ لجوفہ من فمہ او انفہ لا غیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا** والوالجیۃ اور ثابت ہوتا ہے یعنے دائی کا مان ہونا
دودھ پینے سے اگرچہ یہ فعل دو حربی کافرون مین ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ دودھ نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ مین پہونچنا لڑکے کے منہ سے یا اُسکی
ناک سے نہ اور طریق سے یعنے کان مین ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے نے پستان کو منہ مین لیا اور معلوم نہوا کہ دودھ حلق مین داخل ہوا یا نہیں تو حرمت نہ ثابت ہوگی
اسواسطے کہ حرمت کے مانع مین شک ہے یعنے حلت اصل ہے اور بالیقین ثابت ہے اور مانع حلت مین یعنے دودھ کے اندر جانے مین شک ہے تو شک سے یقین نہین اُٹھ سکتا کذا فی الولوالجیۃ
**و لو ارضعہا اکثر اہل القریۃ ثم لم یدر من ارضعہا و اراد احدہم تزوجہا ان لم تظہر علامۃ ولم یشہد بذلک جاز** خانیۃ اور اگر دودھ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پھر معلوم نہ ہوا کہ
کون کون عورت نے اسکو دودھ پلایا ہے پھر ارادہ کیا اہل قریہ مین سے کسی نے اُس عورت سے نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہوا اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہو تو نکاح کرنا جائز ہے کذا
فی الخانیۃ طحطاوی نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہیں کیا اور ممکن ہے کہ علامت کو یون بیان کیجیے کہ مثلا ایک عورت دودھ والی وہان بہت آتی جاتی ہو جہان صبیہ
رہتی تھی یا اسی گھر مین وہ رہتی ہو تو یہ نشان قوی ہے دودھ پلانے پر اور تقدیری ایسے مسائل مین یہ ہے کہ مواقع اشتباہ مین نکاح نکرے اور ولوالجیہ مین ہے کہ عورتون پر
واجب ہے کہ ہر لڑکے کو دودھ نہ پلاوین بلا ضرورت اور اگر پلاوین تو یاد رکھین بلکہ لکھ رکھین یعنے تا نادانستگی مین حرام نہ واقع ہو اور خانیہ مین ہے کہ عورت کو اجنبی
لڑکے کا دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے مکروہ ہے مگر جب ہلاک ہونے کا خوف ہو تو مضائقہ نہین اور محیط مین ہے کہ مرد کو مناسب نہین کہ اپنے لڑکے کو احمق عورت کا
دودھ پلاوے اسواسطے کہ حدیث مین منع ہے کہ دودھ کا اثر ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ہو امومۃ المرضعۃ للرضیع ویثبت ابوۃ زوج مرضعۃ اذا کان لبنہا منہ**
**لہ والا لا کما یجیی** ثابت ہوتا ہے مان ہونا دائی کا شیرخوارگی کیواسطے اور ثابت ہوتا ہے باپ ہونا دائی کے زوج کا جبکہ دودھ دائی کا اُسی زوج سے ہو اور
اگر دودھ دائی کا پہلے زوج سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت نہوگا بلکہ شیرخوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا جیسا کہ اسکی تصریح آگے آوے گی
**فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب رواہ الشیخان واستثنی بعضہم احدی وعشرین صورۃ وجمعہا فی قولہ** پس حرام ہوتا ہے اُس سے بسبب رضاعت کے جو
حرام ہوتا ہے نسب سے یہ حدیث بالمعنی ہے روایت کیا ہے اسکو بخاری اور مسلم نے مرفوع ابوہریرہ سے اور ابن عباسؓ کی روایت سے ان لفاظ سے کہ یحرم
من الرضاعۃ ما یحرم من النسب اور حرام ہے اس حدیث سے بعض علما نے اکیس صورتین مستثنی کی ہین اور انکو اپنی آیندہ قول مین نظم کیا ہے ۵ **یفارق النسب الارضاع فی**
**صور کام نافلۃ او جدۃ الولد** جدا ہے دودھ پلانا نسب سے چند صورتون مین جیسا کہ پوتے کی مان یا لڑکے کی نانی یعنے پوتے کی رضاعی مان دادا کو حلال ہے مثلا زید کا
بیٹا محمود ہو اور محمود کا بیٹا خالد ہے سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودھ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہے بخلاف نسب کے کہ پوتے کی مان نسبی دادا کو
حلال نہین اسواسطے کہ خالد کی مان زوجہ ہو محمود کی تو بہو ہوتی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہو اس طرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو زید کو

اور شکلہ دفن کرے یعنی ایک صغیرہ نے مردہ عورت کا دودھ پیا پھر اُس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہو میت کا یعنی داماد ہو اسواسطے اگر وہاں عورتیں نہوں
تو زوج صغیرہ کا میت کو بجائے غسل کے تیمم کرا دے اور کپڑا حائل کرنے کی حاجت نہیں اور دفن بھی کرے اسواسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ
دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوتی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں اسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا بخلاف وطئہا و فرق بوجود المغذی لا اللذۃ
بخلاف وطی میت کے کہ اس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اور وطی اور رضاعت میں فرق ثابت کیا ہے بسبب وجود غذا پہنچنے کے حاصل اسکا یہ ہے کہ یعنی مقصود اصلی رضاعت سے
غذا ہے سو میت کے دودھ سے بھی حاصل ہے اور مقصود وطی سے لذت کا ملنا ہے سو میت کے جماع میں حاصل نہیں اسواسطے رضاعت سے حرمت ثابت ہوگی نہ جماع سے لیکن بیان فرق میں لذت کا ذکر کرنا خوب نہیں اسواسطے
کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال بشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جانا تھا ایسا نہیں تو شارح کو یہ کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت
سے مطلب ولد ہے اور جماع میت میں یہ امر حاصل نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ومخلوط بماء او دواء او لبن اخری ولبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ وکذا اذا استویا اجماعا**
**لعدم الاولویۃ** جوہرہ اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے جو دودھ کہ مخلوط ہو پانی یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودھ سے یا بکری کے دودھ سے بشرطیکہ عورت کا دودھ
غالب ہو اور اسیطرح جب دو عورتوں کا دودھ برابر مخلوط ہو تو دونوں عورتوں کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلق محمد الحرمۃ بالاکثر مطلقا قیل وھو الاصح
اور معلق کیا ہے محمد نے حرمت کو دونوں عورتوں سے مطلقا یعنی دونوں عورتوں کے مخلوط دودھ سے دونوں عورتوں کی حرمت ہر طرح سے ثابت ہے خواہ دونوں کا دودھ برابر ہو
خواہ کم و بیش بعضوں نے کہا ہے کہ یہی قول اصح ہے **لا یحرم المخلوط بطعام مطلقا وان حساہ حسوا وکذا لو جبنہ لان اسم الرضاع لا یقع علیہ** بحر حرمت ثابت نہیں
ہوتی دودھ سے جو مخلوط ہو طعام کے کسی طرح اگرچہ اس مخلوط دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسیطرح اگر دودھ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہیں اسواسطے کہ نام رضاعت کا اسپر نہیں اطلاق
یعنی پنیر کھانے کو دودھ پینا نہیں کہتے کذا فی بحر الرائق **ولا بالاحتقان والاقطار فی اذن واحلیل وجائفۃ وآمۃ** اور حرمت ثابت نہیں کرتا دودھ کہ حقنہ لینا اور کان میں اور
سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم میں دودھ کا ٹپکانا **ولا بلبن رجل وخنثی مشکل الا اذا قال النساء انہ لا یکون علی غزارتہ الا للمرأۃ والا لا** جوہرہ اور حرمت ثابت نہیں کرتا مرد اور خنثی
مشکل کا دودھ مگر جبکہ عورتیں خنثی مشکل کے دودھ کو کہیں کہ اس کثرت کا دودھ بجز عورت کے نہیں ہوتا تو البتہ اس سے حرمت ثابت ہوگی جوہرہ ہے اور اگر عورتیں ایسا دودھ
ہونے کو نہیں کہیں تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرہ مرد کے اگر دودھ نکلے تو وہ حقیقت میں دودھ نہیں ہے اسواسطے کہ حقیقت میں دودھ اسکا ہوتا ہے جس سے ولادت متصور ہو **ولا لبن شاۃ**
**وھو غیر لعدم الکرامۃ** اور حرمت رضاعت کی ثابت نہیں کرتا بکری کا دودھ اور اسکے سوا اور حیوانات کا دودھ بسبب عدم بزرگی کے یعنی حرمت رضاعت کی بطریق کرامت و تفضیلت کے
باعتبار جزئیت ہے اور آدمی و بہائم میں جزئیت نہیں ہے **او ارضعت الکبیرۃ ولو مبانۃ ضرتہا الصغیرۃ وکذا لو اوجرہ رجل فی فیہما حرمتا ابدا ان دخل بالام او اللبن منہ**
**والا جاز تزوج الصغیرۃ ثانیا** اور اگر دودھ پلایا زوجہ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوت کو اور اسیطرح اگر اسکے دودھ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق میں ڈالدیا ہو
تو کبیرہ اور صغیرہ دونوں اپنے زوج پر دائمی حرام ہوجاوینگی اسواسطے کہ ماں اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہے بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنی زوجہ کبیرہ کی یا دودھ کبیرہ کا زوج کا ہو
اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی کی ہو اور دودھ زوج سے نہ ہو تو جائز ہے زوج کو نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اسواسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح ہو
کہ زوجہ کبیرہ مدخولہ نہ تھی تو صغیرہ ربیبہ ہوئی اور ربیبہ سے نکاح درست ہے جبکہ اسکی ماں مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہیں اسواسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کر دیتا ہے خواہ مدخول
ہو یا نہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے بعد طلاق کے صغیرہ کو دودھ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہ ہوگا اسواسطے کہ پہلے کبیرہ کو طلاق ہو چکی صغیرہ کی ماں نہیں ہوئی اسواسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجیئ الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول** اور کچھ مہر نہیں ملیگا کبیرہ کو بشرطیکہ مدخولہ نہو بسبب آنے جدائی کے
اُسی کی طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملیگا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر اوسکو ملیگا لیکن عدت کا نفقہ اسکو نہ ملیگا **ویرجع الزوج بہ**
**علی الکبیرۃ وکذا علی الموجر ان تعمدت الفساد بان تکون عاقلۃ طائعۃ مستیقظۃ عالمۃ بالنکاح وبافساد الرضاع ولم تقصد دفع جوع او ہلاک** اور رجوع
کرے زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسیطرح اس مرد پر جسنے اسکا دودھ صغیرہ کی حلق میں ڈالا یعنی نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اُسکو کبیرہ سے لے بشرطیکہ کبیرہ نے دودھ

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اسطرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کیوقت عاقل ہو اور اپنی خوشی دودھ پلایا ہو جاگتی ہو اور صغیرہ کے نکاح کو اور بغیر حاجت کے فساد نکاح کو جانتی ہو
دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہو تب اسکو نصف مہر دینا ہوگا والا لان التسبب شرطه فيه التعدي اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نکیا اسطرح پر کہ وہ مجنونہ
تھی یا سوتی تھی یا اسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نجانتی تھی یا اسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو ان چاروں صورتوں میں نصف
مہر کو کبیرہ سے نہ لے سکیگا اسواسطے کہ ضمان دینے میں متعدی ہونا شرط ہے اور ان صورتوں میں کبیرہ کی تعدی نہیں والقول لها ان لم يظهر منها تعمد الفساد معراج اور قول کبیرہ کا
قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اسکی طرف سے فساد کا قصد نہ ظاہر ہوگا کذا فی معراج الدراية **طلق ذات لبن فاعتدت وتزوجت باخر فحملت وارضعت فحكمه من الاول**
**لان لبنها منه بيقين فلا يزول بالشك ويكون ابنا للثاني حتى تلد فيكون اللبن من الثاني** طلاق دی زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت میں رہی اور بعد عدت کے اسنے دوسرے زوج سے
نکاح کیا سو اسکو حمل رہگیا اور اسنے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا تو حکم اس دودھ کا زوج اول کی طرف ہوگا اسواسطے کہ یہ دودھ زوج اول کا ہی ہے اسمیں تو یقین اول ہوگا شک سے تو صغیرہ
اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی کا ربیبہ ہوگا تو زوج ثانی کی بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت ہوگا یہانتک کہ وہ عورت پھر جننے گی تو اب زوج ثانی سے
دودھ ثابت ہوگا **والوطي بشبهة كالحلال قيل وكذا الزنا والاوجه لا فتح** اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہے حرمت رضاعت کے ثبوت میں بعضوں نے کہا اور اسیطرح زنا سے
بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اور قول معقول یہ ہے کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہیں کذا فی فتح القدیر مثلاً ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اسنے نکاح کیا بعد
دودھ پلایا صغیرہ کو تو یہ صغیرہ بیٹا اس مرد کا ہوجائیگا جسنے شبہہ سے وطی کی تھی اسکے زوج کا اور اسیطرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **قال لزوجته هذه رضيعتي ثم رجع عن قوله صدق**
**لان الرضاع مما يخفى فلا يمنع التناقض فيه** ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے پھر اپنے اس قول سے پلٹا یعنے منکر ہوا کہ میں نے غلطی سے کہا تو اسکو
صادق جانینگے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شیرخوارگی اس قسم کی چیز ہے کہ مخفی رہ سکتی ہے تو اسمیں تناقض قول کا ممنوع نہیں **ولو ثبت عليه**
**بان قال بعده هو حق كما قلت ونحوه كذا فسر الثبات في الهداية وغيرها فرق بينهما** اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اس طرح پر کہ اسکے بعد بھی
کہے گیا کہ قول اول حق ہے جیسا کہ میں نے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ میں ہے تو صورت ثبات تفریق کرائی جائیگی زوج اور زوجہ میں
خانیہ میں ہے کہ قاضی تفریق کر دیگا کذا فی حاشیۃ المدنی **وان اقرت المرأة بذلك ثم اكذبت نفسها وقالت خطأت تزوجها جاز كما لو تزوجها**
**قبل ان تكذب نفسها وان اصرت عليه لان الحرمة ليست اليها قالوا وبه يفتى في جميع الوجوه بزازية** اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنے یون کہا کہ مرد میرا رضاعی
باپ ہے یا بھائی اور مرد اسکا منکر ہے پھر عورت نے اپ کو جھٹلایا اور کہا کہ میں نے خطا کی تھی دعوی رضاعت میں اور مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو درست ہے جیسا
مرد کو جائز ہے کہ عورت سے نکاح کرلے قبل اسکے کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگرچہ عورت دعوی رضاعت پر مصر ہو تو بھی نکاح درست ہے اسواسطے کہ شرع میں حرمت کا ثبوت
عورت کو نہیں یا علماء نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے جمیع اقسام میں کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اسکے پاس رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یون کہا ہو
کہ میں اس سے خلع کیا ہے اسنے مجھکو طلاق بائن دی ہے سو اسکو نہیں اسپاس رہنا چاہیئے اور مرد کو باوجود ایسے اقرار کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح پر
دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت میں جھوٹی ہے فتوی یہی ہے لیکن ایسے مقام میں تقوی یہ ہے کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہے کہ جو شبہات سے بچا اسکا دین سلامت رہا
کذا فی حاشیۃ المدنی **ومفاده انها لو اقرت بثلاث من زوج حل لها تزوجه** اور نظیر تعلیل سابق کا یہ ہے کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایک مرد سے تو حلال ہے
اس عورت کو اس مرد سے کہ نکاح کرلے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق میں مخفی رہ سکتی ہے تو اسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہے کذا فی النهر عن الصغرى لیکن یہ حکم
ظاہر کا ہے اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن الحلبي **ولو اقرا به**
**جميعا ثم اكذبا انفسهما وقالا اخطأنا ثم تزوجها جاز** یا اقرار کیا اس رضاعت کا عورت مرد دونوں نے پھر دونوں نے اپ کو جھٹلایا اور کہا کہ ہم نے خطا کی اقرار
رضاعت میں پھر مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اگر قیام نکاح کی حالت میں یون کہا تو دونوں میں تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وکذا الاقرار بالنسب لیس بلازم الا ما ثبت علیہ فلو قال ہذہ اختی او امی ولیس لہا نسب معروف ثم قال وہمت صدق وان ثبت علیہ فرق
بینہما اور اسیطرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہیں مگر جبکہ اقرار پر کہ ثابت رہے قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہے یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور نہیں پھر اس مرد نے کہا
کہ میں نے اقرار نسب میں خطا کی تو اسکی تصدیق کیجاویگی یعنے نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ غلط و اشتباہ نسب میں رضاعت سے زیادہ متصور ہے اور اگر مرد ثابت رہا اقرار نسب پر تو دونوں میں تفریق
کرادیجاویگی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی و اسیطرح اگر عورت کا بہن یا بیٹی یا ماں ہونا اس کی عمر کے لائق نہو تو بھی تفریق
نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار والرضاع حجتہ حجۃ المال وہی شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین لکن لا تقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنہا حق العبد
اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہ ہے جو حجت ہو ثبوت مال کی اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی
رضاعت کی دینگے تو زوجین میں تفریق واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اسواسطے کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنے اگر نکاح قائم ہے تو ابطال حق عبد ہے اور اگر نکاح نہیں تو
ابطال حلت نکاح ہے اور تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہوگا بدون حکم قاضی کے وہل یتوقف ثبوتہ علی دعوی المرأۃ الظاہر لا لتضمنہا حرمۃ الفرج وہو من حقوقہ تعالی اور کیا
موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے دعوی پر ظاہر یہ ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اسکا موقوف نہیں بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق تعالی کے حقوق سے
ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں کما فی الشہادۃ بطلاقہا ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہیں جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی میں زوجہ کی دعوی کا ضرور نہیں اسواسطے
کہ حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں ولو شہد عندہا عدلان علی الرضاع بینہما او طلاقہا ثلثا وہو یجحد ثم ماتا او غابا قبل الشہادۃ عند القاضی لا یسعہا المقام معہ ولا قتلہ بہ یفتی
ولا التزوج باخر وقیل لہا التزوج دیانۃ شرح وہبانیۃ اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہوں نے دونوں کی رضاعت پر یعنی یوں گواہی دی کہ وہ عورت
اور اسکا زوج مثلاً رضاعی بھائی بہن ہیں یا گواہی دی دو عادلوں نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اسکا انکار کرتا ہے پھر وہ دونوں شاہد مرگئے یا وہاں سے غائب ہوگئے قاضی کے پاس گواہی
دینے سے پہلے تو نہیں جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اسواسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہوگئی فقط حکم قاضی کا باقی رہگیا اور عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا اور اسی پر
فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت ہو تو زوج کے روکنے کی تو اسکو زہر مارڈالے تا حرام سے بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہیں اسواسطے کہ حکم قاضی کی رضاعت کی گواہی سے متصل نہیں ہے
کہ شبہ قتل کا ہو اور یہ بھی عورت کو جائز نہیں کہ تین طلاق کی گواہی سنکر دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا باعتبار دیانت جائز ہے کذا فی
شرح الوہبانیۃ شیخ عبد البر نے شرح وہبانیہ کی عبارت قائل کی اسطرح کی کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دیں تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور دوسرے
زوج سے نکاح کرلینا دیانۃً درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ عورت کو جائز نہیں تحقیق تضعیف شارح کی خالف ہے اس کے فروع مسائل لحقۃ بشارح قضی القاضی بالتفریق بالرضاع بشہادۃ امرأۃ
لم ینفذ حکم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت کے سبب گواہی سے ایک عورت کے تو یہ حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ شہادت کامل نہیں مس رجل ثدی زوجتہ لم تحرم جوسی ایک مرد نے اپنی زوجہ کی
چھاتی تو زوجہ حرام نہوگی اسواسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہے تزوج صغیرتین فارضعت کلا امرأۃ ولبنہما من رجل لم تضمنا وان تعمدتا الفساد
المرضعۃ بالاخوۃ نکاح کیا دو صغیرہ سے پھر دودھ پلایا ہر ایک صغیرہ کو عورت نے یعنے ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور
وہ دودھ دونوں عورتوں کا ایک مرد سے ہے یعنے دونوں کا زوج ایک ہے تو وہ دونوں عورتیں نصف نصف مہر کی ضامن نہ ہونگی اگرچہ دونوں نے عمداً فساد کیا ہو اسواسطے کہ فساد نکاح کا
بسبب بہن ہو جانے دونوں صغیرہ کے ہوگیا یعنے جب دونوں عورتوں کا دودھ ایک مرد کے نطفہ سے ہوا تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونوں صغیرہ کا اور دونوں صغیرہ آپس میں ایک دوسری کی
بہنیں ہوگئیں نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کو نصف نصف مہر دونوں کو دینا پڑا لیکن زوج اس کو دودھ پلانے والیوں سے نہیں لے سکتا اسواسطے کہ ہر واحد کے فعل سے
حرمت نہیں ہوئی بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہو جانے دونوں کے عارض ہوگئی قبل الابن زوجۃ ابیہ وقال تعمدت الفساد غرم المہر ولو وطیہا وقال ذلک لا للزوم
الحد فلم یلزمہ المہر بیٹے نے باپ کی زوجہ کا بوسہ لیا اور کہا کہ میں نے عمداً فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہوگا بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ سے وطی کی اور
یہی کہا یعنے فساد نکاح کیواسطے عمداً میں نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہ ہوگا اسواسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم ہوگی تو مہر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ حد اور مہر دونوں جمع نہیں ہوتا ہے فتدبر

# کتاب الطلاق

هو لغة رفع القيد لكن جعلوه في المرأة طلاقا وفي غيرها اطلاقا فلذا كان انت مطلقة بالسكون كناية یہ کتاب ہے جسمین مسائل طلاق کے مذکور ہین طلاق
لغت عرب مین بمعنی رفع قید ہی یعنی بند کھولنا لیکن فقہانے عورت کی رفع قید نکاح مین طلاق بولنا قرار دیا ہو اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید مین اطلاق مستعمل
تو اسیواسطے انت طلقة بسکون لام کنایہ ہو طلاق سے اسواسطے کہ مطلقہ اطلاق سے مشتق ہوا اور طلاق معنی طلاق کے مستعمل نہین وشرعا رفع قيد النكاح في الحال بالبائن او المآل
بالرجعي بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق فخرج الفسوخ كخيار عتق وبلوغ وردة فانه فسخ لا طلاق اور طلاق شرع مین رفع قید نکاح کو کہتے ہین فی الحال یا رفع قید فی المآل
ہو جیسے طلاق بائن سے یا آخرکار رفع قید ہو جیسے طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے اسواسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہوا اور اگر زوج عدت مین مر گیا تو زوجہ مطلقہ
اسکی وارث ہوگی نہ رفع قید نکاح ہو گیا ہوتے لفظ مخصوص سے لفظ مخصوص سے مراد وہ جو شامل ہو طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئی جیسے
خیار عتق لونڈی کا اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتون مین فسخ ہو نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی مین اقسام فسخ اور طلاق کے جملہ مفصل
بیان کیے ہین اور مراد قید نکاح سے وہ حکم ہین جو نکاح صحیح پر ثابت ہین چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک تمتع اور ملک حبس وغیر ذلک بهذا علم ان عبارة الكنز والملتقى منتقضة طردا وعكسا
بحر اور اسی لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہو گیا کہ متقدمہ عبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق منتقض ہے باعتبار جمع و منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی مین عبارت ہو کہ الطلاق
رفع القيد الثابت شرعا بالنكاح یعنی طلاق عبارت ہی رفع قید نکاح سے جو شرعا ثابت ہو تو یہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہین کیونکہ رجعی کو شامل نہین اسواسطے کہ اسمین رفع قید بالفعل
نہین بلکہ بعد عدت کے ہو اور غیر محدود کی مانع نہین اسواسطے کہ تفریق ارتداد اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہو اور حالانکہ یہ جملہ فسخ ہین طلاق نہین اسواسطے
مصنف نے لفظ آل کا زیادہ کیا تاکہ طلاق رجعی داخل ہو اور لفظ مخصوص بھی زیادہ کیا تاکہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاوین وايقاعه مباح عند العامة لاطلاق الآيات اكمل اور طلاق
دینا مباح ہو نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرآنی مین طلاق کی اجازت ہو بلا قید تو یہ دلیل ہو اباحت کی نہ کراہت کی لیکن ابغض المباحات الی
چنانچہ ابو داود و حاکم نے عبد اللہ ابن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اسواسطے کہ وہ مصالح دینیہ کا قاطع ہو اور قلت تناسل کا باعث ہو یعنی فی نفسہ
حلال ہو مگر اس وجہ سے مبغوض ہو اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہو اگر مکروہ ہوتا تو حضرت سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیة المدنی وقيل قائله الكمال الاصح حظره
اي منعه الا لحاجة كريبة وكبر والمذهب الاول كما في البحر اور بعضون نے کہا یعنی کمال الدین بن الہمام نے کہ قول اصح یہ ہو کہ طلاق ممنوع ہو مگر بوقت حاجت کے ممنوع نہین حاجت
جیسے اشتباہ حرام کاری وجہ کا یا بڑھاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہو یعنی اباحت قوی ہو بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہان سوال وارد
ہوتا ہو کہ فقہانے طلاق کو مباح قرار دیا ہو اور بعضے مسائل کی تعلیل مین کہا ہو کہ طلاق اصل مین منع ہو حاجت کیواسطے جائز ہو تو اباحت اور منع مین صریح تناقض ہو اسکا جواب
شارح اگلے قول مین دیتا ہو وقولهم الاصل فيه الحظر معناه ان الشارع ترك هذا الاصل فاباحه بل يستحب لو مؤذية او تاركة صلوة نهاية اور فقہا کا یہ قول کہ اصل طلاق مین
منع ہو اسکی یہ مراد ہو کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا سو اسکو مباح کر دیا تو حقیقت مین جب اباحت اور منع کے دونون وقت جدا ہوئے تو تناقض باقی نہ رہا جب شرع مین اصل متروک ہو گئی تو اباحت
بلا تردد ثابت ہو گئی بلکہ طلاق مستحب ہو اگر زوجہ قول و فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوة ہو کذا فی النهاية ومفاده ان لا اثم بمعاشرة من لا تصلي ومفاد تعليل آتحبا
کا یہ ہو کہ گناہ نہین بے نماز عورت کے ساتھ رہنے مین اسواسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ويجب لو فات الامساك بالمعروف اور طلاق واجب ہو اگر فوت ہو جاوے رکھنے
موافق دستور کے جیسا کہ اگر زوج خصی یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یعنی عورت کو ہاتھ لگانے سے (یا کلام کرنے سے) منزل ہو جاوے پھر طلب کی عورت نے استادگی نہ ہو تو ان صورتون مین طلاق واجب ہو
اسواسطے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہو ويحرم لو بدعيا اور طلاق حرام ہو اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہ کہ حیض مین طلاق دے یا طہر جماع کے بعد طلاق دے یا تین طلاق
ایک لفظ سے دے یا تین طلاق ایک آن مین دے چنانچہ نسائی مین حدیث مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دی
تو آپ غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہو میرے ہوتے یعنی یکبارگی قرآن مجید مین اجازت نہین اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مین

عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطوں سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہے یعنے مسنون ہے سو جبکہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولیٰ مسنون ہوگی کہ اس میں
فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر میں جماع تک اور مسنون کے یہ معنی کہ لائق عتاب کے نہیں اور یہ مراد نہیں کہ اس میں کچھ ثواب ہے اس واسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہیں کہ ثواب کی توقع
**وحل طلاقهن** اي الآيسة والصغيرة والحامل **عقب وطء** لان الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا اور حلال ہے طلاق دینا انکا یعنے آیسہ و صغیرہ اور حاملہ کا بعد
وطی کے بھی اس واسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتوں میں بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا یہاں یعنے ان عورتوں میں مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہے جسکا حیض زیادتی
عمر کے سبب بند ہو گیا ہو سو پچپن برس والی عورت آیسہ ہے قول ظاہر میں اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنابر قول مختار کے **والبدعي ثلاث متفرقة او ثنتان**
**بمرة او مرتين في طهر واحد لا رجعة فيه او واحدة في طهر وطئت فيه او واحدة في حيض موطوءة** اور طلاق بدعی یہ کہ تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق
یکبارگی یعنے ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر میں جس میں رجعت نہیں یا ایک طلاق دینا اس طہر میں جسمیں وطی ہو چکی ہے یا ایک طلاق دینا مدخولہ کو حیض میں سبب تین
طلاق بدعی کی یہ ہیں جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئیں تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولیٰ بدعی ہوگا اور اگر طہر میں طلاق بدعی دیکر رجعت کریگا تو طلاق بدعی باقی
نہ رہیگی ظاہریہ و شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینوں واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ تین طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری
دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دی اور حضرت نے اسپر انکار
نہ فرمایا تو اس حدیث سے تقریری وقوع ثابت ہوا کذا في حاشية المدني لو قال البدعي ما خالفها لكان اوجز وافيد شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف صاحب بدعی کی تعریف میں
یوں کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف طلاق حسن و احسن کے ہے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید ہوتا اس واسطے کہ طلاق بدعی کی جو قسم اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر میں دینا دوسری
قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر میں دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اول طہر میں دینا جسمیں رجعت نہیں پانچویں حیض میں طلاق دینا چھٹی اس طہر میں
طلاق دینا جسمیں وطی ہو چکی ساتویں اس طہر میں طلاق دینا جسمیں وطی نہیں ہوئی لیکن طہر سے قبل حیض میں وطی ہو چکی آٹھویں نفاس میں طلاق دینا سو ساتویں اور آٹھویں قسم مصنف
کی تعریف میں داخل نہیں اگر یوں کہتا کہ بدعی مخالف ہے حسن و احسن کے تو یہ دونوں قسمیں بھی داخل ہو جاتیں کذا في حاشية المدني **وتجب رجعتها على الاصح فيه** اي الحيض رفعا
للمعصية **فاذا طهرت طلقها ان شاء او امسكها** قيد بالطلاق لان التخيير والاختيار والخلع في الحيض لا يكره مجتبى اور واجب ہے رجعت کرنا زوجہ کی طرف بنابر قول صحیح
کے حیض میں یعنے حیض میں اگر طلاق دی ہو تو رجعت کرے اس واسطے گناہ دور ہونے کے پھر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے اسکو طہر میں طلاق دے یا چاہے اسکو رکھے
شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اس واسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض میں مکروہ نہیں کذا في المجتبى تخییر یہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق کا
مختار کرے اور اختیار یہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اسکو اپنی ذات کا اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کر دے اگرچہ اس وقت زوجہ
حیض میں ہو خلاصہ یہ کہ طلاق دینا حیض میں مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اسی طرح خلع حیض میں مکروہ نہیں **والنفاس كالحيض** جوہرہ اور نفاس مانند
حیض کے ہے کذا في الجوهرة یعنے طلاق نفاس میں مکروہ اور تخییر و اختیار صبی و خلع نفاس میں مکروہ نہیں **قال الموطوءة وهي حال كونها ممن تحيض انت**
**طالق ثلثا او ثنتين للسنة وقع عند كل طهر طلقة** ويقع اولها في طهر لا وطي فيه کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے درانحالیکہ وہ حیض آنے
والیوں میں ہے کہ تجھکو تین طلاق ہیں یا دو ہیں مخصوص سنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور
پہلی طلاق ان تینوں سے یا دو سے اس طہر میں واقع ہوگی جسمیں وطی نہیں ہوئی **فلو غير موطوءة او لا تحيض تقع واحدة للحال ثم كلما نكحها او**
**مضى شهر تقع** سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض اسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی فی الحال پھر غیر مدخولہ
سے جب پھر نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہیں آتا جب ایک مہینہ
گذر جائیگا تو طلاق واقع ہوگی کذا حاشية المدني **وان نوى ان تقع الثلث الساعة** او تقع عند راس **كل شهر واحدة صحت نيته** لانه محتمل كلامه

اور اگر نیت کی تینوں طلاق واقع ہونیکی اسی نیت سے یعنی بانیت کی ایک طلاق واقع ہونیکی ہر مہینے کے سرے پر تو نیت اسکی صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسکے کلام میں اسکا بھی احتمال ہے اسواسطے کہ لفظ السنۃ کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہے ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اس صورت میں بالسنۃ کے یہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا حکم سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا مذہب اہل سنت کا ﴿ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل﴾ ولو تقدیراً ﴿لیدخل السکران﴾ اور واقع ہوتی ہے طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیراً عاقل ہو کذا فی البدائع تقدیراً کی قید اسواسطے لگائی تا کہ مست عاقل میں داخل ہے یعنے عقل اور نشے میں کوئی تبائن نہ سمجھے اسواسطے کہ شارع نے مست کو وقوع طلاق میں قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے ﴿ولو عبداً او مکرہاً فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق﴾ اگرچہ وہ زوج غلام ہو یا مکرہ ہو یعنے زبردستی کئے ہوئے اُس سے طلاق دلوائی ہو اسواسطے کہ طلاق مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہیں یعنے زبردستی سے کوئی طلاق کا اقرار کرادے تو اس اقرار سے طلاق نہیں واقع ہوتی ﴿وقد نظم فی النہر ما یصح مع الاکراہ فقال ◦ طلاق وایلاء ظہار ورجعۃ ◦ نکاح مع الاستیلاد عفو عن العمد﴾ اور البتہ نظم کیا ہے نہر الفائق میں ان عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھ صحیح ہوتے ہیں کہا کہ طلاق ہو اور ظہار ہو اور ایلا اور رجعت اور نکاح ہو ساتھ استیلاد کے اور عفو کرنا ہے قصاص عمد سے ﴿رضاع وایمان وفی ونذرۃ ◦ قبول لایداع کذا الصلح عن عمد﴾ رضاع ہو اور خدا کی قسمیں کھانا اور ایلاء کرکے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا اسی طرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا ﴿طلاق علی جعل یمین بہ اتت ◦ کذا العتق والاسلام تدبیر للعبد ◦﴾ اور طلاق عوض مال کے خواہ زوجہ کیطرف سے یا غیر کیطرف سے اور قسم طلاق کی یعنے زبردستی سے کسی نے یوں قسم کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اسکی عورت پر طلاق ہو سو اگر وہ کام کریگا تو طلاق واقع ہو گی اور اسیطرح بندہ آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا ﴿وایجاب احسان وعتق فہذہ ◦ تصح مع الاکراہ عشرین فی العدد ◦﴾ اور واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنے زبردستی یوں کہلائے کہ میں نے اپنے اوپر اللہ کیواسطے ایک درم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہ عقود مذکور صحیح ہیں اکراہ کے ساتھ بیس ہیں شمار میں ﴿او ہازلاً لا یقصد حقیقۃ کلامہ او سفیہاً خفیف العقل﴾ اگرچہ وہ زوج ہازل ہو یعنی خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے جسکو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہو یا زوج سفیہ خفیف العقل کم فہم ہو ﴿او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجراً بہ یفتی تصحیح القدوری﴾ یا مست ہو اگرچہ نبیذ تمر کا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا یا خراسانی اجوائن کا ان چیزونکے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے واسطے زجر اور تنبیہ کے تا لوگ باز رہیں اسی پر فتویٰ ہے کذا فی تصحیح القدوری زجر اور تنبیہ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجوائن یا افیون کو بطریق دوا استعمال کیا تو زجر نہیں اسواسطے کہ معصیت نہیں تو اس صورت میں طلاق بھی نہ واقع ہو گی نہر الفائق میں کہا کہ خراسانی اجوائن کی اباحت اور حرمت میں اختلاف ہے اور حق یہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہے تو طلاق واقع نہ ہو گی اسواسطے کہ معصیت نہیں اور اگر بطریق لہو و سرور کے ہے تو طلاق واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اسکی حالت مستی میں اور اسکے خطاب کیا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری تو معلوم ہوا کہ اسکو قابل العقل کے احکام شرعیہ میں شمار کیا اسواسطے قرار دیا اور وقوع طلاق میں حد سکر کی یہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نکرسکے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول یہاں مختار ہے اور سکر میں حد صاحبین کے نزدیک صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہ ہے کہ جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت ٹوٹنے میں حد سکر یہ ہے کہ جسکی چال لڑکھڑانے لگے ہو بحر الرائق میں کہا کہ ورق القنب یعنی بھنگ کے نشے سے باتفاق علما شافعیہ و حنفیہ کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اسکے حرام ہونے پر بالاتفاق فتوی ہے اور اسکے بائع پر تعزیر ہے اور جو اسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی التحفی اور یونہی ہے حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ﴿بخلاف التصحیح فیمن سکر مکرہاً او مضطراً﴾ اور مختلف ہے صحیح کہنا علما کا اس شخص کے حق میں جو مست ہوگیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پھر اسنے طلاق دی نہر الفائق میں کہا صحیح یہ ہے کہ اسکی طلاق واقع نہیں ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور خانیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی ﴿ولو زال عقلہ بالصداع او بمباح لم یقع﴾ ہاں اگر زائل ہو عقل نشا پینے والے کی بسبب درد سر کے یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہیں ہو گی اسواسطے کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے ﴿فی القہستانی معزیاً للزاہدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلاً﴾ انتہی اور قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہوگئی ہو کہ

احکام شرعیہ کو تو اسکا تصرف باطل ہوگا تقط یعنے نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ یہ قول ضعیف ہے واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران

سبع مسائل منہا الوکیل بالطلاق صاحیا اور مستثنی کیا ہے اشباہ مین مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنے مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل مین

مست ہوشیار کے برابر نہین از انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری مین یعنے مثلا زید نے حالت ہوشیاری مین خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مست ہو کر طلاق دی تو طلاق نہ واقع ہوگی

لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقا لیکن مقید کیا ہے بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنے اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی تو طلاق صحیح نہو گی اور اگر طلاق

عوض مال کے نہین تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل نے ہوشیاری مین وکیل کیا ہو خواہ مستی مین اور وکیل نے ہوشیاری مین طلاق دی ہو یا مستی مین اور طرح یہ قول الشافعی طلاق السکران

واختارہ الطحاوی والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہین کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی نے اور

تاتارخانیہ میں تفریق سے ہے کہ اسی روایت پر فتوی ہے اور یہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ مین ہر گز اس پر اعتماد نہین اور منح الغفار مین محیط سے منقول ہے کہ طلاق مست کی واقع

اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اخرس مع لو طاریا ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا ہو یعنے گونگے کی طلاق اشارہ سے ہوتی ہے اگرچہ پیدایشی گونگا نہو بلکہ کسی

گونگا ہوگیا ہے اسی پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ وجوز الکمال اشتراط کتابتہ اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف ہینگے موت تک یعنے اگر موت تک گونگا رہا تو اشارہ

کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اس سے دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اسکی کتابت کا شرط ہونا یعنے اگر گونگا

لکھ جانتا ہو تو اسکی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع ہوگی اسکے اشارہ

معہودہ سے اسواسطے کہ اسکا اشارہ ناطق کے بیان کے برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہ کہ اگر اسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہو تو موجب حرج کا ہے وطاہا

ارادۃ التکلم فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطا سے طلاق دی اسطرح پر کہ ارادہ کسی بات کے

کہنے کا کیا سو اسکی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اسکے معنی سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا کم عقل ہو یا بھولکر طلاق بولا ہو سہو کی صورت

یہ کہ اسنے قسم کھائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پھر طلاق بول گیا بھول کر یا طلاق کو الفاظ محرفہ سے بولا چنانچہ بجائے قاف کے کاف یا عین یا غین بولا تو ان صورتون

طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنے باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بہ جدا سے

بخلاف ہنسی کرنے والے اور کھیلنے والے کے کہ اسکی طلاق ظاہر اور باطن دونون مین واقع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ شارع نے اسکی ہزل کو جد قرار دیا ہے یعنے طلاق دینے والے کی ہنسی اور

خوش طبعی کو سچ واقعی کلام ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر وہو مریضا او کافر الوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر بسبب ہونے تکلیف کے یعنے کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہے لیکن

قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق مین اسوقت کریگا جبکہ نوبت اسکے پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی جیاما لطلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا وکالنکاح بزازیہ

اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکھنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیہ یعنے جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے اسیطرح طلاق

فضولی کی بھی اسکی اجازت پر موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو راحت دے جیسے تونے مجھکو اس عورت سے چھڑایا یا یون کہے کہ تونے

احسان کیا کہ اس سے چھڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اسکا باقی مہر حوالہ کرے یا اسکے سوا چار عورتون سے نکاح کرے وینا علی اعتبار الزوج المذکور لا یقع طلاق المولی علی

امراۃ عبدہ لحدیث ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال وجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا کلما شئت فقال العبد قبلت وکذا اذا قال

العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذا لک نہر اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق مین مذکور ہوچکا یعنے ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ

وہ غلام ہو تو اسی اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق کا اختیار اسکو

ہے جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنے زوج کے سوا دوسرے کو طلاق کا اختیار نہین مگر جبکہ مولی نے شرط کرلیا ہو حالت عقد مین سو یون کہا ہو کہ غلام سے کہ مین

اسکا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہون اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ مین ہو سکو مین طلاق دون جب چاہون پھر غلام کہے کہ مینے قبول کیا اور اسیطرح جبکہ غلام نے

کہا کہ جب میں اُس سے نکاح کروں تو اُسکا امر تیرے ہاتھ میں ہوگا ہمیشہ تو اس شرط سے بیاہی ہوگا یعنے مجھکو طلاق کا اختیار رہیگا کذا فی الخانیۃ والمجنون الا اذا علق
بما قالا ثم جن فوجد الشرط او کان عنینا او مجبوبا او لاعنت او کان فرد ابی ابوہ الاسلام فتقع الطلاق بشانہ اور نہیں واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جبکہ معلق کیا
طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری میں پھر دیوانہ ہوگیا پھر پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہوگئی اور وہ کافر ہو اور اسکے باپ نے
اسلام قبول کیا تو ان صورتوں میں مجنون کی طلاق واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتوں میں وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی
حاشیۃ المدنی والصبی ولو مراہقا او اجازہ بعد البلوغ اما لو قال اوقعتہ وقع لانہ ابتداء ایقاع وجوزہ الامام احمد اور نہیں واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا
قریب البلوغ ہو یا لڑکپن میں طلاق دی ہو اور اسکو بعد بلوغ کے جائز کہے تو بھی طلاق نہوگی لیکن اگر یوں کہیگا کہ میں نے طلاق کو واقع کردیا تو واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ اس
کلام میں ابتداء ایقاع ہے یعنے اب بلوغ میں واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اسمیں طلاق بالفعل نہیں واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق میں اسکا اہل نہ تھا طلاق کی
نہ تھی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے والمعتوہ من العتہ وھو اختلال فی العقل اور نہیں واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی لفظ معتوہ عتہ کا مشتق ہے عتہ کے
معنی اختلال عقل بحر الرائق میں کہا کہ بہتر اقوال معتوہ اور مجنون کے فرق میں یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے گالی دے جیسے مجنون کرتا ہے
والمبرسم من البرسام بالکسر علۃ کالجنون اور نہیں واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم کا مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس ہے برسام بیماری ہے مانند جنون کے اور بعض کہتے
ہیں کہ برسام ورم گرم ہے جو جگر اور آنتوں کے درمیان والے پردہ میں عارض ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس بیماری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے طلاق واقع نہیں ہوتی والمغمی
علیہ ھو لغۃ المغشی اور نہیں طلاق واقع ہوتی جسکو غش آوے مغمی لغت میں بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ میں بھی مراد ہیں منح الغفار میں کہا کہ اغما کیفیت دماغ بلغم غلیظ
بارد سے بھر جاتی ہے اور قہستانی میں کہا کہ غشی عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بسبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کے برابر ہے بے اختیاری میں کذا فی حاشیۃ المدنی والمدھوش
فتح وفی القاموس دہش تحیر ودہش بنیاء المفعول فھو مدھوش وادہشہ اللہ اور نہیں واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جسکی عقل جاتی رہے
کذا فی فتح القدیر اور قاموس میں کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب کہتے ہیں ادہشہ اللہ یعنے بیہوش یا متحیر کیا
اسکو اللہ خلاصہ کہ یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے ہم شارح کہتا ہے خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ میں کہا کہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر میں مصرح ہے
کہ طلاق مدہوش کی نہیں واقع ہوتی اور اجماع ہے فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہیں پڑتی سوا مست کے کہ مست کی طلاق بنا بر زجر اور توبیخ کے واقع ہوجاتی ہے تو غیر عاقل
مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب شامل ہیں اور مدہوش یہاں بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جسنے مدہوش کو یہاں بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد
ذہاب عقل کو لازم نہیں اور مدہوش قاموس میں بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہی ملخصہ کذا فی حاشیۃ المدنی والنائم لانتفاء الارادۃ ولذا لا یتصف بصدق
منقول ہے خانیہ میں
ولا کذب ولا خبر ولا انشاء اور نہیں واقع ہوتی طلاق سونے والے کی بسبب نہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسی واسطے سونے والے کو صادق اور کاذب
نہیں بولتے اور اُسکے کلام کو خبر اور انشا نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ اسکا کلام بالقصد نہیں چنانچہ کتب اصول میں یہ مصرح ہے فلو قال اجزتہ او اوقعتہ لا یقع لانہ اعاد الضمیر
الی غیر معتبر جوہرہ اور اگر سونے والے سے اُسکے جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تو نے سوتے ہوئے طلاق دی سو اُسنے کہا کہ میں نے اسکو جائز رکھا یا واقع کیا
تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اُسنے ضمیر کو اُسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے لائق اعتبار کے نہیں یعنے طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ
صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنے اسکو میں نے واقع کردیا تو طلاق پڑجاتی ہے اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہیں پڑتی دونوں میں کیا فرق ہے
شارح نے اسکا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو میں معتبر ہے لیکن شارع نے بسبب قصور عقل کے اسکو لغو کردیا بخلاف نائم کے کہ اسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر
نہیں ہے اسواسطے کہ اسکا قصد نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلک الطلاق او جعلتہ طلاقا وقع بحر اور اگر نائم نے کہا بعد بیدار ہونے کے کہ میں نے
اس طلاق کو واقع کردیا یا یہ کہ اسکو طلاق ٹھہرا دی تو واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق تو اسوقت یہ مطلب ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم میں پائی ہوئی تھی

کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہیں تو معلوم ہوا کہ اسکے معنی کا علم شرط نہیں حتیٰ اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کیطرف خطاب کر کے بولا تو قضاءً طلاق
واقع ہوگی و دیانت میں اور مشائخ اوزجند نے کہا کہ مطلقا طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً تاکہ فریب سے انکا آدمیوں کی ضائع نہ ہوں اسے محفوظ رکھیں چنانچہ بزازیہ میں
اسکی تصریح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ویقع فی انت الطلاق** وطلاق وانت طالق الطلاق وانت طالق طلاقا **واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا او نوی** یعنی بالمصدر
لانہ لو نوی بطالق واحدۃ وبالطلاق اخری فتقعان رجعیتین لو مدخولا بہا کقولہ انت طالق انت طالق زیلعی **او نوی واحدۃ او ثنتین** لانہ صریح مصدر لا یحتمل العدد او نہ انت الطلاق یا انت طلاق یعنی
یعنی جب کیسا ہیں مصدر خبر واقع ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقا میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک کی یا کچھ نیت
نہ کی ہو یا ایک یا دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقا میں لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کریگا
اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدی ہو جاویگی
دوسری طلاق کا محل نہ باقی رہیگا انت طالق طلاقا میں دو طلاق ایسی واقع ہونگی جیسے دو طلاقیں اس قول سے واقع ہوتی ہیں یعنی انت طالق انت طالق سے کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے
ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہیں رکھتا یعنے مصدر صیغہ مفرد ہوا اسکا شمول کثرت کی گنجایش نہیں رکھتا **او نوی ثلثا ففثلاث**
لانہ فرد حکمی ولذا کان للامۃ **ثنتان** اتفاقا کذا فی حرۃ تقدمہا واحدۃ جوہرہ لکن جزم فی البحر انہ سہو **بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ** سو اگر اقوال سابقہ میں مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو تین طلاق
واقع ہونگی اسواسطے کہ تین فرد حکمی ہیں یعنی تین کل ہے طلاق کا اس سے زیادہ طلاق نہیں پس طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسیواسطے دو طلاق لونڈی کے حق میں بمنزلہ تین طلاق کے ہیں حرہ
حق میں یعنے لونڈی کے حق میں دو طلاق کل طلاق ہیں جیسے کہ حرہ کے حق میں تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طالق اور مصدر سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہونگی
اسواسطے کہ دو طلاق اسکے حق میں فرد حکمی ہے اور اسیطرح اس حرہ کے حق میں جسکو ایک طلاق سابق پہنچ چکی ہو دو طلاق فرد حکمی ہو کذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق میں یقین کیا ہے کہ روایت
جوہرہ کی سہو ہے یعنے دو طلاق حرہ کے حق میں مصدر سے نہ واقع ہونگی ومن الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف لو لم یکن لہ
امرأۃ یکون یمینا فیکفر بالحنث تصحیح القدوری اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہ اقوال ہیں کہ طلاق مجھکو لازم ہوا اگر میں ایسا نکروں یا حرام مجھکو لازم ہوا اگر میں نے ایسا کیا اور
مجھپر طلاق لازم ہو اگر ایسا نکروں اور مجھپر حرام لازم ہو اگر میں ایسا کام کروں تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنے ہمارے دیار میں طلاق کی قسم کھانا عام
ہو گیا ہو تو اسپر جاری ہوگا اسکو واجب ہوا اور اگر ان اقوال کے بولنے والے کی زوجہ نہوگی تو یہ الفاظ قسم ہو جاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے کذا فی تصحیح القدوری وکذا
علی الطلاق من ذراعی بحر اور اسیطرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہے میرے ہاتھ سے کذا فی بحر الرائق ہم صاحب بحر نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں مصرح ہے کہ
انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃً تو یہ دلالت کرتا ہے کہ علی طلاق من ذراعی سے بطریق اولی طلاق واقع ہوگی مقدسی نے کہا کہ قیاس صحیح
نہیں اسواسطے کہ مقیس علیہ میں صحت معنا طلب ہوا اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے کہا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہے اور غزی نے کہا کہ تحقیق لائق ہے قبول کرنے کے
ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض ہل یقع قال البزازی المختار لا وقال القاضی المختار نعم اور اگر یوں کہا کہ تیری طلاق مجھپر ہے تو نہ
واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی ہے یہ معنی ہیں کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کو بڑھایا یعنے یوں کہا کہ تیری طلاق مجھپر لازم ہے یا
واجب ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں بزازی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور قاضی خان نے کہا اپنے فتاوی میں کہ قول مختار یہ ہے کہ ہاں واقع
ہوگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ وجوب میں واقع ہوگی نہ اور الفاظ میں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال طلقک اللہ ہل یفتقر لنیۃ قال الکمال الحق نعم اور اگر یوں کہا کہ خدا
تجھکو طلاق دے کیا اس کلام میں نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہیں کمال الدین بن ہمام نے کہا کہ حق یہ ہے کہ ہاں نیت کی حاجت ہے یعنے بدون نیت کے طلاق نہ واقع
ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ یہ کلام بطریق بد دعا کے ہو ولو قال لہا کونی طالقا او اطلقی او یا مطلقۃ بالتشدید یقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہو جا
یا یوں کہا کہ او مطلقہ بتشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طال بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم وانت طال بالکسر الا توقف علی النیۃ کما لو تہجی بہ وبالعتق

والعنق والظهر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن والريق والعرق وكذا الثدي والدم جوهرة لانه لا يعبر بها عن الجملة فلو عبر قوم بها عنها وقع جيسا كيد
طلاق واقع نہیں ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھ کیطرف مگر بہ نیت مجاز کے اور نہیں واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف پانو کے اور جبڑے اور بال کے اور
ناک کے اور پنڈلی کے اور ران کے اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور منھ کے اور سینہ کے اور ٹھوڑی کے اور دانت کے اور رال کے اور پسینہ کے اور اسیطرح چھاتی
اور خون کی کذا فی الجوہرہ انھیں اعضا کیطرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہیں واقع ہوتی اسلیے کہ ان سے تمام کل جسم کی تعبیر نہیں آتی اور اگر کسی قوم کے عرف میں ان اعضا سے بھی
کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وكذا الحكم في اسباب الحرمة لا الحل اتفاقا اور اسیطرح جو اسباب حرمت کے ہیں ان میں بھی یہی حکم ہو بالاتفاق جو طلاق کا
حکم ہو حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب جیسا نکاح یعنے اگر ایلا اور ظہار کل عورت کی یا اُس عضو سے کی جو سمجھا کل مستعمل ہوتا ہو جیسا سر اور گردن
اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث کی تو ایلا اور ظہار واقع ہوگی اور ہاتھ یا پانو کیطرف نسبت کرنے سے نہ واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور نصف کیطرف
نسبت کرنے سے صحیح نہوگا بنا بر احتیاط کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وجزء الطلقة ولو من الف جزء تطليقة لعدم التجزي اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزاروان حصہ ہو ایک طلاق
ہو یہ کہ با بہم ہے بسبب عدم قسمت پذیری کے یعنے طلاق لائق قسمت کے نہیں تو اسکا جزا اگرچہ نہایت قلیل ہو سمجھا کل کے ہو مثلاً اگر کوئی کہے میں نے ایک طلاق کا ہزاروان یا
لاکھوان حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخرى وهكذا اور اگر زیادہ ہون اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح اگر
اجزا دو طلاق سے زیادہ ہون تو تین طلاق واقع ہونگی چنانچہ اگر یون کہا انت طالق نصف طلقة وثلثيها یعنے تجھکو آدھی طلاق ہو اور دو تہائیاں اسکی تو دو طلاق واقع
ہونگی اسلیے کہ ایک طلاق سے حصہ زیادہ ہوگیا مالم يقل نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة فيقع الثلث بحکم سابق ہو وقت تک ہو جب یون نہیں کہا کہ نصف طلقة
وثلث طلقة وسدس طلقة اور اگر یون ہی کہا تو تین طلاقین واقع ہونگی یعنے جبکہ نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق پوری ہوئی زیادتی اجزا کی نہوئی لیکن لفظ
طلقة کا نکرہ ہی تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عربیہ یہ ہو کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہو اول کا تو بسبب مغایرت کے تین طلاقین ٹھہرینگی بخلاف معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آویگا
عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدة اور اگر مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ کے بولا مثلاً یون کہا کہ انت طالق نصف طلقة ثلث طلقة سدس طلقة تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی
اسلیے کہ ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے قبل سے و مبدل منہ ساقط ہوجاتا ہو طحطاوی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقة نصفها قهستاني عن المختار جوهرة اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہو
اور نصف اسکا تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وكذا لو كان مكان السدس ربعا قهستاني عن المختار وقيل واحدة قهستاني اور اسیطرح اگر مثال مذکور میں بجای سدس کے
ربع ہو تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے اور قول ضعیف میں ایک طلاق ہو کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے کہا کہ قہستانی سے اس مقام میں خطا ہوئی واقع ہوئی
ایک نقل میں دوسری حکم میں نقل میں خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اُنہون نے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط میں نہیں چنانچہ فتاوی ہندی یعنے عالمگیری میں محیط کی
عبارت منقول ہو اور حکم میں خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة میں بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق واقع ہوئیں تو انت طالق نصف طلقة
وثلث طلقة وربع طلقة میں بطریق اولی تین طلاق واقع ہونگی اسلیے کہ ربع زائد ہو سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی ويجيء اكثر من ثنتين بمعنى التطليق لغو بخلاف الايقاع اور عنقریب
باب الصریح میں آویگا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہو بخلاف استثنا ایقاع طلاق کے یعنے اگر یون کہا کہ انت طالق ثلثا الا نصف طلقة تو امام محمد کے نزدیک تین طلاق
واقع ہونگی اسواسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہیں بخلاف ایقاع کے کہ اس میں بعض طلاق لغو نہیں جاتی یعنے اگر یون کہیگا کہ تجھکو ایک طلاق واقع کرتا دو ہی طلاق ہیں تو دو واقع
ہونگی والواقع بقوله من واحدة او ما بين واحدة الى ثنتين واحدة اور ایک طلاق واقع ہوتی ہو اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہو ایک سے دو تک یا یون کہا کہ تجھکو
طلاق ہو یا بین ایک کے دو تک ومن واحدة او ما بين واحدة الى ثلث ثنتان لان الاصل فيما اصله الحظر خروج الغايتين الاولى فقط عند الامام
وفيما مرجعه الاباحة كخذ من مالي من مائة الى الف الغايتين اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہو ایک سے تین تک یا بین ایک کے
تین تک دو واقع ہونگی وہ طلاق شارح کہتا ہو قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہو کہ اصل اسمین یعنے جس شی کی اصل ممانعت ہو اسمین فقط پہلی حد داخل ہوتی ہو

نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ کے دو دوسری حد اور چونکہ طلاق میں اصل منع ہی ہے اسواسطے آخر دوسری حد یعنی عدد دو یعنی کا اعتبار رہنا نہ تھا پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل کہ
جنکا مبیع اور اصل اباحت ہے چنانچہ پیشاب کو روکے ہے اس سے ہزار تک تو احمد میں نوسو ننانوے یعنی سو اور ہزار دونوں داخل ہیں باتفاق امام اور صاحبین کے **ویقع بثنتین ثلثة انصاف**
**طلقتین ثلثة وقیل ثنتان** اور واقع ہوگی دو طلاق کیونکہ تین آدھے ہوئے تین طلاق اور قول ضعیف یہ ہے کہ دو طلاق واقع ہوگی **وثلثة انصاف طلقة او نصفی طلقتین**
**طلقتان وقیل ثلث والاول اصح** اور واقع ہوگی ایک طلاق کے تین آدھے ہوئے اور دو طلاق کے دو آدھے ہوئے دو طلاق اور قول ضعیف میں تین طلاق اور پہلا
قول اصح ہے یعنی دو طلاق کا **وبواحدة فی ثنتین واحدة ان لم ینو او نوی الضرب لانه یکثر الاجزاء لا الافراد** اور اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق بیچ دو طلاق کے
میں ایک طلاق واقع ہوگی اگر ضرب کی نیت نہ کی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو میں یعنی خواہ ضرب کی نیت کی یا نہ کی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ضرب اجزا کو
بڑھاتی ہے نہ افراد عدد کو فتح القدیر میں اس قول کو مسلم نہیں رکھا کذا فی حاشیة المدنی **وان نوی واحدة وثنتین فثلث فی مدخولۃ بہا** اور اگر نیت کی ایک اور دو کی یعنی
واحدة فی ثنتین میں لفظ فی کو بمعنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اگر زوجہ مدخولہ ہوگی **وفی غیر المدخولة واحدة کقوله لها واحدة وثنتین لانه لم یبق للثنتین**
**محل** اور زوجہ غیر مدخولہ میں ایک واقع ہوگی چنانچہ اس قول میں کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھکو ایک اور دو طلاق ہیں تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے
بدون عدت کے جدا ہوگئی تو طلاق کا محل باقی نہ رہا **وان نوی مع الثنتین فثلث مطلقا** اور اگر نیت کی ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدة فی ثنتین میں لفظ
فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہونگی مطلقا خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اسواسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہے **ویقع بثنتین فی ثنتین ولو نوی الضرب**
**ثنتان لما مر ولو نوی معنی الواو او مع فکما مر** اور واقع ہونگی دو طلاق اس قول سے کہ تجھکو دو طلاق ہیں دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو
اسواسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے ہیں نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنی واو یا مع کی نیت کی سو اسکا حکم ویسا ہی جیسا کہ گذر گیا یعنے اگر طلقتان فی ثنتین
فی ثنتین میں فی کو بمعنی واو عاطفہ کے مستعمل کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہونگی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہوگی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ اور
غیر مدخولہ دونوں کو تین طلاق واقع ہونگی **وبقوله من ههنا الی الشام واحدة رجعیة مالم یصفها بطول او کبر فبائنة** اور واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے
یہاں سے شام تک ایک طلاق رجعی بشرطیکہ طلاق کو طول اور بزرگی کے ساتھ موصوف نہیں کیا اور اگر طول اور بزرگی کے ساتھ متصف کریگا تو طلاق بائن واقع ہوگی **وانت**
**طالق بمکة او فی مکة او فی الدار او الظل او الشمس او ثوب کذا تنجیز یقع للحال کقوله انت طالق مریضة او مصلیة وانت مریضة او انت مصلیة** اور
یہ قول کہ انت طالق بمکة او فی مکة یعنی تجھکو طلاق ہے مکہ میں یا گھر میں یا سایہ میں یا دھوپ میں یا ایسے کپڑے میں تنجیز ہے طلاق کی یعنے اس قول سے بالفعل طلاق پڑجاتی ہے
دخول مکہ اور گھر اور سایہ اور دھوپ پر موقوف نہیں چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑجاتی ہے کہ تجھکو طلاق ہے حالت بیماری اور نماز خوانی میں یعنی اوس بیمار
ہو یا نہ ہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اسواسطے کہ طلاق کو محل اور نماز اور اسیطرح سایہ اور دھوپ سے کچھ خصوصیت نہیں **ویصدق فی الکل دیانة** اور تصدیق کیجاویگی زوج کی ان
مثالوں میں باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے **لو قال عنیت اذا دخلت الدار او اذا لبست او اذا صلیت ونحو ذلک فتعلیق کقوله الی سنة او الی راس الشهر**
**او الی الشتاء** اور اگر کہا زوج نے کہ میں نے انت طالق فی الدار میں انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا ہے وانت طالق فی ثوب میں انت طالق اذا لبست کا وانت طالق
مریضة میں انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسیطرح بعضے اقوال میں تو طلاق معلق ہوگی اسی شرط سے یعنے بدون دخول دار اور بدون مرض وغیرہ کے طلاق نہ واقع ہوگی
چنانچہ یہ قول کہ تجھکو طلاق ہے ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی جب سال گذر جاویگا اور بدون ان آنے کے طلاق نہ واقع ہوگی **و اذا دخلت مکة تعلیق** اور
یوں کہنا کہ تجھکو طلاق ہے جبکہ تو مکہ میں داخل ہوگی یہ تعلیق ہے حقیقت میں یعنی بدون دخول مکہ کے طلاق نہ واقع ہوگی **وکذا فی دخولک الدار وکذا فی لبسک ثوب کذا او فی**
**صلوتک ونحوه لان الظرف یشبه الشرط** اور اسیطرح یہ قول تعلیق ہے کہ تجھکو طلاق ہے تیرے گھر میں داخل ہونے میں اور اسیطرح تجھکو طلاق ہے تیرے ایسے کپڑا پہننے میں یا تجھکو طلاق ہے
تیری نماز میں اور مانند ان اقوال کے تعلیق میں داخل ہیں اسواسطے کہ ظرف مشابہ ہے شرط کے باعتبار جمعیت کے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا جیسے مشروط

بدون شرط کے نہیں ہے اور لو قال لمدخولۃ انت طالق حیضۃ تنجیز اور اگر یوں کہا کہ تجھکو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے کے تیرے گھر میں یا بسبب تیرے حیض کے تو یہ قول تنجیز ہے یعنی
فی الحال طلاق واقع ہوگی دخول دار اور حیض پر موقوف نہیں ہو لیا لبائہ تعلیق اور اگر بجائے لام کے با موحدہ بولا یعنی یوں کہا کہ انت طالق بدخولک الدار و بحیضک تو محمول
تعلیق ہر یعنے دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی وفی حیضک ہی حالکونہا تحیض تنجیز اور اگر اس قول میں کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیض میں حالانکہ اسکو حیض
موجود ہو تو طلاق واقع ہوگی یہانتک کہ اسکو دوسری بار حیض آئے وفی حیضتک فہی تحیض ونطہر اور اس قول میں کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیضۃ میں یعنی ایکبار حیض آنے میں
تو وہ مطلقہ ہوگی یہانتک کہ اسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہو جاوے اسواسطے کہ حیضۃ حیض کامل کو کہتے ہیں اور کمال حیض بدون طہر کے نہیں حاصل ہے کہ اگر حیض
بند ہونے کے بعد بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر کے کو اس میں بولا تو تعلیق طلاق کی طہر بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثۃ ایام تنجیز
وفی مجئی ثلثۃ ایام تعلیق بمجئی الثالث لتعلقہ بکلہ لان الشروط تعتبر فی المستقبل اور اس قول میں کہ تجھکو طلاق ہے تین دن میں فی الحال طلاق ہوگی اور اس
قول میں کہ تجھکو طلاق ہے تین دن کے آنے میں تعلیق ہے طلاق کے تیسرے دن کے آنے پر اسواسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے
نہ ماضی میں پس آنا دن کا ابتداے یوم تحقق ہوگا حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہوا اسواسطے اسدن کو شمار سے نکالا الا و یوم القیمۃ لغو اور یوں کہنا
کہ تجھکو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہے یعنے اس کلام سے طلاق نہیں واقع ہوتی اسواسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہیں وقبلہ تنجیز اور اس قول میں کہ تجھکو طلاق ہے
روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی ولو طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز وان نصبہا تعلیق اور اس قول میں کہ انت طالق تطلیقۃ
حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع میں صفت ہوگی عورت کی تو
فاصل ہوگی درمیان طلاق اور تعلیق کے یعنی فی دخولک الدار جدا کلام ہوگیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہوگا اور حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوگی طلاق کی تو فاصل نہوگی تو
دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی وسأل الکسائی محمدا عمن قال لامرأتہ شعر فان ترفقی یا ہند فالرفق ایمن ؎ وان تخرقی یا ہند فالخرق اشأم ؎ فانت طلاق والطلاق
عزیمۃ ثلاث ومن یخرق اعق واظلم ؎ کم تطلق فقال ان رفع ثلثا فواحدۃ وان نصبہا فثلث وتمامہ فی المغنی وفیما علقناہ علی الملتقی اور سوال کیا کسائی
نحوی اور قاری نے امام محمد سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہے اور اگر سختی اور بد مزاجی کریگی اے ہند تو
سختی نامبارک ہے سو تو مطلقہ ہے اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنے لہو اور لعب نہیں تین بار اور جو سختی اور بد مزاجی کرتا ہے وہ نافرمان اور ظالم تر ہے تو کسائی نے پوچھا کہ اس
کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمد نے جواب دیا کہ اگر اُسنے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر اسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح کہتا ہے
پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب ہماری شرح میں ہے جو ملتقی پر ہے پس لفظ ثلث مرفوع ہوگا تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یوں کہا کہ انت طالق پھر خبر دی پوری طلاق تین بار ہے اور جب
ثلث منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثا ہوگی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول میں ہے کہ
ہارون رشید نے یہ سوال امام ابو یوسف سے کیا انکو جواب آیا کسائی نے یافت کرکے جواب دیا بحر الرائق میں کہا کہ یہ حکایت غلط ہے اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد
کی ایک یہ بھی ہے کہ معرفت کاملہ عربیت کی ہو اور یہ نقل اہل درایت کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط میں لکھا ہے کہ یہ سوال کسائی نے امام محمد سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی میں بھی
یونہی مذکور ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب میں اسکی تصریح کردی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبقولہ انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح
اور اس قول سے کہ تو طالق ہے کل یا کل میں تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت وصح فی الثانی نیۃ العصر ای آخر النہار قضاء وصدق فیہما دیانۃ ومثلہ انت طالق
شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی میں یعنی انت طالق فی غد میں نیت عصر کی یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور تصدیق کیجاویگی متکلم کی دونوں قولوں میں
باعتبار دیانت کے اور مانند اسکے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان میں تو اگر اس متکلم نے کچھ نیت کی تو آخر رجب یعنی بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی
اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو ثانی قول میں صحیح ہوگی اور دیانۃ دونوں میں تصدیق ہوگی وفی انت طالق الیوم غدا او غدا الیوم اعتبر اللفظ الاول

اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ تو طالق ہے آج کل یا تو طالق ہے کل آج تو پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا تو اول صورت میں آج طلاق ہوگی اور ثانی میں کل ہوگی
ولو عطف بالواو یقع فی الاول واحدة وفی الثانی ثنتان اور اگر مثال سابق میں حرف واو ذکر کیا یعنی یوں کہا کہ انت طالق الیوم وغدًا یا انت طالق غدًا والیوم
تو قول اول میں ایک طلاق ہوگی یعنی الیوم وغدا میں اور قول ثانی میں دو طلاق ہونگی یعنی غدًا والیوم میں یا قوله انت طالق باللیل والنہار او اول النہار وآخره
وعکسه او الیوم وراس الشہر چنانچہ اس قول میں کہ انت طالق باللیل والنہار اگر یہ قول دن کو کہا تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر یوں کہا انت طالق النہار
واللیل تو ایکبار واقع ہوگی اور اگر رات کو یہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخره سو اگر یہ قول اول روز کہا تو ایکبار
طلاق واقع ہوگی اور اگر اول روز یوں کہا کہ انت طالق آخر النہار واوله تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز میں یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخره
تو دو بار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یوں کہا کہ انت طالق آخر النہار واوله تو ایکبار طلاق ہوگی اور اسیطرح عکس کا حکم ہے یعنی عکس اللیل والنہار کا النہار واللیل
اور عکس اول النہار وآخره کا آخر النہار واوله چنانچہ اسکا حکم بھی متصل مذکور ہوچکا یا یوں متکلم بولا کہ انت طالق الیوم وراس الشہر فقط اگر یہ کلام دن میں کہا تو ایکبار طلاق
ہوگی اور اگر شروع مہینہ میں کہا تو دو بار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انہ متی اضاف الطلاق الی وقتین کائن ومستقبل بحرف عطف فان
بدا بالکائن اتحد او بالمستقبل تعدد اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ سابقہ میں یہ ہے کہ جب مضاف کیا طلاق کو تو دو وقت کی طرف کہ ایک ان میں سے حال اور دوسرا مستقبل اور
دونوں وقتوں کے درمیان میں حرف عطف کا ہو سو اگر ابتدا ماضی سے کی تو دونوں وقت متحد ہونگے اس صورت میں ایکبار طلاق واقع ہوگی
چنانچہ انت طالق الیوم وغدًا میں اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد اور کثرت ہوگی یعنے دو بار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق غدًا والیوم میں وہ
فی انت طالق الیوم واذا جاء غد او انت طالق لا بل غدا طلقت واحدة للحال واخری فی الغد اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج اور جبکہ کل آویگا
یا یوں کہا کہ تو طالق ہے نہیں بلکہ کل طالق ہے تو اسکو ایکبار طلاق ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی میں متکلم نے لفظ لا بل سے نفی کلام سابق کی
ارادہ کی سو ابطال منجز کا ممکن نہیں انت طالق او لا او اتحد او مع موتی او مع موتک لغوا اما الاول فلحرف الشک واما الثانی فلاضافتہ لحالۃ منافیۃ للایقاع
او للوقوع تو طالق ہے ایکبار یا کہ طالق نہیں یا یوں کہا تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہ دونوں قول لغو ہیں یعنے ان کلام سے
طلاق نہیں پڑتی پہلا قول تو اسواسطے لغو ہوا کہ حرف شک کا اسمیں واقع ہے اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ اسمیں طلاق مضاف ہے اس حالت کی طرف جو منافی ہے
ایقاع طلاق کے یا وقوع طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کی کہ اس حالت میں اسکو اہلیت طلاق دینے کی نہیں رہتی اور موت زوجہ کی منافی ہے وقوع
طلاق کی کہ اس حالت میں محل طلاق باقی نہیں کذا انت طالق قبل ان اتزوجک وامس وقد نکحہا الیوم اور اسیطرح لغو ہے یہ قول کہ تو طالق ہے قبل
اسکے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کروں یا یوں کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی جو دن کہ ہوچکا اور حالانکہ نکاح کیا اس عورت سے آج یہ دونوں قول اسواسطے لغو ہیں کہ طلاق کو
اسوقت کی طرف مضاف کیا جبکہ اسکو ملکیت طلاق کی نہ تھی اسلئے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبل امس وقع الآن لان
الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال اور اگر نکاح کیا تھا عورت سے کل سے پہلے یعنے پرسوں نکاح کیا تھا اور پھر یوں کہا کہ انت طالق امس تو وقت تکلم
طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امس والیوم تعدد وبعکسہ اتحد وقیل بعکسہ اور اگر کہا کہ انت طالق امس
والیوم تو دو بار طلاق ہوگی یا بالعکس اسکے کہا یعنے یوں کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایکبار ہوگی اور بعض علماء نے اسکے بالعکس کہا ہے یعنے
اول صورت میں ایکبار اور دوسری صورت میں دو بار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق ہے قاعدہ سابقہ کے یعنے اگر ماضی مقدم ہے استقبال پر تو اتحاد
ہوگا اور استقبال مقدم ہے ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحلبی وانت طالق قبل ان اخلق او قبل ان تخلقی او طلقتک
وانا صبی او نائم او مجنون وکان معہودا کان لغوا یا یوں کہا کہ تو طالق ہے قبل میری پیدایش کے یا قبل تیری پیدایش کے یا یوں کہا کہ میں نے تجھکو

طلاق دی جبکہ میں لڑکا تھا یا جبکہ میں سوتا تھا یا جبکہ میں دیوانہ تھا اور حالانکہ اسکا جنون معلوم تھا تو یہ قول لغو ہوگا اسواسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہیں ایقاع طلاق کے بخلاف قوله انت حر قبل ان اشتریک او انت حر امس وقد اشتراه الیوم فانه یعتق کما یعتق لو اقر بعتقه ثم اشتراه لاقراره بحریته برخلاف حکم سابق کے یعنی قول کہ تو آزاد ہے قبل اسکے کہ میں تجھکو خرید کروں یا یوں کہا کہ تو آزاد تھا کل اور حالانکہ اسکو خرید کیا آج تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ آزادی ایقاع اور وقوع کی محتاج نہیں احتمال ہے کہ اسکو اور شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے چنانچہ اسطرح بھی آزاد ہو جاویگا اگر اقرار کیا ایک شخص نے کسی غلام کے حق میں کہ یہ آزاد ہے پھر اسکو خرید کیا ان تینوں صورتوں میں آزادی ثابت ہوگی بسبب اقرار کرنے قائل کے اسکی آزادی کا انت طالق قبل موتی بشهرین او اکثر و مات قبل مضی شهرین لم تطلق لانتفاء الشرط وان مات بعده طلقت مستندا الی اول المدة لا عند الموت فائدته انه لا میراث لها لان العدة تنقضی بشهرین بثلاث حیض تو طالق ہے میری موت سے دو مہینے پہلے یا کہ اس مدت سے زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور اگر زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال استنادا اول مدت کے یعنی دو مہینہ سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق مستند کا یہ ہے کہ عورت کو میراث زوج کی نملیگی اسواسطے کہ عدت گذر جاتی ہے دو مہینے میں تین حیض سے کہ ہم مصنف و شارح نے اس مقام میں قول ضعیف کو پسند کیا ہے باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہ ہے کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اسواسطے کہ حق میراث میں استنادا ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اسمیں ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیة الطحطاوی اور بحر میں تصریح ہے کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیة المدنی قال لها انت طالق کل یوم او کل جمعة او راس کل شهر ولا نیة له تقع واحدة فان نواه کل یوم او قال فی کل یوم او مع او عند او کلما مضی یوم تقع ثلث فی ایام ثلثة الاصل انه متی ترک کلمة الظرف اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینے کے شروع پر اور زوج کی ان اقوال میں کچھ نیت نہیں ہوا تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اُسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اُسنے یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر ایک دن میں یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ یا کہا کہ تو طالق ہے نزدیک ہر دن کے یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ دن گذرے تو ان صورتوں میں تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن میں اور قاعدہ کلیہ تین طلاق یا ایک طلاق کے واقع ہونیکا ان مثالوں میں یہ ہے کہ جب کلمہ ظرف کا ترک ہوگا کلام میں تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال میں لفظ فی اور مع اور عند ہے وفی الخلاصة انت طالق مع کل یوم تطلیقة وقع ثلث للحال اور خلاصہ میں ہے کہ اگر یوں کہیگا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ ایک طلاق تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال هم روایت خلاصہ کی مخالف ہے شارح کے قول سابق کے اسواسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم میں تین طلاق تین دن میں واقع ہونگی اور خلاصہ میں فی الحال واقع کہا اور دونوں کلاموں میں سوائے مفعول مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہیں ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ خلاصہ میں یوں عبارت ہے کہ انت طالق مع کل تطلیقة یعنی اسمیں لفظ یوم کا نہیں تو یہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہے ہر طلاق کے ساتھ تو اس صورت میں تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ بحر الرائق میں تحریف واقع ہوگئی اور وہ مصنف اور شارح نسخہ محرف دیکھکر دھوکے میں ہوگئے کذا فی حاشیة المدنی قال لهما اکبرکما طالق الآن لا تطلق حتی تموت احدیهما فتطلق الاخری لوجود شرطه حینئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دو میں بڑی عمر والی کو طلاق ہے اسوقت تو کسی کو طلاق نہوگی یہاں تک کہ ایک انمیں سے مرجاوے پھر جب ایک مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے شرط زوج کے اسوقت یعنے جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی ثابت ہوئی هم شیخ رحمتی نے کہا کہ طول عمر بعد دونوں عورتوں کے مرجانے کے ثابت نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہے کہ چالیس برس کی ہو اور جو زندہ رہی شاید اسکی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیة المدنی اور نسخہ مطبوع میں بعد حینئذ کے لفظ مستندا کا بھی مرقوم ہے قال انت طالق قبل قدوم زید بشهر فقدم بعد شهر وقع الطلاق مقتصرا کہا زوج نے کہ تو طالق ہے زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینہ کے پھر زید آیا بعد مہینے کے

تو طلاق واقع ہو گی یعنی فی الحال بطور اقتصار کے کہ مصنف نے طلاق قبل موت میں استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل تمام مدت میں اقتصار کو ذکر کیا تو اسکے شارح
استناد اور اقتصار کو انکے قول میں صریح کیا اعلم ان طرق ثبوت الاحکام اربعة الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم کر کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے ہیں
ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتھا تبیین فالانقلاب صیرورة ما لیس بعلة علة کالتعلیق سو انقلاب یہ ہے کہ جو چیز علت نہیں ہے وہ واقع میں سو علت
ہو جائے چنانچہ تعلیق مثلاً یوں کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو تجھکو طلاق ہے سو دخول دار واقع میں طلاق کی علت نہیں وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج کے
علت ہو گیا طلاق کی یعنے بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاویگا تو طلاق واقع ہو گی اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہے یعنے دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم
فی الحال اور اقتصار عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال چنانچہ انشاء عقود مثل بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو مجرد ایجاب و قبول کے بیع اور
نکاح ثابت ہو جاتا ہے والاستناد ثبوته فی الحال مستندا الی ما قبله بشرط بقاء المحل کل المدة کلزوم الزکوة حین الحول مستندا لوجود النصاب اور استناد عبارت ہے
ثبوت حکم سے فی الحال اپنے ماقبل کی طرف مستند ہو کر بشرط باقی رہنے محل حکم کے تمام مدت میں جیسے لازم ہونا زکوة کا سال تمام ہونے کے وقت باعتبار وجود
نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوة بالفعل واجب ہوتی ہے باعتبار ماقبل کے یعنے حولان حول کے بشرطیکہ باقی رہے مال کے اول سے آخر تک کہ نصاب درمیان
سال کے کم ہو جاوے والتبیین ان یظهر فی الحال تقدم الحکم کقوله ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجوده فیها فالطلاق من حین القول فتعتد منه
اور تبیین یہ ہے کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنے اظہار ہو وقت تکلم سے حکم مقدم تھا چنانچہ زوج کا قول کہ اگر زید گھر میں ہے تو تجھکو طلاق ہے اور
کل ظاہر ہوا وجود زید کا گھر میں یعنی دوسرے روز ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گھر میں موجود تھا تو عورت مطلقہ ہو گی وقت تکلم سے تو اسی وقت سے اسکی عدت ہوگی
خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت حکم چار حال سے خالی نہیں یعنی زمانہ مستقبل میں ہو یا زمانہ حال میں یا زمانہ ماضی میں تو اگر زمانہ استقبال میں ہے بطور تعلیق کے تو اسکو انقلاب کہتے ہیں
اور اگر زمانہ حال میں ہے بلا استناد سابق کے تو اسکو اقتصار بولتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے ماقبل سے مستند ہو کر تو اسکو استناد کہتے ہیں اور اگر بسبب ظہور زمانہ ماضی میں ہے
اسکو تبیین بولتے ہیں انت طالق ما لم اطلقك او متى لم اطلقك او متى ما لم اطلقك وسكت طلقت للحال بسكوته اگر زوج نے کہا کہ تو طلاق
ہے جب تک تجھکو طلاق نہ دوں یا جس وقت کہ میں تجھکو طلاق نہ دوں یا جس وقت کہ تجھکو طلاق نہ دوں اور یہ کلام کر کے زوج ساکت ہو گیا تو عورت فی الحال
مطلقہ ہو گی بسبب اسکے سکوت کے اسواسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے اور اسطرح کلمہ ما مصدریہ قائم مقام ظرف کے اگرچہ معنی شرط کے مستعمل ہے لیکن فقہا کا
اتفاق ہے کہ وہ یہاں بمعنی وقت کے ہے خلاصہ یہ کہ ان الفاظ میں طلاق کی اضافت ہوئی اس زمانہ کی طرف جو طلاق دینے سے خالی ہو پھر جب اسنے سکوت کیا
تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہو گی کذا فی حاشیة المدنی عن البحر وفی ان لم اطلقك لا تطلق بالسكوت بل يمتد النكاح حتى يموت احدهما قبله اى قبل الطلاق
فتطلق قبيل الموت لتحقق الشرط ويكون فارا اور اگر قول یہ ہے کہ تو طلاق ہے اگر میں تجھکو طلاق نہ دوں تو عورت مطلقہ نہ ہو گی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہیگا یہاں تک
کہ کوئی ان دونوں میں سے قبل طلاق دینے زوج کے مر جاوے پھر جب ایک کوئی مریگا تو عورت مطلقہ ہو گی قبل موت کے تھوڑے سے بسبب پائے جانے شرط کے یعنے عدم طلاق کے
پھر اگر زوج اول مریگا تو فار ہو گا سو اگر عورت مدخولہ ہو گی تو وارث ہو گی زوج کی فار کا بیان آگے آویگا واذا واذا ما بلا نية مثل ان عند ابي حنيفة وقالا مثل متى
وقد مر حكمهما اور کلمہ اذا اور اذا ما بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہے نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہے نزدیک صاحبین کے اور دونوں کا یعنے ان اور متی کا
حکم عنقریب گذر چکا یعنے جب اذا اور اذا ما بمعنی ان کے ہو گا تو طلاق نہ واقع ہو گی تاوقتیکہ کوئی زوجین میں سے مرے اور جب بمعنی متی کے ہونگے
تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق واقع ہو گی ولو نوى الوقت او الشرط اعتبرت نيته اتفاقا ما لم تقم قرينة الفور فعلى الفور اور اگر نیت کی
زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اسکی نیت معتبر ہو گی باتفاق امام اور صاحبین کے جب تک کہ قرینہ فی الفور کا قائم ہو اور اگر فی الفور کا قرینہ
قائم ہو گا تو فی الفور طلاق واقع ہو گی نیت شرط کی معتبر نہو گی قرینہ فی الفور کا یہ کہ عورت نے کہا کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا کہ انت طالق اذا لم اطلقك

فی الفور طلاق واقع ہوگی وفی قوله انت طالق لم اطلقک انت طالق مع الوصل بقوله لم اطلقک طلقت بالمنجزة الا ذخیرہ فقط استحسانا
اور اس قول میں کہ انت طالق لم اطلقک انت طالق یعنے زوج نے انت طالق کو اپنے قول لم اطلقک سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پچھلے قول منجز سے
باعتبار استحسان کے یعنے اخیر قول انت طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہیں طلاق واقع ہوگی اور اگر انت طالق کو لم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل نکیا تو منجز اور معلق دونوں
واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی المدنی عن البحر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا قال ان لم اطلقک الیوم ثلثا فانت طالق ثلثا فحیلته ان یطلقها علی الف و لا تقبل المرأة
فان مضی الیوم لا تطلق به یفتی خانیۃ لان التعلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر میں آج تجھکو تین طلاق ندوں تو تجھکو طلاق ہے
تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونیکا یہ ہے کہ اسکو طلاق دے بعوض ہزار کے یعنے یوں کہے کہ میں نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی
دینا قبول کرے پھر اگر وہ دن گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہوگی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ والخلاصۃ والمحیط اسواسطے کہ تعلیق مقید داخل ہے تعلیق مطلق
کے تحت میں یعنی ہر چند تعلیق طلاق مطلق ہے یعنی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنے بعوض مال کے ہے لیکن چونکہ مقید مطلق میں
داخل ہے اسواسطے طلاق واقع ہوگی انت طالق یوم اتزوجک فنکحها لیلا حنث بخلاف الامر بالید امرک بیدک یوم یقدم زید فقدم لیلا لم یتخیر و
لو نهارا بقی الی الغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جسدن کہ میں تجھسے نکاح کروں پھر نکاح کیا اُس سے رات میں تو حانث ہوگا یعنے طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ یوم اس قول میں یعنی مطلق وقت کے ہے جو رات اور دن دونوں کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ
میں ہے یعنی تجھکو طلاق کا اختیار ہے جسدن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہوگا اور اگر دن میں زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہیگا
اسی دن کے غروب تک والاصل ان الیوم متی قرن بفعل لا یستوعب المدۃ یراد به النهار کالامر بالید فانه یصح جعله بیدها یوما او شهرا ومتی قرن بفعل لا یستوعبها یراد به
مطلق الوقت کالایقاع الطلاق فانه لو قال طلقتک شهرا کان ذکر المدۃ لغوا و تطلق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہے طلاق اور امر بالید میں یہ ہے
کہ یوم جب مقرون ہو ایسے فعل سے کہ جو پورا بھر لے تمام مدت کو تو وہاں یوم سے مراد نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اسکو عورت کے اختیار میں بنا
ایک دن یا ایک مہینہ درست ہے اور اسیطرح ہی سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم میں ممتد ہو سکتا ہے اور جبکہ یوم مقرون ہو اس فعل سے کہ کل مدت ممتد نہوسکے
تو وہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہے لیل اور نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور عتاق سو اگر کہیگا کہ میں نے
تجھکو طلاق دی مہینہ بھر تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہیں انا منک طالق او بری
لیس بشیء ولو نوی به الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ میں تجھسے طالق ہوں یا کہ میں تجھسے بری ہوں تو یہ قول کچھ نہیں اگرچہ اس قول سے طلاق کی
نیت کیسے تو بھی طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ محل طلاق عورت ہے نہ مرد سو جبکہ اضافت طلاق کی مرد کی طرف کی تو بیموقع ہوئی لو لغو ہوئی وتصح فی البائن والحرام
ای انا منک بائن او انا علیک حرام اذا نوی لان الابانة لازالۃ الوصلۃ والتحریم لازالۃ الحل وهما مشترکان فتصح الاضافۃ الیه حتی لو لم یقل منک او علیک لم یقع اور
جدا ہو جاویگی عورت لفظ بائن اور حرام میں یعنی اگر عورت سے کہا کہ میں تجھسے بائن ہوں یعنی جدا ہوں یا کہ میں تجھپر حرام ہوں تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت
کرے اسواسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونوں یعنی ازالہ
اتصال نکاح اور ازالہ حلت مشترک ہیں میان زوج و زوجہ تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہان تک کہ اگر نہ کہیگا لفظ منک اور علیک کا تو
طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اسمیں عورت کیطرف خطاب نہیں تو احتمال ہے کہ دوسری وجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انت بائن او حرام حیث یقع اذ لو نوی ان
لم یقل منی بخلاف اس قول کے کہ انت بائن او حرام یعنے تو جدا ہو یا کہ تو حرام ہے اسواسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جبکہ زوج نیت طلاق کی کرے اگرچہ
لفظ منی کا نہ کہے یعنے اگرچہ یوں نہ کہے کہ تو جدا ہو مجھسے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے خزانۃ الاکمل کی عبارت کو رد کیا اسمیں یوں ہے

کہ انت بائن سے جدائی نہیں ہوتی تاوقتیکہ انت بائن منی نہ کہے تو جعل امرہا بیدہا لینثر کما تو کہا بائن منی یا اگر عورت کو طلاق کا اختیار رہے تو عورت کا یون
کہنا شرط ہے کہ بائن منی یعنی تو مجھ سے جدا ہے یعنے وقوع طلاق میں ہی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہے وهم بحر الرائق میں خلاصہ سے نقل کیا یون کہ ہے کہ اگر
اضافت حرمت اور بینونت کی عورت ایک کی یعنی یون کہا کہ تو حرام یا بائن ہے تو طلاق واقع ہوگی زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہیں یعنے یون کہنا کہ تو حرام ہے مجھپر
ضرور نہیں ہاں اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنے یون کہا کہ مین حرام یا بائن ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنے یون کہے کہ میں حرام ہون
تجھپر یا تو بائن ہے مجھسے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت کی اضافت زوج اور زوجہ دونون کی طرف ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقع بہبتہا
صرح الزوجیۃ بلا نیۃ اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مین نے تجھکو ہبہ کیا زوجہ سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اسواسطے کہ یہ قول صریح ہے ابطال نکاح میں اور صریح محتاج
نیت کا نہیں انت طالق ثنتین مع عتق مولاک ایاک فعتق سیدہا طلقت ثنتین وله الرجعۃ لوجود التعلیق بعد الاعتاق لان الشرط کما مر زوج نے اپنی
زوجہ سے جو لونڈی ہے کسیکی کہا کہ تو طالق ہے دوبار ساتھ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھ تجھکو دوبار طلاق ہے پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کیا تو دو طلاق کر
مطلقہ ہوگی اور اسکے زوج کو رجعت کا اختیار ہوگا بسبب وجود تعلیق کے بعد آزاد کرنے کے یعنی اول آزادی ہوئی ہے پیچھے طلاق واقع ہوئی اسواسطے کہ آزادی شرط تھی طلاق
کی اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہوچکی پھر طلاق ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا دو طلاق کی درست ہے اگر
کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجایش ہے اسکا جواب یہ ہے کہ لفظ مع کاہے بمعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ
ان مع العسر یسرا یعنی سختی کے بعد آسانی ہے اور یہ مطلب نہیں کہ سختی اور آسانی آن واحد میں مقارن ہیں نقل ابن الکمال ان کلمۃ مع اذا اقحم بین جملتین یحمل علی الشرط
نقل کیا ہے ابن کمال نے ایضاح میں کہ کلمہ مع کا جب اقحام کیا جاوے درمیان دو جملون مختلف کے تو قائم مقام ہوتی ہے شرط کے تو طلاق اور عتاق دو جملے ہیں مختلف پس
کلمہ مع کا دخل ہوا اسواسطے بجاے شرط ہو گیا تو گویا تقدیر کلام یون ہوئی کہ ان اعتقک مولاک فانت طالق ثنتین یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کرے تو تجھکو دو بار طلاق
ہے ولو علق بالبناء للمجہول عتقہا وطلاقہا بمجیء الغد فجاء الغد لا رجعۃ له لتعلیقہما بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اسکی کل کے
آنے پر یعنے اسکے مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہے اور اسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہے پھر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار
نہوگا اسواسطے معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنے زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونون کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ
کہ وہان عتق طلاق پر مقدم تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق میں دو طلاق ایسی جیسے حرہ کے حق میں تین طلاق تو اسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ رہا فی
وعدتہا فی المسئلتین ثلث حیض احتیاطا اور عدت اس عورت کی دونون مسئلون یعنی اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں تین حیض ہیں بنابر احتیاط کے ولو کان الزوج
مریضا لا ترث منہ لوقوعہ وہی امۃ فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ میں اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اسکی وارث نہوگی اسواسطے کہ طلاق اسوقت واقع ہوئی
جبکہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی انت طالق ہکذا مشیرا بالاصابع المنشورۃ وقع بعددہا
کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کرکے تو واقع ہوگی طلاق موافق شمار انکے یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک طلاق
اور دو انگلیون سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ہکذا میں ہا واسطے تنبیہ کے ہے اور کاف
واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہے بخلاف مثل ہذا فانہ ان نوی ثلثا فثلث والا فواحدۃ لان الکاف للتشبیہ فی الذات ومثل للتشبیہ فی الصفات
ولذا قال ابو حنیفۃ ایمانی کایمان جبریل لا مثل ایمان جبریل بحر بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق ہے مثل اسکے اور تین انگلیون سے
اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت تعدد نہ کی تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ مسئلہ سابقہ میں کاف
ہکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اسنے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے جسکی ذات ان انگلیون کی [illegible]

انگلیوں کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ میں یعنی مثل ہذا میں کلمہ مثل کا موضوع ہونا واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو اُسنے گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت ہو ثابت ہونے ثبوت اِن انگلیوں کے اور طلاق ثابت ہر ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور جبکہ کاف اور مثل میں تفرقہ ثابت ہوا تو بنا بر اسی تفرقہ کے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایمانی کایمان جبرئیل امثل ایمان جبرئیل یعنے میرا ایمان او جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات میں یکسان ہے نہ مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام ہے صفات میں کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے تصدیق جانب سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہیں ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان مومنین کا ذات میں متحد ہوا اور یون امام نے نہیں کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہو اسواسطے کہ صفات مختلف ہیں کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین میں فرق ہے جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہو وہ اور مومنین کو کہان کذا فی حاشیۃ المدنی وتعتبر المشورۃ لا المطویۃ الا دیانۃ کالکف او اشارۃ کرنے میں معتبر منتشر انگلیاں ہیں بنا بر عرف کے مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے یعنے اگر دو مضموم انگلیون سے اشارہ کرکے نیت کریگا تو اُسکی دیانت میں تصدیق ہوگی نہ قضا میں مانند کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتیلی سے اشارہ کرکے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت میں اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضا میں بنا بر عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والتحقیق الاشارۃ ہی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ میں کھولنا سب انگلیون کا ہے یعنے اشارہ کرنے میں باعتبار دیانت کے تصدیق ہوگی جبکہ سب انگلیون کو علیحدہ علیحدہ کھولیگا اور جبکہ بعض کو کھولیگا اور بعض کو متصل رکھیگا تو معتبر منتشر انگلیان ہونگی اسواسطے کہ نشر کرنا انگلیون کا تو یہی معہود ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ونقل القہستانی ارادۃ یصدق قضا بنیۃ الاشارۃ بالکف وہی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہے کہ قضا میں اُسکی تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنے اگر بانگلیان منشورہ ہون اور کف سے اشارہ کرکے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا میں اور اسطرح اشارہ کف سے ایک طلاق ہوگی ولو لم یقل ہکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور اگر کہا کہ تو طالق ہے اور اشارہ انگلیون سے کیا اور نہ کہا ہکذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب فقدان تشبیہ کے ولو قال انت ہکذا مشیرا ولم یقل طالق لم ارہ اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہے انگلیون سے اشارہ کرکے اور یون نہ کہا کہ تو طالق ہے شارح کہتا ہے کہ مین نے اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا علامہ حلبی نے کہا کہ اس صورت میں طلاق نہ واقع ہونا نہایت صحیح ہے اسواسطے کہ یہ لفظ نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں اور اشارہ بیان ہوتا ہے ملفوظ کا سو یہان موجود نہیں اور شیخ خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول لغو ہے اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ مشعر طلاق کا نہیں ہے بیت بدون لفظ کے طلاق ہیں باثر نہیں اور رحمتی نے بھی عدم وقوع طلاق کی بعضے علما کے قول سے تصریح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اشار بظہورہا فالمضمومۃ للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیون کی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیون کی مخاطب کیطرف کی اور پیٹ انکا متکلم کیطرف تو بند انگلیان گنی جاوینگی بسبب عرف کے یا رجوع ہے الی الناسخ ولو کان رؤسہا نحو المخاطب فان نشر عن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضم عن نشر فالضم ابن الکمال اور اگر ہون سر انگلیون کے مخاطب کیطرف سو اگر افتراق کیا انگلیون کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہے افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہے اتصال کا چنانچہ ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے جبکہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اسکے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا و تقع بقولہ انت طالق بائن او البتۃ وقال الشافعی یقع رجعیا لو موطوءۃ اور واقع ہوتی ہے طلاق بائن ساتھ کے اس قول سے کہ تو طالق بائن ہے یا یون کہا کہ تو طالق ہے البتۃ کلمۃ بتۃ کا مصدر ہے معنی قطع اور جزم کے اور منصوب ہے بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی ایسا ہوگا کہ تو طالق ہے قطعا اور یقینا اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتۃ سے اور ایسے ہی اور الفاظ آیندہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او افحش الطلاق او طلاق الشیطان او البدعۃ او شر الطلاق او کالجبل او کالف او ملاء البیت یا یون کہا کہ تو طالق ہے افحش الطلاق کر یا تجھکو طلاق شیطان ہے یا طلاق بدعت ہے یا تجھکو بدتر طلاق ہے یا تجھکو مانند پہاڑ کے طلاق ہے یا تو طالق ہے مانند ہزار کے یا تجھکو گھر بھر کی طلاق ہے او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہے یا چوڑی طلاق یا لمبی طلاق ہے او سورہ او شدہ او خشنۃ او اکبرہا او اعرضہا او اطولہا او اغلظہا او اعظمہا فواحدۃ بائنۃ فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ ان لم ینو ثلثا فی الحرۃ

وکذا بائن فی الالف فی الصحیح مثلا یون کہا کہ تجھکو اشد طلاق ہے یعنی بری طلاق ہے یا اشد طلاق ہے یا اخبث طلاق ہے یا افحش طلاق ہے افحش بمعنی اشد ہے
یا اکبر طلاق ہے یا اعرض طلاق ہے یا اطول طلاق ہے یا اغلظ طلاق ہے یا اعظم طلاق ہے تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے ان سب الفاظ مذکورہ مین
اسواسطے کہ قائل نے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کر جسکو طلاق محتمل ہے یعنی صفت بینونت کی ان سب الفاظ مین صریح ہے مثلا طلاق بدعتا اسواسطے
طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی بھی تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کے اور طلاق شدید اسواسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہین چنانچہ تفصیل اسکی
مطولات مین مصرح ہے اور ایک طلاق بائن ان الفاظ مین اسوقت ہے کہ اگر قائل نے نیت تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین کی ہو اور اگر قائل نے تین
طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نیت کی تو صحیح ہوگی اسواسطے کہ باب بدل مین گذر چکا کہ مصدر محتمل ہے فرد اعتباری کا تو تین طلاق کی نیت حرہ مین
اور دو طلاق کی لونڈی مین صحیح ہوگی [illegible] ان الفاظ مین معنی تفضیل کے نہین بلکہ اصل صفت مراد ہے یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید ہے یعنی شدید
اور فاحش کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو نوی بطالق واحدۃ وبنحو بائن اخری فیقع ثنتان بائنتان چنانچہ اسقدر لکھا ہین کہ انت طالق بائن صحیح ہے اگر نیت کرے لفظ
طالق سے ایک طلاق کی اور بائن اور اسکے مانند سے دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہونگی بائن کی مانند لفظ بتۃ اور جمیع کنایات جو مقتضی طلاق کے واقع ہون
کذا فی حاشیۃ المدنی ولو عطف فقال طالق وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ ذخیرۃ اور اگر عطف کیا سو یون کہا کہ انت طالق وبائن یا یون کہا
کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنی یون کہا کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نہ کی تو ایک
طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرۃ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک لانہا لا تملک نفسہا الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن واقع
ہوتی ہے اگر یون کہے کہ تو مطلقہ ہے ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اس طلاق کے اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن ہو اسواسطے ثابت ہوتی کہ عورت اپنی
ذات کی مالک نہین ہوتی مگر طلاق بائن سے اسواسطے کہ طلاق رجعی مین رجعت ہر طرح سے ثابت ہے یہان تک کہ اسکی بازی واجب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک یلغو الرجعیۃ وقیل الجوہرۃ ورجح فی البحر الثانی اور اگر کہا کہ طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھکو رجعت نہین تجھپر تو اسکی
رجعت کرنا جائز ہے یعنی شرط عدم رجعت کی لغو ہے اور بعضون نے کہا کہ اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہین اسواسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی
نیت کریگا تو تین واقع ہونگی کذا فی الجوہرۃ اور ترجیح دی ہے بحر الرائق مین قول ثانی کو اصطلاح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قول ثانی قوی ہے کیونکہ ہدایہ مین کہا ہے
کہ جب طلاق کو کسی طرح کی شدت اور زیادت کر موصوف کیا تو طلاق بائن ہوتی ہے اور عنایہ اور فتح القدیر مین مصرح ہے کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے تو
مذہب صحیح قول ثانی ہے ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی وبہ افتی المتاخرون بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین تکون طالقا طلقۃ تملک بہا نفسہا الخ اور بحر الرائق مین
خطا کار کہا ہے انکو جنہون نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات مین اور اس قول موثقین مین جو وثیقہ نکاح مین بعد ذکر عقد اور شروط کے لکھتے ہین کہ جب
اس عورت پر دوسرا نکاح کریگا یا اسکو شہر سے باہر لیجاویگا تو یہ عورت طالق ہوگی ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاویگی بسبب طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر
ہم موثقین [illegible] لوگ ہین جو عدول ہین دار القضا کے موثقین اسواسطے انکو کہتے ہین کہ وہ شاہدون کی توثیق کرتے ہین یا یہ وجہ ہے کہ انکے لکھے
شرعی [illegible] لوگون مین معتمد ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی خلاصہ بحر الرائق کا یہ ہے کہ تعالیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہے رجعی نہین لکن فی البزازیۃ
وغیرہا لو قال لہا ان طلقتک واحدۃ فہی بائنۃ او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف لیکن بزازیہ وغیرہ مین یون ہے کہ اگر کہا
زوجہ مدخولہ سے کہ اگر مین تجھکو ایک طلاق دون تو وہ ایک طلاق بائن ہے یا تین بار طلاق ہے پھر زوج نے اسکو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی
اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنی اگر ہم اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہین تو لازم آوے سبقت صفت کی موصوف پر اسواسطے کہ
اصل طلاق تو معلق ہے ہنوز واقع نہین ہوئی پھر قبل وقوع اسکے بائن قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا شارح نے اس قول سے استدراک کیا تخطیہ صاحب بحر پر

ہو گئی اور طلاق بھی واقع نہیں ہوئی مگر جملہ انشائیہ ہے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے و فی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا تطلق ببلی لا بنعم اور خلاصہ
میں ہے کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنی کیا تو نے اپنی عورت کو طلاق نہیں دی تو طلاق واقع ہو گی لفظ بلی سے نہ نعم سے یعنی اگر اسنے جواب میں
بلی کہا تو طلاق واقع ہو گی اور اگر نعم کہا تو نہ ہو گی اسواسطے کہ کلمہ بلی کا موضوع ہے واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہوا کہ ہاں میں نے طلاق دی ہے اور
کلمہ نعم کا موضوع ہے واسطے اثبات ماقبل کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہے کہ طلاق نہیں دی ہے و فی الفتح و ینبغی عدم الفرق للعرف اور
فتح القدیر میں ہے کہ بلی اور نعم میں فرق کرنا نہ چاہیے بسبب عرف اہل ہند کے یعنی ہر چند اصل لغت عرب میں بلی اور نعم میں فرق ثابت ہے لیکن طلاق میں دونون میں
فرق کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ عرف میں دونون برابر ہیں تو دونون لفظون سے طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ مدار طلاق کا عرف پر ہے نہ اصل لغت پر و فی البزازیۃ قالت لہ
انا امراتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح و تطلق لاقتضاء الطلاق النکاح وضعا اور بزازیہ میں ہے کہ کہا عورت نے مرد سے کہ میں تیری جورو ہون سو مرد نے کہا کہ تو
طالق ہے تو مرد کا یہ کلام اقرار ہے نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہو گی اس کلام سے نکاح اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہے نکاح کو باعتبار شرع اور لغت کے
حلف لم یدر بطلاق ام بغیرہ لغا کما لو شک اطلق ام لا مرد کو معلوم ہے کہ قسم کھائی ہے اور یاد نہیں کہ طلاق کی قسم کھائی یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو ہے طلاق
نہ واقع ہو گی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہے یا نہیں تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہوا اور قاطع نکاح کا مشکوک ہو جانا کہ شک سے یقین نہیں جاتا
ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک پڑے کہ آیا ایک طلاق دی ہے یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنی اگر ایک اور دو میں شک ہو تو ایک کو قائم رکھے اور اگر دو اور
تین میں شک ہو تو دو کو قائم رکھے و فی الجوہرۃ طلق المنکوحۃ فاسدا ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل و لم یحک خلافا اور جوہرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اس عورت کو طلاق دی جس سے نکاح فاسد
کیا تھا تو جائز ہے اس مرد کو کہ اسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کر لے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا نہیں نقل کیا ہم نکاح فاسد یہ ہے کہ مثلا عورت سے
اسکی بہن کی عدت میں اندر نکاح کرے یا نکاح بدون گواہوں کے کرے طلاق نکاح فاسد میں محلل کی اسواسطے حاجت نہیں کہ طلاق لاحق نہیں ہوتی
مگر نکاح صحیح میں یا عدت میں یا فسخ ارتدادی میں یا انکار اسلام میں تو نکاح فاسد انمیں داخل نہیں

## باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب میں مسائل ہیں عورت غیر مدخول کی طلاق کے قال لزوجتہ غیر المدخول بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا
وہی زوجتہ ثم بانت بعدہ کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہے قذف کی اور نہ لعان ہے واسطے پڑ جانے تین طلاقوں کے حالت
زوجیت میں پھر وہ عورت بائن ہو گئی بعد تین طلاق کے یعنی حد قذف اسواسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہیں ہے جبکہ مرد نے اسکو زانیہ کہا تھا تو وہ اسکی
زوجہ تھی پھر جب اسنے تین طلاق کہے تو بائن ہو گئی زوجیت قطع ہو گئی اور لعان نہیں ہوتا مگر زوجہ کو کذا انت طالق ثلثا یا زانیۃ ان شاء اللہ تعلق الاستثناء بالوصف
بزانیۃ اور چنانچہ واقع ہوا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق میں فاصل نہیں اسیطرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثنا کے اس مثال
میں فاصل نہیں کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے تین بار اے زانیہ اگر خدا نے طلاق کو چاہا تو متعلق ہو ان شاء اللہ یعنی مشیت خدا وصف سے یعنی طلاق سے کذا فی البزازیۃ
تو طلاق اس صورت میں واقع ہو گی اسواسطے کہ فاصل کا کچھ اعتبار نہیں اور اس صورت میں یا زانیہ کہنا موجب ہے لعان کا بسبب بقاء زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی
مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل کے ہے نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے و فیہ لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنی اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو
اسپر تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہو گا تو واقع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہو گا اور امام محمد نے
تصریح کی ہے کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع ہونگی اور حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو چکا ہے کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی فی المدنی ہے مذہب حسن بصری اور عطا کے مذہب کا کہ انکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہیں واقع ہوتیں فقط انت طالق سے اسپر طلاق بائن

مسئلہ طلاق منکوحہ بنکاح فاسد میں حاجت محلل کی نہیں

باب طلاق غیر المدخول بہا

شارح نے لفظ تمام کا اشارہ کیا کہ اگر اثنائے تلفظ عدد کے بھی عورت نہ مری تو طلاق واقع ہوگی ولو مات الزوج او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد وقع
واحدۃ عملا بالصیغۃ لان الوقوع بلفظہ لا بقصدہ اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اسکا منہ بند کرلیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغہ طلاق کے
اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہ ہوسکا تو انت طالق باقی رہ گیا اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ درصورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ عدد منوی سے
وقوع طلاق کو متعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اسکے قصد کرنے سے بدون تلفظ کے ولو قال لغیر الموطوءۃ انت طالق واحدۃ
وواحدۃ بالعطف او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ یقع واحدۃ بائنۃ ولا تلحقہا الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طلاق ہے ایکبار اور
ایکبار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یوں کہا کہ تو طلاق ہے ایکبار قبل ایکبار کے یا یوں کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہے جسکے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینوں صورتوں میں
ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اسکے لاحق نہ ہوگی بسبب نہ ہونے عدت غیر مدخولہ کے وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلہا واحدۃ او مع واحدۃ
او معہا واحدۃ ثنتان الاصل انہ متی اوقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام میں کہ تو طلاق ہے ایکبار
بعد ایکبار کے یا یوں کہا کہ تو طلاق ہے ایکبار جسکے قبل ایک طلاق ہوچکی یا تو طلاق ہے ایکبار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق جسکے ساتھ ایک اور طلاق ہے
دو طلاق واقع ہونگی ان مثالوں میں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ
او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ میں طلاق واقع ہوئی تا ابتدا سے چنانچہ دو طلاق ہونے کی مثالوں میں تو اول و ثانی دونوں متصل ہوجاوینگی اسواسطے کہ ایقاع
فی الماضی ایقاع فی الحال ہے یعنی زمانہ ماضی میں طلاق کا واقع کرنا متصور نہیں تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃ واقع ہوئیں تعلیل جاری ہے قبلیت اور بعدیت
میں مع و معیت میں تو معنی اقتران ملاحظ ہے ویقع بانت طالق واحدۃ و واحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقہما بالشرط دفعۃ اور وقوع ہوگی
میں اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی دو طلاقیں بسبب تعلیق ہونے دو طلاقوں کے شرط سے یکبارگی اور معلق نزدیک وجود شرط کے
مثل منجز کے ہو ویقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو مثلا یوں کہے کہ ان دخلت الدار فانت طالق
واحدۃ وواحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہے ویقع فی الموطوءۃ ثنتان فی کلہا لوجود
العدۃ اور واقع ہونگی زوجہ مدخولہ کے حق میں دو طلاقیں سب اگلی مثالوں میں بسبب موجود ہونے عدت کے یعنے ایک طلاق حالت بقاء نکاح میں پڑیگی اور دوسری عدت میں
بخلاف غیر مدخولہ کے کہ دوسری طلاق میں عدت نہیں تو طلاق ثانی کے وقوع کیواسطے محل باقی نہیں من مسائل قبل و بعد ما قیل شعر وما یقول الفقیہ ایدہ اللہ ولا زال
عندہ الاحسان فی فتی علق الطلاق بشہر قبل ما بعد قبلہ رمضان وقد اشتمل علی ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل و بعد سے وہ نظم ہے جو بعضوں نے منظوم کی
کہ کیا کہتا ہے فقیہ اللہ تعالی اسکی مدد کرے اور ہمیشہ اس فقیہ کے نزدیک احسان اور کرم بنا رہے اس جوان کے مقدمہ میں کہ اسنے طلاق معلق کی ایک
مہینہ پر جسکے ما بعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرع اخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے پہلی وجہ یہ کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان
دوسری وجہ یہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچویں یہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان چھٹی یہ کہ بعد
ما قبل بعدہ رمضان ساتویں یہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھویں یہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی
تین لفظوں سے ذی الحجہ کے مہینہ میں چنانچہ پہلی وجہ میں ہے اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعدہ ہے اور اسکے قبل شوال ہے اور اسکے قبل رمضان ہے تو رمضان
قبل قبل القبل ٹھہرا وبمحض بعد فی جمادی الاخری اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کے تین لفظوں سے جمادی الاخری میں چنانچہ پانچویں وجہ میں ہے اسواسطے
کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان بعد بعد البعد ٹھہرا وبقبل ولا وسطا
او آخرا فی شوال وبعدہ کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ وبعدہ رمضان اور واقع ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ

اول ہو یا درمیان یا آخر شوال میں اور لفظ بعد سے اسطرح یعنے بعد اول پڑے یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہوگی شعبان میں اسلئے لغو ہوجاویگا دو طرفوں متقابل کے یعنے قبل اور بعد کے سو اگر دو قبل ہونگے اور ایک بعد تو لغو ہوجاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے قبل رمضان ہو یعنی شوال اور اگر دو بعد ہونگے اور ایک قبل تو لغو ہوجاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے بعد رمضان ہو یعنے شعبان اسیطرح شرح کی ہو محشیوں نے یعنے حلبی و شیخ رحمتی و طحطاوی نے اور اسیطرح انھوں نے کہا ہو کہ شارح کی عبارت منقلب ہوگئی ہو شوال کے مقام پر شعبان چاہیے ہو اسلئے کہ قبلیت مقابلہ بعدیت کے ساقط ہوگئی تو باقی رہا بعدہ رمضان اور رمضان بعد ہو شعبان کے اور جہاں شارح نے شعبان کہا وہاں شوال چاہیے بموجب تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مقام میں اتباع کیا ہو صاحب بحر الرائق کا اور صاحب نہر الفائق نے اسکے خلاف تحقیق کی ہو یہ مختصر لائق اُس بیان کے نہیں اور قاعدہ سہل انضباط قبل و بعد کے جواب پانے کا یہ ہو کہ جہاں دو قبل ہوں بعد کے ساتھ کسیطرح وہاں شوال جواب ہو اور جہاں دو بعد ہوں قبل کے ساتھ کسیطرح وہاں شعبان جواب ہو چنانچہ بعضے علما نے اس قاعدہ کو سوال منظوم کے جواب میں یوں نظم کیا ہو اشعار محض قبل حج محض بعدہ فالجاری الاخیر فاذا علان فی قبلین کوجیہ ما کان بعدہ فہو شوال عکسہ شعبان ھکذا فی حاشیۃ المدنی

**ولو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلث طلقت واحدۃ منھن وله خیار التعیین اتفاقا** اور اگر کہا زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہو اور اسکی دو عورتیں ہیں یا تین تو مطلقہ ہوگی ایک عورت انمیں سے اور زوج کو باتفاق علما اختیار ہو کہ جسکو چاہے اُسکو مطلقہ ٹھہرا دے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہو کہ شارح نے اس مسئلہ میں اتفاق نقل کیا ہو اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہو کہ خیار تعیین بھی صحیح ہو اور ترجیح کہنا مشعر ہو اسمیں کہ علما کا خلاف ہو اسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا ہو **وانا تصحیح الزیلعی فانما ھو فی غیر الصریح کامرأتی حرام لما مرہ المصنف وصححہ فی الایلاء** اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق غیر صریح میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میری عورت حرام ہو اور نقل اتفاق کی طلاق صریح میں ہو چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہو اور تحقیق باب الایلا میں ہو چکا **قال لنسائہ الاربع بینکن تطلیقۃ طلقت کل واحدۃ تطلیقۃ** کہا اپنی چار عورتوں سے کہ تمھارے درمیان میں ایک طلاق ہو تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑ جاویگی اسواسطے کہ حصہ ہر ایک کا چوتھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم پذیر نہیں اسواسطے ہر ایک کے ایک طلاق ہوگی **وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان نوی کل واحدۃ بینھن فتطلق کل واحدۃ ثلثا** اور اسیطرح چار عورتوں میں ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا انسے کہ درمیان تمھارے دو طلاق ہیں تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا یا تین طلاق ہیں تو ہر ایک کا حصہ پون ہوا یا چار طلاق ہیں تو ہر ایک کا پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتوں کے مراد رکھے یعنے تین طلاق یا چار طلاق میں ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ پاوے ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہونگی اور چوتھی طلاق لغو ہوجاویگی اور اگر چار عورتوں سے کہا کہ تمھارے درمیان دو طلاق ہیں اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک کو دو طلاق ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الطحطاوی **ولو قال بینکن خمس تطلیقات یقع علی کل واحدۃ طلقتان وکذا الی ثمان تطلیقات** اور اگر کہا چار عورتوں کو کہ تمھارے درمیان پانچ طلاق ہیں تو واقع ہونگی ہر ایک عورت پر دو طلاق اسلئے کہ چار طلاق چاروں پر تقسیم ہوئیں اور پانچویں طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہونچا اُس بعض کو کل قرار دیا تو ہر ایک کو دو پہونچے اسیطرح ہر ایک کو دو ملینگی آٹھ طلاق تک **فان زاد علیہا طلقت کل واحدۃ ثلثا** سو اگر زیادہ ہونگی طلاق آٹھ سے تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہونگی کیا رتا سے بعض کو کل کرینگے اور بارہ میں تین تین پوری ہونگی اور بارہ سے زیادہ میں لغو ہوجاوینگی **مسئلہ تولا اشرکتکن فی تطلیقۃ الخانیۃ اور مثل بینکن تطلیقۃ ہے شرکتکن فی تطلیقۃ** یعنی کہ شریک کیا میں نے ایک طلاق میں کذا فی الخانیۃ **وفیہا قال لامرأتین لہ احدیکما طالق ثم قال لاحداھما لم اعنک لا یصدق ولو ذکر ایقاع الطلاق علی احدیھما التصریح تفریق الطلاق علی الاخری ولا علی غیرہا** اور خانیہ میں ہو کہا زوج نے اپنی دو عورتوں سے جو مدخولہ نہیں ہیں کہ میری عورت طلاق ہو میری عورت طلاق ہو پھر زوج نے کہا کہ میں نے اس طلاق مکرر سے ان دو میں سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونوں عورتوں کا تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اور اگر دونوں عورتیں مدخولہ ہیں تو زوج کو انمیں سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہو بسبب صحت تفریق طلاق کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی

تو دوسری طلاق واقع ہونے کی یہیں گنجایش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اسکی عدت نہیں تو دوسری طلاق کا وہاں محل نہیں ہے اسواسطے زوج کی تصدیق نہوگی قال
کے نزدیک فقال امرأتي طالق ولم يسم وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا کہا زوج نے کہ میری عورت طالق ہے اور عورت کا نام لیا اور اسکی
ایک عورت مشہور ہے تو اسکی وہی عورت مطلقہ ہوگی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ بدون نام یا اشارہ کے طلاق نہ پڑیگی کہا اگر زوج مدعی دوسری عورت کا ہو اور
ایک ہی اسکی عورت مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہے اسکی طلاق کا فان قال لي امرأة اخرى اياها عنيت لا يقبل قوله الا ببينة ولو كان له امرأتان
كلتاهما معروفة له صرفه الى ايتهما شاء خانية ولم يحك خلافا ـ جبکہ زوج کی سوا ایک عورت کے مشہور بیوی ہو اسنے کہا کہ میری عورت کو طلاق ہے اور پھر اگر
زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہے اور اسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ میں نے کیا تو اسکا یہ قول نہ مقبول ہوگا بدون گواہوں کے اور اگر زوج کی دو عورتیں ہیں اور دونوں
مشہور ہیں تو اسکو اختیار ہے طلاق کو جسکی طرف چاہے پھیرے کذا فی الخانیہ اور خانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا نہیں منقول کیا شرع مسائل ملحقہ شارح کے کہ لفظ
والطلاق وقع الکل فان نوی التاکید دین مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یوں کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ واقع ہوگی پھر اگر کہیگا کہ میں نے طلاق
ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری قال لهما طالق او حرة فما دام الا ان نوی
الطلاق والعتاق وقعا والا لا زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پکارنا زوجہ کو طالق کہا اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو طلاق
یا عتاق واقع ہوجائیگی اور اگر نیت نہیں کی نہ عتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال لامرأته هذه الكلبة طالق طلقت ولعبده هذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ سے کہ یہ کتیا مطلقہ ہے
تو وہ مطلقہ ہوجائیگی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہ گدھا آزاد ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت میں گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری صورت میں
گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق وانت حر وعنى به الاخبار كذبا وقع قضاء الا اذا اشهد على ذلك کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو حر ہے
اور ارادہ ہر واحد سے جھوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق و عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہوگی مگر جبکہ گواہ کرلے کہ جھوٹ خبر دیتے ہیں تو باعتبار دیانت کے بھی اسکی
تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے بھی وكذا المظلوم اذا اشهد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلاث انه يحلف كاذبا صدق قضاء وديانة شرح وهبانية اور اسیطرح مظلوم
جبکہ گواہ کرلے کہ نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائیگا تو اسوقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونوں میں تصدیق ہوگی
کذا فی شرح الوہبانیہ اور اگر گواہ نہ کرے کہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں تو قضا میں اسکی تصدیق نہوگی اسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہوجائیگا علما میں خلاف ہے کہ قسم میں
قسم کھانیوالے کی نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینیوالے کی فتوی اسپر ہے کہ اگر قسم کھانیوالا مظلوم ہو تو اسکی نیت کا اعتبار ہوا ورنہ قسم لینیوالے کی نیت معتبر ہے کذا
فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاشباه وفي النهر قال فلانة طالق واسمها كذلك قال عنيت غيرها دين ولو غيره صدق قضاء اور نہر الفائق میں ہے کہ کہا فلانی یعنی
زینب طالق ہے اور واقع میں اسکی عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ میں نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بھی زینب ہے ارادہ کیا تو اسکی دیانت میں
تصدیق ہوگی نہ قضا میں اور اگر اسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہو تو قضا میں بھی اسکی تصدیق ہوگی وعلى هذا لو حلف انه بطلاق امرأته فلانة واسمها غيره لم تطلق
اور اسیطرح پر اگر قسم کھائی اپنے قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرض ادا کرے اور حالانکہ اسکی زوجہ کا نام زینب نہیں بلکہ حلیمہ ہے مثلاً
تو اسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد كثر في زماننا قول الرجل انت طالق على المذاهب الاربعة قال المصنف ينبغي الجزم بوقوعه قضاء وديانة اور البتہ
بکثرت مستعمل ہوجاتا ہے زمانہ میں مردوں کا یوں کہنا کہ تو طالق ہے چاروں مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجھکو طلاق ہے کہا مصنف نے اپنی
شرح منح الغفار میں کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا میں بھی اور دیانت میں بھی اور فتاوے رملی میں ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اسواسطے
کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال انت طالق في قول الفقهاء او فلان المفتي او القاضي
او المفتي دين اور اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہا کے قول میں یا فلانے قاضی کے قول میں یا فلانے مفتی کے قول میں تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق ہوگی

یعنے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضا میں تصدیق نہوگی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأته بخلاف نساء المحلة او الدار او البیت
کہا مرد نے کہ دنیا کی عورتیں یا جہان کی عورتیں مطلقہ ہیں تو اُسکی عورت کو نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ یہ طلاق صریح نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر لیکن اگر نیت
کریگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتونکے یعنے اگر یوں کہا کہ محلہ کی عورتیں یا گھر کی عورتیں یا کوٹھری کی عورتیں مطلقہ ہیں
اور انہیں میں اُسکی زوجہ بھی داخل ہے تو اُسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی وفی نساء القریۃ والبلدۃ خلاف الثانی اور گانون اور شہر کی عورتون میں خلاف ہے
ابو یوسف کا یعنی اگر یوں کہا کہ گانوں کی عورتیں یا شہر کی عورتیں مطلقہ ہیں تو ابو یوسف کے نزدیک اُسکی زوجہ پر طلاق نہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق کے
یہی حال عتق کا یعنے اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہیں تو اُسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام
آزاد ہیں تو اُسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گانوں کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہیں تو اُسکا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا
قالت لزوجہا طلقنی قال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا مینے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدنی فقال
فعلت طلقت اخری پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ مینے کیا تو دوسری طلاق اسپر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی طلقنی فقال
طلقت فواحدۃ ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلاث اور اگر کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے سو کہا زوج نے کہ مینے طلاق دی
تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہیں کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنے یوں کہا کہ طلقنی وطلقنی وطلقنی تو تین طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت اعتبارا بالانشاء وکذا ابنت نفسی فی الاصح ولو ثلثا بخلاف الاولی اور اگر کہا
زوجہ نے کہ مینے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اُسکو جائز رکھا تو اسپر طلاق پڑگئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنے اجازت طلاق قائم بمقام انشاء طلاق کے ہوگئی گویا
زوج نے خود کہا کہ طلقتک اسیطرح ابنت نفسی یعنی زوجہ نے کہا کہ مینے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اسپر طلاق پڑجائیگی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق
کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہیں بخلاف صورت اول کے یعنے طلقت محتاج نیت کا
نہیں اور تین طلاق کی نیت کرنا اسمیں صحیح نہیں وفی اخترت لایقع لانہ لم یوضع الا جوابا اور لفظ اخترت میں طلاق نہیں واقع ہوتی یعنے اگر زوجہ نے کہا کہ مینے اپنی
ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ مینے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہیں مگر واسطے جواب کے یعنے اگر زوج کہے کہ مثلاً اختاری
نفسک تو وجہ اُسکے جواب میں کہے کہ اخترت اور لفظ جواب کا بجاے انشاء طلاق کے نہیں ہو سکتا وفی البزازیۃ قال لصاحبہ من کانت امرأتہ علیہ حراما فلیفعل ہذا الا
ففعلہ احدہم فہو اقرار منہ بحرمتہا وقیل لا انتہی اور بزازیہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے ساتھیوں سے کہ جس شخص کی زوجہ اُسپر حرام ہو وہ یہ کام کرے یعنی باقی ہے
یا اپنے مقام سے اُٹھ کھڑا ہو پھر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہ کام کرنا اُسکی جانب سے اقرار ہے اُسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضوں نے کہا کہ یہ فعل اقرار حرمت کا نہیں
اسواسطے کہ طلاق قولی چیز ہے نہ فعلی انتہی قول البزازیۃ وسئل ابو اللیث عمن قال لجماعۃ کل من لہ امرأۃ مطلقۃ فلیصفق بیدہ فصفقوا فقال طلقن وقیل
لیس باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اُس شخص کے کلام کا کہ اُسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجاوے سو تمام
جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ سب کی عورتیں مطلقہ ہوگئیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ فعل اقرار طلاق کا نہیں ہے روایت بزازیہ میں فاعل ایک ہے اور
اسمیں جماعت شارح نے منہ یا لیسکا بیان ارادہ کیا جماعۃ یتحدثون فی مجلس فقال رجل منہم من تکلم بعد ہذا فامرأتہ طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأتہ لان کلمۃ من للتعمیم
والحالف لایخرج نفسہ عن الیمین فیحنث چند لوگ ہیں کہ باتیں کرتے ہیں ایک مجلس میں سو ایک مرد نے اُنمیں سے کہا کہ جو بولیگا بعد اسکے تو اُسکی جورو کو طلاق
پھر بولا قسم کھانے والا تو اُسکی جورو پر طلاق پڑجائیگی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم دونوں کو شامل ہے اور حالف قسم کھانیوالا نہیں نکالتا اپنی
ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنے طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت میں متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اُسکا حکم یہاں کچھ نہیں ظاہر اسکے کلام سے طلاق نہوگی اسواسطے کہ

حانث قسم کو توڑنے والا ١٢

تعلیق اور قسم متکلم کی غیر پر جاری نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

## باب الکنایات

یہ باب ہے کنایات طلاق مین جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت مین وہی اصل ہے فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا کنایۃ عند الفقہاء ما لم یوضع لہ ای الطلاق واحتملہ وغیرہ کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام مین وہ لفظ ہے جو طلاق کیواسطے موضوع نہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلاً لفظ بتہ کا یا مثل اس کے طلاق کیواسطے موضوع نہین کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اسواسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہے تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجیے تو بمعنی طلاق کے اور اگر قطع الفت اور قطع امید وغیرہ کا ارادہ کیجیے تو طلاق کا محتمل نہین مصنف نے کنایہ کی تعریف بطریقہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہین شرح ملتقی مین کہا ہے کہ الفاظ کنایات پچپن سے زیادہ ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات لا تطلق بہا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال وہی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب سو کنایات سے طلاق نہین واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہ ہے کہ اس وقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو شارح نے قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہے اسمین دلالت حال کا کچھ اعتبار نہین اور کنایات سے وقوع طلاق مین نیت یا دلالت حال اسواسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونون کے محتمل ہین تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کر دے اور یہان ایسا مرجح سوا نیت یا دلالت حال کے کوئی نہین مذاکرہ طلاق اسطرح ہے کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ سے زوج نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضا وغضب ومذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او یصلح للسب او لا ولا سو حالات تین ہین ایک رضامندی کی حالت دوسری رنج وخفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہین یعنے یا محتمل ہین رد کو یعنی عورت کے سوال طلاق کا رد انمین نکلتا ہے اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہین یا بعضے محتمل ہین بلا حجت سب اور دشنام کی سکتے ہین اور محتمل ہین جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہین کہ نہ رد سوال کے محتمل ہین نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہین لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہین فنحو اخرجی واذہبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی من الغربۃ او العزوبۃ یحتمل ردا سو مانند اخرجی اذہبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہین یہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہین اور سب وشتم کی صلاحیت نہین رکھتے سو اخرجی بمعنی نکل یعنے اس مکان سے نکل تاکہ تیرے شر سے نجات ہو تو یہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یعنے اپنے کام کو جا یہ رد ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ اپنے ماں باپ کے گھر جا اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور قومی بمعنی اٹھ یعنے اپنے ضروری کام کیواسطے اٹھ یہ رد ہے سوال کا یا اٹھ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سے ہے یا قناعت سے قناع بمعنی چادر ہے یعنے اپنا منھ کپڑے سے چھپالے حیا کر ایسا کام نکر یا قناعت سے یعنے اس کلام سے قناعت کر یا باز رہ یہ رد ہے سوال کا یا استتار اور باز رہنے کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنے اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہین اس لفظ مین بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہین اور استتری بمعنی چھپ اور پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعاً محمود ہے تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ تجھکو غیر کو دیکھنا جائز نہ رہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہے سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنی چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہین اور اغربی بمعنی مجہول ہو اور را مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنے دور ہو یا اغربی بعین مہملہ وزا معجمہ مشتق ہے عزوبت سے بمعنی بُعد اور دوری کے تو مطلب یہ کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا ونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن ومرادفہا کبتۃ بتلۃ یصلح سبا اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے صلاحیت رکھتے ہین سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جس سے آبرو ریزی اور بیحرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ مین رد سوال کا احتمال نہین لیکن جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنے تو خالی ہے حسن یا خوبیون سے یہ دشنام ہوئی یا خالی ہے نکاح سے یہ جواب ہے سوال کا اور بریہ یعنے

تو خوبیوں سے بری ہے یا نکاح سے بری ہے اور حرام بمعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہے بمعنی صفت کے یا خود صفت ہے اور آگے مذکور ہوگا کہ ہمارے زمانہ میں
بلفظ حرام طلاق بائن واقع ہوتی ہے بدون نیت کے کیونکہ عرف اہل زمانہ کا اور بائن یعنی منفصل ہے یعنی تو خوبیوں سے منفصل اور منقطع ہے یا شاید نکاح سے
منفصل ہے یہ جواب سوال کا اور بتہ مشتق ہے بت سے بمعنی قطع کیا اور بتلہ مشتق ہے بتل سے بمعنی انقطاع مثل الفاظ سابق کے ان ہر دو لفظوں میں بھی احتمال اسی بات کا ہے جو ہوگا
ظاہر ہے یا بری ہو خوبیوں سے ... خلیہ برئیہ حکمت بائن انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک لا نکاح لی علیک بسبب ... ان الفاظ
کے نہیں احتمال رکھتے ہیں رد سوال کا اور نہ سب و شتم کا اعتدی یعنی شمار کر اپنے حیضوں کو اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوگی یہ احتمال ہے سوال کے جواب کا یا یہ کہ
نکاح کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبرئی یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل کر لڑکے سے اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوتی تو یہ جواب ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ تو اپنے رحم کو صاف
کر لے تاکہ میں تجھکو طلاق دوں تو یہ عذر ہے طلاق کا ایسے کلام سے طلاق نہیں ہوتی انت واحدۃ یعنی تو طالق ہے بطلاق واحد یہ جواب ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ تو یکتا ہے اپنی
برادری میں ایک ہی ہے خوبیوں میں یا عورتوں میں بے مثل ہے تو یہ مدح ہے یا مذمت انت حرۃ تو آزاد ہے حقیقۃ کیونکہ بیچا یا آزاد ہے ملوکیت نکاح سے اختاری یعنی اپنی ذات
اختیار کر لے امرک بیدک یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یہ دونوں الفاظ کنایہ میں تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ ہوگی جبکہ وہ اپنی ذات کو طلاق دے
اور کنایات طلاق میں ان دونوں لفظوں کو اس واسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی انمیں احتمال موجود ہے چنانچہ اختاری میں یہ احتمال ہے کہ اختاری نفسک
بالفراق یا فی عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات کو بسبب فراق کے یا پسند کر لے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی میں اور امرک بیدک میں یہ احتمال ہے کہ امرک بیدک فی الطلاق
اور فی تصرف آخر یعنی تیرے قابو میں ہے طلاق یا کوئی اور کام ورنہ الفاظ میں جو شی سے منقول ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ذکر کرنا کنایات طلاق میں مناسب نہیں
اسواسطے کہ اسکی جہت سے یعنی منفی خود ... میں منع ہو گئے گمان کرے کہ ان لفظوں سے طلاق واقع ہو جاتی ہے بلا ایقاع زوجہ اور شارح نے بھی اسپر آگاہ کر دیا ہے کہ اختیار
کنایات تفویض طلاق سے ہے نہ ایقاع طلاق کے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی سرحتک مشتق ہے تسریح بالفتح سے بمعنی ارسال کے یعنی بھیجا میں نے تجھکو کسی کام کیواسطے بھیجا یا اس واسطے بھیجا کہ تو
مطلقہ ہے اور اسیطرح فارقتک یعنی کسی کام کیواسطے اسکان میں تجھکو چھوڑ دیا یا طلاق دی اسواسطے چھوڑا ہم ان الفاظ میں احتمال رد سوال و دشنام کا نہیں بلکہ مخصوص ہیں جواب
کیواسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اسکی تصریح کی ہے اور بعضے محشیوں نے کہا ہے کہ انت واحدۃ میں احتمال دشنام کا موجود ہے یعنی تو بدکاروں میں یکتا ہے چنانچہ [illegible]
میں اسکی تصریح ہے اور اعتدی میں بھی احتمال دشنام ہے یعنی شمار کر ان قبائح کو جو تجھسے صادر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ففی حالۃ الرضا ای غیر الغضب والمذاکرۃ تتوقف
الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی نیۃ للاحتمال تو حالت رضامندی میں یعنی سوا حالت خفگی اور مذاکرہ طلاق میں تینوں قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہے
بسبب احتمال کے یعنے اس حالت میں احتمال ہے کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہیں تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ
نہیں اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب کیواسطے مخصوص ہیں تو لائق یوں ہے کہ رضامندی میں انسے طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہو جایا کرے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ
مسلم نہیں کیونکہ وہ الفاظ فقط جواب طلاق کیواسطے موضوع نہیں بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب ہیں ہاں اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو یہ حالت
مذاکرہ طلاق کی ہو گئی اس حالت میں وقوع طلاق نیت پر موقوف نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والقول له بیمینه فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفها له فی منزله فان ابی رفعته
للحاکم فان نکل فرق بینهما مجتبی اور قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہے عدم نیت میں اور کفایت کرتا ہے قسم لینا عورت کا زوج سے اسکے گھر میں سو اگر زوج
نے قسم کھانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اسکی حاکم سے سو اگر زوج وہاں بھی قسم نہ کھاوے تو قاضی دونوں میں جدائی کرا دے کذا فی المجتبی
لیکن قسم نہ کھانا غیر مجلس قاضی میں باعث تفریق کا نہیں وفی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا اور خفگی کی حالت میں دونوں میں
پہلی نیت پر موقوف ہیں یعنے جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہے اور جو کہ لیاقت شتم اور جواب کی رکھتی ہے اگر [illegible] نیت طلاق کی
کی تو طلاق واقع ہو گی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کے واسطے متعین ہیں حالت غضب میں انسے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے

اسواسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ طلاق کا ہے وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کی حالت میں فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی
یعنے جو صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہو ویقع فی الآخرین وان لم ینویان مع الدلالۃ لایصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ولذا
تقبل بینتہا علی الدلالۃ لاعلی النیۃ الا ان تقام علی اقرارہ بہا عمادیۃ اور واقع ہوتی ہے طلاق دو اخیر قسموں میں یعنے جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور جو دشنام اور
رد کا محتمل نہو ان سے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنے حالت مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کے
مرد کی تصدیق نہ کیجائیگی باعتبار قضا کے نفی نیت میں اسلیے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہے ہر شخص کو اسپر اطلاع ممکن ہے اور نیت
امر باطن ہے کہ سوائے زوج کے کوئی نہیں جان سکتا اور قاضی کو حکم ہے ظاہر پر عمل کرنیکا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن اسیواسطے مقبول ہونگے گواہ عورت کے
دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاویں نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنے اگر زوج نے اپنی نیت کا کہیں اقرار کیا ہو اور پھر منکر ہو گیا ہو تو اسکے
اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیۃ ثم فی کل موضع تشترط النیۃ فلو السؤال بہل یقع بقول نعم ان نویت ولو کم تقع یقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ
بزازیۃ فلیحفظ پھر جس مقام میں کہ وقوع طلاق کنایات میں نیت مشروط ہے یعنی قسم ثالثہ حالت رضا میں اور قسمیں اولین حالت غضب میں اور قسم اول حالت مذاکرہ میں تامل
کرے مفتی یعنے والا سوال سائل میں سو اگر سوال یوں ہو یعنی سائل کہے کہ میں نے یوں کہا ہے آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے کہ ہاں طلاق
واقع ہوتی ہے اگر تونے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ میں نے یوں کہا ہے اس لفظ سے چند بار طلاق واقع ہوگی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور تعرض نکرے یہاں
نیت مشروط ہونیکا کذا فی البزازیۃ اسکو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی میں نیت مشروط ہونے کا ذکر اسواسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یوں سوال کرنا کہ چند بار طلاق واقع ہوگی یہ صاف
دلیل ہے نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھلانا ہے انکار نیت کا وتقع رجعیۃ بقولہ اعتدی واستبرئی رحمک وانت واحدۃ وان نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب واحدۃ
فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہیں لفظ واحدۃ
کے اعراب کا قول اصح میں اور بعضوں نے کہا کہ انت واحدۃ میں اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلا نیت واقع ہوگی اسواسطے کہ واحدۃ اس ترکیب میں صفت ہے
مصدر موصوف محذوف کی اصل میں یوں تھا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدۃ اس صورت
میں صفت ہوگی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑھا تو دونوں احتمال ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ اعراب واحدۃ کا کچھ اعتبار نہیں ہر صورت سے طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہیں جانتے ہیں اور خواص بھی اسکا التزام نہیں کرتے یہاں عرف پر مدار ہے نہ نحو و لغت پر ویقع بباقیہا ای باقی
الفاظ الکنایات المذکورۃ فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بریء من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت اطلق
من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ وانت طال ق وغیرہ لکن الحصر اضافی اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنے باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہاں
مذکور ہو چکے تو اعتراض وارد ہوگا وقوع ہونا طلاق رجعی کا بعضے کنایات سے بھی مثل انا بریء من طلاقک یعنے منزہ اور دور ہوں تیری طلاق سے خلیت سبیل
طلاقک یعنے تیری طلاق کی راہ میں نے چھوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور تجھپر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلاق لقمان ہے وانت اطلق من
امرأۃ فلان اور تو مطلق لقمان زیادہ ہے مثلاً زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہو چکی ہے وانت طال ق یعنے تو طالق ہے اور طالق کو بطور
ہجی کے کہا اور سوا ان مثالوں کے جنکی فقہا نے تصریح کی ہے تو مصنف نے کہا کہ سوائے الفاظ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے حالانکہ چند کنایات
ایسے ہیں کہ ان سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یوں دیا کہ مصنف کو حصر اضافی مراد ہے یعنے
جو الفاظ کنایات کے اس کتاب میں مذکور ہو چکے ہیں انمیں سوائے تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعضے کنایات غیر مذکورہ سے طلاق رجعی
واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہیں خلافا لما اختاره فان نیۃ الثلث لاتصح فیہ ایضا ولا یقع بہ ولا بارک اللہ لک ما لم تطلق المرأۃ نفسہا کما یاتے

سے یعنے باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہے سوا لفظ اختاری کے اسواسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری میں کبھی صحیح نہیں
چنانچہ اعتدی اور استبری رحمک اور انت واحدہ میں صحیح نہیں چنانچہ باب تفویض طلاق میں اسکی تصریح آویگی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہ ایک
بید کے سے ہوتی ہے تا وقتیکہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دے چنانچہ اسکا بیان بھی باب تفویض طلاق میں آویگا البائن لان لفظہا یقتضیہ فلما تقرر البدلان
مصدر لا تحتمل العدد ولفظ بائن فاعل ہو تقع بہا فیہا کا یعنے باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اسواسطے کہ ثابت
ہو چکا ہے کہ لفظ طلاق مصدر ہے محتمل نہیں ہے عدد کا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہوگا دو کی نیت کرنے سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن ثلث میں
کل الفاظ کنایات میں غلط ہے نہیں مگر ہے اسواسطے کہ تین کے لئے فارقتک و خلیتک و برئیت میں مصدر نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و تصح نیۃ الثلث فی اللائل
نیۃ الثنتین او لفظ ہا باقیہ کنایات سے تین طلاقیں واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسواسطے ان الفاظ سے لونڈی کے حق میں دو طلاق کی
بھی نیت کرنا صحیح ہے لہذا کیہ مصدر موضوع ہے واحد کیواسطے خواہ واحد حقیقی ہو چنانچہ ایک ہے یا واحد جنسی ہو چنانچہ تین تین تو تین فرد حکمی ہوتی ہیں اسواسطے کہ تین حرہ کے
حق میں کل طلاق ہیں اور اسیطرح دو لونڈی کے حق میں فرد حکمی ہیں اسواسطے کہ کل طلاق ہیں قال اعتدی ثلثا و نوی بالاول طلاقا و بالباقی حیضا صدق
قضاء لنیتہ حقیقۃ کلامہ زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور باقی دوسرے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اسکی تصدیق
کیجاویگی قضا میں بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اسواسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض ہیں اور طلاق مجاز ہے تو حیض الی عورت میں جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا
یا لفظ اعتدی سے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلاشبہہ اسکی قضا میں تصدیق ہوگی اور جب قضا میں تصدیق ہوئی تو دیانت میں بھی ہوگی وان لم ینو بالباقی شیئا
فثلث لدلالۃ الحال بنیۃ الاول اور اگر نیت نہ کی باقی سے کچھ نہ طلاق کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع ہونگی بواسطہ دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے
لفظ اول سے یعنی جب اسنے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونوں لفظوں سے بھی طلاق کا تعین ہو گیا
تو اس صورت میں نفی نیت زوج کی تصدیق نہوگی قضا میں لیکن دیانت میں طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نوی بالثانی فقط فثنتان و بالثلث
فواحدۃ لدلالۃ الحال یہانتک معتبر ہے کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اسواسطے
کہ جب اسنے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حال طلاق ثابت ہوگی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت
کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ اول و ثانی لفظوں میں حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی ولو لم ینو بالکل لم تقع اور اگر زوج کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نہ کی تو ایک طلاق
بھی واقع نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال میں کوئی قرینہ نہیں نیت کا اور اگر ان الفاظ سے حیض کی نیت کریگا تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وجملتہا اربعۃ وعشرون
ذکرہا الکمال اور مسئلہ اعتدی کی جب تین بار مکرر ہو چوبیس قسمیں ہیں فتح القدیر میں کمال الدین نے انکو ذکر کیا ہے انمیں سے چھ قسموں میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور گیارہ میں
دو طلاق واقع ہوتی ہیں اور چھ میں تین طلاقیں ہوتی ہیں اور ایک قسم میں طلاق طلاق نہیں ہوتی پہلی صورت یہ کہ اول و ثانی و ثالثہ سے حیض کی نیت کی دوسرے میں ایک طلاق
ہوگی دوسری صورت یہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسری کیہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی کیہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے
حیض کی نیت کی پانچویں کیہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی کیہ اول سے طلاق اور ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھ صورتوں میں ایک طلاق
واقع ہوگی ساتوین یہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھویں کیہ اول سے طلاق اور ثانی سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی نوین کیہ اول
و دو لفظوں سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نہ کی دسوین کیہ اول و ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی گیارہوین کیہ اول و ثانی سے طلاق کی
نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارہوین کیہ اول و ثالث سے طلاق کی اور ثانی سے حیض کی تیرہوین کیہ اول و ثانی سے حیض اور ثالث سے طلاق کی نیت
کی چودہوین کیہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرہوین کیہ ثانی سے حیض کی نیت کی اور باقی سے کچھ نیت نہ کی سولہوین کیہ اول سے طلاق اور

یا رجعی کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح میں داخل ہو تین یا بطلاق دینا تو یہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونوں کو لاحق ہو گی ہم بعضوں نے کہا کہ طلاق صریح
وہ ہے جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق بعوض مال کے اگر بائن ہو گی چنانچہ بعضوں کا گمان ہے
تو طلاق بائن کو نہ لاحق ہو گی حالانکہ وہ دونوں اسکو لاحق ہوتی ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطلاق علی مال یلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم المال کما فی الخلاصۃ
اور اسی طرح طلاق عوض مال کے صریح میں داخل ہو تو لاحق ہو گی طلاق رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہو گا اور بائن کو لاحق ہو گی اور مال دینا اسمیں لازم نہ آویگا
کذا فی الخلاصۃ ہم رجعی کے بعد مال دینا اسواسطے واجب ہوا کہ رجعی میں زوج کو اختیار ہے کہ رجوع کرے اور عورت کو کچھ چھوٹے تو عورت نے اپنی جان چھوٹنے کا بدلا دیا
اور بائن میں زوج کا عورت پر بدون اُسکی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نہ رہا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نہ رہی والمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشہور تو معتبر طلاق کے صریح اور
بائن ہونے میں لفظ ہے نہ معنی بنا بر قول مشہور کے یعنے اگر لفظ محتاج نیت کا نہیں تو وہ صریح ہے خواہ طلاق اُس سے بائن پڑے یا رجعی تو صریح میں طلاق ثلث اور طلاق
عوض مال کے داخل ہو گی اور یہ جو کہ بلفظ حرام ہے وہ بائن میں داخل ہے اسواسطے کہ بعدم احتیاج نیت کی اسمیں طاری ہو گئی ہے بسبب شیوع استعمال عرفی کے لا یلحق
البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء نہیں لاحق ہوتی طلاق
بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر دینا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن یا دوسری بار یوں کہا
کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنے میں نے تجھکو ایک طلاق بائن کر کے جدا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ یہ اخبار ہے اول سے تو کچھ ضرورت نہیں اسکے انشاء
طلاق ٹھہرانے میں یعنے بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہیں اسواسطے کہ اسکا خبر دینا اول سے ممکن ہے یعنے اول کلام سے طلاق واقع
کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ہم یہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ جو بائن بلفظ کنایات ہے وہ ملحق نہیں ہوتی اور اگر
بائن بلفظ کنایہ نہیں تو وہ واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر اول یوں کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو یہ طلاق ثانی
بھی واقع ہو گی اور یہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کر ذکر کر کے خوب نہیں بلکہ یوں کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے کہ یہاں مراد
اخبار سے خبر لغوی نہیں بلکہ جملہ خبریہ مراد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر حملہ
علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق کے یہ ہے کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ میں نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر کہا
انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا کہ میں نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنے بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو
ان تینوں صورتوں میں دوسری طلاق بھی واقع ہو گی بسبب تعذر حمل کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جائیگا
ہم صورت اول میں لفظ اخری کا مانع ہے حمل اخبار کا اور صورت ثانی میں لفظ طلاق کا صریح ہے اور حمل اخبار کا نہیں ہوتا مگر کنایہ میں یعنی لفظ بائن کا اور
اور صورت ثالثہ میں بینونت کبری یعنے طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب ان تینوں صورتوں میں بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہ ہوسکا تو خواہ مخواہ
دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوئی ولذا وقع المعلق کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقولہ ان دخلت الدار
فانت بائن ناویا الطلاق ثم ابانہا ثم دخلت بانت باخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسی واسطے یعنے بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہے طلاق معلق
چنانچہ مصنف نے کہا کہ بائن ملحق نہیں ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق شرط پر ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنے اول تعلیق یا اضافت
ہو بعد اسکے منجز بائن یعنے طلاق بائن بلا شرط واقع ہو گی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو بائن ہو گی تو یہ کہا طلاق کی نیت سے
پھر اس کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر میں داخل ہوئی تو پھر دوسری طلاق بائن پڑ جائیگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت
نہیں خبر واقع ہونے کی اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور نیز نہیں ہوتی کہ بعد کی خبر عنہ کے ومثلہ المضاف کانت بائن غدا ثم ابانہا ثم جاء الغد یقع اخری

اور بائن معلق ہو کے بہر مضاف چنانچہ اول زوج نے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہے کل پھر اسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب کل آوے گا تو دوسری طلاق بائن واقع
ہو گی بسبب اضافت سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے جز نہیں ہو سکتا وفی البحر الاصح انہ انت بائن کنایۃ معلقا کان او منجزا فیفتقر الی النیۃ
اور بحر الرائق میں ہے وہ یہ ہے کہ انت بائن یہ کنایہ ہے طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہے نیت کیطرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا کہ
لفظ بائن میں نیت کرنا ضرور ہے بدون نیت کے طلاق نہ ہو گی ولو قال ان دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت الدار بانت ثم کلمت
یقع اخری ذخیرۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو تو بائن ہے پھر کہا کہ اگر تو زید سے بولیگی تو تو بائن ہے پھر زوجہ گھر میں داخل ہوئی تو اسکو
طلاق بائن پہنچ ہوگی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن بہر واقع ہوگی کذا فی الذخیرۃ یہ مثال ہے دو معلق بائن کی وفی البزازیۃ ان فعلت کذا فحلال
اللہ علی حرام ثم قال کذلک لامر آخر ففعل احدہما بانت ثم کذا لو فعل الثانی لمحل الاشتباہ فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنے مثلاً اگر شراب
پیوں تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہے پھر اسیطرح دوسرے امر کے واسطے کہا یعنے مثلاً اگر میں ترک صلوۃ کروں تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہے سو زوج نے کوئی ان دونوں میں سے
کیا تو اسکی عورت پر ایک طلاق بائن پڑی پھر اسیطرح اگر وہ دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشتباہ کے سب کو یاد رکھنا چاہیے قید بالقبلیۃ لانہ
لو ابانہا اولا ثم اضاف البائن او علقہ لم یصح کتنجیزہ بدائع مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کے ساتھ اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر مضاف کریگا بائن
یا معلق کریگا تو صحیح نہ ہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنے جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسے ہی تعلیق اور اضافت بعد بائن کے درست نہیں و مستثنیٰ
ما فی البزازیۃ قال لامرأتہ الطلاق لم یقع علی المختلعۃ اور مستثنیٰ حد سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو بزازیہ میں ہے مستثنیٰ ہے کہ کہا
مرد نے کہ جو عورت کہ میری ہے وہ طلاق ہے تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنے وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی اسواسطے کہ صریح بائن کو تب
لاحق ہوتی ہے جبکہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اسکی طرف اور یہاں نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال ان فعلت کذا فامرأتہ
کذا لم یقع علی معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اسکی عورت ایسی ہے یعنے طلاق ہے نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح جاتا رہتا ہے
تو وہ اسکی عورت نہ رہی علاوہ اسکے خطاب و اشارہ یہاں بھی نہیں و لم ینضبط الکل ما قیل کل اجزل ابانتا مع شلۃ الا اذا علقہ من قبلہ او الا بکل امرأۃ وقد
خلع و الحق الصریح بعد لم یقع اور جمع کردی ہیں نظم میں بعضے علماء نے تمام لحوق کی صورتیں مع استثنا اور عدم لحوق کی صورتیں مع المستثنیٰ یعنے
طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھو نہ جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھ بائن کے مگر جبکہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنے اس
صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن کے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت میں کہ کل امرأۃ لہ طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع
کے لاحق کیا تو طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعضے نسخوں میں مصرع اولی یوں ہے عوجوا اجزلا ابانتا مع شلۃ یعنے ہر لحوق کو جائز جان بائن بعد بائن کے
وکل فرقۃ ہی فسخ من کل وجہ کالاسلام والردۃ مع اللحاق وخیار بلوغ وعتق لا یقع الطلاق فی عدتہا مطلقا جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہے ہر طرح سے جیسے
مسلمان ہو جانا زوجین میں سے کسیکا یا مرتد ہو عورت کا اور دار الحرب میں جا کر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اسکی
عدت میں مطلقا طلاق صریح نہ بائن منجز نہ معلق خواہ عدت حیض ہو خواہ مہینوں سے کذا فی حاشیۃ المدنی وکل فرقۃ ہی طلاق یقع الطلاق فی عدتہا علی نحو ما بینا اور
جو جدائی کہ وہ طلاق ہے تو واقع ہوگی طلاق اسکی عدت میں اسیطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنے الصریح یلحق الصریح الی آخرہ فروع مسائل ملحقہ شارح انما
یلحق الطلاق لمعتدۃ الطلاق اما المعتدۃ للوطی بشبہۃ لا یلحقہا خلاصہ طلاق تو اس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت میں ہو اور جو عورت بسبب
وطی اشتباہ کے عدت میں ہے اسکو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصہ ہم اسیطرح نکاح فاسد اور لونڈی جبکہ آزاد ہو جاوے تو اسکی عدت میں بھی
طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی القنیۃ زوج امرأتہ من غیرہ لم یکن طلاقا ثم رقم ان نوی طلقت اور قنیہ میں ہے کہ زوج نے

نکاح کردیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہ تزویج طلاق نہیں ہے اسواسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں پھر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کیطرف اشارہ کرکے رقم کیا کہ اگر زوج اس تزویج سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہر عدم طلاق معتمد ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اذہبی تزوجی یقع واحدۃ بلا نیۃ کہا زوج نے زوجہ کو جا اور نکاح کرلے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہوگی کذا فی البزازیۃ اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں یون ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اذہبی فتزوجی اور طلاق کی نیت نہ کی تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ مطلب یہ ہے کہ تو نکاح کرلے اگر تجھکو نکاح ممکن حلال ہو تو ان دونوں روایتوں میں اختلاف ثابت ہوا اور دونوں کی تطبیق [illegible] اور ونکا فرق نکالنا نہایت بعید ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و کذا اذہبی الی جہنم یقع ان نوی خلاصہ کہا زوج نے زوجہ کو کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصہ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہے و کذا اذہبی عنی اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ جا میرے پاس سے و افلحی اور اسیطرح افلحی سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ افلحی بمعنی اذہبی ہے یعنے جا رخصت کیوقت عرب لوگ کہتے ہیں افلح بخیر اور یہ بھی محتمل ہے کہ افلحی بمعنی اظفری بمرادک ہو یعنے اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق و فسخت النکاح اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ میں نے نکاح کو فسخ کردیا وقوع طلاق میں اس قول سے شاید نیت اسواسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کیطرف نہیں کی یون نہیں کہا کہ میں نے تیرا نکاح فسخ کردیا اور اگر عورت کیطرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہو لیکن یہ مشکل ہے کہ اس قول کو الفاظ طلاق صریح میں شمار نہیں کیا تو یہ مقتضے احتیاج نیت کا ہے صورت مسئلہ تحریر اور تنقیح طلب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی و انت علی کالمیتۃ او کلحم الخنزیر او حرام کالماء الا التشبیہ بالخفۃ اور اسیطرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تو مجھپر مردار کے ہے یا سور کے گوشت کے ہے یا تو مجھپر حرام ہے مثل پانی کے اسواسطے کہ تشبیہ ہو جلدی و تشابہ میں یا یون کہا کہ تو مجھپر حرام ہے جیسا جلد جیسے پانی میں جلدی ہوتی ہے یعنے کیوقت ولا یقع باربعۃ طرق علیک مفتوحۃ وان نوی مالم یقل فخذی ای طریق شئت اور نہیں واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چاروں رستے تجھپر کھلے ہیں اگرچہ نیت طلاق کی بھی کرے جب تک یون نہ کہے کہ تو جس راہ کو کہ تو چاہے فائدہ چند الفاظ کنایات طلاق کا ذکر کرنا یہان مناسب معلوم ہوا اسواسطے مزید افادہ طالبین کے ازانجملہ انت سائبۃ یعنے تو سانڈ ہے یعنے تو بیقید ہے حبلک علی غاربک یعنی تیری رسی تیری گردن پر ہے یہ استعارہ ہے تمثیلیہ سے عرب کا دستور ہے کہ جب اونٹنی کو چھوڑتے ہیں تو اسکی گردن پر رسی ڈال دیتے ہیں [illegible] الحقی باہلک یعنے اپنے لوگون میں جا مل و ہبتک لابیک او امک یعنی میں نے تجھکو تیرے لوگوں کو دیا یا تجھکو تیرے باپ کو یا تیری مان کو دیا عفوت عنک [illegible] یعنی میں نے تجھکو معاف کیا تیرے لوگون کے سبب سے رددتک الیہم یعنے میں نے تجھکو تیرے لوگون پر پھیر دیا اور ان صورتون میں انکا قبول کرنا شرط نہیں اور اگر یون کہا کہ میں نے تجھکو تیرے بھائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری عمہ یا تیرے چچا کو یا تیری خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو و اعتقتک یعنے میں نے تجھکو آزاد کیا و کونی حرۃ یعنے تو آزاد ہوجا و اظفری بمرادک یعنے تو اپنے مطلب کو حاصل کر و خالعتک یعنے میں نے تجھ سے خلع کیا و تنحی یعنے ہٹ جا لست لی امرأۃ یعنے تو میری جورو نہیں لست لک بزوج یعنے میں تیرا زوج نہیں لا نکاح بینی و بینک یعنے میرے اور تیرے درمیان نکاح نہیں [illegible] غیر امرأتی یعنے تو میری جورو نہیں [illegible] قالت لست لی بزوج فقال صدقت یعنے زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہیں شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا [illegible] تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر زوج نے کہا لا اریدک لا احبک لا اشتہیک یعنے میں تجھکو نہیں چاہتا میں تجھسے محبت نہیں رکھتا مجھکو تیری خواہش نہیں تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الملتقی والہندیۃ

## باب تفویض الطلاق

یہ باب ہے تفویض طلاق کا لما ذکر ما یوقعہ بنفسہ بنوعیہ ذکر ما یوقعہ غیرہ باذنہ شارح کہتا ہے جبکہ مصنف نے ذکر کیا اس طلاق کو جسکو زوج خود واقع کرتا ہے دونون قسمون کے ساتھ یعنے صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اس طلاق کو جسکو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہے وانواعہ ثلثۃ تفویض و توکیل و رسالۃ اور ایقاع غیر کی تین قسمیں ہیں ایک تفویض یعنے غیر کو طلاق کا مالک کردینا دوسرے توکیل یعنے دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم

باب تفویض الطلاق

رسالت یعنے غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل مین یہ ہے کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہے اور توکیل مین وکیل مامور ہوتا ہے غیر کے واسطے عمل کرتا ہے اور رسالت تو محض نقل اور سفارت سے عبارت ہے الفاظ التفویض ثلاثۃ تخییر و امر بید و مشیئۃ اور الفاظ التفویض کے

تین ہین ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لہا اختاری اوامرک بیدک ینوی تفویض الطلاق لانہا کنایۃ فلا یعملان بلا نیۃ او طلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخبارا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کرلے یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے نیت کی ان دونون لفظون مین طلاق سپرد کرنے کی اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ طلاق ہین تو طلاق واقع ہونے مین بدون نیت کے عمل نکرینگے یا زوج نے یون کہا کہ طلاق دیدے اپنی ذات کو تو ان تینون صورتون مین زوجہ کو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو طلاق دیلیوے علم تفویض کی مجلس مین یعنے جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا وہین تک اسکو اختیار حاصل ہے خواہ بالمشافہہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول سے خبر پہنچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو وان طال یوما او اکثر ما لم یوقتہ ویمضی الوقت قبل علمہا مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہے اگرچہ مجلس دراز ہو گئی ہو ایک دن یا زیادہ مجلس طویل مین ہان تک اختیار ہے جب تک زوج نے تفویض کا وقت نہین ٹھہرایا اور حال یہ ہے کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلا زوج نے کہا تھا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہے پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہو گئی ما لم تقم لتبدل مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل ما یقطعہ مما یدل علی الاعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولہا فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعہ زوجہ کو اختیار باقی ہے جب تک مجلس علم سے نہ اٹھے اسواسطے کہ اٹھنے مین اسکی مجلس کا تبدل ہے حقیقت مین یا تبدل مجلس حکما ہو اسطرح پر کہ وہ کام کرنے لگے جو قاطع ہے اختیار کا اس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہے تو موقوف رہیگی عورت کے قبول پر مجلس مین تفویض توکیل نہین بلکہ تملیک ہے تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہین حتی لو خیرہا ثم حلف ان لا یطلقہا فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہے یہان تک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کھائی کہ مین اسکو طلاق نہ دونگا پھر عورت نے خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہوگا قول اصح مین اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہے اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح مناسب تھا کہ حتی لو خیرہا کے مقام پر ولو خیرہا لکہتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ جو متفرع ہے تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق بعد الا اذا زاد او علی قولہ طلقی نفسک و اخواتہ متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دے سکیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اسوقت کہ زیادہ کرے اپنے قول طلقی نفسک اور اسکے امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا لفظ اذا شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اسکے زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہوگا بلکہ ہر وقت اسکا اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یون ترجمہ ہے کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے لے جب تو چاہے یا جسوقت تو ارادہ کرے ولم یصح رجوعہ لما مر اور نہین صحیح ہے رجوع کرنا زوج کا اس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنے تفویض تملیک ہے نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا واما فی طلقی ضرتک او قولہ لاجنبی طلق امراتی فیصح رجوعہ عنہ ولم یتقید بالمجلس لانہ توکیل محض اور اس قول مین کہ طلقی ضرتک یعنے طلاق دے اپنی سوت کو یا اس قول مین جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دے میری عورت کو صحیح ہے رجوع کرنا اس قول سے اور یہ تخییر مقید اسی مجلس کے ساتھ نہین ہے اسواسطے کہ یہ قول محض توکیل ہے اسمین تملیک نہین اسواسطے کہ مامور بھی عمل غیر کے واسطے کرتا ہے نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہے اور توکیل مین مجلس کی قید نہین وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقہا توکیلا فی حق ضرتہا جوہرہ اور اس قول مین کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہ قول تملیک ہے مخاطبہ کے حق مین اور توکیل ہے اسکی سوت کے حق مین کذا فی الجوہرہ تو زوج کو طلاق دلانے سے مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہین اور اسکی سوت کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہے اور مخاطبہ کی تخییر مقید بمجلس ہے بخلاف اسکی سوت کے

الا اذا علقه بالمشیئة فیصیر تملیکا لا توکیلا تو کیل مین رجوع کرنا درست ہوگا جبکہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اس وقت مین توکیل تملیک ہو جاویگی تو وکیل نہ باقی رہیگی یعنے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دے تو اب یہ رجوع کرنا زوج کو اس قول سے جائز نہین کیونکہ یہ توکیل نہین رہی بلکہ تملیک ہو گئی اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہے وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اسکی خواہش اور رائے پر کہا تو اسکو مالک کر دیا اسواسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہ صفت ہے مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے دکھایا مذہب زفر کو کذا فی حاشیة المدنی والفرق بینهما فی خمسة احکام ففی التملیک

لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج ویتقید بمجلس الا اذا عمم وبخلاف التوکیل بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ حکمون مین ہے سو تملیک مین نہین رجوع کر سکتا زوج اور نہین معزول کر سکتا مالک کو اور باطل نہین ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہے تملیک مجلس سے اور نہین مقید ہوتی مالک کی عقل سے تو صحیح ہے تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور بے عقل کو بشرطیکہ وہ دونون کلام کر سکتے ہون بخلاف توکیل کے کہ اسمین رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہے اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہے اور وکالت مقید بمجلس نہین اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہے کذا فی بحر الرائق ہم عزل کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہین ہے کہ عدم رجوع کافی ہے یعنے جب تملیک سے رجوع کرنا جائز نہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہوگا کذا فی حاشیة الطحطاوی والمدنی فلو جن بعد التفویض لم یقع فهنا تسومح ابتداء لا بقاء بعکس القاعدة فلیحفظ ہان اگر مفوض الیہ یعنے جسکو طلاق کی تفویض ہوئی مجنون ہو گیا بعد تفویض کے پھر اُسنے حالت جنون مین طلاق دیدی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی تو اس مسئلہ مین مسامحہ اور تساہل ہوا ابتدا مین نہ بقا مین برعکس قاعدہ فقہیہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ یتسامح فی البقاء ما لا یتسامح فی الابتداء یعنے مسامحہ کیا جاتا ہے بقاء امر مین ایسا جو کہ نہین مسامحہ کیا ابتداء امر مین اور اس مسئلہ مین برعکس اس قاعدہ کے ہوا یعنے ابتدا مین مسامحہ ہوا نہ بقا مین یعنی مجنون کو تفویض طلاق درست ہے اور اُسکا ایقاع بھی درست ہے اور اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے عاقل ہوا اور پھر مجنون ہو جاوے تو اسکی طلاق درست نہوگی مسئلہ یہ ہے کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی تو اسکے ایقاع طلاق پر باوجود اسکی بے عقلی کے راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون کی وجہ پر معلق کیا بخلاف اسکے اگر عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو یہان تفویض تھی اسکی عقل کے اعتماد پر حالانکہ عقل بعد جنون کے باقی نہین وجلوس القائمة واتکاء القاعدة وقعود المتکئة ودعاء الاب او غیره للمشورة بفتح فضم المشاورة ودعاء الشهود للاشهاد علی اختیارها الطلاق اذا لم یکن عندها من یدعوهم سواء تحولت عن مکانها او لا فی الاصح خلاصة اور قاطع مجلس کا نہین بیٹھنا کھڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹھی کا اور اُٹھنا تکیہ لگانے والی کا اور بلانا باپ کا یا غیر اُسکے کسی اور کا باہم صلاح کرنے کے واسطے اور بلانا گواہون کا گواہ کرنے کے واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جبکہ عورت کے نزدیک کوئی اُنکا بلا دینے والا نہو خواہ اس بلانے مین عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو یا نہ ٹلی ہو دونون برابر ہین قول اصح مین کذا فی الخلاصة معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنے کو نہ بلایا یا ہوتے ہوئے دوسرے بلانے والے کے عورت خود گواہون کے بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اسکو اختیار نہ باقی رہا کذا فی حاشیة الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین معجمہ بمعنی مشاورت ہے یعنے باہم صلاح کرنا اور مصباح مین تصریح ہے کہ مشورہ مین دو لغت ہین لغت اول سکون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور قاموس مین ہے کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہے نہ مفولہ کے کذا فی حاشیة المدنی والایقاف دابته هی اکتهما لا ینقطع المجلس اور ٹھہرانا اُس سواری کا جسپر عورت سوار ہے مجلس اختیار کو قطع نہین کرتا ولو قاما مها او جامعها کرها بطل اتکائهما من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے اُٹھایا یا زبردستی اُس سے صحبت کی تو باطل ہو گیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنے حالت اقامت اور حالت جماع مین عورت یون کہنے پر قادر تھی کہ اخترت نفسی پھر جبکہ اُسنے نہ کہا تو اختیار باطل ہو گیا والفلک لها کالبیت وسیر دابتها کسیرها حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلک بتبدل بسیر الدابة لاضافته الیها اور کشتی عورت کے حق مین مانند کوٹھری کے ہے اور چلنا اسکی سواری کا

مانند چلنے عورت کے ہے یہاں تک کہ نہیں بدلتی مجلس کشتی کے بہنے سے اور بدلتی ہے سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کی طرف
اسواسطے کہ سوار ہی کے چلانے پر جانور چلتا ہے بخلاف کشتی کے الا ان تجیب مع سکوتہ اوپکونا فی محمل یقود ہا الجمال فہی کالسفینۃ سواری کے چلانے سے اور عورت کے
خود چلنے سے مجلس بدل جاتی ہے مگر اسوقت مجلس نہیں بدلتی جب عورت بول اٹھے جواب میں زوج کے دپ ہونے کے ساتھ ہی یعنے فوراً اسکے جانور کے پاؤں کے قدم اٹھانے سے
جواب پایا اور اگر پہلے قدم اٹھا پھر جواب پایا تو طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن الہندیۃ یا کہ زوج اور زوجہ دونوں ایک کجاوے میں ہوں اور
اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اسوقت میں مثل کشتی کے ہی یعنے اسکے چلنے سے مجلس نہیں بدلتی و فی اختاری نفسک لاتصح نیۃ الثلث لعدم تنوع الاختیار
بخلاف انت بائن او امرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کر لے اسمیں صحیح نہیں عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا بسبب
عدم تنوع اختیار کے یعنے اختیار ایسا امر نہیں جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطے کہ بینونت چند قسم ہو سکتی ہے یعنی بینونت صغری
اور بینونت کبریٰ تو اگر انت بائن میں تین طلاق کی نیت کریگی تو صحیح ہے بسبب تنوع کے اور اسیطرح امر بالید بھی چند قسم ہے زوج کو اختیار کرے یا طلاق کو پھر
طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پھر بینونت صغری کا ارادہ کرے یا کبریٰ کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اسمیں تنوع اور تعدد کو گنجایش نہیں اسواسطے کہ اختیار
عورت کا مفید ہے استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت مقتضاً ثابت ہے اور جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہے اسکے عموم نہیں ہے تا تو بقدر ضرورت تصحیح کلام کے اسکی
تقدیر ہوگی اور قدر ضرورت یہاں ادنی مرتبہ ہے بینونت کا یعنی بینونت صغری اسواسطے کہ بینونت صغری سے بھی استخلاص نفس کا ملک زوج سے ہو جاتا ہے تو بینونت کبری
یعنے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی بل تبین بواحدۃ ان قالت اخترت نفسی او انا اختار نفسی استحسانا بخلاف قولہ طلقی نفسک فقالت
انا طالق او انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد جوہرۃ ما لم یتعارف او تنوی الانشاء بلکہ اختاری نفسک میں بائن ہوگی عورت ایک طلاق کر اگر یوں کہیگی کہ میں نے اپنی
ذات کو اختیار کیا یا یوں کہے کہ میں اختیار کرتی ہوں اختار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف قیاس بخلاف اس قول کے کہ طلقی
تو عورت نے جواب میں کہا کہ انا طالق یعنے میں مطلقہ ہوں یا یوں کہا کہ میں اپنی ذات کو طلاق دیتی ہوں تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وعدہ ہے ایقاع طلاق کا
یہ قول خود ایقاع طلاق نہیں کذا فی الجوہرۃ عدم وقوع طلاق جب تک ہے کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اس
زمانہ میں صیغہ مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج اور مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی ہم قیاس
چاہتا ہے کہ انا اختار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہے خود انشاء طلاق نہیں یا انشاء تو ماضی سے ہے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان کے اس لفظ سے
طلاق واقع ہوتی ہے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حدیث مروی ہے کہ جب آیت تخییر کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے حال کہا تو صدیقہؓ نے کہا کہ الی ارید اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ یعنے میں اللہ اور اسکے رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہوں اور مسلم کی دوسری روایت
میں یوں ہے کہ بل اختار اللہ ورسولہ یعنے بلکہ میں اللہ اور اسکے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بصیغہ مضارع معتبر
رکھا و ذکر النفس او الاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط لصحۃ الوقوع بالاجماع اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیارہ کا زوجین میں سے ایک کے کلام میں شرط ہے واسطے
صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنے وقوع طلاق کا بلفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہے ہم ذکر نفس او اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہیں بلکہ جو لفظ
قائم مقام نفس و اختیارۃ کے ہے وہ بھی انھیں دونوں لفظوں کی برابر ہے ویشترط ذکرہا متصلا فلو کان منفصلا فان فی المجلس صح لانہا تملک
تقیید بالانشاء او مشروط ہے ذکر نفس کا یا اختیارۃ کا متصل کلام میں پھر اگر منفصل ہو سو اگر اسی مجلس میں اسکا ذکر ہو گیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ عورت مجلس میں
انشاء طلاق کی مالک ہے تو ذکر نفس اور اختیارۃ کی بھی مالک ہے والا لا الا ان یتصادقا علی اختیار النفس فیصح وان خلا کلامہما عن ذکر النفس رد قاضی
واقرہ المصنف والباقانی لکن ردہ الکمال بان نفاۃ الاکمل وبقیل خلاف تحقیقہ اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس میں نہ کیا تو ایقاع طلاق صحیح نہیں اور باطل ہوگی مگر زوجین

پہلے سورۂ احزاب کی یہ آیت یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات

اختیار نفس پر اتفاق کیا یعنے زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اُسنے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہو گی اگرچہ دونوں کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی الدرر و لفظ الکتاب
اور بات کہا ہے اس قول کو بہنسی و باقانی نے لیکن رد کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہے اس قول کو اکمل الدین نے عنایہ میں بصیغہ تمریض یعنی قیل کے لفظ سے
تو ضعیف ہوا اس قول کا ٹھیک ہے بدون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی النہر الفائق فلو قال اختاری اختیارۃ او طلقۃ او امک وقع
لو قالت اخترت فان ذکر الاختیارۃ کذکر النفس فی انہا تفید الوحدۃ وکذا ذکر التطلیقۃ پھر اگر کہا زوج نے اختاری اختیارۃ یا یوں کہا اختاری طلقۃ یا یوں کہا
اختاری امک تو طلاق واقع ہو گی اگر زوجہ نے کہا اخترت اسواسطے کہ ذکر لفظ اختیارۃ کا مانند ذکر نفس کے ہے خصوصیت طلاق میں اسواسطے کہ لفظ اختیارۃ
میں تے واسطے وحدت کے ہے اور تا وحدت نشانی ہے اتحاد کی اور اسیطرح ذکر تطلیقۃ کا (میں نے اختیار کیا) وقوع طلاق میں مثل ذکر نفس کے ہے بلکہ اُس سے بھی صریح تر ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وتکرار لفظ اختاری وقولہا اخترت ای ابی او امی او اہلی او الازواج یقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور یوں کہنا عورت کا
کہ میں نے اپنے باپ یا اپنی ماں کو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہروں کو اختیار کیا قائم مقام ہے ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والے کا موجب
طلاق کا نہیں لیکن اگر عورت کے ماں باپ نہوں اور اسکا بھائی ہو اور وہ کہے کہ میں نے بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو گی کذا فی
حاشیۃ المدنی نافلا عن البحر والشرط ذکرہا فی کلام احدہما کما مثلنا فلم یختص الاختیارۃ بکلامہ کما ظن اور شرط ہے ذکر کرنا اسکا یعنے نفس یا قائم مقام نفس کا
ایک کے کلام میں خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے چنانچہ ہمنے مثالوں میں مذکور کیا تو نہیں مخصوص ہے اسکا ذکر زوج کے کلام میں چنانچہ بعضوں کا گمان ہے
ولو قالت اخترت نفسی و زوجی او نفسی لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ میں نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو یا یوں کہا کہ میں نے اختیار
کیا اپنی ذات کو نہیں بلکہ اپنے زوج کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو گئی پھر زوج کو اختیار
کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد وقوع طلاق کے اُس سے رجوع کرنا درست نہیں وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو اور جو کتاب اختیار میں مسئلہ ثانیہ
میں عدم وقوع طلاق مذکور ہے سو خطا ہے نعم لو عکست لم یقع اعتبارا للمقدم وبطل امرہا کما لو عطفتہ باو او رشاہا لتختارہ فاختارتہ او قالت الحقت
نفسی باہلی ہاں اگر عورت اس کلام کو بالعکس کہے یعنے یوں کہے کہ میں نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یوں کہے کہ میں نے اختیار کیا
اپنے زوج کو نہیں بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہو گی بسبب اعتبار مقدم کے یعنے جسکو اول ذکر کیا اسکا اعتبار ہوا اور مؤخر کا کچھ اعتبار نہیں اور
باطل ہو گیا اختیار اُسکا چنانچہ باطل ہے اختیار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنے یوں کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنے اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو یا اپنے
زوج کو اسواسطے کہ بسبب تذبذب و تردد کے اختیار اسکا باطل ہو گیا طلاق واقع ہوئی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تا کہ زوج ہی کو اختیار کرے سو اُسنے
زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہیں اسواسطے کہ رشوت دینا حرام ہے بلکہ اگر دے دی ہو تو پھیر سکتا ہے
اور زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باہلی یعنے میں نے اپنی ذات کو اپنے لوگوں میں ملایا تو طلاق واقع نہو گی اسواسطے کہ اختیار کا جواب ان الفاظ کے
ساتھ مشہور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحاوی ولو کرر لفظ اختاری ثلثا بعطف او غیرہ فقالت اخترت او اخترت اختیارۃ او اخترت الاولی
او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا بلا نیۃ من الزوج لدلالۃ التکرار علی الثلث اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری و اختاری و اختاری
کہا یا مکرر بدون عطف کے کی چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب میں فقط اخترت کہا یعنے میں نے اختیار کیا یا یوں کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یوں
کہا کہ میں نے پہلی یا درمیان والی یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہو گی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کے اور یہ طلاق
کے اور صاحب کنز اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہے اسواسطے کہ جامع صغیر میں امام محمد نے اسمیں نیت شرط نہیں کی اور
زیادات اور جامع کبیر میں اور قاضی خان وغیرہا میں نیت مشروط ہے اور صاحب فتح القدیر نے بھی شرط نیت کو پسند کیا ہے [illegible]

اور درایت کے یہی قول معتمد ہے کہ نیت اشروط ہے ذکر نفس کذا فی حاشیة المدنی وقال لا یقع فی اخترت الاولی او الآخرة واحدة بائنة واختاره الطحاوی بحر وایدہ
المقدسی وفی الحاوی القدسی وبہ نأخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ نأخذ من الالفاظ المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط الشرف الغزی
محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولی میں اور اخترت الوسطی اور اخترت الآخرة میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی نے
اسکو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی میں ہے کہ اسی روایت کو ہم لیتے ہیں تو حاوی قدسی کے کلام سے
البتہ یہ فائدہ سمجھا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اسواسطے کہ فقہا کا یون کہنا کہ نأخذ یعنے ہم اسکو لیتے ان الفاظ میں سے ہے جنسے اعلام دیا جاتا ہے فتوا پر
ایسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی او اخترت نفسی بتطلیقة او اخترت الطلقة الاولی
بانت بواحدة فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے کہا تخییر مذکور کے جواب میں کہ طلاق دی میں نے اپنی ذات کو
یا اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک طلاق کر بائن ہوگی مذہب اصح میں اسواسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہے
تو عورت مالک نہیں غیر بائن کی یعنے رجعی کو اختیار نہیں کر سکتی امرک بیدک فی تطلیقة او اختاری تطلیقة فاختارت نفسہا طلقت
رجعیة لتفویضہ الیہا بالصریح ولتقییدہ للبینونة اذا قرن بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق میں اور اختیار کر ایک طلاق کو
سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق
واقع ہوتی ہے نہ بائن اور جو لفظ کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائیگا چنانچہ بالعکس اسکے یعنے جب صریح متصل بائن کے ہوگا
تو صریح بائن ہو جاتا ہے چنانچہ انت طالق بائن میں طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے لفظ امر بالیہ اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہے
پھر طلاق رجعی ہونے کی کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہے تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا قید بفی وشبہا الباء
بخلاف لتطلقی نفسک او حتی تطلقی فہی بائنة مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے بے بھی ہے مقید کیا بسبب مخالف لتطلقی نفسک یا حتی تطلقی کے
کہ اسمیں ایک طلاق بائن ہوتی ہے یعنے امرک بیدک فی تطلیقة میں رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن کے ساتھ اسواسطے کہ فی اور بے یہان واسطے ظرفیت
کے ہے اور ظرف اور مظروف کا اتصال صریح ہے بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنے تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے تا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یون کہا کہ امرک بیدک
حتی تطلقی یعنے تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے طلاق دینے تک کہ اسمیں لفظ طلاق کا متصل ہے اسواسطے کہ علت اور غایت شی کی شے سے جدا ہوتی ہے تو جب صریح بائن سے
متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی کما لو قال امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان
لفظ الطلاق لم یکن فی نفس الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہونچے تو طلاق
لیے اپنی ذات کو جب چاہنا پھر زوج کیطرف سے خرچ نہ پہونچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے
متصل نہ تھا پھر جب اتصال صریح کا بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی ہم نفس الامر سے یہان واقع مراد نہیں بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے فتامل فروع مسائل طلاق شارح
کہے قال الرجل خیر امرأتی فلا خیار لہا ما لم یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہیں کر سکتی جب تک
وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جب تک وہ مرد اسکو نکریگا زوج کا مامور حاصل ہوگا کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر
بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کردے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہونچانے اس مرد
کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کے یعنے اس قول میں اختیار مقدم ہے خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا
قال لہا انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت وقعتان زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

سو کہا زوجہ نے کہ مین نے چاہا اور اختیار کیا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک مشیت سے اور دوسری اختیار سے قال اختاری الیوم و غدا تحد کہا زوج نے
کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کر دیگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غدا تعدد
اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ متعدد ہوا یعنے دو اختیار ہوے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے تو بسبب عطف کے او عطف تقتضی مغایرت کا
تو آج کے اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار نہ باطل ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک ہذا الشہر خیرت فی بقیتہما کہا کہ اختیار کر آج یا یون کہا کہ تیرا امر
تیرے ہاتھ مین ہے اس مہینے مین تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن مین اور بقیہ مہینے مین یعنے اگر زوج نے پہر دن چڑہے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو
حاصل ہے اور اگر مثلاً دسوین تاریخ اختیار دیا تو بیس یا انیس دن تک اختیار رہے وان قال یوما او شہرا فمن ساعۃ تکلم الی مثلہا من الغد والی تمام ثلثین یوما اور اگر
زوج نے کہا اختاری یوما یعنے اختیار کر ایک دن یا یون کہا کہ اختیار کر ایک مہینا یعنے یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کے اسی وقت تک
پہلی صورت مین اور بولنے کے وقت سے پورے تیس تک دوسری صورت مین عورت مختار ہے طلاق کی ولو جعلہ لہا راس الشہر خیرت فی اللیلۃ الاولی و یومہا اور اگر زوج نے عورت کا اختیار
مہینے کے سرے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اس مہینہ کی پہلی رات اور اسکے دن مین ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت او لا اور باطل نہین ہوتا معین وقت کا اختیار
عورت کے اعراض و روگردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذرنے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بخلاف اختیار غیر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہو جاتا ہے

## باب الامر بالید

یہ باب ہے امر بالید کا امر بمعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے یعنی یہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اسکے زوج نے اسکے تصرف مین کر دیا
تخییر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ اسمین اختلاف نہین لیکن صحابہ کا اجماع نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ہو کالاختیار الا فی نیۃ الثلث
لا غیر امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کیطرف محتاج ہونے مین اور مجلس تک مقید ہونے مین اور نفس کے ذکر کرنے مین یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین طلاق کی نیت کرنے
مین اختیار کے مانند نہین ہے اسکے غیر مین یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار مین تین طلاق کی نیت صحیح نہین اور امر بالید مین صحیح ہے باقی امور مین دونون برابر ہین

**اذا قال لہا ولو صغیرۃ لانہ کالتعلیق بزازیۃ امرک بیدک او بشمالک او فمک او لسانک ینوی ثلثا ای تفویضہا فقالت فی مجلسہا اخترت نفسی بواحدۃ**

او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علی حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق وقعن جبکہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اسواسطے
کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیہ اس طرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے یا تیرے بائین ہاتھ مین ہے یا تیرے منہ مین یا تیری زبان مین ہے تفویض
تین طلاق سے تین کی نیت کرکے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس مین کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار واحدہ کر اختیار کیا یا قبول کیا مین نے اپنی ذات کو
یا اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے یا کہ تو مجھسے بائن ہے یا کہ مین تجھسے بائن ہون یا طالق ہون تو صحیح تو تینون طلاق واقع ہونگی ہم صغیرہ کی تخییر
صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنے اگر یون کہا کہ ان اخترت نفسک فانت کذا پھر جب صغیرہ نے اختیار کر لیگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسیطرح صغیرہ کے ایقاع سے
بھی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسیطرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ابوہا قبلتہا خلاصۃ وینبغی ان یقید بالصغیرۃ اور
اسیطرح تین طلاق واقع ہونگی اگر تفویض مذکور مین عورت کے باپ نے کہا کہ مین نے قبول کیا انکو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصۃ اور لائق یون ہے کہ اس مسئلہ کو مقید
بصغیرہ کیجیے یعنے صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا ہم شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عبارت
خلاصہ عام ہے بلا قید بایں لفظ لو جعل امرہا بیدہا فقال ابوہا قبلت طلقت اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ مین ہوا اور پھر اسنے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جاویگی خواہ عورت صغیرہ
خواہ کبیرہ اسواسطے کہ یہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی واما [illegible]
وامرک بیدک بیدہ او بیدکا او امری بیدک علی انتھار خلاصۃ کامرک بیدک و ذکر اسم اللہ تعالی للتبرک ان لم ینو ثلثا فواحدۃ اور یہ قول یعنی مین نے تجھکو تیری طلاق [illegible]

امر تیرا خدا کے ہاتھوں ہے یعنے اختیار میں اور تیرے ہاتھ میں ہے اور امر میرا تیرے ہاتھ میں ہے بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصۃ یا قوال مذکورہ مانند امرک
بیدک کے ہیں تین طلاق واقع ہونے میں بشرط نیت کے اور اس قول میں کہ امرک بید اللہ وبیدک ذکر اسم اللہ تعالی کا محض برکت کیواسطے ہے اور اگر ان اقوال میں
تین طلاق کی نیت نکریگا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی ولو طلقت ثلثا فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلف وتقبل بینتہا علی الدلالۃ کما مر اور اگر امر بالید غیر
میں عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق سے مطلقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ مینے تخییر میں ایک ہی کی طلاق نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال اسوقت موجود نہیں
تو قسم لیجاویگی زوج سے تین طلاق کی نیت کرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو مقبول ہونگے اسکے گواہ دلالت حال پر یا اسکے اقرار پر چنانچہ یہ مفصل باب الکنایات
میں مذکور ہو چکا واتحاد المجلس علمہا وذکر النفس او ما یقوم مقامہا شرط فلو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم بذلک وطلقت نفسہا لم تطلق لعدم شرطہ نیۃ
اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اسکے قائم مقام کا شرط ہے سو اگر زوج نے بلفظ امر بالید کا عورت کو
اختیار دیا اور اسکو اسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق کے یعنے علم کے کذا فی الخانیۃ
وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا وما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا طالق او طلقت نفسی وقع بخلاف نحو
طلقتک لان المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہے جواب کی
جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہیں رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کی طرف سے بھی جواب کی لیاقت نہیں رکھتا تو اگر عورت نے کہا کہ
میں طالق ہوں یا یوں کہا کہ مینے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونوں لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہیں جانب زوج سے
بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہر چند یہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب کے لائق نہیں اسواسطے
کہ عورت موصوف ہوتی ہے وقوع طلاق کر نہ مرد کذا فی الاختیار یعنی عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصۃ فانہ لیس من
الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص کر اسواسطے کہ لفظ اختیار کا طلاق واقع کرنے کے الفاظ سے نہیں ہے حالانکہ جواب کے لائق ہے
عورت کیطرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبولہا وقبول ابیہا کما مر فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونے کا
عورت کے قبول کرنے سے اور اسکے باپ کے قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب میں عنقریب مذکور ہو چکا سو اسکو غور کر یعنے مصنف نے دعوی کیا کہ سوا لفظ اختیار کے
جو لفظ صالح ہے ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اسکے باپ کا جواب کا صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہیں اور جواب مصنف کیطرف سے
یوں ہو سکتا ہے کہ قبول کا جواب ہونا بتقدیر طلاق کے ہے یعنے گویا عورت یوں کہتی ہے کہ مینے طلاق قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونوں کے
لائق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی قولہا فی جوابہ طلقت نفسی او اخترت نفسی بتطلیقۃ بائنۃ بواحدۃ لما مر ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا اور
یوں عورت کے کہنے میں مرد کے جواب امر بالید میں کہ مینے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق کر یا یوں کہا کہ مینے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو
بائن ہوگی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے میں تفویض زوج کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنے ہر چند عورت کے جواب میں لفظ طلاق ہے اور
لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض کی تو اسی کی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور
جبکہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اسکو اختیار رہیگا ولا یدخل اللیل فی قولہ امرک بیدک الیوم وبعد غد لانہما تملیکان ورنہ داخل ہوگی رات
مرد کے اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ آج اور کل کے بعد یعنی پرسوں رات اسواسطے داخل نہیں کہ اس قول میں دو تملیکیں ہیں جدا جدا فان ردت الامر فی یومہا بطل
فی ذلک الیوم وکان امرہا بیدہا بعد غد ولو طلقت لیلا لم یقع لانطلاق الامر تو سو اگر مثال مذکور میں رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار آج کا تو پرسوں کا اختیار باقی
رہیگا پھر اگر عورت نے طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر میں داخل نہیں اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایک یعنے ہر چند دو تملیکیں ہیں یہاں جدا جدا لیکن ایک طلاق کے سوا

دو طلاق نہیں دے سکتی کذا فی حاشیۃ الحلبی و یدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم وغدا وان ردتہ فی یومہا لم یبق فی الغد لانہ تفویض واحد اور داخل ہو رات
اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہو آج اور کل اور اگر عورت رد کریگی تفویض کو آج تو باقی نہ رہیگا اختیار کل کے دن میں اسواسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی ولو قال
امرک بیدک الیوم وامرک بیدک غدا فہما امران لم یذکر خلافا ولا یدخل اللیل کما لا یخفے اور اگر زوج کہیگا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہو آج اور امر تیرا
تیرے ہاتھ میں ہو کل تو یہ دو امر ہیں اسواسطے کہ دو کلام مستقل ہیں اور قاضی خان میں اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا مذکور نہیں کیا اور اس مسئلہ میں رات نہیں داخل ہو چنانچہ مخفی نہیں کذا
فی حاشیۃ المدنی تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہو شارح کی طرف سے دفع تناقض وغیرہ یہ ظاہر مراد ہے برتد یردہا لکن فی العمادیۃ انہ یرتد قبل قبولہ لا بعدہ کما لا یرتد ظاہر مطلب
مسائل مذکورہ کا یہ ہو کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہو اسکے رد کردینے سے اور ذخیرہ میں ثابت ہو کہ امر بالید لازم ہو عورت کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا دونوں قول
میں تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ میں تطبیق دی اس تناقض کی یوں مذکور ہو کہ امر بالید میں اختیار عورت کا پھر جاتا ہو قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنے کے یعنی اگر
عورت نے حرف تخییر کو قبول نہیں کیا تو رد کر سکتی ہو اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہیں کر سکتی مانند ابرا کے یعنی قرض سے ابرا کرنا ہر چند قرضدار کے قبول
کرنے پر موقوف نہیں لیکن اسکو رد کرنے سے رد ہو جاتا ہو اور مراد قبول سے یہاں با شرتہ مفوض الیہ کی ہو قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو
اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب طلاق نہیں ہو سکتی اور یہ دفع تناقض کا نہایت خوب ظاہر ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وانہ فی التحمد لا یبقی الی الغد لکن فی الولوالجیۃ
امرک بیدک الی راس الشہر فقالت اخترت زوجی بطل خیارہا فی الیوم ولہا ان تختار نفسہا فی الغد عند الامام ووجہہ فی الدرایۃ انہ متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقا
والا فتملیکا اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہو کہ تخییر متحد میں یعنے امرک بیدک الیوم وغدا میں اگر عورت اول دن انکار کریگی تو دوسرے دن میں بھی
اختیار عورت کا باقی نہ رہیگا اور ولوالجیہ میں یوں ہو کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہو اس مہینے کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ میں نے
اپنے زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اسکا اسدن جسدن اسنے یہ کہا اور جائز ہو عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اسکے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے
تو باوجود تخییر متحد ہونے کے ایک دن کے رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ میں مذکور ہو کہ جب تفویض کے ساتھ
وقت مذکور ہوگا تو اسکو تعلیق پر محمول کرینگے اور اگر وقت مذکور نہیں تو اسکو تملیک قرار دینگے جاننا چاہیے کہ یہاں دونوں قضیوں میں وقت مذکور ہو تو شارح کی تقریر سے
تناقض نہ دفع ہوا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو یہاں اثبات تناقض منظور ہو نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو طلقہا بائنا ہل یبطل الامر بالید ان کان التفویض منجزا
نعم وان کان معلقا کان دخلت الدار فامرک بیدک او موقتا لا عمادیۃ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اسکو طلاق بائن دی تو آیا باطل
ہوا اختیار عورت کا جواب اسکا یہ ہو کہ اگر تفویض منجز تھی یعنے معلق بشرط نہ تھی تو ہاں اسکا اختیار باطل ہوا اسواسطے کہ اگر باطل نہو تو لازم آوے لاحق ہونا بائن کا بائن کو
اور حالانکہ یہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہو اسطرح کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہو یا تفویض موقت ہو اسطرح کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہو کل
تو اختیار عورت کا باطل نہوگا اسواسطے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہو چنانچہ سابق میں گذرا کذا فی العمادیۃ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاہر الروایۃ ان المعلق
کالمنجز لکن بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہو کہ ظاہر روایت یہ ہو کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہو یعنے دونوں صورتوں میں اختیار باقی نہیں رہتا تو جواب مذکورہ
کی تفصیل مفید اسواسطے کہ ظاہر روایت مقدم ہو فروع مسائل ملحقہ شارح کے نکحہا علی ان امرہا بیدہا صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق
کی مختار ہو تو یہ صحیح ہو اور بحر الرائق میں خلاصہ اور بزازیہ سے اسکی تفصیل مذکور ہو یعنے اگر یہ شرط مرد کی طرف سے ہو تو عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت کیطرف سے ہے
تو اختیار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادعت جعلہ امرہا بیدہا لم تسمع الا اذا طلقت نفسہا ثم الامر ثم ادعت فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے مختار کرنے کا
عورت کو اس دعوی کی سماعت نہ ہوگی مگر جبکہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو موجب امر زوج کے پھر اس تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے قالت طلقت
فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لہا کہا عورت نے کہ میں نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اسکا انکار کیا تو عورت ہی کا قول مقدم ہوگا جعل امرہا بیدہا ان نکحہا

بغیر جنایۃ نفسہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر تمکو بے قصور مارے سو تمکو مارا پھر دونوں مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ میں نے
قصور پر مارا زوجہ کہتی ہے کہ نہیں بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وتقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما سیجیء اور مقبول ہوتے ہیں گواہ عورت کے
شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق میں اسکا ذکر آویگا یعنے اگر عورت گواہ لاوے کہ زوج نے مجھکو بلا قصور مارا تو لائق یہ ہے کہ مقبول ہوں ہر چند نفی پر گواہ مقبول نہیں لیکن
شرط منفی پر مقبول ہیں طلبت اولیاءہا طلاقہا فقال الزوج لابیہا ما ترید منی افعل ما ترید وخرج فطلقہا ابوہا لم تطلق ان لم یرد الزوج التفویض والقول لہ فیہ خلاصہ
عورت کے والیوں نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اسکے باپ سے کہا کہ تو مجھسے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہ کہکر زوج باہر نکلا پھر عورت کے باپ نے اسکو
طلاق دی تو عورت کو طلاق نہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نہ کیا اور زوج ہی کا قول اسمیں معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لاتدخل نکاح الفضولی
مالم یقل ان دخلت امرأۃ فی نکاحی نہ داخل ہوگا نکاح فضولی کا جب تک زوج یوں نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح میں یعنے زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر میں تجھپر دوسری
عورت سے نکاح کروں تو اسکی طلاق تیرے اختیار میں ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اسکے نکاح میں فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تو زوجہ اولی اسکی طلاق
کی مالک نہوگی اسواسطے کہ زوج نے اس عورت سے خود نکاح نہیں کیا بلکہ دوسرے شخص نے اسکا نکاح کر دیا اور زوج نے اسکو جائز رکھا اور اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ المدنی جعل امرہا
بید رجلین فطلقہا احدہما لم یقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پھر ان میں سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ تھا

## فصل فی المشیۃ

یہ فصل مشیت میں یعنے وہ مسائل جنمیں طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر

**قال لہا طلقی نفسک ولم ینو او نوی احدۃ او ثنتین فی الحرۃ فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلثا ونواہ وقعن قید بخطابہا لانہ لو قال**
طلقی امی نسائی شئت لم تدخل تحت عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو
طلاق کی نیت کی حرہ میں پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دو بار خواہ تین بار اور یہ تینوں صورتیں عدم نیت کے ساتھ ہوں
یا ایک طلاق کی نیت کے ساتھ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھ ہو تو ان سب صورتوں میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور
مرد نے نیت بھی تین کی کی تھی تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یوں کہتا کہ تو طلاق دے میری
عورتوں میں سے جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب میں داخل ہوتی یعنے بسبب اس مقام کے مخاطبہ اس صورت میں خود اپنی ذات کو طلاق نہ دے سکتی وتقع لہا
فی جوابہا ابنت نفسی طلقت رجعیۃ ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب میں یعنی طلقی نفسک کے جواب میں عورت کا یوں کہنا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی
ایک طلاق رجعی اسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اسکو جائز رکھا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا اور زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے
طلاق بائن دی تو اصل طلاق میں دونوں کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہو گیا اور یہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور
بسبب کنایہ ہونے کے احتیاج نیت کیطرف اشارہ کیا سو اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت تھی
رہی اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی لا باخترت نفسی ان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ اور نہ واقع ہوگی طلاق عورت کے اس قول
سے کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہیں ہوتا تو جواب
بھی نہوگا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من معنی التعلیق اور مالک نہیں زوج تینوں قسم کی تفویض سے
رجوع کرنے کا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یوں ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اسواسطے نہیں کہ تفویض میں تعلیق کے معنی پائے جاتے ہیں اور تعلیق میں
رجوع کا اختیار نہیں تو تفویض میں بھی نہیں وتقید بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم
سے اسواسطے کہ تملیک ہی مگر جبکہ زوج نے متی شئت اور مانند اسکے جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہوگی مطلقا یعنے ہر وقت طلاق دے سکیگی یعنی

جبکہ زوج نے کہا کہ طلقی نفسک ان شئت و اذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے ولو قال لرجل ذلک او قال لها طلقی ضرتک لم یتقید
بالمجلس لانه توکیل فله الرجوع الا اذا زاد و کلما عزلتک فانت وکیلی اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ کو کہ طلاق دے اپنی
سوت کو تو یہ مقید بمجلس نہ ہوگا تو اسکو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار رہیگا اسواسطے کہ یہ کلام خالص توکیل ہے تملیک کا اسمیں لگاؤ نہیں پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا
بھی درست ہے اسواسطے کہ وکالت عقد جائز ہے نہ لازم مگر جس صورت کہ زوج نے امر تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ میں تجھکو معزول کر دوں سو تو میرا وکیل ہے تو اب زوج
وکیل کو معزول نہیں کر سکتا ہاں بحر الرائق میں اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یوں بتلائی کہ یوں کہے کہ میں نے تجھکو جمیع وکالت سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا زاد
ان شئت فیتقید به ولا یرجع لصیرورته تملیکا توکیل مقید بمجلس نہ ہوتی مگر جبکہ توکیل میں زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں کہا طلاق دے تو سوت کو اگر تیرا جی
چاہے تو اسوقت میں مقید بمجلس ہوگا اور زوج رجوع نہ کر سکیگا بسبب ہو جانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر تفویض ہوئی تو وکالت نہ باقی رہی اسواسطے کہ وکالت میں
خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہیں فی الخانیۃ طلقہا ان شاءت فلم یشاء کیا ما لم تشاء ان شاءت فی مجلس علمہا طلقہا فی مجلسہ لا غیر والوکلاء عنہ غافلون خانیہ میں ہے کہ ایک
مرد زوج نے کہا کہ طلاق دے زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہ ہوگا جبتک عورت طلاق کی خواہش کریگی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کریگی اپنی مجلس علم میں تب وکیل اسکو طلاق دے اپنی مجلس
میں غیر اس مجلس میں نہیں اسواسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہو مجلس میں تو اسیطرح وکالت اسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہیں یعنی وکلا طلاق نہیں جانتے کہ
ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اس قاعدہ سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن النہر قال لها طلقی نفسک
ثلثا او ثنتین فطلقت واحدة وقعت لان البعض فوضه کذا الوکیل لم یقل بائن کہا زوج نے زوجہ کو کہ طلاق دے تو اپنی ذات کو تین یا دو پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایک
طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہے تو بعض کا بھی ہوگا اور اسیطرح وکیل کا حکم ہے جبکہ یوں زوج نے کہے عوض ہزار کے
یعنی وکیل کو تین یا دو طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یوں کہا کہ زوجہ کو تین طلاق دے بعوض ہزار روپیہ کے مثلاً تو اسصورت میں
اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی لا تقع شیء فی عکسہ فلا واحدة نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اسکے بالعکس میں یعنی اگر یوں کہا کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے
یکبارگی تین دے لیکن کوئی طلاق نہ واقع ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت واحدة وکذا عکسہ لا تقع فیہما
لاشتراط الموافقۃ لفظا لما فی تعلیق الخانیۃ امرہا بعشر فطلقت ثلثا او بواحدة فطلقت نصفہا لم تقع کہا مرد نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی
عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنی طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق کر سو عورت نے تین طلاق واقع کیں تو ان دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے
شرط ہے موافقت لفظی کے اسواسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق میں ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا اسطرح پر کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق
واقع کیں یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اسنے نصف طلاق واقع کی تو دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ میں موافقت لفظی سے مراد موافقت
معنوی کافی نہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کے جسمیں مشیت پر تعلیق نہیں امرہا بالبائن او الرجعی فعکست فی الجواب وقع ما امر به الزوج ویلغو وصفہا والاصل ان المخالفۃ
فی الوصف لا تبطل الجواب بخلاف الاصل ہذا اذا لم یکن معلقا بمشیتہا فان علقہ بمشیتہا فعکست لم یقع شیء لانہا ما اتت بمشیتہ بما فوض الیہا خانیہ حکم
امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب میں بالعکس کہا یعنے پہلی صورت میں طلاق رجعی اور دوسری صورت میں طلاق بائن واقع کی تو وہی
طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا اسواسطے کہ اصل طلاق حاصل ہو ساتھ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگی اور وصف لغو ہو جائیگا اور
قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف میں ہو تو مخالفت جواب کو باطل نہیں کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے جیسا کہ بائن و رجعی کی مخالفت بخلاف
مخالفت اصل کے کہ اسمیں جواب ہی باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض میں تین طلاق واقع کرنا اور یہ وصف کا لغو ہونا اور جواب یعنی تفویض زوج کا واقع
ہونا اسوقت ہے جبکہ طلاق معلق نہ ہو سو اگر عورت کی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت بجا نہ لائی اس امر کو

جو اسکی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیۃ قال لہا انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال شئت ینوی الطلاق
او قالت شئت ان کذا المعدوم ای لم یوجد بعد کان شاء ابی وان جاء اللیل وہی فی النہار بطل الامر لفقد الشرط کہا عورت سے کہ تو طالق ہو اگر تو چاہے عورت نے
کہا مرد کو کہ میں نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا امر موجود ہو یعنی امر معدوم پر تعلیق کی
مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہیں مثلاً یوں کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر رات آ جاوے حالانکہ عورت دن کے وقت کہا
دن میں ہو تو ان دونوں صورتوں میں باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو معلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوئی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی
بلا قید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق و مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط نہ پائی گئی وان قالت شئت ان کان کذا الامر قد مضی اراد بالماضی المتحقق وجودہ کان کان
ابی فی الدار وہو فیہا او ان کان ہذا لیلا وہی فیہ مثلا طلقت لانہ تنجیز اور اگر تفویض کو کرکے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی پر مراد
ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ گھر میں ہو اور حالانکہ اسکا باپ گھر میں موجود ہے یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر یہ وقت رات ہو حالانکہ
عورت سے وقت رات ہی میں تھی مثلاً تو عورت مطلقہ ہوگی کیونکہ موقوف ہے اسواسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر در حقیقت تعلیق نہیں بلکہ تنجیز ہے قال لہا انت طالق متی شئت
او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فردت الامر لا یرتد ولا یتقید بالمجلس ولا تطلق نفسہا الا واحدۃ لانہا تعم الازمان لا الافعال فتملک التطلیق فی
کل زمان لا تطلیقا بعد تطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جبکہ تو چاہے یہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت کر کہا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے لفظ سے بیان کیا ہو
عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہو گا یہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دے سکیگی عورت مگر ایک طلاق اسواسطے
کہ یہ الفاظ سب زمانوں کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک ہے ہر ایک طلاق کی ہر زمانہ میں نہ مالک ہوگی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول کے بسبب عموم افعال کے
ولہا تفریق الثلث فی کلما شئت لا تجمع ولا تثنی لانہا لعموم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ لینا کلما شئت میں یعنی اگر مرد نے
کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پھر دوسری مجلس میں یوں ہی کہا تیسری مجلس میں یونہی کہا تو درست
ہے لیکن تین طلاق کو ایک مجلس میں جمع نہ کر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اسواسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہوا ہے عموم افراد کے تو اس میں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہیں ولو طلقت
بعد زوج آخر لا یقع ان کانت طلقت نفسہا ثلثا متفرقۃ والا فلہا تفریقہا بعد زوج آخر وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور اگر طلاق واقع کی عورت نے بعد دوسرے زوج کے
تو طلاق نہ واقع ہوگی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہو گی یعنی اگر زید نے مثلاً حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو حمیدہ نے تین طلاق متفرق اپنے نفس پر واقع
کیں اسکے بعد اُسنے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق ثانی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ
تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہو گی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق واقع کی تھی یا تین طلاق ایک مجلس میں کر چکی تھی یا فقط ایک یا
طلاق یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی ہو تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنے کا اختیار رہیگا بعد دوسرے زوج کے اور اسکا مسئلۃ الہدم نام ہے جو باب التعلیق اور باب الرجعۃ
میں آئیگا انت طالق حیث شئت او این شئت لم تطلق الا اذا شاءت فی المجلس وان قامت من مجلسہا قبل مشیتہا لا مشیئۃ لہا لانہما للمکان ولا تعلق
للطلاق بہ فجعلا مجازا عن ان لانہا ام الباب کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہاں تو چاہے یا یوں کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے
جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ دے سکیگی مگر جبکہ چاہیگی مجلس علم میں اور اگر اٹھ کھڑی ہوگی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہوگا اسواسطے کہ حیث
اور این موضوع ہیں واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم نسبت طلاق کے برابر ہے تو اسواسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دیئے گئے اسواسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہ کہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں پایا جاتا جیسے کہ جزا
بدون شرط کے نہیں پائی جاتی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وفی کیف شئت یقع فی الحال رجعیۃ او انت طالق کیف شئت میں یعنی تو طالق ہے جسطرح کہ تو چاہے

ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہوگی یعنے قبل مشیت عورت کے طلاق رجعی ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بدون مشیت کے طلاق نہوگی دلیل امام کی
یہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق میں یعنی رجعی یا بائن واقع کرنے میں عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان شاءت بائنۃ اوثلثا
وقع باشارتہ مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطؤۃ والابانت وبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول صوابہ بعدہ فتنبہ سو اگر کیفیت میں عورت نے
طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد میں اگر مشیت عورت کی موافق ہو ساتھ نیت
زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہو مشیت زوجہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورت میں دونون کی نیت لغو ہوگی اصل وقوع صریح کا باقی رہیگا
اگر عورت مدخولہ ہو اور اگر مدخولہ نہیں تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیت کا اور قول زیلعی اور عینی کا قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے
سو سہو ہے قلم کا ٹھیک یعنی ہے کہ بعد دخول کے رجعی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کم شئت او ما شئت لها ان تطلق باشارات فی مجلسها ولم یکن بدعیا
للضرورۃ اور اس قول میں کہ انت طالق کم شئت یا ما شئت یعنی تو طلاق ہے جتنا کہ تو چاہے یا جو بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہو طلاق دینے میں تین طلاق تک
جیسا کہ وہ چاہے اسی مجلس میں اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی میں شمار ہوگا بسبب ضرورت کے
یعنے عورت مضطر ہے تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کیواسطے اسواسطے کہ اسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اسکو تین طلاق دینا بدعت ہے وان ردت
او اتت بما یفید الاعراض ارتد لانہ تملیک فی الحال فجوابہ کذلک اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنے یون کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی یا لائی اس فعل کو کہ جو مفید ہو اعراض کا
تو امر رد ہو جائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ تملیک ہے فی الحال تو اسکا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے قال لها طلقی نفسک من ثلث ما شئت
تطلق ما دونها لا الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی
ذات کو تین سے جس قدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کمتر تین سے یعنے دو یا ایک طلاق میں وہ مختار ہے اور مانند اسی قول کے یہ قول ہے کہ اختیار کر اپنی ذات
کے واسطے تین سے جسقدر کہ تو چاہے اسواسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث میں تبعیضیہ ہے اور کہا صاحبین نے کہ من بیانیہ ہے تو اس صورت میں عورت تین طلاق
بھی دے سکیگی اور پہلا قول ظاہر ہے اسواسطے کہ من اپنے حقیقتی معنی میں مستعمل ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال انت طالق ان شئت وان لم تشائی فطلقت للحال
کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہیں تو ایک شرط پایا بلا شبہہ
ثابت ہو گیا قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینہ فانت طالق لم تطلق لانہ یجوز ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان لا تشاء وان لا تشاء
اگر کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہے اور اگر اسکو مبغوض رکھ رہی ہو اور جانتی ہو تو تو طالق ہے تو اس صورت میں عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ یہ
جائز ہے کہ عورت طلاق کو محبوب نہ رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں مشیت اور عدم مشیت عورت سے خالی ہونا جائز نہیں قال اشدکما حبا
للطلاق او اشدکما بغضا له طالق فقالت کل انا اشد حبا لم یقع لدعوی کل ان صاحبتها اقل حبا منها فلم یتم الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتون
سے کہ تم دو میں جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اسکو طلاق ہے یا یون کہا کہ تم میں جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اسکو طلاق ہے سو کہا ہر عورت نے
کہ میں زیادہ تر محبت رکھتی ہون طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک عورت کا دعوی یہ ہے کہ اسکی سوت کو کمتر حب ہے نسبت
مدعیہ کے تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنے کثرت حب کسی کی نہ ثابت ہوئی بسبب عدم تصادق آپس کے ثم التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضا او الهوی او المحبۃ
یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کامرک بیدک بخلاف التعلیق بغیرها پھر معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی مشیت پر یا ارادہ پر یا
رضا پر یا ہوا یعنے خواہش پر یا محبت پر یہ تملیک ہے جسمین تعلیق کے معنی ہین پھر جب یہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید بمجلس ہوگی مانند امرک بیدک کے
بخلاف اس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہین بلکہ خاص تعلیق ہے تو مقید بمجلس نہین واللہ اعلم بالصواب

## باب التعلیق

یہ باب ہو مسائل تعلیق طلاق مین جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اسواسطے کہ معلق مرکب ہو طلاق و شرط سے لہذا الطلاق مفرد کے بعد مذکور ہوا ہو لغۃ من علقہ تعلیقا جعلہ معلقا و شرعًا ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری تعلیق باعتبار لغت کے ماخوذ ہو علقہ تعلیقا سے عرب اس کلام کو اسوقت بولتے ہین جب کسی چیز کو کوئی معلق کرے یعنی لٹکاوے اور اصطلاح فقہ مین تعلیق عبارت ہو مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کیساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کے یعنے مضمون جزا کو مضمون شرط سے گانٹھنا اور لٹکانا اسکو تعلیق کہتے ہین چنانچہ انت طالق ان دخلت الدار تعلیق ہو اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہو یعنے طلاق کا حصول دخول دار کے حصول پر موقوف ہو اور یمین بھی مجازًا اور تعلیق کو یمین بھی مجازًا کہتے ہین وشرط صحتہ کون الشرط معدومًا علی خطر الوجود فالمحقق کان کانت السماء فوقنا تنجیز والمستحیل کان دخل الجمل فی سم الخیاط لغو اور شرط صحت تعلیق کی ہو شرط کا معدوم جائز الوجود یعنی وقت تکلم کے شرط موجود نہین لیکن موجود ہونا اسکا محال نہین تو امر ثابت الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا تنجیز ہو تعلیق نہین یعنی اگر کوئی یون کہے کہ تو طالق ہو اگر آسمان ہمارا اوپر ہو تو اسیوقت طلاق واقع ہو گی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے مین داخل ہو تو یہی تعلیق لغو ہو یعنی اگر طلاق کو امر محال پر معلق کیے تو طلاق واقع نہو گی وکونہ متصلا الا لعذر اور شرط صحت تعلیق کی ہو شرط کا متصل ہونا ہو شرط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو تنجیز ہو گی لکن بسبب عذر کے البتہ صحیح ہو گی عذر کیوجہ سے کہ کلام مشکل سے بات پوری کرتا ہو وان لا یقصد بہ المجازاۃ فلو قالت یا سفلۃ فقال ان کنت کما قلت فانت کذا تنجز کان کذا او لا اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہو کہ مرد تعلیق سے عورت کے کلام کا بدلا دینے کا قصد کرے سو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلۃ یعنی اے بے غیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر مین ایسا ہی ہون جیسا کہ تو نے کہا تو تو ایسی ہو یعنی طالق ہو تو یہ تعلیق نہین تنجیز ہو یعنے فی الحال طلاق واقع ہو گی مرد سفلہ ہو یا نہو وذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو بہ یفتی اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہو کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو ایسا کہنا کہ انت طالق ان یعنی صرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہو اس صورت میں طلاق نہ واقع ہو گی اسی روایت پر فتویٰ ہو ووجود رابط حیث تأخر الجزاء کما یاتی اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابطہ کا ہو جہان جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا رابطہ سے مراد وہ حرف جو ربط دے شرط اور جزا کو چنانچہ ف اور اذا مفاجات کا وشرطہ الملک حقیقۃ کقولہ لقنہ ان فعلت کذا فانت حر او حکما کقولہ لمنکوحتہ او معتدتہ ان ذہبت فانت طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہو خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہو یا ملک حکمی ہو اگرچہ ملک حکمی حقیقۃ نہو بلکہ حکمًا ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگرچہ تو جاویگی تو تو طالق ہو ملک حقیقی کی مثال غلام ہو اسواسطے کہ مولی غلام کی گردن کا مالک ہو اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہو اسواسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہین لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہوا اور معتدہ ملک حکمی حکما کی مثال ہو تو ملک حکمی کی دو صورتین ہین اگر نکاح بلا مانع قائم ہو تو ملک حکمی ہو حقیقۃً اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت مین ہو تو یہ ملک حکمی ہو حکمًا بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطے کہ معتدہ محل ہو طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی او الاضافۃ الیہ ای الملک الحقیقی عاما او خاصا کان ملکت عبدا او ان ملکتک لمعین فکذا او الحکمی کذلک کان نکحت امرأۃ او ان نکحتک فانت طالق وکذا کل امرأۃ یا اضافت ہو نسبت ہو ملک حقیقی کیطرف عام ہو یا خاص چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین مالک ہوا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہو یا اگر مالک ہوا تیرا کہا معین شخص سے تو تو آزاد ہو اول مثال ہو ملک حقیقی عام کی اضافت کی اور ثانی مثال ہو ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کیطرف اسیطرح یعنے حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین کسی عورت سے نکاح کرون تو وہ طالقہ ہو یا یون کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہو مثال ہو حکمی خاص کی اضافت کی اور اسیطرح کل امرأۃ انکحہا فہی طالق مثال ہو حکمی عام کی اضافت کی فیکفی معنی الشرط الا فی المعینۃ باسم او نسب او اشارۃ اور اضافت ملک کی صحت کیواسطے کافی ہین معنی شرط کے خواہ حرف شرط مذکور ہو یا نہو مگر جو عورت کہ معین ہو گئی نام یا نسب یا اشارہ کرنے سے تو وہان معنی شرط کے کافی نہین بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق مین شرط صریح کا ضرور ہو شارح نے باسم او نسب کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارح کی شرح ملتقی مین تعبیر ہوا ہو یعنی باسمہ ونسبہ تعبیر ہوا ونہایت عجیب ہو صورت تعیین با سم

له یہ طلاق ... درمختار ... (حاشیہ)

اور نسب کی یوں ہو کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے میں نکاح کرونگا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب میں پہلی اسم و نسب سے
اسکی تعلیق طلاق بمعنی شرط کے کافی نہیں بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی ولطحطاوی فلو قال المرأۃ التی اتزوجہا طالق تعلق اتزوجہا سو اگر یوں کہا کہ
جس عورت سے میں نکاح کروں وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی کیونکہ نکاح کے ہونے کے سبب یہ عورت باسم و نسب یا اشارہ معین نہیں ہے اسکی صحت تعلیق اسی شرط کے کافی ہے لو قال ہذہ
المرأۃ او التی اتزوجہا لتعریفہا بالاشارۃ فلغا الوصف اور اگر یوں کہیگا کہ ہذہ المرأۃ التی اتزوجہا طالق یعنی یہ عورت جس سے میں نکاح کرونگا طالق ہے تو پھر طلاق نہ واقع ہوگی کیونکہ
اس اضافت کے اس سے نکاح کریگا اسواسطے کہ وہ معین ہو چکی بسبب اشارہ کرنے کے تو لغو ہوگیا وصف یعنی التی اتزوجہا کہنا بیفائدہ ہوگیا اسواسطے کہ وصف معتبر تو ہے غیر معروف میں اور حاضر میں
وصف کی کیا حاجت ہے بلکہ عورت معینہ کی تعلیق اضافت میں شرط صحیح ذکر کرنا چاہیے اسطرح کہ اگر اس عورت سے نکاح کرونگا تو طالق ہے تب تعلیق صحیح ہوگی فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت
زیدا فانت طالق فنکحہا فزارت تو لغو ہوا یوں کہنا مرد کا اجنبی عورت سے کہ اگر تو زیارت یعنی ملاقات کریگی زید سے تو تو طالق ہے پھر بعد اس قول کے اس عورت سے نکاح کیا پھر
عورت نے زید کی ملاقات کی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ تعلیق کیوقت نہ ملک تھی وہ کی عورت پر اور نہ اضافت طرف ملک کے وکذا کل امرأۃ اجتمع معہا فی فراشی فہی طالق فتزوجہا لم تطلق
و مثلہ کل جاریۃ اطاہا حرۃ فاشتری جاریۃ فوطیہا لم تعتق لعدم الملک والاضافۃ الیہ اور اسیطرح لغو ہے یہ قول کہ جس عورت کے ساتھ میں جمع ہوں فرش پر تو وہ طالق ہے پھر نکاح کیا تو
نہ طالق ہوگی اسواسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہیں واسطے نکاح کے تو اجتماع فی الفراش ملک اور اضافت ملک کی وجہ نہیں ہے یہ قول ہے کہ جس لونڈی سے میں صحبت کروں وہ آزاد ہے
مسئلہ اسی طرح ہے پھر اس سے صحبت کی تو وہ آزاد نہ ہوگی بسبب نہ ہونے ملک اور بسبب نہ ہونے اضافت الی الملک کے وافادی البحران زیارۃ المرأۃ فی عرفنا لاتکون الا بعلامہ مما
یطبع عند المرء فلیحفظ اور فائدہ بیان کیا ہے بحر الرائق میں کہ عورت کی زیارت ہمارے عرف میں نہیں متحقق ہوتی مگر جبکہ عورت کے ساتھ کھانا ہو اور اسکے کھانے کو جسکی زیارت کو
گئی ہے اسکے پاس نکالے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو موجب اسکے کہ اگر عورت قرض مانگنے یا خرید فروخت کو گئی تو اسکو زیارت نہ کہینگے علمائے بھی کہا کہ اب مصر میں یہ عرف باقی نہیں ہے
کما لغا ایقاعہ للطلاق مقارنا بالثبوت الملک کانت طالق مع نکاحک و یصح مع تزوجی ایاک لتمام الکلام بفاعلہ و مفعولہ جیسا کہ لغو ہے واقع کرنا زوج کا طلاق کو اپنی ملک کے
ثابت ہونے کے متصل یعنی بمجرد ثبوت نکاح ایقاع طلاق لغو ہے چنانچہ یوں کہنا کہ تو طالق ہے اپنے نکاح کے ساتھ ہی اور ایقاع طلاق یوں صحیح ہے کہ تو طالق ہے ساتھ نکاح
کرنے میرے کے تجھکو بسبب تمام ہوجانے کلام کے اپنے فاعل و مفعول پر ہم بحر الرائق میں دونوں صورتوں میں اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ مع تزوجی ایاک میں لفظ تزوج کا اپنے فاعل اور
مفعول سے ملکر کلام کامل ہوا تو تزوج بمعنی ملک مجازًا قرار دیا گیا اور مع بمعنی بعد کے محمول ہے اور اسیلئے تصحیح کلام کے اور مع نکاحک میں فقط مفعول ہے فاعل کو نہیں تو کلام ناقص
ہوا اسواسطے مع بمعنی بعد کے محمول ہوا لیکن اس تعلیل میں مناقشہ ہے کہ اگرچہ مع نکاحک میں فاعل کو مذکور نہیں لیکن مقدر ہے اسطرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا یہاں کیا
ہے اور جبکہ فاعل مقدر ہوا تو قائم مقام ملفوظ کے ہے تو اب دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہ ثابت ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی او ورد المحتار و متکمہا یا انت
ایقاع طلاق و زوال ملک زوج کے متصل چنانچہ یوں کہنا کہ تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا یوں کہا کہ تو طالق ہے اپنی موت کے ساتھ یہ کلام لغو ہوا اسواسطے کہ حالت موت منافی ہے
ایقاع اور وقوع طلاق کی چنانچہ طلاق صریح کے باب میں یہ مسئلہ مذکور ہو چکا فائدۃ فی المجتبی عن محمد فی المضافۃ لا یقع و بہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وہو قول الشافعی و
تقلیدہ بفسخ قاض شافعی بل حکم بل افتاء عدل و بفتوتین فی حادثتین ہذا لم و لا یفتی بہ بزازیۃ فائدہ ہے منتقی کے مجتبی میں امام محمد سے روایت ہے کہ مضاف میں طلاق
نہیں واقع ہوتی یعنے تعلیق بہ اضافت ملک اسطرح کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جس عورت سے کہ نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تو بقول امام محمد نکاح کرنے کے بعد طلاق واقع ہوگی اور اسی
پر ائمہ فتویٰ دیا ہے علمائے خوارزم نے انتہی عبارۃ المجتبی اور یہی قول ہے امام شافعی کا اور فقیہ کو جائز ہے تقلید مذہب شافعی کی قاضی شافعی کے فسخ کردینے میں یعنی اگر حنفی مذہب نے تعلیق مضاف کیا
تو اسکو جائز ہے کہ مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک رجوع کرے تاکہ قاضی اس تعلیق کو فسخ کرے پھر وطی اس عورت کی بلا تردد حلال ہوگی کذا فی البحر الرائق بلکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق میں تقلید حکم
حکم اور فسخ کی بھی جائز ہے لیکن تقلید قاضی شافعی کی بالاتفاق جائز ہے اور تقلید حکم شافعی میں خلاف ہے بلکہ حنفی کو فتویٰ دینا عادل شافعی کا کافی ہے اور دو فقیہوں کے دو فتوے پر عمل
کرنا دو مقدمہ میں جائز ہے یعنے ایک شخص کو ایک مفتی نے بطلان تعلیق مضاف کا فتویٰ دیا اور اسنے اس فتوے پر عمل کیا ایک عورت سے تو اس میں پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتویٰ دیا تو وہ

شخص وہ ہے جو فتوی پر عمل کرے دوسری عورت کے حق میں نہ پہلی عورت میں اور اس مسئلہ کو دریافت کر لینا چاہیے فتوی اسپر دینا چاہیے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود
نے کہا فائدہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے حلوائی نے کہا اسکا عالم کھلے فتوی دیتے کہ جاہل لوگ ہمارے مذہب پر راہ پا ویں بحر الرائق
میں بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے زمانہ میں شیخ سعدی سے نکاح فعلی بہتر ہوا اسطرح کہ کسی عالم پاس جائے اور اپنی یمین کا ذکر کرے اپنی حاجت طرف نکل فضولی کے بیان کرے سو عالم اسکا
نکاح عورت سے کر دیوے اور شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کر دے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہو گیا اور حانث بھی نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی **ویبطل تنجیز الثلث للحرۃ والثنتین للامۃ
تعلیقہ للثلث** وما دونہا اور باطل کرتا ہے فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق میں اور دو طلاق لونڈی کے حق میں تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کمتر کو یعنی زوج نے
اول تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر اسکے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کر دیا تو اگلی تعلیق کا کچھ اعتبار نہ رہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کریگا اور اسکے
شرط تعلیق پائی جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی الا المضافۃ الی الملک کان تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی مگر اس تعلیق کو جو ملک کیطرف مضاف ہے مبطل نہیں چنانچہ سابق
میں یہ مذکور ہو چکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہے جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانت طالق یعنے جو بار کہ میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالق ہے تو تنجیز تین
طلاق کی اس تعلیق مضاف کی مبطل نہیں ہو سکتی کذا فی حاشیۃ المدنی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے کہا کہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا سو درست نہیں ہوا اسلیے کہ سابق میں یہ مسئلہ
کہیں مذکور نہیں **لا تنجیز ما دونہا** مبطل تعلیق ثلث کی نہیں تین طلاق سے کمتر کی تنجیز اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملک جان تو کہ تعلیق طلاق
کی باطل ہوتی ہے زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل ہوتی ہے بینونت کبری سے یعنے تین طلاق سے حرہ میں اور دو طلاق سے لونڈی میں پھر جب تین طلاق
کے بعد جدائی کامل ہو گئی اور حلت باطل ہو چکی تو اب وقوع طلاق کا محل باقی نہ رہا تو تعلیق بھی باطل ہو گئی اور جو حلت کہ بعد زوج ثانی کے پیدا ہوگی وہ بالفعل معدوم ہے اور
معدوم لائق اعتبار کے نہیں **فلو علق الثلث او ما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلث** ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شئی تو اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر
کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو واقع کر دیا پھر نکاح کیا اسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہوگی تعلیق مذکور تو نہ واقع ہوگا کچھ
عورت کے دخول دار سے اسواسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھ باقی نہ رہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اس تعلیق کو کچھ علاقہ نہیں **ولو کان نجز
ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ** اور اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کر دیا تو تعلیق نہ باطل ہوگی تو بالکل معلق واقع ہوگا
تعلیق اسواسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تھا بعد ایک یا دو طلاق کے کہ بدون زوج ثانی کے مطلقہ کی رضامندی سے نکاح
کر لیتا اس صورت میں تو فقط ملکیت زوج کی بسبب بینونت صغری کے زائل ہوئی تھی اور ثابت ہو چکا ہے کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہیں ہوتی پھر جب علت
باقی ہے تو تعلیق بھی باقی ہے پھر جب عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کریگی اور شرط پائی جائیگی تو جسقدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی سب واقع ہوگی خواہ ایک طلاق ہو
خواہ دو خواہ تین وہ واقع محمد بقیۃ الاولی وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور واقع کرتے ہیں امام محمد بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی ہوئی تو جسقدر ملک
اول میں عدد طلاق سے باقی رہ گئے اتنے بعد وجود شرط کے واقع ہونگے مثلاً زوج نے تعلیق تین طلاق کی دخول دار پر پھر ایک طلاق کی تنجیز کی یعنی فی الحال واقع کر دی
بعد زوج ثانی کے پھر زوج اول کے نکاح میں عورت آئی اور شرط تعلیق کی پائی گئی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر ملک اول میں دو طلاق کی تنجیز کی تھی تو ایک ہی طلاق
واقع ہوگی اسلیے کہ اتنا ہی بقیہ تھا ملک اول کا اور یہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ میں آویگا خلاصہ یہ کہ تنجیز ما دون ثلث میں باتفاق شیخین اور محمد تعلیق باطل نہیں
ہوتی لیکن فقط اختلاف ہے وقوع معلق میں شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہے اور محمد کے نزدیک جسقدر تین طلاق سے باقی رہا ہے اتنا واقع ہوتا ہے وثمرۃ فیمن علق
واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لا رجعۃ لہا خلافا لمحمد اور ثمرہ اختلاف شیخین اور محمد کا ظاہر ہوتا ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک طلاق کی
تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اسنے دو طلاق کو فی الحال واقع کر دیا پھر اس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار میں داخل ہوئی تو شیخین کے نزدیک
زوج اول کو رجعت کرنا عورت سے درست ہے اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو ہدم کر دیا گویا اسکا وجود ہی نہ تھا تو زوج اول کو ملک جدید پھر تین طلاق کا اختیار حاصل ہے پھر ایک

طلاق معلق واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اسواسطے اُسکو رجعت کا اختیار ہے بخلاف امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک زوج اول رجعت نہیں کر سکتا اسواسطے کہ
دو طلاق پہلے واقع ہو چکی تھی اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینوں طلاق پوری ہو چکیں رجعت کی گنجایش کہاں ہے کذا فی حلبی بلحاقہ مرتدا بدار الحرب خلافا لہما
اور اسیطرح باطل ہوتی ہے تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب مین مرتد ہوکر بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہین ہوتی و بفوت
محل البر کان کلمت فلانا او دخلت ہذہ الدار فمات او جعلت بستانا کما بسطناہ فیما علقناہ علی الملتقی و سیجی مسئلۃ الکوز بفروعہا اور اسیطرح باطل ہوتی ہے
تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنے قسم پورا کرنے کا مقام باقی نہ رہنے سے مثلا زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کریگی یا داخل ہوگی اُس
گھر مین تو طالق ہے پھر وہ شخص مر گیا اور وہ گھر باغ بنایا گیا تو یہ تعلیق باطل ہو گئی یعنے اگر عورت اُس باغ مین جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اس مسئلہ کو ہمنے
شرح ملتقی مین خوب واضح بیان کیا ہے اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب مین آویگا فرع مسئلۃ طریقہ شارح کا قال لزوجتہ
الامۃ ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فعتقت فدخلت لہ رجعتہا قنیۃ کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے تین بار
پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی پھر گھر مین داخل ہوئی تو زوج کو اُس سے رجعت کرنا درست ہے کذا فی القنیۃ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو طلاق سے
زیادہ اُسپر اختیار نہ تھا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار ہوا تو جب طلاق معلق
واقع ہوئین تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی ہواسطے رجعت کر سکتا ہے والفاظ الشرط اے علامات وجود الجزاء ان المکسورۃ ولو فتحہا وقع للحال
الم ینو التعلیق فیدین او لفاظ شرط کے یعنے نشانیان وجود جزا کی یعنے یہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہین نہ کہ وجود شرط کے ایک اُنمین سے ان کسرہ ہے
اور اگر زوج نے اُسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی تجنیس کہ زوج تعلیق کی نیت نکرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی
نہ باعتبار قضا کے وکذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبیۃ و اسمیۃ و بجامد وبما و قد ولن وبالتنفیس کما لخصناہ فی شرح الملتقی اور اسیطرح فی الحال طلاق
واقع ہوگی اگر عورت کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ مین اور جملہ اسمیہ مین اور جملہ فعلیہ جامدہ مین اور اُس جملہ مین جو متصل ہو ما اور قد اور لن اور تنفیس سے شارح کہتا ہے
چنانچہ ہمنے اس مقام کو ملخص کیا ہے شرح ملتقی مین ہم جملہ طلبیہ عبارت ہے امر و نہی اور تمنی اور تخصیص اور دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبہم فانہم عبادک
اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی اور ما کی مثال فان تولیتم فما سالتکم من اجر اور قد کی مثال چنانچہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ
اور لن کی مثال چنانچہ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ اور تنفیس کی مثال چنانچہ ان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ اور ان امور کی مثال نہایت طلاق کی
یون ہے ان دخلت فطالق او فانت طالق یعنی ان تطلقی او فما انت لی بزوجۃ بنیت طلاق او فقد طلقتک او فلن تکونی منی بنیت طلاق او فسوف اطلقک
شال طلبیہ　شال اسمیہ　شال فعلیہ جامدہ　مثال ما　شال قد　شال لن　شال سوف
خلاصہ یہ ہے کہ ان مواقع مین ف کا لانا واجب ہے پھر جب زوج ایسے موقع پر ف نہ لایا تو اُسنے شرط کی شرط نہ ادا کی پھر جب شرط نہ ثابت ہوئی تو تعلیق نہ ہوئی جب تعلیق نہ ہوئی
تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہان اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو دیانۃ مقبول ہوگی نہ قضاءً کما مر واللہ اعلم واذا واذا ما وکل ولم تسمع کلما الا منصوبۃ
ولو مبتدا و لاضافتہا المبنی اور الفاظ شرط سے اذا ہے اور اذا ما اور کل اور مسموع نہین یہ لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو بموجب مذہب ابن عصفور نحوی کے
بسبب اضافت ہونے کلما کے طرف مبنی کی مراد مبنی سے مفتوح ہے بدلیل اضافتہا الی المبنی ومتی ومتی ما ونحو ذلک کلو کانت طالق لو دخلت الدار تعلق بدخولہا اور
الفاظ شرط سے متی ہے اور متی ما ہے اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہے اگر داخل ہوگی گھر مین تو طلاق معلق ہوگی
عورت کے دخول پر ومن نحو من دخل منکن الدار فہی طالق فلو دخلت واحدۃ مرارا طلقت بکل مرۃ لان الدخول مضاف الی جماعۃ فاراد او عموما کذا فی العنایۃ
وہی غریبۃ وجعلہ فی البحر احد القولین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہے چنانچہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم مین سے داخل ہوگی گھر مین
وہ طالق ہے تو اگر ایک عورت اُنمین سے داخل ہوگی گھر مین چند بار تو ہر بار دخول پر داخل ہونے کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کیطرف تو

اسکا عموم ثابت ہو گیا یعنی تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوئی کذا فی الدرایہ اور یہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت کی یہ ہے کہ تکرار فعل کی لفظ کلما میں مشہور ہے اسکے غیر میں بحر الرائق
میں ہدایت نمایہ کو احد القولین ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **وفیہا کلہا تنحل** ای تبطل **الیمین** ببطلان التعلیق **اذا
وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث** لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء اور ان الفاظ شرط میں سب یمین باطل ہو جاتی ہے
یعنی بسبب باطل ہو جانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جاوے مگر کلما کے لفظ میں ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ کلما میں بعد تین بار کے یمین
باطل ہوتی ہے بوجہ اقتضا کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہے لفظ کل کا عموم اسماء کو تو اگر زوج نے کہا کہ کلما دخلت الدار فانت طالق پھر عورت داخل ہوئی گھر میں
تین بار تو وہ تین طلاق کر بائن ہو گی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آگئی اور چوتھی بار گھر میں داخل ہو گی تو کچھ واقع نہ ہو گا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کل
امرأۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے کہ میں نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو ہر عورت مطلقہ ہو گی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اسی عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہ واقع
ہو گی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسماء کو مقتضی ہے نہ عموم افعال کو **فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا**
لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ فوقوعہ واقع ہو گی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونے کے بعد اگر زوج اول اسے
نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے گو جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنی جبکہ میں تجھسے تزوج کروں تو تو طالق ہے تو اس صورت میں بعد
نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہو گی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر یعنے تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہیں تو طلاق واقع ہو گی ہر بار نکاح کرنے
سے اگرچہ ستر بار نکاح کرے ستر زوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جائیگی یعنی تزوج تو بالضرور اسکو جزا لاحق ہو گی یعنی طلاق **ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوءتہ
کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ یقع ثنتان** اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جبکہ میں تجھکو طلاق دوں تو تو طالق ہے
پھر اسکو ایکبار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہو گی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطے وجود شرط کے **ولو قال کلما وقع علیک طلاقی فکذا تقع ثلث**
لتکرار الوقوع لکنہ لا یشترط علیہ الثلث اور اگر قول میں کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنے جب تجھپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہے پھر اسکو ایک طلاق دی
تو تین بار طلاق واقع ہو گی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط
پائی گئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی بخلاف مسئلہ
سابقہ کے کہ اسمیں تکرر وقوع کی نہیں وجہ دو ہی بار واقع ہو گی نہ تین بار واللہ اعلم **وزوال الملک** من نکاح او یمین **لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ ثم نکحہا
او اشتراہ فوجد الشرط طلقت وعتق** لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا یمین باطل کرتا تعلیق
کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی
کے یا اس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا بجہت بقاء تعلیق کے بسبب باقی رہنے محل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے
عورت اور غلام ہے اور یہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق کا نہیں اس صورت میں ہے جبکہ زوال کا تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے
ہوا ہو تو بلاشبہ مبطل ہے تعلیق کا اسواسطے کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی کما مر **وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق
والا لا** اور باطل ہو جاتی ہے تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنے وجود شرط کا ملک میں ہوا ہو یا غیر ملک میں دونوں طرح تعلیق باقی نہیں رہتی لیکن اگر ملک میں
شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا اور اگر شرط ملک میں نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر میں مثلاً بعد ابانت اور انقضاء عدت کے قبل تزوج
تو عورت مطلقہ نہوگی اسیطرح غلام آزاد نہوگا اسلئے کہ جزا شرط کو لاحق نہیں ہوتی غیر ملک میں چنانچہ اسی پر شارح نے مسئلہ آیندہ کو متفرع کیا **فحیلۃ من علق الثلث بدخول الدار
ان یطلقہا واحدۃ ثم بعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا** تو حیلہ اس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دیکر چھوڑدے یہانتک

آزادی اس غلام پر معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجھکو احتلام ہوا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی مثل حیض کے کقولہ ان حضت فانت طالق و فلانۃ وان کنت تحبین
عذاب اللہ فانت کذا او عبدہ حر فلو قالت حضت و الحیض قائم فان انقطع لم یقبل قولہا زیلعی و حدادی او احب طلقت ہی فقط ان کذبہا الزوج
فان کذبہا و علم وجود الحیض طلقتا جمیعا حدادی چنانچہ یوں کہا کہ شوہر نے کہا کہ اگر تو حائض ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو خدا کے عذاب کو
دوست رکھتی ہے تو تو طالق ہے یا غلام اسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ میں حائض ہوئی اور حالانکہ حیض اس وقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہو گیا تو اسکا قول مقبول نہوگا
چنانچہ زیلعی اور حدادی میں اسکو مصرح کیا ہے یا عورت نے یوں کہا کہ مسئلہ ثانیہ کے جواب میں کہ میں عذاب کو دوست رکھتی ہوں تو فقط وہی عورت مخبرہ مطلقہ ہوگی نہ اسکی سوت اگر
زوج نے اسکی تکذیب کی اور اگر زوج نے اسکی تصدیق کی یا زوج کو اسکے حیض کا ہونا معلوم ہو گیا تو دونوں عورتیں مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینے والی اور اسکی سوت کذا فی الحدادی و فی ان
حضت لا یقع برؤیۃ الدم لاحتمال الاستمرار فان استمر ثلاثا وقع من حین رأت وکان بدعیا اور اس قول میں کہ اگر تو حائض ہوگی تو تو طالق ہے طلاق واقع نہ
ہوگی مجرد نظر آنے خون کے بسبب اس احتمال کے کہ شاید یہ استحاضہ ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تک تو طلاق واقع ہوگی اس وقت سے جب سے کہ عورت نے خون کو دیکھا اور یہ طلاق بدعی ہوگی اسواسطے
کہ حیض میں واقع ہوئی فلو غیر مدخولۃ و تزوجت آخر فی الثلثۃ ایام صح فلو ماتت فیہا فارثہا للزوج الاول ومال الثانی و تصدق فی حقہا دون ضرتہا پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو اور
نکاح کیا دوسرے زوج سے تین دن میں تو یہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر غیر مدخولہ بعد نکاح ثانی کے مرگئی تین دن کے اندر تو وراثت اس عورت کی زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ
یہ خون حیض تھا یا نہیں کیونکہ شاید تین دن سے کم بند ہو جاتا اور اگر تین دن برابر خون جاری رہا تو زوج ثانی اسکا وارث ہوگا اور تصدیق ہوگی عورت کے قول کی اسکے
حق میں نہ اسکی سوت کے حق میں کما مر و فی ان حضت حیضۃ او نصفہا او ثلثہا او سدسہا لعدم تجزیہا لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ اسم للکامل اور زوج کے اس
قول میں کہ اگر تو حائض ہوگی ایک حیض کہ یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کہ یعنے کل اور بعض حیض کہنا یکساں ہے بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض
کی تعلیق سے طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ پاک ہو جاوے عورت اس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا اور پورا ہونا بدون پاکی کے متحقق نہیں ثم انما یقبل قولہا ان لم تر حیضۃ
اخری جوہرہ پھر یہ ہو کہ قول عورت کا حیض سے ہونے میں وہاں تک مقبول ہے کہ اسنے دوسری بار حیض نہیں دیکھا کذا فی الجوہرۃ یعنی حالت حیض میں یا بعد پاک ہونے کے
حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی میں اظہار کیا تو مقبول نہوگا و فی ان صمت یوما فانت طالق تطلق حین تغرب الشمس من یوم صومہا
بخلاف ان صمت فانہ مصدق لساعۃ اور اس قول میں کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہوگی وقت غروب آفتاب کے جس دن روزہ رکھے بخلاف
اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہیں اسواسطے کہ صوم لغوی ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے قال لہا ان ولدت
غلاما فانت طالق واحدۃ وان ولدت جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول تلزمہ واحدۃ قضاء و ثنتان تنزہا ای احتیاطا لاحتمال
تقدم الجاریۃ کہا زوجہ کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایکبار طلاق ہے اور لڑکی جنی تو تجھکو دوبار طلاق ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کے بعد جنی اور معلوم نہیں کہ اول کونسا
جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اسکو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دوبار طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو و مضت العدۃ بالثانی
فلذا لم یقع شیء لان الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع اور آخر ہوگی عدت اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے
جو طلاق کہ متصل ہو انقضائے عدت کے اس سے کچھ نہیں واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فان علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحقق ولادتہما
معا وقع الثلث و تعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو کچھ کلام کی حاجت نہیں یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی
پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع
ہوگی اور اگر زوجین میں اختلاف ہوا سو عورت نے دعوی کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہیں اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ
منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونوں کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اسکی حیضوں سے ہوگی اسواسطے کہ عدت

بسبب ولادت کے منقضی نہیں ہوگی اسواسطے کہ ولادت لدین معاً شرط واقع ہوئی طلاق کی (ان قال ان ولدت غلاما فواحدة وان ولدت جارية فثنتين فولدتهما ولم يدر الاول تقع ثنتان قضاء وثلاث تنزها)
اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور پہلا ولد معلوم نہیں تو دو بار طلاق باعتبار قضا کے واقع ہوگی اور تین بار بنا بر احتیاط کے اسواسطے کہ اگر لڑکا اول یا
درمیان میں ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی ایک اسکے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر ہوگا تو دو طلاق پہلی لڑکی کے سبب ہونگی پھر باقی رہے کچھ نہ واقع ہوگا
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن النہر (ان ولدت غلامین وجاریۃ فواحدۃ قضاء وثلث تنزها) اور اگر عورت دو غلام اور جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہیں تو بنا بر قضا کے ایک طلاق
واقع ہوگی اور بنا بر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہیں تو ایک طلاق ایک غلام سے دوسرے سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہوگئی بسبب اول غلام کے
اور ولادت جاریہ سے کچھ نہ ہوگا اسواسطے کہ انقضاء عدت اسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہے یا درمیان تو تین طلاق واقع ہونگی ایک طلاق بسبب اول غلام کے اور
دو بسبب جاریہ کے تو یہ مسئلہ محتمل ہے ایک کا اور تین کا تو قضا میں اقل لازم ہوگا اور بنا بر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وہذا بخلاف ما لو قال ان کان حملک غلاما
فانت طالق واحدۃ وان کان جاریۃ فثنتین فولدتهما لم تطلق لان الحمل اسم للکل فما لم یکن الکل غلاما او جاریۃ لم تطلق اور یہ مسئلہ ولادت کا
مخالف ہے مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق
نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حمل نام ہے کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جب تمام کل حمل لڑکا یا لڑکی نہ ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب نہ پائے
جانے شرط کے وکذا لو قال ان کان ما فی بطنک غلاما فولدتهما لم تطلق لعموم ما اور اسیطرح طلاق نہ واقع ہوگی اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہے
تو تجھکو ایک طلاق ہے پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب یہ ہوا کہ جب جمیع ما فی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جاویگی
اور یہاں ایسا نہیں بخلاف ان کان فی بطنک والمسئلۃ بحالها فانها تقع الثلث لعدم لفظ العام بخلاف سابق کے یہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں
لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر عورت لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اس قول میں کوئی عام لفظ نہیں
کہ جمیع ما فی البطن مراد ہو بلکہ لفظ فی البطن کا لڑکا اور لڑکی دونوں پر صادق آتا ہے فرع مسائل الحمل شتی کے لو علق طلاقها بحملها لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین من وقت الیمین
اگر معلق کیا طلاق کو عورت کے حمل پر تو طلاق نہ واقع ہوگی یہاں تک کہ جنی دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جبکہ دو برس سے زیادہ میں ولادت ہوگی
طلاق واقع ہوگی اور اگر قبل دو برس کے یا پورے دو برس میں جنے تو طلاق نہ ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی قال
ان ولدت ولدا فانت طالق او حرۃ فولدت ولدا میتا طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پھر عورت مردہ لڑکا جنی تو وہ مطلقہ
ہوگی اور لونڈی ہے تو آزاد ہوگی اسواسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہیں بخلاف قال لام ولده ان ولدت فانت حرۃ تنقضی به العدۃ جوہرہ کہا مولی نے اپنی ام ولد سے کہ اگر تو جنے گی
تو تو آزاد ہے پھر وہ مردہ لڑکا جنی تو اسکے تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہو جاویگی کذا فی الجوہرۃ وحلبی والطحطاوی محشی شرنبلالی نے کہا کہ اس مسئلہ میں سہو واقع ہوا ہے اسواسطے کہ عدت
نہیں گزرتی مگر بعد آزاد ہونے کے اور آزادی ثابت نہیں ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے عدت منقضی ہوگی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ یہاں تو یہی ہے لیکن علت مقصود تو
یہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہو اور ولادت سے صفائی تو ثابت ہوگئی لہذا ولادت ہی پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی علق العتاق والطلاق بشیئین
حقیقۃ کشرطین او لا کان جاء زید وبکر فانت کذا یقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملک والا لا لاشتراط الملک حالۃ الحنث لنزول الجزاء
تعلیق کی عتاق و طلاق کی دو چیزوں پر حقیقۃ جیسے دو شرطیں یا حقیقۃ دو چیزیں تو نہ ہوں لیکن تعلیق ہو بسبب تکرار لفظ شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق ہے یا
دو چیزیں ہوں بدون تکرار شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہوگی اگر شرط ثانی ملک میں پائی جاوے اور
اگر شرط ثانی ملک میں نہ پائی جاویگی تو معلق نہ واقع ہوگی بسبب شرط ہونے ملک کے وقت حنث یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک ضرور ہے پھر جب شرط ثانی ملک میں
نہ حاصل ہوگی تو معلق نہ واقع ہوگی اور شرط اول کا ملک میں حاصل ہونا کافی نہیں اور یہ مسئلہ پانچ طرح ہے پہلے چار صورتوں کا محتمل ہے ایک صورت یہ کہ دونوں چیزیں ملک میں پائی جاویں

طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہ کہ دونوں چیزیں ملک میں نہ پائی جاویں اسمیں طلاق نہوگی تیسری صورت یہ کہ اول چیز ملک میں پائی گئی نہ دوسری تو اسمیں
طلاق نہوگی چوتھے یہ کہ دوسری چیز ملک میں پائی گئی نہ پہلی اسمیں طلاق واقع ہوگی حلق الثلث او العتق لامتہ بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم یجب علیہ
العقر فی المسئلتین باللبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے دونوں شرمگاہ
کے یعنے بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مرد پر عقر دونوں صورتوں میں بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی
جماع نہیں بلکہ جماع عبارت ہو ادخال سے سوا ادخال بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہیں پایا گیا ہم عقر عبارت ہو مہر مثل سے حرہ میں لونڈی میں سواں حصہ
قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسواں حصہ ولذا لم یصیر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بعد ادخال کے جماع نہیں لہذا بسبب
ٹھہرنے کے طلاق رجعی میں زوج مراجع نہوگا یعنے زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو بمجرد اس ٹھہرنے کے رجعت ثابت نہوگی
نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع نہیں کہتے اور ابو یوسف کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہو اسواسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا مس سے خالی نہیں مس
مثبت ہو رجعت کا بحر الرائق میں کہا کہ مذہب ابو یوسف کا بسبب قوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہو کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا اخرج ثم اولج ثانیا حقیقۃ او حکما
بان حرک نفسہ فیصیر مراجعا بالحرکۃ الثانیۃ ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جبکہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقۃ ہو یا اسطرح کہ آلہ تناسل کو
عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونوں طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری
حرکت کے طلاق رجعی میں اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق میں اور نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے حکم اس قول سے شارح نے
سراج الدرایہ کے اعتراض کو دفع کیا اعتراض یوں مذکور ہو کہ تعلیق عتق میں جبکہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیئے کہ مرد پر حد زنا واجب آوے اسواسطے کہ وطی لونڈی آزاد
ہوئے لونڈی کے نہ ملک میں داخل ہوئی نہ شبہ ملت میں بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہاں شبہ ملت کا موجود ہو یعنے عدت شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد
مجلس کے یہ فعل ابتدائی نہیں ہو وجہ سے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق الجدیدۃ فی قولہ للقدیمۃ ان نکحتہا ای فلانۃ علیک فہی طالق اذا
نکح فلانۃ علیہا فی عدۃ البائن لان الشرط مشارکتہا فی القسم ولم یوجد نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے سے زوج کے کہ اگر میں فلانی کی
نکاح کروں تیرے اوپر تو وہ طالق ہو جبکہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اسکی طلاق بائن کی عدت میں مثلا اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اسکی عدت میں
جدیدہ سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھ باری میں حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق
بائن کے موجود نہیں ہم عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہیں ہو اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر میں زوج نکاح کریگا تو بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر میں باری نہیں تو
عدم بقاے نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہو عدم طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نکح فی عدۃ الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدۃ ذکرہ مسکین وقیدہ فی النہر بحثا
بما اذا راجعہا والا فلا قسمۃ لہا کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی میں یا زوج نے یوں نہ کہا کہ اگر تیرے اوپر نکاح کروں بلکہ یوں
کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کروں تو وہ طالق ہو تو دونوں صورتوں میں منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اسکو مسکین نے اور نہر الفائق میں بحث
کر کے طلاق مذکور کو مقید کیا ہو قصد رجعت سے یعنے زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ
رجعت کا نہیں تو مطلقہ رجعی کی باری نہیں چنانچہ باب القسم میں اسکا بیان ہوچکا پھر جب اسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی نہوگی بسبب عدم شرط کے
ہم عنقریب گذرا کہ سفر میں باری نہیں حالانکہ وہاں بھی نکاح جائز نہیں تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق
ان شاء اللہ متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او نداء کانت طالق
بائنا او ثلثۃ او یا طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء خانیہ کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہو ان شاء اللہ ملا کر یعنے کہ ان شاء اللہ کو متصل نہ کہا

بسبب دم لینے کے یا کھانسی کے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلاپن سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہو تاکید طلاق کو یا تکمیل طلاق کو پس فاصل تاکید یا کی مثال چنانچہ انت طالق طالق انشاء اللہ اور فاصل تکمیلی کی مثال چنانچہ انت طالق واحدۃ و ثلثا اور بائنا انشاء اللہ یا بسبب فاصل کے جو مفید ہو عدد کا یا طلاق کا یا ندا کا چنانچہ مفید عدد کی مثال انت طالق بائنۃ انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انت طالق یا طالق انشاء اللہ اور ندا کی مثال انت طالق یا کلثوم انشاء اللہ سوا ان سب صورتوں میں استثنا صحیح ہے کذا فی الخانیہ یعنے بسبب انفصال مانع اتصال استثنا کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا انشاء اللہ موقع بائنا لا یقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالق رجعیا انشاء اللہ تو سمیں طلاق واقع ہو گی لفظ رجعیا کا فاصل لغو ہے اسواسطے کہ لفظ طالق خود موضوع ہو واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیا کہنا محض بیفائدہ ہوا تو مانع ہو گا صحت استثنا کو اور اگر یوں کہیگا کہ انت طالق بائنا انشاء اللہ تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ یہ فاصل لغو نہیں کہ مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہ فاصل تکمیلی ہے چنانچہ عنقریب گذرا اور لو قال رجعیا او بائنا یقع بنیۃ البائن لا الرجعی قنیہ و قواہ فی النہر اور اگر زوج نے کہا انت طالق رجعیا او بائنا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہو گی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فی القنیہ اور تقویت دی ہے روایت قنیہ کو نہر الفائق میں ہم بحر الرائق میں قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور نہر الفائق میں اسکی تقویت ہے اور درالمختار کے محشیوں نے یعنے شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی تصویب کی ہے بسبب صراحت دلیل کے یعنے جب کہ رجعی مسبب ہے طلاق کا تو نیت رجعی کی بھی سبب طلاق کی ہو گی اور جبکہ ذکر بائن سے طلاق نہیں ہو تی تو اسکی نیت سے بھی طلاق نہ واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی مسموعا بحیث لو قرب شخص اذنہ الی فمہ یسمع فیصح استثناء الاصم خانیہ استثنا متصل مسموع ہو اسطرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منہ کیطرف تو سن لے تو صحیح ہوا استثنا کرنا بہرے آدمی کا کذا فی الخانیہ یعنے جب سماع کی یہ حد ہوئی کہ دوسرا آدمی کان لگانے سے سن سکے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بھی صحیح ہو گا کہ اگرچہ وہ خود نہیں سنتا لیکن دوسرا سن سکتا ہے تو یہ قول جو مشہور ہے فقہا کا کہ مسموع قول وہ ہے جسکو آپ سنے اس سے اصم مستثنی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا یقع لا شک واقع ہو گی طلاق انشاء اللہ کہنے سے بسبب اسکے کہ زوج نے طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہیں تو ہمکو شک پڑا مشیت اور عدم مشیت میں اور نکاح ثابت ہو چکا ہے یا یقین تو طلاق نہ ثابت ہو گی بسبب شک کے وان ماتت قبل قولہ ان شاء اللہ طلاق نہ واقع ہو گی اگرچہ زوجہ مر گئی ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے یعنی زوج نے اسیقدر کہا تھا کہ انت طالق اور ہنوز انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مر گئی تو بھی طلاق نہ واقع ہو گی عدم طلاق کا ثمرہ یہ ہے کہ زوجہ غیر مدخولہ کا زوج وارث ہو گا اور اگر طلاق پڑتی تو زوج اسکا وارث نہو کذا فی حاشیۃ المدنی وان مات یقع اور اگر زوج مر گیا قبل تلفظ انشاء اللہ کے تو طلاق واقع ہو گی بسبب عدم استثنا کے عدم استثنائے زوج کا ارادہ اسطرح معلوم ہو سکتا ہے کہ زوج قبل لفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کو مذکور کیا ہو ولا یشترط فیہ القصد اور شرط نہیں صحت استثنا میں قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اسکی زبان سے انت طالق انشاء اللہ نکل گیا تو استثنا صحیح ہو گا طلاق نہ واقع ہو گی ولا التلفظ بہما اور شرط نہیں بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق و کتب الاستثناء موصولا او عکس اور ازال الاستثناء بعد الکتابۃ لم یقع عمادیہ تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثنا متصل اسکے یا اسکے بالعکس کیا یعنے طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا یا طلاق اور استثنا دونوں کو لکھا پھر استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ تلفظ مشروط نہیں کذا فی العمادیہ و لا العلم بمعناہ حتی لو اتی بالمشیۃ من غیر قصد جاہلا لم یقع خلافا للشافعی اور شرط نہیں جاننا معنی استثنا کا یہانتک کہ اگر زوج انشاء اللہ کو اپنے کلام میں بلا قصد بہ تلفظ لا کر بولا تو بھی طلاق واقع ہو گی بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک صحت استثنا میں قصد و جہل کے معنی کا علم مشروط ہے و افتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف علی شی بالطلاق و استثنی لا لعیر ظانا صحتہ بعدم الوقوع انتہی و قلت لم ارہ لاحد من علمائنا واللہ اعلم اور فتوی دیا ہے شیخ رملی شافعی نے اس شخص کے حق میں جسنے قسم کھائی کسی چیز پر طلاق کی پھر انشاء اللہ کہا قسم کھانے والے کیواسطے کوئی غیر شخص نے دراسحالیکہ قسم کھانے والا صحت استثنائے غیر کا گمان کرتا ہے فتوی یا عدم وقوع طلاق کا انتہی کلامہ یعنی اسطرح کا اس عالم کے نزدیک صحیح ہے لہذا عدم وقوع کا فتوی یا شارح کہتا ہے کہ ہمنے اپنے علماء حنفیہ سے کسیکو نہیں دیکھا جسنے اس مسئلہ کا تعرض کیا ہو واللہ اعلم مطحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء حنفیہ کا یہ ہے کہ استثنا متکلم شرط ہے تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہو گا واللہ اعلم

ولو شہد بہا وہو لا یذکرہا ان کان بحال لا یدری ما یجری علی لسانہ لغضب جاز لہ الاعتماد علیہا والا لا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہوں نے مشیت کی یعنی انشاء اللہ
کہنے کی اور زوج کو یاد نہیں ہے اسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تھا کہ نہیں جانتا تھا کہ کیا نکلتا تھا اسکی زبان سے بسبب غضب کے تو زوج کو اعتماد کرنا
شاہدوں کے قول پر جائز ہے اور اگر اسکو ایسی حالت بیخبری کی نہ تھی تو اسکو انکے قول پر اعتماد کرنا نہ چاہیے کذا فی بحر الرائق ولا یقبل قولہ ان ادعاہ وانکرتہ
فی ظاہر المروی عن صاحب المذہب وقیل لا یقبل الا ببینۃ وعلیہ الاعتماد والفتوی احتیاطا لغلبۃ الفساد خانیہ اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ
مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اسکی عورت ظاہر الروایۃ میں جو مروی ہے صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہ ہے کہ زوج کا قول مقبول نہیں ہے بدون گواہوں کے اور
اسی قول پر اعتماد اور فتوی ہے بنا بر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیہ یعنے اہل زمانہ میں بسبب شیوع فسق کے حلال حرام کی احتیاط نہیں ہے بدون
گواہوں کے قول زوج پر اعتماد نہ چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہ اگلے زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال بیان کریں کہ جاہل یا طمع و بعضے علماء طمع دنیا سے اہل کو یہ حیلہ
سکھا دیتے ہیں تاکہ طلاق واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے استغفر اللہ من شرور القضا قیل ان عرف بالصلاح فالقول لہ وبعضے علماء نے یعنے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر
میں کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح و تقوی ہو تو اسکا قول معتبر ہے علامہ خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ میں کہا کہ جب قول کی ترجیح میں اختلاف ہے تو ظاہر الروایۃ
کیطرف رجوع کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحکم من لم یوقف علی مشیتہ فیما ذکر کالانس والجن والملائکۃ والجدار والحمار کذلک اور حکم اس شخص کا
جسکی مشیت نہیں معلوم ہو سکتی امر مذکور میں یعنی تعلیق بالمشیۃ میں چنانچہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدھا ایسا ہی ہے جیسا مشیت خدا کا حکم ہے
یعنے اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تو مطلقہ ہے اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہیں یا دیوار یا گدھا چاہے تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیوں کی خواہش معلوم
نہیں ہو سکتی اسیطرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہیں ہو سکتی اور دیوار اور گدھے میں تو مطلق مشیت نہیں ہوا ایسے مراد جمیع جمادات اور گدھے سے مراد جمیع حیوانات
ولو شرک کان شاء اللہ وشاء زید لم یقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہو سکتی ہے مثلا یوں کہا کہ تو مطلقہ ہے اگر چاہے
خدا اور چاہا زید نے تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا وما وما لم اور مانند ان شرطیہ کے ہے لفظ الا وان لم واذا او
ما اور ما لم کا یعنے اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان یشاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق ان لم یشاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق اذا شاء اللہ یا یوں کہا کہ
(مگر یہ کہ خدا چاہے) (اگر خدا نہ چاہے) (جب خدا چاہے)
انت طالق ما شاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق ما لم یشاء اللہ تو ان سب الفاظ میں طلاق نہ واقع ہوگی جیسا کہ ان شاء اللہ کہنے سے نہیں واقع ہوتی ومن الاستثنا
(جو چاہا خدا نے تو) (جب تک خدا نہ چاہے)
انت طالق لولا ابوک ولولا حسنک ولولا انی احبک فلا یقع خانیہ اور استثنا میں سے یہ قول ہے کہ انت طالق لولا ابوک یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا باپ نہ ہوا وانت طالق
لولا حسنک یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا حسن نہ ہو اور انت طالق لولا انی احبک یعنی تو مطلقہ ہے اگر میں تیرا محب نہ ہوا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ یہ قول
استثنا میں اسواسطے داخل ہے کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے یعنے طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنہ سبحان اللہ ذکرہ ابن الہمام فی فتواہ اور استثنا
میں سے ہے سبحان اللہ بیان کیا ہے اسکو کمال الدین ابن الہمام نے اپنے فتوی میں یعنی اگر یوں کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے ان شاء اللہ
سے نہیں واقع ہوتی ہم سبحان اللہ یعنی استثنا ہونے کی حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہے کہ تمام غیر محشیوں کو پسند نہیں اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ
استثنا کے ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف اسکے متبادر ہوتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء اللہ وانت حر وحر
ان شاء اللہ طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثانی لغو ولا وجہ لکونہ تاکیدا للفصل بالواو بخلاف قولہ حر حر او حر وعتیق لانہ
تاکید وعطف تفسیر فیصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہے تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے اور حر ہے
اگر چاہا اللہ تعالی نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنی ثلثا اور حر لغو ہے لفظ اول سے
کچھ زیادہ فائدہ نہیں بخشا اور لفظ ثانی تاکید بھی نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ جدائی ہو گئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید میں جدائی نہیں ہوتی تو استثنا صحیح

در اختلاف ترجیح قولین رجوع بظاہر الروایۃ واجب است

بھی شرط ہو تو انت طالق فی مشیۃ اللہ بجاے انت طالق انشاء اللہ کے ہو گا لفظ علم میں فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح قدرت میں اگر نیت کی زوج نے قدرت سے صفت عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب وجود قدرت حق تعالےٰ کے یقیناً مانند علم الٰہی کے یعنے اگر یوں کہا کہ انت طالق فی علم اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ علم الٰہی اور قدرت الٰہی قطعی الوجود ہیں اور فعل علم سے کسی وقت نفی علم اور قدرت کی متصور نہیں تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ حکم مطلق گاہے شے کو مقدر کرتا ہے اور گاہے نہیں تو اس صورت میں تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **وان اضافہ الی العبد کان تملیکا فی الاربع الاول وما بمعناہا کالھویٰ والرؤیۃ وتعلیقا فی غیرہا** وہی ستہ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف فی تو تملیک ہوگی پہلے چار امور میں یعنے مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا میں اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی ہو جیسے ہویٰ بمعنی محبت اور خواہش اور رؤیت بمعنی رویت قلبی اور یہ صفت تعلیق ہوگی اُن چار کے غیر میں اور وہ چھ ہیں یعنے امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے یوں کہا کہ انت طالق فی مشیۃ زید تو یہ تملیک ہو زید کو مجلس تک طلاق کا اختیار ہوا اور اگر یوں کہا کہ انت طالق فی امر زید تو تعلیق ہو ثم العشرۃ اما ان تضاف الی اللہ او العبد والعشرون اما ان تکون بالباء او اللام او فی فھی ستون یعنی الفاظ عشرہ یا مضاف ہوں خدا کی طرف یا عبد کیطرف تو بیس ہوئے اور بیسوں تین حال سے خالی نہیں یا ساتھ بے کے مستعمل ہو یا لام کے یا فی کے چنانچہ انت طالق بعلم اللہ او لعلم اللہ او فی علم اللہ او بعلم زید او لعلم زید او فی علم زید تو یہ ساٹھ صورتیں ہوئیں اسواسطے کہ بیس کو تین میں ضرب کرنے سے ساٹھ ہوتے ہیں وفی البزازیۃ کتب الطلاق واستثنی بالکتابۃ صح اور بزازیہ میں ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہے ہم اصل عبارت سے دو صورتیں مفہوم ہوئیں ایک یہ کہ طلاق اور استثنا کو ساتھ ہی لکھ دو دوسرے یہ کہ دونوں کو ساتھ ہی لکھے پھر اگر ساٹھ کو دو میں ضرب دیجیے تو ایک سو بیس ہوا تحریر شارح نے اس سے بھی زیادہ ترقی کا ارادہ کیا لہذا کہا وعلی ما مر من العادیۃ فھی ثلثمائۃ وستون اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے اس باب میں منقول ہے گذر چکا تو ایک سو ساٹھ ہیں ہم عمادیہ میں تین احتمال ذکور ہوا ایک یہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فوراً لکھا دوسرے یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً بولا تیسرے یہ کہ استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین میں ضرب کیجیے تو ایک سو اسی ہوتے ہیں حلبی محشی نے کہا بلکہ یہاں تین سو بیس تین سو ہیں اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہو اللہ کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک خالی نہیں کہ مستعمل ہو ان شرطیہ سے یا بے سے یا لام سے یا فی سے تو اسی ہوئے بیس کو چار میں ضرب کرنے سے اور ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہیں ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونوں ملفوظ ہوں دوسرے یہ کہ دونوں مکتوب ہوں تیسرے یہ کہ طلاق ملفوظ ہوا اور استثنا مکتوب چوتھے یہ کہ طلاق مکتوب اور استثنا ملفوظ تو تین سو بیس ہوئیں اسی کو چار میں ضرب کرنے سے اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ آٹھ ہزار ایک سو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو ستر تک نوبت پہنچتی ہے وفوق کل ذی علم علیم جسکو دریافت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندھی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر کرنا تفصیل کا ضرور نہ جانا **وفی کیف شاء اللہ تطلق رجعیۃ** اور اس قول میں کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنے تو طالق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ خلاصہ میں مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہوگئی بسبب تعلیق بالمشیۃ کے تو باقی رہا انت طالق تو اسسے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **انت طالق ثلثا الا واحدۃ تقع ثنتان** اس قول سے کہ تو طالق ہے تین بار مگر ایک بار نہیں دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بلا خلاف جائز ہے اور یہاں سے بحث استثنائے تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنائے تعطیلی کے بحر الرائق میں کہا کہ استثنا دو قسم ہوا ایک استثنائے عرفی دوسرا استثنائے وضعی استثنائے عرفی مذکور ہو چکا یعنی تعلیق بالمشیۃ اور استثنائے وضعی ابتک کہ جو ہر استثنائے وضعی وہ ہے جو بعد الا یا اخوات الا کے مذکور ہوا اور یا بعد الا کا حکم میں مخالف تھا ہو یا قبل الا سے قبل الا کو مستثنے منہ کہتے ہیں اور جو مابعد الا کو مستثنے بولتے ہیں **وفی الا ثنتین تقع واحدۃ** اور اس قول میں کہ انت طالق ثلثا الا ثنتین یعنی تجھکو تین طلاق مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی **وفی الا ثلثا تقع ثلث لان استثناء الکل باطل ان کان بلفظ الصدر او مساویۃ** اور اس قول میں کہ انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق مگر تین تو تینوں طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنے منہ کے ہو یعنی مین ہو یا جو اسکے مساوی ہو اور استثنا بلفظ صدر کی مثال ابھی تم سن چکے ہو یعنے ثلث سے ثلث مستثنے ہوا اور مساوی کی یہ مثال ہے کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ وان بغیرہما کنسائی طوالق الا ہولاء او الا زینب وعمرۃ وہندۃ وصبیحۃ

ثالث کو اپنے داہنے میں اور عدد رابع کو اپنے بائیں میں اور اسیطرح لیتا جا ایک داہنے میں اور ایک بائیں میں آخر تک پھر ساقط کر بائیں ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے
اعداد سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہو تو مثال مذکور میں مستثنی اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ میں لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائیں میں لیا پھر ثالث
یعنے سات کو داہنے میں لیا اور رابع کو یعنی چھ کو بائیں میں لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے میں اور سادس یعنی چار کو بائیں میں لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے میں اور ثامن
یعنے دو کو بائیں میں لیا باقی رہا ایک اسکو داہنے میں لیا تو داہنے میں نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ پچیس ہوا اور بائیں میں آٹھ اور چھ اور چار اور دو
مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ بیس ہوا پھر بائیں ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور میں اقرار سے پانچ
درہم لازم آتے ہیں **اخراج بعض التطليقة لغو بخلاف ايقاعه** یا طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اسکے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا
واقع کرنا لغو نہیں بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہو گی چنانچہ اول باب میں گذر چکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہیں **فلو قال انت طالق ثلثا
الا نصف تطليقة وقع الثلث فی المختار** وعن الثانی ثنتان فتح تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق ہیں مگر آدھی طلاق تو قول مختار میں تین طلاق واقع ہونگی
اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ انکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مثل ایقاع کے
وفی البحر جعله انت طالق الا واحدة فيقع ثنتان انتهى ولكانه استثنى من ثلث مقدرا ور بحر میں ہے کہ اس قول میں کہ تو طالق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہونگے انتہی کلامہ تو گویا
استثنا کیا تین سے جو مقدر ہیں **سالت المرأة الطلاق فقال انت طالق خمسين طلقة فقالت المرأة ثلث تكفيني فقال ثلث لك والباقي لصواحباتك وله
ثلث نسوة غيرها تطلق المخاطبة لا غيرها** اصلا **هو المختار** لصيرورة الباقي لغوا فلم يقع بصرفه لصواحبها شئی مانگی عورت نے طلاق سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے
پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق کافی ہیں سو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور باقی تیری ساتھ والی سوتوں کے واسطے اور حالانکہ اس مرد کے تین زوجہ ہیں سوا مخاطبہ
کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہو گی نہ اسکے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب ہو جانے باقی طلقات کے لغو یعنی پچاس بعد تین کے باطل ہو گئے تو انکی سوتوں پر لغو طلاقوں کے صرف کرنے سے
کچھ نہ واقع ہو گا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **فی ايمان الفتح** ما لفظه وقد عرف فی الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار
فانت طالق وقع الثلث اقره المصنف ثم فتح القدیر کے باب الایمان میں یہ مسئلہ انہیں لفظوں سے مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اگر زوج نے کہا
کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول ایک ہی بار
ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور مصنف نے منح الغفار میں اسکو ثابت رکھا ہے باب الایمان میں ان سکنت هذه البلدة فامرأته طالق فخرج فورا فخلع امرأته ثم سكنها قبل العدة لم تطلق
بخلاف فانت طالق فليحفظ کہا اگر میں رہوں اس شہر میں تو اسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنے میری زوجہ پھر فوراً شہر سے نکل گیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اسی شہر میں آ رہا قبل گذرنے
مدت عدت کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہو گی اسواسطے کہ شرط پائی جانے کے وقت وہ عورت اسکی زوجہ نہیں کذا فی البحر یا اس مسئلہ کے یہ ہے کہ اگر کہا اپنی زوجہ
سے کہ اگر میں اس شہر میں رہوں تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اس سے خلع کیا پھر بعد اسکے شہر میں آ رہا تو مخاطبہ مطلقہ ہو گی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اس صورت میں
تعلیق ہو سکتی ہے بلا قید زوجیت نہیں بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ان تزوجتك فانت كذا لم يقع حتى تتزوجها مرتين بخلاف ما لو لم يؤخر الجزاء فليحفظ
اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تو ایسی ہے یعنے مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہو گی یہاں تک کہ اس سے دو بار نکاح کرے بخلاف اسکے وہ
صورت ہے کہ اگر جزا کو موخر نہ لاوے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان میں لاویگا دونوں شرطوں کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ
ہو گی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتك ان تزوجتك اور توسیط جزا کی مثال ان تزوجتك فانت طالق وان تزوجتك کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر ولسنة
ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بيدك ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها ولو خالعت لا لانه تنجيز للاول تعليق زوج نے
کہا کہ اگر میں تجھ سے غائب ہوں چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے پھر اسکو طلاق دی یعنی کمتر تین سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوئی اور

بعد عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی بعد اسکے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ سابق میں کو وہ ہو چکا کہ
زوال ملک سے باطل التعلیق نہیں ہے اگر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق مفوضہ کی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا پھر اختیار طلاق کا عورت کو باقی رہیگا اسواسطے
کہ تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنی تفویض منجز وام النکاح قائم ہے پھر جب تک نکاح رہا تو تفویض بھی نہ رہیگی اور شال ول التعلیق ہے تو زوال نکاح سے باطل ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی رجل دعا
للوقاع فابت فقال متی یکون فقالت غدا فقال ان لم تفعلی بالامر غدا فانت کذا ثم نسیا حتی مضی الغد لا تقع بلایا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے سو زوجہ نے انکار کیا
تو زوج نے کہا یہ امر کب ہوگا سو عورت نے کہا کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نہ کریگی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے پھر زوج اور زوجہ دونوں اسے بھول گئے یہانتک کہ کل کا
دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ بقائے تعلیق موقت ہے اسکان بر میں شرط ہے یہاں بسبب نسیان کے اُسکا وقت باقی نہ رہا اس وجہ سے تعلیق باطل ہو گئی حلف لیاتها
فالمتعلق مجامعت فجامعت ان استیقظ حنث قسم کھائی کہ عورت سے صحبت نکریگا پھر چت لیٹا سو عورت آئی اور اُسنے صحبت کی تو اگر مرد حالت جماع میں جاگتا ہے تو حانث
ہوگا ان لم اشبعک من الجماع فعلی انزالها مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھکو آسودہ کر دوں جماع سے تو تجھکو طلاق ہے تو یہ آسودگی عورت کے انزال پر موقوف ہے اسواسطے
آسودگی سے مراد کسر شہوت ہے بسبب جماع کے سو بدون انزال کے نہیں ہوتی ان لم اجامعها الف مرۃ فکذا فعلی المبالغۃ لا العدد مرد نے کہا کہ میں زوجہ سے ہزار بار جماع نکروں
تو وہ مطلقہ ہے تو یہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہے نہ اسی عدد خاص پر چنانچہ یمین کہا کہ ستر بار کثیر میں داخل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ان وطئک فعلی جماع الفرج وان نوی الدوس
بالقدم حنث دیانۃ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تیری وطی کروں تو تو طالق ہے تو یہ وطی جماع شرمگاہ پر محمول ہوا اسواسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہے اور اگر زوج
وطی سے قدم سے روندنا اور کچلنا مراد لیگا تو اسی معنی سے بھی حانث ہوگا چنانچہ جماع سے لامرأۃ جنب او حائض او نفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد ہے کہ اُسکی عورت
اسکی جنب ہے جماع سے یا احتلام سے اور دوسری حائض ہے اور تیسری نفاس والی ہے سو اس مرد نے کہا تم عورتوں میں سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہے تو نفاس والی
عورت پر طلاق واقع ہوگی وفی اخبثکن حیضًا علی الحائض او وان کرہ خبثو کہا ان عورتوں میں کہ تم میں سے اخبث کو طلاق ہے تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ذکر کرنے میں حیض
اخبث اور معیوب ہے نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لی الیک حاجۃ فقال المرأۃ طالق ان لم اقضہا فقال ہی ان تطلق امرأتک فله ان لا یطلقہا مثلًا زید نے کہا
خالد سے کہ میری کچھ حاجت ہے تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر میں تیری حاجت کو پوری نہ کروں سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہے کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے
تو خالد کو طلاق نہ دینا جائز ہے کیونکہ اُسکی تصدیق نکرے اسواسطے کہ احتمال دروغ گوئی زید کا ممکن ہے شاید کہ اسکی حاجت کچھ اور ہو جب یہ دیکھا کہ قسم کھا بیٹھا تو زوج یا زوجہ کی ضرر رسانی
کیواسطے یوں اظہار کیا علاوہ اسکے جب زوج اور زوجہ میں وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہے تو اُسی کے ساتھ بطریق اولیٰ معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابہ
ان لم اذہب بکم اللیلۃ الی منزلی فامرأتہ کذا فذہب بہم بعض الطریق فاخذہم العسس لا یحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے کہ اگر میں نہ لیجاؤں تمکو آج کی رات اپنے گھر تک
تو اُسکی عورت مطلقہ ہے سو انکو لیچلا تھوڑی سی راہ تو پکڑا اُسکو کوتوال نے اور قید کر رکھا سب اُسکے گھر تک نہ پہونچ سکے تو وہ شخص حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق
لیجانے کی تھی نہ گھر میں داخل کرنے کی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحریقها لا یحنث کہا زوج نے زوجہ کو کہ اگر تو گھر سے نکلیگی بدون حکم میرے تو تو طالق ہے
پھر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گھر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال ہے خوف انہدام اور خوف غرق اور خوف ڈوبنے کا اسواسطے کہ بلائے عظیم میں ضرر ہے اور ایسے امور عرفًا
یمین سے مستثنے ہوتے ہیں حلف لا یرجع ثم رجع لشئ نسیہ لا یحنث قسم کھائی شہر یا گھر سے نکلتے کہ نہ پلٹیگا پھر پلٹا کسی بھولی چیز کے لینے کیواسطے تو حانث نہوگا ان لم تجی بفلان
او ان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر بنفسہ او اخذ الثوب قبل دفعہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو فلانے شخص کو نہ لا دیگی
تو تو طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پھیر دیگی تو تو طالق ہے پھر فلانا شخص خود آ گیا دوسری طرف سے یا زوج نے فورًا اپنا کپڑا لے لیا عورت کے
دینے سے پہلے تو حانث نہوگا کذا ان لم ادفع الیک الدینار الذی علی الی راس الشہر فکذا فابراتہ قبل الشہر بطل الیمین اسیطرح حانث نہوگا اس قول میں کہ زوج
نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھکو نہ دوں وہ اشرفی جو مجھپر قرض ہے فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہے پھر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کر دی اس مہینے کے آنے سے پہلے تو یمین

میرے گھر میں آتا ایسا ہوگا پھر اُسکے باپ نے اُسکو بہیج دیا تو ان سب صورتوں میں وہ حانث ہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ مقید کرنا اور منع کرنا اکراہ ہو یعنے زبردستی ہو اور اکراہ کی تاثیر
فعل میں ہوتی ہے نہ عدم فعل میں اور ان مسائل میں تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو اسمیں اکراہ کی تاثیر نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف لا اسکن فاغلق لہا بالباب تنبیہ لا یحنث فی مسئلۃ
بخلاف اس مسئلہ کے کہ کہا میں نہ سکونت کرونگا اس گھر میں پھر دروازہ بند کرلیا گیا یا اُس شخص کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں تو حانث نہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ شرط حنث کی
فعل ہے یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ الاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث حنث فی العدمی لا الوجودی شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں
کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ حانث ہونے اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانے والا عاجز ہو شرط حنث سے تو حانث ہوگا امر عدمی میں نہ امر وجودی میں یعنی جب قسم ٹوٹتا متعلق
عدم شے پر نہ وجود پر چنانچہ عدم صعود اور عدم فہما مسائل سابقہ میں تو عاجز ہونے سے حانث ہوگا اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مترتب ہو چنانچہ دخول اور خلاف سکونت لا اسکن میں
تو بسبب عاجز ہونے کے حانث نہوگا قال فی النہر ومفادہ یحنث فیمن حلف لیؤدین الیوم دینہ فعجز لفقرہ وفقد من یقرضہ خلافا لما بحثہ فی البحر فتدبر کہا نہر الفائق میں مستفاد ہوتا ہو اس اصل سے
حانث ہونا اُس شخص کا جس نے قسم کھائی کہ ضرور ادا کرونگا آج کے دن اپنے قرض پھر عاجز ہو گیا بسبب اپنی محتاجی کے اور نہ ملنے ایسے شخص کے جو اسکو قرض دے بخلاف اُس بحث کے جو بحر الرائق میں ہے
سو خوب تامل کر اس مقام میں ہم قائل اس کلام کے یہ بسبب عجز کے اسواسطے حانث ہو کہ شرط حنث کی امر عدمی ہے یعنے عدم ادا کے اور بحر الرائق میں کہا کہ تنبیہ میں ثابت ہے کہ جب عاجز ہو من علیہ سے
ہوا وہ میعاد تک تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور میں جب ادا سے عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنے جب یمین باطل ہوئی تو حانث بھی نہوگا انتہی کلام جانا کہ
قول تنبیہ کا مطلق نہیں بلکہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ شرط حنث کی وجودی ہو اور یہاں عدمی ہے صاحب نہر نے کہا کہ تنبیہ لائق اہتمام ہے تو یہاں غور کرنا چاہیے

## باب طلاق المریض

یہ باب ہے طلاق مریض کے احکام میں جبکہ مصنف نے طلاق تندرست سے اور اقسام طلاق سے یعنے تنجیز اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فراغت پائی تو طلاق مریض کی شروع
کی عنوان لیا حالانکہ مصنف نے شروع اس باب کو طلاق مریض سے تعبیر کیا اسلیے کی حالت کہ یہی مقصود بالذات ہیں احکام مریض کے بیان کرنا اور مقصود یہ ہے کہ باب میں بیان کا
الفار لفرارہ من ارثہا فیرد علیہ قصدہ الی تمام عدتہا وقد یکون الفرار منہا کما سیجی اور طلاق دینے والے مریض کو فار بھی کہتے ہیں یعنے بھاگنے والا اسلیے کہ بھاگنے کے عورت کی ورثت
سے یعنے مرض الموت میں اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ اُسکے مال کی وارث نہو تو مردود ہوگا اُسپر ارادہ اُسکا تا عدت تک یعنے اُسکے قرار کا اثر نہوگا عورت عدت تک اُسکی
وارث ہوگی اور کبھی فرار عورت کی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی باب میں اسکا ذکر بھی آویگا من غالب حالہ الہلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجز بہ عن اقامۃ مصالحہ
خارج البیت ہو الاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانہ وفی حقہا ان تعجز عن مصالحہا داخلہ کما فی البزازیۃ جو شخص کہ غالب حال
اُسکا ہلاکی ہو مرض سے یا غیر مرض سے اس طرح پر کہ توڑ دیا اور لیٹا دیا اُسکو بیماری نے تا کہ عاجز ہو گیا اُسکے سبب اپنے مصالح کی ادا سے گھر کے باہر یعنے بیماری کے
باہر کے کاروبار ضروری نہیں کرسکتا یہی قول تعریف مریض میں اصح ہے چنانچہ عاجز ہو جانا فقیہ کا مسجد کو جانے سے اور عاجز ہونا بازاری کا اپنی دکان کو جانے سے اور
عورت کے حق میں حد مرض کی یہ ہے کہ وہ عاجز ہو جائے گھر کے اندر کے کاروبار سے یعنے پکانا اور گھر کے جھاڑنے سے کذا فی البزازیۃ ومفادہ انہا لو قدرت علی نحو الطبخ دون صعود السطح
لم تکن مریضۃ قال فی النہر وہو الظاہر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چھت کے چڑھنے پر تو وہ مریض نہوگی نہر الفائق میں کہا کہ یہی
قول ظاہر ہے قلت وفی آخر وصایا المجتبی المرض المعتبر المضنی المبیح لصلوۃ قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح ثم رمز ان حد التطاول
سنۃ انتہی میں کہتا ہوں کہ مجتبی کی کتاب الوصایا کے آخر میں یوں ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے وہ بیماری ہے جس سے مباح ہو جاوے نماز پڑھنا بیٹھکر اور
جسکو بیماری نے بٹھلا دیا اور جسکو فالج کی بیماری ہو یعنے آدھا دھڑ رہ گیا ہو اور جسکو سل کی بیماری ہے جبکہ وہ بیماری پرانی ہو جاوے اور اُسکو بستر پر نہ ڈالے تو یہ تینوں بالکل
مانند تندرست اور صحیح کے ہیں پھر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبی فتاوے میں حد تطاول کی شیخ تمرتاشی سے منقول ہے
اور واقعات میں شمس الدین سرخسی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد ما دام یزداد کالمریض تنبیہ میں ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد

یہ بیماریاں بڑھتی جاتی ہوں یا مندمل رہیں جیسے دق تھا وہی حال گیری میں ہو کہ جب ان بیماریوں پر مرض کی ترقی ہو تو مریض کے حکم میں ہوگا اور جب ترقی موقوف ہوگئی تو صحیح ہیں
او بارز رجلا اقوی منہ او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینۃ او افترسہ سبع وبقی فی فیہ فار بالطلاق خبر من بانہ کی کا اصطلاح
ہو کر جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنے کے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار ہونے یا باقی رہ گیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختوں سے یا پکڑا ہو
اسکو درندہ جانور نے اور اسکے منہ میں بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ عورت کا حق اسکے مال میں متعلق ہو چکا شارح کہا کہ
فار بالطلاق خبر ہے من غالب حالہ الہلاک کی یعنی جس پر ظن غالب ہلاکی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوی کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ ہے وہ فار ہو ولا یصح تبرعہ الا من الثلث
اور صحیح نہیں تبرع فار کا مگر تہائی مال سے تبرع سے مراد عقود غیر لازمہ جیسے وقف یا نکاح کیا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانہا وہی من اہل المیراث علم باہلیتہا ام لا کان
اسلمت او عتقت ولم یعلم سو اگر فار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تھی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تھی خواہ زوج اسکی اہلیت کو جانتا ہو یا نجانتا ہو جیسا کہ اسکی زوجہ
کتابیہ مسلمان ہوگئی یا اسکی زوجہ لونڈی تھی آزاد ہوگئی اور زوج کو اسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہ ہو طائعا بلا رضاہا فلو اکرہ او خشیت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی
بدون رضامندی زوجہ تو اگر طلاق بائن بزبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا کہ عورت راضی ہو گئی اپنی طلاق سے تو وارث نہوگی اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع
کیا مراد نہیں کن خیر دیکھا اکراہ معطل ہو وراثت کا اسواسطے کہ اکراہ میں عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی لہذا مترجم نے ترجمہ میں اکراہ زوجہ کی قید بڑھا دی
ولو اکرہت علی رضاہا او جامعہا ابنہ مکرہۃ ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اسکے راضی ہونے پر یعنی عورت سے بزبردستی طلاق کا سوال کرایا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے
صحبت کی تو عورت وارث ہوگی اسواسطے کہ جبر میں رضامندی نہیں ہے وہو کذلک ای بالحال و مات فیہ فلو صح ثم مات فی عدتہا لم ترث وجاز لانکر زوج طلاق دینے والا ایسی
بیماری میں حال ہے بنا رہا اور اسی مرض میں مر گیا اور اگر زوج بعد طلاق کے تندرست ہوگیا پھر زوجہ کی عدت میں مر گیا تو زوجہ وارث ہوگی اسکی بذلک السبب تہ او بغیرہ کان قتل
المریض او بموت بجہۃ اخری فی العدۃ المدخولۃ ورثت ہی منہ لا ہو منہا لرضاہ باسقاط حقہ اسی مرض کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اور سبب جیسے مریض قتل کیا جائے
یا کسی اور جہت سے مر جاوے عدت میں عورت کی قید مدخولہ کیواسطے ہے تو مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت اول مر گئی تو زوج اسکا وارث نہوگا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے
اسقاط حق سے ہر حق میں لفظ ورثت کا جزا ہے شرط کی یعنی فلو ابانہا کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر جاویگا
تو عورت مطلقہ اسکی وارث ہوگی موت اسکی اسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکل گئی اسواسطے کہ ہر چند اسپر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث نہیں
ہوتی وعند احمد ترث بعد العدۃ ما لم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک وہ مطلقہ وارث ہوگی بعد عدت کے بھی جب تک دوسرے زوج سے نکاح نہ کرے اور یہی مذہب ہے
اسحق اور ابن ابی لیلی کا اور امام مالک کے نزدیک اگر دوسرے زوج سے نکاح کریگی تو بھی وارث ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ترث طالبۃ رجعیۃ او طلاق فقط طلقت
بائنا او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی یحل وطیہا ویتوارثان فی العدۃ مطلقا اور اسیطرح وارث ہوگی رجعی طلاق مانگنے والی یا فقط طلاق کی مانگنے والی جو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق
بائن کی یا تین طلاق کی اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی یہاں تک کہ وطی اسکی حلال ہے اور جبکہ ہر ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں عدت کے اندر ہر طرح سے یعنی خواہ صحت میں
طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری میں اگر عدت منقضی ہوگئی تو نکاح زائل ہوگا وتکفی اہلیتہا للارث وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کیواسطے زوج
کی موت کیوقت بخلاف بائن کے کہ اسمیں طلاق اور موت دونوں وقتوں میں اہلیت ارث کی مشروط ہے وکذا ترث مبانۃ قبلت او طاوعت ابن زوجہا لمجیء الحرمۃ بالبینونۃ اور اسیطرح وارث
ہوگی مطلقہ بائنہ جسنے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا بخوشی اس سے ہم صحبت ہوئی بواسطے آنے حرمت کے بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کیطرف سے ہوئی
نہ زوجہ کیطرف سے تو تقبیل یا وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی نہوگی ومن لاعنہا فی مرضہ او آلی منہا مریضا کذلک ای ترث اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری
میں یا ایلا کیا اس سے حالت بیماری میں اسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت وارث ہوگی زوج کی چنانچہ اسکی وجہ گذر چکی یعنی فرقت مرد کیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے وان آلی
فی صحتہ وبانت بہ ای بالایلاء فی مرضہ او ابانہا فی مرضہ فصح فمات او ابانہا فارتدت فاسلمت فمات لا ترث لانہ لا بد ان یکون المرض الذی طلقها

فیہ مرض الموت فا فوا صح نعم ابدا لم یکن مرض الموت اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت میں اور جدا ہو گئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلاء کے اُسکے مرض میں تو
وارث نہوگی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری میں پھر عورت مرتد ہو گئی پھر اسلام
لائی پھر زوج مرگیا عدت میں تو عورت وارث نہوگی زوج کی در صورت صحت ہو اسطے وارث نہوگی کہ وراثت مطلقہ میں یہ ضرور ہے کہ جس مرض میں زوج نے اسکو
طلاق دی ہو وہ مرض الموت ہو پھر جبکہ بعد مرض کے وہ تندرست ہو گیا تو ظاہر ہو گیا کہ وہ مرض جس میں طلاق واقع ہوئی مرض الموت نہ تھا ولا بد فی البائن ان تستمر اہلیتہا للارث
من وقت الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او عتقت لم ترث اور در صورت ارتداد ہو اسطے وارث نہوگی کہ ضرور ہے طلاق
بائن میں کہ اہلیت وراثت کی عورت میں برابر ثابت رہے طلاق کے وقت سے موت کے وقت تک یہاں تک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کے وقت پھر اسلام لائی کتابیہ
یا آزاد کیجا وے مملوکہ تو وارث نہوگی اسواسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک ثابت نہیں تھی دونوں میں اہلیت وراثت کی بالاستمرار ثابت ہوئی اسواسطے کہ کفر
اور مملوکیت مانع ہے وراثت کی کما لا ترث لو طلقہا رجعیا او لم یطلقہا فطاوعت ای قبلت ابن الزوج الفرقۃ منہا چنانچہ عورت وارث نہیں ہے اگر زوج اسے
طلاق رجعی دی یا نہ دی پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہوگی کہ فرقت اُسکی طرف سے آئی او ابانہا بامرہا قیدیۃ لانہا
او ابانت نفسہا فاجاز و رثت عالوا جازت قنیۃ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اسکے کہنے سے تو وارث نہوگی اسکے مصنف نے امر عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی
ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا اپنے مرض میں تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت پر عمل کرنے سے کذا فی القنیۃ یعنی اس صورت میں زوال نکاح مرد کی اجازت سے ہوا
نہ عورت کی طلاق پر اوختارت نفسہا لو بلوغ و عتق و جب و عنۃ لم ترث لرضاہا یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار کیا
اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی اور زوج کو مقطوع الذکر ہونے کے اور نامرد ہونے کے ہو وارث نہوگی اپنی رضامندی کے سبب یعنی ان سبب تو نہیں عورت نے
جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث نہوگی ولو کان الزوج محصورا او فی صف القتال و مثلہ حال فشو الطاعون شاہ او قائما بمصالحہ خارج البیت
مشتکیا امر الرا و محموما و محموسا یقصہما صلح و رجم لا ترث لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج بقید ہو یا صف قتال میں ہو اور یہی حال ہے کثرت وبا کا کذا فی الشامی
یا کہ زوج گھر کے باہر کا روبار ضروری کرتا ہو حالت درد مندی یا کہ زوج کو تپ آتی ہو یا کہ محبوس ہو بعلت قصاص یا رجم کے تو عورت وارث نہوگی اگر ان حالات میں
مطلقہ ہوئی اور زوج مدت میں مر گیا بسبب غلبہ سلامتی کے ان حالات میں الحامل لا تکون فارۃ الا فی حال المخاض ہو الطلق لانہا حینئذ کالمریضۃ وعند مالک
اذا اتم لہا ستۃ اشہر و حاملہ فارہ نہیں ہوتی مگر وقت لاحق ہونے درد کے اسلئے کہ وہ اس وقت میں بمنزلہ مریضہ کے ہے یعنی گھر کا کام نہیں کر سکتی اور امام مالک کے نزدیک جبکہ اُسکو چھ مہینے
پورے ہو جاویں تب فارہ ہوتی ہے ہم مخاض یعنی طلق ہے یعنی درد زہ او علق المریض طلاقہا البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین لو ولدہا منہ او بمجیء الوقت و الحال ان
التعلیق و الشرط فی مرضہ او علق طلاقہا بفعل نفسہ و ہما ای المرض و الشرط فقط فیہ او علق بفعلہا و لا بد لہا منہ طبعا او شرعا کاکل و کلام ابوین
و ہما فی المرض او الشرط فیہ فقط ورثت لفرارہ جبکہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ
سوا ہو اگرچہ وہ شخص عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر مثلا ابتداء محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی اور محرم کا آنا اسکی بیماری میں
ہوئی یا معلق کیا اسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق اور فعل ذات مرض میں ہوئی یا فقط شرط مرض میں ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر
اور حالانکہ اس فعل سے عورت کو چارہ نہیں یعنی ضروری ہے خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ سے بات کرنا اور حالانکہ دونوں
یعنی تعلیق و شرط مرض میں ہوئی یا فقط شرط مرض میں ہوئی تو ان سب صورتوں میں عورت وارث ہوگی بسبب فرار زوج کے و منہا فی البدائع ان لم اتزوج علیک
فانت طالق ثلثا فلم یفعل حتی مات ورثتہ و لو ماتت ہی لم یرثہا اور از قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع میں ہے کہ اگر میں تجھکو طلاق ندوں یا تیرے اوپر دوسرا نکاح نکروں تو تجھکو
طلاق ہے تین بار پھر زوج نے اسکو کیا یعنے تطلیق یا تزوج نکیا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو عورت اُسکی وارث ہوگی اور اگر اس صورت میں عورت مرگئی تو زوج اسکا وارث نہوگا اسواسطے

کہ بسبب تعلیق کے طلاق واقع ہو اور زوج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا **وفی غیرہا لا ترث وہو ما اذا کان فی الصحۃ او التعلیق فقط او بفعلہا ولہا منہ بد** اور ان صورتوں کے غیر میں وارث نہوگی اور وہ غیر وہی ہے جبکہ تعلیق اور شرط دونوں صحت میں ہوں خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج یا زوجہ کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت میں ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اسکو لابد نہیں خواہ تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوں خواہ تعلیق صحت میں ہو اور شرط مرض میں **وجملہا ستۃ عشر لان التعلیق اما بمجیٔ وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا وکل وجہ علی اربعۃ لان التعلیق والشرط اما فی الصحۃ او فی المرض او احدہما وقد علم حکمہا** حاصل اسکا یہ ہے کہ سولہ صورتیں ہیں اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہ چار صورتیں ہوئیں اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت میں ہیں یا مرض میں یا ایک صحت میں اور دوسرا مرض میں یعنے تعلیق صحت میں اور شرط مرض میں یا شرط صحت میں اور تعلیق مرض میں تو یہ سولہ صورتیں ہوگئیں چار کو چار میں ضرب کرنے سے اور تحقیق معلوم ہو چکا حکم ہر صورت کا کہ چھ صورتوں میں عورت وارث اور دس صورتوں میں نہیں ہم تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام کی یوں ہے پہلی صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور تعلیق اور فعل اجنبی مرض میں ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہ کہ تعلیق اور فعل دونوں صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۳ صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو بھی وارث نہوگی ۴ یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہوگی ۵ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی ۶ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۷ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت میں ہوئی اور شرط مرض میں تو وارث نہوگی ۸ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہوگی ۹ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی ۱۰ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۱۱ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث ہوگی ۱۲ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث نہوگی ۱۳ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۱۴ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۱۵ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث نہوگی ۱۶ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **قال لہا فی صحتہ ان شئت انا وفلان فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لا ترث** کہا زوج نے زوجہ سے اپنی صحت میں اگر میں چاہونگا اور فلانا شخص چاہیگا تو تو طالق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ ہی یا اول زوج نے چاہا بعد اسکے اجنبی نے پھر زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی **وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیۃ والفرق لا یخفی اذ بمشیۃ الاجنبی اولا صار الطلاق معلقا علی فعلہ فقط** اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیۃ اور فرق دونوں صورتوں میں پوشیدہ نہیں اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اسمیں مشیت زوج کی جزو علت کی نہ تمامی علت کی **تصادقا ای المریض مرض الموت والزوجۃ علی ثلث فی الصحۃ وعلی مضی العدۃ ثم اقر لہا بدین او عین او اوصی لہا بشیٔ فلہا الاقل منہ ای مما اقر او اوصی ومن المیراث** المستمد مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضاء عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوا نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کیواسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنے اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہو میراث سے تو اقرار یا وصیت ہی کا مال عورت پاویگی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہو اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کمتر مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اسکے واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق میں صحیح نہیں اور احتمال ہے کہ زوجین کی محبت سے زوج اسکے موافق ہوگیا ہو اور قدر میراث میں کچھ تہمت نہیں لہذا کمتر مال عورت کیواسطے مقرر ہوگیا **والعدۃ من وقت الاقرار** یعنی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتویٰ ہے

ولو مات بعد مضيها فلها جميع ما اقر او اوصى عمادية اور اگر مرگیا زوج بعد انقضاے عدت کے تو تمام اقرار سے تو عورت سب اس مال کو پاوے گی جسکا زوج نے اقرار کیا یا وصیت کی کذا فی العمادیہ ہوا سطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نہیں رہی ہو گئی تو اقرار یا وصیت اُسکے حق میں صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و لو لم يكن مريضا صح اقراره و وصيته و لو كذبته لم يصح اقراره شرح مجمع اور اگر تصادق ور اتفاق زوجین بغیر زوج کے مرض الموت میں نہو تو صحیح ہوگا اقرار اسکا اور وصیت اسکی اور اگر زوج نے صحت میں عورت کی طلاق اور انقضاے عدت کا کیا اور عورت نے اُسکی تکذیب کی تو صحیح ہوگا اقرار اسکا کذا فی شرح المجمع اور اسیطرح وصیت بھی صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی و فی الفصولین و عن تلبیس مريضا انه ابانها فجحد و احلفه القاضي فحلف ثم صدقته و مات ترثه لو صدقته قبل موته لا لو بعده اور فصولین میں ہے کہ دعوی کیا عورت نے زوج پر اسکی بیماری کی حالت میں کہ اُسنے عورت کو طلاق بائن دی سو زوج نے اُسکا انکار کیا اور قسم لی اُس سے قاضی نے سو اُسنے قسم کھائی طلاق نہ دینے پر پھر عورت نے عدم تطلیق میں زوج کی تصدیق کی اور زوج مرگیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اُسنے تصدیق زوج کی اُسکے مرنے سے پہلے اور اگر اُسکی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث نہوگی کمن طلقت ثلثا بامرها في مرضه ثم اوصى لها او اقر فلها الاقل مسئلة تصادق کا حکم مانند اُس عورت کے ہے جو مطلقہ ہوئی تین طلاق کر اپنے امر سے زوج کی بیماری میں بعد اسکے زوج نے اُسکے واسطے وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کو کمتر مال ملیگا یعنی اگر وصیت کمتر از میراث ہے تو وصیت کا مال پاویگی اور اگر میراث کمتر از وصیت ہے تو میراث پاویگی قال صحيح لامرأتيه احديكما طالق ثم بين الطلاق في مرضه الذي مات فيه في احديهما صار فارا بالبيان فترث منه كافى مفاده انه لو حلف بحيا و حنث مريضا فبينه في احديهما صار فارا و لم اره شرنبلالیہ کہا ایک تندرست نے اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے طالق ہے پھر طلاق کی تصریح اور تعیین کر دی ایک عورت میں اپنے مرض کے اندر جسمیں مرگیا تو ہو گیا زوج فار بسبب بیان کے تو عورت اُسکی وارث ہوگی کذا فی الکافی اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کھائی یعنی تعلیق کی زوج نے صحت میں اور حانث ہوا یعنی شرط واقع ہوئی مرض میں پھر تعلیق مبہم کا بیان کر دیا ایک عورت میں تو زوج فار ہوگا اور اس مسئلہ قسم کو کتب فقہ میں میں نے نہیں دیکھا کذا فی النهر الفائق و لا يشترط علمه اي الزوج باهليتها اي المرأة للميراث فلو طلقها بائنا في مرضه فكان سيدها اعتقها قبله او كانت كتابية فاسلمت و لم يعلم كان فارا فتح و ظهيريه اور شرط نہیں علم زوج کا ساتھ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں درحالانکہ عورت کے مالک نے اسکو آزاد کیا تھا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تھی سو مسلمان ہو گئی اور زوج کو اسکی آزادی یا اسلام کا علم نہو تو بھی زوج فار ہوگا تو عورت اسکی وارث ہوگی کذا فی الظهيرية بخلاف ما لو قال لامته انت حرة غدا و قال الزوج انت طالق ثلثا بعد غد ان علم بكلام المولى كان فارا و الا لا ترث خانيه بخلاف سابق کے یہ صورت ہے کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے کل اور اُس لونڈی کے زوج نے کہا کہ تجھکو تین بار طلاق ہے پرسوں اگر زوج کو کلام مولی کا علم ہوا تو فار ہوگا یعنی وہ وارث ہوگی اور اگر اُسکو کلام مولی کا علم نہو تو عورت وارث نہوگی کذا فی الخانیہ سو اسلئے کہ وقت تعلیق طلاق کے اسکو علم نہ تھا تو ابطال حق کا قصد اسکی طرف سے ثابت نہوا اگرچہ عورت اہل میراث کی ہو چکی تھی قبل نزول طلاق کے و لو علقه بفعلها او بمرضه او وكله به صحيحا فاوقعه حال مرضه فارا و لعلى عزل كان فارا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی وجہ کی تطلیق پر اپنی حالت صحت میں پھر وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری میں واقع کیا حالانکہ زوج قادر تھا وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج فار ہوگا تینوں صورتوں میں عورت وارث ہوگی و لو باشرت المرأة سبب الفرقة و هي مريضة و ما تت قبل انقضاء عدتها ورثها الزوج كما اذا وقعت الفرقة بينهما باختيارها نفسها في خيار البلوغ و العتق او تقبيلها ابن زوجها او زوجها و هي مريضة لانها من قبلها و لذا لم يكن طلاقا اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کے سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تھی اور مرگئی قبل اپنے انقضاے عدت کے تو زوج وارث ہوگا چنانچہ جسوقت فرقت واقع ہوئی دونوں میں بسبب اختیار کرنے عورت کے اپنی ذات کو خیار بلوغ میں اور خیار عتق میں یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے عورت کے ابن زوج کا یا اسکی مطاوعت سے اپنی بیماری کی حالت میں زوج باوجود جدائی کے اسواسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل میں فرقت عورت ہی کی طرف سے ہوئی اور اسیواسطے یہ جدائی طلاق نہیں کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہیں بلکہ یہ جدائی فسخ ہی بخلاف وقوع الفرقة بينهما بالجب و العنة و اللعان فانه لا يرثها على ما في الخانية و الفتح

عن الجامع وجزم به فی الکافی قال فی البحر فکان هو المذهب لانها طلاق وکانت مضافة الیه وقیل لا قال الزیلعی هو کالاول فیرثها بخلاف واقع ہونے فرقت کے
دونوں میں بسبب مقطوع الذکر ہونے کے اور نامردی اور لعان کے کہ ان صورتوں میں زوج وارث ہوگا زوجہ کا بنابر روایت خانیہ وفتح القدیر کے جامع اور
عدم وراثت پر یقین کیا ہے کافی میں بحرالرائق میں کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اسواسطے کہ یہ فرقت طلاق ہے تو زوج ہی کیطرف منسوب کیا گیا اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ فرقت
بھی مثل پہلی فرقت کے ہے تو زوج اس فرقت میں بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہے ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت بدار الحرب
فان کانت الردة فی المرض ورثها زوجها استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور دارالحرب میں جا ملی تو اگر ارتداد اسکا مرض میں ہوا تھا تو زوج اسکا وارث ہوگا
باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہے عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر میں وراثت نہیں ہے الا بان ارتدت فی الصحة لا یرثها بخلاف ردته فانها فی حکم
مرض موته فترثه مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت ورثته والا لا خانیة اور اگر عورت بیماری میں مرتد نہیں ہوئی اس طرح کہ صحت میں مرتد ہوئی تو زوج
اسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجائے اسکے مرض الموت کے ہے اسواسطے کہ مرد اگر ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل ہوتا ہے
تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری میں مرتد ہوا خواہ صحت میں اور اگر زوج اور زوجہ دونوں ساتھ مرتد ہوئے پھر اگر عورت مسلمان
ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا فی الخانیة قال آخر امراة اتزوجها طالق ثلثا فنکح امراة ثم اخری ثم مات
الزوج طلقت الاخری عند التزوج ولا یصیر فارا اتفاقا لما ان الموت معرف واتصافها بالاخریة من وقت الشرط فیثبت مستندا کہا ایک مرد نے
کہ پچھلی عورت جس سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تین بار اسوقت نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ ہوگی
دوسری عورت نکاح کے ساتھ ہی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہے یعنی زوج کی موت سے یہ
معلوم ہوا کہ پچھلی عورت انکو یہی دوسری عورت ہے اور متصف ہونا زوجہ ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہو یعنے تزوج کے وقت سے تو طلاق
ثابت ہوگی وقت تزوج سے مستند ہو کر خلاصہ یہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کے وقت اور اسوقت زوج بیمار نہ تھا لہذا دوسری عورت وارث
نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی فرع مسائل ملحقہ شارح کے ابانها فی مرضه ثم قال لها اذا تزوجتک فانت طالق ثلثا
فتزوجها فی العدة ومات فی مرضه لم ترثه لانها فی عدة مستقبلة وقد حصل التزوج بفعلها فلم یکن فرارا خلافا لمحمد خانیة زوج نے طلاق بائن دی زوجہ کو اپنے
مرض موت میں پھر کہا اس سے کہ جب میں تجھسے نکاح کروں تو تو طالق ہے تین طلاق کر پھر اس سے نکاح کیا عدت میں اور مرگیا اپنے مرض میں تو وہ
وارث نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ میں ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہ فرار نہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیہ یعنے طلاق
بائن کی پہلی عدت بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدید عدت آئی پھر جب پہلی عدت باطل
ہوئی تو وارث کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہے اور یہ ممکن نہیں کہ عدت ثانیہ میں وہ وارث ہو اسکے اسواسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی
کی رضا سے ہوا تو زوج پر فرار ثابت نہوگا کذب بها الورثة بعد موته فی الطلاق فی مرضه فالقول لها کقولها طلقنی وهو نائم وقالوا فی الیقظة ولوالجیة جھٹلایا عورت کو
وارثوں نے بعد موت زوج کے اسکی بیماری کے طلاق دینے میں یعنے زوج کے وارثوں نے کہا کہ زوج نے اپنے مرض میں اسکو طلاق نہیں دی عورت کا
دعوی غلط ہے تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس دعوی میں معتبر ہے کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا اور وارثوں نے
کہا کہ جاگتے میں طلاق دی ہے کذا فی الولوالجیة طلقها فی المرض ومات بعد العدة فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لصیرورتها اجنبیة بخلافه فی العدة
جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض میں اور مرگیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب بیگانہ ہوجانے
عورت مطلقہ کے بعد انقضاے عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت میں مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اسکے قبضہ میں ہوگا تو عورت کا ہی

کا قول اُسوقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہین کہ مرد اور عورت دونون کے مناسب حال ہون چنانچہ نقد اور توشک اور لحاف
خلاصہ یہ کہ جب بعد عدت کے زوج مرگیا تو عورت وارث نہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور ہتھیار کے اسمین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا
اور جو اسباب کہ عورت کے مناسب حال ہوگا اسمین عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونون کے مناسب حال ہین اسیکو شارح نے مشکل کہا سو زوج کے
وارثون کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ؔ

## باب الرجعۃ

بالفتح و تکسر یتعدی و لا یتعدی یہ باب ہے رجعت کا رجعت کی رکو فتح ہے اور اُسکو کسرہ بھی ثابت ہے اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کاہے بنفسہ
متعدی نہین ہوتا بلکہ بواسطے عن اور الی کے متعدی ہوتا ہے رجعت کو بعد طلاق کے اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت شروع ہے واسطے رفع طلاق کے
اور رافع نہین ہوتا مگر بعد وقوع کے ہی استدامۃ الملک القائم بلا عوض ما دامت فی العدۃ ای عدۃ الدخول حقیقۃ اذ لا رجعۃ فی عدۃ الخلوۃ
ابن الکمال اصطلاح فقہا مین رجعت عبارت ہے طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہے نکاح سے بدون عوض کے جب تک کہ مطلقہ عدت مین ہے اور مراد عدت
سے عدت دخول کی ہے فی الحقیقت یعنے وطی کی عدت اسواسطے کہ خلوت کی عدت مین رجعت نہین کذا ذکرہ ابن الکمال ہمر رجعت کو استدامت ملک قائم کہا
اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (فامسکوھن بمعروف) یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور مساک عبارت ہے استدامت ملک قائم سے نہ اعادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے
اسواسطے لگائی کہ رجعت مین مال دینے کی حاجت نہین اسواسطے کہ تصرف ہے اپنی ملک قائم مین بلکہ اگر رجعت مین کچھ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اسکا دینا واجب نہوگا کذا فی المعراج
اور ثبوت رجعت مین بقاے عدت کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضاے عدت کے رجعت نہین سبب باقی رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی فی البزازیۃ
ادعی الوطی بعد الدخول و انکرت فلہ الرجعۃ لا فی عکسہ بزازیہ مین ہے کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد دخول کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار
ہے نہ اُسکے بالعکس مین یعنے اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہوگیا و تصح مع اکراہ
و ہزل و لعب و خطاء او صحیح ہے رجعت ساتھ جبر اور بیہودگی اور کھیل اور یہ کہنے کے ہے ہزل نقیض ہے جد کی اور قاموس مین ہے کہ لعب ضد ہے جد کی تو ہزل اور لعب مرادف
ٹھہرے اور خطا کی صورت یہ کہ زوج اور کچھ کلام کیا چاہتا تھا اور اُسکے مُنہ سے نکل گیا کہ مین نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو بھی رجعت صحیح ہوگی بنحو متعلق باستدامۃ
راجعتک و رددتک و مسکتک بلا نیۃ لانہ صریح استدامت ملک ثابت ہوتی ہے مانند لفظ راجعتک سے یعنے مین نے تجھسے رجعت کی اور لفظ رددتک سے یعنے مین نے
تجھکو پھیر لیا اور لفظ مسکتک سے یعنے مین نے تجھکو رکھا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہے بدون نیت کے بھی اسواسطے کہ یہ لفظ الفاظ ثلثہ سے صریح ہین رجعت مین
بلا خلاف اور صریح مین حاجت نیت کی نہین اور کنایات رجعت سے یہ قول ہے کہ انت عندی کما کنت کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسی کہ تھی اور انت امرأتی یعنی تو میری
عورت ہے تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی ؔ و بالفعل مع الکراہۃ بکل ما یوجب حرمۃ المصاھرۃ کمس
و لو منہا اختلاسا او نائما او مکرہا او مجنونا او معتوہا ان صدقہا ہو او ورثتہ بعد موتہ جوہرۃ اور صحیح ہے رجعت فعل سے ساتھ کراہت کے رجعت فعلی ہر اُس فعل سے
صحیح ہے جو موجب ہو حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کیطرف سے بطور جھپٹا مارنے کے یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ زبردستی ہوئی ہو
یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونے کے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنے یون کہے کہ عورت نے مجھکو شہوت سے مس کیا یا وارث زوج
کے بعد موت زوج کے عورت کی تصدیق کرین کذا فی الجوہرۃ تو اس فعل سے ان حالات مین رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ رضامندی رجعت مین شرط نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
و صحت رجعۃ المجنون بالفعل بزازیۃ اور رجعت دیوانہ کی ساتھ فعل کے ہے کذا فی البزازیۃ یعنے جس زوج نے حالت صحت عقل مین زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہوگیا تو اُسکی رجعت فعلی
صحیح ہے اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو ہین لائق اعتبار کے نہین و تصح بتزوجہا فی العدۃ یعنے جوہرۃ اور صحیح ہے رجعت عورت کے نکاح سے عدت مین

اسی پر فتویٰ ہی کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ تزوج یہ مذہب ہو امام محمد کا خلافاً للشیخین و وطیہا ولو فی الدبر علی المعتمد لانہ کالمس بشہوۃ اور صحیح ہی رجعت مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد میں ہو بنا بر قول معتمد کے اسواسطے کہ وطی مقعد کی وطی شہوت کے مساس سے خالی نہیں ان لم یطلقہا بائنا فان ابانہا فلا رجعت صحیح ہو اگر زوج نے طلاق بائن نہیں دیہی اور اگر عورت کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہیں ہو سکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید کے وان ابت او قال ابطلت رجعتی او لا رجعۃ لی فلہ الرجعۃ بلا عوض اگر طلاق بائن نہیں دی ہی تو رجعت صحیح ہی اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یوں کہے کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا یا یوں کہے کہ رجعت میرے واسطے نہیں تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار ہی بدون عوض کے اسواسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اُسکی نفی کرنا خلاف مشروع ہی لہذا صحیح نہوگا ولو سمی مالا یجعل زیادۃ فی المہر قولان اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت میں یعنے یوں کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی بدلے ہزار درہم کے تو آیا یہ مال مہر کی زیادتی میں قرار دیا جائیگا یا نہیں جواب اِس سوال کا یہ ہی کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں یہ سمجھا اور دوسرے قول میں نہیں ویتعجل المؤجل بالرجعی لا بالرجعۃ خلاصۃ اور مہر مؤجل معجل ہو جاتا ہی بسبب طلاق رجعی کے اور مؤجل نہیں ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصۃ صورت اسکی یہ ہی کہ نکاح کیا عورت سے مہر معجل پر یعنے مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو اُنمیں قریب ہی پھر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب پائی گئی یعنے طلاق تو مدت مہر کی ساقط ہو گئی تو مہر معجل ہو گیا بسبب طلاق کے یعنے شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پھر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر مؤجل نہوگا یعنے مہر کی تاخیر پھر عود نکریگی اسواسطے کہ مدت ساقط ہو چکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہو وہ پھر عود نہیں کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الصیرفیۃ لا یکون المؤجل حالا حتی تنقضی العدۃ اور صیرفیہ میں یوں ہی کہ مہر مدت والا فی الحال اجل الادا نہیں ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جتکہ اُسکی عدت منقضی ہو جاوے تو ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف ہو خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونوں قولوں میں یوں ہی کہ خلاصہ کی عبارت اُس صورت پر محمول ہی جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اُس صورت پر محمول ہی جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وندب اعلامہا بہا لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان دخل شمنی اور مستحب ہی خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنے زوج عورت کو رجعت کرنے کی اطلاع کر دے تاکہ وہ نکاح نہ کرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی اور شخص سے سو اگر زوج نے رجعت کی خبر نہ کی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کر دی جاویگی دونوں میں یعنے عورت اور زوج ثانی میں اگرچہ وطی بھی کی ہو کذا ذکرہ الشمنی یہ جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہی زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پھر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اُسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت بعد عدت کے زوج اول پاس رجوع کریگی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی وندب الاشہاد وبعدلین ولو بعد الرجعۃ بالفعل اور مستحب ہی گواہ کرنا دو عادل شاہدوں کا اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو وندب عدم دخولہ بلا اذنہا علیہا لتأہب وان قصد رجعتہا لکراہتہا بالفعل کما مر اور مستحب ہی نہ داخل ہونا زوج کا عورت کے پاس بدون اُسکی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کرے اگرچہ زوج اُسکی رجعت کا قصد رکھتا ہی بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہدایہ میں کہا کہ جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہیں شارح نے اُسکو رد کیا کہ بدون اجازت جانے میں احتمال ہی کہ عورت برہنہ ہو اور مرد اُسکی شرمگاہ کو بنظر شہوت دیکھے اور رجعت فعلی ہو جاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاہا بعد العدۃ فیہا بان قال کنت راجعتک فی عدتک فصدقتہ صح بالمصادقۃ والا لا یصح زوج نے دعویٰ کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنے کا یعنے اسطرح کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی تیری عدت میں سو عورت نے اُسکی تصدیق کی تو دعویٰ رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نہ کی تو دعویٰ رجعت کا صحیح نہوگا وکذا لو اقام بینۃ بعد العدۃ انہ قال فی عدتہا قد راجعتہا او انہ قال قد جامعتہا وتقدم قبولہا علی نفس اللمس والتقبیل فلیحفظ اور اسیطرح رجعت ثابت ہوگی اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تھا عورت کی عدت میں کہ میں نے اُس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تھا کہ میں نے اُس سے جماع کیا تھا اور فصل محرمات میں مقدم ہو چکا ہی کہ گواہ مقبول ہیں نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر لمس اور تقبیل گواہی سے ثابت ہونگے عدت میں تو بھی رجعت ثابت ہوگی

کان رجعۃ لان الثابت بالبینۃ کالثابت بالمعاینۃ وہذا من عجیب المسائل حیث لا یثبت اقرارہ باقرارہ بل بالبینۃ یعنی اگر گواہی سے رجعت قولی یا جماع
ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہو اسکے برابر ہے جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہو اور یہ عجیب مسئلہ ہے اس سبب سے کہ مرد کا اقرار
ثابت نہیں ہوتا اسکے اقرار کرنے سے بلکہ اسکا اقرار ثابت ہوتا ہے گواہی سے ہم نے بحر الرائق اور نہر الفائق میں بیان کیا اور یہ امام سرخسی کیطرف منسوب ہے اور حلبی
محشی نے کہا کہ یہ مسئلہ کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یوں اقرار کرنا کہ میں نے عدت میں رجعت کا اقرار کیا تھا یہ مجرد دعوی ہے تو بدون گواہوں کے
کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو قال فیہا کنت راجعتک امس فانہا تصح وان کذبتہ لملکہ الانشاء فی الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت میں
کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کل کی تھی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اسکی تکذیب کرے بسبب مالک ہونے زوج کے انشاء فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہے وہ اخبار
کا بھی مالک ہے بخلاف قولہ راجعتک بعد الانشاء فقالت علی الفور مجیبۃ لہ قد مضت عدتی فانہا لا تصح عند الامام لمقارنتہا الانقضاء الا اذا
حتی لو سکتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہوں اس قول سے انشاء رجعت کا
ارادہ کیا نہ اخبار سو عورت نے بلا توقف جواب میں کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی تو یہ رجعت صحیح نہ ہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضائے
عدت سے یہاں تک کہ اگر عورت ساکت ہو کر پھر رجعت سنکر جواب دیگی انقضاء عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی رجعت بعد عدت کے
صحیح نہیں تھی بسبب اسکے کہ عورت نے انقضاء عدت کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کے قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضاء عدت سے مقارن یا منفصل ہوئی لہذا رجعت
ثابت نہ ہوگی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہاں اقرب احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو اس صورت میں رجعت عدت کے اندر واقع ہوگی لہذا صحیح ہوگی اور امام کے نزدیک
انقضاء عدت کی خبر اس وقت مقبول ہوگی جب کہ محتمل ہو انقضاء کی یعنی بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہوں اور اگر دو مہینے سے قبل انقضاء عدت کی عورت نے خبر دی
تو مقبول نہ ہوگی اور رجعت ثابت ہوجاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو نکلت عن الیمین علی نفی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر قسم لیگئی عورت سے انقضاء عدت پر سو اسنے
انقضاء عدت کی قسم سے انکار کیا قال زوج الامۃ بعدہا ای العدۃ راجعتک فیہا فصدقہ السید وکذبتہ الامۃ ولا بینۃ او قالت مضت عدتی
وانکر الزوج والمولی فالقول لہا عند الامام لانہا امینۃ کہا لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہ میں نے تجھ سے رجعت کی عدت کے اندر سو اسکی تصدیق کی مالک نے
اور تکذیب اسکی کی لونڈی نے اور گواہ زوج کے نہیں یا کہ لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی کا قول معتبر ہوگا
نزدیک امام کے اسواسطے کہ لونڈی بیان عدت میں امین ہے فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامۃ فالقول لہ ای للمولی علی الصحیح لظہور ملکہ فی البضع فلا یبطلہ باقرارہا
اگر تکذیب کی زوج کے عدت کی رجعت میں لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا باعتبار قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے
لونڈی کی وطی میں سو ممکن نہیں لونڈی کو ابطال اسکا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اسکو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی کی ملکیت متعلق وطی میں ظاہر ہو چکی اب
تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہیں کر سکتی قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان لہ الرجعۃ لاخبارہا بکذبہا فی حق علیہا
شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہوگئی پھر اسنے کہا کہ عدت نہیں منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہوگا بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر اس
حق میں جو اسپر واجب تھا کذا ذکرہ الشمنی ثم انما تعتبر المدۃ لو بالحیض لا بالسقط وتحلیفہا انہ مستبین الخلق ولو بالولادۃ لم تقبل الا ببینۃ ولو مسقطا
پھر تو اعتبار نیت کا اسی صورت میں ہے اگر انقضائے عدت حیض سے ہو یعنی اگر عورت نے انقضاء عدت کا بسبب حیض کے دعوی کیا بعد طلاق کے
دو مہینے میں تو مسموع ہوگا اور اگر اس مدت سے کم میں دعوی کیا تو مقبول نہ ہوگا اور مدت معتبر نہیں ہے اسقاط حمل میں اسواسطے کہ ممکن ہے کہ بعد طلاق کے
بلا توقف اسقاط حمل ہوا اور عدت منقضی ہوجاوے اور بصورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہے کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل جو ہوا اسکے
بعض اعضا مخلوق ہو چکے تھے اسواسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہیں منقضی ہوتی تا وقتیکہ کچھ صورت نہ بنے اور اگر عورت نے انقضاء عدت کا بسبب

ولادت سے کے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہی کے اگرچہ عورت شاہرہ ہو کذا فی فتح القدیر **وتنقطع الرجعة اذا طہرت من الحیض الاخیر لتمام الاکثر لعشرة ایام**
**مطلقا وان لم تغتسل** اور منقطع ہوتی ہے رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہوگیا ہو یا کہ جاری ہو اگرچہ
عورت نہائی نہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے **او یمضی وقت صلوٰة** یا اگرچہ وقت ایک نماز کا گذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے
عدت منقضی ہوگی **ولاقل لانقطع حتی تغتسل ولو بسور حمار مع وجود الماء المطلق لكن لا تصلي ولا تتزوج احتياطا** اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر سے دس دن سے
کمتر میں تو عدت منقطع نہوگی یہانتک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنے مشکوک پانی کے غسل سے
بھی طہارت ثابت ہوگی انقضاے عدت کے حق میں لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نہ کرے بنا بر احتیاط کے **او یمضی علیہا وقت صلوٰة**
**فتصیر دینا فی ذمتها** یا گذر جاے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہو جاے عورت کے ذمے میں مثلاً اشراق کے وقت اقل مدت حیض میں عورت طاہر ہوئی اور
غسل نکیا تو عصر کے وقت اسکی عدت منقضی ہوگی **حتی لو عاودها الدم لم یجز ولو فی العشرة فلا رجعة** اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز
نہ کیا تھا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہیں ہوئی **او تتیمم عند عدم الماء وتصلی ولو نفلا**
**صلوٰة تامة فی الاصح** یا یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونے کے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح میں یعنے اقل حیض میں
عورت طاہر ہوئی اور پانی غسل کا موجود نہیں ہے اسنے تیمم کرکے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہوگی **وفی الکتابیة بمجرد الانقطاع ملتقی لعدم الخطاب قلت مفاده**
**ان المجنونة والمعتوهة کذلک** اور مطلقہ کتابیہ میں مجرد حیض منقطع ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب اسکے نہ مخاطب ہونے کے یعنی احکام شرعی
کی وہ مخاطب نہیں شارح کہتا ہے اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی اسطرح ہے یعنی انکی عدت بھی مجرد انقطاع حیض کے منقضی ہوگی اسواسطے
کہ وہ بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہیں **ولو اغتسلت ونسيت اقل من عضو تنقطع لتسارع الجفاف فلو تيقنت عدم الوصول وتركته**
**عمدا لاتنقطع** اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہونچانا چنانچہ ایک انگلی کو تو عدت منقطع ہوگی اسواسطے کہ جلد
جلد خشک ہو جانے کے تو اگر عورت کو پانی نہ پہونچنے کا اس ٹکڑے میں یقین ہو یا اسنے عمداً ترک کیا ہو تو عدت منقطع ہوگی **ولو نسیت عضوا لاتنقطع**
اور اگر غسل میں پورے عضو کا پانی پہونچانا بھول گئی مانند ہاتھ یا پاؤن کے تو عدت نہ منقطع ہوگی **وكل واحد من المضمضة والاستنشاق كالاقل لانهما**
**عضو واحد على الصحيح** اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ وہ دونوں ملکر ایک عضو ہیں بنا بر قول صحیح کے تو اگر کلی کرنا
بھول گئی غسل میں تو عدت منقطع ہوگی **طلق حاملا منکرا وطئها فراجعها قبل الوضع فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الطلاق او لستة اشهر**
**فصاعدا من وقت النکاح صحت رجعته** لسابقة طلاق دی حاملہ کو اسکی وطی سے منکر ہوکر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پھر حاملہ لڑکا جنی
چھ مہینے سے کمتر میں طلاق دینے کے وقت سے یا پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں جنی نکاح کے وقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی ہم
جبکہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ انکار زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی ظاہر ہوگئی
اسواسطے کہ حمل تمام مدت میں واقع ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر میں جنے گی تو شرعاً تکذیب زوج کی انکار وطی میں ثابت نہوگی اسواسطے کہ انعقاد ولد کا قبل نکاح کے
ہوا تو رجعت بھی صحیح نہوگی کذا فی حاشیة المدنی یہان در المختار کے نسخون میں اختلاف ہے بعضے نسخون میں یون ہے فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر فصاعدا من وقت النکاح
ظاہر ایسا نسخہ صحیح نہیں اسواسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چھ مہینے میں ولادت ہونے سے شرعاً تکذیب زوج کی انکار وطی میں ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مدنی کا اختیار کیا **وتوقف**
**ظہور صحتها على الوضع لاينافي صحتها قبله فلا مسامحة في كلام الوقاية** اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت کا قبل
وضع حمل کے منافی نہیں تو کچھ تساہل اور بے تاملی وقایة الروایة کے کلام میں نہیں ہم شارح نے جواب دیا اس اعتراض کا جو صدر الشریعة نے شرح وقایہ میں

اعتراض کیا متن پر وقایہ کا مضمون یہ ہے کہ اگر ملاکہ کو طلاق دے اسکی وطی سے منکر ہو کر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے خلاصہ عبارت شرح وقایہ کی اعتراض کا یہ ہے کہ وقت
طلاق سے بدون کمتر چھ مہینے کی ولادت کے حمل ثابت نہیں ہوسکتا پھر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہوگئی پھر رجعت کیونکر صحیح ہوگی اور حلت رجعت کی قبل وضع
حمل کے مراد نہیں ہوسکتی ہے واسطے کہ زوج منکر ہے وطی کا اور بدون ولادت مذکورہ کے شرع اسکی تکذیب نہیں کرتی فقط شارح نے وقایہ کی طرف سے جواب یا
کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے ثابت ہو خلاصہ یہ کہ وضع حمل پر ظہور صحت
موقوف ہے نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی ہے نہ ظہور صحت پر تو اب اس کلام میں کچھ تساہل و مسامحت باقی نہ رہا کما صحت لو طلق من ولدت
قبل الطلاق فلو ولدت بعده فلا رجعة لمضي العدة منكراً وطيها لان الشرع كذبه بجعل الولد للفراش فبطل زعمه حيث لم يتعلق باقراره حق الغير جیسے
رجعت صحیح ہے اگر طلاق دی منکر وطی ہو کر اُس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہیں ہے واسطے کہ بسبب ولادت کے عدت
منقضی ہوگئی اور ولادت قبل طلاق میں باوجود انکار وطی کے رجعت اسواسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے
فراش کے یعنے تا قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کی طرف منسوب ہوگا شرعاً تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہوگیا اس وجہ سے کہ اسکے اقرار پر غیر کا حق
متعلق نہیں ولو خلا بها ثم انكره اي الوطي ثم طلقها لا يملك الرجعة لان الشرع لم يكذبه اور اگر عورت سے خلوت کی پھر وطی کا منکر ہوا پھر اسکو طلاق دی
تو رجعت کا مالک نہوگا اسواسطے کہ شرع نے اسکی تکذیب نہیں کی ولو اقر به وانكرته فله الرجعة اور اگر زوج نے بعد خلوت کے وطی کا اقرار کیا اور
عورت نے اُسکا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہے اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد ہے زوج کا ولو لم يخل بها فلا رجعة له لان الظاهر شاهد لها ولوالجية اور اگر زوج
نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اُسکی منکر ہوا ورحالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہیں کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں ہے اسلئے کہ ظاہر حال شاہد
عورت کا ہے کذا فی الولوالجیہ فان طلقها فراجعها والمسئلة بحالها فجاءت بولد لاقل من حولين من حين الطلاق صحت رجعته السابقة لثبوته تكذيبا
كما مر پھر اگر طلاق دی عورت کو اور اُس سے رجعت کی اور یہ مسئلہ بھی بحال سابق کے ہے یعنے بعد خلوت کے وطی کا انکار کرکے طلاق دی پھر رجعت کی پھر
عورت لڑکا جنی دو برس سے کمتر میں وقت طلاق سے تو صحیح ہوگی زوج کی رجعت سابقہ اسواسطے ہوجانے زوج کے دروغگو شرعاً چنانچہ عنقریب گذرا یعنی بسبب
ولادت کے انکار وطی میں زوج کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت
فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر ببطنين يعنے بعد ستة اشهر ولو لاكثر من عشر سنين مالم تقر بانقضاء العدة لان امتداد الطهر لاغاية له الا الاياس فهو
اي الولد الثاني رجعة اذ يجعل العلوق بوطي حادث في العدة بخلاف ما لو كان بطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنیگی تو تو طلاق ہے پھر وہ
جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنے ولادت ولد اول سے بعد چھ مہینے کے ولد ثانی جنی اگر ولد
ثانی کو دس برس سے زیادہ میں جنی جب تک کہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نکرے اسواسطے کہ درازی طہر کی کچھ حد نہیں سواے بڑھاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت
ہوگا اسواسطے کہ علوق ولد ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائیگا عدت میں بخلاف اُس عورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنے دونوں کی ولادت میں
چھ مہینے سے کم مدت ہو مثلاً ولد اول کے بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ہے
نہیں وفي كلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة ببطون تقع الثلث والولد الثاني رجعة في الطلاق الاول كما مر وتطلق ثانيا كالولد
الثالث فانه رجعة في الثاني وتطلق به ثلثا عملاً بكلما وتعتد للطلاق الثالث بالحيض لانها من ذوات الاقراء مالم تدخل في سن الياس فبالاشهر اور اگر زوج نے کہا
جب تو جنیگی تو تو طلاق ہے تو پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تینوں بار طلاق ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول میں چنانچہ مذکور ہوا کیونکہ علوق اسکا
مدت میں وطی جدید سے ہوا اور ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی مانند ولد ثالث کے اسواسطے کہ ولد ثالث رجعت ہے طلاق ثانی میں اور مطلقہ ہوگی عورت تیسری طلاق کو ولد

ثالث کے سبب کلمات کے معنی پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ کلما مقتضی ہے عموم افعال کا اور طلاق ثالث کیواسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق
سے حیض آنے والی عورتوں میں داخل ہے جب تک کہ وہ ناامیدی کے سن میں نہ داخل ہو پھر جب بڑھاپے میں داخل ہوگی تو اسکی عدت مہینوں سے ہوگی ولو کانوا بطنین
تقع ثنتان بالاولین لا بالثالث لانقضاء العدة به فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکوں سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے اسواسطے کہ منقضی ہے
عدت کے اسکی ولادت سے خواہ اول حمل سے دو پیدا ہوے ہوں خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقة الرجعیة تتزین ویحرم ذلک فی البائن والوفاة
لزوجها الحاضر لا الغائب لفقد العلة اذا کانت الرجعة مرجوة والا فلا تفعل کرہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہے سنگار کرنا طلاق بائن میں اور
زوج کی وفات میں مطلقہ رجعیہ اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقد ان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہے سو غائب میں
حاصل نہیں سنگار اسوقت مستحب ہے جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نکرے چنانچہ مسکین نے اسکو مذکور کیا ہے ولا یخرج بها من بیتها ولو لما دون
سفر للنهی المطلق ما لم یشهد علی رجعتها فتبطل العدة وهذا اذا صرح بعدم رجعتها فلو لم یصرح کان السفر رجعة دلالة فتح بحثا واقره المصنف اور زوج مطلقہ رجعیہ کو اسکے
گھر سے نکال لیجاوے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنے قرآن مجید میں مطلقہ کا مطلقاً اخراج ممنوع ہے بقدر مدت سفر ہو یا کم مطلقہ کو
گھر سے نہ نکالے جب تک گواہ نہ کرلے اسکی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت کا
رجعت منع اسوقت ہے جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نہ کی ہو تو سفر میں مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہے
باعتبار دلالت حال کے چنانچہ یہ قید فتح القدیر میں بدلیل مصرح ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو مسلم رکھا ہے والطلاق الرجعی لا یحرم الوطی خلافا
للشافعی فلو وطی لا عقر علیه لانه مباح اور طلاق رجعی حرام نہیں کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی رح کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا
لازم نہ آویگا اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہے یعنے حرام نہیں اگرچہ مکروہ ہے اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہے لکن تکره الخلوة بها تنزیها ان لم یکن من قصده
المراجعة والا لا یکره لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہے بکراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہیں
ویثبت القسم لها ان کان من قصده المراجعة والا لا قسم لها بحر عن البدائع قال وصرحوا بان له ضرب امرأته علی ترک الزینة وهو شامل للمطلقة رجعیا اور
مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہے اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہیں تو اسکی باری بھی نہیں کذا فی البحر عن البدائع صاحب بحر الرائق
نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہے اور یہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت
تا عدت منقطع نہیں وینکح مبانته بما دون الثلث فی العدة وبعدها بالاجماع اور نکاح کرے زوج مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کمتر میں یعنے اگر
ایک طلاق بائن ہوگی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہے اور بعد عدت کے بھی جائز ہے ہم لفظ بالاجماع متعلق ہے فی العدة کا تو بہتر یوں تھا
کہ بلا فصل اسکے قریب ہوتا اور یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب اجله یعنی نکاح کا قصد نکرو
تا وقتیکہ عدت نہ تمام ہوا اور یہ خطاب شامل ہے زوج اور غیر زوج دونوں کو پھر زوج کو عدت میں نکاح کرنے کی کیا وجہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ زوج اس عموم سے
بدلیل اجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الدرر والمنتقی ومنع غیره فیها لاشتباه النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت میں نکاح کرنے سے بسبب اشتباه
نسب کے یعنے اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ میں نکاح جائز ہوتا اور بعد اسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہ نطفہ ہے یا ثانی کا اور یہ تعلیل صغیرہ
اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہے تو یوں کہنا بہتر ہے کہ نص قرآنی سے عدت میں نکاح کرنا عموماً منع ہے اور زوج اس عموم سے
بالاجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النهر لا ینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ کما سنحققه بها ای بالثلث لو حرة وبالثنتین لو امة ولو قبل الدخول
نہ نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب میں بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت

کرینگے اگر منکوحہ حرہ ہو تو بعد تین طلاق کے نکاح نہیں اور اگر لونڈی ہو تو بعد دو طلاق کے نکاح نہیں اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہیں ہو اسنے
المشکلات باطل او ماؤل کما مر اور جو قول مشکلات میں یعنے مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہے سو باطل ہے یا ماول ہے باطل اسوجہ سے ہے کہ نص اور
اجماع کے مخالف ہے اور تاویل اسکی یوں ہو سکتی ہے کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہے تو اس صورت میں اول طلاق سے بلا عدت جدا ہو گئی اور دوسری اور
تیسری طلاق لغو ہو گئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول میں مشرح ہو چکا حتی یطاہا غیرہ ولو الغیر مراہقا یجامع مثلہ وقدرہ
شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیۃ مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہیں یہاں تک کہ جماع کرے اُس سے غیر اسکا اگرچہ غیر
یعنے زوج ثانی مراہق یعنے قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کر سکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس تک مقرر کیا ہے یا زوج ثانی خصی ہو
یا کہ دیوانہ ہو یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اُسکے فوطے نہیں لیکن آلۂ تناسل ہے اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہو سکتی ہے کہ اسکا ولی
اُسکا نکاح کر دے مگر طلاق اُسکی بدون ہوش آنے کے صحیح نہو گی اور ذمی کے محلل ہونے کی یہ صورت ہے کہ کتابیہ ذمیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے
ذمی اُس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اُسکا حلال ہو گا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکحہا عبد بلا اذن سیدہ ووطیہا
قبل الاجازۃ لا یحلہا حتی یطاہا بعدہا زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہو گی نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد
اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولی کے کیا اور وطی کی اُس سے قبل اجازت مولی کے تو وطی اس غلام کی عورت کو
زوج اول پر حلال نکریگی جبتک دوبارہ اس عورت سے وطی نکرے بعد اجازت مولی کے اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولی کی اجازت پر موقوف ہے بدون اجازت کے نافذ
نہیں ومن لطیف الحیل ان تتزوج بمملوک مراہق بشاہدین فاذا اولج یملکہ لہا فیبطل النکاح ثم تبعثہ لبلد آخر فلا یظہر امرہا اور زوج اول پر حلال ہونے کی نہایت
خوب تدبیر یہ ہے کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کر دے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدوں کے پھر جب وہ دخول کر چکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک
کر دے تو نکاح باطل ہو گا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر میں بھیجدے کہ وہاں بیچ ڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نہ کھلیگا اور یہ حیلہ
مبنی ہے ظاہر مذہب پر کہ کفایت نکاح میں شرط نہیں لہذا شارح نے آئندہ قول میں اسکا استدراک کیا لکن علی روایۃ الحسن المفتی بہا انہ لا یحلہا الا بالکفاءۃ
ان لہا ولی والا فیحلہا اتفاقا کما مر لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جسپر فتوی ہو چکا ہے البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب کفاءت کے اگر عورت کا
ولی موجود ہو گا اور اگر ولی نہو گا تو اسکو حلال کر دیگا باتفاق حنفیہ کے چنانچہ یہ مسئلہ باب الاکفاء والاولیاء میں گذر گیا و تمضی عدتہ اے او مطلقہ ثلثہ زوج اول کی
اُسوقت حلال ہو گی جبکہ زوج ثانی بنکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جائے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی
کذا فی حاشیۃ المدنی لا بملک یمین لاشتراط الزوج بالنص فلا یحلہا وطء المولی اور حلال نہیں کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین سے بسبب مشروط ہونے زوج کے
نص سے تو لونڈی کو حلال نکریگی وطی مولی کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہو گئی پھر اُس لونڈی کے مالک نے اُس سے
وطی کی بملک یمین بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال نہو گی اسواسطے کہ نص قرآنی میں حلت موقوف ہے زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا ملک امۃ بعد طلقتین اور نہ مالک ہونا
لونڈی کا بعد دو طلاق کے یعنے جسنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو دو بار طلاق دی پھر اُس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اُسکی بملک یمین حلال نہیں اسواسطے
کہ حلت مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہیں یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالی (حتی تنکح زوجا غیرہ) ہم مسئلہ ملک امۃ کا لا یحلہا وطء المولی پر معطوف نہیں ہے اسواسطے
کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہے بخلاف اسکے تو شارح نے بمناسبت مقام اسکو بطور استیناف کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی او حرۃ بعد ثلث وردۃ وسبی یا ملکہا
حرہ کی بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونے کے بعد یعنے ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ پر تین بار طلاق واقع کی پھر وہ مرتد ہو گئی اور دار الاسلام میں
گرفتار ہو گئی پھر اُسکے مالک نے اُس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہو گی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہے حلت کی نہ ملک یمین کی وطی ویلیہ

من فرق بينهما بظهار او لعان ثم ارتدت وسبيت ثم ملكها لم تحل له ابداً اور مانند مسئلہ حرہ مرتدہ کے وہ ہے کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور زوجہ میں تفریق
واقع ہوئی یعنے وطی ممنوع ہوگئی پھر زوجہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب سے دار الاسلام میں گرفتار ہو آئی پھر زوج اسکا مالک ہوگیا تو یہ عورت مرد کو کبھی حلال
نہوگی یعنے ظہار میں بدون کفارہ کے اور لعان میں بدون ابطال لعان کے حلال نہوگی تو شارح کے کلام میں یعنے حرہ مرتدہ کے ذکر میں سیاق بحث ہے
اس اعتماد سے کہ باب ظہار اور لعان میں قیود مقررہ مذکور ہیں کذا فی حاشیة المدنی وشرط التيقن بوقوع الوطی فی المحل المتيقن به فلو كانت صغيرة
لا يوطأ مثلها لم تحل للاول اور شرط تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص میں وطی واقع ہونے کا یقین ہو یعنے محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی صغیرہ ہو کہ وطی
کے لائق جماع کے نہو تو زوج اول پر حلال نہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اسواسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہیں اور اسکی وطی شرعاً معتبر نہیں تو وجود
کالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا فی حاشیة المدنی والامة وان افضاها بزازية اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال
ہوگی اگرچہ زوج ثانی صغیرہ کو مفضاة کر ڈالے کذا فی البزازیة مفضاة اُس عورت کو کہتے ہیں جسکے قبل اور دبر کے درمیان کا پردہ پھٹکر ایک ہوجاویں فلو مفضاة
لا تحل له الا اذا حبلت ليعلم ان الوطی كان فی قبلها جب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاة ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال
نہوگی مگر جب وہ حاملہ ہوجاوے تاکہ بالیقین معلوم ہوجاوے کہ وطی اُسکی قبل ہی میں ہوئی نہ دبر میں اور بدون حمل ہونے کے قبل کی وطی کا یقین نہیں ہوسکتا
اسواسطے کہ دونوں مکان ملکر ایک ہوگئے ہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہاں قبل کی وطی میں شبہ نہیں اسواسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاة نہ تھی بلکہ قبل کی وطی سے ایسی
حالت ہوگئی تو دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہوگیا كما لو تزوجت بمجبوب فانها لا تحل حتى تحبل لوجود الدخول حكما حتى يثبت النسب فتح فالاقتصار
علی الوطی قصور الا ان يعمم بالحقيقی والحكمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول پر حلال نہوگی تاوقتیکہ
حاملہ نہو اور جب حاملہ ہوگی تو اول کو حلال ہوگی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنے ہرچند یہاں دخول حقیقی متصور نہیں اسواسطے کہ زوج ثانی کا آلہ تناسل
مطلق باقی نہیں لیکن حکمی دخول ہے یعنے شرع میں یہ حمل زوج ہی کی طرف سے منسوب ہوگا بسبب قیام نکاح کے یہانتک کہ بسبب اس دخول حکمی کے
اُس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر پھر جب دخول حکمی بھی علت ہے تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر میں
فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نہ رہیگا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی میں داخل رہیگا
والايلاج فی محل البكارة يحلها والموت عنها لا كما فی القنية واستشكله المصنف اور ادخال محل بکارت میں حلال کر دیتا ہے عورت کو زوج اول
کیواسطے اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑ کر حلال نہیں کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیہ اور مشکل جانا ہے اس حلال کو مصنف نے اپنی شرح میں اور
اصل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہ ہے کہ قنیہ میں کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت میں سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول
حشفہ کا متصور نہیں اور تحلیل میں وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہیں ح فی النهر وكانه ضعيف لما فی التبيين يشترط
ان يكون الايلاج موجبا للغسل وهو التقاء الختانين بلا حائل يمنع الحرارة اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہے اسواسطے کہ تبیین میں
یوں ثابت ہے کہ تحلیل میں شرط یہ ہے کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونوں شرمگاہوں کا ہے بدون حائل ہونے اس چیز کے جو مانع ہو
حرارت کی اھ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارة سے مراد یہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کے ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول محل واحد میں محال ہے تو اشکال
مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیة المدنی وكونه عن قوة نفسه فلا يحلها من لا يقدر عليه الا بمساعدة اليد الا اذا
انتعش وعمل ولو فی حيض ونفاس واحرام وان كان حراما وان لم ينزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہے ہونا ادخال کا اپنی قوت
ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نہ کریگا وہ شخص جو قادر نہیں ادخال پر بدون مددگاری ہاتھ کے مگر اُسوقت حلت ثابت ہوگی جبکہ بعد

ادخال بمساعدت ید کے اسکو استادگی حاصل ہوا اور عمل کرے یعنے بلامساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام مین ہوا اگرچہ وطی ان حالتون
مین حرام ہو لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہو اسواسطے کہ تحلیل مین لذت پانا شرط ہو نہ کہ سیری جماع سے قالہ فی المجتبے الصواب حلہا
بادخال الحشفة مطلقا لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطیہا وہی نائمة لا یحلہا للاول لعدم ذوق العسیلة وینبغی ان یکون الوطی فی حالة الاغماء
کذلک شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ مجتبی مین ہو کہ حق یون ہو کہ ثابت ہوتی ہو حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقاً خواہ بمساعدت ہاتھ کے ہو
خواہ بلامساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق مین یون ہو کہ اگر سوتی عورت سے وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب عدم
ذوق عسیلہ کے ذوق عسیلہ کنایہ ہو لذت جماع سے یعنی حدیث صحیح مین مرد اور عورت دونون کیواسطے جماع کی لذت پانے کی تحلیل کی شرط فرمائی ہو حالانکہ سوتی
عورت کو لذت حاصل نہین اور سزاوار یون ہو کہ بیہوشی کی حالت کی وطی بھی ایسی ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے ہو شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ہمارے شارح کا
لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ شارح مشارق فقہ مین ایسی کتاب معتمد نہین کہ اسکی روایت نقل مذہب مین درست ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اسکو
رد کرتا ہو اور ذوق عسیلہ نائمہ کو موجود ہو حکما کیا تو نہین جانتا کہ جب نائم طراوت کو پاوے تو اسپر غسل واجب ہو حالانکہ خروج منی بدون لذت کے موجب غسل کا
نہین تو نائم کو حکم غسل کا نہین مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطے کہ اکثر یہ ہو کہ لذت حاصل ہوتی ہو مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہین رہتی کذا فی حاشیة المدنی

وکرہ التزوج للثانی تحریما لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت للاول لصحة النکاح وبطلان الشرط
فلا یجبر علی الطلاق کما حققہ الکمال خلافا لما زعمہ البزازی اور مکروہ تحریمی ہو زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سے بموجب حدیث عبد اللہ ابن
مسعود کے جو جامع ترمذی مین بروایت صحیح مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تحلیل کرنیوالے پر اور اسپر جسکے واسطے
تحلیل ہو گی یعنے زوج ثانی اور زوج اول دونون پر لعنت ہو شرط تحلیل کا طریقہ یون ہو جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ مین
تجھکو حلال کر دونگا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہوجانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہوجانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر
جبر نہین کیا جاتا طلاق دینے پر چنانچہ اسکو تحقیق کیا ہو کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل مین نکاح بھی جائز ہو اور شرط بھی
جائز ہو یہانتک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی بجبر اسسے طلاق دلائیگا اور فتح القدیر مین محقق نے اسکو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت مین
ثابت نہین اور قواعد مذہب کے مخالف ہو اسواسطے کہ یہ شرط ایسی ہو جسکو عقد مقتضی نہین تو اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوجائیگی کذا فی حاشیة المدنی

ومن لطیف الحیل قولہا تزوجتک وجامعتک فوق ثلث مثلا فانت بائن اور تحلیل کے واسطے لطیف حیلہ زوج کا یون کہنا ہو کہ اگر مین تجھسے
نکاح کرون اور جماع کرون تو تو بائن ہو یا اگر مین تجھکو تین رات سے مثلاً زیادہ رکھون تو تو بائن ہو تو اگر بعد جماع کے تین رات سے زیادہ زوج
ثانی عورت کو رکھیگا تو عورت مطلقہ ہوکر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہوجاویگی ولو خافت ان لا یطلقہا تقول زوجتک نفسی علی ان امری
بیدی زیلعی وتمامہ فی العمادیة اور اگر عورت اسسے ڈرے کہ زوج ثانی اسکو طلاق نہ دیگا تو اسکے واسطے یہ حیلہ ہو کہ عورت ایجاب کے وقت یون کہے کہ
مین نے اپنی ذات کا نکاح کیا تجھسے اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ مین ہے یعنے طلاق کا مجھکو اختیار ہو کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اسکی فصول عمادیہ مین ہے
ہم فصول عمادیہ مین یون ہو کہ جب عورت اسبات کی محلل سے ڈرے تو یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ میرا امر میرے ہاتھ مین ہے اور زوج نے
کہا کہ مین نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے
ہاتھ مین ہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق کا اسکو اختیار نہوگا وجہ فرق کی یہ ہو کہ جب زوج نے عورت کو طلاق تفویض
کی تو اسکے نکاح مین نہ تھی اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین حالانکہ دونون امر اسوقت موجود نہین بخلاف پہلی صورت کے

ثلاثۃ صدقہا اور اگر خبر دی مطلقہ ثلاثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانے کے بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجائش رکھتی ہو انقضاے
عدت کی تو زوج اول کو جائز ہو کہ اسکی تصدیق کرے یعنے نکاح کرے اگر اسکا ظن غالب ہو عورت کی راستی کا واقل مدۃ عدتہا کمیش شہران لا ثلاثۃ اربعون
یوما لم تدع السقط کما مر اور کمتر مدت شافعی زوج ثانی کی عدت تمام ہونے کے اسے اتمام کے حرہ کیواسطے دو مہینے ہیں اور لونڈی کیواسطے چالیس دن ہیں جبتک کہ عورت اسقاط
ولد کا دعوی کرے جیسا کہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہو جاتی ہے ولو تزوجت بعید عدۃ تحتملہ ثم قالت لم تنقض عدتی او ما تزوجت باخر لم تصدق
لان اقدامہا علی التزوج دلیل الحل ومن السرخسی لا یحل تزوجہا حتی یستفسرہا اور نکاح کیا مطلقہ ثلاثہ نے زوج اول سے بعد اس مدت کے کہ انقضاے عدت کی محتمل تھی
پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہیں منقضی ہوئی یا کہہ کہ میں نے زوج ثانی سے نکاح نہیں کیا تو عورت کی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ عورت کی پیش قدمی نکاح
کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنے زوج اول پر حلال ہونے عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اسکا نکاح کرنا حلال نہیں جبتک کہ عورت
سے حلت کو دریافت نہ کرلے وفی البزازیۃ قالت طلقنی ثلاثا ثم ارادت تزوجہ نفسہا منہ لیس لہا ذلک اصرت علیہ او کذبت نفسہا اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے
کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی پھر عورت نے اپنے نکاح کرنیکا ارادہ کیا اسی زوج سے عورت کو یہ نکاح کرنا جائز نہیں خواہ عورت طلاق کے
قول پر ثابت رہی ہو یا کہ اسنے اپنی ذات کو جھٹلایا ہو یہ اسوقت نہیں ہے جبکہ عورت مدعی تھی طلاق کی اور زوج اسکا منکر تھا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار
کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اس سے درست نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی سمعت من زوجہا انہ طلقہا ولا تقدر علی منعہ من نفسہا الا
بقتلہا قتلہ بدواء خوف القصاص ولا تقتل نفسہا وقال الاوزجندی ترفع الامر الی القاضی فان حلف ولا بینۃ لہا فالاثم علیہ ان قتلتہ فلا شیء علیہا
والبائن کالثلاث بزازیہ عورت نے اپنے زوج سے سنا کہ اسنے اسکو طلاق دی یعنے تین بار طلاق اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہیں سکتی بدون
اسکے مار ڈالنے کے تو عورت کو اسکا قتل کرنا دوا سے جائز ہو قصاص کے ڈر سے یعنے زہر سے مارے کہ قصاص اسپر لازم آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو
اور اوزجندی نے کہا کہ اسکی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو طلاق دینے کی قسم کھا جاوے اور عورت کے گواہ نہوں تو گناہ اسکا مرد پر ہوگا اگر
عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اس صورت میں اگر عورت اسکو قتل کر ڈالے تو اسپر کچھ گناہ نہیں و طلاق بائن کا انقطاع نکاح میں مانند تین طلاق کے ہے کذا فی البزازیۃ وفیہا
شہدا انہ طلقہا ثلاثا لہا التزوج باخر لتحلیل لو غائبا انتہی قلت یعنی دیانۃ والصحیح عدم الجواز قنیۃ اور بزازیہ میں ہے کہ دو گواہ ہوں جو گواہی دیں کہ مرد نے عورت کو
تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا جائز ہے تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنے اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار کریگا
تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرے اور بعد وطی کے اس سے طلاق لے تاکہ زوج اول پر حلال ہو سکے پھر جب زوج اول آوے تو اس سے بعد عدت زوج
ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا فی حاشیۃ المدنی والہا لکبیر شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مراد بزازیہ کی یہ ہے کہ عورت کو دیانۃ نکاح جائز ہے
یعنے قضاء جائز نہیں اسواسطے کہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور مذہب صحیح یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا جائز نہیں دیانۃ بھی درست نہیں جیسے کہ
قضاء درست نہیں کذا فی القنیۃ وفیہا ولم یقدر ہو ان یتخلص عنہا ولو غاب سحرتہ وردتہ الیہا لا یحل لہ قتلہا ویبعد عنہا جہدہ اور قنیہ میں ہے کہ اگر زوج
بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہو کہ آپ چھڑا سکے عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اس سے تو عورت اسپر جادو کرے اور پھیر لاوے اپنی طرف کو
تو مرد کو اسکا قتل کرنا حلال نہیں اور دور رہے اس سے یعنے مقدور بھر وقیل لا تقتلہ قالہ الاسبیجابی وبہ یفتی کما فی التاتارخانیۃ وشرح الوہبانیۃ
عن الملتقط امی والاثم علیہ کما مر اور دوسرا قول مطلقہ ثلاثہ میں جو مرد کو منع نہیں کر سکتی یہ ہے کہ مرد کو قتل کرے قائل اس قول کا اسبیجابی ہے اور اسی
قول پر یعنی عدم قتل پر فتوی ہے جیسا کہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ میں ملتقط سے یہ فتوی موجود ہے یعنے اس صورت میں گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت
مجبور ہے جیسا کہ تصریح اسکی قول اوزجندی میں گذر چکی قال لمعتدۃ امی بعد طلاقۃ ثلاثہ کان قبلہا طلقت اخری وانقضت عدتہا وصدقتہ المرأۃ فی

**ذلک لا یصدقان علی المذہب المفتی بہ** کالو لم تصدقہ ہی و قیل یصدقان کہ اگر زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہا کہ اس تین طلاق سے پہلے میں نے عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اسکی منقضی ہو گئی تھی تو زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ تا کہ اسکو اس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اسواسطے کہ تین طلاق جبکہ عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول میں تو مرد اور عورت کی تصدیق نہ ہو گی بنا بر مذہب مفتی بہ کے چنانچہ اسکو صحیح رکھا ہے جبکہ عورت مرد کی تصدیق نکرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے ولو طلقہا ثنتین قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا قبلہا واحدۃ اخذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ میں نے دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہوں غرض اس کلام سے یہ کہ دو طلاق باطل ہو جاویں اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اسکلام سے خود تین طلاق کا اقرار کرنے والا ہو گا اسواسطے کہ اقدام زوج کا دو طلاق پر دلالت کرتا ہے ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

## باب الایلاء

یہ باب ہے ایلا کا مناسبتہ للموقتہ تا اللہ مناسبت ایلا کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے یعنے جیسے طلاق رجعی میں عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہے ویسے ہی ایلا میں بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے لہذا دونوں باب متصل ذکر کئے **وہو لغۃ الیمین و شرعا الحلف علی ترک قربانہا مدتہ و لو ذمیا** ایلا لغت میں معنی قسم کے ہے اور شرع میں ایلا وہ قسم ہے جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلا ذمی کا بیان تفصیلاً آگے مذکور ہوگا **والمولی ہو الذی لا یمکنہ قربان امرأتہ الا بشیء شاق یلزمہ الا لمانع کفرا** و نحوہ کما مر اسکو مولی کہتے ہیں جسکو ممکن نہیں اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ یہ لازم ہوتی ہے اسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہیں کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہیں یعنی کافر اگر ایلا کریگا تو اسکو قربت اپنی زوجہ کی ممکن ہے بدون لزوم کفارہ کے **و رکنہ الحلف** اور رکن ایلا کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو بالتزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے **و شرطہ محلیۃ المرأۃ بکونہا منکوحۃ وقت تنجیز الایلاء** اور شرط ایلا کی یہ ہے کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے کے عورت کے وقت تنجیز ایلا کے یعنے اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہ ہو لیکن ایلا واقع ہونے کے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے و منہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک و ایلاء کو سے مثال ہے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا ہر چند عورت اس قول میں وقت ایلا کے منکوحہ نہیں لیکن بعد نکاح کے ایلا ثابت ہوگا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے تو گو یا اُسنے بعد نکاح کے ایلا کیا **و لو زاد و انت طالق ثم تزوجہا لزمہ کفارۃ و بالقربان و قع بائن** اور اگر مثال مذکور میں و انت طالق زیادہ کیا یعنے یوں کہا کہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک انت طالق یعنے اگر میں تجھسے نکاح کروں تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا اور تو مطلقہ ہو گی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہو گی وطی چھوڑنے سے اس مثال میں کفارہ لازم آویگا وطی سے اسواسطے کہ ایلا ہے اور طلاق واقع ہو گی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہ ہے کہ اسمیں تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہو گئی کفارہ وطی سے کیونکر لازم آویگا تو مراد یہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہو گئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اسکے دوسری بار اُس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی

**و اہلیۃ الزوج للطلاق و عندہما للکفارۃ** اور شرط ایلا کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنے جسکو طلاق کی لیاقت ہے اسکو ایلا کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلا کی **فصح ایلاء الذمی بغیر ما ہو قربۃ** تو صحیح ہے ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنے چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اسکا ایلا بھی صحیح ہے لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاویگا تو صحیح نہ ہوگی صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلا صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلا تین طرح پر ہے ایک یہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنے بغیر عبادت کے قسم کھانا چنانچہ عتاق کی دوسرے عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم کی یہ بالاتفاق باطل ہے تیسرے میں اختلاف ہے یعنے بنام خدا قسم کھانے میں کذا فی حاشیۃ المدنی اگر کوئی کہے کہ جب ذمی پر کفارہ لازم نہیں تو امام کے نزدیک اُسکی ایلا کا کیا فائدہ ہے شارح اگلے قول میں اسکا جواب

وفائدتہ وقوع الطلاق اور ایلاء ذمی کا فائدہ وقوع طلاق ہے یعنے اگر بعد ایلا کے چار مہینے تک قربت نکریگا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائطہ عدم النقص
عن المدۃ اور ایلا کی شرائط سے ہے مدت معینہ سے کم نہونا تو اگر کوئی قسم کھاوے کہ میں ایک مہینہ قربت نکرونگا تو ایلا ثابت ہوگا وحکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ
ان بر ولم یطأ اور حکم ایلا کا یہ ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر اُسنے قسم پوری کی یعنے چار مہینے تک وطی کی ولزوم الکفارۃ والجزاء المعلق ان حنث
بالقربان اور کفارہ اور جزائے معلق لازم آئیگی اگر اُسنے قسم توڑی بسبب وطی کے ہم والجزا کا واو بمعنی او ہے یعنے اگر قسم بدون تعلیق کے ہے تو کفارہ لازم ہوا ور بالہ
تعلیق کی قسم ہے تو جزا لازم ہوا ور کبھی کفارہ اور جزا ساتھ ہی لازم آتا ہے جبکہ حلف باللہ اور تعلیق معاً ہو چنانچہ اس مثال میں کہ واللہ قربت نکرونگا اور اگر قربت کروں
تو مجھپر حج ہے والمدۃ اقلہا للحرۃ اربعۃ اشہر وللامۃ شہران ولا حد لاکثرہا فلا ایلاء بحلفہ علی اقل الا قلین اور کمتر مدت ایلا کی حرہ کیواسطے چار مہینے ہیں
اور لونڈی کیواسطے دو مہینے ہیں اور اکثر مدت کی کچھ حد نہیں تو دونوں کمتر مدتوں سے کمتر کی قسم کھانے میں ایلا نہیں ہے اگرچہ حرہ میں دو یا تین مہینے کی قسم کھائی یا لونڈی
میں ایک مہینے کی قسم کی تو ایلا ثابت ہوگا وسببہ کسبب الرجعی اور سبب ایلا کا مانند اُس سبب کے ہے جو طلاق رجعی میں ہے یعنے چنانچہ اختلاف مزاج اور نفرت
طلاق رجعی کا سبب ہوتا ہے ویسے ہی ایلا کا سبب ہوتا ہے والفاظہ صریح وکنایۃ اور الفاظ ایلا کے دو قسم ہیں صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو فقط جماع میں مستعمل ہو
اور کنایہ وہ جو جماع اور غیر جماع دونوں میں مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہیں بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی فمن الصریح لو قال والله وکل حقیقۃ
الیمین لا اقربک لغیر حائض ذکرہ سعدی لعدم اضافۃ المنع الی الیمین اور منجملہ ایلا صریح کے یہ مثال ہے کہ اگر زوج کہے زوجہ غیر حائضہ سے کہ میں تجھسے قربت
نکرونگا اور جس الفاظ سے کہ یمین منعقد ہوتی ہے وہ بھی مانند واللہ کے ہے یعنے بعظمۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ سے ایلا صحیح ہے اور علم اللہ اور غضب اللہ سے صحیح
نہیں اسواسطے کہ اول سے یمین منعقد ہوتی ہے نہ ثانی سے علامہ سعدی نے صحت ایلا میں عدم حیض کی قید لگائی بسبب مضاف ہونے منع قربت کے ظرف
یمین کیجانب یعنے حالت حیض میں باز رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہے نہ کہ بسبب قسم کے اور واللہ لا اقربک لا اجامعک لا اطأک لا اغتسل منک من جنابۃ اربعۃ
اشہر لو حائضا لتعیین المدۃ یا یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا تجھسے جماع نکرونگا تجھسے وطی نکرونگا غسل جنابت نکرونگا تیرے سبب سے چار مہینے
اگرچہ حائضہ ہو بسبب بیان کرنیکے مدت کے یعنے تعیین چار مہینے کی یہ قرینہ ہے کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہے نہ کہ بسبب حیض کے اسواسطے کہ چار مہینے تک حیض
نہیں رہتا بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں قسم مطلق ہے مدت مذکور نہیں وان قربتک فعلی حج او نحوہ مما یشق بخلاف فعلی صلوٰۃ رکعتین للیمین عمل لعدم مشقتہا
اور اگر قربت کروں میں تیری تو مجھپر حج ہے وجب ہی یا مانند اسکے اس قسم سے جسکا فعل انسان پر شاق اور سخت ہے چنانچہ ایک مہینہ روزہ رکھنا یا طلاق یا عتاق
بخلاف اس قول کے کہ اگر میں قربت کروں تو مجھپر دو رکعت واجب ہیں تو اسکا قائل مولی نہیں یعنے ایلا کرنے والا نہیں بسبب شاق نہونے دو رکعت نماز کے ہاں
فعلی مائۃ رکعۃ و قیاسہ ان یکون مولیا بمائۃ ختمۃ او اتباع مائۃ جنازۃ ولم ارہ بخلاف اس قول کے کہ میں تیری قربت کروں تو مجھپر سو رکعتیں لازم ہیں اسواسطے
کہ اسقدر نماز اکثر لوگوں پر شاق ہے اور قیاس مشقت کا اسکو مقتضی ہے کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازہ کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہے کہ اسکو میں نے
کتب فقہ میں نہیں دیکھا یعنے اگر کوئی کہے کہ اگر میں تجھسے قربت کروں تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھپر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی و دفن کرنے کی شرکت مجھپر واجب
ہو تو ایلا ثابت ہوا اسواسطے کہ اسمیں نہایت مشقت ہے او فانت طالق او عبدہ حر یا یوں کہا کہ اگر میں تجھسے قربت کروں تو تو مطلقہ ہے یا غلام میرا آزاد ہے
ہم نے یہاں تک مثالیں ایلا صریح کی تھیں ومن الکنایۃ لا امسک لا آتیک لا اغشاک لا اقرب فراشک لا ادخل علیک اور از قسم کنایہ ہیں یہ مثالیں کہ میں
تجھکو نہ چھوؤنگا تیرے پاس نہ آؤنگا تیرے بچھونے کے نزدیک نہ جاؤنگا نہ داخل ہونگا تیرے اوپر یعنے تیرے پاس نہ آؤنگا ہم لا اغشاک بمعنی لا آتیک کے ہے یعنے
تیرے پاس نہ آؤنگا اسواسطے کہ غشیان بالکسر بمعنی اتیان ہے کذا فی المغرب اور صراح میں کہا کہ غشیان بالکسر بجامعت فرو گرفتن و بیہوش شدن و
من الموید بنحو حتی تخرج الدابۃ او الدجال او تطلع الشمس من مغربہا اور از قسم ایلاء دائمی کے یہ ہے کہنا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا یہاں تک

کہ دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروبگاہ سے طلوع کرے **فان قربها فی المدة ولو مجنونا حنث وتجب الکفارة فی الحلف باللہ وفی**
**الکفارة وفی غیرہ الجزاء وسقط الایلاء لانتهاء الیمین** سو زوج نے وطی کی اندر مدت کے اندر اگرچہ زوج اسوقت دیوانہ ہو تو حانث ہوگا پھر
جسوقت کہ حانث ہوگا تو اللہ کی قسم سے کفارہ واجب ہوگا اور اسکے سوا مین یعنے تعلیق یمین میں جزا واجب ہوگی خواہ حج خواہ عتاق خواہ سوا اسکے اور ساقط
ہوگا ایلا بسبب آخر ہو جانے یمین کے یعنے جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوگی تو اب حکم ایلا کا باجماع علما باقی نرہا یعنے بعد چار مہینے گذرنے کے طلاق نہ واقع ہوگی
**والا یقربها بانت بواحدة** بمضیها اور اگر مدت میں وطی نہ کی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے **ولو ادعاہ بعد مضیها لم یقبل**
**قوله الا ببینة** اور اگر زوج نے دعوی وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہوں کے **وسقط الحلف لو کان موقتا ولو مؤبدا لم یمض الثانیة**
**تبین بثانیة وسقط الایلاء** اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے اگر موقت ومعین ہو اگرچہ توقیت مدت کی ہو اسواسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے عورت پر
دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے آٹھ مہینے صحبت نکرونگا پھر چار مہینے اُسنے صحبت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر مرد نے اس سے
نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نہ کی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اسکے بعد اب قسم کا اثر نہ باقی رہیگا یعنے اگر تیسری بار اس عورت سے نکاح کریگا اور بعد اسکے چار مہینے تک صحبت
نکریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے **لا لو کان مؤبدا اوکانت ظاهرة کما مر** اور قسم ساقط نہوگی بائن ہونے سے اگر قسم دائمی یا ابدی ہوگی اور عورت طاہر ہوگی یعنے
بشرطیکہ حائض نہو عورت قسم کھانے کیوقت چنانچہ ذکر اسکا پہلے گذرگیا **وفرع علیه فلو نکحها ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فیء** ای قربان **بانت باخریین**
اور متفرع کیا مصنف نے عدم سقوط قسم دائمی پر اس قول کو کہ اگر زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن پڑ گئی اور اس سے دوسری اور تیسری بار نکاح کیا اور
دو مدتین بدون قربت کے گذر گئیں تو عورت پر دو بار طلاق بائن اور پڑ جائیگی یعنے زوج نے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت نہ کی تو
ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون وطی کے
منقضی ہو گئے تو تیسری بار طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ قسم دائمی تھی نہ موقت **والمدة من وقت التزوج** اور مدت کا اعتبار ہو نکاح کیوقت سے یعنی اگر دائمی قسم کھائی اور
بعد چار مہینے کے عورت بائن ہو گئی اور مرد نے اُس سے نکاح نکیا اور بعد بائن ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہوگی اسواسطے کہ وہ منکوحہ نہیں اور بدون نکاح کے
مدت کا اعتبار نہین **فلو نکحها بعد زوج آخر لم تطلق لانتهاء الملک** سو اگر ایلا کرنے والے نے اُس عورت سے نکاح کیا دوسرے زوج کے بعد تو اب پھر طلاق نہ واقع
ہوگی بسبب آخر ہونے اس ملک کے یعنے زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی اور ثالث کے اور عدم قربت کے
پھر عورت نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے طلاق ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اُس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت نہ کی تو اب پھر طلاق
نہ واقع ہوگی حلف دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہو گئی پھر جب ملکیت باقی نرہی تو طلاق کیونکر واقع ہو **بخلاف**
**ما لو بانت بالایلاء بواحدة او ثنتین ثم عادت الیه بعد زوج آخر حیث یقع بالایلاء خلافا لمحمد کما فی مسئلة الهدم** بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا ہو گئی بسبب
ایلا کے کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آئی اور شیخین کے نزدیک زوج اول کو
تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمدؒ کے کہ انکے نزدیک بقدر باقی طلاق واقع ہوگی چنانچہ اسکی
تصریح باب الرجعة کے اندر مسئلہ ہدم مین ہو چکی یعنے اگر بعد ایلاء دائمی کے تین بار طلاق نہوگی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا اور چار
مہینے تک قربت نہ کی تو پھر ایک طلاق بائن پڑی پھر اس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نہ کی تو دو بار طلاق بائن ہوئی پھر عورت نے دوسرے زوج سے
نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج ثانی نے
طلاق سابقہ کو منہدم کر دیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق بائن پڑیگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو دوسری بار طلاق واقع ہوگی پھر اگر نکاح کرکے

قربت نکریگا تو تیسری بار طلاق واقع ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہو چکی اور اسیطرح تنجیز طلاق کا حال ہے یعنے اگر کہا کہ واللہ مین قربت نکرونگا اور قبل چار مہینے گذرنے کے ایکبار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اُسنے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر زوج اول کے نکاح مین آئی تو مانند سابق کے تین بار سے طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد کے نزدیک ایکبار **وان وطیہا بعد زوج آخر کفر لبقاء الیمین للحنث** اگر قسم دائمی کھانے والے نے عورت سے وطی کی بعد دوسرے زوج کے تو کفارہ دے بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہوا بسبب قسم توڑنے کے یعنے ہر چند بعد تین طلاق بائن پڑجانے کے اب چوتھی طلاق نپڑیگی لیکن عدم یمین عدم قربت کی ہنوز باقی ہے تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا **واللہ لا اقربک شهرین وشهرین بعد شهرین الشهرین ایلاء لتحقق المدة** اور یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلے دو مہینون کے تو ایلا ہے بسبب محقق ہونے مدت ایلا کے اسواسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہے واسطے جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوے **ولو مکث یوما زاد بمطلق الزمان فلها فتہ کذلک** بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا پھر اُسنے ایکدن توقف کیا شارح کہتا ہے مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکھا اسواسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی اسی حکم مین ہے کذا فی البحر الرائق **ثم قال واللہ لا اقربک شهرین لم یکن مولیا قال بعد الشهرین الاولین ولا انتقض المدة** پھر بعد توقف ایکدن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے یا بعد الشهرین الاولین کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنے ایسیقدر بولا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا تو دونون صورتون مین مولی نہوگا یعنے ایلا نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنے جب اُسنے کہا کہ واللہ مین تجھسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوے پھر اُسنے ایکدن توقف کرکے دوسری قسم کھائی اسطرح کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے تو دونون یمین کے بیچ مین جو ایکدن توقف کا درمیان ہے ساقط ہوگیا تو ایکدن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلا کی پورے چار مہینے ہین یعنے ایلا نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشهرین الاولین کو یمین ثانی مین نہ مذکور کیا تو دونون یمین متداخل ہونگے مثلاً یمین اول غرہ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر مین تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوکر غرہ ربیع الاول کو تمام ہوئی مدت ایلا کی اسمین بھی نہ پائی گئی **لکن ان قربہا استحقت الکفارة والا تعددت** لیکن اگر بعد الشهرین الاولین کہیگا تو وطی سے ایک ہی کفارہ لازم آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورت مین اگر پہلے دو مہینون مین وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینون مین وطی کریگا تو بھی ایکہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہے متداخل نہین ہے دوسری صورت مین اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دو کفارہ لازم آویگا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونون یمین کی مدت متداخل ہے جدی جدی نہین **وقال واللہ لا اقربک سنة الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربہا وبقی من سنة اربعة اشهر فاکثر صار مولیا والا لا** اور زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا ایک سال مگر ایک دن تو فی الحال مولی نہوگا بلکہ اگر قربت کرے عورت سے اُسوقت جبکہ باقی رہگئے ہون ایکسال سے چار مہینے یا زیادہ اُسوقت مولی ہوگا اور اگر سال مین سے چار مہینے باقی نہین رہے مثلاً تین مہینے باقی رہے تھے کہ اُسنے قربت کی تو مولی نہوگا **ولو حذف سنة لم یکن مولیا حتی یقربہا فیصیر مولیا** اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرا ڈالا یعنے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا مگر ایک دن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پھر جب عورت سے قربت کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق مین بھی ہے کذا فی حاشیة المدنی **ولو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا ابدا لانہ استثنی کل یوم یقربہا فیہ فلم یتصور منعہ ابدا** اور اگر اُسنے مثال مذکور مین الا یوما اقربک فیہ کو زیادہ کیا یعنے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا ایکسال مگر وہ دن جسمین تجھسے قربت کرونگا تو کبھی مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اُسنے ہر ایک اُسدن کو مستثنے کرلیا جسمین عورت سے قربت کرے تو اُسکا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہین تمام سال **او قال وهو بالبصرة واللہ لا ادخل مکة وهی بہا لا یکون مولیا لانہ یمکنہ ان یخرجہا منہا فیطاہا** یا کہ زوج بصرہ مین ہے اور اُسنے یون کہا کہ واللہ مین نہ جاؤنگا اور حالانکہ زوجہ مکہ مین ہے تو اس قول سے مولی نہوگا اس واسطے

کہ ممکن ہو کہ عورت کو کسی سے بلا لیوے پھر اس سے وطی کرے آلی من المطلقة رجعیا صح لبقاء الزوجیة ویبطل بمضی المدة ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہے
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذرجانے مدت ایلا کے یعنے چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہے
بسبب امتداد طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلا کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی نہ رہنے محل کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النہر
نسخون میں بمضی العدة ہے بجائے بمضی المدة کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری صورت کو شامل تھا لہذا اسیکو مترجم نے اختیار کیا ولو آلی من مبانة او اجنبیة
نکحہا بعد ای بعد الایلاء ولم یضفہ الی الملک کما مر لا یصح لفوات محلہ فلو وطیہا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جس سے بعد
ایلا کرنے کے نکاح کیا اور ایلا باضافت الی الملک کیا یعنے نکاح پر تعلیق نہ کی چنانچہ اسکا ذکر ہوچکا تو ایلا صحیح نہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنے نکاح کے اور
اگر بعد ایلا کے بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنے ہرچند ایلا نہوا لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہے ولو آلی فابانہا
ان مضت مدتہ وہی فی العدة بانت باخری والا لا خانیة اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز
عدت میں ہے تو اسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہوگئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیة ولو عجز عجزا حقیقیا لا حکمیا کاحرام
لکونہ بالفضاء عن وطیہا لمرض احدہما او صغرہا او رتقہا او جبہ او عنتہ او بمسافة لا یقدر علی قطعہا فی مدة الایلاء او لحبسہ اذا لم یقدر علی وطیہا
فی السجن کما فی البحر عن الغایة وقولہ لا یحتمل ثم ارادہ لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنے والا وطی سے حقیقی عاجزی کرنہ حکمی کر چنانچہ بسبب احرام باندھنے کے یا
اعتکاف کے ہواسطے کہ یہ عاجزی اختیاری ہے نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرسنی عورت کے یا بسبب تنگی شرمگاہ عورت کے
یا بسبب قطع آلہ ذکر یا مرد کے نامرد ہونے کی یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے کہ اسکو قطع نہیں کرسکتا اور پہونچ نہیں سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے زوج کے
ناحق بشرطیکہ قادر نہو عورت کی وطی پر قیدخانے میں کما فی البحر الرائق عن الغایة شارح کہتا ہے حبس میں ناحق کی قید مصنف کے سوا اور کسی فقیہ کے کلام میں نہیں دیکھی تو
اسکے دریافت کرنے کو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا کہ ہمنے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوے عالمگیری میں اسکو پایا منقولا عن السراجیہ کے
کہ حبس حق میں رجوع کرنا زبانی معتبر نہیں اور حبس ناحق میں معتبر ہے اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکورہ میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہوگیا وکذا غیبتہا
ونشوزہا ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتک او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوہ لانہ اذاہا بالیمین فیرضیہا بالوعد اور اسیطرح عاجز ہوا
وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا زبانی قول سے کفایت کرتا ہے چنانچہ یوں کہنا کہ مینے رجوع
کیا زوجہ کیطرف یا یوں کہا کہ میں پھرا تیری طرف یا یوں کہا کہ مینے ایلا کو باطل کردیا یا یوں کہا کہ جو مینے کہا تھا اس سے میں پھرا اور مانند ان
اقوال کے یعنے بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نکرسکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت و تکلیف دی تھی
بسبب منع وطی کے تو اسکو اب راضی کرے وعدہ کرکے فان قدر علی الجماع فی المدة ففیئہ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبرہا لا یکون
فیئا پھر بعد رجوع قول کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ وہی اصل ہے سو اگر غیر
فرج میں وطی کریگا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر نہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی آلی وہو صحیح
ثم مرض لم یکن فیئہ الا الجماع اور استفادہ ہوتا ہے قول مصنف سے یعنے فان قدر علی الجماع سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی میں ایلا کے وقت سے
اسکی مدت کے گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کردیا ہے ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یوں ہے کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار ہوگیا تو اسکا رجوع
کرنا ثابت نہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وہو قیام النکاح وقت الفیء باللسان
فلو ابانہا ثم فاء بلسانہ بقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہوا اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث

ہدایہ میں مذکور کیا وہ قیام نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنے رجوع کیوقت عورت منکوحہ ہو نہ بائنہ تو اگر زوج نے بعد ایلاء کے عورت کو طلاق بائن دی پھر زبانی
رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہوگا اور ایلاء باقی رہیگا **قال لامرأته انت علی حرام ونحو ذلک کانت معی فی الحرام ایلاء ان نوی التحریم او لم ینو شیئا وظهار**
**ان نواه وهدر ان نوی الکذب** وذا دیانة واما قضاء فایلاء قهستانی **وتطلیقة بائنة ان نوی الطلاق وثلث ان نواها ویفتی بانه**
**طلاق بائن وان لم ینوه** لغلبة العرف ولذا لا یحلف به الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور مانند اسکلام کے کہا اور جو کلام ہیں
حرام کا لفظ ہو چنانچہ یوں کہا کہ تو میرے ساتھ ہے حرام کے اندر تو یہ قول ایلاء ہے اگر اسنے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے یا زوج
نے اس کلام سے کچھ ارادہ نہ کیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلاء کا نہ کذب کا تو بھی ایلاء ہے اور یہ کلام ظہار ہوگا اگر اسنے ظہار کا ارادہ کیا اور یہ کلام باطل
اور مہمل ہوگا اگر اسنے کذب کا ارادہ کیا اور اسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہے اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلاء ہی ثابت ہوگا کذا فی القہستانی
اور یہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اسنے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اسنے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی اسپر ہے کہ
یہ کلام یعنی انت علی حرام طلاق بائن ہی ہے اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نہ کی ہو بسبب غلبہ استعمال کے یعنے بالفعل یہ قول طلاق ہی میں اکثر
مستعمل ہے ولہذا اس قول سے سوا مردوں کے کوئی قسم نہیں کھاتا **ولو لم تکن له امرأة وحلفت به فلا کفارة ان ماتت او بانت لا الی عدة ثم وجد الشرط**
**لم تطلق امرأته المتزوجة بعد یمینه لصیرورتها یمینا فلا تنقلب طلاقا** اور اگر مرد کے کوئی زوجہ نہو اور اسنے کہا کہ علی الحرام یعنی حرام مجھپر لازم ہو یا کہ عورت نے بلفظ
حرام قسم کی یعنے زوج سے خطاب کرکر بولی کہ تو مجھپر حرام ہے تو یہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے اگر میں غلام کو ماروں پھر
زوجہ مخاطبہ مر گئی یا بائن ہو گئی بدون عدت کے بسبب طلاق قبل دخول کے پھر شرط پائی گئی یعنی مثلاً غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اسکی عورت وہ عورت جسسے بعد قسم
زوجہ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتوی ہے کہ زوجہ ثانیہ پر طلاق واقع ہوگی بسبب جاتے تعلق کے یمین یعنی جب وہ مخاطبہ مر گئی یا بائن ہو گئی تو تعلیق طلاق کی
بسبب نہ ہونے محل کے یمین ہو گئی پھر جب تعلیق یمین ہو گئی تو یمین منقلب ہو کر طلاق نہیں ہو سکتی **ومثله انت معی فی الحرام وانا الحرام یلزمنی وحرمتک علی وانت محرمة**
**او حرام علی او لم یقل علی وانا علیک حرام او محرم او حرمت نفسی علیک وانت علی حرام کالحمار والخنزیر بزازیہ** اور انت علی حرام کے مانند ہیں یہ اقوال کہ تو ساتھ
میرے ہے حرام میں اور حرام مجھکو لازم ہوا اور میں نے تجھکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجھپر محرمہ ہے یا حرام ہے یا کہ اسمثال میں مجھپر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسقدر کہا
کہ تو حرام ہے یا محرم ہے اور میں تجھپر حرام ہوں یا محرم ہوں یا کہ میں نے اپنی ذات کو تجھپر حرام کیا یا کہ تو مجھپر حرام ہے مانند گدھے یا سور کے کذا فی البزازیہ یعنی ان
سب اقوال سے طلاق بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کے زوجہ نہوگی تو یہ اقوال یمین ہو جاوینگے تو حانث ہونے سے کفارہ لازم ہوگا **ولو کان له اربع**
**نسوة فالمسألة بحالها وقع علی کل واحدة منهن طلقة بائنة وقیل تطلق واحدة منهن والیه البیان کما فی البحر وهو الاظهر والاشبه** کما فی الزیلعی والبزازیة
وغیرهما وقال الکمال الاشبه عندی الاول وبه جزم صاحب البحر فی فتاواه وصححه فی جواهر الفتاوی واقره المصنف فی شرحه اور اگر زوج کی چار عورتیں
ہوں اور یہ مسئلہ بحال خود بطور سابق کے ہو کہ تحریم میں یعنی چار عورتوں کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت مجھپر حرام ہے تو ہر عورت پر
ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ ان چار عورتوں میں سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار ہے بیان تعیین میں چنانچہ اسکا
ذکر طلاق صریح میں ہو چکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور انکے سوا اور فقہا نے مثل صاحب خلاصہ و ذخیرہ وغیرہما اور بہتیروں نے
اسکو ذکر کیا ہے اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بالحق قول اول ہے یعنے ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسکا یقین کیا
صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوے میں اور جواہر الفتاوی میں بھی اسکی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح میں قائم رکھا ہے ہم
منح الغفار میں کلام محقق کا فتح القدیر سے یوں منقول ہے کہ میرے نزدیک اشبہ بالحق وہ ہی جو فتاوی میں ہے اسواسطے کہ یوں کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہے

یہ ترجمہ کو شامل ہو تو پھر ایک وجہ پر طلاق بائن واقع ہو گی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق ممدوح اور اسکے تابعین کا کلام حلال اللہ اور حلال المسلمین میں ہے نہ کہ انت علی حرام میں اسواسطے کہ خطاب صریحا مانع ہے عموم کا اور امراتی علی حرام میں ہے اور بظاہر نظر میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ گفتگو انت علی حرام میں ہے لہذا شارح نے اگلا قول میں اسکا استدراک کیا لکن فی النہر یجب ان یکون محمل قول الزیلعی وہذہ المسئلة بما لہا بمعنی التحریم لا بقید انت علی حرام مخاطبا لواحدة کما فی المتن بل یجب فیہ ان لا یقع الا علی المخاطبة انتہی قلت یعنی بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین فانہ یعم وبہ یحصل التوفیق فلیحفظ لیکن نہر الفائق ہے کہ واجب ہے کہ ہوں معنی امر قول زیلعی کے کہ یہ مسئلہ بطور سابق کے ہے یعنے فقط تحریم میں مثل مسئلہ سابقہ کے ہے نہ کہ بقید خطاب وجہ واحدہ کے چنانچہ متن میں ہے کہ یعنے کنز میں بلکہ یہ واجب ہے انت علی حرام میں کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجہ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں یعنی بخلاف حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہ عام ہے چاروں عورتوں کو شامل ہے اور اسی سے حاصل ہو گئی توفیق یعنے تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح شارح سے کلام فقہا میں اتفاق حاصل ہو گیا سو اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے یعنے جو کہتا ہے کہ سب عورتوں پر طلاق واقع ہو گی سو اس قول سے کہتا ہے کہ حلال اللہ یا حلال المسلمین اور جو کہتا ہے کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہو گی سو اس قول سے کہتا ہے کہ انت علی حرام اور شارح کا یہ مطلب نہیں کہ نہر الفائق کی تصریح سے متن تنویر الابصار کے دونوں قولوں میں اتفاق ہو گیا اسواسطے کہ ان دونوں قولوں کا اختلاف امراتی علی حرام میں نہیں ہے سو جو فقہا کہ عموم کے قائل ہیں امراتی کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے ہیں اور جو خصوص کے قائل ہیں وہ اضافت عہدی کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ الفاظ تین طرح پر ہیں قسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین تو یہ عام ہے اور یہی مراد ہے صاحب قہستانی اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح میں قسم ثانی انت علی حرام خاص ہے مخاطبہ کو قسم ثالث امراتی علی حرام میں اختلاف ہے کذا فی حاشیة المدنی فروع مسائل متعلقہ شارح کے انت علی حرام الف مرة تقع واحدة زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ حرمت شی واحد ہے اسمیں تعدد کی گنجائش نہیں بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقہا واحدة ثم قال لہا انت حرام ناویا ثنتین وقع واحدة عورت کو ایک طلاق دی پھر کہا اسے کہ تو حرام ہے دو طلاق کی نیت کر کے تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی کررہ مرتین ونوی بالاول طلاقا وبالثانی یمینا صح انت حرام کو دو بار کہا اور اول سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہے قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث کہا تین بار کہ حلال خدا کا حرام ہو اسپر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہو گی قال لہما انتما علی حرام ونوی فی احدہما ثلثا وفی الاخری واحدة فکما نوی بہ یفتے وتمامہ فی البزازیة کہا دو عورتوں سے کہ تم دونوں مجھپر حرام ہو اور ایک عورت میں تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اُسنے ارادہ کیا اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہے قال انتما علی حرام حنث بوطی کل ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیہما والفرق لا یخفے کہا کہ تم دونوں مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یوں کہا کہ واللہ تم دونوں سے میں قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونوں کی وطی سے یعنے ایک کی وطی سے قسم نٹوٹیگی اور وجہ فرق دونوں مسئلوں کی مخفی نہیں ہے اسواسطے کہ پہلی صورت میں ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت مستقلہ ثابت ہو گی اور دوسری صورت میں دونوں کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہے کہ پہلی صورت میں ایلاء معنوی ہے باعتبار معنی تحریم کے کہ ہر ایک میں جدی جدی موجود ہے بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر فی الجوہرة کرر لا اقربک ثلثا فی مجلس اراد التکرار اتحد والا فالایلاء واحد والیمین ثلث ان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ میں ہے کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا اسکو تین بار ایک مجلس میں مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلاء اور ایک ہی یمین ہو گی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلاء ہو یعنی اگر چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہو چکے تو ایک طلاق ہو گی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینے لازم ہونگے اور مجلس میں متعدد ہونگی یعنے ہر مجلس میں ایکبار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلاء اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نکریگا تو تین بار طلاق واقع ہو گی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے لازم آوینگے واللہ اعلم

## باب الخلع

ہو الازالۃ یہ باب ہے احکام خلع میں اور خلع لغت میں بمعنی ازالہ ہے یعنے ایک چیز کو دوسری چیز سے الگ کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے
اور موزہ کو پاؤں سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجیۃ بالضم وفی غیرہ بالفتح اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت میں بضم اول اور ازالہ زوجیت کے غیر میں بفتح اول
مستعمل ہے وشرعا کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج بہ الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردۃ فانہ لغو کما فی الفصول اور خلع باعتبار اصطلاح شرع کے
چنانچہ بحر الرائق میں ہے عبارت ازالہ ملک نکاح سے ہے ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد میں خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونے کے بعد خلع کرنا خلع
شرعی کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقفۃ علی قبولہا خرج بہ ما لو قال خلعتک ناویا الطلاق
فانہ یقع بائنا غیر مسقط للحقوق لعدم توقفہ علیہ یعنی ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہے عورت کے قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر
زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے یوں کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہ ہوگا
بسبب موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور ازالہ ملک نکاح عورت کے قبول پر موقوف نہیں وہ خلع نہیں بخلاف خالعتک بلفظ المفاعلۃ
او اختلعی بالامر ولم یسم شیئا فقبلت فانہ خلع مسقط حتی لو کان قبضت البدل ردتہ خانیۃ بخلاف خالعتک یعنے زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا
یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنے خلع قبول کر اور اسکے عوض میں کچھ مال مقرر نکیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہے مسقط حقوق
زوجیت کا یہانتک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کر چکی ہوگی تو اسکو مہر پھیر دینا لازم ہوگا کذا فی الخانیۃ بلفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط
فتح یعنے ازالہ ملک بلفظ خلع ہے تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا اسواسطے کہ طلاق مذکور زوجیت کو ساقط نہیں کرتا
کذا فی فتح القدیر وزاد بقولہ او ما فی معناہ لیدخل لفظ المباراۃ فانہ مسقط کما سیجیء ولفظ البیع والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للنہایۃ یعنی
خلع عبارت ہے اس ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع ہو مصنف نے اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع میں
داخل ہوجائے اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہے چنانچہ عنقریب آویگا اور تاکہ خلع بلفظ بیع اور شراء داخل ہے خلع میں اسواسطے کہ وہ بھی اسیطرح مسقط ہے
چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے فتاوی صغری میں برخلاف نہایہ کے سو اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنی افراد کی جامع اور غیر کی مانع ولم یفد التعریف صحۃ خلع المطلقۃ
رجعیا اور فائدہ نہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہے ازالہ ملک نکاح سے اور بقائے عدت تک طلاق رجعی میں ملک ثابت ہے
لہذا رجعت بدون تجدید نکاح کے درست ہے ولا بأس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق اور کچھ مضائقہ نہیں خلع کرنے میں وقت ضرورت کے جب
آپسمیں پھوٹ پڑی نا اتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سے چھوڑنے کے بدلے جائز ہے بشرطیکہ نا اتفاقی مرد کیطرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری میں روایت عبد اللہ
بن عباس سے ثابت ہے کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر میں پایا تھا وہ اپنے زوج سے راضی نہ تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کرلے اور بلا ضرورت
عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہے وجامع ترمذی میں حدیث شریف ثابت ہے کہ جو عورت کہ بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کریگی تو اسپر بہشت کی خوشبو حرام ہے لیکن
جب کسیطرح موافقت نہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بما یصلح للمہر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی ید ہا وبطن
غنمہا وجوز العینی انعکاسہا خلع جائز ہے عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہے بدون عکس کلی کے یعنے جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہے وہ صلاحیت مہر کی بھی رکھے
یہ کلیۃ صحیح نہیں بسبب صحت خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اس مال کے جو عورت کے قبضہ میں ہے اور بعوض اس بچہ کے جو بکری کے پیٹ میں ہے اور حالانکہ دس درم سے کم میں اور
عورت کے مقبوضہ سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کے بچہ سے مہر صحیح نہیں اور علامہ عینی نے اسکا انعکاس جائز کہا ہے کلام عینی میں انعکاس سے
مراد شاید انعکاس منطقی ہے اسواسطے کہ منطقی موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے سو یہاں صحیح ہے عکس لغوی کیطرح صحیح نہیں ہو سکتا وشرطہ کالطلاق او شرطہ

خلع کی مانند شرط طلاق کے ہے یعنے مشروط ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہیں ہے صفحہ ۵ اور کہ یقول ا**وہو یمین فی جانبہ لانہ تعلیق**
**الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ عنہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس** لے مجلسہ فیقتصر قبولہا علی مجلس علمہا اور خلع مین ای
مرد کی جانب مین اسواسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہین پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرلے عورت کے اور صحیح نہین زوج کو شرط
کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہین زوج کی مجلس پر یعنے اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہے قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر یعنے جب
عورت کو خلع کی خبر ہوا اور وہ مجلس مین قبول کرے اٹھ کھڑی ہو خلع باطل ہوگا ‌**و فی جانبہا معاوضۃ بمال فصح رجوعہا قبل قبولہ وصح شرط الخیار**
**لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام ویقتصر علی المجلس کالبیع** اور عورت کی جانب مین خلع بدلائی ہے عوض مال دینے کے تو صحیح ہے عورت کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے
زوج کے اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرلے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہے صحت خلع کی عورت کی
مجلس پر مانند بیع کے **فائدۃ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ** شرط ہے
عورت کی صحت قبول مین دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً ہند کی عورت سے خلع بعوض مال عربی زبان مین کرا دے تو قول
صحیح مین صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدون دریافت کے نہین ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ اسمین علم ہونا
ضرور نہین اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہوجاتا ہے یعنے فقط قضاءً صحیح ہے نہ دیانۃً کذا فی حاشیۃ المدنی
**وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق** اور جانب غلام کے آزادی بشرط مال مین مانند جانب عورت کے ہے طلاق مین یعنے اگر
غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہے اور اگر مولی کہے کہ مین نے بعوض اتنے مال کے تجھکو
آزاد کیا تو مولی اس کلام سے پلٹ نہیں سکتا اور شرط خیار اور قتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہیے **والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق**
**والمباراۃ کبعت نفسک وطلاقک وطلقتک علی کذا وابرأتک فقبلت المرأۃ** اور خلع ہوتا ہے بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مباراۃ کے
چنانچہ یون زوج کا کہنا کہ مین نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یون کہا کہ مباراۃ کی مین نے تجھسے
یعنے تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کرلیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہوگیا ہم خلع بلفظ شرا کے یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ مین نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے
مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار **وحکمہ ان الواقع بہ ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما یجیء**
اور حکم خلع یہ ہے کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہے سو طلاق بائن ہے اگرچہ خلع بدون مال کے ہوا ور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اس صورت
مین ظاہر ہوتا ہے جبکہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہے یعنے جبکہ بدل خلع میں مال باطل
مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی **والخلع ہو من الکنایات فیعتبر**
**فیہ ما یعتبر فیہا من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا انفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا** اور خلع کنایات میں داخل ہے تو خلع مین اعتبار کیا جاویگا اس امر کا
جسکا کنایات مین اعتبار رہتا ہے یعنے قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا درمنتقی مین ہے کہ مال مقرر کرنا خلع مین
یہ بھی قرینہ ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات مین داخل ہے اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہے نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا
شافعی بموجب اپنے مذہب کے فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر مین اجتہاد کی گنجایش ہے اور قول مجتہد فیہ مین حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی
شافعی ہو اور مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہے کہ قاضی کا حکم اسمین نافذ نہین **خلعہا ثم قال لم انو بہ الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق**
**قضاء فی الصور الاربع** اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ مین نے اسسے طلاق کی نیت نہین کی تو اگر زوج بدل خلع مین کچھ مال ذکر کرچکا ہے تو قضاءً

اسکی تصدیق نہ ہوگی چارون صورتون مین الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین ہے اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہے طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ
تصدیق ہوگی لیکن اس صورت مین بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین ہے اسواسطے کہ عورت بمنزلہ قاضی ہے کہ ہر ظاہر پر عمل کرنے مین کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا
عن البحر ولا یصدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمبارأۃ لانہما کانا کنایتین ولا قرینۃ بخلاف لفظ البیع والطلاق اور اگر مال مذکور نہین ہوا تو دیانۃً کی
تصدیق ہوگی اس خلع مین جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہے اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ ہین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہین بخلاف
لفظ بیع اور طلاق کے کہ اسمین زوج کی تصدیق نہ ہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ وہ دونون لفظ طلاق صریح ہین قرینہ اور نیت کی کچھ اسمین حاجت نہین
لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہے زوال ملک یمین سے اور زوال ملک یمین کو زوال ملک منافع لازم ہے وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وہو ظاہر الروایۃ
الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اسمین بھی خلع اور مبارات کی کنایہ ہونے مین
اشارہ ہے نیت کے شرط ہونے کی طرف یعنے بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ ظاہر الروایۃ ہے مگر مشائخ نے کہا ہے کہ نیت شرط نہین
اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہے چنانچہ قہستانی مین یہ مذکور ہے متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ
مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجائے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا وکرہ لہ تحریما اخذ شئی ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز
اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کی طرف سے ہو اسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہے اور اس سے ملحق ہے ابرا دین یعنے اگر عورت کا
دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اسکی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یون ہے کہ اس حال مین مال لینا
حرام قطعی ہے لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو منہ نشوزا ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر
نافرمانی اور ناموافقت عورت کی طرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا مکروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کی طرف سے بھی ناموافقت
ہوگئی ہو تو بھی مال لینا درست ہے اگرچہ خلع مین لینا دینے سے زیادہ ہو یعنے اگر مثلاً دس درم مہر مین عورت کے دیئے تھے اور بیس درم خلع کی
عوض لیے تو بھی جائز ہے بنابر اس قول کے جسکی وجہ خوب تر ہے کذا فی فتح القدیر وصحح الشمنی کراہۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا باس یفید انہا تنزیہیۃ وبہ
یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کیا ہے اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لا باس ہے کے اسکا فائدہ دیتی ہے کہ کراہت
تنزیہی ہے تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دونون قولون کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہے سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہے اور جو نفی
کراہت کی کرتا ہے وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہے نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرہہا الزوج علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال
وسقوطہ زبردستی کی صورت پر زوج نے خلع قبول کر لینے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ رضامندی شرط ہے لازم ہونے
مال مین اور ساقط ہونے مال مین یعنے خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کر لیا ہے یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر مین نہ مال دینا لازم ہوگا
اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ہلک بدلہ فی یدہا قبل الدفع او استحق فعلیہا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ اور اگر
ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ مین یا اسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تھا چنانچہ غلام یا کپڑا تو عورت پر اسکی قیمت
دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اسکے مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونے کو قبول نہین کرتا بخلاف بیع کے
جبکہ بائع کے پاس ہلاک ہو جاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہو سکتی ہے خلعہا او طلقہا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوہا مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی
فی غیرہ وقوعا مجانا لفساد البدل وہو الثمرۃ کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اسکے اس قسم سے
کہ وہ مسلمان کے حق مین مال نہین تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ مین اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ مین دونون صورتون مین طلاق کا

واقع ہوگا مفت ہوگا بسبب حاصل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہے جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت حلالا کہذا الخل فاذا ہو خمر رجع بالمہر لانہا سمت ما لا متقوما
والا لا شئی لہ اور اگر عورت نے عوض خلع میں حلال مال کا نام لیا چنانچہ یوں کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکہ کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا
تو زوج مہر کو پھیر لے اگر ادا کیا ہوا ور اگر مہر نہ دیا ہو تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہیں بلکہ شراب ہے
تو مفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہیں اس صورت میں کما لو خالعہا علی ما فی یدہا من الجنیۃ ولا شئی
فی یدہا للعلم التسمیۃ چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اس صورت میں کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ
اسکے ہاتھ میں کچھ نہیں مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال میں ظاہری ہاتھ ہے نہ معنوی یعنے قبض اور تصرف وکذا عکسہ
اور یہی حال اس مثال کے بالعکس میں مفت طلاق ہوگی یعنے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اسمیں کچھ نہیں لکن لو کان
فی یدہ جوہرۃ لہا لتبقیات فنی الجملۃ اولا الاضرار بالنفرہا بقبولہا لیکن اگر زوج کے ہاتھ میں عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول
کریگی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہو جاویگا عورت کو ہاتھ میں جواہر ہونے کا علم ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اسکے قبول کر لینے سے وان
زادت من مال او دراہم ردت علیہ فی الاولی مہرہا ان قبضتہ والا لاشئی علیہا جوہرۃ او ثلثۃ دراہم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور
میں مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنے یوں کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اسکے ہاتھ میں کچھ نہیں تو پہلی
صورت میں یعنے در صورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہیں یعنے اگر مہر
مرد پر ہوگا تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا یہ کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورت میں یعنے در صورت ذکر دراہم کذا فی البحر ہم ہاتھ سے اور ان دونوں
صورتوں میں ظاہری ہاتھ نہیں بلکہ بقبضہ ضرور اہو ولو فی یدہا اقل کملتہا اور اگر مثال مذکور میں عورت کے ہاتھ میں تین درم سے کم ہوں یعنے ایک درم
یا دو تین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراہم فبان دنانیر لم ارہ اور اگر عورت نے عوض خلع میں دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ
عورت کے ہاتھ میں درم نہیں بلکہ دینار ہیں میں شارح کہتا ہے کہ میں نے اسکا حکم کتب فقہ میں نہیں دیکھا ہم صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت میں تو دراہم
واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہیں بصراحت نہیں دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی و البیت والصندوق وبطن الجاریۃ اذا لم تلد لاقل المدۃ
وبطن الغنم وثمر الشجر کالید فیما ذکر الید مثال کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کمتر میں نہ جنی ہو اور بکری
بکری کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم میں مانند ہاتھ کے ہیں تو ذکر ہاتھ کا امثلہ سابقہ میں بطور مثال کے ہے کذا فی بحر الرائق یعنے اگر عورت نے کہا کہ میری
کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی اور بکری کے پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلوں پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اسکی کوٹھری اور صندوق میں اور
لونڈی اور بکری کے پیٹ میں اور درخت پر کچھ نہیں تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت میں جنیگی تو
مرد اسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر بچہ چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنیگی تو مرد اسکا مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال قید فی الخلاصۃ وغیرہا بعدم الملک فقال لہ
علم انہ لامتاع فی البیت وانہ لامہر لہا علیہ فی خلعہا بمہرہا لا یلزمہا شئی لانہا لم تطمعہ فیلم یصیر مغرورا ولو ظن ان علیہ المہر ثم تذکر عدمہ ردت المہر اور صاحب بحر الرائق نے
کہا کہ مسائل مذکورہ میں مفت طلاق واقع ہوگی خلاصہ وغیرہا میں مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یوں کہا ہے کہ اگر زوج جانتا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق میں یا خلع
بعوض مہر میں زوج یہ جانتا تھا کہ عورت کا اسپر کچھ مہر نہیں تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورت میں زوج نے عورت کو کچھ لالچ نہیں دکھلایا تو زوج کو
عورت نے کچھ فریب نہیں دیا اور اگر مرد کو پہلے اوپر مہر واجب ہونے کا گمان تھا پھر اسکو یاد آگیا کہ مجھپر مہر باقی نہیں ہے تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کو دھوکا ہوا ہم کہتے ہیں کہ شارح کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آیندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی

خالعت علی عبد ابق لہا علی براءتہا من ضمانہ لم تبرأ علیہا تسلیمہ ان قدرت و الا فقیمتہ لانہ لا یبطل بالشرط الفاسد کالنکاح عورت نے خلع کیا اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونے کے اسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہ ہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی اگر قادر ہوئی اسپر اور اگر غلام نہ مل سکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہیں ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہیں باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا بالف او علی الف فطلقہا واحدۃ وقع فی الاولی بائنۃ بثلثہ ای بثلث الالف ان طلقہا فی مجلسہا و الا فمجانا فتح عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت میں یعنی بالف میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی عوض بشرطیکہ عورت کی مجلس بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس میں طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر و فی الثانیۃ لو کان طلقہا ثنتین قبلہ کل الالف اور ثانیہ میں یعنی اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دے چکا تھا تو اسکو پورے ہزار ملینگے یعنے اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہوگئے عورت کا مطلب پوری جدائی سے حاصل ہوگیا و فی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط و قالا کالباء اور دوسری صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جبکہ عورت نے کہا کہ طلقنی علی الف تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور شرط منقسم نہیں ہوتا اجزا شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوگی کہ مال سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند با کے ہے تو جیسے پہلی صورت میں ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی ہی دوسری صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لہا طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسہا واحدۃ لم یقع شئی لانہ لم یرض بالبینونۃ الا بکل الالف بخلاف ما مر لرضاہا بالبعض فبعضہا اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہ ہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق بھی واقع نہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم میں بطریق اولی راضی ہوگی و قولہ لہا انت طالق بالف او علی الف فقبلت فی مجلسہا لزم ان لم تکن مکرہۃ کا مر و لا سفیہۃ و لا مریضۃ کما یجیٔ الا لف لانہ تفویض او تعلیق اور مرد کا عورت سے یوں کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اسے قبول کر لیا اپنی مجلس میں تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ اسپر زبردستی نہ کی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہو چکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہ فعل یا بولائی ہے یا تعلیق ہے یعنے بالف کہنے میں بولائی ہے اور علی الف میں تعلیق ہے و فی البحر عن التاتارخانیۃ قال لامرأتیہ احداکما طالق بالف درہم و الاخری بمائۃ دینار فقبلتا طلقتا بغیر شئی اور بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہا اپنی دو عورتوں سے تم میں سے ایک مطلقہ ہے بعوض ہزار درہم کے اور دوسری بعوض سو درہم کے سو قبول کر لیا اسکو دونوں نے تو دونوں پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھپر لازم نہیں دینا مگر سو درہم کا انت طالق و علیک الف او انت حر و علیک الف طلقت و عتق مجانا و ان لم یقبلا لان قولہ و علیک الف جملۃ تامۃ فلا تتقید بما قبلہا و لزم المال علی ابن الوہبانیۃ للحال فی الحاوی و بقولہما یفتی زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طلاق ہے اور تجھپر ہزار درہم دینا لازم ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھپر ہزار درہم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونوں نے ہزار درہم قبول بھی کر لیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یوں کہنا و علیک الف یہ پورا جملہ ہے یعنے اقبل سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا اعراب میں خواہ واو عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درہم کو قبول کر لیا ہے تو طلاق یا عتاق صحیح ہوگا اور مال کا دینا لازم ہوگا باعتبار اس عمل کرنے کے کہ یہ واو حالیہ ہے تو و علیک الف پورا جملہ نہ ٹھہرا بلکہ انت طالق و علیک الف ایک جملہ ہوگیا تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے در حالت

ہزار درم اور حاوی قدسی میں کہا ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت فالقول له بیمینه
بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی وقالت قبلت فالقول لها وکذا لو قال لعبده کذا لک کقوله لغیره بعت منک ہذا العبد
بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بالمال یمین من جانبه وہی تدعی حنثه وہو ینکر اما البیع
فاقراره به اقرار بالقبول فانکاره رجوع فلا یسمع ملخصاً من شرح الوہبانیة تاتارخانیہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی ہزار درم پر سو تو نے
ہزار درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے
کہا کہ میں نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو اس صورت میں
عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنے اگر مالک نے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو ہزار درم پر آزاد کیا تھا
سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیری ذات کو ہزار
درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ میں نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یوں کہنا غیر عجب ہے کہ میں نے بیچا تھا
تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو مشتری کا قول لائق اعتماد کے
ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہے کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہے جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ
لازم نہیں اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہے اور زوجہ مدعی ہے زوج کے حانث ہونے کی یعنے تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اسکا انکار کرتا ہے
اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا لہذا اس صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہے کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہے قبول کا اسواسطے کہ بیع
عبارت ہے ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو گویا قبول کا بھی اقرار ہو گیا تو بیع کا اقرار کر کے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہے بیع سے تو
مسموع نہ ہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاویں تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہے اور زوج نافی تو گواہ ثابت کے
اولیٰ ہیں نفی سے کذا فی التاتارخانیة ولو ادعی الخلع علی مال وہی تنکر یقع الطلاق باقراره والدعوی فی المال بحالها فیکون القول لها
لانها تنکر وعکسه لا یقع کیف ما کان بزازیة اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہے تو طلاق واقع ہوجائیگی بسبب اقرار مرد کے
اور دعوی مال کا بحال خود ہے سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہیں تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے
اور اسکے بالعکس میں طلاق نہ واقع ہوگی یعنے اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع
کرنے کی مالک نہیں کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہ ہوگا کذا فی البزازیة یعنے دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو مال کا
دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فرع مسائل ملتقطہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضه من دینه
او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول له زوج نے خلع سے انکار یا خلع میں دعوی شرط کا کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی
اپنے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنے خلع کے ساتھ میں نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض میں سے تھا یعنے
زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونوں میں اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی میں
زوجہ کہتی ہے کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہے کہ اُسنے اپنی خوشی قبول کیا تھا تو ان سب صورتوں میں اگر گواہ نہونگے تو زوج ہی کا قول
لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لها اور اگر عورت یوں کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہے کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا
قول معتبر ہوگا ادعت المهر ونفقة العدة وانه طلقها وادعی الخلع ولا بینة فالقول لها فی المهر وله فی النفقة دعوی کیا عورت نے مہر و نفقہ عدت کا

اور یہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہے اور مرد نے دعوی کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہے اور گواہ کسی کے نہیں تو عورت کا قول مہر میں معتبر ہوگا
اور مرد کا قول نفقہ عدت میں مقبول ہوگا مہر میں عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین میں بقاء مہر اصلی امر ہے اور اسی اعتبار کے قول اسکا ہوگا جو
متمسک ہو اصل کا اور نفقہ عدت میں زوج کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ عورت نفقہ عدت کے استحقاق کی مدعی ہے بسبب طلاق کے اور زوج اسکا منکر ہے اور بحر الرائق میں
کہا کہ یہ تعلیل مشکل ہے اسواسطے کہ زوج اور زوجہ باتفاق نفقہ عدت میں متفق ہیں اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونوں سے نفقہ ثابت ہوتا ہے تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی خلع امرأتیہ علی عبد قیمتہ علی مثلیھما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتوں سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونوں عورتوں کے
معین مہروں پر یعنی مثلاً قیمت غلام کی ہزار درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہے اور دوسری کا ہے سو درم کا تو دو سو درم والی پر چھ سو درم لازم ہونگے
اور سو درم والی پر تین سو درم واجب ہونگے محطاوی نے کہا یہ قسمت اُس صورت میں ہے کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونوں عورتوں کا ہو اور دونوں کے
مہر برابر ہوں اور اگر غلام عورتوں کا ملک ہو لیکن نصفا نصفا اور دونوں کے مہر بھی برابر ہوں تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہیں ہے غلام بدلہ خلع کا ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی خلعتک علی عبدی موقوف علی قبولھا ولم یجب شیء بحر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کے قبول کرنے پر موقوف
رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض ایسی چیز کے ہے تو بدون عورت کے قبول کے کیونکر درست ہوگا لیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے
عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہیں ہے ویسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاتقانی وغیرہ والمبارأۃ ولو بلا براءۃ کل منہما عن کل حق ثابت وقتہا
لکل منہما علی الآخر مما یتعلق وقتہا بالنکاح حتی لو ابانہا ثم نکحہا ثانیا بمہر آخر فاختلعت منہ علی مہرہا برئ عن الثانی لا الاول والمتعۃ کالمہر بزازیۃ اور
ساقط کرتا ہے خلع نکاح صحیح میں اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شراء کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہے مبارات یعنی ابراء باہمی اسطرح کہ
عورت کہے کہ مجھکو بری کر اتنے مال پر اور مرد کہے کہ میں نے تجھکو بری کر دیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہیں ایسے حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہو ہر ایک کا
دوسرے پر اُس قسم کا حق جو متعلق ہو اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا یہاں تک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرا مہر ٹھہرا کر پھر عورت نے
خلع کی خواہش کی زوج سے اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور متعہ مانند مہر کے ہے کذا فی البزازیۃ ھم یہ جو کہا کہ خلع حق
ثابت کو ساقط کرتا ہے یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور یہ جو کہا کہ ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کرنے کے ساقط
نہیں ہوتا اسواسطے کہ یہ حق خلع کے وقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہے جو متعلق ہو نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بحیثیت نکاح کے
متعلق نہیں چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قیمت کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط نہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہے اسکی صورت یہ ہے کہ عورت سے
بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہر چند قیاس اسکو مقتضی ہے کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت
کے اسواسطے کہ یہ حق وقت خلع ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن جو کہ متعہ عوض ہے مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہے ویسے یہ بھی ساقط ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی نا قلا عن
ابی سعود فیہا اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البراءۃ بحقوق النکاح اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے
خلع کیا اس شرط پر کہ کچھ دعوی نہیں کریگا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ اسکی یعنی میری اتنی روئی ہے عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہے بسبب مخصوص
ہونے برات کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہوجاتے ہیں اور حقوق الا نفقۃ العدۃ وسکناہا فلا یسقطان الا اذا نص علیہا
فتسقط النفقۃ لا السکنی لانہا حق الشرع اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح ویستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنی لم یجبا وقتہا بل بعدہا سب حقوق جو
متعلق بنکاح ساقط ہوتے ہیں مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہیں ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا
ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہے حق تعالی نے فرمایا کہ (لا تخرجوہن من بیوتہن) یعنی نہ نکالو مطلقات کو انکے رہنے کے گھر سے تا انقضاء اسکے عدت

تا کہ جبکہ عورت مرد کو بری الذمہ کرے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلاً دونوں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کرلیا یوں ہی
کہ بیوی شوہر کو گھر کرایہ کو دیگی یا کہ اپنے ملک کے گھر میں رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہوگا کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہیں ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابراء سے ساقط
ہوتا ہو شارح کہتا ہو کہ نفقہ عدت اور سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہو جب جانے سے یا سچ یعنے (قولہ ثابت وقتہا بعد قول المصنف کل حق کی اسواسطے کہ نفقہ
اور سکنی واجب ہی نہیں وقت خلع اور مبارات کے بلکہ بعد انکے واجب ہوتے ہیں یعنی اگر مصنف ثابت وقتہا کی قید لگاتا جیسے شارح نے لگائی ہو تو استثنا کرنیکی کچھ حاجت
نہیں ہوتی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہیں کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہوگی اور بعض حواشی میں یوں ہو کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے مفہوم
ہوتی ہو اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہو نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا النفقۃ الخ استثنا منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل الطلاق علی مال یسقط للمھر
کالخلع وھو المعتمد کذا ذکرہ البزازی اور قول معتمد یہ ہو کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہو مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہو کہ ساقط نہیں کرتا کذا ذکرہ
البزازی ولا یبرأ ابرائک منہ ذکرہ القہستانی اور زوج بری نہیں ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہوا اور اسکا شاگرد
علامہ باقانی اور خیر الدین رملی بھی اسیکے قائل ہیں لیکن قارئ الہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہوا اور کہا ہو کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابراء صحیح
ہوگا اور کفوی اسکا تابع ہوگیا ہو اپنے فتاوے میں اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے میں یہ رائج ہو کہ مرد عورت سے برأت چاہتا ہو سو عورت
کہتی ہو کہ اللہ تجھکو بری کرے اور میں نے لکھدیا ہو کہ یہ برأت صحیح ہو بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی فی الخانیۃ اختلعت علی شرط البراءۃ من نفقۃ الولد
وقتا وقتا کسنۃ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن الملتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وترضعہ حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع
میں اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونوں نے کوئی برأت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہوا اور
عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی بحر الرائق اور
اسمین ملتقی وغیرہ سے منقول ہو کہ اگر لڑکا شیر خوار ہوگا تو شرط برأت کی صحیح ہوگی اگرچہ دونوں نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اسکو دودھ پلائے دو برس
اسواسطے کہ شیر خوار میں قرینہ دلالت کرتا ہو کہ مدت رضاعت نفقہ رہی بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہو کہ اگر اسکی پرورش میں مدت مقرر
نہیں ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کرلینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو تزوجھا او ہربت او ماتت
او مات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برأت نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اس عورت سے نکاح کیا کہ عورت
نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکورہ کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو زوج پھیرے بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو در صورت نکاح کرلینے
عورت مذکورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہوگیا اور یہاں اگر لڑکے کو بھی اسکے باپ کے مال سے کھلا دیگی لہذا زوج کو حسب قدر مدت بعد عدت باقی رہیگی
اتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہو اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور در صورت ہرب کی بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو
پورا نکیا ہو جیسے یا یہ مراد ہو کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہو کہ عورت ناشزہ ہو جاوے یعنے نافرمانی کرے تا کہ نفقہ عدت کا ساقط ہوجاوے
کذا فی البحر الرائق اور در صورت مرجانے عورت کے اسکے ترکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج پھیرلے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا شرطت براءتہا اور در صورت مرنے عورت
یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اسوقت نہ لے سکیگا جبکہ عورت نے اپنی برأت شرط کرلی ہو یعنے خلع کیوقت عورت نے یہ شرط کرلی ہو کہ اگر میں مرگئی
یا کہ لڑکا مرگیا تو میں بری الذمہ ہوں نفقہ سے ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو قیدھا فصحیح کالفطیم اور جس صورت میں
خلع بعوض نفقہ ولد واقع ہوا ہو تو عورت کو جائز ہو کہ پوشاک ولد کی اسکے باپ سے طلب کرے مگر اس صورت میں مطالبہ نہوگا جبکہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو
اگرچہ لڑکا شیر خوار رہے تو بھی خلع کرنا بعوض اسکے لباس کے صحیح ہو چنانچہ جارو الی کا طعام و پوشاک پر صحیح ہو حیث یہ جارہ مجہول ہو لیکن منازعت کا باعث

نہین اسواسطے کہ وہ ان مین بسبب کثرت شفقت ولد کے دائی سے کھانے اور لباس دینے مین تنگی نہین کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولد
شہر اشتلا وہو معتبر فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وما یلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اُسکے ولد کے ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت
محتاج ہو گئی اور ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جائیگا اور اسی قول پر اعتماد ہو کذا فی فتح القدیر یعنے چونکہ عورت مفلس ہو تو ولد کے باپ سے حاکم
اسکا خرچ ضروری دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہیگا جب اُسکو مقدور ہوگا تو مرد لیگا وفیہ لو خالعت علی ان تسکنہ الی البلوغ صح
فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ فیرجع بہ علیہا او فتح القدیر ملخصا
کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اُسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق مین نہ پسر کے حق مین اسواسطے کہ لڑکا
عورت کی صحبت مین تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردون کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کرکے دوسرے سے
نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہی اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہون عورت کے پاس لڑکے کا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہی
اسواسطے کہ یہ حق ہی ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ مین یعنے مثلاً ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ
باقی جو چند مہینے ہیں ولد کو کھلانے کا کتنا اسپر خرچ ہوا تو بمقدار مال عورت سے زوج اول پھیرے خلع الاب صغیرتہ بمالہا ومہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت ہی
وہی ممیزۃ ولم یلزمہم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اُسکے مال یا اُسکے مہر کے عوض تو اُسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح مین چنانچہ طلاق واقع
ہوتی ہی اُس صورت مین کہ اگر صغیرہ تمیزدار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہی
یعنے فعل غیر ضروری ہی تو معتبر نہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال و اسیطرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم
نہ آویگا مگر جبکہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کرلیا ہو تو اُسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام ما لم تلتزم البدل اور صحیح نہین خلع صغیرہ کا ماں کی طرف سے
جب تک کہ ماں اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرے بسبب عدم ولایت کے علی الصغیرۃ اصلا اور صحیح ماں کا خلع کرنا واسطے صغیرہ کے کسیطرح نہین نہ باپ
خلع کرسکتا ہی نہ ماں خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیرہ کے مال سے اسواسطے کہ بغیر طلاق کا مالک نہین تو ماں یا باپ اُسکے نائب بھی نہین ہوسکتے کذا فی
حاشیۃ المدنی کما لو خالعت بالمہر قبل ذلک ای بالمال او بمہرہا وہی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا
فیہما شرح الوہبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہین یعنی امور دنیاوی مین جاہل نادان ہو تو وہ مطلقہ
ہوگی اور اُسکو مال کا دینا لازم نہوگا یہان تک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونون صورتون یعنی در صورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے
کہ صریح خالی از عوض ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی
فالاب اولی بلا سقوط مہرہا لانہ یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہو کر یعنے مال دینا اپنی ذات پر لازم کرکے
خلع کیا نہ صغیرہ کیطرف سے کفیل ہو کر بسبب عدم وجوب مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہوا اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا اسواسطے
کہ خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنے جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہو بدون سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی
ولایت مین داخل نہین وحیلۃ سقوطہ ان یحیل بدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبض ذلک منہ بزازیۃ اور حیلہ سقوط مہر کا
یہ ہی کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہرا دین بقدر مہر کے تو اجنبی یہ کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اسکو جسکو
زوج سے مہر لینے کی ولایت ہی یعنے باپ کو کذا فی البزازیۃ یعنے زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو لے اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اسطرح سے صغیرہ کا
مہر زوج سے ساقط ہوگا وان شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی من اہلہ بان تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب

طلقت بلا شیٔ لعدم اہلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط کی
سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اسکو لیاقت تھی قبول کرنے کی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہو کہ نکاح سے مال حاصل ہوا ہے اور خلع سے زائل ہوتا ہے
تو اسپر طلاق واقع ہوگی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہیں ہے اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اسکو اتنا فہم نہیں کہ نکاح سے
مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے نقصان ہوتا ہے تو اسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ اسکے باپ نے قبول کرلیا ہو اسکی طرف سے قول صحیح مین کذا فی شرح الزیلعی
ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر اور محقق نے کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ یہی احتمال ہے کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا
فی حاشیۃ المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکرا مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبری عن المہر المؤجل لو کان علیہ الا یکن
علیہ من المؤجل شیٔ ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل لان المراد معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ مین نے تجھسے خلع کیا سو قبول کرلیا
عورت نے اور دونون نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے ایجاب و قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر مؤجل سے اگر مہر مؤجل
ہنوز اسپر ہوگا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہوگا تو عورت پھیر دے اسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اسکو دے چکا ہے اسواسطے کہ یہ مذکور ہو چکا ہے کہ خلع معاوضہ ہے
عورت کی طرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث والا فالاقل
من ارثہ والثلث وان ماتت فی العدۃ ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہوگا اسکے
تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری مین خلع کرنا تبرع ہے اور تبرع صحیح نہیں مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع مین سے جو کمتر ہوگا سو زوج اسکو
پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث مین سے جو کمتر ہوگا زوج کو
ملیگا یعنے اگر زوج کی ارث کم ہے ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہے ارث سے تو ثلث پاویگا یہ اُس صورت مین ہے جبکہ عورت عدت مین مرگئی ہو
اور اگر عورت بعد عدت کے مرگئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مرگئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہے ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو تو ثلث ہی
پاویگا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہے اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ نے تو
لازم ہوگا اسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اُسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنے ہنوز مالک نے
اپنی ملک غلامی نہیں کی لہذا اسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہیں ولو امۃ او ام الولد ان باذن المولی لزمہا المال للحال فتباع الامۃ دون
ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہے تو ان دونون پر فی الحال مال لازم ہوگا
تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجائیگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کرکے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے خلع کیا ہے
تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا انپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان زوجہا حراً صح الخلع مجانا وان زوجہا مکاتبا او عبدا
او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اُسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنے خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا
تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہے تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اُسکا زوج مکاتب ہے یا غلام ہے یا مدبر ہے تو خلع صحیح ہے اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہو جاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہے تو نکاح قائم رہیگا باطل نہوگا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور بعدم ملکیت غلام اور
مدبر کی ظاہر ہے مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اُسکی ملکیت تام نہیں تو نکاح فسخ نہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اُسکی ام ولد ہو جاویگی اگر اولاد
ہوگی اور اگر اولاد نہوگی نکاح فسخ ہوکر اُسکی لونڈی بن جاویگی تو یہ جو متن مین کہا ہے کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہو جاویگی یہ صورتین ہین حسب

وہ آزاد نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ الشلبی اما الحر فلو ملکہا لبطل النکاح فکان فی تصحیحہ ابطالہا اختیارا ورنہ زوج آزاد کا تو یہی حال ہے کہ اگر وہ لونڈی کا
مالک ہو نکاح باطل ہو جاوے پھر جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح میں ابطال خلع کا
ہوگیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہ باطل ہے لہذا زوج آزاد کی مالکیت باطل ٹھہری تاکہ یہ قباحت لازم نہ آوے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل متفرقہ شارح کے
قال خالعتک علی الف قالہا ثلثا فقبلت طلقت ثلثا الا ان التعلیقہ بقبولہا کہا زوج نے کہ میں نے تجھے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا
تو عورت مطلقہ ہوگی بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ میں نے تجھے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہ ہوا کہ
تو قبول کرے تو تو مختلعہ ہے ہزار پر پھر جب اسکو تین بار کہا تو اخیر میں عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا
لہذا تین بار طلاق بعوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف وان قبلت الثلث
لم تطلق لتعلیقہ بقبولہا بازاء الاربع وفی الملتقی میں ہے کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہے چار بار بعوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو اسپر تین بار طلاق واقع ہوگی بعوض ہزار کے
اور چوتھی طلاق بسبب نہ ہونے محل کے لغو ہو جاویگی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو
عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو چار طلاق کو بعوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہے تو جب چار طلاق کو عورت نے قبول نہ کیا تو شرط
نہ پائی جاویگی انت طالق علی ان تدخلی الدار توقف علی القبول علی ان تدخل الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق فان ان والفعل بمعنی المصدر فتدبر زوج نے کہا
کہ تو طالق ہے بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہ ہوا اور اگر یوں کہا کہ انت طالق علی ان
تدخلی الدار یعنی تو طالق ہے اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر میں تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان دونوں صورتوں میں وجہ فرق کی طلب
کرنا چاہیے اسواسطے کہ ان اور اسکے بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہے تو پہلے مسئلہ میں بھی مصدر ہے یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ میں بھی معنوی مصدر ہے پھر کیا وجہ کہ پہلی صورت
میں قبول پر طلاق موقوف ہوا اور دوسری صورت میں دخول پر موقوف تو اسکے جواب میں غور کر تامل کر کہ مصدر صریح اور مصدر ماول میں البتہ فرق ثابت ہے چنانچہ شیخ رحمتی
محشی نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ مصدر صریح کا حمل کرنا تخلل انسانی پر صحیح نہیں تو یوں کہنا درست نہیں کہ انت الطلاق دخولک الدار واما ہذا تو حاجت پڑی تقدیر مضاف
کی یعنی انت طالق علی التزامک دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے کے دخول دار کو لہذا مصدر صریح میں قبول پر طلاق
موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر ماول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا درست ہے کہ انت اما ان تدخلی یا اما ان لا تدخلی اسواسطے کہ فعل میں
ضمیر موجود ہے کچھ ضرورت تقدیر مضاف کی نہیں تو انت طالق علی ان تدخلی الدار میں حمل صحیح ہے بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی
نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃ مدلول ہے اس لفظ کا اور التزام دخول مجازا ہے اور جب تک حقیقت ہے مجاز کیطرف عدول کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی قالت
خلعتک ثم احدہ بالف وقالت اما سالتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ میں نے تجھے خلع کیا ایک طلاق کر بعوض ہزار کے اور عورت نے
کہا کہ میں نے تجھ سے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خالعہا علی ان صداقہا لولدہا اذلاک
او علی ان تمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہے یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا یا اس شرط پر
خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہے اور یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہے کہ دونوں میں ایک کا حق دوسرے پر باقی نہ رہے بسبب
حقوق نکاح کے تو عورت کی شے کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہے مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور
اجنبی کا اور پرورش ولد کا حق عورت پر شرعا ثابت ہے تو ساقط کرنے سے ساقط نہ ہوگا قالت اختلعت منک ثم قال طلقتک بائنا قیل یصح عورت نے کہا کہ میں نے خلع
چاہتی ہوں تجھ سے سو مرد نے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہے اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب میں واقع ہوئی اور اختلاع مقید ہے جدائی کا اور اسی

فتویٰ دیا ہے امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے اسواسطے کہ اعتبار مرد کے ایقاع کا ہے نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے بلفظ صریح طلاق دی ہے
تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہے قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا رواية لو قالت ابرأتک من المهر بشرط الطلاق الرجعی فطلقها رجعیا الكنز والزیادات
انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف قالت ان لها وهما بائنتان لکن يقع عند الغير شئ ان لم يعد الملك او قنیہ میں کہا کہ کوئی روایت نہیں اس
صورت میں کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اسکو رجعی طلاق دی یعنے اس صورت میں
بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات میں یوں ہے کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہے اور کل دوسری
رجعی طلاق ہے عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونوں طلاقوں کا ہوگا اور دونوں طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق معوض بانصدکے واقع ہوگی اور کل دوسری
طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنے اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نکیا تو عورت پر مال نیا لازم نہوگا
اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہیں بسبب باقی نہ ہونے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو اور اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو
دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف باقی کے البتہ واقع ہوگی ہم زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہے تو وہ جو قنیہ میں کہا کہ
مسئلہ مذکورہ میں روایت نہیں سو اسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الظہیریۃ قال الصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان تبرئینی
من المهر فوجد الشرط فابرأته وطلقت نفسها لا یسقط المهر ويقع الرجعی اور فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر میں غائب ہوں
تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہے بعد اسکے کہ مجھکو بری الذمہ کرے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنے چار مہینے زوج غائب ہا سو صغیرہ نے
اسکو مہر سے بری کر دیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اسکا ساقط نہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہیں پھر جب
مہر ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازیۃ خالعت بمهرها على ان يعطيها عشرين درهما وكذا منا من الارز صح ولا يشترط مكان الايفاء
لان الخلع اوسع من البيع اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اسکو بیس درم دے یا اتنے من چاول
دے تو یہ خلع صحیح ہوا اور شرط نہیں مکان معین کرنا واسطے درم اور چانول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہے بیع سلم سے یعنے جیسے بیع سلم میں مکان جنس کا
لینے دینے کا شرط ہے ویسا خلع میں شرط نہیں قلت ومفاده صحة ايجاب بدل الخلع عليه فليحفظ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ روایت بزازی سے مستفاد
ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے جب بیس درم زوج پر لازم آگئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن یہ اُس
صورت میں ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے یا بحوالہ زوج پر بدل
خلع کا وجوب نا مختلف فیہ ہے فقہا میں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ قالت بشرط الصك او بشرط ان يرد اليها قسمتها فقبل لم تحرم وبشرط كتبه الصك
ورد القسمة في المجلس اور قنیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرار نامہ کے یعنے لکھنا اقرار نامہ کا زوج کے ذمہ پر ہے یا اس شرط پر خلع کی
درخواست کی کہ زوج عورت کی اثاث البیت اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اسکو قبول کر لیا تو بمجرد قبول کر لینے کے عورت مرد پر حرام ہو جاویگی بلکہ حرام ہونے میں لکھ دینا
زوج کا اقرار نامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس میں مشروط ہے کذا فی الخلاصۃ نیز کہا چونکہ خلع مسقط ہے حقوق کا تو عورت کا مہر اُس صورت میں ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

## باب الظہار

یہ باب ہے ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونوں غالبا عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہیں اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اسکی حرمت زائد ہے بسبب
منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار میں نکاح باقی رہتا ہے وہو لغة مصدر ظاهر من امرأته اذا قال لها انت علي كظهر امي ظہار لغت میں مصدر ہے ظاہر کا
(ظاهر من امرأته) اسوقت بولتے ہیں جبکہ مرد نے اپنی عورت سے یوں کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یہ استعارہ ہے یعنے حرمت کے یعنے تو حرام ہے ظہار کے معنی

امنت مین ہر عیدا ور کبھی ثابت ہیں لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسکو مخصوص ذکر کیا وشرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار للذمی عندنا اور اصطلاح شرع مین ظہار
عبارت ہو تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہیں ہمارے نزدیک یعنے حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے کہ ثمرہ ظہار کا
کفارہ ہو اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہیں اور حالانکہ عبادت لائق نہیں مگر مسلمان کیواسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری
مان ہو ظہار سے نکل گیا اسواسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہ قول باطل ہو اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ ولو کتابیۃ
اوصغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار مین من نسائہم کا لفظ ارشاد ہوا ہے
اور عرف من نساء رجل اسکی زوجات کو بولتے ہین تو کتابیہ و صغیرہ او مجنونہ بلکہ غیرہ قولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ او ام ولد او مکاتبہ
او مبتنیۃ لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی الملک البتہ ظہار صحیح ہو کہ ابھی او فتاوی عالمگیری مین سراجیہ سے منقول ہو کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے
جبکہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہوا او تشبیہ یا یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا بوصف لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت ہو تشبیہ
اس عضو سے جس عضو سے عورت کی تعبیر کیجاتی ہو جیسا کہ سر اور گردن یا ظہار عبارت ہو عورت کے جزو شائع کی تشبیہ سے ساتھ اس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ
حرام ہو ایسے وصف کرکہ ممکن نہین زوال اسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ کاہے زوال پذیر نہین خواہ حرمت باعتبار نسب و صہریت کے ہو
خواہ باعتبار رضاعت کے جزو شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہو کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ کی تشبیہ دینا یا اسکے اس
عضو کی تشبیہ دینا جو بجائے کل واقع ہوتا ہو یا جزو شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہین چنانچہ یون کہنا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسے میری ماں کی پیٹھ
یا تیری گردن ایسی جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری ماں کی پیٹھ فخرج تشبیہ باخت امرأتہ او بمطلقتہ ثلثا وکذا بمجوسیۃ بجواز اسلامہا
فوصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا چنانچہ سالی
اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہو لیکن وصف حرمت کا ایسا نہین کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مرجاے یا بعد طلاق کے اسکی عدت گذر جاے تو اسکی بہن سے نکاح
جائز ہو اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہو اور اسیطرح مجوسیہ کیساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہین بسبب احتمال اسکے اسلام کے یعنے ہر چند
مجوسیہ مسلم پر حرام ہو لیکن اگر وہ مسلمان ہوجاے تو مرد پر حلال ہوگی تو اسکی بھی حرمت دائمی نہ ٹھہری وقولہ المحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر والانثی
فلو شبہہا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہو شخص مقدر کی جو شامل ہو مرد اور عورت کو تو
مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہو تشبیہ زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور
اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنے ظہار کا حکم اسپر لازم آویگا اسواسطے کہ مشبہ بہ عام ہو نساء سے ہو یا رجال سے ماں اور باپ
دونون کی شرمگاہ حرمت مین برابر ہین مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہو اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کرکے اور بحر الرائق نے
اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہو کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ
او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع وردہ فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا ہو بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط
سے ایک یہ شرط ہو کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نساء سے ہو یہان تک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح
نہین اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہو اور شرع کا حکم عورتون مین وارد ہو نہ مردون مین نعم یرد ما فی الخانیۃ انت علی کالدم والخنزیر
والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا او ظہارا فکما نوی علی الصحیح ہان بدائع کے قول پر اعتراض
وارد ہوتا ہو خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر ایسی ہو جیسے کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا

اور زنا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر کسی مرد نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوا اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے بنا بر قول صحیح کے ہم خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نسا کی تشبیہ میں بھی ظہار رہتا ہے تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب سکتے ہیں جواب اول یہ کہ ہم صاحب بدائع کی یہ ہے کہ تشبیہ حال سے ظہار صحیح نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہیں بلکہ ان امور سے اسکی عبارت ساکت ہے جواب ثانی یہ کہ بدائع میں ظہار صریح کا ذکر ہے اور خانیہ میں کنایات ظہار مذکور ہیں تو کچھ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قنیہ اور قاضی خان میں مذکور ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اسمیں روایات مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کچھ نیت نکریگا تو ایلا ہوگا اور اگر طلاق کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہیں معلوم ہوا کہ روایت قاضی خان کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق ہے بدائع کے واللہ اعلم

کانت علی کامی فان نوی بہ الظہار او الطلاق او الایلاء صح ما نوی وان لم ینو شیئا فلیس بشیء ... فان نوی بہ الظہار او التشبیہ بہا لا غیر ... ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول میں کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اسواسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے میں اسکے پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنے جب ماں کے ساتھ تشبیہ ہوئی تو اسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہو گئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کیطرف منسوب کر کے وصح اضافتہ الی ملک او سببہ کان نکحتک فکذا حتی لو قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیۃ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت میں ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح بتعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو ایسا یہانتک کہ اگر یوں کہیگا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیۃ وظہارہا منہ لغو فلا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرۃ ورجح ابن الشحنۃ ایجاب کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے لغو ہے یعنے اگر عورت اپنے مرد سے یوں کہے کہ تو مجھپر ایسا جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یوں کہے کہ میں تجھپر ایسی ہوں جیسی تیری ماں کی پیٹھ تو اس قول سے حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنے اگر عورت ظہار کریگی تو اسپر کفارہ یمین کا لازم ہوگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی انت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خلاصۃ ...

کذا فی النہر واسک کظہر امی ونحوہ کالرقبۃ مما یعبر بہ عن الکل او نصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا او کظہر اختی او عمتی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن او فرج ابی بالیاء او قریبی وقد علمت ردہ اور یہ یعنے ظہار کی مثالیں چنانچہ یوں کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ یا تیری ماں کی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ علی کا محذوف ہوجاوے کذا فی النہر الفائق یا یوں کہنا کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنے ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یوں کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جز شائع یعنے تہائی یا ربع میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے یا مانند اسکے پیٹ کے ہے یا مانند اسکی ران کے ہے یا مانند اسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری ماں یا بیٹی کی شرمگاہ کے مانند شارح نے کہا کہ یہ لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخوں میں واقع ہے اور اسمیں جو تکرار ہے سو مخفی نہیں اور جو متن کے نسخوں میں ہے سو بجائے فرج امی کے فرج ابی اور قریبی ہے اور تجھکو اسکا مردود ہونا معلوم ہوچکا ہے نہر الفائق کے کلام سے بنقل روایت بدائع کے یعنے ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہیں خلاصہ یہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دے محرمات ابدیہ کی ان اعضا سے جنکو دیکھنا اسکو جائز نہیں تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتھ یا پاؤں کے ساتھ تشبیہ دیگا تو ظہار کا حکم ثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے لیصیر مظاہرا بلا نیۃ لانہ صریح فیحرم وطیہا علیہ و

ودواعيه للنهي عن القاسم الشامل للكل وكذا يحرم عليها تمكينه لا يحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفره تقبيلها للشفقة زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر
ہو جاتا ہے بدون نیت کے اسواسطے کہ صریح ظہار ہے اور صریح محتاج نیت کا نہین پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہے وطی منکوحہ کی زوج پر اور دواعی
وطی کے حرام ہین چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنے چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالی من قبل ان یتماسا
اور یہ شامل ہے وطی اور اسکی دواعی کو سب کو اور محمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہے اسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت اور
مہربانی کے نہ باعتبار شہوت کے بحر الرائق مین کہا کہ قید سفر کی روایت مین محض بعید ہے اسواسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونون مین مستثنی ہے
كذا في حاشية المدني حتى يكفر وان عادت اليه بملك يمين او بعد زوج آخر لبقاء حكم الظهار وكذا الامان مظاہر پر وطی اور اسکے دواعی حرام ہین یہان تک
کہ کفارہ دیوے یعنے بدون کفارہ کے وطی وغیرہ حلال نہین اگرچہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بملک یمین یا بعد زوج ثانی کے اسواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے اور یہی حکم
امان کا ہے ملک یمین کی یہ صورت ہے کہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اس سے ظہار کیا پھر اسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین چلی گئی پھر وہان سے
گرفتار ہو آئی اور زوج اسکا مالک ہوا اور زوج ثانی کی یہ صورت ہے کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اس سے ظہار کیا پھر اسکو تین بار طلاق دی اور اسنے زوج ثانی سے نکاح کیا
اور بعد نکاح اور عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو ان صورتون مین ظہار کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھ حد مقرر نہین بدون کفارہ دینے کے وطی
اس عورت کی حلال نہین فان وطی قبله تاب واستغفر وكفر للظهار فقط ذيل على الغرى پھر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا توبہ اور استغفار
کرے اور فقط ایک کفارہ ظہار کا دے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسپر دوسرا کفارہ بھی لازم ہے جامع ترمذی اور امام مالک کی موطا مین ایک ہی کفارہ ثابت ہے کذا فی
حاشية المدني فالعود ولو وطيها ثانيا قبل الكفارة اور دوبارہ عود نہ کرے وطی کیطرف اگر عورت سے وطی کرچکا ہو قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز قائم ہے
والعود المذكور في الآية عزمه عزما مؤكدا فلو عزم ثم بدا له ان لا يطأها لا كفارة عليه على استباحة وطيها اي يرجعون عما قالوا فيريدون الوطي قال الفراء العود
الرجوع واللام بمعنى عن اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی مین مذکور ہے یعنے ثم یعودون لما قالوا مین سو مراد اس سے عزم مصمم اور قصد موکد ہے عورت کی وطی
کی استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو اسپر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم موکد نہ تھا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ پھر
پلٹین اپنے قول سے یعنے حرمت منکوحہ سے باز آوین سو ارادہ وطی کا کرین فراء نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہے اور لام لما قالوا مین بمعنی عن ہے حاصل کلام یہ ہے
کہ سبب کفارہ واجب ہونیکا ظہار اور قصد وطی ہے اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثانیہ کا رافع ہے جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے رافع ہے حدث کی
وللمرأة مطالبته بالوطي لتعلق حقها به اور جائز ہے عورت کو کہ زوج مظاہر سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلا کر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے ساتھ وطی کے وعليها
ان تمنعه من الاستمتاع حتى يكفر وعلى القاضي الزامه به اي بالتكفير دفعا للضرر عنها بحبس او ضرب الى ان يكفر او يطلق اور واجب ہے عورت پر
کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہے الزام دینا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر دور ہو قاضی
زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہے یہان تک کہ کفارہ کرے یا عورت کو طلاق دے فان قال كفرت صدق ما لم يعرف بالكذب سو اگر زوج کہے کہ مین کفارہ ادا کر
چکا ہون تو اسکی تصدیق کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مشہور بدروغگوئی نہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدون گواہون کے تصدیق کرنا نچاہیے ولو قيده بوقت سقط
بمضيه اور اگر زوج نے ظہار کو کسیوقت پر معین اور مقرر کر دیا تو ظہار ساقط ہے اسوقت کے گذر جانے سے مثلاً ایک مہینے کے لیے ظہار کیا تو مہینے کے اندر اگر وطی کا
ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہو وتعليقه بمشيئة الله تعالى تبطله بخلاف مشيئة فلان اور تعلیق کرنا ظہار کا حق تعالی کی
مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہے مثلاً یون کہنا کہ انت علی کظہر امی ان شاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہے جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہے بخلاف مشیت فلانے
شخص کے یعنے اگر ظہار کو مشیت زید پر معلق کریگا تو اسکی مشیت سے ظہار صحیح ہوگا وان نوى بانت علي مثل امي او كامي وكذا لو حذف علي حسا نية

مراد ہو طلاق یا ظہار تو صحت نیت میں وقوع ما نواہ لانہ کنایۃ اور اگر یہ قول ہے کہ تو ویسی ہے جیسی میری ماں کے مانند ہے یا بجائے مثل امی کے کامی بولا اور اصطلاح ہو اگر
مثل کا لفظ محذوف کر دیا یعنی یوں کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے نیت اسکی اور جو نیت
کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھ نہ واقع ہوگی اور طلاق کی نیت سے طلاق
واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار۔ وان لم ینو شیئا او حذف الکاف لغا وبعین الاولی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنے انت علی مثل امی سے
کچھ نیت نہ کریگا یا کاف کو یعنی مثل کو حذف کریگا یعنے یوں کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کہ یعنے تعظیم اور تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق
نہ واقع ہوگی کیونکہ عموم ہے اسواسطے مراد ہو اکہ حق الارکان بکلام محمول کیجے۔ ویکرہ قولہ انت امی ویا بنتی ویا اختی ونحوہ اور مکروہ ہے زوج کا یوں کہنا اپنی زوجہ
سے کہ تو میری ماں ہے اور یوں کہنا کہ تو میری بیٹی ہے اور میری بہن اور مانند اسکے جیسے خالہ اور عمہ کہنا ہے چنانچہ اس قول سے ظہار ثابت نہیں اسواسطے کہ تشبیہ سے
خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داؤد میں حدیث مرفوع ثابت ہو کہ جورو کو بہن کہنا منع اور مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الہدایہ

وبانت علی حرام کامی صح ما نواہ من ظہار او طلاق ویمتنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو شیئا لا دنی وہو الظہار
فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے میری ماں کے مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہے اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا بسبب
زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اس میں تحریم کا لفظ نہیں ہے اگر کچھ نیت نہ کریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنے ظہار قول اصح میں۔ وبانت علی
کظہر امی یثبت الظہار لا غیر لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہے نہ طلاق نہ تعظیم اسواسطے کہ یہ لفظ
صریح ہے ظہار میں تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا۔ ولا ظہار صحیح من امتہ اور ظہار صحیح نہیں اپنی
لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مدبرہ سے اسواسطے کہ لفظ نسائہم جو آیت ظہار میں واقع ہو وہ لونڈی کو شامل نہیں اسواسطے کہ عرف میں نساء رجل کی سے وہ عورتیں
مراد لیتے ہیں نہ لونڈی اور مدبرہ کذا فی حاشیۃ الہدایہ ناقلا عن البحر الرائق۔ ولا ممن نکحہا بلا امرہا ثم ظاہر منہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ اور ظہار
صحیح نہیں اُس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اسکے امر کے پھر اس سے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز کیا بسبب عدم زوجیت کے یعنے وقت ظہار کے
وہ زوجہ نہ تھی اسواسطے کہ اسکو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اسکا نکاح کر دیا تھا۔ انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر لکل وقال مالک واحمد
یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتوں سے کہ تم مجھپر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہے سب عورتوں سے باتفاق فقہا اسکے اور
کفارہ دے مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے کہ ایک کفارہ سب عورتوں کی حلت کیواسطے کافی ہے مانند کفارہ ایلا کے یعنے اگر
مرد نے قسم کھائی کہ میں اپنی عورتوں سے صحبت نکرونگا پھر اُسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتیں حلال ہو جاوینگی۔ ظاہر من امرأتہ مرارا فی

مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار والتاکید فان مجلس صدق قضاء والا لا فی المتعدد کذا لو علقہ بنکاحہا کما من التاتارخانیۃ
ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس میں تو واجب ہے اُسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو اگر چند بار
ظہار کو ایک مجلس میں کہا تو باعتبار قضا کے اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس میں چند بار ظہار کریگا ہے تو قضاء اُسکی تصدیق نہ ہوگی لیکن دیانۃ البتہ
تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر معلق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی بارہ میں مذکور ہو چکی ہے
مصنف نے تصدیق تاکید میں اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اُسکے استاد کی روایت کے مخالف ہے یعنے
صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس میں یا چند مجلس میں تو اسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ لازم
آویگا مگر جبکہ تاکید کی نیت کریگا پس تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اور ذکرہ الاسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابوں میں ایک مجلس اور چند مجالس میں فرق

کیا ہوا و معتمد اول ہی قول ہو انتہی مشہوتہا اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تفصیل کی ہے یا مرسل کی ہے ابی یوسف کی طرف منسوب کی ہو اور عالمگیری میں
کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہو یا تفصیل از نقفاوی عالمگیری میں بھی قول صاحب بحر کا اسطرح منقول ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فرع مسائل
ملتقطہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم تتحد ولو انی بکل یتعدد ولذا قربانہا لیلا اگر زوج نے کہا تو مجھپر ایسی ہو جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن تو یہ قول
ایک ہی ظہار ہو حتیٰ کہ اوسپر رات اور دن میں حرام ہو بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور میں فی کا لفظ لایا یعنے یوں کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجھپر
ایسی ہو جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن میں تو ہر روز جداگانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاویگا تو اس دن کا ظہار باطل ہوگا پھر دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا
ظہار شروع ہوگا لیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات میں جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہو اور ظرف میں یعنی شرط کے ہوتے ہیں تو دن کو ظہار
ہوگا نہ رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یوں کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں
کی پیٹھ ہر آج کے دن اور جب دن آوے تو اس صورت میں جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسری ظہار کر یعنی ہر روز جدا جدا ظہار ثابت ہوگا اور پہلا ظہار بھی باقی
رہیگا یعنے ظہار اول کے ظہار وہی نے کہا کہ یہ روایت شارح کی مخالف ہو بحر الرائق کے آئین میں ہو کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا
آج کے دن صورت سے اور جب دن گذر جائیگا تو یہ ظہار باطل ہوگا اور رات میں زوج کو قربت کا اختیار رہیگا پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسری بار مظاہر ہوگا اسطرح ہمیشہ تجدد ظہار
ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو شارح نے ظہار اول کے بقا کو ذکر کیا سو وہ اس صورت میں ہو جب یوں کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز
اول کا منتہی نہ ہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بجز کفارہ کے ظہار اول باطل نہ ہوگا کذا فی العالمگیریہ نقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر
یعنی معلق بشرط متکرر ہوگا اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلا یوں کہا جب تو گھر میں داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری ماں کی پیٹھ
کی مانند ہوگی تو جتنی بار عورت گھر میں داخل ہو اتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آویگا ہر بار داخل ہونے کے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ فکفر ا
استحسانا صح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان لمن ظاہر [illegible] یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاثنین [illegible] بحر والاشباہ تاتارخانیہ عن البحر اور یوں کہا کہ تو میرے
نزدیک ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر تو یہ ایک ہی ظہار ہے باعتبار استحسان کے اور اسواسطے صحیح ہو کفارہ دینا اس ظہار کا رجب میں
نہ شعبان میں اور کفارہ رجب کے ظہار رمضان کا بھی ساقط ہوگا بسبب متحد ہونے ظہار کے چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنیٰ کر لیا یعنے یوں کہا کہ
انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز دوشنبہ میں یعنے جمعہ میں تو جائز نہ ہوگا اور اگر روز دوشنبہ کے سوا کسی اور دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا
کذا فی فتاوی التاتارخانیہ والبحر فتاوی عالمگیری میں ہو کہ ظہار میں یہ شرط ہو کہ زوج اہل ہو کفارہ دینے کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون کا صحیح نہیں

## باب الکفارة

یہ باب ہو کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار والعود واختلاف علما ہو کفارہ کے سبب میں جمہور علما کا یہ مذہب ہو کہ کفارہ کا سبب ظہار
اور عود ہو یعنے عزم وطی اور بعضے علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہو اور عود اسکی شرط ہو اور بعضوں نے اسکے بالعکس کہا ہو ہی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ
لغت میں ماخوذ ہو اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہ اسوقت بولا جاتا ہو جب اللہ تعالی گناہ مٹا دے اور کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹاتا ہو اور حکم کفارہ کا یہ
کہ واجب ادا ہو جاتا ہو گردن سے اور حصول ثواب ہو سبب محو ہوجانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہیں بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر کفارہ کا مطلق ہو تو اگر تاخیر ہوگی
اول وقت قدرت سے تو گناہ نہ ہوگا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بے دئے کفارہ مر جاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ
قبل الوطی ای تحقیقا لما بیتہ الکفارۃ فلو [illegible] الکفارۃ لم تجزا اور کفارہ اصطلاح شرع میں عبارت ہو تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے اعتاق رقبہ ہو
یعنے کسی کو آزاد کرنا بنیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت میں پاکر واسطے کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہوگا

خود بخود بلا نیت مالک کے آزاد ہو جاویگا تو یہ اعتاق نہیں بلکہ عتق ہوا اور تحریر رقبہ عبارت ہو اعتاق سے نہ عتق سے ولو اعتق رضیعا او کافرا او مباح الدم
اعتاق غلام صحیح ہو اگرچہ غلام صغیر شیرخوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہو گیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص میں اسکے قتل کا حکم دیا پھر اسکے مالک نے کفارہ
ظہار میں آزاد کیا پھر مقتول کے وارثوں نے خون معاف کر دیا تو اسکے جواز اعتاق میں اختلاف ہو فتح القدیر اور ینابیع میں کہا ہو کہ یہ جائز نہیں اور شرح مبسوط میں
کرخی سے منقول ہو کہ یہ اعتاق جائز ہو واللہ اعلم کذا فی العتابیۃ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنے مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو تو اسکا آزاد کرنا کفارہ ظہار
درست ہو لیکن جسقدر مال مرہون ہوگا اتنا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا او آبقا علمت حیوتہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار
ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہو یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد والحربی خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی میں جسکو مالک نے مطلق آزاد
کر دیا اختلاف ہو مفہوما کا فتح القدیر میں ہو کہ غلام حربی کا دار الحرب میں آزاد کرنا جائز نہیں اور تاتارخانیہ میں کہا کہ اگر اسکو دار الحرب میں مطلق العنان
کر دیا تو بعضوں کے نزدیک جائز ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح بہ یسمع والا لا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سنتا ہو تو اسکے آزاد کرنے سے
کفارہ ادا ہوگا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہوگا او خصیا او مجبوبا او رتقاء او قرناء یا غلام خصی ہو یا مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو
جسکی شرمگاہ میں ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارہ ظہار میں جائز ہو او مقطوع الاذنین یا غلام کہ دونوں کان
کٹے ہوں او ذاہب الحاجبین وشعر لحیتہ وراسہ یا غلام کے دونوں ابرو کے بال و ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہوں او مقطوع انفہ او شفتیہ ان قدر علی الاکل
والا لا یا غلام نکٹا ہو یا اسکے دونوں لب کٹے ہوں بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہیں او اعور او اشل او مقطوع احدی
یدیہ و احدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چپڑا یا اسکا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کٹا ہو دوسری طرف سے یعنے داہنا ہاتھ تو بایاں پاؤں
یا بایاں ہاتھ تو داہنا پاؤں اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوگا تو اسکا اعتاق کفارہ میں جائز نہیں چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا
لم یؤد شیئا وعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہیں کیا اور مکاتب کو اسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے
وارث نے یعنے اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون ادا کے مر گیا پھر اسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو
جائز نہیں کذا یقع عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ بصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہو کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بہ نیت کفارہ مثلا
ظاہر کا بھائی کسیکا غلام تھا اور اسنے بہ نیت ادائے کفارہ ظہار اسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہوگا اسواسطے کہ مول لینا اسکا اختیاری فعل ہو بخلاف ارث کے
کہ وہ فعل اختیاری نہیں یعنی اگر کوئی اپنے قرابت والے کو ارث میں پاوے اور بہ نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہیں تو یہ
اعتاق نہ ہوگا بلکہ عتق ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب گذر گیا و اعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجئی اور آزاد کرنا اپنے نصف
غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہو کفارہ کیواسطے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا لا یجزی فائت جنس المنفعۃ لانہ
ہالک حکما کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا اس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہو گئی ہو یعنے منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤں سے
چلنے کی اور عقل کی فوت ہو گئی ہو تو اسکے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہوگا اسواسطے کہ وہ در حکم میت ہو اور مراد فوت منفعت سے یہ ہو کہ بالکل منفعت فوت
ہو فقط نقصان منفعت کا ادائے کفارہ میں ضرر نکریگا الاعمی و مجنون الذی لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ و مریض لا یرجی برءہ و ساقط الاسنان غلام
مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش میں آ جاتا ہو تو اسکا آزاد کرنا جائز ہو ہشیاری کی حالت میں و ایسا بیمار جسکی
کی صحت کی امید نہ ہو اور جسکے دانت گر پڑے ہوں اسواسطے کہ بولنے چبانے پر قادر نہیں او مقطوع یدیہ او ابہامیہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید و رجل من جانب
اور جائز نہیں وہ غلام جسکے دونوں ہاتھ یا دونوں ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیاں ہر ہاتھ کی کٹی ہوں یا دونوں پاؤں یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ایک طرف سے کٹا ہو اسواسطے کہ ان

سمجھو توں میں تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہو ومعتوہ مغلوب کا فی اور جس غلام پر کہ بہری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ولا یجزی مدبر و ام ولد
ومکاتب ادی بعض بدل لہ ولم یعجز نفسہ فان عجز نفسہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد اداء شیئا اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اس
مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھ بدلہ ادا کیا ہو اور وہ عاجز نہیں ہو گیا ادا کرنے باقی سے سو اگر عاجز ہو گیا پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ
تو جائز ہوا اور یہی عاجزی حیلہ ہے اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنے کے یعنے جب مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اور اسکا مالک بہ نیت کفارہ اسکو آزاد کیا چاہے
تو اسکی یہی تدبیر ہے کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے ۔ و اعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لکن لنقصان اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا
نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اسکی قیمت کے واسطے جم جانے لنقصان کے نصف اخیر میں یعنے ایک غلام کے دو مالک
تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا تو نصف اخیر کی ملکیت میں نقصان آگیا یعنے دوسرا مالک اسکو بیچ نہیں سکتا
لہذا اگر آزاد کرنے والا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہو کر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ ادا نہوگا ہاں اول اپنا حصہ آزاد نکرتا اور نصف
باقی کا ضامن ہو کر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا و نصف عبد عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا للامر بہ قبل التماس اور کفایت نہیں کرتا اپنے
نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اس عورت کے جس سے ظہار کر چکا ہے اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہے
اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہیں فان لم یجد ما یعتق وان احتاج لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی البحر لہ عبد للخدمۃ
لم یجزہ الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنے العبد لیوافق کلام المصنف وتحمل جوابہ فی المولی لکنہ یحتاج الی نقل سو اگر ظہار کرنے والا اپنا کچھ نہ پاوے جسکو آزاد کرے اگرچہ
محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اسکو بیچکر اپنے قرضہ ادا کرنیکے واسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہے غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ بحر میں ہے کہ
کسی کا اگر ایک غلام ہے خدمت کیواسطے اسکو اولے کفارہ ظہار میں روزہ رکھنا درست نہیں بلکہ اسی غلام کو آزاد کرے مگر اسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ
رکھنا درست ہے جبکہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نسکے انتہی کلام البحر یعنی غلام لنگڑا ہو تو اسکا آزاد کرنا درست نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر
یکون کی عبد کیطرف پھیر کہ یہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تا کہ کلام مصنف کا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر یکون کی مولی کیطرف
پھیر تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت میں نقل روایت کی احتیاج ہوگی یعنے تاوقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صحیح
اس مطلب میں ثابت نہوگی احتمال اخیر نا مقبول ہے چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اسکی توجیہ قبول کر دی تا اختلاف مندفع ہو جاوے
ولا یعتبر مسکنہ اور گھر کا معتبر نہیں یعنی اگر ظہار کرنیوالے کا ایسا گھر ہو جسمیں وہ رہتا ہو تو پھر اسکا بیچنا اسکی قیمت سے اور کفارہ ظہار کیواسطے غلام کا خریدکر آزاد کرنا ضروری نہیں اسواسطے کہ
مکان ضروریات میں داخل ہے تو اسپر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال علیہ دین مثلہ ان ادی الدین اجزاہ الصوم والا فقولان اور اگر ظہار کرنیوالے کے پاس مال ہو
اور اسپر اتنا ہی قرض ہے تو قرض کو ادا کرنے تو اسکو صوم کفایت کرتا ہے اسواسطے کہ وہ اعتاق پر قادر نہیں اور اگر قرض کو ادا نہیں کیا تو اسمیں دو قول ہیں
ایک قول یہ ہے کہ روزہ رکھنا کافی ہوا اور دوسرا قول یہ کہ کافی نہیں ولو لہ مال غائب انتظرہ اور اگر اسکا مال غائب ہو یعنے مثلاً سفر میں ہو تو اسکے
حصول کا منتظر رہے جب آجاوے تو غلام خریدکر کے آزاد کرے ولو علیہ کفارتان وفی ملکہ رقبۃ فصام عن احدہما ثم اعتق عن الاخری لم یجزہ وبعکسہ جاز اور اگر مرد پر دو کفارے
ہوں یعنی دو عورتوں سے ظہار کیا ہو اور اسکے ملک میں ایک ہی غلام ہو سو اسنے ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارے سے غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز
نہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہیں لیکن کفارہ اعتاق بلا شک صحیح اور برعکس اسکے جائز ہے یعنی اگر اول آزاد کرے اور دوسرے کفارے میں روزے رکھے تو درست
اسواسطے کہ عدم قدرت میں صوم کافی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین یوما بالہلال والا فستین یوما اگر ظہار کرنیوالا غلام پر قادر نہو تو دو مہینے
روزے رکھے اگرچہ دو مہینے کے اٹھاون دن ہوں چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور مہینے دونوں انتیس دن کے ہوئے تو اٹھاون دن کا روزہ کفایت کریگا

اختیارا اور غایۃ البیان اور عنایہ اور طلاق صاحب کنز اسپر شاہد ہیں کذا فی حاشیۃ الدر فی ھامش استانف الصوم لا الاطعام ان وطئہا فی خلالہ
لان الطعام لیس فی الاطعام منصوصا بخلاف الصیام یعنی اگر کفارۂ ظہار میں بعذر یا بلا عذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اثنا
میں تو استیناف کرے صوم کا نہ اطعام کا یعنے پھر سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہیں اگر درمیان اطعام کے اسی عورت سے وطی کرے
بسبب اطلاق ہونے نص قرآنی کے اطعام میں اور تقیید ہونے نص کے اعتاق اور صیام میں یعنی حق تعالی نے کفارۂ اطعام میں قبل مساس کی قید نہیں لگائی اور وطی
مفسد اطعام نہیں ہوتی اعتاق اور صیام میں قید لگائی ہے ... پس اگر صیام ... تو استیناف لازم ہوا وللعبد ولو مکاتبا او مستسعی لکن الحر المحجور علیہ لسفہ علی
اور غلام اگرچہ مکاتب ہی یا ایسا غلام ہو جسکا مالک مثلا نصف آزاد کر دیا ہوا اور باقی کو خلاصی کیواسطے اسسے محنت مزدوری کرواتا ہوا اور اسیطرح وہ
جسکے تصرف مالی کو اسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول صاحبین کے یعنے بموجب قول صاحبین کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو
کفایت نہیں کرتا مگر صوم مذکور یعنے دو مہینے پے در پے روزے کہ کفارۂ ظہار میں وہ جو غلام اور مکاتب اور محجور علیہ اور اس غلام کو جو پورا آزاد نہیں
اور سبب عدم قدرت کے اسپر اعتاق اور اطعام نہیں ہے اس لئے کہ غلام مالک نہیں ہے مال کا اور محجور ... یہ ہو کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدھی ہوتی ہے اور کفارہ بھی عقوبت ہے لازم تھا
کہ کفارہ عبد کا نصف ہو کفارہ حر سے یعنے ایک مہینے کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے اپنے قول سے دیا ولم ینتصف لما فیہا من
معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدھا نہوا اسواسطے کہ کفارہ میں معنی عبادت موجود ہے یعنی ہرچند کفارہ میں مضمون عقوبت اور معنی عبادت دونوں
ہیں لیکن عبادت کا پہلو غالب ہے اور حال انکہ عبادات تنصیف نہیں ہوتی ہیں جیسا کہ صوم اور صلوٰۃ میں اسیطرح کفارات ہیں ولیس لسیدہ منعہ اور مالک کو نہیں پہنچتا غلام کو صوم سے
منع کرنا اسواسطے کہ یہ مجملہ حقوق نکاح کے ہے سبب اسکے کہ غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اسکے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو اسکو کیونکر صوم کفارہ سے
روک سکے ولو وصایۃ اعتق سیدہ عنہ او اطعم ولو بامرہ لعدم اہلیۃ التکفیر بالمال الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی قیل بالاحلال یا کہ کفارۂ ظہار میں اعتاق اور
اطعام غلام کو کفایت نہیں کرتا اگرچہ اسکا مالک اسکی طرف سے آزاد کرے یا اطعام کرے اگرچہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنے اعتاق
اور اطعام بدون ملک کے نہیں ہو سکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اگرچہ مالک اسکو تملیک کرے مگر احصار میں غلام مالک ہوتا ہے یعنی اگر غلام باجازت مولی
حج کا احرام کرے اور کسی عذر شرعی سے حج کو نہ جا سکے تو مولی اسکی طرف سے اطعام کرے یعنی قربانی کا جانور اسکی طرف سے حرم میں بھیجے کہ وہاں ذبح کرکے
تصدق ہو بعضے علماء نے کہا کہ قربانی کا بھیجنا مولی پر متعین ہے اور بعضوں نے کہا کہ ... اطلاق طعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہے شارح نے اسپر ... مقرر
منح کی پیروی کی ہے فان عجز عن الکل اطعم لمرض لا یرجی برؤہ او کبر اطعم ای ملک ستین مسکینا ولو حکما ولا یجزی غیر المراہق بدائع سوا اگر عاجز ہو مظاہر
صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع نہیں اسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دے یعنے طعام کا مالک کرے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر
کہ ایک محتاج کو ساٹھ دن دیا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہیں کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنے طعام اس صغیر کا جو قریب البلوغ نہیں
کافی نہیں کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص لجواز دفع القیمۃ فی الکفارۃ ہر مسکین کو دے مانند صدقۂ فطر کے مقدار میں اور مصرف میں کما مر فی الزکوۃ
یعنے اگر گیہوں دے تو نصف صاع دے اور اگر جو اور کھجور دے تو پورا صاع دے یا اسکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنے اگر گیہوں اور کھجور اور جو کے سوا اور کوئی
اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہو تو اگر ربع صاع چاول کہ مساوی ہو نصف صاع گیہوں کے تو جائز ہے یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جو کے یا نصف صاع کھجور کے
تو درست ہے اسواسطے کہ منصوص کا غیر منصوص کی قیمت کو قرار دینا مقتضی ہے مغایرت کا تو اگر ربع صاع گیہوں کا برابر ہو نصف صاع کھجور کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ
اعتبار قیمت کا غیر منصوص میں ہے اور گیہوں اور کھجور تو دونوں منصوص ہیں انمیں اعتبار قیمت کا صحیح نہیں وان اراد الاباحۃ فغداہم وعشاہم او غداہم
وعشاہم او اطعمہم غدائین او عشائین او عشاء وسحورا او اشبعہم جاز بشرط ادام فی خبز شعیر وذرۃ لا بر اور کفارہ دینے والا

کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطے بغیر تعیین نہ کی کہ یہ غلام اول ظہار کیواسطے ہوا اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لیے ہو تو یہ اعتاق دونوں ظہار کی
طرف سے صحیح ہوا اور اسی کے مثل ہے صحت میں روزے رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور کھانا کھلانا ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنے دونوں ظہار ہیں چونکہ
متحد الجنس ہیں پس ایسے نیت تعیین کی کچھ حاجت نہیں بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہے بخلاف مختلف الاجناس یعنی کل کا صحیح بخلاف مختلف الجنس کے چنانچہ
کسی شخص پر کفارہ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارہ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہ ہوگا تا وقتیکہ ہر غلام کو ہر کفارہ
کیواسطے نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہ کفارات مختلف الجنس ہیں یہ اعتاق صحیح نہیں مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھ ایک کفارہ کی نیت کرے تو صحیح ہے ہر چند
اسمیں بسبب تمام لینے ظہار یا یمین کے دفع جہالت اور دفع ابہام نہیں لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہیں کذا فی المبسوط اور طحطاوی نے کہا کہ یہ تمہارے کلام
شارح سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت ایسے سو مراد نہیں بلکہ یہی مراد ہے جو مذکور ہو چکی اسواسطے کہ منح الغفار میں یوں مصرح ہے اگر آزاد کریگا ہر غلام کو
ایک کفارہ کی نیت کرنے کے بلا تعیین ظہار یا یمین تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ المدنی وان حرر عنہما رقبۃ واحدۃ او صام عنہما شہرین صح عن
واحد بعینہ وله وطی التی کفر عنہا دون الاخری اور اگر وہ غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزے رکھا تو یہ اعتاق او صوم صحیح ہوگا
ایک ظہار سے جسکو ساتھ مقرر کرلے یعنے ساتھ اپنے اختیار کو اختیار رہے کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دیوے اور ساتھ وطی اس عورت کی درست ہے جسکے ظہار کا
کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی وعن ظہار وقتل لا یصح لعدم الجنس کا فرۃ فیصح عن الظہار استحسانا العدم صلاحیتہا للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار
اور کفارہ قتل سے تو یہ اعتاق صحیح نہیں کسی کفارہ سے تا وقتیکہ کافر غلام کو آزاد نہ کرے اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہ اعتاق صحیح ہوگا کفارہ ظہار سے بدلیل
استحسان کے بسبب عدم صلاحیت قبہ کافرہ کیواسطے کفارہ قتل کے یعنے کفارہ قتل میں غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہے تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہو جاویگا
اسواسطے کہ ظہار میں اعتاق مسلم اور کافر دونوں کا درست ہے ہم کفارہ ظہار اور کفارہ قتل میں اعتاق عبد مسلم بلا تعیین نیت اسواسطے صحیح نہیں کہ دونوں کفارہ مختلف الجنس ہیں
اور تعیین نیت ضرور ہے چنانچہ اسکا بیان سابق میں گذر چکا اعلم ان ہذا مسکینا کل صاع صاعا بدفعۃ واحدۃ عن ظہارین کامر صح عن واحد کذا فی فتح الشرح و منح المتن
لم یصح الا عن ظہار فا لحرہ و حجۃ الکمال طعام ستیا مسکینا لہ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہوں یکبارگی دو ظہار کیطرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کیے ہوں یا دو عورتوں
سے چنانچہ سابق میں ذکر ہو چکا تو یہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سے اسیطرح لفظ صح کا ہے مصنف کی شرح کے نسخوں میں اور ان متن کے نسخوں میں جو شرح سے
علیحدہ ہیں لم یصح کا لفظ ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں کا دینا دو ظہار کیطرف سے صحیح نہیں بلکہ ایک ظہار سے درست ہے یہ قول امام محمد کے
نزدیک نہ دونوں ظہار کیطرف سے صحیح ہے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر میں ہم ترجمہ میں گیہوں کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین اور
امام محمد کا ایک صاع گیہوں اور دو صاع جو اور کھجور میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے یکبارگی کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہوں دو بار کرکے محتاج کو دیگا
تو بالاتفاق دونوں ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا عن الکافی لیکن دو بار دونوں میں دن کے فاصلے کا ہونا لازم ہے یعنے بار بار دینا ایک محتاج کو کفایت نہ
کریگا چنانچہ مذکور ہو چکا و عن افطار و ظہار صح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد لغو وفی المختلف مفید اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو
ایک صاع گیہوں دیا یکبارگی کفارہ ظہار اور کفارہ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونوں کفاروں سے بالاتفاق شیخین اور امام محمد کے اور اصل اس میں یہ ہے کہ جنس کا متحد ہے
اسمیں تعیین کی نیت لغو ہے اور جس جنس کا مختلف ہے اسمیں تعیین کی نیت مفید ہے لفظ شیخ الاسلام یہ ہے کہ اتحاد جنس عبارت ہے اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہے اختلاف
سبب سے تو دو کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہیں اسواسطے کہ انکا سبب ایک ہی ہے یعنے ظہار تو دو کفارہ ظہار میں جب تعیین نیت لغو ہوئی تو مطلق نیت باقی رہی اس لیے اسکو
اختیار ہے کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرے اور وہ کفارہ ظہار او قتل ظہار کے مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب مختلف ہے تو اسمیں تعیین نیت لغو نہیں بلکہ مفید ہے
معتبر ہو لہذا دونوں صحیح ہیں فرع من مسائل باب شارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور اور افلاس میں کفارہ دینے کا وقت معتبر ہے یعنے وقت وجوب

ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسی کوڑے فان لاعن لاعنت بعدہ لانہ المدعی فلو بدأ
بلعانہا اعادت فلو فرق قبل الاعادۃ صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اسکی بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہے تو اسکو تقدیم
چاہیے پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کرائے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترتیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کردے
دونوں میں قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے یعنی تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہو چکا کذا فی الاختیار و الا اصوب حتی یلاعن او تصدقہ
فیندفع اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہاں تک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق کریگی
تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ کو لعان کرنا دفع ہوگا و لا تحد وان صدقتہ اربعا لانہ لیس باقرار قصدا اور عورت پر حد زنا ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار
تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصدا بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد ہے یعنی کہ اسکو لعان کرنا پڑے و لا ینفی النسب لانہ حق الولد فلا
یصدقان فی ابطالہ اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب ولد کی نفی نہ ہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو
زوجین کی تصدیق نہ ہوگی اسکے ابطال حق میں تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحملہ فی البحر علی ما اذا لم تعف المرأۃ اور اگر بعد لعان کے زوجین نے
لعان سے انکار کیا تو وہ دونوں قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہے حبس زوجین کو بحر الرائق میں اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کر دیا ہو تو بعد معافی کے
وہ دونوں محبوس نہ کیے جاوینگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہو چکا واستشکل فی النہر حبسہا بعد امتناعہ لعدم وجوبہ علیہا حینئذ یعنی اشکال کیا ہے نہر الفائق
میں حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب واجب نہونے لعان کے عورت پر اسوقت میں یعنی جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہیں تو اسوقت
اسکی حبس کی کیا وجہ فلا حاصل اشکال نہر الفائق کا یہ ہے کہ جو بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسمیں حبس زوجہ کی کیا وجہ
اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہیں شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یوں جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہیں کہ دونوں نے آن واحد میں
امتناع کیا تا دونوں کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر مرد امتناع بطلب لعان نکریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج بعد قذف
کے ہو اور زوجہ بعد لعان زوج کے وإذا لم يصلح الزوج شاهدا لرقہ او کفرہ وکان اهلا للقذف ای بالغا عاقلا ناطقا حد لان الاصل ان اللعان اذا سقط لمعنی
من جهتہ فان القذف صحیحا حد والا فلا حد ولا لعان اور جبکہ زوج لیاقت نرکھتا ہو شاہد ہونے کی بسبب غلام ہونے یا کافر ہونے کے اور وہ اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل اور
بولتا ہو تو اسپر قذف کی حد ماری جاویگی اور اصل اسکی یہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنی شروط قذف کی جامع ہے تو مرد کو
حد ماری جاویگی اور اگر قذف کی شروط حاصل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہو یا دیوانہ ہو یا گونگا ہو تو حد ہو نہ لعان وان صلح شاهدا والحال انہا ممن لا یحد
قاذفہا فلا حد علیہ کما لو قذفہا اجنبی ولا لعان لانہ خلفہ لکنہ یعزر حسما لہذا الباب بالتصریح بہا اہم اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونے کی رکھتا ہو اور
حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہیں یعنی صغیرہ ہو یا دیوانی ہو یا عیب لگانے کی بار کواری ہے اور ایسی زوجہ نہیں جسکے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماری جاوے
یعنی عفیفہ نہیں ہے تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہیں چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاویگا تو اسپر بھی حد نہیں ہے زوج پر چنانچہ حد
نہیں ہے لعان بھی نہیں اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہیں تو اسکا قائم مقام بھی نہیں لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی اسواسطے کہ سد باب کے یعنی
تعزیر ہوتی ہے تا کہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہے یہ قول مصنف کا یعنی عدم حد و لعان بتصریح ہے اسکی جو اسکے قول سابق سے مفہوم ہو چکا تھا
یعنی من قولہ وجبہ لعفیفہ ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفہا وہی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او عتقت فلا حد ولا لعان بل یعزر اور معتبر ہو محصنہ
ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہوگا
نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے حد ہے نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونے کے زوج سے قذف صادر نہیں ہوا کہ حد ہو یا لعان ویسقط اللعان

بعد ما جوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود وتتزوجها بعدہ لان الساقط لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنے بعد قذف کے
لعان مرد پر واجب ہوا پھر اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہو گیا پھر لعان عود نکریگا اُسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز ساقط
ہو گئی وہ نہیں پھرتی یعنے بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہو گیا اسواسطے کہ زوجیت قطع ہو گئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اُس سے نکاح کریگا تو
بھی حکم لعان عود نکریگا وکذا یسقط بزناها ووطیها بشبهة وبردتها ولا یعود ولو اسلمت بعدہ اور اسیطرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اُسکی شبہہ کی
وطی سے اور اُسکے مرتد ہونے سے اور عود نہیں کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہو جاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاهد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف
کی موت سے اور اُسکے غائب ہونے سے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مر جاویں یا غائب ہو جاویں تو لعان ساقط ہو ولا یسقط لو عمی الشاهد او فسق او ارتد اور ساقط نہیں ہوتا
لعان اگر اندھا ہو جاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہو جاوے ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیة او مجنونة وهو ای الجنون معهود فلا لعان لاسنادہ لغیر محلہ اور اگر زوج نے
کہا اپنی زوجہ سے کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اُسکا معلوم ہو تو لعان نہیں ہے اسلئے منسوب ہوئی زنا کے بغیر اپنے محل کے یعنے
لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہیں جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیة او امة منذ اربعین سنة وعمرها اقل منہ فیلاعن
لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ کی
چالیس برس سے کم ہو مثلا بیس یا تیس برس کی ہو اسواسطے کہ اب دونوں لعان کرینگے اسلئے کہ گویا کہ زوج کے قذف کے وقت پر کہا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ زنا قبل ولادت
عورت کے متصور نہیں حقیقۃً نہ سمجھا تو چالیس برس کا ذکر لغو ہو گیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہگیا اور یہ موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما نطق
النص الشرعی بہ من کتاب وسنة اور صفت لعان کی وہ ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہے طریقہ لعان کا یہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول زوج سے
کہے لعان کر تو زوج چار بار یوں کہے کہ میں اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں اسکی طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں بار یوں کہے کہ خدا کی لعنت مجھ پر اگر
میں جھوٹا ہوں اسکی طرف زنا کی نسبت میں ہر بار عورت کیطرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار بار یوں کہے کہ میں اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھوٹا ہے میری طرف
زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کا غضب اُسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کیطرف زنا کی نسبت کرنے میں معلوم ہو اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ لعنت
دو قسم ہے ایک یہ کہ رحمت الٰہی سے دور ہونا ایسی لعنت کافروں کو مخصوص ہے مسلمان کو ہرگز جائز نہیں دوسری قسم یہ کہ درجات ابرار اور مراتب صالحین سے دور ہونا
سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان میں کذا فی حاشیۃ المدنی فان التعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم الذی وقع اللعان عندہ
ولا یفرق وان لم یرضیا بالفرقة پھر اگر لعان کیا دونوں نے اگرچہ چار بار نہیں بلکہ اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہو گی یعنی نکاح ٹوٹ جاویگا
بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنے فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہوگی لہذا دونوں باہم وارث ہونگے قبل تفریق اس حاکم کے جسکے سامنے لعان واقع ہوا اور
اور حاکم جدائی کروا دے اگرچہ دونوں جدائی سے راضی نہوں اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہوچکا ہے کہ لعان کرنے والوں میں ملاپ نہیں کا اور کہ لعنتی ولو زالت
اهلیة اللعان بما یوجب الحد فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہو گئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہوا ہے
کہ اسکا دور ہونا متوقع ہے جیسے جنون تو حاکم دونوں کو جدا کر دیوے اور اگر زوال اہلیت کا متوقع الزوال نہیں جیسے زوج نے اپنے تکذیب کی یعنی زوج نے
کسی دوسری عورت کو عیب لگایا اور سپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین میں سے کوئی گونگا ہو گیا تو ان صورتوں میں حاکم
زوجین میں تفریق نکرے بسبب باقی نرہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو غابا فغاب احدهما ووکل بالتفریق فرق تاتارخانیة ومفادہ انہ اذا لم یوکل
ینتظر اور اگر دونوں نے لعان کیا پھر ایک انمیں سے غائب ہو گیا قبل تفریق کے اور کسیکو اپنا وکیل کیا تفریق کے واسطے تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی
التاتارخانیة اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسیکو وکیل اپنا نکر جاوے تو واسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے غائب کے آنے کا اسواسطے کہ نص علی لفظ ... سے ثابت نہیں

اور یہ تقریر صاحب نہر الفائق کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فلو لم یفرق الحاکم حتی عزل او مات استقبله الحاکم الثانی خلافا لمحمد پھر اگر بعد لعان کے
حاکم نے تفریق نہ کی یہاں تک کہ حاکم معزول ہو گیا یا مر گیا تو دوسرا حاکم اپنے روبرو دوسری بار لعان کراوے اور تفریق کرے یعنے حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق کرنا
جائز نہیں بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک اعادہ لعان شرط نہیں تو بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار ولو اخطأ الحاکم ففرق بینهما بعد وجود
الاکثر من کل منهما صح ولو بعد الاقل لم یصح اور اگر چوک گیا حاکم سو اُسنے تفریق کر دی دونوں میں بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین
بار کے بعد حاکم نے تفریق کر دی تو صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر بجائے کل ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنے ایکبار یا دو بار کے بعد تفریق اُسنے کر دی تو یہ تفریق
صحیح نہیں اسواسطے کہ اقل کالعدم ہے ولو فرق بعد لعانه قبل لعانها نفذ لانه مجتهد فیه تاتارخانیة وقیده فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما هو فلا ینفذ اور اگر تفریق کر دی
حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہوگی کذا فی التاتارخانیة اسواسطے کہ اس مقام میں اختلاف مجتہدین ہے یعنے ہر چند
امام اعظم کے مذہب میں تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر اسمین قید لگائی ہے غیر
قاضی حنفی کی یعنے اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ تفریق کا حکم کریگا تو یہ تفریق نافذ ہوگی خواہ وہ حنفی ہوں یا شافعی اور اگر حنفی
مذہب قاضی بھی تفریق کریگا تو نافذ نہوگی اسواسطے کہ مقلد قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہیں ثم حرم وطیها بعد اللعان قبل التفریق لما مر ولها النفقة
العدة اور حرام ہو وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بموجب اس حدیث کے جو مذکور ہو گئی یعنے متلاعنین میں اجتماع نہیں اور نفقہ عورت کی عدت کا
مرد پر لازم ہے بسبب وجوب عدت کے وان قذف الزوج بولد نفی الحاکم نسبه عن ابیه والحقه بامه بشرط صحة النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیه اللعان
حتی لو علق وهی امة او کتابیة فعتقت او اسلمت لا ینتفی لعدم اللعان اور اگر عیب لگاوے زوج نے اپنی زوجہ کو زنا ہو ولد کی نفی کر کے تو حاکم ولد کے نسب کو
اسکے باپ سے نفی کرے اور اسکی ماں سے اسکو ملادے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اس حال میں جسمیں لعان جاری ہو سکتا ہے یہاں تک
کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہو گئی تو اس صورت میں ولد کی نفی نہوگی بسبب عدم تلاعن کے ہم صحت
نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطیں ہیں نہ نفی ولد کی تو نکاح فاسد میں نفی ولد سے لعان نہوگا اور نسب کی بھی نفی نہوگی کذا فی حاشیة المدنی ناقلا
عن النہر والبحر اما شروط النفی فستة مبسوطة مذکورة فی البدائع اور نفی ولد کی شرطیں تو چھ ہیں تفصیل مذکور ہیں بدائع میں اور کچھ شرطیں نفی ولد کی اسی باب میں
عنقریب آوینگی ہم شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحةً یا دلالةً چوتھی حیات ولد ضابطہ مسئلہ
سابقہ میں اسکی تصریح ہو چکی پانچویں یہ کہ بعد تفریق کے اسی حمل سے دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹی یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً حکم نہ ہو گیا ہو کذا فی حاشیة المدنی
فان اکذب نفسه ولو دلالة بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبه حد القذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحةً تکذیب نہ کی ہو دلالةً کی
اسطرح کہ جس ولد کی نفی کر چکا تھا سو مال چھوڑ کر مر گیا سو اسکے نسب کا اُسنے دعوی کیا تو اسکو حد قذف کی ماری جاویگی وله بعد ما اکذب نفسه ان ینکحها
حد او لا اور جائز ہے زوج ملاعن کو بعد اپنی تکذیب کے یہ کہ نکاح کرلے اُس عورت سے کہ حد قذف کی اسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے لعان
باقی نہیں تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہو گئی وکذا ان قذف غیرها فحد او صدقته او زنت وان لم تحد لزوال العفة والحاصل ان له
تزوجها اذا خرجا او احدهما عن اهلیة اللعان اور اسیطرح نکاح کرلینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اسپر حد قذف کی ماری گئی
یا عورت نے قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اسپر حد زنا نہوئی ہو یہ نکاح جائز ہوگا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کر لینا
بعد لعان کے جائز ہے جبکہ دونوں یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاویں ولا لعان لو کانا اخرسین او واحد منهما ولو طرأ ذلک الخرس بعد اللعان قبل
التفریق فلا تفریق ولا حد لدرئه بالشبهة مع فقد الرکن وهو لفظ اشهد ولذا لا تلاعن بالکتابة اور لعان نہیں اگر زوجین گونگے ہوں یا ایک انمیں سے

کوئی گونگا ہو اگرچہ گونگی پیدائشی نہ ہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہو گئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب تفریق نہ ہوگی نہ حد واسطے ٹل جانے حد کے بسبب شبہ کے سا بقہ کم
ہونے رکن لعان کے یعنے اشہد کا لفظ رکن ہو لعان کا سو یہ گونگے سے متصور نہیں اور چونکہ لفظ اشہد کا ضرور ہو لہذا باہم لعان کرنا گونگے سے جائز نہیں
ہم جب زوج گونگا ہو گا تو اسکو حد قذف نہ جاری ہوگی اسواسطے کہ اسکی قذف میں شبہ ہو کما لا لعان بنفی الحمل لعدم تیقنہ عند القذف چنانچہ لعان نہیں حمل
کی نفی سے بسبب تیقن نہ ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہ ہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقنہ بولادتہا لاقل المدۃ فیصیر کانہ قال ان کنت حاملا
فولدک لیس منی والقذف لا یصح تعلیقہ بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہو گیا بسبب ولادت کمتر مدت کے یعنے وقت قذف سے کمتر چھ مہینے میں جنی تو بھی امام اعظم کے
نزدیک لعان ثابت نہیں غایۃ الامر یہ ہو کہ نفی حمل اس صورت میں تعلیق ہو گئی گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو حاملہ ہوگی تو تیرا لڑکا مجھ سے نہیں حالانکہ قذف
کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہوگا وتلاعنا بقولہ زنیت وہذا الحمل منہ للقذف الصریح اور دونو لعان کریں
زوجہ سے یوں کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہو لعان کریں بسبب صریح قذف کے یعنے اس مسئلہ میں صریحاً زنا کی نسبت ہو بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہیں حمل کی نفی ہو نہ
زنا کی نسبت ولم ینفہ الحاکم الحمل لعدم الحکم علیہ قبل ولادتہ اور حاملہ کے لعان میں حاکم نفی حمل کی نہ کرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اسکی ولادت کے یعنے بدون
ولادت کے ثبوت حمل متصور نہیں کہ شاید بیماری سے پیٹ پھولا ہو پھر بسبب ثبوت حمل میں تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام میں سوال ہو اور یہ کہ سنن
ابی داؤد میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہو کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں تفریق کر دی اور حکم
کر دیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نہ کہے پھر جب حضرت نے نفی حمل کی کر دی پھر کیا وجہ حاکم نہ کرے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول میں دیا ونفیہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام ولد ہلال لعلمہ بالوحی اور نفی کرنا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہلال کے لڑکا بسبب علم وحی کے تھا یعنے حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ عورت کے پیٹ میں
لڑکا ہو تب نفی کی لیکن بعد ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہیں لنفی الولد الحی عند التہنئۃ ومدتہا سبعۃ ایام عادۃ وعند ابتیاع آلۃ الولادۃ صح وبعدہ
لا لاقرارہ بہ دلالۃ ولو غائبا فحالہ علمہ کحال الولادۃ اور نفی نسب کی مبارکباد دینے کے وقت اور مبارکباد دینے کے سات دن ہیں بحسب عادت
عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خریدنے سامان ولادت کے نفی کی تو یہ نفی صحیح ہوا اور بعد اسکے نفی کرنا صحیح نہیں بسبب اُسکے اقرار کر لینے کے بحسب
دلالت حال کے یعنے سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہو کہ وہ نسب کا مقر ہو تو اب نفی کرنا اسکا مسموع نہوگا اور اگر مرد غائب تھا اور لڑکا اسکی غیبت میں
پیدا ہو تو اُسکے علم آنے کی حالت مانند حالت ولادت کے ہو یعنے جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہو ویسی ہی غائب کے بعد دریافت کے سات دن تک نفی
صحیح ہو نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنے چالیس دن تک نفی صحیح ہو کذا فی الہدایہ ولاعن فیہما فیما اذا صح او لا لوجود القذف
تحقق اللعان بنفی الولد وان لم ینتف النسب کقولہ فیما مر ونفی نسبہ لیس علی اطلاقہ اور لعان کرے دونوں نفی کی صورتوں میں یعنے جن میں نفی صحیح ہو
یا نہیں صحیح ہو بسبب پائے جانے قذف کے دونوں صورتوں میں تو حالت عدم صحت نفی میں لعان تو بسبب نفی ولد کے ثابت ہو اور نسب ولد کا منتفی نہ ہوا جیسا کہ مصنف کا
قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اُسکا نسب نفی کر دے سو اپنے اطلاق پر نہیں بلکہ وہ مقید ہو بقید صحت نفی کے یعنے جب نفی ولد کی بجا ہو شرائط
نفی کے صحیح ہو تب قذف ولد حاکم نفی نسب کی کریگا مطلقاً نفی اول التوامین واقر بالثانی حد ان لم یرجع لتکذیبہ نفسہ نفی کی اول توام کی اور اقرار ثانی کا
کیا دو جسکو توام کا تو اسکو حد قذف جاری ہوگا بسبب تکذیب اپنے نفس کے اپنی ذات کے تو اُن دو لڑکوں کو کہتے ہیں جنکی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو
جب اول کی نفی کی ہو اور ثانی کا اقرار کیا تو اسکی تکذیب نفس لازم آئی ہو اسواسطے کہ وہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں اسلیئے کہ اقل مدت پوری حمل کی
چھ مہینے کی ہو تو ایک کا اقرار اور ثانی کی نفی متصور نہیں شارح نے حد میں عدم رجوع کی قید لگائی یعنے اگر اپنے قول سے نہ پھر جائیگا تو حد جاری ہوگی شیخ
رحمتی محشی نے کہا کہ یہ قید شارح کی بے موقع ہو اسواسطے کہ ولد ثانی کے اقرار سے اسکو تکذیب نفس لازم ہو گئی اسواسطے کہ دونوں ایک نطفہ سے ہیں تو وہ قائل ہو گیا

بحر الرائق مین شرح تخلیص سے منقول ہے کہ نقل کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک کا نہین سے مر گیا اپنے توام بھائی اور ماں اور خیافی بھائی کو چھوڑ کر تو
ان تینوں وارثون کا ارث تین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض و رد و باپ نہ ہونے کے اسطرح کہ ماں کا چھٹا حصہ اور دونون بھائیون کا تہائی باقی رہا اسمین سے ہوئے تینون کو
دیا جائیگا برابر تو ہر ایک کا تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دونون توام کی نفی نے زندہ توام کو عصبیت کا منع کیا
دونون توام ایک نطفہ سے پیدا ہیں لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو وہ تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ المدنی

قال فی البحر قد صرحوا ببقاء النسب بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشها الا فی حکمی الارث والنفقة فقط حتی لا تصح دعوۃ غیر النافی وان صدقه الولد
انتہی کہا صاحب بحر الرائق نے اور البتہ تصریح کر دی ہے فقہا نے ولد لعان کے بقاء نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام مین یعنے لا نفی مین جمیع احکام ولد کے
ثابت ہیں بسبب قائم ہونے فراش عورت کے یعنے زوجیت کے مگر دو حکم مین اسکی ولدیت ثابت نہین ایک وراثت مین اور ایک وجوب نفقہ مین فقط یعنے
نہ مرد ولد کی وراثت پاسکتا ہے نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہین بلکہ اسکی ماں پر واجب ہے وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے
ثابت ہیں یہان تک کہ نفی کرنے والے کے سوا کسیکو اس لڑکے کے نسب کا دعوی کرنا صحیح نہین چنانچہ ثابت النسب مین صحیح نہین اگرچہ لڑکا اُس غیر کے دعوی کی
تصدیق بھی کرے تو بھی اسکا دعوی صحیح نہین انتہی کلامہم فتاوی عالمگیری مین وغیرہ سے منقول ہے کہ ولد ملاعنہ بعض احکام مین ثابت النسب ہے چنانچہ اسکی
گواہی ملاعن کیواسطے مقبول نہین اور نہ ملاعن کی گواہی اُسکے واسطے یا زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہین اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کا جائز ہے اور
ولد فرع ملاعن کے فروع پر صلہ رحم کسی اجنبی نہ ہوگا و دعوی نسب ولد مین صحیح نہین باوجود تصدیق ولد کے اور بعضے احکام مین ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہے یعنی ارث و نفقہ مین

قلت قال البہنسی الا ان یکون من مولد مثله لمثله او ادعاه بعد موت الملاعن کلیخیفة شارح کہتا ہے بہنسی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہین مگر اس صورت مین
صحیح ہو کہ شخص غیر اتنی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والے کا ویسا ولد پیدا ہو سکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیے مترجم طحطاوی نے
کہا کہ بہنسی نے اس قول کو کسی فقیہ کیطرف نسبت نہین کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنے بہنسی کا اطلاق کتب معتمدہ کے مخالف ہے تو بدون سند کے لائق اعتماد کے نہین

## باب العنین وغیرہ

یہ باب عنین یعنے نامرد وغیرہ کے احکام مین ہے عنین مین خصی اور مسلول اور خنثی مشکل اور مجبوب اور شیخ کبیر و شکاز داخل ہین شکاز ہو اسکو کہتے ہین جو
عورت کے کھینچنے سے منزل ہو جاوے پھر آلہ تناسل کو استادگی نہو کہ جماع کر سکے کذا فی حاشیۃ المدنی هو لغة من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول وجمعه عنن
وہ یعنے عنین ہموزن سکین لغت مین اسکو کہتے ہین جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہو عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی مجبور اور ممنوع جماع سے اور جمع اسکی
عنن ہے و شرعا من لا یقدر علی جماع فرج زوجته یعنی لمانع منه ککبر سن او سحر اذ الرتقاء لا خیار لها لمانع منها خانیہ اور اصطلاح شرع مین عنین اسکو
کہتے ہین جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہ ہو تو خواہ ہو یا فرج پر قادر نہو اور دبر پر قادر ہو وہ بھی عنین ہے یعنے عدم قدرت بسبب قصور مرد کے
ہو چنانچہ زیادہ بڑھاپا یا جادو اسواسطے کہ بیرون عورت کی شرمگاہ بسبب رتق گوشت کے بند ہو اسکو اختیار تفریق کا نہین ہو اسواسطے کہ اس صورت مین
نقصان عورت کی طرف سے ہے نہ مرد کیطرف سے کذا فی الخانیہ اذا وجدت المرأۃ زوجها مجبوبا او مقطوع الذکر فقط او صغیرة جدا کالزر وتفسیرا
لا یمکنه ادخاله داخل الفرج فلیس لها الفرقة بحر وفیه نظر جبکہ پاوے عورت اپنے زوج کو مجبوب یعنے مقطوع الذکر مع خصیتین یا فقط مقطوع الذکر پاوے
یا زوج کے آلہ تناسل کو نہایت صغیر پاوے جیسے گھنڈی کی گھنڈی اور اگر آلہ تناسل ایسا چھوٹا ہو کہ اسکو اندرونی فرج مین داخل کر سکے تو
عورت کو جدائی کا اختیار نہین کذا فی البحر الرائق اور اسمین بحث ہے اور گنہگار ہو یعنے جب بیٹا کوتاہی کے خیال پر قادر ہو تو شخص مقابل الذکر
برابر اسکے کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور اصل اس اعتراض کی صاحب بحر الرائق سے ہے بعد نقل

عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی مسئلتین التاجیل ومجی الولد اور بحر الرائق مین ہو کہ مجبوب بمنزلہ عنین کے ہو
مگر دو مسئلون مین ایک تاجیل مین یعنے عنین کی فرقت مین مدت ہو اور مجبوب مین مدت نہین اور دوسرا لڑکا ہونے مین یعنے مجبوب کی زوجہ کے
اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق کے تو اسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہوگی اور عنین مین تفریق باطل ہو جاویگی ہم
بحر الرائق مین یہ بھی مذکور ہو کہ تفریق مجبوب مین بلوغ شرط نہین بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب مین صحت مجبوب بھی شرط نہین بخلاف عنین کے
کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء او قرناء او غیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بعدہ اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی
کروا دے حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اسکی شرمگاہ مین گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع نہو اور قبل نکاح کے
زوج کا حال بھی نہ جانتی ہو یا بعد نکاح کے اس حال پر راضی نہو گئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اسکو نہین بلکہ اسکے
مالک کو ہو اور اگر صغیرہ ہو تو تا بلوغ تفریق نہو گی کہ شاید وہ راضی ہو جاوے اور اگر اسکی شرمگاہ مین گوشت زائد یا ہڈی ہو تو نقصان عورت کی
طرف سے ہو تو اسکا طلب فرقت مین حق نہین اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بھی اسکو طلب فرقت مین اختیار نہین بینہما فی الحال ولو المجبوب
صغیرا لعدم فائدۃ التاخیر مجبوب اور اسکی زوجہ مین حاکم بعد درخواست عورت کے فوراً جدائی کروا دے اگرچہ مجبوب نابالغ صغیر ہو بسبب نہ ہونے فائدہ
تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع
کرنے کے بعد اسکے آلات تناسل کاٹے گئے یا کہ زوج عنین ہو گیا عورت سے ایکبار جماع کرنے کے بعد تو دونون صورت مین تفریق نہ کیجاویگی
بسبب حاصل ہو جانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنے سے زیادہ جماع کرنے کا استحقاق دیانۃً ثابت ہو نہ قضاءً کذا فی البحر الرائق ناقلا عن
جامع قاضیخان اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی مین کچھ گناہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن النہر جاءت امرأۃ المجبوب بولد و لم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تاتارخانیۃ اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنے
جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہین سو مجبوب نے اس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہو جاویگا نسب اسکا بعد اسکے عورت کو
مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اسکو جدائی مین اختیار ہو کذا فی التاتارخانیۃ ولو ولدت بعد التفریق الی سنتین ثبت نسبہ لانزالہ
بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس تک لڑکا جنی تو اسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال
انزال ہونے مجبوب کے رگڑنے سے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہو بسبب بقاء مجبوبیت کے ولو کان عنینا
بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج
عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کر دی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اسکی لڑکا جنی دو برس کے اندر تو تفریق باطل ہو گئی بواسطے زوال
اسکی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہو تفریق گواہون سے یعنے گواہون نے گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار
کر چکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق نہ باطل ہوگی بسبب تہمت
کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہو گیا امام زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ طلاق واقع ہو گئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہی پھر تفریق
کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہین جواب اس اعتراض کا یہ ہو کہ ثبوت نسب مجبوب باحتمال انزال ہو اور
تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہی بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہو اور تفریق تھی
باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہو گئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے اسمین عورت پر تہمت ہو ابطال قضا کی یعنی احتمال ہو کہ عورت جھوٹا اقرار

اسواسطے کہ رقی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اُسکا اقرار لائق سماعت کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وجدتہ عنینا ہو من لا یصل الی النساء لمرض
او کبر او سحر ویسمی المعقود وہ جانچیے اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہے جو وطی نسا پر قادر نہو بسبب بیماری کے یا بڑھاپے کے یا جادو کے یعنے
مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نہ کر سکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہیں کذا فی الوہبانیۃ اور بالفعل عرب میں اسکو مربوط بولتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی او خصیا
لا ینتشر ذکرہ فان انتشر لم یتخیر بحر وعلیہ فہو من عطف الخاص علی العام نہر قلت ولکن یراد ان الفقہاء ربما یحومون فی ذلک یا عورت نے اپنے زوج کو
خصی پایا جسکے آلۂ تناسل میں ایستادگی نہیں خصی اسکو کہتے ہیں جسکے انثیین نکالے گئے ہوں یا کوٹے گئے ہوں خواہ آلہ اسکا خواہ قطع کرنے سے سوا اگر ایسا خصی
ہو کہ اسکے آلۂ تناسل کو ایستادگی ہوتی ہو تو اسکی عورت کو اختیار فرقت کا نہیں کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم ایستادگی آلۂ تناسل کے
خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہے عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم میں داخل ہوتا ہے لیکن بالتخصیص اسکو ذکر کیا بسبب اسکے مخفی
ہونے کے یعنے شاید کسیکو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہووے اور ہر چند عطف خاص کا عام پر ہوا و عاطفہ مخصوص ہے واو سے یہاں عطف خصی کا
عنین پر بلفظ او ہے لیکن فقہا ایسے امور میں تساہل کرتے ہیں اسواسطے کہ اصل مقصود انکا افادہ احکام ہے کذا فی النہر الفائق ص نہر الفائق
میں یہ جواب ہے اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تھا اسواسطے کہ خصی کو عنین شامل تھا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہے
تو ہوا و عاطفہ لازم تھا نہ بلفظ او اجل سنۃ لاشتمالہا علی الفصول الاربعۃ یعنے اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کیواسطے ایکسال کی
مدت مقرر کیجاوے واسطے شامل ہونے سال کے چار فصلوں پر تو اگر نامردی پیدائشی نہوگی بیماری سے ہوگی تو سال بھر میں بسبب تبدل فصول
مختلفہ کے دفع ہو جاویگی اور عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کذا فی الوقایۃ
ولا عبرۃ بتاجیل غیر قاضی البلدۃ اور سوا قاضی شہر کے اور کسیکا مدت ٹھہرانا معتبر نہیں ص تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہیں کذا فی
فتاوی قاضی خان قمریۃ بالاہلۃ علی المذہب وہی ثلثمایۃ واربع وخمسون یوما وبعض یوم مدت عنین کی قمری سال ہے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے
اور قمری سال وہ ہے جسکے بارہ مہینوں کا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہے اور اسکے تین سو چون دن پورے ہوتے ہیں کچھ تھوڑا دن اور بعض کی لہ ساعت و ارتالیس
منٹ ہوتے ہیں کذا فی القہستانی اور بعضے فقہا نے کسر کو ذکر نہیں کیا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن الکافی اور واقعات اور مجتبیٰ میں سال قمری کی تصحیح کی ہے اور یہی ظاہر الروایت
ہے کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ سے یہی ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وفی الشمسیۃ بالایام وہی ازید باحدی عشر یوما قیل وبہ یفتے اور
قول ضعیف یہ ہے کہ مدت عنین میں سال شمسی معتبر ہے جسکا شمار ایام سے ہے نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہے بعضوں نے کہا
یعنے صاحب خلاصہ نے کہ اسی پر فتوی ہے اور یہ روایت حسن کی ہے امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان نے
ظہیر الدین نے سال شمسی کو مختار کیا ہے بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اقوال محض شاذ ہیں اسواسطے کہ امیر المومنین
یعنے نے قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ عنین کیواسطے ایکسال مقرر کرے اور خود حضرت عمر نے عنین کے واسطے ایکسال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی اور چونکہ
عرب سواے سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نہ جانتے تھے تو جہاں مطلق سال مذکور ہوگا وہاں قمری ہی مراد ہوگا تاوقتیکہ تصریح اسکی خلاف ثابت نہو
اور سابق میں مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہے تو وہی معتمد ہوگا اور اسکا خلاف لائق التفات کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اجل
فی اثناء الشہر فبالایام اجماعا اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنی تمام
سال قمری یا شمسی کا اُس صورت میں ہے جبکہ تاجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلا دسویں یا پندرھویں تاریخ سے مدت مقرر کیجاوے تو بالاتفاق حساب
سال کا دونوں سے ہوگا نہ مہینوں سے یعنے تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی و رمضان ایام

تحیضہا منہا وکذا حجہ وغیبتہ لا مدۃ حجہا وغیبتہا ومرضہ ومرضہا مطلقا بہ یفتی ولوالجیۃ اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال ہی مین داخل ہین اور اسیطرح مرد کے ایام حج اور اسکے سفر کرنے کے ایام بھی سال مین داخل ہین نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اسکے سفر کی مدت اور نہ مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقا خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الولوالجیہ یعنے جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی اتنی مدت سال پر زیادہ کیجاویگی اور اسیطرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑھائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج اور سفر مرد کے ولو اجل من وقت الخصومۃ مالکن صبیا او مریضا او محرما فبعد بلوغہ وصحتہ واحرامہ اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت سے مقرر کیجاوے جب تک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاہرا لا یقدر علی العتق اجل سنۃ وشہرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے غلام آزاد کرنے پر قادر ہو تو اسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کیے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوے تا کہ انمین روزہ رکھکر کفارہ ادا کرے کیونکہ صحبت قبل کفارہ کے نہین فان وطی مرۃ فبہا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا یتعلق بجمیع ما مر فیعم امرأۃ المجبوب کما مر سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاء عورت کا حق ادا ہو گیا اور اگر سال کی مدت مین ایکبار بھی وطی نکر سکا تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اسکے طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری درخواست سے اور پہلی درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہو تو مجبوب کی عورت کو بھی شامل ہو چنانچہ تفریق مجبوب مین قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہو هم درمختار نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے کر دیگا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک بالمعروف سے تو اسپر تسریح بالاستحسان واجب ہو پھر جب اسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اسکا نائب ہو جاویگا دفع ظلم کے واسطے ولو مجنونۃ بطلب لیہا او من نصبہ القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اسکے ولی کی طلب سے یا اس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے مجنونہ کی طرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار للمولی لان الولد لہ اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اسکے مالک کو ہو لونڈی کو اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اسکے مالک کی مملوک ہو وہو ای ہذا الخیار علی التراخی لا الفور ولو وجدتہ عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا طویلا لم یبطل حقہا کذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلہا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیۃ اور وہ یعنے یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھ ثابت ہو نہ فی الفور سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اس سے جھگڑا نہ کیا تو اس درنگی سے اس عورت کا حق باطل نہین ہوتا اور اسیطرح اگر جھگڑا کر کے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اسکو مطالبہ کا اختیار ہو اگرچہ ان دنون مین زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدون جماع کے مساس وغیرہ سے دونون متلذذ بھی ہوتے ہون کذا فی الخانیۃ والبحر کما لو رفعتہ الی قاض فاجلہ سنۃ ومضت السنۃ ولم تخاصم زمانا تبطل چنانچہ اگر عورت نے عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس تو قاضی نے ایکسال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اسنے مرافعہ نکیا تو بھی عورت کا اختیار باقی ہو کذا ذکرہ الزیلعی ولو ادعی الوطی وانکرتہ فان قالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ہی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجہا مح بیضۃ خیرت فی مجلسہا اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتون کا کہنا قریب تر باحتیاط ہو کہ یہ عورت باکرہ ہو اور باکرہ کی یہ علامت ہو کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہو اور اگر اسکی ران پر بہے تو وہ باکرہ نہین یا اسکی شرمگاہ مین زردی انڈے کی ڈالے اگر داخل ہو جاوے تو باکرہ نہین اور نہ داخل ہو تو باکرہ ہی ہو سو صورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت کو اختیار دیا جاوے اسی مجلس مین سال والی جدائی کا سو اگر راضی ہو گئی زوج سے یا کھڑی ہو گئی قبل تفریق تو اختیار باطل ہو گیا هم یہ مسئلہ

مخالف ہو مسئلہ سابق کے کہ وہان تا مدت دراز اختیار باقی ہے اور یہان مجلس تک مخصوص ہو اُسکا جواب یہ ہو کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت ہے کہ
کما فی البحر عن البدائع اور یہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ ہے کما فی المحیط والواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی وان قالت ہی ثیب او کانت ثیبا صدق
بحلفہ فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت اور اگر عنین عورت نے کہا کہ یہ عورت ثیبہ ہو باکرہ نہین یا وہ قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تھی تو
زوج کے قول کی تصدیق کیجاویگی ساتھ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتدا مین یعنے قبل تاجیل کے تو سال بھر کی مدت مقرر کیجاویگی اور
اگر انتہا مین انکار کیا یعنے بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جاویگا چاہیے زوج کے پاس رہے چاہے جدا ہو جاوے کما یصدق لو وجدت
ثیبا وزعمت زوال عذرتہا بسبب آخر غیر وطئہ کصبۃ مثلا لان الظاہر الاصل عدم سبب آخر معراج چنانچہ زوج کی اس صورت مین بھی
تصدیق ہوگی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوا وطی زوج کے یعنے مثلا یون ظاہر کرے کہ زوال
بکارت زوج نے اپنی انگلی سے کر دیا اس صورت مین قول زوج کی اسواسطے تصدیق ہوگی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہو کہ زوال بکارت کا جماع ہی سے
ہوا ہے نہ انگلی سے اور اصل اور سبب کا عدم ہے سوا جماع کے اور قول اسیکا معتبر ہے جو متمسک بالاصل ہو اور ظاہر حال اُسکا شاہد ہو کذا فی المعراج واذا
اختارتہ ولو دلالۃ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان
تختار شیئا بحر عن الخانیۃ والواقعات لامکانہا مع القیام فان اختارت طلق او فرق القاضی اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کر لیا اگرچہ یہ اختیار بدلالت
حال کے ہو اسطرح کہ مہر اور نفقہ مانگے تو باطل ہو جاویگا حق اُسکا چنانچہ اسطرح بھی اُسکا حق باطل ہو جاتا ہے اگر اس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنے
طلب فرقت سے بے التفاتی کرے اسطرح پر کہ کھڑی ہو جاوے اپنی مجلس سے یا اسکو مددگار قاضی کے کھڑا کر دین یا قاضی خود کھڑا ہو جاوے قبل اختیار کرنے
فرقت کے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کھڑے ہونے سے اسواسطے اُسکا حق باطل ہو گیا کہ کھڑے ہونے کے ساتھ بھی اسکو
اختیار فرقت کا ممکن تھا پھر باوجود اسکے سکوت اُسکا دلیل ہو رضا کی) اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے
تو قاضی تفریق کردے تزوج الاولی او امرأۃ اخری عالمۃ بحالہ لا خیار لہما علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے
بعد تاجیل اور تفریق ماضی کے جدا ہو گئی تھی یا نکاح کیا دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہے کہ اسکی زوجہ پہلی بسبب نامردی کے جدائی ہو چکی ہے تو بعد نکاح کے
عورت کو جدائی کا اختیار نہین ہے نہ زوجہ اولی کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اسواسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کر چکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور
یہ قول مفتی بہ مخالف ہے تصحیح خانیہ کے ولا یتخیر احدہما بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اور دونون مین سے کسی کو اختیار
جدائی کا نہین دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریان تو مرد اور عورت
دونون کو شامل ہین اور پچھلی دو بیماریان عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہین کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہین جماع سے لیکن قہستانی
مین ہے کہ محمد کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہے فرقت کا اور اسیطرح ہر عیب جو ہے کہ عورت بدون ضرر کے اسکے پاس نہ ٹھہر سکے
عورت کو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح اور خلاف کیا ہے تینون اماموں نے یعنے مالک اور شافعی اور احمد نے
امراض مذکورہ مین اگر یہ بیماریان زوج مین ہون اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریون کے نکاح کو رد کردے تو صحیح ہوگا اُسکا حکم کذا فی فتح القدیر
ہم شارح اس قول مین چند خلل پاتے ہین اول یہ کہ ظاہر کلام شارح سے مستفاد ہوتا ہے کہ اماموں ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماری مین عورت کو تو اختیار فرقت کا ہے نہ زوج کو حالانکہ حق یہ ہے کہ
انکے نزدیک جنون اور جذام اور برص مین دونون کو اختیار ہے اور پچھلی دو بیماریون مین فقط زوج کو اختیار ہے دوسرا خلل یہ کہ اس قول سے لازم آتا ہے کہ رتق اور قرن
کی بیماری بھی زوج کو ہوتی ہے حالانکہ یہ خلاف واقع ہے تیسرا خلل یہ ہے کہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ فتح القدیر مین ہمنے اس روایت کو تلاش کیا تو نہ پایا شاید کہ یہ تحریف ہو

وفرقۃ لغیرہ وجہا وطئی بنکاح فاسد اوشبہۃ کتقبیل منہ ام الولد اور اصطلاح فقہا مین عدت عبارت ہی اُس انتظار سے جو عورت کو لازم ہی یا صغیرہ کے ولی کو
لازم ہو نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت بالغہ پر لازم ہو واسطے زانیہ کے اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال شبہۃ نکاح سے جیسے
کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جسکو عدت مین شب زفاف مین زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس جوکہ پہونچا دین اور کہین کہ یہ تیری زوجہ ہو اور وہ مرد
وطی کرے تو اسپر عدت واجب ہی شارح کہتا ہی کہ تعریف عدت مین لائق یہ ہی کہ مشابہ نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تاکہ یہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی
شامل ہوجاوے کہ ام ولد کو جو آزاد کرے یا اُسکو چھوڑ کر مولی مرجاوے تو اسوقت ام ولد کو بھی عدت لازم ہی باوجودیکہ بسبب ملک یمین مستفرش ہولی کے کذا فی البحر الرائق ہم شبہکبری اور
اور سکوت شامی اور تقریح اول ثانی بھی صحیح ہو مبنی مشابہۃ شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہین اسواسطے کہ وہ مخاطب و
مکلف نہین مگر موت زوج مین صغیرہ کے ولی پر نہ ہونا نکاح کرنا لازم ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہو کہ یہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہین اسواسطے کہ طلاق
رجعی مین نکاح نہین زائل ہوتا اسواسطے بلا تجدید نکاح عدت مین رجعت کرنا صحیح ہو لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہی کہ عدت
نام ہو اُس مدت کا کہ واسطے انقضا بقیہ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہو تو اسمین سب افراد عدت کے داخل ہو گئے یہان تک کہ بقیہ فراش تا ام ولد کی بھی داخل ہو گئی
اور صغیرہ کا اعتراض دفع ہوگیا اسواسطے کہ اس تعریف مین کرنا لزوم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی حکایت عجیبہ منقول مشہور ہو کہ امام اعظم کے ایک مقام پر طعام ولیمہ ہوا
دو بھائیون کا جنکا نکاح ہوا تھا دو بہنون سے عورتون نے چوک کر اسکی زوجہ اسکے پاس کردی اور اسکی اُسکے پاس آخر شب صبح کو حال کھلا اور فقہا سے مشورہ سے
فتوی دریافت کیا گیا سب علما نے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہی بعد عدت کے ہر عورت اپنے زوج پاس جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی
بالشبہہ کے مہر مثل دینا واجب ہو امام اعظم نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میرے نزدیک اس سے آسان تر حکم ہوسکتا ہو علما نے فرمایا کہ وہ کیا ہو بیان کرو
امام اعظم نے دونون بھائیون کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونون کو یہ پسند ہو کہ ہر ایک کے پاس وہی رات والی عورت بنی رہے دونو نے کہا کہ ہم بدل اسی امر پر راضی
ہین امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اپنی ہم بستر عورت سے نکاح کرے تو اسمین عدت لازم نہوگی کہ طلاق قبل دخول ہو عدت نہین سب علمانے
اسکو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہم بستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہوئی وسببہا ای سبب وجوبہا عقد النکاح
المتاکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوۃ صحیحۃ فلا عدۃ بخلوۃ الرتقاء اور عدت واجب ہونے کا سبب عقد نکاح ہی جو متاکد ہو تسلیم وطی یا قائم مقام
وطی کی ہو قائم مقام وطی عبارت ہو موت سے یا خلوت صحیحہ سے تو عدت لازم نہین رتقا کی خلوت سے اسواسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہین بسبب مانع حسی کے
رتقا وہ عورت جو بسبب تنگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہین وشرطہا الفرقۃ اور شرط عدت کی جدائی ہی ورکنہا حرمات ثابتۃ بہا کحرمۃ تزوج و
خروج وصحۃ الطلاق فیہا ای فی العدۃ اور عدت کے رکن وہ حرمتین ہین جو بسبب عدت کے ثابت ہین جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوجہ
کے گھر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونے کی صحت عدت کے اندر شیخ حسن چلپی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہین حقیقت شے کو تو معنے اور شارح کو بنانا تھا
کہ ہیولا رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکورہ تو عدت سے پیدا ہوتے ہین تو حرمات کو حکم عدت کا کہنا مناسب تھا اسواسطے کہ حکم اسکو کہتے ہین جو شے پر متفرع ہو
اور اسیطرح صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بھی حکم مین داخل ہو تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
اور صاحب بحر نے ایسا ہی کیا ہو یعنی جنکو یہان رکن کہا ہو انکو حکم عدت مین ذکر کیا ہو وحکمہا حرمۃ نکاح اختہا اور عورت کی بہن سے نکاح حرام ہو حکم عدت کا
وانواعہا حیض وشہور ووضع حمل کما افادہ بقولہ اور قسمیں عدت کے حیض اور مہینے اور وضع حمل ہین چنانچہ اسکا بیان مصنف نے آیندہ قول مین کیا وہی فی حق
حرۃ ولو کتابیۃ تحت مسلم تحیض لطلاق ولو رجعیا او فسخ بجمیع اسبابہ ومنہ الفرقۃ بتقبیل ابن الزوج مہرا اور عدت حرہ کی حق مین اگرچہ حرہ کتابیہ ہو جو نیچے
مسلمان کے عدت امام حرہ کی جسکو حیض آتا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے بجمیع اسباب فسخ چنانچہ کتاب النکاح مین

اعتقاد کرتا ہو اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہیں بلکہ فقہا نے تصریح کر دی ہو کہ تقلید مفضول کی جائز ہو باوجود فاضل کے حالانکہ مفضول کی
خطا زیادہ تر ہو فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل میں اسکو بیان کیا ہو اور اسیواسطے حموی نے کہا ہو کہ صاحب نہر الفائق نے جو
خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہو وہ مسلم نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال * لممتدۃ طہر بتسعۃ اشہر * وفاعدۃ
بان مالکی یقدر * وعین بعدہ لا وللنقض یکذا * یقال بلا نفقۃ علیہ ینظر * شارح کہتا ہو اور البتہ نظم کیا ہو اسکو ہمارے استاد خیر الدین رملی حنفی نے سو
یوں فرمایا ہو کہ واسطے اس عورت کے جسکا طہر ممتد ہو نو مہینے پوری عدت ہو اگر مالکی قاضی اسکا حکم کرے کہ ثابت کرے اور بعد حکم قاضی مالکی کے کوئی وجہ
نہیں اس حکم کو توڑنے کی یعنے قاضی حنفی اس حکم کو نہیں اٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلاف پھر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہو وفاعدۃ اصل میں وفاء عدۃ
ہو لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کر دیا اور بعضے نسخوں میں یعتد بجائے یقدر کے ہو طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہو سو مذکور ہو چکا
یعنے اکثر ملکوں میں مالکی قاضی میسر نہیں تو وہاں نہایت مشقت اور تنگی ہو گی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض النہر تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر
للاطہار وثلث حیض بشہر احتیاطا اور جب عورت کا حیض دراز ہو جاتا ہے یعنے ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول مفتی بہ
فتح القدیر کے باب الحیض میں مذکور ہے یہ ہو کہ اسکے طہر کا اندازہ دو مہینے ہیں تو اسحساب سے کل عدت اسکی سات مہینے ہیں چھ مہینے تین طہر کے اور ایک مہینہ تین
حیض کا بنا بر احتیاط کے ہو اور یہ قول حکم کا ہو اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہو کہ اسکے نزدیک اس عورت کی عدت تین مہینے ہیں اور اگر عورت کا خون ہمیشہ
جاری ہو اور اسکو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو بموجب اپنی عادت کے حساب کرے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجائے ممتدۃ الحیض کے استحاضہ کا لفظ کہتا تو خوب
تھا اسواسطے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنے صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر حائضہ
کے حق میں تین مہینے کی عدت ہو اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ہر مہینے کا
دنوں سے ہوگا یعنے ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی ہو
جمیع مسائل مذکورہ میں اگرچہ وطی حقیقی نہیں بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر میں ہو چکا شارح نے خلوت کو مطلق
کہا یعنے خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونوں سے عدت لازم ہوتی ہو اور یہی قول صحیح ہو اور ابتدائے باب العدۃ میں فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کہا موافق قدوری کی دلیل
کے جو غیر صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیۃ اور اگر زوج شیر خوار ہو اور بعد خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور امام
محمد کے نزدیک مہر نہ واجب ہوگا کذا فی القنیۃ صورت فراق شیر خوار کی یہ ہو کہ شیر خوار کے باپ نے اسکا نکاح فاسد کر دیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وعدۃ الموت اربعۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوج کی موت کی
چار مہینے ہیں بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان اسکا ہو چکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت موت ہو بشرط باقی رہنے نکاح کے صحیح
موت تک اسواسطے کہ نکاح فاسد میں مرد کی موت سے عدت وفات کی نہیں اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پھر بدل کتابت ادا کر کے مرگیا تو اسکی زوجہ پر عدت وفات
نہیں اسواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہیں رہا کیونکہ مکاتب نے اداے بدل کتابت سے پھر جب قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور حالانکہ ملک احد الزوجین سے
نکاح باقی نہیں رہتا مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقا واجب ہو عورت کی وطی
ہوئی ہو یا نہوئی ہو اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو بیچ مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت میں کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن سے خالی نہیں سوائے
حاملہ کے کہ اسکی عدت بعد وضع حمل ہو قلت عم کلامہ ممتدۃ الطہر لم یحض وہی واقعۃ الفتوی ثم اربا فلان فراجعہ شارح کہتا ہو کہ کلام مصنف کا بیان عدت وفات میں
ممتدۃ الطہر کو بھی شامل ہو ممتدۃ الطہر کی مثال جیسے دودھ پلانے والی عورت کہ اسکو اکثر حیض نہیں آتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی طلب ہوا اور میں نے

اسکو کسی کتاب فقہ میں مصرح نہیں کیا سوائے دیکھنے والے در المختار کے اس مسئلہ کو تلاش کیجیے کتب فقہ میں صرف طحطاوی نے کہا جب فقہا تصریح کرتے ہیں کہ عدت وفات
سے کوئی خارج نہیں سوائے حاملہ کے تو اس قاعدہ کلیہ میں متندہ طہر بھی داخل ہے تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہے و فی حق امۃ تحیض للطلاق
او فسخ حیضتان لعدم التجزی اور جس لونڈی کو حیض ہوتا ہے تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اسکے حق میں دو حیض کی عدت ہے بوجہ عدم قسمت پذیری حیض کے
یعنے قاعدہ شرع کا یہ ہے کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہے یعنے ڈیڑھ حیض لیکن چونکہ حیض میں نصف اور ثلث متصور نہیں لہذا النصف کو پورا
کر دیا و فی امۃ لم تحض للطلاق او فسخ او مات عنها زوجها النصف وبالرق لقبول التنصیف اور اس لونڈی کے حق میں جسکو حیض نہیں آتا بسبب اسی
یا بزرگی کے یا بعد بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اسکا زوج آکر زندہ جیتے جی کہ مرگیا حرہ کی آدھی عدت ہے بسبب لیاقت تنصیف کے یعنے حرہ کی عدت ایسی
مدت تو ان میں آدھی ہو سکتی ہے لہذا لونڈی کی عدت یہاں آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آیسہ و بالغہ باحیض کی عدت طلاق یا فسخ میں ڈیڑھ مہینہ ہے اور عدت وفات
دو مہینے پانچ دن ہے و فی حق الحامل مطلقا ولو امۃ او کتابیۃ او من زنا بان تزوج حبلی من زنا و دخل بها ثم مات او طلقها تعتد بالوضع جواهر الفتاوی وضع
جمیع حملها لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن اور حاملہ کے حق میں مطلقاً اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اسطرح پر کہ مثلاً زید نے نکاح کیا اس عورت
سے جسکو زنا کا حمل تھا پھر وطی کی اس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تھی پھر زید مرگیا یا اسکو طلاق دی تو اسکی بھی عدت بوضع حمل ہوگی کذا فی جواہر الفتاوی سے
وضع جمیع حمل عدت ہے حاملہ کی اسواسطے کہ حمل نام ہے جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلاً آج ایک لڑکا جنی اور بعد مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو اسکی عدت پہلے لڑکے
سے منقضی نہ ہوگی نہ اول ولد سے وفی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلها للازواج احتیاطاً اور بحر الرائق میں ہے کہ نکلنا اکثر حصہ لڑکا
مانند نکلنے کل بدن کے ہے سب احکام میں مگر عورت کے حلال ہونے میں واسطے ازواج کے اکثر حصہ کل نہیں بنابر احتیاط کے یعنے اگر حاملہ کے پیٹ سے
اکثر بدن لڑکا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہو گئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہیں بنابر احتیاط کے کہ جمیع حمل کا
وضع نہیں ہوا ولا عبرۃ بخروج الراس ولو مع الاقل فلا قصاص لقطعه ولا دیة اعتبار نہیں سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے ساتھ سر نکلا ہو تو اسقدر نکلنے سے عدت
آخر نہ ہوگی اور قصاص بھی نہ ہوگا اسکے قطع کرنے میں بلکہ پورا خون بہا بھی لازم نہ ہوگا بلکہ بچہ کا ان حصہ خون بہا کا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر
حمل گر گیا تو اگر کچھ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہیں تو عدت آخر ہو گئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا گرا تو عدت منقضی نہیں ہوئی کذا فی البحر الکبیر
ناقلا عن البدائع والاشبہ نسبته من المبانة والاقل من سنتین ثم یا فی الاکثر اور ثابت نہیں ہوتا نسب لڑکا کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کمتر دو برس
سے نکلا پھر اسکا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو کان زوجها الصبی صغیرا غیر مراهق و ولدته لاقل من نصف حول من موته فی الاصح لعموم آیة
واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہے اگرچہ زوج اسکا جو مر گیا ہو صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جنی ہو صغیر کی زوجہ کمتر چھ مہینے سے یا زیادہ سے موت
زوج سے بنابر قول اصح کے اگرچہ صغیر سے حمل متصور نہیں لیکن انقضائے عدت بوضع حمل کے ہے بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالی نے فرمایا
ان یضعن حملهن یعنی حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اسمیں خصوصیت بالغ کی نہیں فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکساں ہوگی اور یہ قول امام و محمد کا ہے بخلاف ابی یوسف
کہ انکے نزدیک موت کی عدت لازم ہے وہ حمل کی قسمیں جہالت بعد موت لعدم الحمل حین الموت
اور اس عورت کے حق میں جو حاملہ ہوگئی بعد موت صغیر کے اسطرح کہ جنی چھ مہینے یا زیادہ میں موت کے بعد سے تو اسکو موت کی عدت لازم ہے بالاجماع
بسبب ثابت ہونے حمل کے بعد موت صغیر کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب علیهما اذ لا ماء له
اور نسب لڑکا صغیر سے ثابت نہیں دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ صغیر میں منی نہیں پھر نہیں تو لڑکا ان المراهق فیثبت
فتح اور لائق ہے ثبوت نسب لڑکا زوج قریب البلوغ سے بنابر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکے کو کہتے ہیں چنانچہ مذکور ہوگا

فما حاضت نفسیر حیض ثلثۃ ولو اعتقت تفسیر ثلثا فما ستۃ ظہر الطہ الایاس لتفسیر بالاشہر فما ودہا نفسیر بالحیض فمات نزوجہا تفسیر اربعۃ اشہر وعشرا او بکاسۃ بالحق ہو عدت
چھ طرح پہ ہم پانچ لونڈی صغیرہ سکو بعد طلاق رجعی ہوئی تو اسکی عدت ہوئی ڈیڑھ مہینہ پھر اسکو قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت
ہو گئی پھر قبل انقضاء سے عدت کے وہ آزاد ہو گئی تو اسکی عدت تین حیض کی ہو گئی پھر قبل تین حیض کے طہر اسکا دراز ہو گیا یعنے پچاس برس کی
عمر تک حیض آیا تو اب اسکی عدت تین مہینہ کی ہو گئی پھر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا تو تین حیض کی عدت ہو گئی پھر قبل انقضاء
تین حیض کے زوج اسکا مر گیا تو اب چار مہینے دس دن کی عدت ہو گی تو یہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چھ بار کے انتقال کا قائل ہو تو شاید کہ اسنے
پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہو واللہ اعلم اکتفاء اعتدت بالاشہر ثم عاد دمہا علی جاری عادتہا او حبلت من زوج آخر بطلت عدتہا وفسد نکاحہا
ویستانف بالحیض لان شرطہا الخلفیۃ تحقق الایاس عن الاصل وذلک بالعجز الی الموت وہو ظاہر الروایۃ کما فی النہایۃ واختارہ فی الہدایۃ
فتعین المصیر الیہ قال فی البحر بعد حکایۃ ستۃ اقوال مصححۃ واقرہ المصنف اگر آئسہ نے مہینوں کی عدت کی پھر عود کیا اسکے حیض نے بکثرت جاری ہو کر موافق
عادت قدیمی کے یا کہ اسکو حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کی عدت کے اسنے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہو گئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ
ہونے سے مہینوں کی عدت باطل ہو گئی اور نکاح ثانی فاسد ہو گیا اسواسطے کہ عین عدت میں ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو حیض سے شروع
کرے اسواسطے کہ عدت بالاشہر خلف تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلف ہونے کی یہ ہو کہ اصل سے نا امیدی متحقق ہو اور تحقق نا امیدی کا بسبب نا امیدی کے
تا باقی موت تک ہے اس صورت میں بسبب حیض آنے یا حاملہ ہونے کے نا امیدی نہ رہی اسواسطے کہ آئسہ وہ ہو جسکو نہ حیض ہو نہ حمل اور یہی بطلان و استیناف عدت ظاہر الروایۃ ہو
کذا فی النہایۃ اور اسیکو پسند کیا ہو ہدایہ میں تو اسی روایت پر رجوع اعتماد مقرر ہو گیا ایسا کہا ہو بحر الرائق میں بعد نقل کرنے چھ قول کے جنکی تصحیح ہو چکی ہو اس مسئلہ میں
اور اسی ظاہر الروایۃ کو ثابت رکھا ہو مصنف نے متن اور شرح میں عود آنے حیض جاری ہونے کی مراد میں چند قول ہیں لیکن ترجمہ میں کثرت سیلان ہی کو
مذکور کیا اسواسطے کہ بحر الرائق میں مذکور ہو کہ معراج الدرایۃ میں اسی قول پر فتوی ہو لکن اختار البہنسی ما اختارہ الشہید انہا ان رأتہ قبل تمام الاشہر
استانفت لا بعدہا قلت وہو ما اختارہ صدر الشریعۃ ومنلا خسرو والباقانی واقرہ المصنف فی باب الحیض وعلیہ فالنکاح جائز وتعتد فی المستقبل
بالحیض کما صحح فی الخلاصۃ وغیرہا وفی الجوہرۃ والمجتبی انہ الصحیح المختار وعلیہ الفتوی وفی تصحیح القدوری وہذا التصحیح اولی من تصحیح الہدایۃ
وفی النہر انہ اعدل الاقوال وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی لیکن اختیار کیا ہو بہنسی نے جسکو شہید نے اختیار کیا ہو وہ یہ ہو کہ اگر آئسہ نے قبل تمام
ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تب تو عدت مہینوں کی باطل ہوئی سرے سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے
حیض دیکھا تو عدت پوری ہو گئی اب استیناف عدت کا نہ کرے شارح کہتا ہو اسیکو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہو
اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض میں ثابت رکھا ہو اور بموجب اس قول مختار کے بعد تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہو نہ فاسد اور زمانہ مستقبل
میں اگر زوج ثانی طلاق دیگا تو عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہو خلاصہ وغیرہا میں اور جوہرہ اور مجتبی میں کہا ہو کہ یہی قول صحیح اور مختار ہو
اور اسی پر فتوی ہو اور تصحیح قدوری میں بیان ہو کہ تصحیح اس قول کی بہتر ہو تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق میں کہا ہو کہ یہی قول سب اقوال میں معتدل تر ہو
اور پوری تقریر اسکی شارح کی اس شرح میں ہو جو ملتقی الابحر پر لکھی ہو والصغیرۃ لو حاضت بعد تمام الاشہر لا تستانف الا اذا حاضت فی اثنائہا فتستانف بالحیض
کما تستانف العدۃ بالشہور من حاضت حیضۃ او ثنتین ثم ایست تحرزا عن الجمع بین الاصل والبدل وصغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین مہینے کے تو
استیناف عدت کا حیض سے نکرے مگر جبکہ اسکو درمیان عدت کے حیض آوے یعنے تین مہینے کے اندر آئے تو حیض سے عدت شروع کرے جیسا کہ استیناف عدت کا
مہینوں سے وہ عورت کرتی ہو جسکو ایک یا دو بار حیض آیا پھر وہ آئسہ ہو گئی یعنے پچپن برس کی ہو گئی ان صورتوں میں پہلی عدت چھوڑ کر دوسری عدت کا

حکم اسواسطے ہوتا کہ جمع ہوجانے اصل اور بدل سے بچا رہے اسواسطے کہ بدل درصورت تعذر اصل ہوتا ہے تو کچھ عدت اصل ہوا اور کچھ بدل جسکا جائز نہیں
والایاس سنتہ للرومیۃ وغیرہا خمس وخمسون عند الجمہور وعلیہ الفتوی وقبل الفتوی علی خمسین نہر اور ایاس یعنے ناامیدی کی عمر خواہ عورت روم کی رہنے
والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہے نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ پچاس برس پر فتوی ہے کذا فی
النہر الفائق ہم کو یہ روایت ہے کہ روم کی عورت میں حد ایاس پچپن برس اور اسکے سوا میں ساٹھ یا ستر برس لیکن اس روایت پر فتوی نہیں کذا فی البحر الرائق
وفی البحر عن الجامع صغیرۃ بلغت ثلثین سنۃ ولم تحض حکم بایاسہا اور بحر الرائق جامع سے منقول ہے کہ صغیرہ تیس برس کو پہونچی اور اسکو حیض نہ آیا
تو اسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا وعدۃ المنکوحۃ نکاحا فاسدا فلا عدۃ فی باطلۃ وکذا موقوف قبل الاجازۃ اختیار لکن الصواب ثبوت العدۃ
والنسب بحر اور عدت منکوحہ نکاح فاسد کی حیض ہے تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اسمیں عدت نہیں نکاح باطل جو کہ غیر کی عورت سے
دانستہ نکاح کرے اور ایسا ہی نکاح موقوف میں قبل اجازت کے عدت نہیں کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا
بلا اذن مولی لیکن حق یہ ہے کہ نکاح موقوف میں عدت اور نسب لڑکا ثابت ہے کذا فی البحر الرائق والموطوۃ بشبہۃ ومنہ تزوج امرأۃ الغیر غیر
عالم بحالہا کما سیجی وللموطوۃ بشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاول وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما وانما حرم الوطی حتی تلزمہ نفقتہا وکسوتہا یعنے
انتہی لکن ما للشرنبلالیۃ کما سیجی اور عدت اس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہہ غیر کی عورت سے نکاح کر لینا ہے ناواقفیت سے جیسا آگے
باب میں آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہیں صریح زنا ہے تو اسمیں عدت نہیں اور جسکی وطی بشبہہ ہوگئی اسکو اپنے اول
زوج کے پاس رہنا جائز ہے اور نکلنا گھر سے اسکی اجازت سے عدت میں لازم ہے بسبب قائم رہنے نکاح کے دونوں میں اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہے
عدت تک قیام نکاح کا یہاں تک ثابت ہے کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہے کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہے نفقہ زوج اول پر اسوقت
لازم ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہو یعنے دونوں قیدیں یا ایک قید ضرور ہے وجوب نفقہ میں چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہ شخص میرا زوج نہیں لیکن
بجبر اسکو گھر کے پاس … کر دیا ہو اور مرد نے کہا ہو کہ یہ تیری عورت ہے اور وقت وطی کے ہرچند عورت نے کہا ہو کہ میں غیر کی زوجہ ہوں لیکن اسنے
اعتبار نکیا ہو اور تلوار سے دھمکایا ہو تو اس صورت میں کسی پر حد نہیں مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے شوہر کے پاس رہیگی اور نفقہ
زوج اول پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وام الولد فلا عدۃ علی مدبرۃ ومعتقۃ غیر الآیسۃ والحامل فان عدتہما
بالاشہر والوضع اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہیں … لیکن ام ولد آیسہ اور حاملہ ہو اسواسطے کہ عدت آیسہ کی دو مہینے کی
ہے اور عدت حاملہ کی وضع حمل ہے الحیض للموت ای موت الواطی وغیرہ کفرقۃ او متارکۃ لان عدتہا للتعرف براءۃ الرحم … بالحیض لم یکتف
بحیضۃ احتیاطا یعنے عدت منکوحہ نکاح فاسد اور موطوۃ بشبہہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہے خواہ … والی کی عدت میں
بھی حیض کی … مہینوں کی اور غیر موت میں بھی تین حیض ہی کی عدت ہے غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد میں فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار
ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتوں کی عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض اسلئے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہے اور یہ دریافت نہیں ہو سکتا مگر
حیض سے اور ہر چند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہے لیکن ایک حیض پر کفایت نہ کی بلکہ بنا بر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے ولا اعتداد
بحیض طلقت فیہ اجماعا اور اس حیض کی جسمیں طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہیں عدت میں بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت میں تین حیض
اور حدیث سے لونڈی کی عدت میں دو حیض ثابت ہیں تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہے یعنے اسکے سوا تین حیض حرہ میں
اور دو حیض لونڈی میں لازم ہونگے واذا وطئت المعتدۃ بشبہۃ ولو من المطلق وجبت عدۃ اخری لتجدد السبب وتداخلتا والمرئی من الحیض منہما

طلاق فسخ ہو۔ طلاق دی اتفی کذا فی البحر اور نکاح فاسد میں عورت زوج کے گھر میں عدت کو نہ آخر کرے اسواسطے کہ وہ فرقت میں زوج ہی نہیں کذا
فی البزازیۃ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتمل المدۃ لا الا ان تبین ما یعتمد بہا لاحتمال الطلاق
کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہو چکی اور مدت گنجایش رکھتی ہو انقضاء عدت کی اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہو تو مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھ قسم کھانے عورت کے
اور اگر مدت میں انقضاء عدت کا احتمال نہ ہو تو قول عورت کا مقبول نہیں اسلئے کہ ہر چند عورت اس بیان میں امین ہے اور امین کا قول البتہ مقبول ہے لیکن امین کا قول
اس وقت تصدیق ہوتا ہے جب ظاہر حال اسکے بیان کی مخالف نہو اور جب مدت میں گنجایش انقضاء عدت کی نہو تو ظاہر حال اسکا مخالف ہوا لہذا اسکا قول مقبول نہ ہوگا
ثم لو بانہا فما المقدر بالمذکور ولو بعضہا فاقلہا للحرۃ ستون یوما وللامۃ اربعون پھر اگر عدت عورت کے مہینوں کی ہو جیسے صغیرہ او آئسہ کی تو تقدیر اسکی مذکور ہو چکی
یعنے طلاق او فسخ میں تین مہینے اور موت میں چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدھی اسکی اور اگر عدت حیضوں کی ہو تو کمتر مدت انقضاء عدت کی حرہ کے
حق میں ساٹھ دن ہیں اور لونڈی کے حق میں چالیس دن ہیں ساٹھ دن اسحساب سے ہوئے کہ گویا اول طہر میں طلاق واقع ہوئی قبل وطی کے اسلئے کہ مستحب طلاق سنی ہے
نہ بدعی تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض کے پندرہ دن تو ساٹھ دن ہوئے اور اسی طرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے
دس دن مجموع چالیس دن ہوئے یہ امام اعظم کا مذہب بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس دن ہیں اسحساب سے کہ گویا اسکو آخر طہر میں طلاق ہوئی
تو پندرہ دن کے تین طہر کے اور تین حیض کے نو دن کہ بموجب ان کی روایت کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھ دن مجموع اکیس دن ہوئے تو
بموجب امام اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہوگئی تو اسکا قول مع الیمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم میں مقبول نہ ہوگا الا ان تدعی
السقط کما مر فی الرجعۃ وبالاولی لو علق طلاقہا بولادتہا فیضم الیہا خمسۃ وعشرین للنفاس کما مر فی الحیض اس اقل مدت کا اعتبار اس وقت ہے کہ عورت نے
سقط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہیں کیا چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ میں مذکور ہو چکی اور بہتر ہے کہ طلاق عورت کی اسکی ولادت پر معلق ہوا اور اگر طلاق
ولادت پر معلق ہوگی تو اقل مدت کے ساتھ پچیس دن نفاس کے ملائے جاوینگے چنانچہ اسکا بیان باب الحیض میں ہو چکا خلاصہ یہ کہ اگر عورت سقط حمل کا
دعوی کریگی بشرطیکہ ولد کے کچھ اعضا بنگئے ہوں تو فورا بمجرد استقاط کے عدت آخر ہوجاوے گی اور اگر زوج نے یوں تعلیق کی کہ اگر تو جنے گی تو تو مطلقہ ہے تو اس صورت میں
کمتر مدت انقضاء عدت کی پچاسی دن ہیں ساٹھ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے ہر چند نفاس کی اقل مدت معین نہیں لیکن عدت کی تعیین میں پچیس
دن مقرر ہیں نکح معتدتہ نکاحا صحیحا ولو من فاسد وطلقہا قبل الوطء ولو حکما وجب علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتداۃ لانہا مقبوضۃ فی یدہ
بالوطء الاول لبقاء اثرہ وہو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اسکی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق دی اسکو قبل وطی کے اگرچہ
وطی حکمی ہو یعنے بعد خلوت کے تو واجب ہوگا مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت سر نو سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ میں قائم
ہو بسبب اول وطی کے بواسطہ بقاء اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہے عدت سے تو جب اسنے دوسرا نکاح کیا تو قبضہ اول بجاے قبضہ ثانی ہوگیا چنانچہ اگر
چیز مغصوب غاصب کے قبضہ میں ہو اور وہ اسکے مالک سے اسکو خرید کرے تو مجرد خرید کے وہ قابض ٹھہر گیا تجدید قبض کی حاجت نہیں وہذا احدی المسائل
العشرۃ مبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہے کہ نکاح اول کی وطی
قائم مقام ہے نکاح ثانی کی وطی کے ہم تفصیل ان مسائل عشرہ کی بیان کرتے ہیں پہلا مسئلہ تو مذکور ہو چکا ۲ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پھر اسکی
عدت میں نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد ذکر کر چکا ہے ۳ نکاح کیا
اور بعد دخول صحت میں طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پھر حالت مرض الموت میں قبل دخول طلاق بائن دی ۴ عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا اور
قاضی نے ولی کی نالش سے تفریق کر دی دونوں میں پھر عدت کے اندر اس مرد نے نکاح ثانی بعد عدت کے کیا اور قاضی نے پھر تفریق کر دی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق دی

زوجها حتی تحیض لاحتمال علوقها من الزنا فلا یسقی ماءه زرع غیره فلیحفظ لغرابتہ اور اسیطرح عدت نہیں اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے
اور وطی کرے اس سے غیر کی منکوحہ جانکر اور متن کے نسخون میں وطی بھا دخل ہوا اور مصنف کی شرح سے ساقط ہوا اور حالانکہ قید دخول کی
ضرور ہی ہے اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کرکے دخول نکریگا تو عدت کا احتمال ہی نہیں اور اسی قول پر یعنی عدم عدت منکوحہ غیر پر فتوی ہوا اور چونکہ
منکوحہ غیر پر عدت نہیں بسبب نکاح ثانی کے اسواسطے مرد پر حد جاری ہوگی ساتھ دانست حرمت کے اسواسطے کہ غیر منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا بھی زنا ہی اور زنا
موجب عدت کا نہیں اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہیں اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھ شرع میں عزت نہیں لیکن شرح وہبانیہ میں یون ہی کہ
اگر عورت نے زنا کیا تو اسکا زوج اسسے قربت نکرے یہانتک کہ اسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زنا کے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو اس
روایت کو یاد رکھنا چاہیے بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت معتمد مفتی بہ میں کچھ عدت نہیں اور فصل محرمات میں شارح تصریح کرچکا ہی کہ روایت
وہبانیہ کی ضعیف ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیے نہ وجوب پر تو کچھ غرابت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی نکحا ولوا قوا لمسلم
حیث تحرم علی الاول ای الزوج الاول الا اذا انقضت عدتها منه فلا نفقة لعدتها علی الاول لانها صارت ناشزة خانیة قالت لو عالمة رضیتہ کما مر فتامل بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو
معلوم نہ ہو کہ یہ عورت غیر کی منکوحہ ہی اور وہ ناواقف نکاح اور وطی کرے تو اسوقت بھی عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہانتک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی
ہوجاوے اسواسطے کہ یہ زنا نہیں شبہہ نکاح ہوا اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہی کہ عورت نافرمان اسوقت
ہوگی جبکہ وہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہیں اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل
اسی باب میں مذکور ہوچکی سو اسکو غور اور تامل کر فروع مسائل ملتقطہ شارح کے ادخلت منیہ فی فرجها هل تعتد فی البحر بحثا نعم لاحتیاجها لتعرف براءة الرحم وفی النهر
بحثا ان ظهر حملها نعم والا لا عورت نے ڈالدی منی مرد کی اپنی شرمگاہ میں کیا اسپر عدت لازم ہی بحر الرائق میں بنا بر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہان عدت
لازم ہی واسطے دریافت ہوجانے صفائی رحم کے اور نہر الفائق میں دلیل اس سوال کے جواب میں تفصیل کی کہ اگر منی ڈال لینے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت
وضع حمل تک لازم ہی اور اگر حمل ظاہر نہیں تو عدت بھی لازم نہیں ہم دونون جواب کا ثمرہ اختلاف یہ ہی کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور
بعدہ اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تھا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہوا اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہیں شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہی
اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کردی ہی کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہی تو بخوف ضائع ہونے ولد اور اشتباہ نسب کے بہرصورت عدت لازم ہی اور بحث صاحب نہر کا جو
بھائی یعنے صاحب بحر ہے بلا وجہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ ولدت ثم طلقها ومضی بعده اشهر فقالت آخر لم یصح اذا لم تحض فیها ثلث حیض لان
لم تکن حاضت قبل الولادۃ لان من لا تحیض لا تحبل اور قنیہ میں ہی کہ ایک عورت جنی پھر زوج نے اسکو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے سو عورت نے
دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہیں جبتک کہ اس عدت میں تین حیض اسکو نہ آوین اگرچہ قبل ولادت کے اسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض نہیں آتا وہ حاملہ
نہیں ہوتی تو اسکی عدت حیضون کی ہوگی نہ مہینون کی وفیها طلقها ثلثا ویقول کنت طلقتها واحدۃ ومضت عدتها فلو مضیها معلوما عند الناس
لم یقع والا نقع اور قنیہ میں ہی طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہی کہ میں اسکو ایک طلاق دے چکا تھا اور اسکی عدت
بھی گذر گئی یعنے تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہی کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب عدم ابقا سے
ملک کے کہ بلا توسط زوج ثانی نکاح جدید عورت اسکو حلال ہوجاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگون کو معلوم ہی تو تین طلاق نہ واقع ہونگی اور اگر
لوگون کو گذرنا اسکی عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اسکو حلال نہوگی ولو حکم علیه بوقوع الثلاث بالبینة بعد الانکار
فلو برهن انه طلقها قبل ذلک بمدۃ لو طلقۃ لم تقبل بحر اور اگر قاضی کا حکم ہوچکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونے کا بسبب شہادت کے

بعد انکار زوج کے پھر اگر زوج گواہوں سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق عدت سے قبل ان تین طلاق کے دے چکا ہے تو یہ گواہی مقبول نہوگی کذا فی البحر الرائق

اسواسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہوں کے ذمہ میں ہو سکتا وفیہ عن الجوہرۃ اخبرہا ثقۃ ان زوجہا الغائب مات او طلقہا ثلثا او اتاہا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق ان اکبر رایہا انہ حق فلا باس ان تعتد وتتزوج اور بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اسکے غائب زوج نے اسکو طلاق دی تین یا یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کی طرف سے خط آیا طلاق کا معتمد شخص کے ہاتھ سے اگر عورت کا ظن غالب ہوا کہ خبر او خط حق ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرے وکذا لو قالت امرأۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتہا لاباس ان ینکحہا اور بحر میں ہے اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجھکو طلاق دی ہے اور اسکی عدت منقضی ہو گئی تو کچھ مضائقہ نہیں کہ مرد اس سے نکاح کر لے ہم لاباس کی قید سے معلوم ہوا کہ نکاح نکرنا اولیٰ ہے بالتحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق میں کافی حاکم سے منقول ہے کہ اگر عورت شک پڑے زوج کی موت کے وقت میں تو عدت کرے اسوقت سے کہ جسمیں یقین ہو جاوے موت کا بنابر احتیاط کے وفیہ عن المحیط کذبتہ فی مدۃ محتملۃ لم تسقط نفقتہا وجاز لہ نکاح اختہا عملا بخبرہما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف حول ثبت نسبہ لم یفسد نکاح اختہا فی الاصح خرجہ لو ماتت دون المعتدۃ اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے مرد نے دعوی کیا کہ عورت اپنی انقضاے عدت کی خبر دے چکی ہے اور عورت اسکی تکذیب کرتی ہے اس مدت میں جو انقضاے عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کر لینا اوسکی بہن سے بنابر عمل کرنے دونوں کی خبروں پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ میں عورتوں کی خبر پر عمل کیا اور اسکی بہن کے جواز نکاح میں مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ نے چھ مہینے بعد یا وہ مدت میں بچہ ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح میں تب اسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ

## فصل فی الحداد

یہ فصل ہے حداد میں یعنے سوگ میں حا مہملہ باب حدّ و مدّ و فرّ وری بالجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور بجیم [illegible] بجا جاے مہملہ بمعنی قطع یعنے قطع زینت اور اصمعی منکر ہے الا باب فعال کا کذا فی الصحاح وہو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ اور حداد لغت میں چنانچہ قاموس میں ہے عبارت ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی عام ہے معنی شرعی سے وشرعا ترک الزینۃ ونحوہا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع میں حداد عبارت ہے ترک زینت اور خوشبو وغیرہ سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے [illegible] الی مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل قولہ لو اکانت معتدۃ بتۃ او موت وان امرہا المطلق او المیت بترکہ لانہ حق الشرع اظہارا للتأسف علی فوات نعمۃ النکاح سوگ کرے عورت بالغہ عاقلہ مسلمہ اگرچہ وہ لونڈی ہو منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اسکی وطی کر چکا ہو سوگ اسوقت واجب ہے جبکہ زوجہ قطع نکاح اور موت زوج سے عدت میں ہو یعنے قطع نکاح عبارت ہے طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا تین وغیرہ کی فرقت سے قطع نکاح اور موت سے سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کر گیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہے شرع کا واسطے ظاہر کرنے افسوس کے نعمت نکاح کے فوت ہو جانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہیں شارح کہتا ہے کہ نکاح میں دخول کی قید لگائی ہمنے اس قول مصنف کے باعث سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب نہیں مگر بعد دخول کے ہم حلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کیواسطے مضر ہے اسواسطے کہ معتدہ موت پر ہر صورت ترک زینت واجب ہے دخول ہوا یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا کسب الا فیہ والدہن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

[...] للجميع اذ الضرورات تبيح المحظورات سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرایش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک کپڑا ان کی کنگھی کرنے
سے تو کشادہ دانتوں کی کنگھی منع نہیں ہے اسواسطے کہ وہ سنگار کی چیز نہیں دفع تکلیف ہے کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کے ترک سے اگرچہ عورت کا کوئی اور
پیشہ خوشبو سازی کے یا تیل سر میں ڈالنا یا بدن میں ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذا فی البحر
اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا پہنے ورس گھاس ہے زرد رنگ خوشبودار یمن میں ہوتی ہے اس سے کپڑے
رنگتے ہیں ان سب چیزوں کا استعمال جائز نہیں مگر عذر سے اسواسطے کہ ضروریات مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہننا واسطے دفع خارش یا جوئیں کے جائز ہے
اور سرمہ لگانا آنکھوں کی بیماری میں درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شب کو لگا دے اور صبح کو دھو ڈالے اور اگر کوئی کپڑا میسر نہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا
جائز ہے ولا باس باسود وازرق ومعصفر خلق لا رائحة له اور کچھ مضائقہ نہیں سیاہ اور کرنجی کپڑے میں اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے میں جس میں کسم کی خوشبو باقی
نہیں لا حداد على سبعة كافرة وصغيرة ومجنونة ومعتدة عتق كموته عن ام ولده ومعتدة نكاح فاسد او وطئ بشبهة او طلاق رجعي سوگ نہیں سات
عورتوں پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونے کی عدت والی جیسے مولی کی موت ام ولد کو چھوڑ کر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ اور طلاق رجعی کی
عدت والیوں پر اس کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہیں کہ وہ مکلف نہیں اور ام ولد قید ملکیت سے چھوٹی تو اسکو تاسف کا کیا مقام
اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ سے نعمت نکاح کی فوت نہیں ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی میں سوگ کا کیا ذکر ہو بلکہ اسکو
آرایش اور سنگار کرنا چاہیے تاکہ اسکا زوج مائل ہو کر رجعت کرے ويباح الحداد على قرابة ثلثة ايام فقط وللزوج منعها لان الزينة حقه فتح وينبغي حل الزيادة
على الثلثة اذا رضي الزوج او لم تكن مزوجة نهر اور مباح ہے ترک زینت کرنا قرابت والوں کی موت میں فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہے کہ اپنی زوجہ کو
تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنے سے اسواسطے کہ آرایش حق ہے مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لائق یوں ہے کہ حلال ہو باقی ترک زینت تین دن سے
بھی زیادہ جبکہ زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہو کذا فی النہر الفائق صحیحین میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ حلال نہیں کسی عورت مسلمان کو جو حق تعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسیکے غم میں سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس
دن فتح القدیر میں مفید ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہے غیر ازواج کی موت میں اور یہ جو شارح نے فتح القدیر کیطرف نسبت کیا کہ
تین دن میں بھی منع کر دینا زوج کو درست ہے سو یہ سہو ہو گیا ہے اسواسطے کہ فتح القدیر کی عبارت یہ نہیں بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہ عبارت ہے اور یہ جو صاحب نہر نے
بشرط رضا زوج یا عدم زوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والوں کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہے اطلاق حدیث مذکور کی اور مخالف ہے روایت
فتح کے امام محمد نے نوادر میں کہا کہ حلال نہیں عورت کو سوگ کرنا اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماں کی موت میں یعنے تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کیواسطے
كذا في حاشية السيد وفي التاتارخانية ولا تعذر في لبس السواد وهي آثمة الا الزوجة في حق زوجها فتعذر الى ثلثة ايام قال في البحر وظاهره منعها من السواد
تاسفا على موت زوجها فوق الثلث اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ عورت معذور نہیں سیاہ کپڑے پہننے میں بطریق ماتم اور وہ اسسے سیاہ پوش ہونے سے
گنہگار ہے مگر زوجہ جب اپنے زوج کے حق میں سوگ کرے تین دن تک معذور ہے بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع
ہے اپنے زوج کی موت کے تاسف پر تین دن سے زیادہ ہم شارح عنقریب تصریح کر چکا ہے کہ سیاہ پوشش میں کچھ مضائقہ نہیں اور تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ جائز
نہیں تو وجہ تطبیق یہ ہے کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہے اور اگر بعد موت کے بطریق ماتم رنگین کیا تو جائز نہیں چنانچہ تفصیل تاتارخانیہ
کی عبارت سے معلوم ہوتی ہے وفي النهر لو بلغت في العدة لزمها الحداد فيما بقي اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہو گئی عدت کے
اندر تو اسپر سوگ کرنا لازم ہوگا باقی عدت میں والمعتدة اي معتدة كانت يعني غير معتدة عتق ونكاح فاسد واما الخالية

فتخطب فالم تخطبہا غیرہ وھو مرتضی بہ فلو سکتت فلہ لان تحرم خطبتہا بالکسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی ہو کذا فی المجتبیٰ
تو معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد کو بھی یہ حرمت شامل ہوا۔ جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اس سے پیام دینا درست ہے اسوقت جبکہ دوسرے نے
اسکو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی ہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اسمین دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ
پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ کہ جائز نہیں ہے اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا
کہ لا یخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنے کوئی تم میں سے پیام نکاح کا نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر۔ لفظ خطبہ بکسر اول یعنی پیام نکاح اور بعضے اہل لغت بضم اول کے
قائل ہیں وصح التعریض کارید التزوج لو معتدۃ الوفاۃ لا المطلقۃ اجماعا لافضائہ الی عداوۃ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد
ووطی بشبہۃ نہر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدہ وفات ہو یعنے گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہے نہ کھولکر چنانچہ یوں کہنا کہ میں نکاح کا ارادہ کرتا ہوں
یا کہ مجھکو آرزو ہے کہ حق تعالی مجھکو نیکبخت عورت میسر کرے اور صحیح نہیں تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق دینے والے سے
عداوت کی نوبت پہونچتی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدہ وطی بشبہہ کے اسواسطے
کہ ان صورتوں میں کوئی طلاق دینے والا نہیں جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القہستانی عن المضمرات ان جواز التعریض علی الخروج لیکن قہستانی
میں مضمرات سے یوں منقول ہے کہ جواز تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اسواسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض درست نہیں اور سوا معتدہ وفات کے کسی معتدہ کا
گھر سے نکلنا جائز نہیں اسواسطے کہ نفقہ عدت والیوں کا مرد پر فرض ہے سوا معتدہ وفات کے پھر جب عدت والیوں کو جائز نہوا تعریض کرنا کیونکر
ہوگا ولا تخرج معتدۃ رجعی وبائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظہیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتہا فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمہا ان تکتری
بیت الزوج معراج لو حرۃ او امۃ مبوأۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ اور بائن کسی طرح سے جدائی ہوگئی ہو کذا فی الظہیریۃ اگرچہ عورت نے
اپنی عدت کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح میں کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اس صورت میں زوج کے
گھر کو کرایہ لینا تا عدت کذا فی المعراج یہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے مقرر کر دیا ہو اگرچہ عدت
نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے ہم اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اسکو عدت میں نکلنا درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو
یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اسواسطے کہ خدمت مولی کی اسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق ومکلفۃ من بیتہا اصلا لا لیلا ولا نہارا ولا الی صحن دار فیہا
منازل لغیرہ ولو باذنہ لانہ حق اللہ تعالی بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکلفہ اپنے گھر سے جسمیں قبل عدت کے رہتی تھی اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو
اور نہ گھر کے اس صحن میں نکلے جسمیں غیر زوج کے مکانات ہوں اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے میں ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے کہ گھر سے نکلنا حق ہے اللہ تعالی کا تو زوج اسکو
باطل نہیں کر سکتا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا لا تخرجوہن من بیوتہن ولا یخرجن یعنے عدت والیوں کو انکے گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں بخلاف لونڈی کے
کہ اسکو عدت میں نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنے مولی کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلہا
لان نفقتہا علیہا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندہا کفایتہا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لہا الخروج فتح اور عورت زوج کی عدت والی نکلے دن میں
اور رات میں اور اکثر شب اپنے گھر میں شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اسکا اسی پر ہے نہ وارثوں پر تو ضرورت ہوئی اسکو نکلنے کی
واسطے تحصیل معاش کے یہانتک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کے مانند ہو جاویگی پھر اسکو بھی باہر نکلنا
جائز نہوگا کذا فی فتح القدیر والمراد بہ مراد ہے دن سے رات اور دن ہی اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے وجوز فی القنیۃ خروجہا لاصلاح
مالا بد لہا منہ کزراعۃ ولا وکیل لہا اور جائز رکھا قنیہ میں نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی درستی کیواسطے جیسے کھیتی کی خبرگیری کے واسطے

ان یسکنا بعد الثلث فی بیت واحد اذا لم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنۃ انتہی اور مجتبی میں لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آڑ کر دی جاوے پردے
اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت مقرر کیا وے کہ وہ حائل ہووے دونوں میں کہا محشی نے کہ مصنف نے کہ جائز ہے مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر میں بعد تین
کے بشرطیکہ دونوں زوج اور زوجہ کی طرح نہ ملتے ہوں مثلاً عورت سر اور ہاتھوں کو برہنہ نہ کرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونوں کے ایک جا بیٹھنے میں کچھ فساد کا
خوف نہ ہو انتہی کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منہما ستون سنۃ وبینہما اولاد تتعذر علیہما مفارقتہم فیسکنان فی بیتہم ولا یجتمعان فی فراش
ولا یلتقیان التقاء الازواج ہل لہما ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب میں جن میں طلاق وغیرہ سے
جدائی ہو گئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہے اور دونوں کے اولاد ہے کہ انکا چھوڑنا دونوں پر سخت مشکل ہے سو دونوں
اولاد والے گھر میں رہتے ہیں اور ایک فرش پر جمع نہیں ہوتے اور ہمیں جو روخاوند کی طرح نہیں ملتے کیا اسطرح سکا رہنا انکو درست ہے شیخ الاسلام نے کہا
ہاں درست ہے اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہو ابانہا او مات عنہا فی سفر ولو فی مصر ولیس بینہا وبین مصرہا
مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرہا مدۃ وبین مقصدہا اقل مضت طلاق بائن دی عورت کو یا اسکو چھوڑ کر سفر میں مر گیا اگرچہ راہ میں نہیں بلکہ
کسی شہر میں طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور نہ ہو درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت کے شہر کے سفر کی مدت یعنے تین دن کی راہ نہو تو عورت
لوٹ آوے اپنے شہر میں اور اپنے گھر میں عدت منقضی کر لے اور اگر عورت کے شہر میں اور اس جگہ میں تین دن کی راہ ہو اور جہاں کو جاتی تھی اسکی مسافت
وہاں تک تین منزل سے کم ہو تو وہیں چلی جاوے وان کانت تلک ای مدۃ السفر من کل جانب منہا ولا یعتبر ما فی میمنۃ ومیسرۃ فان کان فی مفازۃ
عیرت بین رجوع ومضی معہا ولی اولا فی الصورتین اور اگر اس جگہ سے دونوں طرف مدت سفر کی ہو یعنے وہاں سے وطن بھی تین منزل ہو
یا زیادہ اور مکان مقصود بھی تین منزل ہو یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہے وطن کے پھر آنے میں اور مکان مقصود
کیطرف چلے جانے میں اور داہنے بائیں اگر کوئی شہر قریب ہو تو اسکا کچھ اعتبار نہیں عورت کے ساتھ کوئی اسکا محرم ہو یا نہو دونوں صورتوں میں
جب طرف تک مدت سفر نہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اسکے ساتھ محرم ہو یا نہو اور جب دونوں طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھر نے اور چلے جانے
میں اختیار ہے خواہ محرم ساتھ ہو یا نہو والعود احمد لتعتد فی منزل الزوج اور جب کہ دونوں طرف مدت سفر کی ہو تو ہر چند عورت مختار ہے لیکن وطن میں پھر آنا
مستحب ہے تاکہ عدت کو زوج کے گھر میں منقضی کرے ولکن ان مرت بما یصلح للاقامۃ کما فی البحر وغیرہ وزاد فی النہر بینہ وبین مقصدہ سفر او کانت
فی مصر او قریۃ تصلح للاقامۃ تقعد فیہا ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان ولیکن اگر عورت کا
جانے یا پھر نے میں ایسے مقام پر گذار ہو جو رہنے کے لائق ہو یعنے شہر ہو یا گاؤں نہ جنگل کما فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق میں اتنی قید اور زیادہ کی کہ
اس محل اقامت میں جہاں گذار ہوا ہو اور عورت کے مکان مقصود میں سفر کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق یا موت کیوقت کسی شہر یا گاؤں میں تھی جو
لائق رہنے کے ہے وہیں عدت کرے اگر محرم کو نہ پاوے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہیں عدت کرنا چاہیے اگر محرم کو بھی پاوے نزدیک امام
پھر بعد عدت کے وہاں سے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہو تو مطلق تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہے یہاں تک کہ اسکا محرم آوے
یا کہ عورت وہاں کسی سے نکاح کر لے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان اس کے شہر کے اور مکان مقصود کے سفر کی مدت نہو کم مسافت ہو تو
عدت وہیں کرنا واجب نہیں بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ونقل المصنف عن المجتبی وفتح القدیر والکافی
فی مختصرۃ وخیمۃ مع زوجہا ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقہا فیہ فلہا ان تتحول منہا والا فلا ونقل مکان کرنے میں عدت والی
جسپر طلاق واقع ہوئی جنگل میں کذا فی فتح القدیر یعنے جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو اسکا مسکن نہو کہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتے جہاں جہاں

چارہ اور پانی اُنکے جانوروں کو ملتا ہو وہاں ٹھہرتے ہیں پھر جب چارہ ہو چکا تو پھر کوچ کرتے ہیں تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت کہیں چارہ پانی تلاش کرنے والوں کے ساتھ نقل مکان کرتی ہے ورنہ وہیں اپنے خیمہ میں اپنے زوج کے ساتھ اگر عورت کو غیر اُنکے پاس رہنے سے اس مکان میں جسمیں زوج نے اُسکو طلاق دی کچھ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت میں زوج کو جائز ہو کہ اُسکو ساتھ لیکر جاتا پھرتا ہے تو دلی یا خیمہ میں اور اگر عورت کو طلاق کے مکان میں کچھ مضرت نہو تو وہیں عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھ نہ پھرے ولیس للزوج المسافرۃ بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر اور جائز نہیں زوج کو سفر میں لیجانا عدت والی کا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت کے عورت اجنبی ہو جاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن غیر انہا تمنع عن مفارقۃ زوجہا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبانۃ اور مطلقہ رجعیہ بائن کے مانند ہو احکام سابقہ مذکورہ میں یعنے اگر سفر میں طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو شہر ہر پلٹ جاوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو اُدھر چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور رجعیہ میں فقط اتنا فرق ہو کہ اگر جنگل میں طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن اور مکان مقصود تک سفر کی مدۃ ہو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہو اپنے زوج کی مفارقت سفر کی مدت میں بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اسپر مفارقت لازم ہو فروع مسائل ملحقہ شارح طلب من القاضی ان یسکنہا بجوارہ لاجنبیۃ وانہا تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریۃ زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس میں رکھے تو قاضی اسکو قبول کرے وہیں عدت کرے عورت جہاں مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجہا فلہا السکنی لا النفقۃ تاتارخانیۃ زوجہ نے اپنے زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہو گئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیۃ لا تمنع معتدۃ نکاح فاسد من الخروج مجتبی قلت تقدم عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدائع لہ منعہا لتحصین مائہ کالکتابیۃ والمجنونۃ وام الولد اعتقہا فلیحفظ روکی نہیں معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبیٰ شارح کہتا ہو کہ روایت بزازیہ کی اسکے مخالف گذر گئی لیکن بدائع میں ہو کہ مرد کو جائز ہو منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جسکو مولی نے آزاد کر دیا ہو روکنا جائز ہو واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیئے ہم شارح نے کلام بدائع سے مجتبی اور ظہیریہ کا اختلاف مٹا دیا یعنے مجتبی کی نفی منع خروج اسپر محمول ہو کہ روکنا حق اللہ میں نہیں اور روایت ظہیریہ اسپر محمول ہو کہ روکنا باعتبار حق شوہر کے نہیں بلکہ اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکے مخالف ہو سو یہ سہو کاتب ہو اسواسطے کہ ولیس منع خروج ظہیریہ سابق کو رد چکی بزازیہ

## فصل فی ثبوت النسب

یہ فصل ہو ثبوت نسب کے بیان میں یعنے ولد کا نسب زوج سے کس امر میں ثابت ہوتا ہو اور کس میں نہیں اکثر مدۃ الحمل سنتان لخبر عائشۃ رضی اللہ عنہا کما مر فی الرضاع وعند الائمۃ الثلثۃ اربع سنین زیادہ تر مدت حمل کی دو برس ہیں بدلیل خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کے جو باب الرضاع میں مذکور ہو چکی لہذا تینوں اماموں کے نزدیک یعنے امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہیں اسلئے کہ سنن دارقطنی اور بیہقی میں ابطریق ابن مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ حمل زیادہ نہیں ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش ظل مغزل یعنے جتنی دیر سایہ چرخی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہو اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا یہ کنایہ ہو کمال سرعت سے اور ہر چند یہ اثر ہو حدیث مرفوع نہیں لیکن چونکہ تعیین مدت حمل اجتہادی نہیں تو بالضرور یہ مسموع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ میں نے حدیث عائشہ صدیقہ کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا اُنھوں نے کہا سبحان اللہ یہ کہو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس میں جنی ہر لڑکا چار برس میں لیکن یہ قول اتمام نہیں اسواسطے کہ حکایت معارض روایت کی نہیں ہو سکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پھولنا دلیل نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ امتداد طہر سالہا سال ہوتا ہو اور بیماری سے پیٹ بھی پھول جاتا ہو یہانتک کہ مواد اور ریاح سے حرکت بھی حمل کیطرح معلوم ہوتی ہو اور حالانکہ حمل نہیں ہوتا کذا فی فتح القدیر واقلہا ستۃ اشہر اجماعا اور کمتر مدت حمل کی چھ مہینے ہیں باجماع ائمہ اربعہ اسیطرح کہ خلاف نہیں حق تعالے نے فرمایا وحملہ وفصالہ

ثلثون شہرا یعنے حمل ولد کا اور فصال اُسکا تیس مہینے ہیان حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت مین ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت
دو برس ہین تو معلوم ہوگیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہین اور یہ جو علما نے آیت مذکورہ سے باب الرضاع مین امام اعظم کے مذہب کیواسطے استدلال کیا ہے کہ تیس مہینے
رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ حمل کی مدت نہین ہوتی
سو یہ استدلال صحیح نہین اسواسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد مین رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے چوبیس مہینے ارادہ کرنا یہ جمع ہین
الحقیقت والمجاز ہے حالانکہ یہ صحیح نہین علاوہ اسکے تحقیق یہ ہے کہ عدد مین گنجایش مجازیت کی نہین کذا فی فتح القدیر **فیثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی**

**بالاشہر لایاسہا بدائع وفاسد النکاح فی ذلک کصحیح قہستانی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرہا ووطئہا فی العدۃ**
تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولد کا اگرچہ عدت اُسکی مہینون کے حساب سے ہو بسبب ایاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب مین
برابر نکاح صحیح کے ہے کذا فی القہستانی اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو گو بعد بیس برس یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہو جاویگا
بسبب احتمال دراز ہونے اُسکے طہر کے اور باحتمال اُسکے حاملہ ہونے کے عدت مین یعنے احتمال ہے کہ مثلاً بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اُسکو طہر رہا حیض نہ آیا
تو عدت ہنوز قائم ہے پھر عدت مین زوج نے وطی کی اور حمل رہ گیا اور دو برس مین لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہے یعنی زوج ہی کا ٹھہریگا **مالم تقر بمضی**
**العدۃ والمدۃ تحتملہ** زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اس صورت مین ہوگا جبکہ عورت اقرار نکرتی ہو انقضاے عدت کا در حالانکہ مدت بھی انقضاے
عدت کی متحمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضاے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے بعد اقرار کرچکی تھی تو ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ
اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن ہین اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہین تو آٹھ مہینے انقضاے عدت اور مدت حمل اور تولد کے متحمل ہین اور اگر انقضاے
عدت کا اُسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضاے عدت کی متحمل نہین تو شرعاً عورت کی
تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین لڑکا پیدا نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ عین عدت مین حمل رہا تھا ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ مین
یہی روایت مصرح ہے کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر مین عورت جنے گی تو ولد ثابت النسب ہے اور یہ جو شرح وقایہ مین بجاے اقرار طلاق کا لفظ آیا
سہو اغلاط کاتب ہے کذا فی الدرر **وکانت الولادۃ رجعۃ لو فی الاکثر منہما او فیما لعلوقہا فی العدۃ لا فی الاقل للشک ان تثبت** اور ہوگی ولادت
رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین جنی بسبب حمل رہنے کے عدت میں اور دو سال سے کمتر مدت مین جنی تو ولادت سے رجعت
نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر مین بھی ثابت ہوگا ہم ثبوت رجعت مطلقہ عادت کی وطی پر موقوف ہے تو جب دو سال کے
زیادہ یا پورے دو سال مین ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت مین حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنے نو مہینے یا بارہ مہینے مین
مثلاً ولادت ہوئی تو احتمال ہے کہ حمل قبل طلاق کے ہو اور محتمل ہے کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہین ہوسکتی لیکن نسب صورت
ثابت ہے **کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطاً فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ** چنانچہ ثابت ہوتا ہے نسب بدون
دعوی زوج کے مبتوتہ مین یعنے مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ مین جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر مین طلاق کے وقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب
جواز وجود حمل کے بوقت طلاق یعنے جب مبتوتہ دو سال سے کمتر مین جنی تو احتمال ہوسکتا ہے کہ طلاق کیوقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ ثبوت نسب مین شارع کو
اہتمام زیادہ ہے تاکہ لڑکا ضائع نہو لہذا اُسکے ثبوت مین احتمال بھی کافی ہے یقین ضروری نہین بخلاف ثبوت رجعت کے اُسمین احتمال کافی نہین یقین چاہیے **ولم تقر**
**بمضیہا کما مر** یعنے ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے مین اُسوقت ثابت ہوگا جبکہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نہ کرچکی ہو بشرط احتمال عدت
چنانچہ یہ مضمون سابق مذکور ہوچکا اور اگر بعد اقرار انقضاے عدت دو سال سے کمتر اور چھ مہینے یا اکثر مین جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر بعد اقرار

چھ مہینے سے کمتر میں جنے گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ عورت کی شرمگاہ کا عیب ہوگی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ پر منصوص ہے اور اگر مدخولہ ہوگی اور وقت فرقت
سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی البحر اور شیخ الاسلام مفتی ابو سعید نے تصریح
کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو نسب لڑکے کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **و ان لتمامہا لا یثبت النسب قبل یثبت لتصور العلوق
فی حالۃ الطلاق وزعم فی الجوہرۃ انہ الصواب** اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پورے دو برس میں تو نسب ثابت نہوگا یہ روایت ہے قدوری کی اسواسطے کہ اگر نسب ثابت ہو تو
لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق کا لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت میں ولادت ہوئی حالانکہ یہ ممنوع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو دو سال
سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق میں تو قبل از ولادت وجوب حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے قاضی خان کا اور مصنف جوہرہ نے اعتقاد کیا ہے کہ یہی
قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت میں سہو ہے بحر الرائق میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور عدم ثبوت نسب میں تینوں متفق ہیں چنانچہ کلام
صاحب کنز اور وقایہ اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اسپر دلالت کرتا ہے اور یہ علماء روایت مذہب سے زیادہ تر واقف ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **الا بدعوۃ لانہ
التزمہ وہی شبہۃ عقد ایضا** پوری دو سال کی ولادت سے مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر زوج کے دعوی سے البتہ ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ زوج نے نسب کو اپنے اوپر لازم
کرلیا اور یہاں شبہہ عقد کا بھی ہے ہم شارح نے جواب زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت میں فقط شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب ثابت نہوتا تو دعوی زوج سے
کیونکر نسب ثابت ہوگا بحر الرائق میں جواب دیا کہ یہاں فقط شبہۃ الفعل ہی نہیں کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی مثبت النسب کا ہوگا اور
تفسیر شبہۃ الفعل و شبہۃ العقد کی کتاب الحدود میں معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **و الا اذا ولدت توامین احدہما لاقل من سنتین و الآخر لاکثر** یعنی پورے دو سال میں
ولد مبتوتہ ثابت النسب ہوگا مگر جبکہ مبتوتہ دو لڑکے جوڑواں یعنی ایک حمل سے جنی اسطرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر میں جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے
زیادہ میں جنی مثلا پہلا لڑکا بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا ستائیس مہینے میں جنی اسواسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط دعوی ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی
ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے ہیں **الا اذا ملکہا فیثبت ان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر من وقت الشراء و لو لاکثر من سنتین من وقت
الطلاق** پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہوجاوے اسطرح کہ مثلا لونڈی منکوحہ تھی پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو خرید کیا
تو اسکا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوی اگر وہ خرید کے وقت سے چھ مہینے سے کمتر میں جنی اگرچہ طلاق کے وقت سے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو کذا فی
العالمگیریہ عن التبیین **و کالطلاق سائر اسباب الفرقۃ** بدائع اور مانند طلاق بائن کے ہیں سب باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنے خیار بلوغ اور
عتق اور عدم کفایت اور ارتداد تو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ میں مانند طلاق بائن کے ہیں **لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان
الدعوۃ مشروطۃ فی الولادۃ لاکثر منہما** لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یہ منقول ہے کہ ثبوت نسب میں دعوت زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت میں
یعنے پورے دو سال میں ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا پس شارح نے استدراک کیا متن کا ظاہر یہی روایت ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری کی
اختیار کیا ہوا فقت متن **و ان لم تصدقہ المراۃ فی روایۃ وہو الاوجہ فتح** یعنے پوری دو سال کی ولادت مبتوتہ میں دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ
زوج کی تصدیق نکرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں ہے کہ دعوی زوج میں ظاہر الروایہ میں ایک
روایت یہ ہے کہ دعوی میں تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہیں اور اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے **و یثبت نسب ولد
المطلقۃ ولو رجعیا المراہقۃ المدخول بہا و کذا غیر المدخول بہا ان ولدتہ لاقل من الاقل** ثابت ہے نسب لڑکے مطلقہ کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ بشرطیکہ
مراہقہ جنی ہو کم سے کم مدت میں جو کم مدت چھ مہینے ہیں اور اس سے کم مثلا ساڑھے پانچ مہینے غلط ہے یعنے اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اسکا ولد ثابت النسب ہوگا
مراہقہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو وطی کے لائق ہو نشانیاں بلوغ کی ہنوز ظاہر نہیں نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہے تو اسکی ولادت متصور نہیں اسواسطے

کہ اس میں نطفہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وغیر المقرۃ بانقضاء عدتہا وکذا المقرۃ ان ولدت لدون ستۃ من وقت الاقرار اذا لم تقر بحبل فلو ادعتہ فکبالغۃ
جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضاے عدت کا اقرار نہیں کیا اُسکا ولد ثابت النسب ہو اور اسیطرح اور مقرہ کا ولد ثابت النسب ہو جو چھ مہینے سے کمتر میں جنی اقرار کے
وقت سے یہ اُسوقت میں ہو جبکہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونے کا دعوی نہیں کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کے مانند ہو لاقل من تسعۃ اشہر من طلاقہا
لکون العلوق فی النکاح او العدۃ والا لا یکونہ بعدہا لانہا لصغرہا یحبل سکوتہا لا کاقرار یعنی عدتہا مراہقہ غیر مقرہ کا ولد ثابت النسب ہو جبکہ جنے بعد طلاق کے
نو مہینے سے کمتر مدت میں اسواسطے حمل رہنے کے نکاح میں یا عدت میں اور اگر نو مہینے سے کمتر میں جنے بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ میں جنے تو ثبوت نسب نہوگا
بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اُسکا سکوت بجاے اقرار انقضاے عدت قرار دیا جاویگا حم یہ جواب ہو اُس سوال مقدر کا
کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے یا زیادہ میں جنی تو احتمال ہو کہ اُسکو نکاح میں یا عدت میں حمل رہا ہو پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی او مسئلہ مفروضہ ہی عدم اقرار کا ہاں اگر
اقرار انقضاے عدت کرتی اور اُسکے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ میں لڑکا ہوتا تو البتہ نسب ثابت نہوتا خلاصہ جواب کا یہ ہو چونکہ انقضاے عدت مراہقہ کا بسبب
کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر تھا یعنے فقط مہینوں پر نہ حیض پر لہٰذا بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا او بسبب کم عمری کے اُسکا سکوت کرنا یہ قائم مقام اقرار کے ہی
تو جبکہ بعد تین مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہٰذا نسب ثابت نہوگا فلو ادعتہ حبلا فہی کالکبیرۃ فی البعض
الاحکام لاعترافہا بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہو گی بعضے احکام میں بسبب اقرار بلوغ کے حم بحر الرائق میں کہا کہ اگر مراہقہ نے
دعوی حمل کا کیا طلاق بائن میں پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی میں ستائیس مہینے سے کمتر میں جنی تو اُسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی غایۃ البیان حم اتقاد اس حکم میں
تو کبیرہ کے برابر ہوئی لیکن اُسکا مدت میں برابر نہیں مثلاً طلاق رجعی میں اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے میں یا زیادہ میں جنے گی تو نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اُسکے لڑکا
نسب باین ثابت ہوگا بسبب امتداد طہر کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما من وقتہ ای الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بہا
او ثابت ہو نسب معتدہ موت کا اگر ابتداے موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ فراش عدت سے ثابت ہو نہ دخول
او اجتماع زوجین سے چنانچہ آگے ذکر آویگا اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا او معتدہ موت کی اگر صغیرہ ہو او دس مہینے
اور دس دن سے کمتر میں جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضاے عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے دس دن عدت کے
ہوے اور باقی اقل مدت حمل ہو اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ میں جنے تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث ہوا ولو اقرت بمضیہا
بعد اربعۃ اشہر وعشر فولدت لستۃ اشہر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضاے عدت کا بعد چار مہینے دس دن کی موت سے پھر جنی پورے چھ مہینے میں
تو نسب ثابت نہوگا واما الآئسۃ فکالحائض لان عدۃ الموت بالاشہر للکل الا الحامل زیلعی اور عدت موت میں آئسہ برابر حائضہ کے ہی اسواسطے کہ عدت موت کی
مہینوں کے حساب سے ہر معتدہ کیواسطے سوا حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی وان ولدت لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع ولولہما فکالاکثر بحر
اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتداے موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال میں جنی تو اُسکا حکم
مثل اکثر دو سال کے ہو کذا فی البحر بحثا بحث یہ ہو کہ معتدہ موت کو معتدہ مبتوتہ کے ساتھ ملحق کیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا المقرۃ بمضیہا لو لاقل
من اقل مدتہ من وقتہا لاقرار ولاقل من اکثرہا من وقت البینونۃ لتیقن کذبہا او اسیطرح ثابت ہوتا ہو نسب اُس عورت کے ولد کا جسنے اقرار کیا اپنی عدت کے گذر جانیکا
اگر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں اقرار کیوقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت میں وقت فراق سے یعنے طلاق بائن یا موت سے تو نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہو جانے
دروغگوئی عورت کے یعنے جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے میں جنی تو معلوم ہوا کہ اُسوقت اُسکے رحم میں نطفہ تھا اور اُسکا اقرار انقضاے عدت کا محض غلط تھا اسواسطے کہ
چھ مہینے سے کمتر میں لڑکا پیدا ہونا ممکن نہیں خلاصہ یہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی اقرار سے دوسری شرط یہ کہ

طلاقہا

وقت فراق سے دو سال سے کمتر میں جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنے گی تو ولد ثابت النسب نہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو چنانچہ
اگر بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد شے اقرار انقضاے عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ شرط ثانی
نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہی کذا فی منح الغفار والا لاختمال حدوثہا بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں اور وقت
فراق سے دو برس سے زیادہ میں مقرہ جنی تو نسب ثابت ہوگا واسطے احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضاے اکثر مدت حمل کے وقت فراق سے ثبت
نسب ولد المعتدۃ بموت او طلاق ان جحدت ولادتہا بحجۃ تامۃ واکتفیا بالقابلۃ بشرط رجل او ثابت ہوتا ہی نسب لڑکے معتدہ موت یا طلاق کا اگر عورت کی
ولادت کا انکار ہوگیا ہو یعنی زوج نے طلاق میں اور زوج کے وارثوں نے موت میں انکار کیا ہو کہ معتدہ نہیں جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی
تو ثبوت نسب پوری دلیل سے ہوگا یعنے دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی
گواہی ثبوت نسب میں کافی ہے اور ایک روایت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہے او حبل ظاہر بلا حاجۃ الی الشہادۃ بکونہ ظاہر
فی البحر بحثا منعہ او حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابو سعود نے کہا کہ حمل ظاہر
یہ مراد کہ نشانیاں حمل کی اسقدر ظاہر ہوں کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور کیا کفایت کرتی ہی گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحر الرائق میں لکھا ہی
کہ ظاہر کہ ہاں شہادت ظہور حمل کی مثبت ہو گی منسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت اور انکار زوج کے حمل نہ ہو وہ نہیں تھا واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی
کذا فی حاشیۃ الدر او اقرار الزوج بہ ای بالحبل یا اقرار زوج سے کہ یہ حمل میرا ہی نسب ثابت ہوگا و لو انکر تعیینہ تکفی شہادۃ القابلۃ اجماعا کما فی معتدۃ
رجعی ولدت لاکثر من سنتین لا لاقل او اگر تعیین ولد میں انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہوں کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہیں تو اسصورت میں دائی جنائی کی گواہی ثبوت
نسب میں کافی ہی باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہو گواہی دائی جنائی کی معتدۂ رجعی میں جو دو برس سے زیادہ مدت میں جنی نہ دو برس سے کم میں یعنی اگر معتدہ
رجعی دو برس سے کم میں جنے گی تو ثبوت میں حالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی لازم ہوگی
او تصدیق بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین یا تصدیق کرنے بعض لوگوں کے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور مر گیا اسکے بعد بعضے
وارثوں نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنے والے وارثوں کے حق میں نہ اور شرکوں کے حق میں یعنی ورثہ مقرین لڑکے کو اپنے حصوں سے وراثت دینگے
نہ ورثہ منکرین و انما یثبت النسب فی حق غیرہم حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشہادۃ بہم بان شہد مع المقر رجل آخر کذا لو صدق المقر بقیۃ الورثۃ وہم من
اہل التصدیق فیثبت النسب لا ینفع الرجوع او ثابت ہو جاوے گا نسب غیر مقرین کے حق میں یہاں تک کہ سب لوگوں کے حق میں اگر پورا ہو
ہو جاوے نصاب شہادت کی انہیں سے اسطرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد اور اسیطرح اگر تصدیق کریں وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی
ہوں تصدیق کے یعنے عاقل بالغ ہوں تو اسوقت میں ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا اور رجوع نکریگا بعد تصدیق کے منکر ہو جانا یعنے حصہ لڑکا دینا پڑیگا
والا یتم نصابہا لا یشارک المکذبین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوئی یعنے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں تصدیق نکریں وارثوں میں سے بلکہ ایک مرد اور
ایک عورت تصدیق کریں تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہوگا بلکہ فقط ورثہ مقرین سے حصہ لیگا و ہل یشترط لفظ الشہادۃ و مجلس الحکم الاصح لا نظرا لشبہۃ الاقرار
وشرط العدد نظرا لشبہۃ الشہادۃ اور وارثوں کی تصدیق میں کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہی قول اصح یہ ہی کہ شرط نہیں بر عایت شبہۃ اقرار
اور شرط کیا ہی فقہانے شمار مقرین کا بمناسبت شبہہ شہادت خلاصہ یہ ہی کہ تصدیق ورثہ کی دو امر کی مشابہ ہی ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار میں لفظ
شہادت اور مجلس حکم شرط نہیں تو اسواسطے تصدیق میں بھی شرط نہیں اور چونکہ شہادت میں عدد لازم ہی تو تصدیق میں بھی لازم کیا و نقل المصنف
عن الزیلعی ما یفید اشتراط العدالۃ ثم قال فقول شیخنا ینبغی ان لا تشترط العدالۃ مما لا ینبغی قلت وفیہ انہ کیف تشترط العدالۃ فی المقر

الا مسلم الا ان یقال لاجل اشتراطہ فتامل ھ لیراجع اور نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہے اشتراط عدالت کا یعنی ورثہ مقرین کی
عدالت ضرور ہے پھر مصنف نے کہا کہ ہمارے استاد یعنے صاحب بحر الرائق کا یون کہنا کہ مناسب یہ ہے کہ مشروط ہونا عدالت کا یہ مناسب نہین اسواسطے کہ روایت زیلعی
کی مخالف ہے شارح کہتا ہے کہ اشتراط عدالت مین بحث ہے اور کیونکہ مشروط ہوگی عدالت اقرار کرنے والے مین یعنی مقر کا اقرار ہر صورت مین حجت ہے خواہ عادل ہو
خواہ فاسق مگر یون جواب ہو سکتا ہے کہ عدالت مشروط ہے غیر پر حجت ہونے کے واسطے نہ کہ اپنی ذات کیواسطے سو اس مطلب کو غور کر اور اس مسئلہ کی کتب معتمدہ مین
تلاش کرنا چاہیے ھ حلبی محشی نے کہا یہی جواب ٹھیک ہے جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کیواسطے مشروط نہین غیر کیواسطے البتہ مشروط ہے لیکن شارح نے بنا بر دیانت
اور احتیاط کے بالیقین حکم نہین دیا مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہین اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب وارث تصدیق کرین تو کچھ عدالت کی حاجت نہین

ولو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لها بلا یمین وقالا تحلف وبه یفتی کما سیجئ فی الدعوی
اور اگر معتدہ جنی پھر دونون مین اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تو نے مجھ سے نکاح کیا ہے چھ مہینے سے اور مرد نے کمتر مدت کا دعوی کیا یعنے چار یا پانچ مہینے کا تو
قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لیجاویگی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کتاب الدعوی مین اسکا ذکر آویگا
وھو ابنه بشہادۃ الظاہر لها بالولادۃ من نکاح حملا لها علی الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اسی مرد کا بیٹا ہے اسواسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا
شاہد ہے بسبب جننے کے وقت کے نکاح سے عورت کو نیک سیرت گمان کرکے قال ان نکحتها فهی طالق فنکحها فولدت لنصف حول منذ نکحها لزمه نسبه
احتیاطا لتصور الوطی حالة العقد ولو ولدته لاقل منه لم یثبت وکذا لاکثر ولو بیوم لکن بحث فیه فی الفتح واقره فی البحر کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرون مین اس
عورت سے تو اسکو طلاق ہے پھر نکاح کیا اس سے سو وہ پورے چھ مہینے مین اپنے نکاح کے وقت سے جنی تو لازم ہوگا مرد پر نسب اسکا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے وطی کے
حالت عقد نکاح مین یعنی عین ایجاب و قبول کی حالت مین وطی ہوئی اور تمام نکاح اور انزال ساتھ ہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور
اگر وہ عورت چھ مہینے سے کمتر مین جنے گی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ یہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہر گیا اور ایسے ہی ثابت نہوگا اگر چھ مہینے سے
زیادہ مین عورت جنے گی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہوگیا ہو لیکن فتح القدیر مین عدم ثبوت نسب مین بحث کی ہے اور اسکو بحر الرائق مین مسلم رکھا ہے فتح القدیر مین کہا
کہ مدت حمل دو برس تک ہے تو چھ مہینے سے زیادہ مین نفی نسب کی کرنا مخالف احتیاط کے ہے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا ہے نہایت بعید ہے اسواسطے کہ
حادث اکثر ولادت کے نو مہینے مین طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہے لیکن نقل مذہب کی معارض نہین ہوسکتی ولزمه مهرها بجعله واطئا حکما ولا یکون به
محصنا نهایة اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہوگئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہوگا کذا فی النہایہ اسواسطے کہ
محصن وہ مرد ہے جو نکاح صحیح کے بعد وطی کرچکا ہو اور نکاح مرکب ہے ایجاب و قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ مین وطی واقع ہوئی قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح صادق
نہین علق طلاقها بولادتها لم تطلق بشهادة امرأة بل بحجة تامة خلافا لهما اگر معلق کیا مرد نے طلاق عورت کو اسکی ولادت پر تو طلاق واقع ہوگی
ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہوگی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہوچکا ولو اقر بالحبل او کان ظاہرا طلقت
بالولادۃ بلا شهادۃ لاقرارہ بذلک اما النسب والامومیة للولد فلا تثبت بدون شهادة القابلة اتفاقا بحر اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتھ تعلیق
کرنے والے شوہر نے عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہوگی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کر چکنے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور
لوازم اسکے جیسے اس عورت کا مان ہونا اس لڑکے کیواسطے سو وہ ثابت نہوگا بدون دائی جنائی کی شہادت کے باتفاق امام و صاحبین کے کذا فی البحر قال لامته ان کان
فی بطنک ولد او ان کان بک حبل فهو منی فشهدت امرأۃ ظاهرۃ غیر القابلة بالولادة فهی ام ولده اجماعا ان جاءت به لاقل من نصف
حول من وقت مقالته وان لاکثر منه لا لاحتمال علوقه بعد مقالته قنیة بالتنابیق لا لو قال هذه حامل منی ثبت نسبه ا

سنتے ہیں جنتی بنفیہ غایۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہوا ور حالانکہ حمل اُسوقت موجود تھا تو وہ میرا لڑکا ہے پھر ایک عورت نے
گواہی دی ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی اسکی ام ولد ہے باتفاق اگر وہ جنی کمتر چھ مہینے سے مقالہ مولی کیوقت سے اور اگر
چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو ام ولد نہوگی بواسطہ احتمال حمل ہونے کے بعد مقالہ مولی کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق کر مقید کیا اسواسطے کہ اگر مولی نے بلا تعلیق
یون کہا کہ یہ لونڈی حاملہ ہے مجھسے تو وہ لڑکا نسب ثابت ہوگا دو برس کے درمیان تک کہ اسکی نفی کرے مولی کذا فی غایۃ البیان قال لغلام ہو ابنی و مات المقر
فقالت امہ المعروفۃ بحریۃ الاصل او الاسلام بانہا ام الغلام انا امرأتہ وہو ابنہ یرثانہ استحسانا کہا ایک مرد نے ایک لڑکے کو کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مر گیا مقر کہا
اسکی ماں نے جسکی حریت اصلی و اسلام اور لڑکے کی ماں ہونا مشہور کیا کہ میں جورو تھی مقر کی اور لڑکا اسکا بیٹا ہے تو یہ دونوں وارث ہونگے اس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ
مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اُس سے پیدا ہو سکتا ہو اور لڑکا معروف النسب نہو اور مرد کی تکذیب بھی نکرے کذا فی حاشیۃ المدنی فان جہلت حریتہا وامومتہا
لم ترث وقولہ فقال لوارثہ انت ام ولد ابی قید اتفاقی اذ الحکم کذلک لو لم یقل شیئا او کان صغیرا کما فی البحر او کنت نصرانیۃ وقت موتہ ولم یعلم
اسلامہا وقتہ او قال لوارثہ کانت زوجۃ لہ وہی امۃ لا ترث فی الصور المذکورۃ بل لہا مہر المثل قبل نعم پھر اگر عورت کا حرہ ہونا اور لڑکے کی ماں ہونا
معروف اور مشہور نہو تو عورت وارث مقر کی نہوگی تو عدم وراثت میں مصنف کا یہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہے یہ قید اتفاقی
ہونا اقراری اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا بھی حکم ہے اگر وارث کچھ نہ کہیگا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تھی وقت
مرنے مقر کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یون کہا کہ وارث کی زوجہ وہ تھی اور یہ عورت لونڈی ہے تو ان صورتہائے مذکورہ میں وارث نہوگی
فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعض نے کہا کہ ہان مہر ملیگا صاحب تمرتاشی و صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہیں اور اتقانی نے اسکو
رد کیا ہے کذا فی النہر الفائق زوج امتہ من عبدہ فجاءت بولد فادعاہ المولی لم یثبت نسبہ للزوم فسخ النکاح وہو لا یقبل الفسخ مالک نے نکاح کر دیا اپنی
لونڈی کا اپنے غلام سے پھر لونڈی لڑکا جنی سو اسکا دعوی کیا مالک نے یعنے کہا کہ میرا بیٹا ہے تو اسکا نسب مالک سے ثابت نہوگا بسبب لازم آنے فسخ نکاح کے یعنے اگر
نسب لڑکا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہے کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہیں ہوتا بعد تمام ہونے کے ہم ترجمہ میں تمام ہونے کی قید لگاتی تاکہ
فسخ بعدم کفاءت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل از تمام ہے اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی نکاح فسخ ہوتا ہے اسکا جواب
یہ ہے کہ یہ فسخ نہیں ہے انفساخ ہے یعنے نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کے اور فسخ عبارت ہے توڑنے سے وعتق الولد وتصیر الامۃ ام ولد لاقرارہ بنوتہ
وامیتہا اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونے کا اور لونڈی کے ماں ہونیکا ولدت امۃ الموطوءۃ
لہ ولدا توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ لضعف فراشہا مالک کی لونڈی موطوءہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب لڑکا کا مالک کے دعوی پر یعنی بدون
دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب نہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اُسکا ولد بدون دعوی مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی
کرنے سے نفی ہو جاویگی اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہے اور منکوحہ سے ضعیف کامۃ مشترکۃ بین اثنین استولدہا احدہما عبارۃ الدرر استولدہا
ثم جاءت بولد لا یثبت النسب بدون دعوۃ لحرمۃ وطیہا کام ولد کاتبہا مولیہا چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصون میں کہ ان میں سے ایک شخص نے طلب ولد
کی یعنے اسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب درر کی یہ عبارت ہے کہ دونون نے خواہش اولاد کی پھر وہ مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی تو نسب
ثابت نہوگا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اُس ام ولد کی وطی حرام ہے جسکے مولی نے اسکو مکاتب کیا تو اسکا ولد بھی ثابت النسب
نہوگا بدون دعوی مولی کے وتحقیق فی الاستیلاد وان الفراش علی اربع مراتب و عنقریب باب الاستیلاد میں آویگا کہ فراش عورت کا چار مرتبہ
ہے ایک یہ کہ ضعیف وہ فراش لونڈی کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب نہیں دوسرا متوسط یعنے فراش ام ولد کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہے

ہو لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہو تسلیم اقوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہوا اور اسکی نفی نہیں ہو سکتی بدون لعان
کے جو تھا اقوی سے یعنی فراش معتدہ بائن کے اسکا ولد ثابت النسب ہی بلا دعوی اور اسکے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی کسیطرح اسواسطے کہ نفی موقوف ہو لعان پر اور
لعان کی شرط ہی قیام زوجیت سو وہ بائنہ میں قائم نہیں ہی اسیطرح منکوحہ فاسدا ور لونڈی منکوحہ کے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی بسبب عدم ہونے شرط لعان کے یعنے
صحیح اور زوجیت وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینهما مسافة سنة فولدت لستة اشهر منذ تزوجها لتصوره کرامة واستخداما فتح
اور البتہ کفایت کی ہی فقہانے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب میں قیام فراش عبارت ہی حلت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی اور
حکمی کچھ بھی نہو مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنے مرد منتہائے مغرب میں عورت منتہائے مشرق میں اتنے فاصلے سے رہتے ہوں کہ دونوں کے
درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ لڑکا جنے چھ مہینے میں جبکی ابتدا نکاح سے تو یہ ولد ثابت النسب ہی بسبب ممکن ہونے وطی کے باعتبار کرامت یا استخدام جن
کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہی کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا بعمل تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب میں ساعت واحد میں آوے اور وطی کرے طحطاوی نے کہا کہ بہتر
یہ ہی کہ بعد نکاح کے چھ مہینے اور ایک ساعت میں ولادت فرض کیجائے تاکہ اس ساعت میں زوج کا زوجہ کے پاس پہونچنا متخیل اور متصور ہو لیکن فی النهر الاقتصار علی الثانی
اولی لان طی المسافة لیس من الکرامة قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاول تبعا للمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبة کانت تزور واحدا
من الاولیاء هل یجوز القول به فقال خرق العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة ولا لبس بالمعجزة لانها اثر دعوی الرسالة وبادعائها
یکفر فورا فلا کرامة وتمامه فی شرح الوہبانیة من السیر عند قوله ومن لولی قال طی مسافة یجوز جہول ثم بعض یکفر واثباتها فی کل ما کان خارقا
عن النسفی النجم یروی وینصر ای ینصر ہذا القول بنص محمد انا نؤمن بکرامات الاولیاء لیکن نہر الفائق میں ہی کہ تصویر وطی مغربی میں دوسری وجہ یعنی استخدام
جن پر اقتصار کرنا بہتر ہو اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل میں کرامات میں داخل نہیں جیسا کہ کہتا ہوں لیکن شرح عقائد نسفی میں ملا سعد الدین تفتازانی
نے وجہ اول کا یقین کیا ہی یعنے طی مسافت کو کرامت میں داخل کیا ہی باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا
کہ یہ جو حکایت ہو کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہ کہنا جائز ہی یا نہیں تو مفتی ثقلین نے جواب میں کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے
اہل ولایت کیواسطے جائز ہی اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہیں کرامت میں ساتھ معجزے کے یعنے یہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونوں
خارق عادت ہیں تو کیا فرق ہی کرامت اور معجزہ میں اسواسطے کہ معجزہ نہیں ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعائے رسالت سے فوراً کافر ہوتا ہی ولی
پھر کرامت کہاں بلکہ وہ استدراج ہوا اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ میں کتاب السیر سے اس قول ناظم کے پاس ہی کہ جو ولی کیواسطے طی مسافت کو
جائز کہے وہ جاہل ہی پھر بعض علما اسکو کافر کہتے ہیں اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت میں خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکی نجم الدین عمر نسفی سے منقول اور
منصور ہی یعنے اس قول کی نصرت اور تائید امام محمد کے اس قول سے ہی کہ ہم تصدیق کرتے ہیں کرامات اولیا کی ہم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتھ پر ہو تو
معجزہ ہی اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پر ہو وہ کرامت ہی اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھ پر ہو تو وہ استدراج اور مکر ہی تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے
اشتباہ نہیں شرح وہبانیہ میں ہی کہ طی مسافت بعیدہ کو زمانہ قلیل میں ولی کیواسطے بعضے علما جائز نہیں کہتے اور اسکے مجوز کو جاہل کہتے ہیں اور بعضے کافر اور اسیطرح
ظہور معجزات کبار کا مانند احیاء میت اور عصا کو سانپ کر دینا اور شق قمر اور جوش کرنے پانی بہنا انگلیوں سے اور طعام قلیل میں جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا بطریق
کرامت کے ناجائز جانتے ہیں اور حق یہ ہی کہ طی مسافت کرامت میں داخل ہی اور اسکا معتقد جاہل یا کافر نہیں امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہی کہ خوارق عادت
بطریق کرامت کے جائز ہیں سوا اس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہی جیسے قرآن کے برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول بالانصاف امام نسفی کا کلام ہی جو مذکور ہو چکا
انتہی کذا فی حاشیة المدنی غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذهب الذی رجع الیه الامام

وعلیہ الفتوی کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا وفی حاشیۃ شرح المنار لابن الحنبلی وعلیہ الفتوی ان احتمله الحال لکن فی آخر دعوی المجمع حکی اربعۃ اقوال ثم استثنی

بما عندہ المصنف وعلله ابن ملک بان الثانی مفترش حقیقۃ والولد للفراش الحقیقی وان کان فاسدا وتمامہ فیہ فراجعہ غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اسکو موت زوج کی یا طلاق کی خبر پہنچی سو اسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سنے دعوی موت یا طلاق کا کر کے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہ لڑکے زوج ثانی کے ہونگے بنا بر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظم نے آخرکار رجوع کیا کذا فی التبیین عن الابعد ولکہ اور اسی پر فتوی ہے کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہ ہے کہ یہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقاء نکاح کے اور شرح منار کے حاشیہ میں جو ابن حنبلی کا تصنیفہ ہے یوں ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہے بشرطیکہ ظاہر حال اسکا محتمل ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے چھ مہینے میں لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت میں ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی میں اس مسئلہ میں چار قول نقل کیے ہیں پھر فتوی اسی پر دیا ہے جسکو مصنف نے معتمد جانا ہے یعنے زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونیکی ابن ملک نے شرح مجمع البحرین میں یوں بیان کی ہے کہ حقیقت میں زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنے مالک فراش ہے عورت اسیکے تحت تصرف میں ہے تو نسب اسی کا فراش حقیقی کیواسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہوا اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین میں ہے سو اسکی طرف رجوع کرو طحطاوی نے کہا زوج ثانی سے ثبوت نسب میں شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اسکی تصریح ہوچکی اور یہ خلاف اور مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب میں ہے نہ عورت میں اسواسطے کہ جب زوج اول آویگا تو عورت اسکو واپس دی جاویگی باتفاق امام و صاحبین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فرع مسائل ملتقطہ شارح کہے نکح امۃ فطلقہا فشراہا فولدت لاقل من نصف حول من

مذ شراہا لزمہ نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو مول لیا پھر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں ابتدائے خرید سے تو نسب لڑکے کا مرد کو لازم ہوگا خواہ مرد اقرار کرے لڑکے کا یا انکار کرے سو اسواسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا ولد معتدہ نہ ولد مملوکہ اسواسطے کہ خرید کیوقت سے اقل مدت حمل نہیں گذری اور ذکر طلاق کا اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈی کا مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہے الا ان تکون المطلقۃ قبل الدخول او المبانۃ بعدہ فیہ فح طلقتھا اور اگر لونڈی بعد خرید کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا بدون اقرار مرد کے اسواسطے کہ وہ اس صورت میں ولد مملوکہ ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اسواسطے کہ بعد خرید کے کل مدت حمل پائی گئی ہے لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق قبل دخول ہوئی ہے یا بعد دخول کے دو بار طلاق بائن ہوگئی ہے تو وہاں اعتبار ولادت کا ابتدائے طلاق سے ہوگا نہ ابتدائے خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھ مہینے سے کم مدت میں جنی تو ولد اسکا ثابت النسب ہے بلا شرط اقرار لکن فی الثانیۃ یثبت لسنتین فاقل لیکن دوسری صورت میں یعنی جبکہ دو بار طلاق بائن ہوئی تو اسکے ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس یا کمتر مدت میں یعنے اس صورت میں بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہیں بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا اس سے کم مدت میں جنیگی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ وہ طلاق کے بعد لونڈی حرام ہوجاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اسکی وطی نہیں ہوسکتی لہذا

اسکے حمل کو ابعد اوقات کیطرف نسبت کیا یعنے ماقبل طلاق تک کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الرجعی لاکثر مطلقا بعد ان یکون لاقل من نصف حول منذ شراہا اور اس صورت میں کہ طلاق رجعی ہے ولد کا نسب ثابت ہوتا ہے اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت میں پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس بشرطیکہ ابتدائے خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو تو وہ نوع ثانی تعداد میں پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہے جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ ان مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو خرید کیا تو وہ حال سے خالی نہیں یا طلاق قبل دخول کے ہے یا بعد دخول کے اور بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہیں کہ یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہیں یا بینونت صغری ہے یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت کبری یعنے دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ انمیں تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے وہ وقتی سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت وطلاق میں

مہینے سے کمتر مدت ہو اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں تو نسب ثابت ہوا اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت ہو ولادت میں تو نسب ثابت نہیں اور اگر
ایک طلاق بائن ہی بعد دخول کے دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق میں دو برس سے کم مدت ہو تو نسب ثابت ہو اور اگر ولادت
اور خرید میں پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہو تو مرد پر اسکا نسب لازم نہیں ہے بلکہ ولادت اور طلاق میں پورے دو برس یا کم کی مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق
رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیوں نہ ہو بہر صورت نسب ثابت ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی و کذا لو اعتقہا بعد الشراء اور اسی طرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو آزاد کر دیا بعد خرید کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے
کمتر مدت میں جنی خرید کے وقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی
فلو باعہا فولدت لاکثر من الاقل مذ باعہا فادعاہ لم یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو خرید کیا پھر اسکو بیچ ڈالا پھر وہ
جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں ابتداے بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت میں تصدیق مشتری کی حاجت ہو یا نہیں یہاں دو قول ہیں
ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہو بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہیں اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب بیع کے نکاح باطل ہوگیا اور محمد کے
نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہیں کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لدون سنتین لزم لا لاکثر الا ان یدعیہ اگر مرگیا اپنی ام ولد کو
چھوڑ کر یا اسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم میں بعد موت یا آزادی کے تو نسب لڑکے کا مولی کو لازم ہوگا اور اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اسکا مولی کو
نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی لڑکے کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدۃ فولدت لستۃ اشہر من تزوجہا و لنصف حول فاکثر من موتہ و عتقہا
مما کان للمولی اتفاقا لانہا معتدۃ بخلاف ما لو تزوجت ام الولد بلا اذنہ فانہ للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق میں پھر جنی پورے چھ مہینے یا زیادہ میں
آزاد کرنے یا موت سے یا اسکے مرنے سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ابتداے نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ مولی کہتا ہو میرا ولد ہے اور زوج
ام ولد کا کہتا ہو کہ میرا ہو تو یہ ولد مولی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہو بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن مولی کے پھر
پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی ابتداے نکاح سے پھر ولد میں مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا اور شارح کے قول اتفاقا کا نکتہ یہ ہے کہ
اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر ممکن ہو ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین بانت ولاقل من الاقل مذ تزوجت فللاول لفساد
نکاح الآخر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت میں ابتداے طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر میں ابتداے نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج اول کا
ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اسواسطے کہ عدت میں ہو اولا لاکثر منہا منذ بانت ولنصف حول منذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور
جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتداے طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے میں ابتداے نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول کیطرف نسبت
ولد کی متعذر ہو گئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہو ولو لاقل من النصف لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح
صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتداے طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اس ولد کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج ثانی کو اور نکاح ثانی
صحیح ہوگا نہ زوج اول کو اسواسطے نسب لازم ہوا کہ نسبت اسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہوجانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہو اور نہ زوج ثانی کی طرف بھی نسبت
متعذر ہو گئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہو اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت میں ولادت ہونا دلیل ہو کہ زوج
اول کا نطفہ مستقر ہونے کے سبب میں نہ تھا تو حاملہ ثابت نہ ہو سبب نکاح کرنا لازم آیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لاقل منہا ولنصف ففی عدۃ البحر بحثا انہ للاول
لکن نقل مثلہا عن البدائع انہ للثانی مطلقا بان اقرارہا علی التزوج دلیل انقضاء عدۃ متی لم یعلم بعدہ فالنکاح فاسد ولد للاول ان
ولکن اشبہ انہ منہ بان تلد لاقل من سنتین منذ طلق او مات اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتداے طلاق بائن سے اور

اور بحر الفائق مین ہی بحث کے ساتھ ہے اسواسطے کہ جب عورت حرام کار ہو یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنے کی شکوہ خو پڑگئی تو گھر مین نہ ٹھہرے گی تو لڑکا تباہ ہوگا
مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ جو امر کہ علماء کی اطلاق فقہا سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ وہی مذہب شافعی بھی ہے کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کے تو اسکو حق پرورش
نہیں اور تنبیہ مین ہے کہ ماں کا فاجرہ ہونا پرورش لینے مین اگرچہ وہ بطریق مشہور بفسق ہو جب کہ لڑکے کو بدکاری کا شعور ہو انتہی کلام مصنف ہم اکثر کتب فقہ
مین اور بحر کہ فاجرہ کو حق پرورش نہین صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہے جو پرورش ولد سے غافل ہو جاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ہے ترک صلوٰۃ کو اسواسطے
کہ جب کتابیہ حق ولد ہو تو مسلمان فاسقہ اولی ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند نہ کیا اور اطلاق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ و زنا فاسقہ مین فرق کیا کہ کتابیہ اپنے
اعتقاد پر ہے بخلاف مسلمہ فاسقہ کے شیخ رحمتی اور طحطاوی محشی نے کہا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہو تو بحث مصنف کی بیجا ہے اور بحث صاحب بحر کی قوی ہے اور تفرقہ
کتابیہ و فاسقہ کا حضانت مین کچھ مفید نہین مفتی ابو سعود نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہین تا وقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونے کا منہ غرمی آوے کہا کہ اسی واسطے قید کا
ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت و تترک الولد ضائعا یا ولد کی ماں غیر مامونہ ہو یعنی اہل اطمینان نہو مجتبی مین تفسیر غیر مامونہ کی یہ
کی ہے کہ ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلا ضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشتکاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو یا مردہ شو ہو
امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ لاشتغالھن بخدمۃ المولی لکن ان کان الولد رقیقا کان الحق لھن لانه للمولی مجتبی
یا کہ ماں لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہے بسبب مشغول رہنے ان عورتون کے خدمت
مولی مین تو انکو پرورش ولد کی فرصت کہان لیکن اگر ولد انکا مملوک ہوگا مولی کا تو یہی عورتین اس ولد کی پرورش کیواسطے لائق تر ہین اسواسطے کہ وہ ولد مولی کا ہے
تو اسکی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہے کذا فی المجتبی ہم تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہین آتی اسواسطے کہ مکاتبہ پر مولی کی خدمت واجب نہین تو نفی حضانت کی
یون علت بیان کرنا بہتر ہے کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہے اور ان عورتون کو اپنی ذات پر ولایت نہین تو غیر پر بطریق اولی ولایت نہوگی او متزوجۃ
بغیر محرم الصغیر یا وارثی ماں نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھ اسواسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہوگا اور اگر اسکی ماں نے اسکے محرم کے ساتھ
نکاح کیا ہو مثلاً ولد کے چچا کے ساتھ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہین اور محرم سے محرم نسبی ہے نہ رضاعی او ابت ان تربیۃ مجانا و الحال ان الاب
معسر و العمۃ تقبل ذلک ای تربیتہ مجانا و لا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ علی المذہب بل مثلہ العم والعمۃ کالاب
اذا ابی فیسأل نعم فی المجتبی التقیید بقید فیما لیظھر یا کہ ماں انکار کرے ولد کے مفت پالنے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور اجرت دینے کا نہین اور عمہ ولد کی
اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہے اور ماں کو بیٹے کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہین تو اس صورت مین اسکی ماں سے کہا جاوے کہ یا لڑکے کو مفت اپنے پاس
رکھے یا کہ اسکی عمہ کو دیدے کہ وہ رکھے یہی حکم ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش مین صرف ہوا ہے اسکو باپ سے پھیر لینا جب کہ باپ مقدور ہو جاوے
یا نہین بعض علماء نے جواب دیا کہ ہان پھیر لینا پہنچتا ہے کذا فی المجتبی اور ظاہر ہے کہ عمہ کا اس مسئلہ مین کچھ قید نہین بلکہ جب کہ ماں مفت پرورش سے انکار کرے اور
باپ کو مقدور نہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہے کہ اجنبی پالے کذا ذکرہ شرنبلالی فی کشف المعضل علی حاشیۃ الدرر و قد وقف
شارح کا عمہ کے اتفاقی قید ہے بیان اس روایت سے زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی و فی القنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ و ارادت تربیتہ بلا نفقۃ مقدرۃ
و اراد وصیہ تربیتہ بما وقع الیہما لا الیہ بقدر ما له اور قنیہ مین ہے کہ نکاح کر لیا صغیر کی ماں نے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر کی ماں نے بدون صرف خرچی کے
اسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیکر کسی اجنبی عورت سے پرورش کراوے تو لڑکا ماں ہی کو دلایا جاوے گا نہ وصی کو تاکہ مال صغیر کا
باقی رہے و فی الحاوی تزوجت باجنبی و طلبت تربیتہ بنفقۃ و التزم ابن عمہ مجانا و لا حاضنۃ له فله ذلک اور حاوی مین ہے کہ نکاح کیا صغیر کی
ماں نے اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم کر لی پرورش اسکی مفت

صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ابن عم کو اسکا اختیار ہے ولا تجبر من لہا الحضانۃ علیہا الا اذا تعینت لہا بان لم یاخذ ثدی غیرہا او لم یکن للاب ولا للصغیر مال بہ یفتی خانیۃ وسیجئ فی النفقۃ اور جس عورت کو حق حضانت شرعاً ثابت ہے اُس پر جبر کرنا پرورش کیواسطے نہیں ہو سکتا کیونکہ شاید اُس سے نہو سکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہو جائے اس طرح پر کہ صغیر کسیکی چھاتی نہ لیتا ہو سوائے اُس عورت کے یا کہ باپ اور صغیر مالدار نہوں تاکہ خادم نوکر رکھی جاوے تو اس صورت میں بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاویگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتویٰ ہے یعنے عدم جبر پر الا صورت تعیین کذا فی الخانیۃ اور عنقریب اسکا ذکر باب النفقہ میں آویگا علم ہوا یا و تبیین اور ولوالجیہ اور واقعات اور خلاصہ میں اسی روایت پر فتویٰ ہے کہ حاضنہ پر جبر نہیں ہے اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو پرورش کیواسطے ماں پر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر ضائع نہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اسقطت الام حقہا صارت کمیتۃ او متزوجۃ فینتقل للجدۃ بحر اور جبکہ ماں نے اپنا حق پرورش ساقط کر دیا تو مانند میت یا دوسرے سے تزوج کے ہو گئی تو اس صورت میں حق حضانت کا نانی کیطرف منتقل ہوگا کذا فی البحر ولا یقدر الحاضنۃ علی ابطال حق الصغیر فیہا حتی لو اختلعت علی ان تترک ولدہا عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط لانہ حق الولد فلیس لہا ان یبطلہ بالشرط وان لم یوجد غیرہا اجبرت بلا خلاف فتح وہذا ایم بالوجود وامتنع من القبول بحر وحینئذ فلا اجرۃ لہا جوہرہ اور قدرت نہیں حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی ذات میں ثابت ہے یہاں تک کہ اگر خلع کیا عورت نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ پرورش حق ہے صغیر کا تو عورت کو اختیار نہیں کہ اسکو باطل کر سکے شرط کر کے اور اگر ماں کے سوا کوئی حاضنہ پائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاویگا بلا خلاف کذا فی فتح القدیر اور یعنی غیر ام کا نہ پایا جانا شامل ہے اس صورت کو کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا قبال نہ کرے کذا فی البحر اور اسوقت میں یعنی جسوقت کہ کوئی نہو یا ہو مگر قبال نہ کرے تب تو ماں کچھ اجرت پرورش کی نہ پاویگی اسواسطے کہ واجب کے کرنے پر کچھ اجر نہیں کذا فی الجوہرہ معلوم ہوا کہ اسمسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ماں پر جبر نہیں یہ شیخ میں چنانچہ قبل اسکے تفصیل اسکی مذکور ہو چکی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ماں مجبور ہے پرورش صغیر میں اور یہی منقول ہے فقہاء ثلثہ سے یعنے فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور خواہر زادہ سے اور فتح القدیر میں کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کر کے فقہاء ثلثہ کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ کافی جامع ہے کلام محمد کی تو معلوم ہوا کہ یہی ثبوت جبر ظاہر الروایت ہے طحطاوی نے کہا کیونکہ ماں پر جبر ثابت ہوگا یعنے در صورت عدم تعیین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے پر مطابق ہو گئے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر روایت سے عدول کر کے مفتی بہ عمل ہوتا ہے انتہی اور تعجب ہے مصنف اور شارح سے کہ اس مقام میں جمع بین المتنافیین سے راضی ہو گئے اور لازم یوں تھا کہ ایک قول کو پسند کرتے اور دوسرے پر چاہتے تو اشارہ کر دیتے کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحق الحاضنۃ اجرۃ الحضانۃ اذا لم تکن منکوحۃ ولا معتدۃ لابیہ وہی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ کما فی البحر عن السراجیۃ خلافا لما نقلہ المصنف عن جواہر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہے حاضنہ اجرت حضانت کی جبکہ وہ منکوحہ اور معتدہ اُسکے باپ کی نہو بشرطیکہ صغیر منکوحہ یا معتدہ کے پیٹ سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہے کذا فی البحر عن السراجیہ تو باپ پر تین چیزیں واجب ہیں اجرت حضانت اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی شرح الملتقی اور مغایر ہونا اجرت حضانت کا اجرت رضاعت سے مخالف ہے اس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا ہے منح الغفار میں جواہر الفتاوی سے یوں منقول ہے کہ قاضی خان سے یوں سوال کیا کہ بیوی کو اجرت حضانت کی پہونچتی ہے بعد ایام شیرخوارگی کے جواب دیا کہ نہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت حضانت اور رضاعت مغایر نہیں شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شاید جواہر الفتاوی کی عبارت میں تحریف یا سقوط ہے اسواسطے کہ حضانت اور رضاعت دو متغایر چیزیں ہیں رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس پھر ایک کے سقوط سے دوسری کیونکر ساقط ہو وفی شرح النقایۃ للباقانی عن البحر المحیط سئل ابو حفص عمن لہا امساک الولد ولیس لہا مسکن مع الولد فقال علی الاب سکناہما جمیعا وقال نجم الائمۃ المختار ان علیہ السکنی فی الحضانۃ وکذا ان احتاج الصغیر الی خادم یلزم الاب بہ اور باقانی کی شرح نقایہ میں بحر محیط سے منقول ہے کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اس عورت کا مسئلہ جسکو صغیر کے رکھنے کا حق پہونچتا ہے اور اس عورت کا کوئی مکان نہیں جہاں صغیر

ساتھ لیکر رہے تو بھی باپ پر دونوں کیواسطے مکان دینا واجب ہے اور نجم الائمہ نے کہا قول مختار یہ ہے کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش میں واجب ہے
اور اسیطرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا وفی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی مال المحضون لو لہ مال والا فعلی من لزمہ نفقتہ
قال شیخنا وقواعدنا لاتقتضیہ فیفتی بہ ثم حرر ان الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ میں ہے کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اسکو مال وراثت
سے ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہو تو حضانت کا صرف اسپر واجب ہے جسپر صغیر کا نفقہ لازم ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ہم حنفیوں
کے قواعد بھی اسکو مقتضی ہیں تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیر الدین رملی نے تحریر او تنقیح کی ہے کہ حضانت مانند رضاعت کے ہے یعنے بنابر قول ارجح
جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثوں پر واجب ہے ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسمیں تصریح روایت کی نہیں لیکن نظر فقہی
اسکو مقتضی ہے کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثوں پر واجب ہے بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن فتاوی
خیر الدین الرملی ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او سقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اهلیۃ القربی پھر بعد ماں کے
کہ ماں مر گئی یا وہ فاجرہ غیر مامونہ ہے یا اسنے حضانت قبول کی یا اسنے اپنے حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح کر لیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہے اگرچہ بیچ واسطہ
نانی بعید ہو مثلاً نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن نانی بعید کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریب کے یعنے اگر نانی غیر کی مثلاً منکوحہ ہوگی یا فواحش میں مبتلا
حق پرورش صغیر کا نانی کو نہ پہونچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہے اگرچہ دادی بیچ واسطے بعید ہو بشرط
مذکور یعنی دادی بعید کو بصورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہونچیگا واما ام ابی الام فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے موخر کیجاوے
بلکہ خالہ سے بھی کذا فی بحر الرائق ثم الاخت لاب وام لان هذا الحق لقرابۃ الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہے پھر مادری بہن مقدم ہے سوتیلی بہن سے
اسواسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہے ماں کی قرابت والیوں کو ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہے
پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو اور سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہیں بنابر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضی خان و
بحر الرائق یہ روایت صحیح ہے جو شارح نے بیان کر دی چنانچہ قول آئندہ میں جو شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای لابوین
ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے مراتب ہیں اسیطرح یعنے پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہے پھر مادری خالہ پھر سوتیلی
بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیاں ثم العمات کذلک پھر بھتیجیوں کے بعد پھوپھیاں اسیطرح ہیں یعنی پہلے سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ثم خالۃ الام
کذلک پھر پھوپھیوں کے بعد ماں کی خالہ اسیطرح یعنی پہلے ماں کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اسکے بعد سوتیلی خالہ ثم خالۃ الاب کذلک پھر ماں کی خالہ کے
بعد باپ کی خالہ اسیطرح یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری پھر سوتیلی ثم عمات الامہات والآباء بهذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں کی پھوپھیاں پھر باپ کی
پھوپھیاں اسی ترتیب سے یعنی ماں کی سگی پھوپھی مقدم ہے پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی کذا فی
منح الغفار پھر اس ترتیب مذکور کی وجہ یہ ہے کہ ولایت پرورش کی اصل استفادہ ماں کی جانب سے ہے لہذا درباب حضانت قرابت ماں کی مقدم ہے باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار
سنن ابو داؤد میں عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اسکا ظرف تھا اور میری چھاتی اسکے دودھ کی مشک
تھی اور میری گود اسکا گہوارہ اور جھولا تھا اور اسکے باپ نے مجھے طلاق دی ہے اور چاہتا ہے کہ اس لڑکے کو مجھ سے چھین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکے
رکھنے میں تو احق ہے جبتک کہ تو دوسرا نکاح نہ کر لے اور ضیاء شرح مختار میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم کو طلاق دی اور
لڑکے کو لینا چاہا تو دونوں میں جھگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اسکی ماں لڑکے کیواسطے بہتر ہے تیرے شہد سے
پھر لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے اور مثل اس روایت کی امام مالک کی موطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کذا فی فتح القدیر اور سنن ابو داؤد

میں علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہؓ کی دختر کو مکہ سے لائے یعنے مدینہ میں تو جعفر طیارؓ نے کہا کہ میں اسکو پالونگا میں احق ہوں کیونکہ یہ میرے
چچا کی بیٹی اور اسکی خالہ میرے پاس ہے علی مرتضیٰ نے کہا کہ میں احق ہوں کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور رسول اللہؐ کی بیٹی میرے پاس ہے وہ اسکی احق ہے پھر زید نے کہا
کہ میں اسکا احق ہوں کہ میں اسکو مکہ سے لایا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ جعفر کے پاس اپنی خالہ کے ساتھ رہیگی اسواسطے کہ خالہ ماں کے برابر ہے
ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک ثم العم ثم بنوہ پھر نساء مذکورات کی عصبات کا حال بترتیب ورثہ ہے
حضانت میں احق ہیں تو باپ صغیر کا مقدم ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر بھتیجے اسیطرح یعنے سگے بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کے بیٹے پر مقدم ہے
پھر چچا پھر اسکے بیٹے اسی ترتیب پر یعنے سگا مقدم ہے سوتیلے پر واذا اجتمعوا فالاورع ثم الاسن اختیار سوی فاسق ومعتوہ وابن عم لمشتہاۃ وہو غیر مامون
اور اگر مستحق حضانت چند شخص یکبارگی جمع ہوں جیسے سگے بھائی یا سگے چچا تو انمیں جو پرہیزگار زیادہ ہے وہ مقدم ہے اور اگر پرہیزگاری میں دونوں برابر ہوں
تو پھر زیادہ عمر والا مقدم ہے کذا فی الاختیار شرح المختار سوائے عصبہ فاسق و بیہوش کے یعنے عصبہ فاسق اور بیہوش لائق حضانت کے نہیں اور اسیطرح چچا کا بیٹا
جسپر اطمینان نہو وہ صغیرہ لائق شہوت کے حضانت کیواسطے سزاوار نہیں ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام فیدفع للاخ لام ثم لابنہ ثم للعم لام ثم للخال
لابوین ثم لام برہان وعینی وبحر پھر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہو تو ذوی الارحام پرورش کیواسطے احق ہونگے تو مادری بھائی کو صغیر دیا جاویگا پھر اسکے بیٹے کو
مادری چچا کو پھر اسکے ماموں کو پھر مادری ماموں کو کذا فی البحر ناقلا عن البرہان والعینی فان تساووا فاصلحہم ثم اورعہم ثم اکبرہم ولا حق لولد عم وعمۃ وخال وخالۃ
لعدم المحرمیۃ پھر اگر چند ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں جیسے تین بھائی تو انمیں سے جو زیادہ تر کارساز ہے صغیر کا وہ مقدم ہے پھر جو زیادہ تر متقی ہو پھر
جو عمر میں زیادہ تر ہو اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو حق پرورش نہیں ہے بسبب نامحرم ہونے کے والکافرۃ الذمیۃ ولو مجوسیۃ کمسلمۃ ما لم
یعقل دینا ینبغی تقدیرہ بسبع سنین لصحۃ اسلامہ حینئذ نہر او الی ان یخاف ان یالف الکفر فینزع منہا وان لم یعقل دینا بحر اور حاضنہ ذمیہ
اگرچہ مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہے جبتک کہ لڑکا دین کو نہ سمجھتا ہو نہر الفائق میں کہا مناسب یوں ہے کہ دین سمجھنے کی مدت سات برس کی مقرر کی جاوے
بسبب صحیح ہونے اسلام لڑکے کے اسوقت میں یا یہانتک کہ معلوم ہونے لگے الفت کفر کا یعنے کافرہ ماں کی صحبت سے بالغ ہونیپر کفر کا خوف ہو اگرچہ
صغیر دین کو نہ سمجھتا ہو تو اسکے پاس سے لے لینا چاہیئے کذا فی البحر والحاضنۃ یسقط حقہا بنکاح غیر محرمہ ای الصغیر وکذا بسکناہا عند المبغضین لہ لما
فی القنیۃ لو تزوجت الام باخر فامسکتہ ام الام فی بیت الراب فللاب اخذہ اور حاضنہ کا حق ساقط ہوجاتا ہے صغیرہ کے غیر محرم سے نکاح کر لینے سے
اور اسیطرح حق ساقط ہوتا ہے حاضنہ کے رہنے سے اس شخص کے پاس جو صغیر سے بغض اور کراہت رکھتا ہو اسواسطے کہ قنیہ میں ہے کہ اگر ماں نے نکاح کیا اجنبی سے
پھر صغیر کو اسکی نانی نے رکھا اسی اجنبی کے گھر میں تو باپ کو صغیر لے لینا نانی سے پہونچتا ہے اسواسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کے پہلے شوہر کی اولاد کا بھلا چاہتا
نہیں ہوتا وفی البحر قد تردد فیما لو سکنت الخالۃ مع الصغیر فی بیت اجنبی عاریۃ والظاہر السقوط قیاسا علی ما فی القنیۃ وفی النہر والظاہر عدمہ للفرق البین بین الزوج
والاجنبی اور بحر الرائق میں ہے میں متردد ہوں اس حکم میں کہ اگر صغیرہ کی خالہ یا مانند اسکے کوئی اور حاضنہ اجنبی کے گھر میں رہے حالانکہ خالہ مجرد ہو بلا زوج ہو
یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق حضانت ساقط ہوتا ہے قیاساً اسکے کہ مذکور ہو چکا یعنے جیسے نانی کا حق پرورش ساقط ہو گیا دوسرے داماد کے گھر کے رہنے سے ویسا ہی خالہ کا حق
بھی ساقط ہوا اجنبی کے گھر میں رہنے سے لیکن نہر الفائق میں ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں ظاہر حکم عدم سقوط حضانت ہے اسواسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان میں فرق
ہے اسواسطے کہ اجنبی کو صغیر سے بالکل نفرت نہیں بخلاف زوج ام کے وذو الرحم فقط کابن العم کالاجنبی صاحب بحر نے کہا فقط قرابت جسمیں محرمیت نہیں جیسا چچا کا بیٹا تو
اجنبی کے برابر ہے پس اگر صغیرہ کی ماں نے ابن عم سے نکاح کر لیا تو حق حضانت ساقط ہو جاویگا اور اسیطرح شیر خوارگی کے رشتے جیسے چچا رضاعی یا ماموں رضاعی تو
رضاعی باپ اجنبی کے برابر ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والذی یعود الحضانۃ بالفرقۃ البائنۃ لزوال المانع اور پھر آتا ہے حق حضانت کا بفرقت بائنہ کے زوج اجنبی

سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنے حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری جدائی ہو گئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کر آویگا تو بائن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہوگا والقول لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج مین یعنی زوج نے مطلقہ سے کہا کہ تو نے دوسرا نکاح کرلیا ہے تیرا حق حضانت ساقط ہو گیا اور عورت اسکی منکر ہوا اور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہین تو اسوقت عورت کا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط نہوگا وکذا فی تطلیقہ ان ابہمتہ لا ان عینتہ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے مین اگر اسنے زوج ثانی کو مبہم بیان کیا نہ مقبول ہوگا وہ عورت کہ اگر اسکو معین کر کیا یعنے اگر عورت نے دعوی کیا کہ مین نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا سو اسنے مجھے طلاق دیدی تو اس صورت مین اسکا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ مین نے زید سے نکاح کیا تھا سو اسنے مجھکو طلاق دیدی تو اس صورت مین دعوی طلاق کا مسموع نہوگا بدون گواہوں کے یا اقرار زید کے اسواسطے کہ یہان صاحب حق ایک شخص متعین ہو والحاضنۃ اما او غیرہا احق بہ بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب اور حاضنہ ماں ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہو لڑکا رکھنے مین یہان تک کہ اسکو حاجت نہ رہے عورتون کے پاس رہنے کی اور استغنا کی مدت سات برس کی مقرر ہوئی ہو اور اسی پر فتوی ہو اسواسطے کہ تقریبا سات برس کی عمر حصول استغنا مین غالب ہو ہم نے تقدیر مذکور مناسبت کی ہو اور تقدیر یہی کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے اور بول وبراز سے آپ طہارت کرلے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتون سے اور واقع یہ ہو کہ لوگ لڑکون مین کچھ تفاوت نہین کرتے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہو کہ سات برس کا لڑکا خود کھاتا پیتا ہو اور استنجا کر لیتا ہو ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ لڑکے کی عمر مین باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہو اور ماں کہتی ہو کہ چھ برس کا ہو تو قاضی کسی سے قسم نہ لے بلکہ لڑکے کا حال دریافت کرے سو اگر لڑکا خود کھاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاویگا اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنے اگر باپ قبول نہ کرے تو حاکم زبردستی سے دیگا اسواسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم تادیب ارشاد سکھانا واجب ہو اور اگر لڑکا کھانے پینے اور لباس و استنجا کرنے مین غیر کا محتاج ہو تو باپ کو نہ دلایا جائیگا ماں یا نانی کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام اولاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ کے رکھنے مین سزاوار تر ہین یہان تک کہ اسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہو کہ بالغ ہو جاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایۃ ہو اسواسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے محتاج ہو آداب یافت کرنے کی محتاج ہو جیسے سینا کاتنا کھانا پکانا اور ایسے امور کی تعلیم مین عورت زیادہ تر قادر ہو اور جب صغیرہ بالغ ہو گئی تو محفوظ رکھنے اور حفاظت کی محتاج ہو سو باپ اس پر زیادہ تر قوی اور قادر ہو بہ نسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول للام بحر بحثا واقول ینبغی ان یحکم سنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ صغیرہ کے حیض ہونے مین ماں کہتی ہو کہ ہنوز اسکو حیض نہین آیا اور باپ کہتا ہو کہ آتا ہو تو ماں کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے بحث یہ ہو کہ عورت منکر ہو اور قول منکر کا معتبر ہوتا ہو مگر شارح کہتا ہو مین کہتا ہون کہ اختلاف لائق یہ ہو کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہنچی ہو کہ جسمین حیض آتا ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر صغیرہ حیض کی عمر کو نہ پہنچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہو یہ قول ہو صاحب نہر الفائق کا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ مین بحث اور تجویز علما کی کچھ حاجت نہین بلکہ روایت صحیح پر عمل کرنا مناسب ہو کہ جب اختلاف پڑے ماں باپ مین تو صغیر اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار کرین تو انکی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہین اسواسطے ماں باپ کو انکی کیا اطلاع ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ ویدخل بہا الزوج یعنی اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہین لڑکے پاس رکھنے مین یہان تک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اسکی وطی کرنے لگے کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا اور حاضنہ جیسے خالہ یا پھوپھی احق ہو صغیرہ کی پرورش مین یہان تک کہ وہ مشتہاۃ یعنے لائق شہوت اور رغبت کے ہو اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہو مشتہاۃ کی یہ تقدیر اکثر

فقیہ ابو اللیث کی اور اسی پر فتویٰ ہے اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہے باتفاق علما کذا فی الزیلعی حاصل ان نانا نانی کے پاس تو بلوغ تک رہنے کا حکم ہوا اور انکے
سوا اخوال یا عمہ کے پاس شہوت تک حکم ہوا نہ بلوغ تک اسواسطے کہ تعلیم آداب نسا کی جیسے سینے پکانے کے دوران خدمت لینے کے نہیں ہو سکتی اور ان نانا نانی یا دادی
کے سوا اخوال یا عمہ انکی طرح خدمت نہیں لے سکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر الروایۃ
یہ ہے کہ ماں اور نانی میں بھی یہی حکم ہے یعنے ماں اور نانی کے پاس بھی صغیرہ بلوغ تک زیادہ نہ رہے اور اسی روایت پر فتویٰ ہے بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی
اور نقایہ اور وقایہ اور ملتقی اور ملا خسرو اور غیاث المفتی اور بحر الرائق میں بھی اسی روایت پر فتویٰ صحیح ہے نقایہ میں کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہے موافق محمد
کذا فی حاشیۃ المدنی ہم صغیرہ کو بعد نو برس کے ماں کے پاس چھوڑنا ظاہر اس وقت میں ہے جبکہ باپ نے اسکو طلاق دی ہو اور وہ کہیں جا بھی رہتی ہو اور اگر ماں مطلقہ نہو
اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اس سے جدا کرنے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم وافاد انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوجہا ما دامت لا تصلح للرجال
الا فی روایۃ عن الثانی اذا کان یستانس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہے یہ فائدہ معلوم ہوا
کہ حق حضانت کا ساقط نہیں صغیرہ کے نکاح سے جبتک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت میں ابو یوسف سے یوں ہے کہ جب صغیرہ لائق
موانست زوج کے ہوا اور زوج اسکے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہے اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیۃ موانست سے یہ مراد ہے کہ زوج کا تنہائی میں
صغیرہ سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہے کہ مذہب معتمد کے مخالف ہے یعنے نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہوگا
کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی فی منزلی واراد
اخذ الصبی یمنع حتی یعلم القاضی امہ وتحضر عندہ فیأخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنتہ ثم ادعی احقیۃ غیرہا وذا محتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال
ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت الجدۃ لا انہ ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا الولد فالقول للاصل والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی
الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد لہما اور ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے اور میری بیٹی مرگئی ہے تو مجھکو
اس لڑکے کا خرچ دے اسواسطے کہ بعد ماں کے نانی پرورش کی مالک ہے سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہ میرا بیٹا ہے لیکن ماں اسکی نہیں مرگئی اور وہ میرے
گھر میں ہے اور ارادہ کیا اس سے لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہاں تک کہ قاضی اسکی ماں کو جانے اور لڑکے کی ماں قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو لیجاوے
اسواسطے کہ مرد کو لڑکا نہ دیا جاویگا کہ مرد نے اس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونے کا اقرار کیا پھر دعویٰ کیا حقیت غیر کا یعنے نانی اور ماں دونوں کو حق پرورش
ثابت ہے لیکن پہلے ہونا نانی کا ماں کے عوض میں پرورش میں اور یہ دعویٰ احق ہونے کا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنے
نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہے اور یہ میرا بیٹا ہے اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہ میری بیٹی نہیں ہے میری بیٹی اس لڑکے کی ماں تو مرگئی ہے تو اس صورت میں قول مرد کا
اور اس عورت کا جو اس مرد کے ساتھ ہے معتبر ہوگا اور لڑکا انھیں دونوں کو دلایا جاویگا اسواسطے کہ فراش دونوں کا ثابت ہے تو ظاہر یہ لڑکا انھیں دونوں کا ہے
کہ زوجین ہیں ولذا افاد فی البحر انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا وعکست فقالت ہو ابنی لا منہ حکم بکونہ ابنا لہما لما قلنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے
پاس ایک لڑکا ہے پھر دعویٰ کیا زوج نے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے نہ اس وجہ سے بلکہ اور عورت سے اور اسکے بالعکس دعویٰ کیا عورت نے یوں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے
اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں میں گواہ کسیکے پاس نہیں تو حکم کیا جاویگا کہ یہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے اسی دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنے بسبب ثبوت فراش یعنے
حالت زوجیت کے ظاہر حال یہی ہے کہ دونوں کا بیٹا ہے وکذا لو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المتیۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا وکذا
لو احضر امرأۃ وقال ابنی من ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذہ المرأۃ فقد انکر کونہا
جدتہ فیکون منکر الحق حضانتہا وہی اقرت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسیطرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو

مرگئی سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہے تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اس عورت سے اور اسیطرح اگر مرد نے
حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اُس عورت نے مرد کی تصدیق کی تو باپ ہی
سزاوار تر ہے صغیر کا اسواسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اُسنے نانی ہونے کا انکار کیا تو اُسکے حق حضانت کا بھی منکر ہوا
اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہے مرد کے حق کا اقرار کر چکی اُسکا بیٹا کہکر آخر ہوگیا یہانتک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہوکر **والاخیار للولد عندنا مطلقا**

**ذکرا او انثی خلافا للشافعی قلت وہذا قبل البلوغ اما بعدہ فیخیر بین ابویہ وان ارادوا الانفراد فلہ ذلک مؤید زادہ معزیا للمنیۃ** اور نہیں ہے اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک
مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہے چاہے ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے شارح کہتا ہے
کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہے اور بعد بالغ ہونے کے تو اسکو اختیار ہے ماں باپ کے پاس رہنے میں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ
کرے تو بھی اسکو جائز ہے چنانچہ اسکو مؤید زادہ نے ذکر کیا ہے منیہ کیطرف منسوب کرکے تنہا رہنا مشروط ہے اُسکے رشید ہونے پر اور اگر اُسکی تنہائی میں خوف فساد کا ہو
تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ امام شافعی کی دلیل ترمذی کی حدیث ہے کہ ایک عورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا
زوج میرے بیٹے کو لیے جاتا ہے اور حالانکہ بیٹا کنوئیں سے پانی بھر لاتا ہے میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہے تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری
ماں ہے تو ہاتھ پکڑلے جسکا تو چاہے تو اُسنے ان کا ہاتھ پکڑ لیا سو وہی اُسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ سے یوں معلوم ہوتا ہے
کہ یہ لڑکا بالغ ہوگیا تھا اسواسطے کہ کنوئیں سے پانی بھر لانا دلیل بلوغ کی ہے اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہیں کہ لڑکا نافہم ہے وہیں کا رہنا اختیار کریگا جہاں
کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام لڑکوں کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الہدایہ حاشیۃ المدنی وافادہ بقولہ

**بلغت الجاریۃ مبلغ النساء ان بکرا ضمہا الاب الی نفسہ الا اذا دخلت فی السن واجتمع لہا رای فتسکن حیث احبت حیث لا خوف علیہا** اور حکم بلوغ کا
مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا کہ پہونچی لڑکی عورتوں کی حد یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری ہے تو اسکو اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اسکو فاسق مرد کے
مکروفریب کی خبر نہیں مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہوجاوے اور عقل کامل ہوچکے تو رہے جہاں اُسکا جی چاہے اسواسطے کہ اسپر اب خوف باقی نہیں لام تو
فی السن سے مراد یہ ہے کہ ادھیڑ اور بڈھی ہوجاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ وکفایۃ المستحفظ **وان ثیبا لا ضمہا الا اذا لم تکن مامونۃ علی نفسہا فللاب والجد**

**ولایۃ الضم لا لغیرہ کما فی الابتداء بحر عن الظہیریۃ** اور اگر لڑکی ثیبہ ہے یعنے ایکبار اسکا نکاح ہوچکا ہو تو باپ کو ولایت اسکو پاس رکھنے کی نہیں مگر جبکہ
ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنے خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہے نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا میں
پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسی ہی خوف فساد میں بھی ولایت ہے کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظہیریۃ **والغلام اذا عقل واستغنی برایہ لیس للاب**

**ضمہ الی نفسہ الا اذا لم یکن مامونا علی نفسہ فلہ ضمہ لدفع فتنۃ او عار وتادیبہ اذا وقع منہ شیئ ولا نفقۃ علیہ الا ان یتبرع بحر** اور لڑکا جبکہ عاقل
ہوا اور ایسا ہوشیار ہوجاوے کہ دوسرے کا محتاج نرہے سکھانے کا تو باپ کو اسپر ولایت نہیں اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اُسپر اطمینان اور اعتماد نہو
یعنے مرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت میں باپ کو اختیار ہے اُسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار وننگ کے اور باپ کو بیٹے بالغ
کی تادیب کا اختیار ہے اگر اس سے کوئی فعل بد واقع ہو اور باپ پر اُسکا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ کسب سے عاجز ہو مگر بطریق احسان کے کذا فی حاشیۃ البحر الرائق
**والی حاشیۃ المدنی والجد بمنزلۃ الاب فیہ فیما ذکر** اور دادا باپ کے برابر ہے اسمیں جو مذکور ہوچکا **وان لم یکن لہا اب ولا جد ولکن لہا**
**اخ او عم فلہ ضمہا ان لم یکن مفسدا وان کان مفسدا لا یمکن من ذلک وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منہا** اور اگر بالغہ کا
باپ اور دادا نہو اور اُسکا بھائی یا چچا ہو تو اسکو اختیار ہے بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہو مراد مفسد سے فاسق ہے جو نہ مفسد الخ

بالغہ ہے اسواسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہے اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اسکو بالغہ کے پاس رکھنے کا اختیار
نہ ہوگا اور اسیطرح حکم ہے عصبہ میں جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہے یعنی صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لہا
اب ولا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی والا وضعہا
عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین کذا ذکرہ العینی وغیرہ پھر اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہو اور نہ انکے سوا
کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اسمیں حاکم کو فکر کرنا چاہیے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم اسکو چھوڑ دے جہاں چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو
حاکم اسکو کسی امانت دار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اسکی حفاظت پر کچھ فرق نہیں اسمیں باکرہ اور ثیبہ میں حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے مقرر ہوا ہے
کہ مسلمانوں کو دیکھتا رہے تاکہ مفاسد سے بچاوے ذکرہ العینی فی شرح الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یؤجرہم و
ینفق علیہم من اجرتہم بخلاف الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤید زادہ معزیا للخلاصۃ اور جبکہ پہونچیں لڑکے
کسب کی حد کو یعنی کسب وکار کے لائق ہوں قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ انکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کریں یا انسے نوکری اور
مزدوری کراوے اور انکی اجرت سے انپر خرچ کرے بخلاف لڑکیوں کے کہ انکا خرچ باپ پر ہے اور جب ہو سکے کسب تک پہنچیں تا اگرچہ قادر ہوں نوکری اور مزدوری
اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہیں انکو بیہودہ خرچ کرڈالتا ہو تو لڑکے کی کمائی کسی امین کے پاس سپرد کیا جاوے چنانچہ باقی املاک صغیر کی امین کے پاس سپرد
رہینگی اگر باپ فضول خرچ ہے چنانچہ اسکی تصریح کی ہے مؤید زادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کرکے لیس للمطلقۃ بائنا بعد عدتہا الخروج بالولد من بلدۃ
الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث ان یمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری
شمنی جائز نہیں مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان میں زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونوں شہروں میں زیادہ
تفاوت نہو اسطرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر اسیدن اپنے شہر میں پھر آنا تو لیجانے سے عورت کو روکا نہ جاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا
وطن ہو یا نہو اسواسطے کہ جب دونوں شہروں میں اتنی مسافت قریب ہوئی کہ ایکدن میں جانا اور آنا ممکن ہو تو اس شہر میں جانا ایسا ہے جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے
محلہ کیطرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی الا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر فلا عکسہ لانہ یضر الولد تتخلق باخلاق اہل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ
وطنہا وقد نکحہا ثمہ ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکونا مستأمنین مع صحت تفاوت دو شہروں کے مطلقہ کو لیجانا ولد کا جائز
نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ مطلقہ گانوں سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر میں صغیر کی تہذیب اور سلیقہ حاصل ہوگا اور بالعکس اسکے یعنی شہر سے گانوں میں
لیجانا درست نہیں بسبب ضرر صغیر اسواسطے کہ گنواروں کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاویگی مگر اس صورت میں شہر سے دوسری بستی میں بھی لیجانا درست ہے
جبکہ وہ بستی جسمیں مطلقہ گئی ہو وطن ہو اسکا اور حالانکہ وہیں زوج نے اسکا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گانوں ہو بنابر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا
دار الحرب ہو تو وہاں صغیر کا لیجانا درست نہیں مگر یہ کہ زوج اور زوجہ دونوں کافر مستامن ہوں تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دار الحرب میں بھی جائز ہے وہذا الحکم
فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاہا ما بقیت حضانتہا
اور یہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی میں لیجانا فقط مطلقہ ماں کے حق میں ہے اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد ہو گئی ہو
قادر نہیں صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونوں میں عقد نکاح نہیں مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بھی منع کیا جاویگا اخراج
صغیر سے ماں کے شہر سے بدون ماں کی رضامندی کے جب تک صغیر ماں کی پرورش میں ہے فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز لہ ان یسافر بہ الی ان یعود حق
امہ کما فی السراجیۃ وقنیۃ وللمصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدہا وہو ظاہر سو اگر طلاق دینے والے نے زوج ...

اپنا لڑکا لیا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہو باپ کو سفر میں جا تو لیجانا صغیر کا یہان تک کہ عود کرائے حق اسکی ماں کا یعنے جب صغیر کی ماں کو زوج ثانی
طلاق دے تو اب سفر میں صغیر کا رکھنا جائز نہین بلکہ ماں کے پاس پہونچانا چاہیے کہ مانع حضانت کا زائل ہو گیا تو حق حضانت نے عود کیا کذا فی البحر حیدیہ اور
مصنف نے اپنی شرح مین جواز سفر کو مقید کیا ہے اس شرط سے کہ جب بعد ماں کے حق حضانت کے کسیطرف انتقال کیا ہو اور یہ تقیید ظاہر ہو مقام تردد اسمین یہ ہے یعنی ماں کے
نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہو گی تو البتہ باپ کو سفر مین لیجانا صغیر کا درست ہوگا اور اگر نانی موجود ہو گی تو سفر مین لیجانا نہ جائز ہوگا اسواسطے کہ جب
حق پرورش کا نانی کو ثابت ہو تو شرنبلالیہ میں برہان سے یہ روایت منقول ہو جو سراجیہ کے مخالف ہو کہ باپ کو صغیر کا لیجانا محل اقامت سے قبل استغناء صغیر کے جائز نہیں اگرچہ
ماں کی حضانت نہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہو جانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر هی له اخراجه الی مکان یمکنها ان تبصر ولدها کل یوم کما فی جانبها فلیحفظ
اور جاوی مین ہو کہ بعد نکاح کر لینے کے باپ صغیر کا لیجانا باہر شہر کے اسی مکان تک درست ہو کہ ممکن ہو ماں کو دیکھنا اپنے ولد کا ہر روز جیسا کہ ایک شہر کے دو کنارے مین
لیجانا بھی اسی شرط کیساتھ مشروط ہو یعنے ہر روز دیکھ آنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وفی السراجیۃ اذا سقطت حضانۃ الام واخذه الاب لایجبر علی ان یرسله لها بل
هی اذا ارادت ان تراه لاتمنع من ذلک وفتی شیخنا الرملی بان یسافر به بعد تمام حضانتها وبان غیر الاب من العصبات کالاب غراء للمنیۃ والتاتارخانیۃ
شارح کہتا ہو اور سراجیہ میں ہو کہ جب ساقط ہوئی حضانت ماں کی اور لے لیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہین باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر کو ماں کے پاس بلکہ ماں جب صغیر کے
دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نہ جاویگی اور فتوی دیا ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکا کہ بعد تمام ہونے ایام حضانت کے باپ صغیر کو سفر مین لیجاوے اور اسکا فتوی بھی
دیا ہو کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہین صغیر کو اپنے پاس رکھنے میں مگر صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہین رکھ سکتا کذا فی الخلاصۃ والتاتارخانیۃ فرع مسئلۃ یحفظ
شارح کا خرج بالواو ثم طلقها فطالبته برده ان اخراجه باذنها لایلزمه رده وان بغیر اذنها لزمه کما لو خرج به مع امه ثم ردها ثم طلقها فعلیه رده بحر الرائق میں
ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہو کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ مین پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ مین لیگیا پھر عورت کو طلاق دی پھر مطالبہ کیا
عورت نے صغیر کے پھیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ مین لیگیا ہو تو اسکو بصرہ مین عورت کے پاس پہونچا دینا لازم نہین بلکہ عورت سے
کہا جاویگا کہ اگر تو چاہے تو وہان جا کر لے آ اور اگر بے اجازت اسکے لیگیا تھا تو صغیر کو پہونچا دینا ماں کے پاس لازم ہوگا باپ پر جیسا کہ صغیر کو ساتھ اسکی
ماں کے لیگیا تھا پھر ماں کو کوفہ سے بصرہ روانہ کر دیا پھر اسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہو پہونچا دینا صغیر کا ماں کے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی

## باب النفقۃ

باب النفقۃ

ہی لغۃ ماینفقه الانسان علی عیاله یہ باب ہو نفقہ کے احکام میں نفقہ لغت عرب مین اسکو کہتے ہین جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل و عیال پر وشرعا
ہی الطعام والکسوۃ والسکنی اور شرع مین نفقہ عبارت ہو طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہ معنی شرعی محمد سے منقول ہین کذا فی منح الغفار
اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہو اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر مین یون ہو کہ اصطلاح شرعی مین نفقہ شے کا عبارت ہو اُس خرچ میں
کرنے سے جس سے وہ شے باقی رہے تو اسمین بہائم حلوکہ کا بھی نفقہ شامل ہو گیا وعرفا ہی الطعام اور عرف مین نفقہ فقط طعام ہی کو کہتے ہین لہذا
اکثر کتب فقہ مین نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہین یہ اسلئے کہ عطف مقتضی ہو مغایرت کا اور وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو
حق تعالی نے آیتہ مین یون ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہو دستور کے موافق اور دوسری آیت مین فرمایا کہ رکھو عورتون کو
جہان تم رہتے ہو اور تیسری آیت مین ارشاد ہوا چاہیے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جسقدر خدا نے اسکو دیا ہو اتنا
صرف کرے حق تعالی کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہین فرماتا اور صحیح مسلم میں مروی ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین خطبہ کے اندر
یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا تم پر رزق واجب ہو موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہو گیا ہو کذا فی فتح القدیر والکفایۃ

النفقۃ تجب علی الغیر باسباب ثلثۃ فی زوجیۃ وقرابۃ وملک بدا بالاول لمناسبتہ بما مر اولانہا اصل الولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہے غیر شخص پر تین سبب سے ایک زوجہ ہونے سے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونے سے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بوسیلہ مناسبت ما قبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہاں تک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آتے ہیں لہذا باب النفقہ میں بھی پہلے اُسیکا ذکر کرنا مناسب تھا یا اسواسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہے ولد کی اور ولد شاخ ہے زوجہ کی تو نفقہ ولد سے نفقہ زوجہ کا مقدم ٹھہرا فتجب للزوجۃ بنکاح صحیح فلو بان فسادہ او بطلانہ رجع بما اخذتہ من النفقۃ بحر تو واجب ہے نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اسطرح پر کہ وہ معتدہ نکلے غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیرلے مرد اُس نفقہ کو جو عورت نے لیا ہے کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ وہ شرعاً زوجہ نہیں تو اُسکا نفقہ بھی واجب نہیں لیکن نکاح فاسد میں عدت واجب ہوا اور نکاح باطل میں عدت نہیں اسواسطے کہ وہ زنا ہوا ور زانیہ پر عدت نہیں مطلقاً وہی نے کہا کہ بحر الرائق میں نفقہ پھیر لینا مذکور نہیں مگر نکاح باطل میں اور شبلی نے البتہ نکاح فاسد میں نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہو بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقدم ہوا ہو اور اگر بے حکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہیں کر سکتا عالمگیری میں بھی مذکور ہو کذا فی حاشیۃ المدنی علی الدر وجہا لانہا جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہو زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلہ ہو احتباس کا یعنی زوج کے گھر میں مقید ہو تی تلاش معاش کو نہیں جاسکتی لہذا زوج پر اسکی خبر گیری ضروریات کی واجب ہوئی یہ دلیل عقلی ہے وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی وہ ہے جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقتہ کقاض وعامل ووصی زیلعی ومقاتلۃ قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال مضاربۃ اور جو شخص کہ محبوس ہو غیر کی منفعت کیواسطے تو غیر پر اُس محبوس کا نفقہ لازم ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ انکا بقدر کفایت اُنکی اور انکے اہل و عیال کے مسلمین کے بیت المال سے واجب ہو اسواسطے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی میں مصروف اور محبوس ہیں اپنی تلاش معاش نہیں کر سکتے اور اسیطرح نفقہ وصی کا میت کے مال میں واجب ہو اُس مدت تک کہ صغیر کے مہمات میں مصروف ہے کذا فی الزیلعی اور اسیطرح رزق مجاہدین کا بیت المال میں واجب ہو کہ دفع اعدا وین پر وہ قائم اور مستعد ہیں اور جیسا مضارب کہ مضارب کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت میں اُسکی روزی واجب ہو ولا یرد الرہن لمنفعتہما او عوض عن وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونوں کی منفعت کیواسطے یعنے اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب قاعدہ یہ ہوا کہ جو کوئی غیر کی منفعت کے واسطے محبوس ہو تو غیر پر اُسکی روزی واجب ہو تو لازم ہے کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اُسکی روزی واجب ہو حالانکہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر شارح نے اسکا جواب یا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہیں جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونوں کو فائدہ ہے راہن کو یہ فائدہ ہے کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہے تو جب دونوں کی منفعت ہوئی تو ساقط الاعتبار ہے لہذا مالک پر بسبب ملک رہن کے نفقہ اسکا واجب ہوگا نہ مرتہن پر ولو صغیرا جدا فی مالہ لا علی ابیہ الا اذا کان ضمنہا کما مر فی المہر اگرچہ زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اُسکے مال میں صغیر کے باپ پر مگر اُس صورت میں باپ پر واجب ہوگا جبکہ وہ ضامن ہوا نفقہ کا چنانچہ باب المہر میں اسکا ذکر ہو چکا لا بقدرۃ علی الوطی لان المانع من قبلہ اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہیں نفقہ زوجہ کا واجب ہو اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے ہاں اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق وطی کے نہو گی تو نفقہ واجب نہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ میں مذکور کریگا او فقیرا اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا ولو کانت مسلمۃ او کافرۃ او کبیرۃ او صغیرۃ تطیق الوطی او تشتہی للوطی فیما دون الفرج حتی لو لم تکن کذلک وکان المانع عنہا فلا نفقۃ کما لو کانا صغیرین نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے برابر ہے کہ زوجہ مسلمہ ہو یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہو یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہانتک کہ اگر تقبیل اور مساس کے بھی لائق نہو گی تو مانع استمتاع کا زوجہ کیطرف سے ثابت ہوگا تو اس صورت میں نفقہ اسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے جیسا کہ اسطرح بھی نفقہ واجب نہیں

جبکہ زوج اور زوجہ دونوں بہ نیابت صغیر ہوں ہر چند صغیرین میں دونوں طرف سے مانع موجود ہی لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہوا اور مانع صغیرہ کا قائم ہی تو باوجود
قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہو گی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ ہم مصنف کو مناسب تھا کہ بجاے ولو کانت مسلہ کے سواء کانت کہتا کما لا یخفی
علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ لو کا نکیا فقیرۃ او غنیۃ موطورۃ اولا کان الزوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار مدخولہ ہی
یا نہو اسیطرح ہی کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے ہم اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب یاوتی ہڈی یا گوشت زائد کے لائق جماع کے
نہوے تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ اسکا نفقہ زوج پر نہ لواجب ہو اسکا جواب یہ ہی کہ مانع زوجہ کیطرف سے ثابت نہیں کیونکہ زوج ایسی
صورت میں تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہو سکتا ہی اور نفقہ واجب تا ہی احتباس منفعت سے مطلقا نہ بخصوص احتباس با وطی سے او معتوہۃ او کبیرۃ لا توطأ
وکذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور
اسیطرح اس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہی جو لائق خدمتگذاری یا مونست کے ہو اگر زوج اسکو اپنے گھر میں رکھے نزدیک ابو یوسف کے اور اسی قول کو پسند
کیا ہی صاحب تحفہ او رایضاح نے کذا فی البحر الرائق ولو منعت نفسہا للمہر دخل بہا اولا ولو کلہ موجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی البحر والنہر وارتضاہ
محشی الاشباہ لانہ منع بحق فیستحق النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہی اگرچہ اُسنے اپنی ذات کو روکا ہو یعنے وطی پر قادر نہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے
باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہیں اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جب زوج نے مہر موجل
کر دیا کچھ تھوڑا مہر بھی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہی چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہی اور
اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہی اسلیے کہ مہر لینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہی تو با وجود اسکے بھی نفقہ کی مستحق ہو گی بقدر حالہما بہ یفتی ویخاطب بقدر
وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ ولو موسرا وہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہی موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی
الہدایہ تو اگر زوج اور زوجہ دونوں مقدور والے ہیں تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہی اور اگر دونوں مفلس ہیں تو تنگی نفقہ کی لازم ہی اور اگر زوج کم مقدور ہی
اور زوجہ مقدور والی ہی تو زوج مخاطب ہی بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہو گا بوقت قدرت اسکو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہی اور
زوجہ محتاج ہی تو لازم نہیں زوج پر کہ کھلاوے اسکو جیسے آپ کھاتا ہی بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہی خلاصہ یہ ہی کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکسان ہو ایک صاحب مقدور ہو
اور دوسرا مفلس تو وہاں متوسط نفقہ واجب ہی یعنی مالدار عورت سے کم اور محتاج سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال زوجین
خصاف کا قول ہی اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ میں زوج کا حال معتبر ہی نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور یہی مذہب ہی امام شافعی کا ظاہر الروایۃ کی
دلیل نص قرآنی ہی کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو وہ اُسکے موافق دے ہدایہ میں قول مفتی بہ کیواسطے اس حدیث سے استدلال
کیا ہی جو صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہی کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہی مجھکو اسقدر نہیں دیتا جو مجھکو اور میرے ولد کو
کفایت کرے لیکن اگر اُسکی ناداستگی میں لے لوں تو مجھکو کفایت کر سکتا ہی حضرت نے فرمایا کہ لے لیا کر جو تجھکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے
یعنے متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث میں حضرت نے عورت کے حال کو بھی معتبر کیا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہی کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت
کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہی اُسکے مقدور سے وہ اسپر دین رہیگا جب مقدور ہو گا تب ادا کریگا ولو ہی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی نفقہ
زوجہ کا واجب ہی اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نکیا ہو اور سسرال میں استمتاع پر قادر رہا ہو اور اسی پر فتوی ہی کذا فی
البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو اور زوجہ اپنے گھر میں ہو وہ نہ آتی ہو یا سسرال میں دونوں میں خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہو گا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا طلبہا
ولم تمتنع او امتنعت للمہر او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت لنفسہا ما منعت

وعلیہ الفتوی کما حررہ فی الفتح اور اسیطرح نفقہ واجب ہے جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اُسنے آنے سے انکار نکیا ہو یا انکار کیا ہو واسطے مہر معجل لینے کے واسطے
یا بیمار ہو گئی ہو زوج کے گھر میں اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نرہی ہو تو بھی وہ مستحق ہے نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس کے اور حاصل ہونے
استیناس کے وہ اگر جماع اور حفظ بیت کے اور اسیطرح واجب ہے نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر میں پھر زوج کے گھر میں آئی یا اپنے گھر میں بیمار رہی اور زوج کو اپنے یا
آنے سے مانع نہوئی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر میں اسکو تحریر کیا ہے وفی الخانیۃ مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابیہا ان لم یمکن نقلہا
بمحفۃ ونحوہا فلہا النفقۃ والا لا کما لا یلزمہ مداواتہا اور خانیہ میں ہے کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر میں پھر زوج نے اپنے گھر میں بلایا
تو اگر ایسی بیمار ہے کہ ممکن نہو اسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری میں تو وہ نفقہ کی مستحق ہے اور اگر ڈولی میں آسکتی ہے اور نہ آوے تو اسکا نفقہ لازم نہیں چنانچہ
زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہیں اور نہ اجرت طبیب یا فصد کی واجب ہے کذا فی البحر الکبیرۃ لا نفقۃ لاحدی عشر مرتدۃ ومقبلۃ ابنہ ومعتدۃ
موت ومنکوحۃ فاسدا وعدتہ وامۃ لم تبوء وصغیرۃ لم توطأ والخارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ خلافا للشافعی زوج پر
نفقہ واجب نہیں گیارہ عورتوں کا زوجہ مرتدہ کا اور اُس عورت کا جسنے زوجہ کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہے جمیع اصول اور فروع زوج کی
تقبیل کا اور منکوحہ بنکاح فاسد کا اور منکوحہ عدت فاسد کا اور اُس لونڈی منکوحہ کا جسکے مولی نے اسکے واسطے علیحدہ مکان رہنے کو نہیں دیا اور زوجہ
صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہیں ہے نفقہ واجب نہیں اُس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت کو
شرع میں ناشزہ کہتے ہیں یہانتک کہ زوج کے گھر میں پھر آوے تو ناشزہ نہیں رہیگی اگرچہ بعد مسافرت کرجانے زوج کے گھر میں آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ انکے
نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر میں آئی تو نفقہ اسکا واجب نہوگا تاوقتیکہ زوج گھر میں آوے کذا
فی حاشیۃ المدنی عن حاشیۃ البحر للرملی نشوز لغت میں عبارت ہے ناموافقت اور نافرمانی زوجہ سے اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے خروج ناحق اور منع نفس سے
اور یہ تفسیر خصاف سے منقول ہے کذا فی البحر والقول لہا فی عدم النشوز بیمینہا وتسقط بہ المفروضۃ لا المستدانۃ فی الاصح کالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہے عدم
خروج میں ساتھ قسم کے یعنے اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہیں ہیں اور زوجہ منکر ہے نشوز کی اور سپر قسم کھاتی ہے تو زوجہ ہی کا قول معتبر
ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوجاتا ہے بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مقروضہ قول اصح میں مانند موت کے یعنے اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا ہو اور
چند ماہ اسپر گذر گئے اور اُسنے نپایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہوگیا اور اگر بسبب اجازت زوج یا بحکم قاضی اُسنے نفقہ قرض لیا ہو اور
پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حال ہے موت کا خواہ زوج مرگیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مقروضہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن الذخیرۃ قید بالخروج لانہا لو مانعتہ من الوطی لم تکن ناشزۃ اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گھر میں وطی
سے ممانعت کریگی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت کرتا ہے چنانچہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر زبردستی سے کذا فی الزیلعی وتل
الخروج الحکمی کان کان المنزل لہا فمنعتہ من الدخول علیہا فہی کالخارجۃ ما لم تکن سالتہ النقلۃ اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہے چنانچہ مکان
عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہ عورت برابر خارجہ کے ہے اُسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جب تک کہ زوجہ زوج سے نقل مکان کا سوال
کیا ہو یعنے اگر زوجہ اپنے گھر میں رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجھکو دوسرے مکان میں لیچل میں یہاں نہ رہونگی اور اگر زوج نے اسمیں توقف کیا ہو اور زوجہ نے
اُس حالت میں اپنے پاس آنے سے روکا ہو تو نفقہ اُسکا ساقط نہوگا ولو کان فیہ شبہۃ کبیت السلطان فامتنعت منہ فہی ناشزۃ لعدم اعتبار الشبہۃ فی زماننا
بخلاف ما لو خرجت من بیت الغصب او ابی الذہاب الیہ او السفر معہ او مع اجنبی بعثہ لینقلہا فلہا النفقۃ اور اگر اُس گھر میں جسمیں زوج
نقل مکان کا ارادہ کرتا ہے شبہہ ہو معلوم نہیں کہ حلال مال سے بنا ہے یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہاں جانے سے

انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہی بسبب معتبر ہونے شبہات کے ہمارے زمانہ مین یعنے پچھلا زمانہ بسبب کثرت بے دیانتی کے لائق نہین کہ شبہات سے آدمی بچے حرام
خالص سے بچنا البتہ ضرور ہی علاوہ اسکے اجتناب شبہات مستحب ہی اور اطاعت زوج فرض ہی اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے روا نہین ہی بخلاف اسکے کہ زوج کے ساتھ غصب کے
گھر مین ہی پھر معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کا ہی سو وہ وہان سے نکل گئی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی یا زوج غصب کے گھر مین تنہا ہی اور وہان زوجہ کو بلایا اور وہان
جانے سے اُسنے انکار کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر مین ساتھ لیجاوے اور اُسنے ساتھ جانے سے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہین ہی اُسکا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہی اسواسطے کہ سفر مین لیجانا بدون
مرضی زوجہ کے زوج کو جائز نہین یا زوج سفر مین ہی اور اُسنے ایک اجنبی نامحرم کو بھیجا تا کہ زوجہ کو اپنے ساتھ لے آوے اور اُسنے اُسکے ساتھ جانے سے انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ نہین اور اُسکا نفقہ
زوج پر لازم ہوا اسواسطے کہ نامحرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز نہین اور اگر سفر سے کم مدت ہی یعنے ایک منزل ہی اور محرم کے ساتھ جانے سے انکار کر گئی تو نفقہ ساقط ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسها لارضاع صبی زوجها شریف لم تخرج وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہی اگر اُسنے نوکری کر لی لڑکے کی کہ دودھ پلانے کی اور زوج
اسکا شریف ہی کہ اُسکو عار آتی ہی وہ دودھ پلانے کی نوکری ہے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر نہین نکلی بلکہ وہین بچہ وہ بلاتی ہی تو ناشزہ نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ یہ عورت
بھی ناشزہ ہی اور اسی قول کو جسکو شارح نے ضعیف کہا ہی محشی نے قوی کہا ہی اسدلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہی پھر کیونکہ وہ ننگ و عار شریف زوج کو لگاتی ہی ولو
سلمت نفسها باللیل دون النهار او عکسه فلا نفقة لنقص التسلیم قال فی المجتبی وبه عرف جواب واقعة فی زماننا بانه لو تزوج من المحترفات التی تکون بالنهار فی مصالحها
وباللیل عنده فلا نفقة لها انتهی قال فی النهر وفیه نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنے رات کو زوج کے پاس رہتی ہی اور دن کو اپنے کاروبار کو
جاتی ہی یا بالعکس اسکے یعنے دن کو زوج کے پاس رہتی ہو اور رات کو اپنی ضروریات کیواسطے جاتی ہو تو اسکا نفقہ زوج پر لازم نہین بسبب نقصان تسلیم کے اور مجتبی مین ہی کہ اس سے
معلوم ہوگیا جواب اس واقعہ کا جو ہمارے زمانہ مین پیش ہوا اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتون سے نکاح کرے جیسے کہ جنائی یا مردہ شوئیا مشاطہ جو دن کو اپنے کامون مین رہتی ہین
اور رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہین تو انکا نفقہ ازواج پر لازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق مین کہا کہ اس جواب مین اعتراض ہی اور شارح نے اعتراض کو
بیان نہین کیا حلبی محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہ ہی کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب مین معذور ہین بخلاف اُسکے جو بلا عذرات یا دن کو تسلیم نفس کرے شیخ رحمتی نے اسکا
جواب دیا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہین اسواسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہی تو وہ کسب سے منع کر سکتا ہی طحطاوی نے کہا کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور
ہونے کے بھی ساقط النفقہ ہین بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہین ہو سکتی ومحبوسة ولو ظلما الا اذا حبسها هو بدین له فلها النفقة فی الاصح جوهرة
وکذا لو قدر علی الوصول الیها فی الحبس صیرفیة محبوسہ مطلقا قیدی عورت کا نفقہ زوج پر نہین اگرچہ بظلم قید ہو اسواسطے کہ زوج کے احتباس اور قابو مین نہین
مگر جبکہ زوج ہی نے اُسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہی تو اُسکو نفقہ ملیگا قول اصح مین کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ نفقہ پاویگی
اگر زوج قیدخانہ مین اُس تک پہونچکر اُسپر قادر ہوتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے قید ہونے مین نفقہ اُسپر لازم ہی ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہوا یا حق
عورت اس تک پہونچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ قوت احتباس اور عدم تسلیم یہان عورت کیطرف سے نہین علاوہ اسکے زوج کے گھر مین موجود بھی ہی اور وہ نکل
جانے سے راضی بھی نہوگا تو فی الحقیقۃ احتباس قائم ہی لکن فی تصحیح القدوری لو حبس فی سجن السلطان فالصحیح سقوطها لیکن تصحیح قدوری مین یون ہی کہ اگر زوج
قیدخانہ سلطانی مین ہوگا تو قول صحیح یہ ہی کہ نفقہ ساقط ہی طحطاوی اور مدنی محشیون نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری مین یہ مسئلہ قاضی خان سے منقول ہی حالانکہ
فتاوی ہندی یعنی عالمگیری مین اسکے مخالف ہی تو غلط نقل مین یا صاحب تصحیح قدوری سے ہی یا صاحب نہر سے جیسا کہ شارح نے نقل کیا ہی اور صریح روایت مذہب اور قواعد مذہب کے مخالف
ہی کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہی باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ عورت کی طرف سے منع تسلیم نہین تو محبوس سلطانی مین بطریق اولی واجب ہوگا ھر فتاوی قاضی خان اور
عالمگیری کو مین نے خود دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کے مخالف ہی عبارت قاضی خان کی یہ ہی وان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فیه والصحیح انها تستحق النفقة یعنی اگر زوج
محبوس قیدخانہ سلطانی مین بظلم ہو تو اسمین فقہا کا اختلاف ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ زوجہ مستحق ہی نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری مین بھی عبارت بعینہ کو رہی والله اعلم فی البحر عن الفتاوی انه لو

حیث علیہا الفساد بحبس معہ عند لستا خرین اور بحر الرائق مین بدائع اور الفتاوی سے منقول ہے کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کی جائیگی ساتھ زوج کے
نزدیک بنا خرین کے خواہ زوجہ نے اسکو اپنے دین کے سبب سے قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہاں اجنبی مرد نہون کذا فی حاشیۃ المدنی و مریضۃ لم تزف

ای لا یمکنہا الانتقال معہ اصلا فلا نفقۃ لہا وان لم تمنع نفسہا لعدم التسلیم تقدیرا بحر اور ایسی مریضہ کا نفقہ زوج پر نہین جو بیماری کے سبب سے زوج کے گھر مین نہین
آئی یعنی ایسی بیمار ہے کہ بعد نکاح کے ہرگز نہین آسکتی زوج کے ساتھ تو اسکا نفقہ واجب نہین اگرچہ زوجہ گھر مین آنے سے انکار نکرتی ہو تو بھی نفقہ نہ واجب ہوگا
بسبب عدم تسلیم کے تقدیرا کذا فی البحر و مغصوبۃ کرہا اور ایسی زوجہ کا نفقہ زوج پر نہین جسکو زبردستی کسی نے چھین لیا ہو اور ابو یوسف کے نزدیک نفقہ مغصوبہ کا لازم
زوج پر ہو اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و حاجۃ ولو نفلا لا معہ ولو بمحرم لفوات الاحتباس
اور ایسی زوجہ کا نفقہ نہین جو حج کرنے گئی ہے اپنے زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگرچہ نفل حج ہو نفقہ ساقط ہے بسبب پائے جانے احتباس کے اور ابو یوسف کے نزدیک
اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہے حلبی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تھا کہ لو نفلا کے مقام پر لو فرضا کہتا اسواسطے کہ فرض حج کے جانے مین سقوط اور عدم سقوط
نفقہ مین اختلاف ہے اور نفل حج مین تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے ولو معہ فعلیہ نفقۃ الحضر خاصۃ لا نفقۃ السفر ولا الکراء اگرچہ زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنے کو چلی
تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہے نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا کذا فی الدر المنتقی و قد منا کذا فی الدر ثبوت المراۃ من الطحن والخبز الکائنۃ ممن لا تخدم او کان بہا علۃ فعلیہ ان
یاتیہا بطعام مہیا تو انکار کیا عورت نے چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے تو یہان غور کرنا چاہیے اگر زوجہ اُن لوگون میں سے ہے جو ایسے کام نہین کرتے یعنی شریف زادی ہو

یا کہ زوجہ ہو بیمار اور امیر زادی نہین لیکن ایسی بیماری ہے کہ اپنا کھانا پکا نہین سکتی تو زوج پر واجب ہے کہ پکا ہوا کھانا دیا کرے والا بان کانت ممن تخدم نفسہا و
تقدر علی ذلک لا یجب علیہ اور اگر زوجہ اُن عورتون میں سے ہے جو اپنا کام آپ کرتی ہون اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا ہوا
کھانا دینا واجب نہین بلکہ اسکو اناج دیدے وہ اپنے واسطے آپ پکا لیا کرے اسواسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار دیانت کے واجب ہین اگرچہ قاضی جبر نہین کر سکتا
سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہین لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اسکو دال اور سالن نہ دے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے کہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہین کہ
پکا ہوا سالن نہ دے بلکہ دودھ یا گھی دے تاکہ روٹی بخوبی کھا سکے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یجوز لہا اخذ الاجرۃ علی ذلک لوجوبہ علیہا دیانۃ ولو شریفۃ لانہ علیہ الصلوۃ

والسلام قسم الاعمال بین علی و فاطمۃ فجعل اعمال الخارج علی علی رضی اللہ عنہ والداخل علی فاطمۃ رضی اللہ عنہا مع انہا سیدۃ نساء العالمین اور جائز نہین
زوجہ کو اجرت لینا اوپر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان اعمال کے اوپر اسکے باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اسواسطے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور فاطمہ زہرا مین بانٹ دیے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا کر لانا یہ علی مرتضی کے
ذمہ پر کر دیے اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر مین جھاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ پر کر دیے حالانکہ وہ تمام عالم کی
عورتون کی سردار ہین یہان تک کہ عایشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہین اسلیے کہ جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہین جو سید الخلق ہین جبکہ ان پر جب اندر گھر کے کام سیدہ عالمیان کے ذمہ پر ہوے تو اب کون شریف زادی عذر کر سکتی ہے لیکن چونکہ بعضے علما شیعہ
اعمال خارجی اور باطنی مین گفتگو کرتے ہین کہتے ہین کہ ان کامون کو سیدہ بنا بر عادت عرب کے کرتی تھین بحکم رسالت اور یہ بھی تامل ہے کہ
کار و بار خانگی بنا بر ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تھین یا بنا بر حکم شرعی کے لہذا مجتہدین نے دیانۃ واجب کہا نہ قضاء اسواسطے کہ جنکو گھر کے کام عادت نہین ہے
انپر سخت مصیبت ہے لہذا قاضی انپر جبر نہین کر سکتا کذا فی حاشیۃ المدنی و یجب علیہ آلۃ طحن و آنیۃ شرب و طبخ ککوز و جرۃ و قدر و مغرفۃ و کذا

سائر ادوات البیت کحصیر و لبد و طنفسۃ [illegible]
اور زوج پر واجب ہین آلات پیسنے کے جیسے چکی اور سل و بٹہ اور پانی پینے اور پکانے کے برتن [illegible]

اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیاں اور چارپائیاں اور مسند اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کے بدن کی صفائی ہو اور میل چھوٹے جیسے
کنگھی اور اشنان جو ہندوستان میں گھاس ہے بال صاف ہو جاتے ہیں اس سے یا کھلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورت کی بغل گندگی
کو دور کرے اور بچہ بالوں کی جو بنیاں واجب ہیں اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحر الرائق میں ہے حاشیہ نہ میں باقی مضمون جوہرہ کا یوں منقول ہے کہ تا نہ زاد
زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہیں اسکا اختیار ہے چاہے دے چاہے نہ دے جبکے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب نہیں مگر اسقدر کہ بساند
دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب فصاد و پچھنے کی زوج پر واجب نہیں اور اتنا پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دھولے اور اپنے
بدن کا میل چھوٹا اور نہا کر اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہ ہے کہ زوج پر واجب ہے لکڑیاں جلانے کی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے
کذا فی الظہیریۃ والوقعات اور یہ جو خلاصہ میں ہے کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہیں سو ضعیف روایت ہے وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجرہا من زوجۃ او زوج ولو جاءت
بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحر الرائق میں ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اسپر ہے جسنے اسکو بلایا یا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ یا زوج نے اور اگر دائی خود
بلا درخواست آئی دونوں پر اسکی مزدوری محتمل ہے **وتفرض لها الكسوة في كل نصف حول مرة** لتجدد الحاجة حرا وبردا اور فرض ہے عورت کو پوشاک
دینا ہر نصف سال میں ایکبار یعنی سال میں دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہیں بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے میں کام نہیں
آسکتی اور جاڑے کی گرمی میں کام آتی ہے لہذا سال بھر میں دوبار پوشاک کی حاجت ہوئی ہے اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر اسنے
موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنتے رہی تو زوج پر نئی پوشاک
دینا واجب نہیں کذا فی العالمگیریہ نقلا عن الجوہرۃ **وللزوج الانفاق عليها بنفسه** ولو بعد فرض القاضي خلاصة **الا ان يظهر للقاضي عدم انفاقه**
**فيفرض** اي يقدر **لها** بطلبها مع حضرته ويامره ليعطيها ان شكت مطله ولم يكن صاحب مائدة لان لها ان تاكل من طعامه وتتخذ ثوبا من كرباسه بلا اذنه
فان لم يعط حبسه ولا تسقط عنه النفقة خلاصة وغيرها اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اسکی ضروریات کا خرید کر دینا تاکہ عورت کو
باہر نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کر دینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اسکے
قاضی نے نفقہ نہ معین کر دیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہراوے دو شرط سے ایک شرط یہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہ
بوقت حاضر ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہیں اور بعد معین کر دینے نفقہ کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تاکہ زوج عورت کو
نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستارخوان نہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دستارخوان ہے کہ بہت لوگ
اسکی کشادہ چشمی کے سبب سے اسکے دستارخوان پر کھاتے ہیں تو قاضی کو نفقہ دینے کا اسپر حکم کرنا نچاہیے اسواسطے کہ عورت کو بھی اختیار ہے کہ اسکے کھانے میں سے کھاوے اور اسکے
کپڑوں میں سے کپڑا لے لیا کرے بے اسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص بسبب اپنے جود اور سخاوت کے غیروں کو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کے نفقہ واجب میں
کیونکر کمی کریگا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اسکو قید کرے اس قید کرنے سے بھی ایام سابق کا نفقہ زوج سے ساقط نہوگا
کذا فی الخلاصہ وغیرہا **فی کل شهر** اي کل مدة تناسبه کیوم للمحترف وسنة للدهقان اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر مہینے کا نفقہ معین کرے مراد اسکی یہ ہے کہ ہر شخص
کیواسطے وہ مدت ٹھہرادے جو مناسب ہو اس شخص کے چنانچہ پیشہ ور کیواسطے ایک دن کی مدت ٹھہرادے اور زمیندار اور کاشتکار کیواسطے سال بھر کی مدت ٹھہرادے اسواسطے کہ پیشہ ور جیسے
لوہار اور بڑھئی روز مزدوری کر کے کماتے ہیں سو کھاتے ہیں تو قاضی ایسے لوگوں پر حکم کرے کہ نفقہ مفروضہ ہر روز دیا کریں اسواسطے کہ ان پیشہ وروں سے ایک مہینے کا
خرچ یکبارگی نہیں ہو سکتا بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بھر کا خرچ دے سکتا ہے اور اگر زوج سوداگر ہے یا ایسا نوکر ہے جسکو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو اسپر
مہینے بھر کا خرچ معین کرے کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے اقرار ہی لہ الدفع کل یوم کما لها الطلب کل یوم

عند السائل الیوم الآتی اور زوج کو اختیار ہے ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہے ہر روز طلب کرنے کا شام کے وقت دے اگلے دن کا نفقہ تاکہ فوراً پکا لیوے اور
پکا لے حاصل یہ ہے کہ مہینا اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہیں کہ اسکا ترک جائز نہو بلکہ بنا بر تخفیف زوجین کے ہے اور اگر وہ راضی ہوں کہ ہر روز دیا لیا کریں
تو بھی جائز ہے ولہذا اخذ کفیل بنفقة شہر فاکثر جاز من غیبتہ عند الثانی و بہ یفتی فتح وقس سائر الدیون علیہ و بہ افتی بعضہم جواہر الفتاوی من کفالۃ الباب الاول
اور زوجہ کو جائز ہے مہینہ بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہو جانے زوج کے یعنے اگر زوجہ ڈرتی ہے کہ زوج کہیں چلا جاویگا اور وہ زوج سے مہینہ یا سال کے
نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ بجبر اُس سے ضامن لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی دیون کو
قیاس کر تو جس دین پر غائب ہونے کا خوف ہو تو اُس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضے فقہا نے فتویٰ دیا ہے چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالة کے پہلے باب میں
یہ مذکور ہے فتح القدیر میں ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا تابقائے نکاح ضامن طلب کرے تو صحیح ہے ولو کفل لہا کل شہر کذا ابدا
وقع علی الابد وکذا لو لم یقل ابدا عند الثانی و بہ یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہو زوج کا یعنے ہر مہینہ میں مقدار نفقہ تا ابد ہمیشہ دیا کریگا زوج کو تو یہ ضمانت دائمی ہوگی ابد
لفظ کے اور اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کے اگر ہمیشہ کا لفظ نہ کہا یعنے فقط اسقدر کہا کہ میں ہر مہینے میں اتنا دیا کرونگا زوج
کیطرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی البحر الرائق و فیہ علیہا دین لزوجہا لم یلتقیا قصاصا الا برضاہ لسقوطہ بالموت بخلاف سائر الدین
اور بحر الرائق میں ہے عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کر دے اور زوج کا دین تھا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم بالکل مجرا ہونگے بدون رضامندی
زوجہ یعنے اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو میرے دین میں حساب کر لو تو البتہ برابر ہو جاوینگے اور بدون رضامندی زوجہ کے نفقہ اُسکے دین میں مجرا ہوگا اسواسطے کہ
نفقہ دین ضعیف ہے کہ موت سے ساقط ہو جاتا ہے بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ باہم حساب میں مجرا ہو جاتے ہیں خواہ
دونوں شخص باہم مجرا دیں یا نہ دیں کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر وفیہ اجرت دارا مسکنا لزوجہا وسکنا ان فیہا لا اجر علیہ اور بحر الرائق میں ہے کہ زوجہ نے
کرایہ پر دیا اپنا گھر زوج کو اور وہ دونوں اسمیں رہتے ہیں تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہوگا ھ لیکن شارح نے اجارہ فاسدہ کے فروع میں حاشیہ اشباہ سے نقل کیا ہے کہ
فتویٰ اس روایت کے مخالف ہے یعنی زوج پر کرایہ اُس صورت میں واجب ہے چنانچہ وہاں معلوم ہوگا ولو دخل بہا فی منزل کانت فیہ باجر فطولبت بعد سنة
فقالت لہ اخبرتک بان المنزل بالکراء فعلیک الاجر فہو علیہا لانہا العاقدة بزازیة اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ سے اُس گھر میں جسمیں وہ بکرایہ رہتی تھی پھر
عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے سو اُسنے زوج سے کہا کہ میں تجھکو خبر دے چکی ہوں کہ یہ مکان کرایہ کا ہے اور کرایہ تیرے ذمہ ہے تو زوج پر
کرایہ لازم نہوگا زوجہ ہی پر لازم ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہے نہ زوج کذا فی البزازیة ومفہوم تعلیلہا انہا لو سکنت بغیر اجارة فی وقف او مال یتیم
او معد للاستغلال فالاجرة علیہ فلیحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونے کا یہ ہے کہ بدون اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم میں یا اس مکان میں جو غلہ
رکھنے کیواسطے تیار ہوا زوجہ رہے تو اُسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہیں کیا اور سکنی زوجہ کا زوج پر لازم ہے لہذا زوج کو
اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و یقدرہا بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراہم ودنانیر کما فی الاختیار وغرر المصنف شرح مجمع
للمصنف اور قاضی ٹھہرا دے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا درہم اور دنانیر سے کذا فی الاختیار شرح المختار
اور مصنف نے اپنی شرح میں اسی عدم تقدیر کو ماتن کی شرح مجمع کیطرف منسوب کیا ہے لکن فی البحر عن المحیط و المجتبی ان شاء القاضی فرضہا اصنافا
او قومہا بالدراہم ثم یقدر بالدراہم لیکن بحر الرائق میں محیط پھر مجتبی سے منقول ہے کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کو قسم قسم مقرر کرے مثلاً گیہوں اتنے اور گوشت
اتنا اور گھی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المناسب یا تمام ماکولات کی قیمت ٹھہرا دے دراہم سے پھر مجموعہ کا اندازہ درہم
کرے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے وفیہ لو قترت علی نفسہا فللزوج ان یرفعہا للقاضی لتاکل ما فرض

لها خوفا عليها من الهزال فانه يفره كما لو ان يرفعها للقاضي للبس الثوب لان الزينة حقه اور بحر الرائق مین یہ ہی جبکہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین
کر دیا پھر اگر زوجہ اپنی ذات پرستی کرے اور جمع کرنے کی طمع سے کم کھاوے تو زوج کو جائز ہی کہ اسکی نالش قاضی کے پاس کرے تا کہ وہ اچھی طرح
کھایا کرے اسمین سے جو اسکے لیے مقرر ہو گیا ہی مبادا کہ نہایت ضعیف اور دبلی ہو جاوے اسواسطے کہ لاغری زوجہ کی زوج کیواسطے مضر ہی کہ لائق رغبت نہین رہتی
کے نہین پہنتی چنانچہ جائز ہی زوج کو کہ اسکی نالش قاضی کے پاس پوشاک کیواسطے کرے کہ کیون پوشاک نہین پہنتی اور کیون میلی کچیلی رہتی ہی اسواسطے کہ زینت
کرنا زوج کا حق ہی جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کیواسطے لازم ہی ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے لازم ہی یعنی حجامت بنوانا اور مونچھ
کترونا اور بیچ زہار کا مونڈنا اور غسل کرنا اور موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہی اسواسطے کہ جب عورت یا مرد بے سلیقگی سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کو
خواہ مخواہ نفرت آویگی تو غیرون کی طرف نظر جانے لگیگی پھر وہ فساد ہوگا کہ خدا پناہ دیوے چنانچہ بنی اسرائیل مین مردون کے زینت ترک کرنے سے انواع زنا
در پیش ہوئی بلکہ عورت کے حقوق سے یہ بھی ہی کہ مرد سرعت انزال سے آپ کو بچاوے اور اسکا خیال رکھے کہ عورت کو اکثر بعد انزال ہوتا ہی عبداللہ بن عباس
سے مروی ہی کہ مجھکو سر لگانا زوجہ کا پسند آتا ہی جیسا کہ اپنا سر لگانا پسند آتا ہی اور یہ مطلب اس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہین جو حق تعالی نے فرمایا کہ لهن مثل
الذي عليهن بالمعروف کہ عورتون کا حق مردون پر ویسا ہی جیسا کہ مردون کا حق عورتون پر ہی بطریق مشروع کذا فی حاشیة الطحطاوی وتزاد في الشتاء جبة وسراويل
اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما مین جبہ و پاجامہ یہ ان عورتون کے حق مین ہی جو فقط قمیص مین گذران کرتی ہین جیسے عرب کی گنوار عورتین جنکو بدوی کہتے ہین
اور جنکو مدام پاجامہ کی عادت ہی چنانچہ شرفاے ہند مین تو انکو سرما اور گرما مین پاجامہ دینا لازم ہی اور ظہیریہ مین منقول ہی کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال بھر کی
بیان کی ہی کہ دو درع اور دو خمار اور ایک ملحفہ درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہی بعضے کہتے ہین … چادر ہی جس سے
تمام بدن لپیٹکر عورت باہر نکلتی ہی اور بعضون کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجاے درع کے قمیص کو ذکر کیا ہی درع اور قمیص حقیقت مین ایک ہی چیز کا نام ہی فرق اتنا
کہ درع وہ ہی جسکا چاک سینہ کی طرف ہو اور قمیص جسکا … مونڈھون کی طرف ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر اور فتاوی عالمگیری مین ینابیع سے منقول ہی کہ لباس عورت کا
ہر دیار و شہر کے موافق دستور کے جیسا کہ عورت کیواسطے مناسب ہو باعتبار عادت گرمی و جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کے مختلف ہی تو ہر ملک مین ویسا ہی کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ
وہ لباس ایسا ہو جس سے بدن چھپائے نہ لباس شیطانی جو لکھنؤ وغیرہ مین بالفعل رائج ہی کہ سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہی حق تعالی انکو حیا نصیب کرے ويدفع بما ذكر …
اور یہ لباس زیادہ کرنا چاہیے سرما اور گرما مین جس سے گرمی اور جاڑا دور ہو ولحافا وفراشا وحدها لانها ربما تعتزل عنه ايام حيضها ومرضها زیادہ دیا جاوے
لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سوا اس لحاف اور توشک کے جسمین زوج اور زوجہ ملکر لیٹتے ہین علیحدہ اسواسطے دیا جاوے کہ گاہے عورت جدا رہتی ہی زوج سے حیض کے ایام
یا بیماری کے دنون مین صحیح حدیث مین وارد ہی کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی فضول …
اُن قسمون کو قاضی مقرر کر دے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اسواسطے کہ یہ حق ہو چکا … اسکی نالش … حاکم پر ٹھہرا دینا لازم ہی نہین
ويختلف ذلك يسارا واعسارا وحالا وبلدا اختیار اور مختلف ہوتی ہی یہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور بنا بر موسم اور ملک کے کذا
في الاختيار تو مقدور والے پر اسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہی اور مفلس پر اسکے موافق اور گرمی مین گرمی کے موافق اور سردی مین اسکے موافق جیسے
ہر ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو وليس عليه خفها بل خف امتها يجب اور واجب نہین مرد پر موزہ دینا عورت کا بلکہ اسکی لونڈی کا موزہ
واجب ہی اسواسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہی نہ زوجہ کذا فی المجتبی اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیة المدنی وفی البحر واستفيد من هذا انه لو كان
لها امتعة من فرش ونحوها لا يسقط عن الزوج ذلك بل يجب عليه … ولا يضيقها جبرا عليها وذلك حرام لمنع كسوتها انتهى
اور بحر الرائق مین ہی کہ مستفاد ہوا اس سے یعنی وجوب لباس اور فرش سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان اور اسباب ہو از قسم فرش و ظروف

کہ تو کبھی زوج سے اُسکا دینا ساقط نہو گا بلکہ واجب ہوگا اُسپر اور مقرر دیکھا ہی ہمنے بعضے مردون کو کہ عورتکے فرش اور ظروف پر حکومت کرتے ہین
اپنے واسطے اور اپنے مہمانون کیواسطے عورت پر ظلم کرکے اور حالانکہ یہ مروتی بیگانے مال پر حرام ہی جیسے اُسکی پوشاک دینا حرام ہی انتہی کلامہ لکن قدمنا فی

عدۃ عن المبتغی الزفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد الا اذا سکت انتہی وعلیہ فلو زفت الیہ لا یحرم علیہ الانتفاع بجہازہا عرفنا یلتزمون کثرۃ المہر
لکثرۃ الجہاز وقلتہ لقلتہ ولاشک ان المعروف کالمشروط فینبغی العمل بما مر کذا فی النہر شارح کہتا ہی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین باب المہر مین بحر الرائق سے بروایت
مبتغی کہ اگر بدون جہیز پہونچائی جائے زوج کے پاس یعنی بدون اُسقدر جہیز کے جو اُسکے مناسب حال ہو تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہونچتا ہی مگر اُس
صورت مین مطالبہ نہین جبکہ زوج چند مدت چپکا رہے تو اس تقریر پر یعنی حسب زوج کو نقد کا مطالبہ نہوا تو اگر جہیز مین کے ساتھ فرش اور ظروف آئے تو
زوج پر اُنسے منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہو گا اسواسطے کہ ہمارے عرف اور رواج مین یعنی مصر مین کثرت مہر التزام کرتے ہین واسطے زیادتی جہیز کے اور قلت
التزام کرتے ہین واسطے قلت جہیز کے اور بلا شک جو چیز کہ مروج اور معروف ہی وہ مشروط کے برابر ہی تو لائق ہی عمل کرنے کے جو ذکر ہو چکا یعنی عورت کے جہیز کا استعمال
مرد پر حرام نہین کذا فی النہر الفائق ہم صاحب نہر کے کلام پر محشی نے بہت گفتگو کی ہی اور ذکر کرنا اسکا بتفصیل طوالت کلام کا موجب ہی خلاصہ یہ ہی کہ جہان
بالیقین اسکا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینے کیواسطے کچھ دیتے ہون مثلاً مہر ہان کا سو درم ہوا اور زوج نے دو سو درم دیے سو کا مہر اور سو کا جہیز اور زوجہ کے
باپ نے موافق سو درم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدون خوامندی زوجہ کے بھی جائز ہی اور اگر باپ اُسکا جہیز نہ دے یا سو درم سے کم دے تو البتہ اس
صورت مین زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہونچتا ہی اور اگر اسطرح کا معمول و رواج نہو تو جہیز کے اسباب کا اپنے صرف مین لانا زوج کو جائز نہین ہی ولو شئی زوجہ کے اسواسطے
کہ مالک جہیز کی زوجہ ہی نہ زوج ہان وہ البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار رکھتی ہی اگر وہ مہر چکا ہو زوج سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ عن قضاء البحر تقدیر القاضی للنفقۃ

حکم منہ قلت نعم لان طلب التقدیر بشرطہ دعوی فلا تسقط بمضی المدۃ اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضا سے منقول ہی کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کا حکم ہی یا
یا نہین مین کہتا ہون کہ ہان تقدیر قاضی کی حکم ہی اسواسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اُسکی شرط کے موافق یعنی زوج کے حضور مین یہ دعوی ہی اور بعد دعوی کے مقرر کر دینا قاضی کا اُسکا
نام حکم ہی پھر جب یہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہوگا مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دیگا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہوگا بلکہ ایام گذشتہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لہا
کل یوم او کل شہر ہل یکون قضاء ما دام النکاح قلت نعم الا لمانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح ماضی ومن شہر مستقبل اور جبکہ بتقدیر قاضی نفقہ معین ہو گیا
عورت کیواسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہ حکم قضا بقاے نکاح تک ہوگا یا ایک دن یا ایک مہینے تک ہی کہتا ہون کہ ہان یہ حکم تا بقاے نکاح زوجین مین جاری چلا جاویگا مگر بسبب
مانع کے البتہ موقوف ہو جاویگا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاویگا باوجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ معین ہو جاتا ہی لہذا فقہانے کہا ہی
کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کرنے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین لازم سے اور دین لازم نفقہ کا بدون حکم قاضی یا بدون تراضی طرفین کے
نہین ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہی اسواسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
والنہر ومنہ لو شرط فی العقد ان النفقۃ تموین من غیر تقدیر ثم الکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعدہ ذلک طلب التقدیر حتی یہانتک کہ اگر زوج نے نکاح مین یہ
شرط کی کہ نفقہ بقدر مؤنت ہو بلا تقدیر یعنی نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسیطرح لباس مین شرط کی کہ ایک ہی لباس ہوگا گرمی اور جاڑے مین تو یہ شرط لازم
نہوگی تو عورت کو اختیار ہی کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس مین قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اسواسطے کہ یہ شرط حکم قاضی کا بدل ہی اس امر پر
شرط کی ہی کہ ہمیشہ واجب نہین ہوا اور یہ بحث ہی صاحب بحر کی روایت صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو حکم بموجب العقد مالکی یری ذلک فللحنفی تقدیرہا
لعدم الدعوی والحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہی تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہی بسبب نہ پائے
جانے دعوی اور حادثہ کے ہم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ مسئلہ صریح نہین دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا مین ابن نجیم نے لکھا ہی کہ حکم قاضی کا

مذہب کو نہیں جانتا تا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ مدعی اور مدعا علیہ میں کہ مقتضی ہے کہ پہلا حکم قاضی مالکی کے بھی حنفی کو تقدیر جائز ہو
اسواسطے کہ یہ مسئلہ اسی صورت میں مفروض ہے کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اسکی صحت کا حکم کیا تو یہاں خصم اور دعوی پہلے نہیں واقع
ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بتقدیرہا دراہم ہل للشافعی بعدہ ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات
الاحکام لا وعلیہ فینبغی لو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافہ فلیحفظ نعم لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معہ تموینا بطل الفرض السابق لرضاہا بذلک
باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے یعنی طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی قاضی کو بعد اسکے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل
بقدر ضرورت کے نفقہ کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام میں کہ جائز نہیں اور بنا بر اسی حکم جواز کے اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی
تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اسکے مخالف جائز نہیں ہے اسواسطے کہ جب حکم اول جامع شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اسکو توڑ نہیں سکتا سو اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہاں اگر زوج اور زوجہ دونوں بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہو گئے کہ زوجہ زوج کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھاوے تو باطل ہو جاویگی تقدیر سابق یعنی
جو قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اسکا حکم موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ زوجہ اسی پر راضی ہو گئی وہ مثل مشہور یہاں صادق آئی کہ جورو خصم راضی تو کیا کریگا قاضی
لیکن اگر بعد اسکے پھر راضی نہوگی زوج کے ساتھ کھانے سے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المجتبیٰ قدر کسوتہا
دراہم ورضیت فہل لہا ان ترجع وتطالب بہ ثم انشا اجاب نعم اور سوال کیا گیا ہے کہ عورت کی پوشاک میں درہم مقرر ہو گئے اور وہ راضی ہو گئی اور موافق اسکے
قاضی کا حکم بھی ہو گیا تو اب عورت کو اس سے پھر جانا اور پوشاک میں کپڑا طلب کرنا درست ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں درست ہے وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی
باخری بخلاف اسراف وسرقۃ وہلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملتہ معہا اخری فیفرض اخری اور فقہا نے کہا ہے کہ جتنا
بچ رہیگا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہے تو اسکو اور نفقہ قاضی دلادیگا یعنی مثلاً قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کر دیا یا زوج نے
اپنی خوشی دس درم مہینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم میں رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اسکی مالک عورت ہے ماہ شوال میں یہ درم باقیماندہ
مجرا نہونگے بلکہ ماہ شوال میں اور دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس کے جسکے یعنی اگر عورت نے
فضول خرچ کیا کہ مثلاً مہینے بھر کے خرچ کو دس دن میں اٹھا ڈالا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہوگا اور اگر قریب محرم کا
نفقہ بچ رہیگا تو مدت آیندہ میں مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہوگا اور اسیطرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلادی اور چار پانچ مہینے میں
کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلاویگا مگر جبکہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت ازواج کے باحتیاط استعمال ہوئی
اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہو گئی تو اس صورت میں دوسری پوشاک دلائی جاویگی یا عورت نے اس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونوں پوشاکیں
سال کے اندر ہی پارہ پارہ ہو گئیں تو اسکے واسطے دوسری پوشاک مقرر کیجاویگی اسواسطے کہ ان دونوں صورتوں میں تجویز قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی کہ اتنی پوشاک اتنی مدت میں عورت
کیواسطے کافی نہتھی تو اسکو دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب لخادمہا المملوک لہا علی الظاہر ملکا تاما ولا شغل لہ غیر خدمتہا بالفعل فلو لم یکن فی ملکہا
او لم یخدمہا لا نفقۃ لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب ہے ظاہر الروایۃ میں زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہو خادم کو سوا اسکی خدمت کے
تو اگر خادم مملوک نہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نکرتا ہو تو وہ نفقہ نپاویگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہے پھر جب خدمت نہیں تو نفقہ بھی نہیں ہے اور اگر زوجہ کا
خادم مکاتب ہو تو بھی اسکا نفقہ نہیں ہے اسواسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہیں ہوتی لو جاءہا بخادم لم یقبل منہ الا برضاہا فلا یملک اخراج خادمہا بل یلزمہ نفقتہ بحسب حالہا
الجوہرۃ ولا المدۃ جوہرۃ لعدم ملکہا اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم نہ مقبول ہوگا بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہوگا زوجہ کا
خادم نکالنے پر بلکہ جو خادم کہ ایک سے زیادہ ہو اسکے لینے پر زوج کو اختیار رہیگا کذا فی البحر سیجیء لا ولاد زوجہ کے خادم کا نفقہ دینا ہوگا اگر زوجہ ہو نہ لونڈی کذا فی الجوہرۃ بسبب عدم

ملکیت لونڈی کے موسر الاستعار فی الاصح والقول لہ فی الاعسار لو برہنا بینہما اولی خانیہ دیکھے خادم کا نفقہ اس وقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس
قول اصح میں اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس میں اور اگر دونوں گواہ گذرانیں زوجہ کے گواہ ہوں جسے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہ ہوں اسکے افلاس
ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتبار کے ہونگے کذا فی الخانیۃ لو لہ اولاد لا یکفیہ خادم واحد فرض علیہ لمحا لہ من الاکثر اتفاقا فتح اور اگر زوج کے
چند لڑکے ہوں جنکو ایک خادم کفایت نکرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاویگا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر عن الثانی فی منیۃ وزفت
الیہ بخدم کثیر استحقت نفقۃ الجمیع ذکرہ المصنف ثم قال فی البحر عن الغایۃ وبہ نأخذ قال فی المجتبی ویفرض علیہ نفقۃ خادمہا وان کانت من الاشراف فرض نفقۃ
خادمین وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت دار الزوج پہونچائی گئی زوج کے پاس بہت خادموں کے ساتھ تو سب خادموں کے نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس
روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا اور بحر الرائق میں غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں کہا صاحب مجتبی نے اور سراجیہ میں ہے کہ زوج
نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجملہ اشراف ہے تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ میں نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی
ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہیں کہ اسکے واسطے خادم نوکر رکھے بلکہ بازار سے سودا خرید کر لادینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی ناقلا عن السراجیۃ ولا یفرق بینہما بعجزہ عنہا بانواعہا الثلثۃ ولا بعدم ایفائہ لو غائبا حقہا ولو موسرا اور نہ جدائی کیجاویگی دونوں میں بسبب عاجز
ہونے زوج کے تینوں قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور سکنی سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اسکے عدم ایفاے حق زوجہ اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر میں ہو
اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور کے تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہیں کرسکتا وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررہا بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ
نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ اذا لم یرتش الامر والمامور ہاں جائز رکھی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہونچنے عورت کے زوج کے
غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہیں ہوتا
ہاں اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی مذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کردے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ رشوت کا
حکم نافذ نہیں ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے حکم کرنا سپرد کرے تب
مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہ نفاذ حکم بھی بقول صحیح زوج حاضر کے افلاس پر ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ قبضہ گواہ گذرانے ہوں افلاس زوج غائب پر
اسواسطے کہ افلاس امر مقدور سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر اور شاید کہ بعد شہادت شاہدوں کے سفر میں زوج مالدار ہوگیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہیں
ہوسکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کردیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک وہاں جائز ہے جہاں شہود سے ثابت ہوگیا ہو سو یہاں ثابت نہیں
ہوسکتا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہوگیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والذخیرۃ وبعد الفرض یامرہا القاضی بالاستدانۃ لتحیل علیہ ان
ابی الزوج اما بدون الامر فترجع علیہا ہی علیہ ان صرحت انہا علیہ او نوت ولو انکر نیتہا فالقول لہا مجتبی اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر
حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے اُسے قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اُس سے کہدے کہ میں تجھسے بحکم قاضی قرض لیتی ہوں تو اپنا قرضہ
میرے زوج سے طلب کیجیو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے
پھر لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کردی ہو کہ میں زوج پر قرض لیتی ہوں یا اپنے دل میں اسکی نیت کرلی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یوں کہے
کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہیں کی تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا کذا فی المجتبی وتجب الاستدانۃ علی من تجب علیہ نفقتہا لولا الزوج کأخ وعم و
الاخ ونحوہ اذا امتنع لانہ من المعروف زیلعی والاختیار فتح اور واجب ہے قرض دینا اُسپر جسپر عورت کا اور اُسکے چھوٹے لڑکوں کا نفقہ واجب ہے اگر زوج نہوتا
بھائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاویگا بھائی اور جو اسکے مانند ہے جبکہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اسواسطے کہ یہ معروف ہے کذا فی الزیلعی

فروع میں ہم زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار میں ہے کہ اگر عورت کا زوج مفلس ہو اور اُسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہو یا بھائی مالدار ہو تو نفقہ
عورت کا زوج پر واجب ہو اور حکم کیا جاویگا عورت کے بھائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت کو اور جب اُسکے زوج کو مقدور ہو تو اُس سے اپنا قرض لے جتنا
کہ عورت کو دیا ہو اور اگر بھائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اسواسطے کہ ایسے حال میں بطور قرض دینا رائج اور مشہور ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ
قرض دینا عورت کے نفقہ کیواسطے جبکہ عورت اور اُسکا زوج مفلس ہوں واجب ہے اُس شخص پر جسپر نفقہ عورت کا واجب تھا اگر زوج عورت کا نہ تھا اور اسیطرح اگر زوج
مفلس کی اولاد صغیر ہو اور اسکو اُنکے خرچ کی طاقت نہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا اُسپر جسپر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر انکا باپ نہوتا جیسے اُنکی ماں یا بھائی اور چچا پھر جب
صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جسقدر اُنکو کھلایا پہنایا ہو اُس سے پھیرے کذا فی حاشیۃ المدنی **وقضی بنفقۃ الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تمم نفقۃ یسارہ فی المستقبل** قاضی نے
حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے کے پھر بعد اسکے مالدار ہوگیا اور عورت مفلس تھی ہی پھر جھگڑا کیا عورت نے زوج سے نفقہ میں تو پورا کریگا قاضی نفقہ کو موافق
مقدور زوج کے آیندہ کیواسطے نہ زمانہ گذشتہ کیواسطے اور نفقہ یسار کے پورا کرنے سے مراد یہاں نفقہ متوسط ہے اسواسطے کہ جب زوج مالدار ہوا اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو موجب قول مفتی بہ متوسط نفقہ واجب ہوگا اور
اگر مصنف یوں کہتا کہ بعد مقدور ہونیکے نفقہ متوسط واجب ہے جیسا کہ قول آیندہ میں ہے تو واضح تر ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی **وبالعکس بحسابہ لما مر** یا بالعکس یعنی زوج
اور زوجہ دونوں مالدار تھے سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کر دیا تھا پھر زوج مفلس ہو گیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنی مالدار عورت سے کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت
دیگا اور باقی اُسپر قرض رہیگا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب میں اسکا بیان گذر گیا **صالحت زوجہا علی نفقۃ کل شہر علی دراہم ثم قالت لا تکفینی زیدت** مصالحہ
کر لیا عورت نے اپنے زوج سے عوض نفقہ ہر مہینے کے چند درہم پر پھر عورت نے کہا کہ مجھکو اسقدر درم کفایت نہیں کرتے ہیں تو زیادہ کئے جاوینگے ظاہر عبارت اسپر دلالت
کرتا ہے کہ مجرد دعوی کے بدون اظہار [illegible] قاضی کے غلہ کے نرخ میں زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضی نظر کریگا سو اگر دراہم متعین ہیں تو اُسکے دعوی کو [illegible]
والا بقدر کفایت زیادہ کریگا چنانچہ فتاویٰ میں ہے کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اسقدر پر کہ اُسکو کفایت نہیں کرتا تو عورت کو اس صلح سے پھرنا اور بقدر کفایت
طلب کرنا جائز ہے اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب قاضی نے عورت کا نفقہ معین کر دیا پھر غلہ گران ہو گیا یا سستا ہو گیا تو قاضی اُسکو بدل ڈالیگا کذا فی حاشیۃ المدنی
**ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فہو لازم فلا التفات لمقالتہ بکل حال** اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پھر زوج نے کہا کہ مجھکو اسقدر درم دینے کی طاقت
نہیں تو یہ صلح لازم ہے تو کچھ التفات نکیا جاویگا اُسکے قول پر کسی حال میں اپنا مقدور ظاہر کرے یا نکرے اسواسطے کہ مصالحہ پر راضی ہونا یہ دلیل ہے کہ قادر ہے اس پر **الا اذا تغیر سعر الطعام**
**وعلم القاضی ان ما دون ذلک الصلح علیہ یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہا** نقلہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان یتعرف القاضی عن حالہ
بالسوال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جبکہ بدل جاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہو گئی ہے اُس سے کمتر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہے تو اُسوقت میں
قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کریگا نقل کیا ہے اُسکو مصنف نے اپنی شرح میں خانیہ سے اور بحر الرائق میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ مصالحہ زوج پر لازم ہے مگر یہ
کہ معلوم کرے قاضی زوج کی بیقدری لوگوں سے پوچھکر تب ٹھہراوے نفقہ کو بقدر اُسکی طاقت کے وفی الظہیریۃ صالحہا عن نفقۃ کل شہر علی مائۃ درہم والزوج
محتاج لم یلزمہ الا نفقۃ مثلہا اور ظہیریہ میں ہے کہ صلح کی زوج نے زوجہ سے ہر مہینے کے نفقہ میں سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہے تو لازم نہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل
کا یعنی عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچھ اعتبار نہوگا **والنفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضا ای اصطلاحہما علی قدر معین**
**اصنافا او دراہم فقبل ذلک لا یلزم شیء** اور نفقہ زوجہ کا دین نہیں ہے تا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضا طرفین یعنی دونوں نے مصالحہ کر لیا ہے قدر معین پر خواہ
درموں پر صلح ہو گئی ہو خواہ طعام کی قسموں پر مثلاً گیہوں و [illegible] اور [illegible] اور گذشتہ اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہوگا یعنی چند روز بدون نفقہ
گذر گئی اور پھر قاضی نے نفقہ معین کر دیا یا دونوں قدر معین پر راضی ہو گئے تو مدت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہوگا [illegible] فترجع بما انفقت من مال نفسہا
[illegible] لگا کر [illegible] زوج سے [illegible] اپنا مال خرچ کیا ہو بدون قاضی کے حکم کے [illegible] فی المدۃ [illegible]

تو لڑکا بھی مکاتب ہی ہوا اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہو یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اسکا مولے پر ہوا اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہو مولی کا ولو مکاتبین سعی لانہ ونفقتہ
علی سیدہ جوہرہ اور اگر زوج اور زوجہ دونوں مکاتب ہوں تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اسکے کسب کی ماں مالک ہوگی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہی اور نفقہ ولد کا
اسکے باپ پر ہی کذا فی الجوہرہ ہم عبارت جوہرہ کا یہ مضمون ہی کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر دونوں کے ولد پیدا
ہوا تو ولد اپنی ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون
الجوہرہ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو شرح میں ہی کہ نفقہ ولد کا اسکے باپ پر ہی سو غلط ہی اسواسطے کہ مخالف ہی جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور
فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہی کہ اگر کسی نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونوں کا نکاح کر دیا پھر لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ پر
تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ عبارت شرح کی یہاں غلط ہو گئی ہی فتدبر اخری ای لو اجتمع علیہ نفقة اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ او لم یعلم ثم علم فرضی بیع ثانیا
وکذا لو اشتراہ الثالث ولم یجز الا انہ دین حادث قالہ الکمال ابن الکمال فما فی الدرر تبعا للصدر سہو غلام خالص اپنی زوجہ کے نفقہ میں بار بار بیچا جاویگا یعنی
اگر غلام بیچ ڈالا نفقہ جمع ہوا بعد خرید کرنے اس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اسکو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنے کے بعد اسنے جانا اور راضی ہو گیا یعنی نقصان جانکر
رد بیع نہ کیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسیطرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہ حال جانکر یا بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا و
وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچویں بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہی یعنی روز بروز پیدا ہوا جاتا ہی تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اسکے دینے سے عاجز ہوگا تو اتنی بار
ادائے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے مثلا مہر وغیرہ دیون میں ایکبار غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسیطرح ذکر کیا ہی
کمال الدین نے فتح القدیر میں اور ابن کمال نے ایضاح میں اور اصلاح میں سو جو کہ درر و غرر میں باتباع صدر الشریعۃ مذکور ہی سو سہو اور غلط ہی شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ
کے کلام کا حاصل یہ ہی کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اسکا نفقہ غلام پر مقرر کر دیا اسپر ہزار درم جمع ہو گئے اور پانسو درم پر غلام
بیچا گیا اور یہی اسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ پھر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہی تو دوسری بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا
اور کسی سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہی اور یہی عبارت بعینہ درر و غرر میں ہی تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ بیع ثانی
غلام کی واسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی اور کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہی اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہی کہ دین نفقہ میں جو غلام بار بار بیچا جاتا ہی سو اسکی علت
یہ ہی کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہی مشتری کے پاس سو اگر باقی درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو انکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اسکا ادا کرنا اسواسطے
تا زمان عتق مطلق کیا جاویگا کذا فی منح الغفار و حاشیۃ المدنی وتسقط بموتہ وقتلہ فی الاصح اور ساقط ہو جاتا ہی نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول اصح میں
ویباع فی دین غیرہا مرۃ لعدم التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین میں ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں ہوتا جاتا
بلکہ یکبارگی ہوتا ہی تو اسکے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی ویسعی فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ وافادہ ان لہا استسعاءہ ولو لنفقۃ کل یوم بحر اور آویگا احکام عبد ماذون میں
کہ صاحبان دین کو کسب غلام کا حق ہی اور اسکی اجرت لینا درست ہی اپنے دین میں تو اس سے استفادہ ہوا کہ زوجہ بھی اس سے محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کروا سکتی ہی اگرچہ
ہر دن کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہی قال المصنف وکفنہا ینبغی علی قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتہا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کے کفن کیواسطے
بیچا جاویگا بنا بر قول امام ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہی یا نہیں جواب یہ ہی کہ ہاں کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہی ہم یہ جواب اپنے مذہب سے نہیں بلکہ ابی یوسف
کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہی صاحب نہر نے استخراج کیا ہی اور صاحب بحر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ ولو مدبرۃ
او ام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ یا ام ولد ہو نہیں واجب
ہوتا ہی زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اسکو سپرد کر دے مالک اور اس سے خدمت نہ لے تو اگر مالک لونڈی کو اپنے کار بار میں رکھیگا تو زوج

نفقہ نہ واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنے اُسکے نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہیں اور اگر مولی دن بھر لونڈی سے خدمت لے اور رات کو زوج کے
پاس بھیجے تو نفقہ زوج پر لازم رہیگا اور اگر رات کو لونڈی مولی کی خدمت میں رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دن کا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
فلو استخدمها المولی واهله بعد ما بوأها بعد الطلاق او الاجل انقضت العدة لا قبله ای لم یکن بوأها قبل الطلاق سقطت کناشزة نشزت فطلقت
ناشزہ سو اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگوں نے یا علیحدہ مکان دیا اسکو بعد طلاق کے واسطے انقضائے عدت کے قبل اسکے یعنی قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اسکو
دیا تھا تو ساقط ہوگا نفقہ زوج سے بلکہ ادیب ہی ہوگا نہ مکان دینے سے بخلاف حرہ کے جو زوج کے گھر سے نکل گئی پھر وہ مطلقہ ہوئی پھر زوج کے گھر میں پلٹ آئی واسطے
عدت کے تو اسکا نفقہ واجب ہوگا زوج پر کذا فی البحر سمجھنا وفرض النفقة قبل التبوئة باطل ونفقات الزوجات المختلفة بحالها اور بحر الرائق میں بنا بر بحث کے بھی لونڈی
منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل تفویض زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہیں مناسب حال کے جیسے بنا بر قول مفتی بہ کے یعنے اگر مثلاً زوج غنی کی زوجہ
میں ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجہ غنیہ کا نفقہ بکشایش ہوگا موافق بقدر وسعت کے اور زوجہ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور اگر زوج فقیر ہو تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہوگا
اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے وکذا تجب لها السکنی فی بیت خال عن اهله سوی طفله الذی لا یفهم الجماع وامته وام ولده واهلها ولو ولدها من غیره بقدر حالهما
کطعام وکسوة اور جسطرح طعام اور لباس دینا زوج پر واجب ہے اسیطرح سکنی بھی واجب ہے یعنی زوجہ کے رہنے کو ایک ایسی کوٹھری دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے لوگوں سے یعنے
اسمیں زوج کی ماں بہن یا بھائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہیں جانتا اور زوج کی لونڈی و ام ولد کے سوا اسواسطے کہ انکا رہنا کچھ حرج کا موجب نہیں
اسواسطے کہ نا فہم طفل سے شرم نہیں آتی اور لونڈی و ام ولد کا ہمیشہ رہنا صحبت کے وقت جتنا رہے کام ہو اور جیسا کہ مکان زوجہ کا زوج کے لوگوں سے خالی چاہیے ویسے ہی زوجہ کے لوگوں سے
بھی خالی چاہیے اگرچہ زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام و لباس کے اسواسطے کہ مکان بالکل ایک برابر نہیں محتاج کے مکان سے
وبیت منفرد من دار له غلق زاد فی الاختیار والعینی ومرافق ومفاده لزوم کنیف ومطبخ وینبغی الافتاء به بحر کفاها لحصول المقصود هدایة اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گھر میں سے ایک
کوٹھری قفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز میں کوٹھری مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھری کے ساتھ ضرورت مکان بھی جدا لازم ہیں جسکا مستفاد یہ ہوا کہ لازم ہے
پاخانہ اور باورچیخانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہے کذا فی البحر الرائق اور ہدایہ میں ہے کہ کوٹھری مقفل عورت کو کافی ہے اسواسطے کہ حصول مقصود کے واسطے یہی کافی ہے
بلا خلل حاصل ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہدایہ میں فقط کوٹھری مقفل کو کافی کہا ہے مرافق بند کو نہیں کیا اور صاحب بحر نے بروایت اختیار اور عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے
اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹھری کامل المرافق لازم ہے اور شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ دینا علیحدہ لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ جس میں مرد آتے جاتے ہوں
خالی مضرت سے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ہم سے ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان قفل کنجی والا مرد پر دینا واجب ہے لیکن یہ جو ہندوستان میں اعلی نجیبوں میں رسم ہے
کہ زوجہ کے واسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہیں کرتے خصوصاً جسکے گھر میں فقط ایک دالان یا ایک چھپر ہو اسمیں سب گھر کے لوگ رہتے ہیں اور دالان یا چھپر میں ایک کپڑے کا
پردہ زوج اور زوجہ کے واسطے کر دیتے ہیں یہ رسم مخالف ہے شرع شریف کے اور اسمیں صریحاً زوجہ کی حق تلفی ہے اور صاف بیحیائی ہے کہ بسبب تجاوز مکانی کے زوجین کی
حرکات سے خبردار ہونا متصور نہیں تو اسکو ہلکا نہ سمجھنا چاہیے علیحدہ مکان مقفل کا اہتمام بضرور لازم ہے وفی البحر عن الخانیة یشترط ان لا یکون فی الدار احد
من احماء الزوج یؤذیها اور بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہ ہے کہ گھر میں کوئی زوج کے اقربا سے نہ ہو جو زوجہ کو ایذا اور تکلیف دیتا ہو
عربی میں احماء انکو کہتے ہیں جو زوجہ کے رشتہ دار ہوں جانب زوج سے جیسے عورت کا سسر یا جیٹھ یا دیور لیکن بزازیہ میں تصریح ہے کہ جب ایک گھر میں کئی مکانات متعدد ہوں
اور زوجہ کو ایک کوٹھری مقفل علیحدہ ملگئی ہو تو سسر اور دیور کا گھر میں رہنا درست ہے اور زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہیں پہونچتا کذا فی منح الغفار ونقل
عن الملتقط کفایته مع الاحماء لا مع الضرائر فلکل منهن بیت من دار علی حدة اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرتا ہے گھر کا
باوجود رشتہ داروں کے ساتھ سوتوں کے تو دونوں زوجہ میں سے ہر ایک کو ایک ایک کوٹھری کا علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہونچتا ہے اسواسطے کہ جسقدر رغبت کو ... پاس ...

فرضها

ہوتی ہو اتنی سیسرا دیوار سے نہیں ہوتی ہم عمل کخصوص ہندوستان کی عورتین کہ سوتے نہایت سخ مین ہوتی ہین بثبات رواج کے تو ہندوستان مین دو یا تین
یا چار سوتون کو ایک گھر مین رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہو ولا یلزم اسکانہا بمونسۃ ویؤمر الزوج باسکانہا بین الصالحین
بحیث لا تستوحش سراجیۃ اور وجوب نہین زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت کا رکھنا جو اسکا دل لگایا کرے اور زوج پر دار القضا سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیکبخت
ہمسایہ مین ایسی جگہ جہان وہ نہ گھبرائے اور اسکو وحشت نہو کذا فی السراجیۃ ہم یہان سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ او نہ وہ فتاوی کی سراجیہ کہ مشہور ہو
کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیون کے ایسے گھر قریب ہون کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو انکو پکار سکے یا تنہائی کیوقت ہمسائی عورتون سے کلام
کر سکے تو ایسے مکانات بلند کہ پاس رہنا جہان پکارنے سے آواز نہ جا سکے کافی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ ان البیت بلا جیران لیس مسکنا شرعیا بحر اور سراجیہ
کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گرد پیش پڑوسی لوگ نہون وہ مکان مسکن شرعی نہیں اسپیطرح کہ اسمین عورت کو امن نہیں کذا فی البحر الرائق وفی النہر وظاہرہ وجوبہا
لو البیت خالیا عن الجیران لاسیما اذا خشیت علی عقلہا من سعتہ قلت لکن نظر فیہ الشرنبلالی بان امرہا بالا جیران لہ غیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق مین ہو کہ ظاہر
کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہو یعنے زوج پر واجب ہو کہ ایک عورت بات چیت کرنے والی زوجہ کے پاس مقرر کر دے اگر مکان خالی ہو پڑوسیون سے
مخصوصا جبکہ زوجہ ڈرے اپنے زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہو لیکن اسمین اعتراض کیا ہو شرنبلالی نے اس قول سے جو مذکور ہو چکا یعنی جس
مکان کے پڑوسی نہون وہ شرعی مکان ہی نہیں کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ پڑوسیون کا اعتبار ہو تو جہان
پڑوسی ثابت نہین تو وہان سے نقل مکان لازم ہو دوسری عورت کا مقرر کرنا مونست کیواسطے لازم نہیں ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل
جمعۃ ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا فاحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور نہ منع کرے زوج زوجہ کو
ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ مین یعنی سات دن مین ایکبار بشرطیکہ والدین اسکے پاس نہ آ سکتے ہون یہ حکم بنا بر اس روایت کے ہو جسکو اختیار مین مختار کیا ہو اور اگر
زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری ہو اور وہ اسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اسکی خبرگیری اور خدمت واجب ہو اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ زوج اسکی
خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو یہ خبرگیری واجب نہین اور عورت بقدر عصیان زوج سے ناشزہ ہوگی کہ اسکا نفقہ زوج پر واجب
نہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وغیرہما من المحارم فی کل سنۃ لہا الخروج ولہم الدخول زیلعی اور زوج منع نہ کرے زوجہ کے
والدین کو اسکے پاس آنے سے ہر ہفتہ مین ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عمہ خالہ بہن کو ہر سال مین ایکبار آنے سے منع نہ کرے تو
عورت کو انکے پاس جانا اور انکو عورت کے پاس آنا جائز ہو کذا فی الزیلعی ویمنعہم من الکینونۃ وفی نسخۃ البیتوتۃ لکن عبارۃ ملا مسکین من القرار عندہا بہ یفتی خانیۃ
اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس ٹھہرنے سے ہمیشہ کہ ٹھہرنے سے گھر زوج کو ضرر پہنچتا ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الخانیۃ اور متن کے ایک
نسخہ مین بیتوتت ہو جسکا کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہو کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنی ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار کی لفظ سے
کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا م فتاوی عالمگیری مین قاضی خان اور نہایہ شرح ہدایہ سے منقول ہو کہ فتوی اسپر ہو کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانے سے اور انکو اسکے پاس آنے سے ہر جمعہ مین ایکبار
منع کرنا جائز نہیں اور محارم کے پاس آنا جانا سال بھر مین ایکبار منعتی ہو ہان یہ البتہ زوج کو اختیار ہو کہ انکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار شرح مختار مین مصرح ہو
کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہو کہ عورت کے پاس آئین لیکن اندر اسکو دیکھین بشرطیکہ گھر مین داخل ہون زوج کو اسکا منع کرنا نہیں پہنچتا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہو اور صحیح حدیث مین
ثابت ہوا ہو کہ قاطع رحم بہشت مین نہ داخل ہوگا اور بحر الرائق مین ہو کہ موجب تحقیق صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ مین ایکبار اور محارم کے
ملنے کیواسطے سال مین ایکبار با اجازت و بلا اجازت زوج کے جائز ہو اور اس سے زیادہ والدین و محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہیں اور خلاصہ مین ہو کہ زوج کو جائز ہو
کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور انکی بیمار پرسی کو اور انکی تعزیت کو یا ان والدین مین سے فقط ایک کے ملنے کو یا ایک کی

بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتوین محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار و منعہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین کما مر
فی باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگون کے ملنے سے اور انکی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ کھانے جانے سے اجنبی لوگون سے مراد وہ لوگ ہین جو عورت کے محرم
نہین جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرم لوگون کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین مذکور ہو چکا ہم
محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہین ولیمہ مین عورت کا جانا جائز نہین اگرچہ اسکے باپ ہی کا نکاح ہو اسواسطے کہ ولیمہ مجمع سے خالی نہین اور مجمع انواع فساد محتمل ہین کذا
فی حاشیۃ المدنی و فی البحر لہ منعہا عن الغزل وکل عمل ولو تبرعا لاجنبی ولو قابلۃ او مغسلۃ لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحرالرائق مین ہو کہ زوج کو جائز ہو منع
کرنا زوجہ کے چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے زوجہ کرتی ہو یا اجنبی کیواسطے لیاریگی احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی یا مردہ شو ہو
بے اجازت زوج کے یہ کام نہین کرسکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہین بلکہ فرض کفایہ ہر عورت پر
اسواسطے زوج کا حق اسپر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اسمین زوج منع نہین کرسکتا اگر اسکے ساتھ کوئی اسکا محرم ہو اسواسطے کہ فرض عین ہر حق زوج کا مقدم
نہین ہوسکتا ہم خلاصہ مین روایت ہو کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنے فرض کی نالش کو عورت کا نکلنا جائز ہر زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہو قبل
مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنی جبتک مہر معجل کو زوجہ نہین پاتی تبتک زوجہ بے اجازت نکل سکتی ہو یا اسپر محمول ہو کہ اُس جگہ سوا اُس عورت کے کوئی دائی
جنائی یا مردہ شو نہین تو اسوقت مین اسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو اسواسطے کہ ابجنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نہ رہا بلکہ فرض عین ہوگیا اور فرض کیواسطے
نکلنا اگر عورت پردہ دار نہین تب بلا اجازت جائز ہو اور اگر پردہ دار ہو تو اسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نالش کیواسطے اُسکی طرف سے وکیل کفایت کرتا ہو کذا
فی حاشیۃ المدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ امتنع زوجہا من سوالہا اور جائز ہو زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس مین جانے دینا درست ہو مگر
زوجہ کو اسمسئلہ ضروری کے دریافت کرنے کیواسطے بلا اجازت زوج کے نکلنا درست ہو جسمسئلہ کو زوج اسکا کسی عالم سے سوال کرکے دریافت نہین کرتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کرکے
اسکو بتا دیگا تو زوجہ عورت کو نکلنا جائز نہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنے کی حاجت ضرورت ہوا اور اسنے چاہا کہ مجلس علم مین جاوے کہ مسائل وضو اور صلوٰۃ
سیکھے تو اگر زوج مسئلہ دان ہو تو اسکو بتادے اور وہان جانے سے روکے اور اگر جاہل ہو تو بہتر ہو کہ گاہے گاہے مجلس علم مین جانے دے لیکن اگر منع کریگا تو بھی درست ہو
اسلیے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنے کی اسکو ضرورت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و من الحمام الا النفساء وان جاز بلا تزین و کشف عورۃ احد
قال الباقانی وعلیہ الفتوی فلا خلاف فی منعہن للعلم بکشف بعضہن کذا فی الشرنبلالیۃ معزیا للکمال اور جائز ہو زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر نفاس والی
اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام مین جانا عورتون کا بدون آرائش اور بدون اس امر کے کہ کسیکے سامنے بدن کھل جاوے جائز ہو باقانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہو اگر
پھر سبب عدم آرائش اور عدم کشف عورت شرط ہوئی خروج کی تو اس زمانہ مین کچھ اختلاف باقی نرہا عورتون کو منع کرنے مین دخول حمام سے اسواسطے کہ یقین معلوم ہو کہ
بعضی عورتین بلکہ اکثر مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین اور اسیطرح شرنبلالیہ مین ہو بنقل کلام کمال الدین کے شیخ حمتی نے کہا اور اسیطرح عورتون کے نکلنے مین فی الحقیقۃ اختلاف
نہین اسواسطے کہ انکی عادت ہو کہ بدون آرائش و زینت کے نہین نکلتی ہین اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ہم فتح القدیر مین کمال الدین نے کہا ہو قول
یہ ہو کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہو اور قاضی خان نے کہا کہ مشروع ہو بشرط عدم کشف عورت تو فی الحقیقۃ اب کچھ اختلاف دونون قولون مین نرہا اور منع کرنا عورتون
کا متفق علیہ ہوگیا اسواسطے کہ اکثر نساء مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین حمام مین اور جو احادیث منع مین آئے ہین فقیہ کے قول کی یعنی منع دخول حمام کی انمین نفاس
والی عورت اور مریضہ کا استثنا ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث مین ثابت ہو انتہی کلامہ ثم فرض النفقۃ بانواعہا للزوجۃ الغائب بعدۃ سفر ہم فقیہ ثم
فی البحر ولو مفقودا اور مقرر کیا جاویگا تینون قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو کذا فی الفقیر
اور اسیکو بحرالرائق مین پسند کیا ہو اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہوگیا ہو یعنی زوجہ غائب کے نفقہ ٹھہرانے مین مسافت سفر شرط نہین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ عن قاضی خان

لازم ہوا اور کافر باپ پر اسکے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہے چنانچہ اسکا ذکر آویگا کذا فی البحر یہ وعدہ اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب بحر کا ہے اپنی کتاب میں شارح کا
کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا یجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا وزمن ومن یلحقہ العار بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی اور ایسے ہی
واجب ہو نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہو کمائی سے چنانچہ اپاہج یا لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہے خواہ فقیر ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور اس لڑکا نفقہ باپ پر
واجب ہے جسکو عار و ننگ لاحق ہو پیشہ وری سے مانند انبیاء کرام کے اور اس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو تحصیل علم سے فراغت نہو تی ہو پیشہ وری کے
واسطے کذا فی الزیلعی والعینی اور ہم یہ کوئی نہ سمجھے کہ اطلاق انکا اولاد کرام کو پیشہ کرنا عار ہے اسواسطے کہ صحابہ و اہل بیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ انکی عمر کی عادت کے
سبب سے لوگ شرماتے ہوں اور انکو نوکر یہ کہتے ہوں مزدوری میں لگائے ہوں چنانچہ حلوانی نے کہا ہے کہ اگر وہ لڑکا انبیاء کرام سے ہو اور لوگ انکو مزدوری میں نہ لگاتے ہوں

تو وہ عاجز ہو اسکے باپ پر نفقہ اسکا واجب ہے کذا فی العنایۃ نقلا عن الوجیز وکذا فی مجمع الفتاوی نقلا عن الخلاصۃ وافتی ابو حامد بعدمہا لطلبۃ زماننا کما بسط
فی القنیۃ وکذا قیدہ فی الخلاصۃ بذی رشد اور فتوی دیا ہے ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علموں کیواسطے بسبب فسق اور عدم دین کے
چنانچہ اسکو قنیہ میں واضح بیان کیا ہے قنیہ میں اور اسیواسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہے خلاصہ میں فیض الہمت کے ساتھ یعنی جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طلب علم میں آخرت
مطلوب ہو نہ منصب دنیاوی پایا پس اسکا نفقہ باپ پر واجب ہے ھ تھا وحی عالمگیری میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب طالب علم عاجز ہوں بسبب اشتغال علم کے کسب کرنے
سے تو انکا نفقہ انکے باپوں پر واجب ہے بشرطیکہ علوم شرعیہ میں مشغول ہوں نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ میں اور انہیں کا ارصلاح و تقوی بھی معلوم ہوتا ہو

اور اگر ایسے نہوں تو انکا نفقہ بھی واجب نہیں لا یشارک الاب فی ذلک احد فی نفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی ما لم یکن معسرا فیلحق بالمیت فتجب علی غیرہ

فلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب لا الام ہو سترۃ بحر میں مشارک ہے کوئی باپ کا اسراف میں اگرچہ باپ محتاج ہو بیٹے طفل اور بالغ عاجز اور بیٹیوں کے نفقات میں
باپ کا کوئی شریک نہیں ہے پس واجب ہے نہ اسکے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند پر ہے نہ اسکے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہے نہ غیر پر اور
اسی پر فتوی ہے بیٹے طفل وغیرہ کا نفقہ تمام و کمال باپ پر ہوتا وقتیکہ نہایت تنگدست ہو اور جب کہ تنگدست ہوگا تو وہ میت میں داخل ہے تو اس صورت میں
باپ کے سوا اس قرابت والے پر واجب ہوگا جیسے نفقہ طفل کا واجب تھا اور موت نہ باپ ہونے کے تو ایسے قریبی پر نفقہ واجب ہے وہ نہیں سکے کہ باپ سے پھیر لے

بنابر صحیح مذہب کے مگر ماں اور دادیاں و الدین نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیر لے کذا فی البحر الرائق قال علیہ فلا بد من اصلاح المتون جوہرۃ
صاحب بحر نے کہا بنابر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ یعنی جب یہ ہے صحیح یہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو قرابت والے کو
طفل کا نفقہ واجب ہے اور حالانکہ متون فقہ میں اس پر اتفاق ہے کہ ہوتے باپ کے نفقہ طفل وغیرہ میں کوئی شریک نہیں تو موجب ہے صحیح کے متون اور شروح کو
درست کرنا ضرور ہو اخیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہے کہ باپ کے ہوتے اسکی اولاد کے نفقہ میں کوئی
شریک نہیں خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگدستی میں اسکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہے جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیر لے متون اور شروح میں
اسی روایت پر اتفاق ہے اور یہی معتمد و مفتی بہ ہے اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہے وہ لائق التفات کے نہیں ہے اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے
متون ہی مخصوص ہیں شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہے صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام میں چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اسکی عادت
ہے اور زیادہ تر تعجب اسپر آتا ہے کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اسکے استاد خیر الدین رملی نے اسکے خلل پر آگاہ کر دیا ہے اور دوسرا خلل شارح کی عبارت میں
یہ ہے کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا لفظ اکثر نسخ در المختار میں موجود ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی حالانکہ
غلط ہے اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہے صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اسکا یہ مطلب خلاف متبادر کہا جاوے کہ صاحب بحر نے جوہرہ سے
یہ روایت کی ہے سو یہ بھی نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ بحر میں یہ روایت جوہرہ سے منقول نہیں محشی مدنی نے کہا کہ میں نے ایک نسخہ در المختار کا دیکھا

جسکو شیخ رحمتی نے محشی کیا تھا اُسمیں یوں عبارت تھی وفی الجوہرۃ فروع یعنی فروع مذکورہ شارح کے جوہرہ سے منقول ہیں اور یہی بلا شبہ ٹھیک ہے اور باقی نسخے
غلط ہیں فروع مسائل متفرقہ شارح کے ولو لم یقدر الا علی نفقة احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا قادر ہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی تمام مقدور رہے ماں باپ دونوں کو نفقہ
نہ دے سکتا ہو اور ایک کو دے سکتا ہو تو ماں زیادہ تر حقدار ہے اسواسطے کہ تکلیفات جسمی لڑکے کی جہت سے ماں پر زیادہ تر گذرتی ہیں اور جو تنگذاری ہیں ان میں مقدم ہے چنانچہ
تعظیم اور توقیر میں باپ مقدم ہے اور روایت ضعیفہ یہ ہے کہ باپ مقدم ہے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو له اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمها فیہما اور اگر کسی
شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دے سکتا ہو تو طفل زیادہ تر حقدار ہے اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہیں اور بعضوں نے کہا ہے اور یہ قول ضعیف ہے
کہ نفقہ کو دونوں میں تقسیم کرے وعلیہ نفقة زوجة ابیہ وام ولدہ بل علیہ تزویجه او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی زوجہ کا اور اُسکے ام ولد کا نفقہ واجب ہے بلکہ فرزند پر
باپ کا نکاح کر دینا یا تصرف کیواسطے لونڈی لے دینا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیة المدنی عن الجوہرۃ ولو له زوجات
فعلیہ نفقة واحدة یدفعها للاب لیوزعها علیہن اور اگر باپ کے چند زوجات ہوں تو فرزند پر ایک ہی زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہے ایک کا نفقہ باپ کو دیوے تاکہ باپ
وہ تقسیم کرے بقدر اُنکے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقة زوجة الابن علی ابیہ ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی میں ہے کہ نفقہ بہو کا سسر پر ہے
اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا ہو وفی الواقعات للمفتین لقدری افندی ویجبر الاب علی نفقة امرأة ابنہ الغائب وولدہ اور قدری افندی کے واقعات المفتین میں
ہے اور باپ سے زبردستی دلایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور اسکے ولد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبد القادر بن یوسف ہے چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے
خطبہ میں مذکور ہے اور یہ بزرگ بلاد روم کے مفتیوں کے رئیس تھے کذا فی حاشیة المدنی افندی ترکی زبان میں مولوی اور فاضل کو کہتے ہیں انتہی کذا الام علی نفقة الولد
لترجع بها علی الاب اور اسیطرح ماں سے زبردستی دلایا جاویگا ولد کا نفقہ تاکہ ماں اُسکے باپ سے نفقہ پھیر لے جبکہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقة الام لیرجع علی زوج امہ
اور اسیطرح ولد سے زبردستی ماں کا نفقہ دلایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پھیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہو وکذا الاخ علی نفقة اولاد اخیہ
لیرجع بها علی الاب کذا الابعد اذا غاب الاقرب انتہی اور اسیطرح بھائی سے دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ بجبر دلایا جاویگا تاکہ پھیر لے انکے باپ سے جب سفر سے آوے اور اسیطرح
ابعد سے بزور نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاویگا جبکہ اقرب غائب ہو پھر جب اقرب آوے تو ابعد نے جو خرچ کیا ہو اُسکو اُس سے پھیر لے انتہی کلام الواقعات وفی الفصولین
من الرابع والثلاثین صبی انفق علی بعض الورثة فقال انفقت بامر الوصی واقر به الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی لو بعد ما انفق یقبل قول الوصی
والا انفق ما علیہ غیرہ انتہی اور فصولین کی چونتیسویں فصل میں ہے کہ ایک مرد اجنبی نے میت کے بعضے وارثوں کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ میں نے وارثوں کو
نفقہ وصی کے کہنے سے دیا اور اُسکا وصی نے بھی اقرار کیا اور اس نفقہ دینے کا حال معلوم نہیں ہوتا بعد خرچ ہو چکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اس صورت میں قول وصی کا مقبول
ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو کہ نفقہ دیا ہے صغیر ہو انتہی کلامہ اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جسکا ادا کرنا متروکہ میت سے لازم ہو کذا فی حاشیة المدنی
وفیہا قال انفق علی او علی عیالی واولادی ففعل قیل یرجع بلا شرطہ وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلا شرطہ وکذا کل ما کان مطالبا من جہة العباد کجنایة وموٴنة
الیہ ثم ذکران الاسیر ومن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا فخلصه قیل یرجع وقیل لا فی الصحیح یفتی اور فصولین میں ہے کہ
ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو نفقہ دے یا میرے عیال اور اولاد کو نفقہ دے پھر اُسنے نفقہ دیا تو ایک قول یہ ہے کہ اس سے پھیر لے بلا شرط رجوع اور دوسرا قول یہ
کہ بدون شرط کے پھیر نہیں سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کر دیا اُسکے کہنے سے تو پھیر لیگا اگرچہ پھیر لینے کی شرط نہ کی ہو اور اسیطرح بلا شرط پھیر سکتا ہے جمیع مطالبوں میں
امر کرنیوالے پر مطالبہ جانب عباد سے چنانچہ جنایت ہو اور صرف علیہ عشر اور خراج جنایت اپنی قصور کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے کسی شخص کی انگلی کاٹ ڈالی
دیت پھر اُسپر لازم آیا اور زید نے خالد سے کہا کہ تو میری طرف سے خونبہا دیدے اور اُسنے دیدیا تو اگرچہ شرط پھیر لینے کی نہ کی ہو لیکن خالد اس سے مال پھیر لیگا اور اسیطرح اگر زید کے
امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اسکو بھی پھیر لیگا بلا شرط اور صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ جس شخص کو بادشاہ ظلم سے مال لینے کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک مرد سے کہ مجھکو

چھڑا لے یا سو مرد یا ہو لے اپنا مال یا سو اسکو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھڑا یا تو بعض نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال گھر سے پھیر لے اور بعضوں نے کہا نہیں پھیر لے بنا بر قول صحیح کے اور
اسی پر فتوی ہے یعنی پھیر لینے پر ولیس علی امہ ارضاعہ قضاء بل دیانۃ اور واجب نہیں صغیر کی ماں پر دودھ پلانا اُسکا بنا بر قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار دیانت کے
ہم ماں بسبب خوف شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلو تہی نہیں کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجھکو دودھ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اسپر جبر نہیں کر سکتا اسواسطے
کہ حق تعالی نے فرمایا لا تضار والدۃ بولدہا یعنی والدہ کو اُسکے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نہ چاہیئے تو دودھ کیواسطے جبر کرنا یقینا ضرر رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے
البتہ اسپر واجب ہے اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین یعنی مائیں دودھ پلاتی ہیں اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودھ پلانا ایسا ہے
جیسے اور گھر کے کام ہیں چنانچہ کھانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہیں نہ باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے کہ مجھسے نہیں ہو سکتا تو اسپر کوئی زبردستی
نہیں کر سکتا کہ شاید بعاجزی سے قبول کرتی ہو الا اذا تعینت فتجبر کما مر فی الحضانۃ مگر جبکہ ماں ہی متعین ہو جائے تو دودھ پلانے کیواسطے اسطرح پر کہ بچہ کسی عورت کا
دودھ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماں کے یا کوئی دائی دودھ پلانے والی نہ ملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونوں محتاج بے مال ہوں تو اسی صورت میں
ماں پر دودھ پلانا قضاء بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانۃ میں گذر چکا وکذا الظئر تجبر علی ابقاء
الاجارۃ بزازیۃ اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جائے نوکری کے باقی رکھنے پر کذا فی البزازیۃ یعنی مثلا دائی کو ایک مہینہ کیواسطے نوکر رکھا اور بعد مہینے کے اُسنے نوکری سے انکار
کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہیں ملتی یا لڑکا اُس سے نہایت ہلگیا ہے تو نوکری باقی رکھنے میں اسپر جبر کیا جائیگا تاکہ صغیر تلف نہو ویستاجر الاب من ترضعہ عندہا
لان الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ اور دودھ پلانے والی کو باپ نوکر کرے صغیر کی ماں کے پاس رکھے اسواسطے کہ حق پرورش ماں کیواسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اسکی ماں کا
باپ پر واجب ہے اور اگر صغیر کی ماں نہو تو جسکو حق حضانت پہونچتا ہے اُسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عند الام بلا شرط فی العقد اور لازم نہیں دائی کا قیام کرنا ماں
کے پاس تو کیا اسکی شرط نہ لگائی ہو عقد اجارہ میں اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماں کی جگہ میں صغیر کو اپنے گھر لیجائے یا گھر میں داخل ہو ڈیوڑھی میں دودھ پلا دیا کرے
اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کر لی ہو ماں کے پاس رہنے کی تو اس صورت میں اسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر لا استیجار الاب امہ لو منکوحۃ
ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبی نوکر نہ رکھے باپ صغیر کی ماں کو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اسکو صغیر کے مال سے نوکر رکھے اسواسطے کہ اپنے مال سے بخلاف ذخیرہ اور مجتبی کے
کہ انمیں مال صغیر سے نوکر رکھنا منکوحہ کا جائز رکھا ہے اور مجتبی بحر نے نقل کیا ہے کہ فتوی اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر سے ماں کو نوکر رکھنا دودھ پلانے کیواسطے
جائز ہے طحطاوی نے لکھا کہ ذخیرہ اور مجتبی کا قول اقوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اسکو نوکر رکھے وجاز فی
البائن فی الاصح جوہرۃ کاستیجار منکوحتہ لولدہ من غیرہا اور صغیر کی ماں کو طلاق بائن میں نوکر رکھنا جائز ہے قول اصح میں یعنی اگر صغیر کے باپ نے اسکو طلاق بائن دی
اور وہ عدت میں ہے تو اسکا نوکر رکھنا دودھ پلانے کیواسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرۃ جیسے نوکر رکھنا منکوحہ کا اس لڑکے کو دودھ پلانے کیواسطے جائز ہے جو اس منکوحہ کے سوا سے
ہے یعنی چنانچہ سوتیلا لڑکا ہو حلیمہ سے اور اسکی دوسری بی بی جو کہ زینب ہے تو اسکو نوکر رکھنا حلیمہ کے لڑکے کیواسطے درست ہے اسواسطے کہ زینب پر اسکا دودھ پلانا واجب نہیں
جو نوکر رکھنا درست ہو وہی احق بارضاع ولدہا بعد العدۃ اذا طلبت ما تطلب الاجنبیۃ ولو دون اجر المثل الا الاجنبیۃ المتبرعۃ فاحق منہا زیلعی اسکے
فی الارضاع اور ماں زیادہ حقدار ہے اپنے ولد کے دودھ پلانے کی نوکری میں بعد گذرنے عدت کے بشرطیکہ ماں زیادہ نہ مانگتی ہو اُس اجرت سے جسکو اجنبی عورت مانگتی ہے اگرچہ وہ اجرت
مثل سے کم مانگتی ہو ورنہ اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودھ پلانے والی زیادہ تر حقدار ہے دودھ پلانے میں ماں سے جو بدون اجرت کے نہیں پلاتی کذا فی شرح الزیلعی لا اجرۃ
الحضانۃ فللام کما مر اور پرورش کی اجرت تو ماں ہی پاوے گی چنانچہ باب الحضانۃ میں گذر چکا یعنی اگر باپ صغیر کے دودھ پلانے کیواسطے کسی عورت کو نوکر رکھا تو مطلقہ کا
حق پرورش ہنوز باقی ہے سو ساقط نہیں ہوگی اجرت وہی پاویگی ولا رضیع النفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہے شیر خوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط دودھ صغیر کو
کفایت نہیں کرتا بلکہ چبانے کیواسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے جیسے کھچڑی یا کچھ اور مثلا تو قاضی اسکے بھی مقرر کرے سواے اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

کذا فی حاشیۃ المدنی وللام اجرۃ الارضاع بلا عقد الا جارۃ او بطلقۃ ان کے واسطے اجرت دودھ پلانے کی ثابت ہے بدون عقد اجارہ کے یعنے جب دو سال کی مدت تک ماں صغیر کو
دودھ پلاوے گی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اسکو نوکر نہ رکھا ہو تو یہ مسئلہ مستثنی ہو اس قاعدہ کلیہ سے کہ اجرت لازم نہیں ہوتی بدون عقد کے وحکم الصلح کالاجارۃ
اور حکم صلح کا مانند حکم استیجار کے ہے یعنی صلح نوکری کے برابر ہے احکام مذکورہ میں تو اگر ماں نے باپ سے مصالحہ کر لیا ہو کہ اتنے درم ہر مہینے میں لیا کرونگی اور دودھ پلاونگی تو اگر ماں
منکوحہ یا معتدہ رجعی ہے تو صلح جائز نہیں جیسے نوکری جائز نہیں اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت میں صلح کی تو موجب ایک روایت جو ہے جائز ہے اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق
جائز ہے جیسے نوکری جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کل موضع جاز الاستیجار ووجبت النفقۃ لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانہا اجرۃ لا نفقۃ اور جس جگہ
زوجہ یعنی صغیر کی ماں کو نوکری کرنا جائز ہے اور نفقہ اسکے واسطے واجب ہو تو اسکے دودھ پلانے کی اجرت ساقط نہیں ہوتی زوج کے مرنے سے یعنی صغیر کے باپ کے مرنے سے
بلکہ ماں صغیر کی برابر ہوگی سب قرضخواہوں کے یعنے جیسے اور قرضخواہوں کو میت کے مال سے حصہ ملیگا ویسے ہی صغیر کی ماں کو بھی ملیگا اسواسطے کہ یہ اجرت ہے نہ نفقہ جو
زوج کی موت سے ساقط ہو جاتا ہے وتجب علی موسر ولو صغیرا یسار الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہے ایسے ولد پر بڑا ہو یا چھوٹا جسپر صدقہ فطر واجب ہو
بنا بر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا کہ فاضل ہو حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہو اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی مختار ہے درمختار میں ایسا ہی لکھا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور
بعضوں نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول میں نصاب زکوۃ کا مالک ہونا شرط ہے اور اجناس میں کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ورجح الزیلعی والکمال انفاق
فاضل کسبہ اور ترجیح دیا زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں نفقہ دینے اصول کو جو فاضل ہو کسب سے نہر الفائق میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو
تو وہاں امام محمد کا قول معتبر ہے یعنی جو اسکے اور اسکے عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے مثلا بیٹا ہر روز چار پیسے کماتا ہو اور چار پیسے میں اسکے عیال کا خرچ
ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہوں تو اسپر واجب ہے کہ دونوں پیسے اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول پر اعتماد کرنا واجب ہے اور یہی لائق فتوی کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
وفی الخلاصۃ المختار ان الکسوب یدخل ابویہ فی نفقتہ اور خلاصہ میں ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ بیٹا کمائی والا اپنے ماں باپ کو اپنے خرچ میں داخل اور شریک کرے خواہ
اسکی کمائی اسکے خرچ سے فاضل ہو یا نہو فتح القدیر میں ہے کہ حق تعالی نے والدین کا ذکر کے حق میں فرمایا ہے وصاحبہما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ احسان
دنیا میں بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہے وفی المجتبی للاب الفقیر ان یسرق من مال ابنہ الموسر ان ابی ولا قاضی
ثمہ ولا اثم اور مجتبی میں ہے کہ محتاج باپ کو جائز ہے اپنے مالدار بیٹے کے مال سے چوری لینا بقدر کفایت کے جس صورت میں کہ بیٹا نہ دیتا ہو اور وہاں قاضی نہو
اور اس چوری میں اسپر کچھ گناہ نہیں اور اگر وہاں قاضی ہو تو چوری کرنا درست نہیں قاضی سے التماس کرے وہ نفقہ دلا دیگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر
النفقۃ لاصولہ ولو ابا لہ ذخیرۃ الفقراء ولو قادرین علی الکسب مقدورا اور اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہے اگرچہ اصل نابینا ہو کذا فی الذخیرۃ اور اگرچہ
اصول محتاجین کسب پر قادر ہوں ہم اصول سے مراد ماں اور باپ اور دادا دادی اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اسوقت فرض ہوگا جب باپ
مر گیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اس صورت میں نواسی پر واجب ہوگا جب ماں نہو یا محتاج ہو اور اصول کے وجوب نفقہ میں عدم قدرت کسب کی شرط نہیں بلکہ
والدین اگر کسب پر قادر بھی ہوں تو بھی ولد مالدار پر انکا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ احسان اور نیکوکاری سے بعید ہے کہ باوجود قدرت کے انکو کسب کی مشقت میں ڈالنا
والقول لمنکر الیسار والبینۃ لمدعیہ اور قول معتبر ہے مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہیں مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہے اور بیٹا منکر ہو
مقدور کا تو بیٹے کا قول معتبر ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہے پھر اسکا نفقہ واجب نہیں اور باپ اپنے مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا
اور اگر ہر ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذرانے ہوں یعنی مدعی مقدور گواہوں سے ثابت کرتا ہو اور منکر بھی اسکو جو مدعی ہوگا مقدور کا اسکے گواہ مقبول ہونگے نہ منکر کے بالسویۃ
بین الابن والبنت وقیل کالارث وبہ قال الشافعی نفقہ اصول کا اولاد پر برابر واجب ہے بیٹے اور بیٹی میں کچھ فرق نہیں تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ
اسپر واجب ہے اور آدھا اسپر یہی قول حق ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر اور خلاصہ اسواسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہے سو وہ دونوں میں برابر ہے

ولزوجته ولاطفاله كما في النهر بحثا بقدر حاجتهم فرتها ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کیواسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اسکے اطفال کے نفقہ کیواسطے
کذا في البحر بحثا یعنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ شیخ رحمتی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو یعنی ان لفظوں میں یعنی باپ اپنے نفقہ اور اپنی
زوجہ اور اپنے اطفال کے نفقہ کیواسطے اسکے مال منقول کو بیچ لے ہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اسکے اطفال کا نفقہ باپ پر واجب ہے کذا في
حاشیة المدني ولا في دين له عليه سواها لمنافاته دين النفقة لسائر الديون اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے دین میں جو اسپر ہو سوا نفقہ کے بسبب منافی ہونے
دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنا دیون میں بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ بیچنا علی الغائب ہے بخلاف دین نفقہ کے کہ وہ واجب ہو چکا ہے قبل قضا کے سو قاضی کا اسمیں حکم دینا واسطے
اعانت ہے وجوب پانیکی نہ قضا على الغائب كذا في حاشية الحلبي عن البحر وضمن قضاء لا ديانة مودع الابن كمديونه لو انفق الوديعة على ابويه وزوجته واطفاله
بغير امر مالك او قاض لكان ولا فلا ضمان استحسانا تاوان دیگا قضاءً نہ دیانۃً امانت دار ولد کا چنانچہ اسکا مدیون تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرچ کریگا ولد
غائب کے ماں باپ اور زوجہ اور اطفال پر بدون حکم مالک یا قاضی کے اگر قاضی ہو اور اگر قاضی موجود نہ ہوگا اور امانت دار غائب کے عیال پر امانت کو صرف کریگا تو تاوان نہ
لازم آئیگا استحسان کی وجہ سے کہ اُسنے اہل استحقاق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد کما لا رجوع عليهم یعنی امانت دار کو پھیر لینا جائز نہیں بلکہ دینے والا کہ بعد تاوان
دینے کے امانت دار مالک ہو جاتا ہے نفقہ مدفوع کا تو اپنا مال مبتبرع کے پھیر لینا جائز نہ ہوگا كذا في حاشية المدني عن البحر وكما لو تحمل الزوج في المدفوع اليه وصل الي حقه
اور اسطرح پھیر لینا جائز نہ ہو امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اسی شخص میں جسکو اُسنے نفقہ دیا اسواسطے کہ اسکا بعینہ حق پہونچ گیا مثلاً زید نے کچھ امانت رکھی
خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مر گیا اور خالد نے وہ امانت زید کے ولد پر صرف کی اور حالانکہ سوا اُس لڑکے کے زید کا کوئی وارث نہیں تو خالد اُس امانت کو ولد سے
نہیں پھیر سکتا والابوان لو انفقا ما عندهما للغائب من ماله على انفسهما وهو من جنسه اي جنس النفقة لا يضمنان لوجوب نفقة الولاد والزوجة قبل القضاء
حتى لو ظفر بجنس حقه فله اخذه ولذا فرضت في مال الغائب بخلاف بقية الاقارب اور ماں باپ اگر خرچ کریں غائب لڑکے کے اُس مال کو جو اُنکے پاس ہو اپنے اوپر
اور حالانکہ وہ مال از قسم نفقہ ہو یعنی اناج اور کپڑا ہو تو وہ تاوان نہ دینگے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک
کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہیں پا جاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اسکو لینا اُسکا جائز ہے بلا حکم قاضی اور بدون رضائے غائب کے ولہذا مال
غائب میں حکم انکا نفقہ مفروض ہے بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ انکو غائب کے مال سے لینا جائز نہیں بدون حکم قاضی یا بلا رضائے غائب کے ولو قال الابن لنفقته
وانت موسر وكذبه الاب حكم الحال يوم الخصومة ولو برهنا فبينة الابن خلاصة اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ لینے باپ کے اور اُسنے باپ سے کہا کہ تو نے نفقہ
لیا اور حالانکہ تو صاحب مقدور و دولت تھا اور باپ نے اُسکی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنی اگر نزاع اور خصومت کے دن تمکا باپ مقدور والا
تو قول لڑکے کا مقبول ہوگا اور اگر اُس دن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں اپنے دعوی کے گواہ گذرانیں تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے
کذا في الخلاصة اسواسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہیں نفی کے قضى بنفقة غير الزوجة زاد الزيلعي والصغير ومضت مدة شهر اي شهر فاكثر سقطت
لحصول الاستغناء فيما مضى والنفقة حکم ہوگیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا
نفقہ ساقط ہوگیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ میں اسلئے کہ نفقہ واجب ہے واسطے دفع حاجت کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی
اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر کو بھی زیادہ کیا ہے ہم زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہے قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا انتہی
اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ غفلت ہے ان علماء کی کہ مقید کو مطلق بیان کیا ہے اسواسطے کہ ذخیرہ میں حاوی سے
بالتصریح ثابت ہے کہ قضائے قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اس شرط سے دین ہوتا ہے جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کیواسطے قرض لینے کا حکم کرے اور بدون
اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہیں ہوتا کذا في حاشية المدني ملخصا والا باذن الاستدانة نفقة زوجة وا [illegible]

فتصیر دینا بالقضاء اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہو جاتا ہے قاضی کے حکم سے ہر مہینے کی مدت طویل ٹھہری اور اس سے
کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی ہر مہینے میں نفقہ کا حکم دیتا ہے باعتبار عادت قضاۃ کے طول و قصر کہ جو باقی گفتگو نفقہ صغیر کی قول سابق میں ہو گذر
چکی اور یہی حق ہے واللہ اعلم الا ان تستدین بامر قاض فلو لم تستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہے مگر یہ کہ زوجہ نے یا کوئی
محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہو جاتا ہے سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلاً غیر کے صدقات سے اپنی گذران کی تو اسکو رجوع کرنے کا اختیار نہوگا بسبب
عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخیرۃ لو اکل الطفل من سوال الناس فلا رجوع للام بلکہ ذخیرہ میں ہے کہ اگر غائب کے اطفال نے لوگوں سے سوال کر کے کھایا بعد حکم نفقات
کے تو انکی ماں کو پھیر لینا نفقہ کا انکے باپ سے جائز نہیں اسواسطے کہ حاجت دفع ہو گئی و لو اعطوا شیئا و استدانت شیئا والنفقۃ مقدر لہا رجعت بما زادت خانیۃ اور اگر اطفال کو کچھ
نذرانہ بطریق سوال ملا اور کچھ نفقہ اسکی ماں نے قرض لیا بحکم قاضی یا اپنے مال سے خرچ کیا تو انکے باپ سے پھیر لے جسقدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیۃ و منقول منہا
وزاد فی البحر بحثا لکن نظر فیہ فی النہر بانہ لا اثر لانفاق بلا استدانۃ حتی لو استدان وانفق من غیرہ و فی ما استدانہ لم یسقط ایضا انتہی نفقہ محارم کا
اسوقت دین ہوتا ہے جب کہ قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق میں اس شرط انفاق کو بطور بحث کے منسوب کیا ہے
لیکن نہر الفائق میں اس شرط میں گفتگو کی ہے کہ مال مقروض سے صرف کرنے کا کچھ اثر نہیں یہاں تک کہ اگر محرم قرض لے اور غیر قرض سے صرف کرے اور اسکو
قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہوگا انتہی کلام مہشی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض وہ مال سے خالی نہیں کہ وہ محرم کا مال ہے یا کسی اجنبی کا اگر اسیکا
مال ہے تو نفقہ ساقط ہو جائیگا بسبب فقد حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہے تو وہ اسیکا نام قرض ہے تو قرض سے صرف کرنا اس پر صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نہر کا
محض بیجا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فلو مات الاب او مات من علیہ النفقۃ بعد الحکم ای الاستدانۃ المذکورۃ فہی ای النفقۃ دین ثابت فی ترکتہ فی الصحیح بحر نقل
عن الذخیرۃ تصحیح بانتفاء و نقل المصنف عن الخلاصۃ انہ لو لم ترجع حتی مات لم تاخذ من ترکتہ ہو الصحیح انتہی ملخصا فلیتامل سو اگر باپ مرگیا یا وہ شخص
مرگیا جسپر نفقہ دینا لازم ہوا بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال میں بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرۃ پھر صاحب بحر
اسکے خلاف بنا بر اسکے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ لیا جائیگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار میں خلاصہ سے نقل کیا یوں بیان
کرکے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اسکے باپ سے نہ پھیر لیا یہانتک کہ اسکا باپ مرگیا تو باپ کے مال متروکہ سے نہ لے سکیگی یہی قول صحیح ہے انتہی
قول المصنف ملخصا تو اس مقام میں تامل کرنا چاہیے علامہ حلبی نے کہا کہ یہ امر تامل کرنے کا مفتی کیواسطے ہے یعنی جب دو قولوں میں تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور تامل کرے
جسطرح کہ باقی حال میں ہے اس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبہ کتاب میں اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہے و فی البدائع الممتنع من نفقۃ القریب المحرم یضرب
ولا یحبس لفواتہا بمضی الزمن فیتدارک بالضرب وقیدہ فی البحر بحثا بما فوق الشہر لعدم سقوطہا بدونہ کما مر اور بدائع میں ہے کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو نفقہ
نہ دیوے تو اسپر مار پڑیگی اور قید نہوگا بسبب فوت ہو جانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اسکا تدارک مارنے سے ہے اور بحر الرائق میں بطور بحث کے نہ بنا بر روایت کے
عدم حبس کو مقید کیا ہے بقید ما فوق الشہر اسواسطے کہ مہینے سے کم مدت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا چنانچہ اسکا بیان مختصر پیچھے ہو چکا ہے عدم حبس سے مراد نہیں کہ حبس
اسکا مطلقا جائز نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہیں ہے اسواسطے کہ فصل حبس میں اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز نہیں اگر وہ اپنے قریب کے
نفقہ نہ دیتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح الامر بالاستدانۃ لترجع علیہ [illegible] اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہیں تاکہ قرض لیکر اسکو کھلاوے
اور وہ بالغ ہونے کے بعد صغیر کے اس سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہیں مگر دو صورت میں ایک یہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اس شہر میں نہو دوسری
صورت یہ کہ صغیر کا نفقہ واجب ہو وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار و تجب النفقۃ بانواعہا لمملوکہ وان لم یملک رقبتہ کموصی بخدمتہ او زوا[illegible]
تینوں قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کیواسطے

دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اُسکا کھانا کپڑا واجب ہے ہرم لونڈی غلام کا کھانا اور کپڑا بقدر حاجت بطور غالب عادت اس شہر کے واجب ہے یعنی اُس شہر کی اکثر خلق
جیسا کچھ کھاتے اور پہنتے ہوں ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہوا اور ستر عورت کا کپڑا بقدر ستر عورت کے دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہیں ہے اور اگر مالک عمدہ کھانا
کھاتا ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو یہ واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلاوے اور پہناوے بلکہ یہ مستحب ہے اور اگر مالک بسبب بخل یا زہد یا ریاضت کے اپنے طعام اور لباس میں
بنسبت عادت شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کے لیے غالب عادت شہر کی رعایت رکھنا چاہیے بنا بر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہوں تو انکو کھانے کپڑے میں برابر رکھنا مستحب ہے
اور اگر غلام یا لونڈی کھانا پکا کر لاوے تو مالک کو چاہیے ... مناسب یہ ہے کہ اسکو ساتھ کھلاوے پھر اگر وہ بنا بر ادب کے نہ بیٹھے یا ساتھ نہ کھاوے تو مالک کو لائق ہے کہ اس طعام
میں سے اسکو بھی کچھ کھانے کو دیوے اور یہ ... غلام کا افضل ہے کہ دلیل ہے تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی السراج الوہاج اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف میں ہو تو اسکی حاجت کا لحاظ کرنا چاہیے
کھانے اور کپڑے میں ... کذا فی الغایۃ شرح ... اور صحیحین میں ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمہارے بھائی ہیں ...
ہیں حق تعالیٰ نے انکو تمہارے زیر دست کیا ہے سو جسکے پاس اسکا بھائی زیر دست ہو تو اسکو کھلاوے جیسا آپ کھاتا ہو اور پہناوے جیسا آپ پہنتا ہو اور ... ایسا کام ...
اور سخت ہو اور اگر سخت کام ہو تو آپ بھی انکے مددگار ہو یعنی کام میں شریک ہو ... اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ غلام کا کھانا اور پہننا اپنے برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے ...
کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ للمملوک طعامہ وکسوتہ یعنی غلام کا کھانا کپڑا ... نہیں فرمایا کہ مالک پر اپنا سا طعام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا
یہ مطلب ہے کہ اپنے ... کی جنس سے انکو بھی دو مثلاً اگر مالک ... کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام کو بھی سوتی پہناوے اگرچہ ململ ... اور غلام کو گاڑھا یا گزی پہناوے
اور ... سے ہرگز منقول نہیں کہ غلام کو بھی اپنا سا پہناتے ہوں بلکہ بعضے صحابہ ... استحباب برابر رکھتے تھے کذا فی فتح القدیر وحاشیۃ المدنی وفی القنیۃ نفقۃ المبیع
علی البائع ما دام فی یدہ ... فی البحر بانہ لا ملک للبائع رقبتہ ولا منفعتہ فینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ میں ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان بیع کا بائع پر ہے جب تک
کہ وہ اسکے ہاتھ میں ہے اور یہی قول صحیح ہے اور ... مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق میں اس دلیل سے کہ مبیع پر بائع کی کچھ ملکیت نہیں نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت
لینے کے تو لائق یہ ہے کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعضے علما نے اس اشکال کا یوں جواب دیا ہے کہ جب تک مبیع بائع کے پاس ہے تو اسکے ضمان میں ہے تو اسی پر نفقہ بھی
واجب ہے جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ غاصب اسکا مالک نہیں نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی فان امتنع ففی کسبہ
ان قدر بان کان صحیحا ولو عجز ... یعنی اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دیوے تو اسکا نفقہ اسکی کمائی میں ہے اگر وہ قادر ہو بایں طرح کہ
تندرست ہو اور اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نہ جانتا ہو تو مزدوری کرے جیسے معمار کا ہنگار یعنی معمار کو اینٹ گارہ دینا ہر تندرست سے ہو سکتا ہے
عاقل ہو یا احمق والا لکونہ زمنا او جاریۃ لا یوجر مثلہا امرہ القاضی ببیعہ وقالا یبیعہ القاضی وبہ یفتی اور اگر غلام مزدوری نہ کر سکتا ہو جیسا اپاہج
ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری نہ کر سکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اسکی مزدوری میں فساد کا احتمال ہو تو قاضی اسکے مالک پر جبر کرے کہ اسکو بیچ ڈالے
اور صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اسکو بیچ ڈالے مالک سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اسی پر فتوی ہے ان محلہ اذا کان محلا للبیع ... بالاتفاق لا غیر غلام
مذکور کو بیچے اگر وہ محل ہو بیع کا یعنے اگر اسکا بیچنا جائز ہو اور اگر اسکا بیچنا نہ جائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اسکے مالک پر اسکا نفقہ قاضی لازم کرے
بجہت اسکے سوا اور کچھ نہ کرے عبد لا ینفق علیہ مولاہ اکل او اخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ بلا رضاہ ان عجز عن الکسب ... او لم یاذن لہ
ایک غلام ہے کہ اسکا مالک اسکو نفقہ نہیں دیتا تو اُسنے کھایا یا لیا اپنے مولی کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون اسکی رضامندی کے تو
اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا قادر ہو کسب پر لیکن اسکا مالک کسب کی اجازت نہ دیتا ہو تو اسکو کھانا اور لینا جائز ہو والا لا کما لو قتر علیہ مولاہ
لا یاکل منہ بل یکتسب ان قدر یعنے اور اگر غلام کسب پر قادر ہو اور مالک کسب سے روکتا نہ ہو تو بدون رضامندی مولی کے غلام کو اسکا مال
کھانا اور لینا جائز نہیں جیسا کہ اگر غلام پر تنگی کرتا ہو مولی یعنے بقدر حاجت کھانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اسکا مال بدون اسکی رضامندی کے

بقدر اُسکے حصے کے پھیر لے برابر ہے کہ اُسکو قاضی نے صرف کرنے کا حکم دیا ہو یا پایا ہوا ور مصنف نے منح الغفار مین باتباع بحر الرائق کے خلاصہ سے نقل کیا ہو کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا دوسرے شریک کی غیبت مین بلا اجازت شریک اور بدون حکم قاضی کے تو اُسنے احسان کیا یعنی شریک غائب سے بقدر اُسکے حصے کے کچھ نہین لے سکتا اور یہی حکم ہے نخلستان اور کھیتیا اور ودیعت اور لقطہ اور مشترک گھر کا جبکہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزون مین صرف کرنے والا بدون حکم قاضی کے اپنے مصارف کو انکے مالک یا شریک سے پھیر نہین سکتا م جاننا چاہیے کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت مین یہ فرق ہے کہ جوہرہ کی روایت مین کا لینا ثابت ہے اور غلام مشترک پر صرف نہین کرتا ہو مستبرا رہتا اور سرکشی کے اندیشہ سے پھیر لینا درست ہے بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہان شریک جانور نہین مسئلہ ہو لہذا اسکی سرکشی ثابت نہین پھیر لینا کوئی لازم نہین معلوم ہو کہ وہ لوگ ایسون مین بنا قصور ہین اللہ اعلم جوہرہ مین ہے کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اُسکا دودھ نہایت بچے کم دوھنا مکروہ ہے اور اگر دودھ کی کثرت ہو تو دوھنا بھی بہتر ہے کہ تکلیف کا سبب ہو اور اگر جانور کا بچہ ہو تو جو اُسکے پینے سے بچا وہ بچے کو دے جبتک کہ بچہ چارہ نہ کھاتا ہو اور مستحب ہے کہ دوھنے والا اپنے ناخن ترشوائے تاکہ جانور کو تکلیف نہو اور اگر سواری کے لائق کا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اُسپر بوجھ لادا اور شہرا وزن لکھنے کذا فی العالمگیریہ

## کتاب العتق

یہ کتاب ہے آزادی کے احکام مین کتاب العتق کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونون مشترک ہین رفع قید مین یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہے رفع قید مملوکیت سے اور بنایہ نے ذکر کیا ہو کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ترسٹھ غلام آزاد کیے اور حجۃ الوداع مین ترسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کیے اور ترسٹھ برس کی عمر مین ہے اور صدیق اکبر بھی اتنا ہی جیسے اور اُنہون ہی غلام آزاد کیے اور عبد الرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کیے کذا فی حاشیۃ المدنی منیۃ الاستقاطات باسماء مختلفۃ فاسقاط الحق عن القصاص عفو وعمانی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقوق کے اسقاط شرع مین جدا جدا نام رکھے گئے ہین تا کہ فقہا سکے تاکہ لوگ اُنہین یاد کی کلمات کی حاجت نپڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہو اور اسقاط دین کا نام ابراء ہو اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہو اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہو مناسب یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ عن الرق عتاق اسواسطے کہ عتق لازم ہوا اور عتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہے اور عتاق اسقاط حق ہو و عنوان باب الاعتاق لیعم نحو استیلاد و ملک قریب مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تاکہ لفظ عتق کا مانند جسکا نام استیلاد اور ملک قریب بھی شامل رہے اسواسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہے نہ اعتاق کیونکہ اعتاق عبارت ہے ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب مین وقوع عتق ہے نہ ایقاع عتق اور یہ تصریح شارح کی مخالف ہے قول سابق کے کہ وہان اسقاط مالک کی کو عتق بولا ہوا ور اسقاط مولی کا فعل ہے اور اسکا نام اعتاق ہے اور کنز اور ملتقی الابحر مین کتاب الاعتاق کر کے تعبیر کیا ہو لتعریفا الباب کلام ہو ولغۃ الخروج عن المملوکیۃ من باب ضرب ومصدرہ عتق و عتاق عتق لغت عرب مین مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہین کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور یہ عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر مین ہے جیسا لغت عرب مین عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور غلبہ اور قوت کے بھی آیا ہو لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی مین مناسبت ہے لہذا شارح نے یہان فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو نہایت مناسبت ہے بلکہ درحقیقت اتحاد ہے بخلاف اور معانی کے کہ اُنہین اتنی مناسبت صریح نہین ہے جبکہ غلام آزاد ہوا تو اُسکو عتیق اور معتق اور حرر بہ لیتے ہین و شرعاً عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ من الاحرار ای بالاسقاط من الاحرار اور اصطلاح شرع مین عتق عبارت ہے اسقاط ملکیت سے یعنے مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی وجہ مخصوص سے ساقط کرے کہ وہ مملوک اس اسقاط کے سبب سے احرار مین داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے اور غلام باقی رہے قید ہیر قبول موتہ مولی کے اور کتابت قبل ادائے بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گئے مولی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اور مملوک کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق سے یہ سب ساقط ہو جاتا ہین وجہ مخصوص سے مراد صریح لفظ عتق کا کہنا یا کنایہ نیت عتق یا مملوک کو اپنا قریب بنانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہو گا چنانچہ مزید تصریح ان وجوہ کی مسائل سے معلوم ہو گی و رکنہ اللفظ الدال علیہ وما یقوم مقامہ کملک قریب و دخول حربی اشتری مسلماً دار الحرب اور رکن عتق کا

وہ لفظ ہے جو ارادہ پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اُسکے جیسے قریب کا مالک ہونا اور داخل ہونا حربی کا دارالاسلام میں یا امان پھر غلام مسلمان خرید کرکے
دارالحرب میں لیجانا تو مجرد داخل ہونے دارالحرب کے غلام مسلمان آزاد ہو جاویگا بدون آزاد کرنے کے نزدیک امام کے اور اسیطرح اگر حربی غلام مسلمان خرید کر دارالاسلام میں لیگیا
تو آزاد ہو جاویگا اور اگر حربی غلام دارالحرب میں مسلمان ہوگا تو باتفاق امام و صاحبین کے آزاد نہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی عن المنح وصفتہ واجب للکفارۃ ومباح بلا نیۃ لانہ
لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر ومندوب لوجہ اللہ تعالی لحدیث عتق الاعضاء اور وصف عتق کا یہ ہے کہ وہ واجب ہوا اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق
واجب تو وہ ہے جو کفارۂ قتل اور ظہار اور افطار اور قسم میں آزاد کرے اور عتق مباح وہ جو بلا نیت ہو عتق میں نیت شرط نہیں ہے اسواسطے کہ وہ عبادت نہیں یہانتک کہ کافر کا
آزاد کرنا بھی صحیح ہو جاتا ہے لائق عبادت کے نہیں ہاں اگر مسلمان واسطے رضا حق تعالی کے آزاد کریگا تو اسوقت عتق البتہ عبادت ہو جاویگا اور عتق مستحب ہے جو حق تعالی
کی خوشنودی کیواسطے ہو بموجب اُس حدیث کے جسمیں عتق اعضا کا ذکر ہے صحاح ستہ میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد
کریگا تو حق تعالی اُسکے ہر عضو کے عوض میں آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد کریگا کذا فی حاشیۃ المدنی فہل یحصل غرض الاعتاق بتدبیر و شراء قریب الظاہر نعم اور کیا یہ ثواب
یعنے عتق اعضا مدبر کرنے میں اور اپنے قریب کے مول لینے میں حاصل ہوگا یا نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہاں انمیں بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہے اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبارت ہے
اعتاق سے اگرچہ بعد موت مالک کے ہوا اور شراء قریب میں دو ثواب ہیں ایک اعتاق کا اور دوسرا صلۂ رحمی کا ومکروہ لفلان اور عتق مکروہ وہ ہے جو کسی آدمی کی خاطر ہو
مکروہ اسواسطے ہوا کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہوگیا اور بحرالرائق میں بروایت محیط اُسکو مباح میں شمار کیا ہے تو ظاہر اکراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے گی کذا فی
حاشیۃ المدنی وحرام بل کفر للشیطان اور عتق حرام وہ ہے جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہ تو کفر ہے یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود نہو تو حرام ہے اور اگر تعظیم منظور ہو تو
صاف کفر ہے بہمہت شیطانی کام ہے اور اسیطرح بت کیواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دارالحرب میں چلاجاویگا یا مرتد ہو جاویگا یا چوری یا قطع الطریق کریگا
تو اسکا بھی آزاد کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح من حر مکلف ولو سکران او مکرہا او مخطئا او ہازلا او مریضا او لم یعلم بانہ ملکہ کقول الغاصب للمالک والبائع للمشتری
اعتق عبدی ہذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہے آزاد کرنا حر مکلف سے یعنی عاقل بالغ سے اگرچہ مست ہو یا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو اُسسے یا کہ مولی چوک گیا
اسطرح پر کہ مثلاً اُسکے غلام کا نام صالح تھا اُسنے چاہا کہ یوں پکارے کہ یا صالح سو اُسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی او آزاد یا اگرچہ مولی بیمار ہو مرض الموت یا وہ نہ جانتا
کہ یہ میرا غلام ہے چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر دے اور اشارہ کیا مبیع کیطرف مشتری نے و مغصوب کیطرف غاصب نے
تو وہ آزاد ہو جاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب کیطرف اشارہ کرکے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر سو مالک نے نادانستہ اسکو آزاد کر دیا تو وہ غلام مالک کا
آزاد ہو جاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع کیطرف اشارہ کرکے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ یہ میرا غلام ہے سو بائع
نے اسکو آزاد کر دیا تو وہ غلام آزاد ہوگا مشتری کی جانب سے اور مشتری اسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت بائع کو لازم ہوگا کذا فی المنح عن الکشف الکبیر مستی اور اکراہ اور
خطا اور ہنسی دل لگی مانع عتق کی نہیں اسواسطے کہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ قصد اور دل لگی اسمیں ضرور نہیں چنانچہ اسکی تصریح
کتاب النکاح اور کتاب الطلاق میں ہو چکی ہے لا من صبی ومدہوش ومعتوہ ومبرسم ومغمی علیہ ومجنون ونائم کما لا یصح طلاقہم صحیح نہیں آزاد کرنا صغیر کا اور
شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل جاتی رہی ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور مجنون کا اور سونے والے کا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہیں
ولو اسندہ لحالۃ منافیۃ وقال وانا حربی فی دارالحرب وقد علم ذلک فالقول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یوں کہا میں نے
غلام کو بچپن یا جنون یا بیہوشی میں آزاد کیا تھا یا یوں کہا کہ جب میں نے آزاد کیا تھا تو میں حربی تھا دارالحرب میں اور حال لوگوں کو معلوم بھی ہو تو مالک ہی کا
قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتب وخرج عتق الحمل اذا ولدتہ لستۃ اشہر او اکثر ولو لاقل صح
عتق حر مکلف کا اپنی ملک میں اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جبکہ لونڈی پورے

پکارا کہ یا مولا کہ یا لونڈی کو یوں پکارا کہ یا مولاتی ہے مولا کا لفظ مشترک ہے معانی کثیرہ میں چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کیے ہیں انجملہ ناصر اور ابن عم
اور مالک اور آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہیں ہوتے سوائے آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلا نیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی المنح عن الولوالجیہ
بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں اس قول سے عتق نہیں ہوتا قول اصح میں اس واسطے کہ یہ کلمہ تلطف اور
فروتنی کا ہے نہ عتق کا او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حرا من العمل صدق دیانۃ یا غلام کو یوں پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک نے کہا کہ میں نے اس قول سے
کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاءً اس واسطے کہ ظاہر لفظ کے خلاف ہے الا اذا سماہ بہ
واشتہر بہ وقت التسمیۃ خانیۃ فلا یعتق بالمسمی للاشتہار وکذا فی الطلاق حر او عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہے مگر جبکہ مالک اپنے غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور نام رکھنے کے وقت
لوگوں کو اسکا اشتہار بھی کر دے کذا فی الخانیۃ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہ ہوگا جبتک کہ اسنے عتق کا ارادہ نہ کریگا اور اسی طرح طلاق کا بھی حکم ہے یعنی اگر زوجہ کا طالق یا
مطلقہ نام ہو اور لوگ بھی جانتے ہوں پھر طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی تاوقتیکہ طلاق کا ارادہ نہ کریگا ثم ندا بعد تسمیۃ بالحر ازاد ناداہ بآزاد فہ بالعجمیۃ یعنی کیا آزاد
او بالعکس ای سماہ بآزاد وناداہ بالعربیۃ یا حر عتق لعدم العلمیۃ پھر غلام کو حر مسمی کرنے کے بعد جب اسکو زبان عجمی میں بلفظ مترادف یعنی آزاد پکاریگا چنانچہ یا آزاد کہے یا بالعکس
کرے یعنی اسکا آزاد نام رکھے اور زبان عربی میں اسکو بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہو جائیگا بسبب عدم علمیت کے اس واسطے کہ پہلی صورت میں اسکا حر نام ہے نہ آزاد
اور دوسری صورت میں اسکا آزاد نام ہے نہ حر وکذا راسک حر ووجہک حر ونحوہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اور اسی طرح غلام آزاد ہو جائیگا یوں کہنے سے کہ تیرا سر
آزاد ہے یا تیرا چہرہ آزاد ہے اور مانند ان عضو کے جن سے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ کہ ان عضو کا کتاب الطلاق میں ذکر کیا ولو اضافہ بجزء شائع کثلثک عتق ذلک القدر
ویتجزی عند الامام کما یجی اور اگر عتق کو جزء شائع کیطرف مضاف کیا مثلاً یوں کہا کہ ثلث آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو اسی قدر آزاد ہوگا جتنا مولی نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا
تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب تجزی عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ومن الصریح قولہ لعبدہ انت حرۃ ولامتہ
انت حر خانیۃ اور عتق صریح کی قسم سے یوں کہنا ہے مولی کا اپنے غلام سے کہ تو حرہ ہے یا اپنی لونڈی سے کہ تو حر ہے اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے مقاموں میں اعراب
اور تذکیر اور تانیث کا اعتبار نہیں ومنہ وہبت لک نفسک وبعتک نفسک فیعتق مطلقا ولو زاد بکذا توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہے یوں کہنا مولی کا اپنے
غلام سے کہ میں نے تیری ذات تجھکو بخشی اور میں نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے غلام آزاد ہو جاویگا ہر طرح سے اس ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا نہ
اگرچہ اسنے عتق کی نیت نہ کی ہو اور اگر مولی نے یوں زیادہ کرکے کہا کہ میں نے تیری ذات تجھکو بخشی درہم کے عوض یا بیع کی پانچ درہم کے عوض مثلاً تو غلام کا آزاد ہونا
اسکے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر ہم ہبہ وبیع نفس کو فتح القدیر میں ملحق بالصریح کہا ہے نہ صریح اور عالمگیری میں بھی قدوری سے بھی یہی قول منقول ہے اور
شارح نے اسکو صریح میں داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہ ہے کہ یہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا
تو یہ عبارت تھی ویلتحق بالصریح قولہ لعبدہ وہبت لک نفسک او بعتک نفسک الی آخرہ واللہ اعلم ومنہ اعتقک اللہ تعالی علیک عتقک علی المذہب فیعتق بلا نیۃ ولو نوی او ضم الیہ العتق لجواز
وجوبہ لکفارۃ ظہیریۃ او عتق صریح سے ہے مصدر چنانچہ یوں کہنا کہ عتاق تجھپر واقع ہو یا تیرا عتق تجھپر ثابت ہوا اور اگر وجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یوں کہے کہ تیرا
عتق تجھپر واجب ہے تو غلام نہ آزاد ہوگا اس احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کیوجہ سے واجب ہو کذا فی الظہیریۃ پھر جب احتمال کی گنجائش ہوئی تو صریح
نہ باقی رہا وفی المبتغی قیل لہ اعتقت عبدک فقال ومی براسہ ای نعم لم یعتق اور مبتغی میں ہے مولی سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اسنے سر سے اشارہ کیا
کہ ہاں اس طرح سے غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے عتق کا لفظ نہیں کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اسکا اشارہ کافی ہے عتق میں ولو زاد من ہذا العمل
عتق قضاءً لا دیانۃً اگر انت حر کیساتھ من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یوں کہیگا کہ تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاءً نہ دیانۃً ہم یہ عبارت شارح کی
مسئلہ ایما سے متعلق نہیں ہے لہذا در بلکہ اس کلام کیطرف راجع ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی المدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

انت حر ولا نیۃ لہ عتق ولو اجاب لو قال غلمت سالما اعتقنا قضاء اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہوں سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ اے سالم تو جواب دیا غانم نے سو
مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنے کا نہ تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جاویگا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہیں ہے اور اگر بولی
کہ مراد انت حر سے پہلے سالم کی آزادی کا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاء دونوں آزاد ہو جاوینگے لیکن دیانۃ وہی آزاد ہوگا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ کیا وفی الجوہرۃ
قال لہ بالاعجمیۃ او العربیۃ قل لعبدک انت حر فقال لہ عتق قضاء اور جوہرہ میں ہے کہا ایک شخص نے ایسے شخص سے جو عربی زبان نہیں جانتا کہ تو اپنے غلام سے کہہ کہ انت حر سو اسنے
اپنے غلام سے یونہی کہا تو قضاء اسکا غلام آزاد ہوگا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃ نہ آزاد ہوگا بسبب عدم قصد کے ولو قال لہ انت مثل الحر بالاضافۃ لا یعتق اور اگر مولی نے
اپنے غلام سے کہا کہ تو مثل آزاد کے ہے اگر اس حر کو ہمراہ اضافت کہا تو آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہے اور تشبیہ کبھی عام ہوتی ہے اور کبھی خاص تو عتق میں شک واقع ہوا لہذا
بدون نیت کے آزاد نہ ہوگا ولو نون عتق لانہ وصف لا تشبیہ اور اگر بلا اضافت یعنی حر کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں صفت ہے اس کی
تشبیہ گویا یہ مطلب ہے کہ تو حر ہے وبکنایتہ ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک ولا سبیل ولا رق وخرجت من ملکی وخلیت سبیلک ویصح عتق
کنایات عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات میں عتق اور غیر عتق دونوں کا احتمال ہے جیسا کہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھ پر نہیں یا
میری کوئی سبیل نہیں تجھ پر یا میری ملکیت تجھ پر نہیں اور تو میری ملکیت سے نکل گیا اور تجھکو میں نے چھوڑا ہم یہ قول کنایات ہیں کہ انہیں عتق اور غیر عتق دونوں محتمل ہیں کیونکہ
کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہے کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو پھر جب ان اقوال میں مولی عتق کی نیت کریگا تو احتمال رفع ہوکر تعیین مقصود ہوگا
کذا فی الدرر کقولہ لامتہ قد اطلقتک انت اعتق ولزوجتہ انت اطلق من فلانۃ وہی مطلقۃ لتعتق وتطلق ان نوی تحبیسا اور جیسا کہ مولی کا یہ قول
اپنی لونڈی سے کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہے فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہے یا اپنی زوجہ سے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہے
فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہے تو پہلی مثال میں لونڈی آزاد ہوگی اور دوسری مثال میں زوجہ اسکی مطلقہ ہوگی بشرطیکہ متکلم نیت عتاق یا
اور طلاق کی کریگا جیسا عتاق اور طلاق کی تحقیق میں نیت شرط ہے جیسا کہ غلام سے کہنا کہ انت حر یا زوجہ سے کہنا کہ انت طالق فی نہر الفائق میں
قول النہر کیا ہے کہ عتاق اور طلاق کو اگر کوئی تحقیقی کہے اور عتق و طلاق کی نیت کرے تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصۃ قال لعبدہ انت غیر مملوک لا یعتق
بل تثبت لہ احکام الاحرار حتی یقر بانہ مملوک ولیشہد قیاسا کذا المبسوط بعبدی لا یعتق قاس علیہ فی البحر لا ملک لی علیہ لکن نازعہ فی النہر اور خلاصہ میں ہے
کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہیں تو وہ آزاد نہ ہوگا بلکہ ثابت ہونگے اس غلام کو آزادوں کے احکام یعنی ابتداء اسکی مملوکیت کا دعوی نہ کر سکیگا
تا وقتیکہ اور اس سے خدمت نہ لے سکیگا اور اگر وہ مر جائے تو مولی بطریق ولاء اسکی وراثت نہ پاویگا بحر الرائق میں کہا کہ اگرچہ وہ معتق نہیں لیکن بظاہر حر ہے تو
احرار کے حکم اس پر جاری ہونگے یہاں تک کہ اسکی عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوی کو ثابت کرے تو اسکا مالک ہوگا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کے بعد
اقرار کرے کہ میں مملوک ہوں اسکا اور مولی بھی اسکی تصدیق کرے کہ ہاں سچ کہتا ہے تب اسکا مالک رہیگا اور اسطرح غلام کو عتق ثابت نہ ہوگا لیکن حکم احرار کے
ہونگے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہیں تو بحر الرائق میں خلاصہ کے قول پر لا ملک لی علیک کو قیاس کیا ہے بسبب اشتراک نفی مالک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا
کہ میری ملک تجھ پر نہیں تو وہ آزاد نہ ہوگا لیکن احکام احرار اسپر ثابت ہونگے تا وقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اسکی تصدیق کرے تب اسکا مالک
ہوگا لیکن نہر الفائق میں صاحب بحر الرائق سے اس قیاس میں نزاع کیا ہے یعنی یوں کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں اسواسطے کہ لا ملک لی علیک میں
متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہے غیر کی ملکیت کی نفی نہیں ہے بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک میں مطلقاً نفی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مضر نہیں
نہیں جب کوئی دوسرا مالک اس غلام کا نہو تو مولی کی ملک نفی کرنے سے علی الاطلاق ثابت ہوگی تو دونوں قول برابر ہوگئے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لست لی بعبد
ولا ملک لی علیک بلا تکلف یکساں ہیں تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح ایضا بہذا انتہی نہی لا سلطان لی علیک الا

وکذا ابنی او جدی او ہذہ امی ان لم یصلحوا لذلک ولم ینو العتق لانہا صرایح لا کنایۃ ولذا جاء بالبدا قرینۃ لتفصیلہا اور یہی صحیح ہے عتق مملوک یوں
کہنے سے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور لونڈی کو یوں کہنے سے کہ یہ میری بیٹی ہے خواہ مملوک عمر میں چھوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسی طرح یوں کہنا غلام کو کہ یہ میرا باپ ہے یا دادا یا لونڈی کو
یوں کہنا کہ یہ میری ماں ہے اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونے کی یا بیٹی اور ماں ہونے کی صلاحیت اور لیاقت نہ رکھتے ہوں یا اسی طرح ان سے عتق کا قصد نہ کیا
تو بھی آزاد ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح عتق ہیں نہ کنایہ کہ نیت کے محتاج ہوں اور اسی واسطے ان الفاظ میں بدا جارہ لایا ہے تاکہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف ثابت ہو اور ان الفاظ کو
صریح مؤخر لایا واسطے تفصیل احکام کے جواب ہے سوال مقدر کا یعنی جب یہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا وجہ ہے کہ انکو صریح کے ساتھ نہ مذکور کیا شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام میں
تفصیل تھی اور کنی لہذا انکو مؤخر لایا مناسبت بالعدم مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہے بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہے اور ملزوم بولنا اور لازم کا ارادہ
کرنا مجاز ہے اور اسیطرح باپ یا دادا یا ماں کہنے میں عتق بطریق مجاز ہے فان صلحوا وجہل نسبہم فی مولدہم لیس لاجل الثبات ای عتق وثبت النسب ایضا ان لم یقل ابنی من الزنا
یعنی پھر اگر مملوک کا اعتبار عمر کے صلاحیت رکھتے ہوں مولی کا باپ یا بیٹا ہونے کی اور غلام مولی کا نسب بھی انکے وطن میں مجہول ہو اور جس جگہ مولی نے غلام کو اپنا باپ کہا ہے اگر
بیٹا معلوم اور مشہور نہیں کہ کون ہے تو عتق کے ساتھ نسب بھی ثابت ہوگا جبکہ بیٹا یوں نہ کہا ہو مولی نے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یوں کہیگا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے زنا سے
تو نسب اسکا ثابت نہ ہوگا بلکہ فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا ہم تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہے اور اسکا غلام بیس برس کا ہے مجہول النسب پھر زید نے
غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اگر زید بیس برس کا ہو اور غلام چالیس
برس کا تو اسصورت میں بیٹا کہنے سے نسب ثابت نہ ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی الہندیہ عالمگیریہ عن قاضی خان اور اسیطرح
کی تفصیل ہے غلام کو باپ کہنے میں یا لونڈی کو ماں کہنے میں لیکن ثبوت نسب میں شرط ہے تصدیق مملوک کی [illegible] شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہے دلیل
یشترط تصدیقہ فیما سوی دعوۃ البنوۃ [illegible] مشروط ہے ثبوت نسب [illegible] میں تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے [illegible] ایک قول میں [illegible] یہ ہے کہ تصدیق غلام
کی شرط نہیں اسواسطے کہ اقرار اسکا اپنے مملوک پر صحیح ہے بلا تصدیق مملوک کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دعوی فرزندی کے سوا میں تصدیق مملوک کی شرط ہے اسواسطے کہ اسمیں
تحمیل ہے نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے کہ اسمیں غیر کو تحمیل نسب نہیں [illegible] کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا تصیر امہ ام ولدہ اور نہیں ہو جاتی ماں غلام کی
ام ولد یعنی جس غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اسکی ماں مولی کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبدہ ہذا بنتی او لامتہ ہذا ابنی فیعتق للنیۃ اور اگر کہا اپنے غلام کو یہ میری بیٹی ہے اور
اپنی لونڈی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو عتق میں محتاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ مخالف مشار الیہ کے ہے [illegible] کذا
فی الہدایۃ وفتح القدیر وفی ہذا خالی او عمی عتق لا اخی عند الامام [illegible] مولی کے یہ کہنے میں کہ یہ میرا ماموں یا چچا ہے غلام آزاد ہوگا اور یوں کہنے میں کہ یہ میرا بھائی ہے آزاد
نہوگا جبتک اخوت نسبی کی نیت نکرے اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہے نسبی اور دینی میں قال اللہ تعالی (انما المؤمنون اخوۃ) اور مشترک بدون نیت کے متعین نہیں ہو سکتا
بخلاف ماموں اور چچا کے لا العتق بیا ابنی ویا اخی ویا اختی ویا ابی غلام آزاد نہیں ہوتا یوں کہنے سے کہ اے میرے بیٹے یا اے میرے بھائی اور اے میری بہن اور اے میرے باپ
اسواسطے کہ ندا کرنے سے مقصود منادی کا متوجہ کرنا ہوتا ہے بلا قصد معنی کے بخلاف یا حر یا عتیق کہ صریح ہے اسمیں معنی قصد کرنے کی حاجت نہیں کذا فی منح الغفار ولا سلطان
لی علیک او غلام کو کہے کہ [illegible] مجھ کو تجھ پر قدرت نہیں اسواسطے کہ باوجود بقا ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف [illegible] غلام مکاتب [illegible] بالفاظ
الطلاق صریحہ وکنایتہ بخلاف عکسہ اور عتق واقع نہیں ہوتا طلاق کے الفاظ سے صریح طلاق ہو یا کنایہ طلاق اور طلاق واقع ہوتی ہے بلفظ عتق چنانچہ اسکی
تشریح باب الطلاق میں گذر چکی ہے تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہے کہ تجھ کو طلاق ہے یا تو مجھ پر حرام ہے تو آزاد نہوگی اگرچہ نیت کرے [illegible] قید الاخیر [illegible] فی الہندیہ علی النیۃ
کما نقلہ ابن الکمال [illegible] البحر الفاظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے اسواسطے کہ نیت [illegible]
جہاں لفظ میں مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اسمیں معنی عتق کی صلاحیت نہیں شارح کہتا ہے [illegible] بدون نیت کے عتق نہو [illegible] عبارت [illegible] قید [illegible]

اور نفی سلطان کی بسبب ملک قوت ہوئے عتق منادی ہو کر کی نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہو کہ یا ابنی میں اگر عتق کی نیت کریگا تو غلام آزاد
ہوگا اور اسیطرح لا سلطان لی علیک میں عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح دی ہو کمال نے فتح القدیر میں اور مسلم کہا ہو اسکو
بحر الرائق میں ہو فتح القدیر میں کہا ہو کہ بعضے مشائخ کا یہ قول ہو کہ لا سلطان لی علیک میں نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہو امام مالک اور امام شافعی اور
امام احمد کا اور اپنے قول کو دلیل مقتضی ہی کذا انت مثل الحر یعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال وغیرہ اور اسیطرح قیاس کی وجہ سے کہ مانند ہو غلام آزاد ہوگا عتق کی نیت سے چنانچہ
اسکو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہو اسواسطے کہ اس قول میں مماثلت اور تشبیہ ہو اور تشبیہ گاہے عام ہوتی ہو اور گاہے خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ
کنایات عتق سے ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی الا فی قولہ طلقتک لم یصح امرک بیدک او اختاری فانہ لا یعتق مع النیۃ یعنی کنایات العتق ایضا الا
بیع بالرکع ویتوقف علی القبول فی المجلس بلفظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا اگر مولی کہے اس قول سے کہ میں نے تجھکو مطلق کیا اگرچہ قول لونڈی سے نہیں یا اپنے
غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولی کے اس قول میں اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہو یا تو اختیار کرلے یعنی عتق کو تو ان تینوں قولوں میں مملوک آزاد
نہوگا اگرچہ نیت عتق کے تو طلاق اور امر بالید اور اختیار کنایات عتق سے کبھی نہیں چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق بھی ہیں اور اسمیں کچھ غرابت بھی نہیں کہ ایک لفظ
دو چیزوں میں کنایہ ہو اور دوسرے کی صلاحیت رکھے علی نحو ... دونوں مقتضار ... کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختیار تفویض طلاق کی کنایات سے ہو نہ ایقاع تھا
کی کنایات سے ہو کذا شارح نے کہا کہ امرک بیدک اور اختیاری یعنی موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اس مجلس میں عتق کو قبول کرلیا تو آزاد ہوگی اور
بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف طلقتک کہ اسمیں قبول کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ تفویض نہیں بلکہ ایقاع ہو وکذا اعتق نفسک او امر عتقک بیدک ... لم یصح
لانہ تملیک کالطلاق اور اسیطرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہو مولی کے اس قول میں کہ آزادی اختیار کرلے یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ میں ہو اگرچہ اس قول میں نیت
مولی کی حاجت نہیں کیونکہ صریح ہو نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہو اسواسطے کہ یہ تملیک عتق ہو مانند طلاق کے اور تملیک بدون قبول کے تمام نہیں ہوتی اعتق
بقولہ انت علی حرام ان نوی لکن یکفر لو وطیہا اور عتق ثابت نہیں اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہو اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی
سے وطی کیسے تو کفارہ دیوے اسواسطے کہ تحریم حلال قسم ہو وصح ایضا بقولہ عبدی او حماری حر او عتق صحیح ہو اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا
گدھا آزاد ہو یا میرا یار آزاد ہو چونکہ گدھا اور یار لائق حریت کے نہیں لہذا حریت غلام ہی کیواسطے مخصوص ہو کالجمع بین امرأتہ وبہیمۃ وحجر وقال احدکما
طالق طلقت امرأتہ چنانچہ اگر شخص اپنی عورت اور جانور یا پتھر کو ملا یا اور کہا دونوں میں ایک کو طلاق ہو یعنی زوجہ یا جانور کو تو اسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور
اور پتھر میں صلاحیت طلاق کی نہیں لا الجمع بین امرأتہ واجنبیۃ وحیۃ ومیتۃ حیث لا ... طلاق واقع ہوگی اگر ملا دیگا اپنی زوجہ و اپنی لونڈی مردہ و زندہ کو کذا فی الجوہرۃ
ہم بہتر یوں تھا کہ شارح موافق جوہرہ کے یوں کہتا کہ لا الجمع بین امتہ الحیۃ والمیتۃ یعنی مولی کی ایک لونڈی زندہ ہو اور دوسری مردہ اسواسطے یوں کہا کہ ان دونوں میں سے
ایک آزاد ہو تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہو اور بہر صورت اطلاق کا مذکور نہیں شارح نے زیادہ کیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وصح ایضا
بملک ذی رحم محرم ای قریب محرم نکاحہ ابدا اور بھی صحیح ہو عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام ہو تو اگر ایک شخص نے
اپنے ماموں یا چچا کو خرید کیا تو محض خریدنے سے آزاد ہوجائیگا خرید کرنیوالا آزاد کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے میں محرمیت ثابت ہو یعنی اگر ان دونوں
مردوں میں کوئی عورت ہوتی تو آپس میں نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام اور بنی اخوال کو خرید کریگا تو آزاد نہونگے اسواسطے کہ اگرچہ قرابت دار ہیں لیکن
محرم نہیں اور اگر رضاعی بھائی کو خرید کریگا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہو لیکن قریب نہیں نسائی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ آزاد ہوگا ہر چند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ راوی کے سبب سے تضعیف کی ہو
لیکن عبد الحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہو اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ میں موجود ہو تو یہ حدیث

حجت ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول فروع کی ملک سے البتہ عتق ثابت ہوتا ہے نہ جمیع محارم کی ملک سے وان تفصلا بعتق بقدرہ عندہ
او حملا کشراء زوجۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہ ہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اسیقدر آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے یا حمل کا مالک ہو جیسے
خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہو اسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر اسکے بیٹے نے اس حاملہ کو خرید کیا تو یہ لونڈی مملوکہ
ہو گی لیکن قبل ولادت اسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنیگی تو ولد اسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بھائی ہے ولو المالک صبیا او مجنونا او کافرا فی دارنا حتی لو اعتق
المسلم او الحربی عبدہ فی دار الحرب لا یعتق بعتقہ بل بالتخلیۃ فلا ولاء خلافا للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا کافر ہو
دار الاسلام میں ہو اور اگر کافر حربی دار الحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو مجرد مالک کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام اسلامیہ کے وہاں جاری نہیں ہیں یہانتک کہ اگر مسلمان یا
حربی دار الحرب میں اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اسکے آزاد کرنے سے نہ آزاد ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور
محمد کے نزدیک مالک کیواسطے حق ولا ثابت نہیں ہے اسواسطے کہ آزادی اعتاق سے نہیں بلکہ تخلی بالبدن کر دینے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ نزدیک انکے ولا مولی کو ثابت ہے کیونکہ انکے نزدیک
اعتاق باللفظ دار الحرب میں صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو عبدہ مسلما او ذمیا عتق بالاتفاق لعدم محلیتہ للاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب میں
مسلمان ہو یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق اماموں کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی وصح ایضا تحریر لوجہ اللہ تعالی
و للشیطان و للصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان یا بت کیواسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے
وہ گنہگار ہوگا صنم اس بت کو کہتے ہیں جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اسکو وثن کہتے ہیں کذا فی عنایۃ البیان و کفر بعض الاعتاق
للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر و عبارۃ الجوہرۃ ولو قال للشیطان او للصنم کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہو جاویگا نزدیک قصد کرنے
تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ میں یہ عبارت ہے کہ اگر یوں کہیگا کہ اپنے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہو جاویگا وصح ایضا بکرہ
و غیر ملجی اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اگرچہ جبر اور زیادتی سے ہو یعنی کسی شخص نے اتنی ظلم کی ہو جو جان یا عضو تلف ہونے کا خوف ہو ہرچند اکراہ میں رضا
مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں ہے اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور رضا لازمہ ہزل میں رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنے والے پر قیمت غلام
کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی و سکر بسبب محظور ہی ان کل مسکر حرام فلا یخرج الاشربۃ المباحۃ فانہ کالاغماء او صحیح ہے عتق اس مستی اور
نشے میں جو حاصل ہوئی ہو سبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہ ہے کہ اشیاء مباحہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا
استعمال بمقصد قوت او تقطیع زیت البلغم کا اور دوا و اغذیہ جو انگور سے نہیں کذا فی المنح شارح کہتا ہے کہ باب الاشربہ میں امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور
ہوگا کہ جو مسکر ہے سو حرام ہے اور مسکر کا قلیل او کثیر سب حرام ہے تو اشیاء مذکورہ میں کوئی چیز مسکر محرم سے خالی نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہے سوائے
شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق میں لقمہ اٹک گیا نیچے نہیں اترتا اور پانی وہاں نہیں تو اسوقت لقمہ اتارنے کیواسطے شراب پی لینا حرام نہیں تو اگر اسکے بعد نشہ ہوگا
تو اسکے بیہوشی کی اس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ او اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے شہد سے بعضے صفراوی مزاجوں کو نشہ
ہو جاتا ہے تو اس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا وصح ایضا مع ہزل ہو عدم قصد حقیقۃ ولا مجازا اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت ہے
عدم قصد حقیقت او مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہوں وہ ہزل چنانچہ خوش طبعی میں حقیقت او مجاز کلام کا اکثر مراد نہیں ہوتا
وان علق العتق بشرط کدخول دار صح و عتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا جب
گھر میں داخل ہوگا اور مولی کو نظر آیا ہے کہ قبل دخول دار اسکو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر میں داخل ہوا پھر مالک اول نے خرید کیا اور دوسرے بار
گھر میں غلام داخل ہوا تو آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و التعلیق بامر کائن تنجیز فلو قال لعبدہ وہو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر

عتق للحال بخلاف قوله لمکاتبه ان انت عبدی فانت حر لا یعتق لقصور الاضافة ظہیریة اور معلق کرنا عتق کا اس امر پر جو حال اور موجود ہو تنجیز ہے نہ تعلیق
یعنے فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولی نے اپنے اُس غلام سے کہا جو اُسکی ملکیت میں ہے کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے تو وہ غلام فی الحال آزاد ہو جاویگا
بخلاف یوں کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہے تو تو آزاد ہے تو مکاتب آزاد نہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریة پورا غلام وہ جو
بدون رضی مولی کے کوئی تصرف نکر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات میں مختار ہے تو پورا غلام نہوا تو شرط عتق نہ پائی گئی لہذا آزاد نہوگا فیصیر
تصحیحا للتعلیق ولو ظہیریة میں ہے کہ یوں کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کریگا آزاد ہو کر تعلیق ہے اعتاق کی صبح کے وقت پر گویا یوں کہا کہ جب تو صبح کے وقت میں داخل
ہوگا تو آزاد ہوگا و تقوم مرادا تعقد حر تنجیزا ہے اور یوں کہنا غلام سے کہ تو کھڑا ہوا آزاد ہوکر اور بیٹھا ہو آزاد ہو کر یہ فی الحال اعتاق ہے اسواسطے کہ مقصود اس کلام کا یہ ہے کہ
حال میں آزاد ہے قال ان سقیت حماری فذہب به للماء ولم یشرب عتق لان المراد عرض الماء علیه کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدھے کو پانی پلا دے تو تو آزاد ہے
سو غلام اُسکو پانی پلانے کو لیگیا اور اُسنے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ مراد اس کلام کی یہ ہے کہ گدھے کے سامنے پانی ہو جاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی لے اور یہ مراد نہیں
کہ پیاس ہو یا نہو پانی پلانا اسکو لازم ہے قال عبیدی الذی ہو قدیم الصحبة حر عتق من صحبه سنة ہو المختار مولی نے کہا جو میرا غلام قدیم الصحبت ہے وہ آزاد ہے تو وہ غلام آزاد ہوگا
جو اسکے ساتھ سال بھر رہا اور یہی قول مختار ہے ولو قال انت عتیق ونوی فی الملک دین اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہے اور لفظ عتیق سے یہ نیت کی کہ
قدیمی مملوک ہے تو دیانةً البتہ اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ عتیق لغت میں بمعنی قدیم بھی ہے لیکن قاضی تصدیق نہ کریگا اسواسطے کہ یہ صریح عتق ہے محتاج نیت کا نہیں ولو زاد
فی السن لم یعتق اور اگر یوں زیادہ کرکے کہا کہ انت عتیق فی السن یعنی تو عمر میں بڑا ہے تو آزاد نہوگا غلام قضاءً نہ دیانةً اسواسطے کہ یہ قرینہ ہے عمر کا عتق سے کچھ علاقہ نہیں و عتق
بما انت الا حر اور آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہیں مگر حر ہے اسواسطے کہ استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہے جیسا کہ کلمۂ توحید میں لا بانت الا مثل الحر وان نوی اس قول
سے کہ تو نہیں مگر مثل حر کے آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحیط ولا بکل مالی حر اور یوں کہنے سے آزاد نہوگا کہ میرا سب مال حر ہے اسواسطے کہ حر سے مراد یہاں صاف
اور خالص ہے تو مطلب یہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہے غیر کی شرکت سے کذا فی المدنی عن البحر ولا بکل عبد فی الارض و کل عبید الدنیا او اہل بلخ حر عند الثانی
و به یفتی اور متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہیں ہوتا کہ زمین میں سب غلام آزاد ہیں یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہیں یا بلخ کے رہنے والے آزاد ہیں حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ میں داخل ہے
ابو یوسف کے نزدیک اقوال ثلثہ سے عتق ثابت نہیں ہوتا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریة عن قاضیخان بخلاف اہل بغداد او الدار بخلاف اس قول کے کہا
کہ سب رہنے والے آزاد ہیں یا اس گھر کے رہنے والے آزاد ہیں کذا فی البحر الرائق ہم ظاہر کلام شارح کا استدلال کرتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں ابو یوسف کے نزدیک عتق ثابت
ہے بحر الرائق میں حالانکہ یہ خلاف واقع کے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق میں بروایت ظہیریة فقط مسئلہ عبید دار کا یوں مذکور ہے کہ اسمیں بالاتفاق عتق ثابت ہے اور مسئلہ بغداد اسمیں
مذکور نہیں لیکن صاحب بحر نے اشباہ میں کہا کہ اگر یوں کہیگا کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہیں حالانکہ اسکا غلام بھی اہل سکہ میں ہے تو ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک
آزاد ہوگا کذا فی حاشیة المدنی اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضیخان سے یہی منقول ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل بغداد میں عتق نہیں اور اہل دار میں بالاتفاق عتق ہے
تو معلوم ہوا کہ یہاں یا تحریف کاتب ہے یا سہو شارح واللہ اعلم حرر لله تعالی حملها عتقا اصالةً وقصدًا اذا ولدته بعد عتقها لاقل من نصف حول مولی نے آزاد کیا حاملہ
لونڈی اپنی کو تو لونڈی اور اسکا ولد دونوں بالاصالت اور بالقصد آزاد ہونگے جبکہ بعد عتق اپنے کے اسکو کمتر چھ مہینے سے جنیگی ماں کا بالاصالت آزاد ہونا
توضیح ہے اور بچہ اس راہ سے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جزء تھا اسوقت اپنی ماں کا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جزء ہے اسواسطے کہ جب اقل مدت حمل میں
جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ ولد قبل اعتاق کے اُسکے پیٹ میں موجود تھا ولولا کثر عتق تبعا لتعذر ایجاد الجزء ردا لاله اور اگر بعد عتق کے پورے چھ
مہینے یا زیادہ مدت میں جنی تو اسکا ولد بالاصالة نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت اعتاق متیقن الوجود نہیں بلکہ تبعًا آزاد ہوگا یعنی ماں کے آزاد ہونے سے
وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونوں صورتوں میں آزاد ہوا تو بالاصالة اور بالتبع کے فرق کا لینے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ ہے شارح نے

تو اسکا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحاوی عن الاشباہ یعنی اثنا عشر تو یہ بارہ موضع ہیں جنمیں حمل تابع اپنی ماں کا نہیں ہوتا ہے یعنی ملک اور حریت عتق کتابت تدبیر طلاق استیلاد و رہن و بیع و حق اضحیہ استبراء بیع سرایت ملک و لا یتبعہا فی کفالۃ الخ اور جنمیں تابع نہیں ہوتا وہ ان کا کفالت میں یعنی اگر حاملہ لونڈی کا مولی ضامن ہوا یا اسکی ضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہاں تک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ لڑکا ضمانت میں ماں کا تابع نہیں ہوا و اجارۃ اور اجارہ میں ماں کا تابع نہیں یعنی کسی نے حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ میں داخل نہیں تبع ماں کیطرح خدمت کرنا اسکو لازم نہوگا و جنایۃ اور جنایت میں تابع ماں کا نہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماں کیساتھ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر مالک فدیہ دیگا تو فقط ماں کا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر میں کہا کہ جنایت ماں کی طرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی و حدود وقود اور حد اور قصاص میں تابع ماں کا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد ولادت کے اور قصاص لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے و زکوۃ سائمۃ اور زکوۃ کے جانوروں میں بچہ تابع ماں کا نہیں و رجوع فی ہبۃ اور ہبہ پھیر لینے میں بچہ تابع ماں کا نہیں یعنی اگر لونڈی کسیکو بخشی اور وہاں حاملہ ہوئی اور واہب نے اسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل میں رجوع کرنا جائز نہیں کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز کہا ہے چنانچہ اسکا ذکر کتاب الہبہ میں آویگا والایصاء بخدمتہا اور اسکی خدمت کی وصیت میں یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کیواسطے وصیت کی تو اسکا بچہ وصیت میں تابع ماں کا نہیں و حل التذکیۃ بذکوۃ امہ اور حلال ہونے میں بچہ اپنی ماں کے ذبح کرنے سے پورا بنگیا ہو یا ناقص یعنی گائے یا بکری کو ذبح کیا اور اسکے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو اسکے ماں کا ذبح کرنا کفایت نہیں کرتا اسکو بھی ذبح کرنا چاہیے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہے یعنی ذبح کرنا جنین کا مانند ذبح کرنے اسکی ماں کے ہے بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیے نزدیک امام اعظمؒ اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے نزدیک اگر وہ بچہ پورا ہو چکا ہے تو اسکا کھانا حلال ہے بسبب ذبح ہونے اسکی ماں کے فہی تسع کما بسطہ فی بیوع الاشباہ تو یہ نو مواضع ہیں جنمیں تابع ماں کا نہیں چنانچہ ابن نجیم نے اسکو مصرح بیان کیا ہے اشباہ کے باب البیوع میں وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو نکح ہاشمی امۃ فولدہا ہاشمی کابیہ قن کامہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق میں مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ اور زیادہ کیا ہے کہ ولد تابع نہیں اپنی ماں کا نسب میں حتی کہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اسکا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماں کے اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہوگیا اپنے ولد کی رقیت سے کیونکہ اس نے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب میں ولد اپنے باپ کا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب واسطے تعریف اور شناخت کے ہے تو مرد کی جانب اسمیں غالب ہوئی اسواسطے کہ مردوں کا حال مشہور ہوتا ہے نہ عورتوں کا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے کہ اگر باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت ہے اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہے کہ جسکا باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو اسکا ولد سید شریف ہے اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر اور شریف کی ابتدا اسی طرف سے آئی ہے یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سغناقی نے کہا کہ میں نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا انہوں نے کہا میں نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حق تعالی نے قرآن مجید میں عیسی علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہم السلام کی ذریت میں فرمایا ماں کی جہت سے از قسطاوی جیز میں ہے کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہ ہے کہ ولد سید ہے اور جامع الفتاوی میں ہے کہ جسکا باپ سید نہو ماں ہو تو اسکے سید ہونے میں اختلاف ہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ مفتی قول یہ ہے کہ وہ سید ہے اور بعضے علماء نے کہا کہ جسکی ماں سیدہ ہو نہیں اسکو شرافت نسبی حاصل ہے تو یہ قول اختلاف میں القولین کے توفیق کیواسطے صالح ہے تو جسنے کہا کہ وہ سید نہیں تو مطلب اسکا یہ ہے کہ جسکی فقط ماں سیدہ ہو اسکی شرافت اسکے برابر نہیں جسکا باپ سید ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی فی طعنا ولا یتبعہا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین الاولی استحقاق بینۃ اذا ثبت البینۃ وتبعہا ولدہا وقفنا اور بچہ اپنی ماں کا تابع نہیں ہے بعد ولادت کے مگر دو مسئلوں میں ایک تو یہ کہ جب باندی غیر کی مستحق ملک ٹھہری بسبب گواہوں کے اور دوسرے یہ کہ جب جانور بیچا جاوے اور اسکا بچہ ہو بیع کے وقت تو وہ بھی بیع میں تابع اپنی ماں کا ہو جاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور اگر عدم دخول بیع کی تصریح ہو گئی ہو تو تابع نہوگا کذا فی الدر المنتقی اور قنیہ میں ہے کہ شیر خوار بچہ گائے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع میں تابع ہوگا نہ وہ

بچہ کہ وہ بھی نہیں بنیا کذا فی حاشیۃ المدنی **و ولد الامۃ منہ و ہو مالک لسیدہا** تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اسکے زوج کے نطفہ سے مالک ہو اسکے مولی کا ماں کا تابع
ہو کر **و ولدہا من مولاہا حر** اور لونڈی کا ولد اپنے مولی کے نطفہ سے آزاد ہے اسواسطے کہ وہ اصل علوق سے آزاد ہے اسواسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم **لانہ** گو
اور نہیں کہ اول مملوک ہو کر وہ مولی کا آزاد ہو جاتا ہے جیسا کہ متبادر ہوتا ہے ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار دو قد یکون حرا من قنین بلا تحریر کان نکح عبدا امۃ ابیہ
فولدہ حر لانہ ولد ابن المولی فلم یعتبر اور کبھی دو رقیق کا ولد حر ہوتا ہے بدون آزاد کرنے کے چنانچہ نکاح کیا غلام اپنے باپ کی لونڈی سے تو اسکا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا پوتا ہے کذا
فی الظہیریۃ وعلیہ فیولد لہا من سیدہا ادرما بنہ وابیہ حر اور بنابر قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہے اسواسطے کہ دونوں
قول ترجیح محرم مالک میں کیا ان میں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا حملت امۃ کافرۃ لکافر من کافر فاسلم فحملہا یصیر مالکا لکافر بیعہا لاسلامہ تبعا کما فی الاشباہ ولم ار فلت
الظاہر انہ لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لا یسقط حق المالک کافرہ لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہو گیا یعنی زوج تو لونڈی سکے
مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہو کر حکم کیا جاویگا اسواسطے کہ حمل دین میں خیر الابوین کا تابع ہوتا ہے یا نہ حکم کیا جاویگا اشباہ میں کہا کہ میں نے
اسکا حکم کلام فقہا میں صریح نہیں دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہے ظاہر جواب اس سوال کا یہ ہے کہ مالک پر بیع میں جبر نہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم
احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب اس امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا ولہذا انہوں نے کہا ہے کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی اسکے واسطے وصیت کی
تو اگر وہ بیچہ دن کم کے بیچ میں پیدا ہو اسطرح پر کہ قبل وقت حمل میں چھ مہینے سے کم ہے تو وصیت صحیح ہوا اگر چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو وصیت باطل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر

## باب عتق البعض

یہ باب ہے عتق البعض کے احکام میں جب پورے عتق کا ذکر ہو چکا تب ادھورا عتق شروع ہوا اسواسطے کہ ادھورا قلیل الوقوع ہے اور دونوں باب میں کمتر دوچیز سے عتق **من اعتق بعض عبدہ لم یعتق کلہ** ...
ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہوا اور لازم ہوگا مالک پر بیان کر دینا بعض کا امام اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد کیے مالک
آزاد کرنے سے تو صحیح ہوا بعض معین کو آزاد کرے چنانچہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے مثلا یوں کہے کہ میں نے بعض غلام کا یا جزء غلام کا آزاد کیا لیکن درصورت ابہام
قاضی اسکو بیان کراویگا کہ بعض یا جزء سے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک یوں کہے کہ میں نے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا
کذا فی المنح **وسعی فیما بقی** وان شاء حررہ او رسعی کرے غلام باقی میں اور اگر مولی چاہے تو باقی کو بھی آزاد کر دے یعنی اگر مثلا سو درہم قیمت تھی غلام کی اور مولی نے
آدھا آزاد کیا باقی بچاس درہم تو محنت مزدوری کر کے غلام بقدر مولی کو پہونچا دے تو پورا آزاد ہو جاوے لیکن اسکا باقی عتق نفوذ سعی ہی پر منحصر نہیں بلکہ اگر مالک کل
آزاد کر دیگا تو سعی کی کچھ حاجت نہوگی **وہو ای معتق البعض کمکاتب** فیل حتی یؤدی الا فی ثلث مسائل لا تردالی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع بطل فیہما ولو
ولم یترک وفاء فلاتقوم بخلاف المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کے مانند ہے یہاں تک کہ باقی کو ادا کرے سعی کر کے مگر تین مسئلہ میں مکاتب کے مانند نہیں ایک یہ اگر عاجز ہو
سعایت سے تو رقیق کیطرف نہیں پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کیطرف عود کرتا ہے اور ثانی یہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور
خالص غلام کے بیع میں یعنی دونوں کو ساتھ ہی بیچے تو دونوں میں بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام کی اور اگر مکاتب اور خالص غلام کی ساتھ ہی
بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی اور امر ثالث یہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر حاجت ادا ہو تو اسکے قاتل
قصاص واجب نہیں ہو اسواسطے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہ پڑا کہ اسکے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تھا تو مولی مدعی ہے اور اگر آزاد تھا
تو اسکے وارث مدعی ہیں بخلاف مکاتب کے کہ بدل ادا ہوا بدل کتابت کے جب وہ مقتول ہوگا تو قیمت اسکی ثابت ہوگی تو بلا شبہ اسکے خون کا مدعی فقط مولی
ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہوگا سوائے مولی کے تو ظاہر مقتضا سے تعلیل یہ ہے کہ اس
صورت میں اسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الرحمتی وقالا ما یتجزی تبعضہ نعتق کلہ وہو الصحیح قول الامام قہستانی

یا شریک سعایت کرا دے غلام سے چنانچہ ابھی گذر چکا ہے سعایت کا سے عبارت ہو اُس عمل سے جسکو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کیطرف سے تاکہ باقی آزاد ہو جاوے کذا فی القاموس
والولاء لهما لانهما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ میں دونوں شریکوں کیواسطے ہو مثلاً شریکوں میں سے جسنے اپنا حصہ بلا عوض آزاد کیا اور دوسرے شریک نے بھی اپنا
حصہ آزاد کیا یا مال پر صلح کر کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اُس سے سعایت کی درخواست کی مہر صورت میں آزاد غلام کی میراث دونوں شریکوں کو پہونچیگی اسواسطے کہ اسکے آزاد کرنے والے
بھی یہی دونوں شخص ہیں ويضمن المعتق لو موسرا وقد عتق بلا اذنه فلو به استسعاه على المذهب یا شریک کو یہ اختیار ہو کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کا ضمان لے اگر معتق دولتمند ہو بشرطیکہ
بے اذن شریک کے اُسنے آزاد کیا ہو اور اگر اُسنے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکیگا غلام سے سعایت کرا لیگا بنا بر ظاہر الروایت کے اسم درصورت اجازت ضمان کی
نفی مراد ہے نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ويرجع بما ضمن على العبد والولاء كله
له والعتق كله من جهته حيث ملكه بالضمان اور آزاد کرنے والا پھر لے غلام سے اتنا مال جتنا اُسنے ضمان دیا یعنی اسقدر مال کیواسطے سعایت کرا لیوے اور تمام وراثت
غلام کی آزاد کرنے والے کو ملیگی بسبب چھڑانے کل عتق کے اُسکی جہت سے اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہو گیا ضمان دیکر هل يجوز الجمع بين السعاية والضمان ان تعدد الشركاء نعم
والالا اور کیا جائز ہے جمع کرنا سعایت اور ضمان میں یا جائز نہیں جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اگر چند شریک ہوں یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہوں اور ایک نے اپنا
حصہ آزاد کیا تو دونوں شریکوں کو اختیار ہے کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کرا وے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی
عن البدائع والمبسوط ويتعين باختيار احد الشيئين الا الاستسعاء فانه الاعتاق اور جبکہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات سابقہ سے تو وہی امر معین اور مقرر ہو جاتا ہے یعنی
اسکو بدلکر دوسرا امر اختیار نہیں کر سکتا سوا سعایت کے اسواسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کریگا تو اسکو آزاد کر دینے کا اختیار ہے ... کہا کہ
ظاہر الکتابة والتدبیر والصلح سعایت کو شامل ہے واللہ اعلم ولو باعه او وهبه لم يجز لانه كالمكاتب اور اگر شریک اپنا حصہ آزاد کرنے والے کے ہاتھ بیچے یا اسکو ہبہ کر دے تو جائز
نہیں اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کی مانند محل تملیک باقی نہیں رہا ويعتبر اليسار بكونه مالكا قدر قيمة نصيب الآخر يوم الاعتاق سوى ملبوسه وقوت يومه في الاصح مجتبى
اور آزاد کرنے والے کا مقدور ثابت ہو گا بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہونے سے اعتاق کے دن سوا لباس اور ... کے یعنی اگر معتق بقدر قیمت حصہ
شریک کے مالک ہے تو ضمان دینے میں اسکا مقدور ثابت ہے قول اصح میں کذا فی المجتبی ولو اختلفا في قيمته ان قائما قوم للحال والا فالقول للمعتق لانكاره الزيادة
وكذا لو اختلفا في يساره واعساره اور اگر معتق اور شریک اختلاف کریں غلام کی قیمت میں اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اسکی قیمت ٹھہرا لیجاوے اور اگر
مر گیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہو گا اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا اور اسیطرح اگر دونوں میں اختلاف پڑے معتق کی مالداری اور
مفلسی میں بھی معتق کا قول معتبر ہو گا ولو شهد كل من الشريكين بعتق الآخر حصته فانكر كل سعى لهما اور اگر
گواہی دے ہر شریک دوسرے شریک کے آزاد کرنے کی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنے کا تو غلام سعایت کرے دونوں کے حصوں کی ادا کرنے کیواسطے شارح کہتا ہے
شہادت بیان معنی خبر دینے کے ہے اسواسطے کہ مقبول نہیں شہادت کے اگرچہ چند شریک ہوں اور انمیں سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دیں تب بھی گواہی مقبول
ہو گی اسواسطے کہ دونوں اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصوں کا ضمان اُس سے لیں کذا فی البدائع ما لم يحلفا فما القاه
فيسترق ويستسعى في حظهما دونوں شریکوں کیواسطے غلام سعایت کریگا جبتک کہ قاضی دونوں سے قسم نہ لیوے اور اگر قاضی نے دونوں سے قسم لی تو اس وقت میں
غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونوں کے حصوں میں سعایت کرے ہر درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہے
کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونوں شریکوں نے اعتاق کو دوسرے کیطرف نسبت کیا تو اسکا حکم کچھ نہیں ہے سوا سعایت کے اور اگر قاضی کے
پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی نے دونوں سے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونوں نے انکار کیا اور قاضی نے دونوں کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ میں نے آزاد نہیں
کیا تو غلام پر رقیت ثابت کیجاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اُسکے شریک نے جھوٹی قسم کھائی مقر اُسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو ہر ایک کا یہی اعتقاد ہوا کہ غلام کا استحقاق

غلام ہو اسواسطے کہ معتق البعض بمنزلہ مکاتب کے ہے تو اسکا استرقاق صحیح نہیں اور ہر شریک کو سعایت کا اختیار رہیگا کما فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو کل عتق نصیبہ بلاسعایۃ فان الولاء ہما وسعایۃ اور
اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اسکے واسطے سعایت کا حق نہ رہا اور قسم
کھانے والا سعایت کرائیگا ولو مات قبل ان یتفقا فللبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونون ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہون تو غلام کی ولاء بیت المال
کی ہوگی نہ مالکون کی اسواسطے کہ ہنوز کسیکا اعتاق ثابت نہین کذا فی البحر یہ مذہب ہے صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کے آیندہ قول میں تھا اور امام کے مذہب مین
اسکے ذکر کرنے سے غلط مذہبین ہوگیا مطلقا ولو موسرین او مختلفین فالولاء لہما سعایت کرے غلام امام اعظم کے نزدیک اسطرح اگرچہ دونون شریک مالدار ہون یا مفلس یا ایک مالدار ہو
اور دوسرا مفلس اور ولاء دونون کا حق ہے وقالا یسعی للمعسرین لا الموسرین ولو مختلفا یسارا یسعی للموسر لا المعسر والولاء موقوف فی الکل حتی یتفقا کذا فی البحر
والملتقی وعامۃ الکتب قلت ففی المتن خلط لا یخفی فتنبہ ثم رایت شیخنا الرملی نبہ علی ذلک کذلک اور صاحبین نے کہا کہ غلام دونون مفلس شریکون کیواسطے سعایت کرے
نہ مالدارون کیواسطے اور اگر دونون مقدور مین مختلف ہون یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے اسواسطے کہ مفلس مالدار پر
اپنے شریک پر ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولاء یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتون میں موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر ڈالتا ہے
یہان تک کہ دونون شریک متفق ہون ایک شخص کے اعتاق پر تب متفق وارث ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مرگیا تو اسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا امام اور صاحبین
کا مذہب اسیطرح ہے جیسے بحر الرائق اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ میں شارح کہتا ہے تو متن مین خلط مذہبین ہوگیا ہے کہ مخفی نہیں ہے ملاحظہ کرنے والے کے
ہوشیار ہوجا پھر میں نے اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ انہون نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں اس خلط مذہبین سے آگاہ کردیا ہے فی الحقیقت متن میں خلط دونون مذہب کا
ہوگیا کہ مذہب امام میں بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو مذکور کردیا یعنی تنخالفا یسارا میں مالدار کے واسطے سعایت ہو نہ مفلس واسطے اسلیے کہ امام کے نزدیک مطلقا سعایت لازم ہے اور غلام
شریکون کا ہوا اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر بات یہ ہے ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ سے اس مقام میں متن خطائین ہوئین اول خطا یہ کہ دونون
سمجھا یہ قول صحیح استرقاق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر میں کہہ چکا کہ بیشک استرقاق نہین دوسری خطا یہ کہ خلط مذہبین کا اعتراض متن پر کیا پھر اسمین آپ بھی مبتلا ہوئے بیت
بیت المال کا مسئلہ مذہب صاحبین کا اسکو امام کے مذہب کے ساتھ کہا اور بلا تنبیہ کے ذکر کردیا انسان ہر چند اپنے فن میں کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں لہذا ماخوذ
اور معاتب نہیں **فرع** متعلقہ شارح کا قال احد الشریکین للآخر بعت منک نصیبی ان لم اکن بعتہ منک فہو حر فقال الآخر ما اشتریتہ وان کنت اشتریتہ منک فہو حر
فالقول للمنکر الشراء بیمینہ فان حلف ولابینۃ للبائع عتق بلاسعایۃ لمدعی البیع بل للآخر فی حصتہ بکل حال ایک غلام کے دو مالک ہین سو ایک شریک نے دوسرے
شریک سے کہا کہ مین نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تھا قبل اسکے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر مین نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے شریک نے
کہا کہ مین نے تیرا حصہ نہیں خرید کیا اور اگر مین نے اسکو تجھ سے خرید کیا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورت مین جو شریک منکر ہے خرید کا اسیکا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر اگر اسنے
قسم کھائی عدم خرید کی اور بائع کے گواہ نہیں تو غلام آزاد ہوجائیگا بلا سعایت کے بیع بائع کیواسطے اسپر سعایت کرنا لازم نہوگا مفت آزاد ہوجائیگا اسواسطے
کہ اسنے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کیواسطے بقدر اسکے حصہ کے سعایت کریگا ہر حال مین
خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس کذا عندہما لو البائع معسرا ولو موسرا لم یسع لاحد فی الاصح اور اسیطرح صاحبین کے نزدیک سعایت فقط منکر شراکے واسطے ثابت ہے
اگر بائع مفلس ہوگا اسواسطے کہ انکے نزدیک مفلس پر ضمان نہیں اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسی کے واسطے سعایت نکریگا قول اصح مین اسواسطے کہ صاحبین
کے نزدیک دوسرے کی تونگری کی حالت مین سعایت نہین اور تضمین بھی نہیں اسواسطے کہ دوسرا منکر ہے ولو علق احدہما عتقہ بفعل غدا مثلا
کان دخل زید الدار غدا فانت حر وعکس الشریک الآخر فقال ان لم یدخل فمضی الغد وجہل شرطہ ادخل ام لا عتق نصفہ لتیقن احدہما ابقیین
وسعی فی نصفہ لہما مطلقا والولاء لہما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آیندہ کے کسی کام پر مثلا یون کہا کہ اگر داخل ہوگا زید گھر مین

کل تو تو آزاد ہی اور اُسکے بالعکس دوسرے شریک نے یون کہا کہ اگر زید کل گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی یہ معلوم ہوئی کہ زید گھر مین داخل ہوا یا نہین تو
غلام شرکی نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے یا یقین اور سعایت کرے غلام اپنے نصف باقی مین دونون شریکون کے واسطے اسلیے کہ ہر شریک کہتا ہے کہ نصف باقی میں
حصہ ہی اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہو گیا اور ترجیح کسیکو نہین لہذا نصف باقی کی سعایت دونون شریکون مین نصفا نصف ہوگی مطلقاً خواہ دونون مالدار ہون یا مفلس یا مختلف
اور میراث غلام کی دونون کے واسطے ہی ولا العتق والمسئلة بحالها لو حلفا على عبدين كل واحد بعبد لا احد بعينه بالتفاحش الجهالة اور اگر بطور سابق کے تعلیق کی دو مالکون نے اپنے
دو غلامون مین جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہو تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب زیادتی جہالت کے یعنے مثلاً زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہی اگر خالد کل گھر مین داخل ہوا اور
عمرو نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہی اگر خالد کل گھر مین نہ داخل ہو پھر وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گھر مین داخل ہوا یا نہین تو کوئی غلام آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے
کہ اس مسئلے مین نسبت مسئلہ سابق کے دونی جہالت ہوگئی غلام مین بھی اور حانث مین بھی یعنے معلوم نہین کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہین کہ
کون ہوا زید یا عمرو بخلاف مسئلہ ما قبل کے کہ وہان ایک ہی جہالت ہی یعنے حانث مین جہالت ہی معلوم نہین کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام مین جہالت نہین سواسطے کہ دونون کا
ایک ہی غلام ہی حتی لو اجتمعا فی ملک احدهما بان اشتراهما من علم بحلفهما عتق عليه احدهما وامر بالبيان فتح تا اینکہ اگر دونون غلامون کا ایک ہی شخص مالک ہو جاوے
اسطرح کہ دونون غلامون کو وہ شخص خرید کرے جو دونون مالکون کی قسم یعنے تعلیق کو جانتا تھا تو اُسکے پاس ایک غلام آزاد ہو جاویگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاویگا یعنے
دونون مین سے ایک غلام کو عتق کے واسطے معین کرے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ مسئلہ سابقہ مین بسبب تعدد مملوک اور مالک کے جہالت زائد تھی اور بسبب اتحاد مالک کے
جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کیجانب سے نہین تھی لیکن چونکہ مشتری دونون مالکون کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا والحالف بان
قال عبده حر ان لم يكن فلان دخل هذه الدار اليوم ثم قال امرأته طالق ان كان دخل اليوم عتق وطلقت لانه بكل يمين زعم الحنث فى الاخرى بخلاف
ما لو كانت الاولى بالله اذ الغموس لا تدخل تحت حكم الحاكم ليكذبه بخلاف الاخرى یا قسم کھانے والا ہو ایک سطرح پر کہ مثلاً زید نے کہا کہ اُسکا غلام آزاد ہی اگر آج
گھر مین آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر اس گھر مین آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور اسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ ہر
یمین دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کرنیوالا ہی یعنے پہلی یمین مین شرط طلاق کے موجود ہونیکا مقر ہوا اور دوسری یمین مین شرط عتق کی موجود ہونیکا اقرار کیا بخلاف اسکے وہ صورت کہ
یمین اول خدا تعالی یعنے اگر یون کہے کہ واللہ مین اس گھر مین داخل نہین ہوا پھر یون کہا کہ اگر مین اس گھر مین داخل ہوا ہون تو میرا غلام آزاد ہی تو اسمین کفارہ لازم ہی عتق ثابت ہو
اسواسطے کہ اگر عدم دخول مین صادق ہی تو کفارہ نہین اور اگر عمداً کذب بولا ہو تو یمین غموس ہی اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہین ہو سکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم
تحت مین داخل نہین ہوئی تاکہ اُسکے سبب سے دوسری یمین کی تکذیب کیجائے الطحطاوی نے کہا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہی اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو یہی حکم
ہی بنا چاہئے اسکا ذکر کتاب الطلاق مین ہو چکا کذا فی طحطاوی الدر فی درمختار قبیل باب معتق بعضہ ولا يخير ولا ضمان على الشريك لقرابته ولا على الفطار بلان الحكم
يدار على السبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے یعنے سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو آزاد ہوگا
حصہ قرابتدار کا بدون ضمان کے شریک کو اُسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنابر ظاہر الروایت کے اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہی یعنے ضمان کا سبب تعدی ہی سو یہان تعدی
نہین اسواسطے کہ اعتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہین والشريك ان يعتق او يستسعى اور اُسکے شریک کو اختیار ہو کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا اُس سے سعایت کرائے
اما لو ملک مستولدة بالنكاح مع آخر فيضمن حظ شريكه لكونه ضمان تملك اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک ہوگا دوسرے شخص کے ساتھ یعنے غیر کی لونڈی
سے نکاح کیا اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اُسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہو کر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضمان دیگا اسواسطے کہ یہ ضمان ہی
مالک ہونے کا وان اشترى نصفه اجنبی ثم القريب باقيه فالاجنبی يضمن المشترى موسراً او يستسعى العبد هذه ساقطة من نسخ الشرح اور اگر خرید کیا
نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کے قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہی چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ قدرت والا

ہو اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے یہ مسائل متن کے نسخوں میں داخل ہیں اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہیں (وان اشتری نصفه قریبه ممن یملک کله لا ضمن لبائعه مطلقا
لمشارکته فی العلة) اور اگر خرید کیا اپنے قرابت دار کے نصف کو اُس شخص سے جو اُسکا پورا مالک ہے تو بیچنے والے کو ضمان نہ دیگا مطلقا خواہ مالدار ہو خواہ مفلس بسبب شریک ہونے
بائع کے علت میں یعنی ملک مشتری میں دخول مبیع کی علت ایجاب و قبول ہے سو آئین بائع نے مشتری کا ساتھ شریک کر لیا (وقید بملکه لانه لو اشتراه من احد الشریکین لزمه
الضمان اجماعا للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسرا) اور عدم ضمان مشتری میں مصنف نے بائع میں پوری ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک
شریک سے خریدیگا تو اُسپر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام و صاحبین کے دوسرے شریک کے واسطے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع میں اپنا شریک نہیں
کیا ضمان مشتری پر اُسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہے تو شریک غلام سے سعایت کرا دیگا کذا فی العالمگیریہ (عبد بین ثلثه دبره واحد وبعده اعتقه آخر وهما
موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر ولم یحرر مدبره ان شاء ثلث قیمته قنا ورجع بها علی العبد لا معتقه لان التدبیر ضمان معاوضة وهو الاصل) ایک غلام ہے
جسکے تین مالک ہیں اُنہیں سے ایک مالک نے اُس غلام کو مدبر کیا اور بعد اُسکے دوسرے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا اور وہ دونوں مالک مالدار ہیں تو تیسرا ساکت مالک جسنے
نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنے والا اسقدر غلام سے بھر لے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنے والے سے
اسواسطے کہ مدبر کرنا ضمان ہے معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان میں خلاصہ یہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونوں شریکوں کے حصوں میں نقصان واقع
ہو گیا تو ہر ایک کو اپنے حصے میں تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عبد کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو تیسرے
شریک کے واسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان معاوضہ ہے یعنی مالک بننے کا ضمان ہے اور ضمان اعتاق ضمان تلف ہے اسواسطے
کہ غلام مدبر کا اجارہ اور اعارہ اور استخدام درست ہے اور اعتاق میں یہ امور جائز نہیں لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنے والے سے ضمان لینا متعین ہو گیا نہ آزاد کرنے والے سے
کذا فی حاشیة المدنی (وضمن المدبر لمعتقه ثلثه مدبرا لا ما ضمنه المدبر من ثلثه قنا لتقدیره) اور ضمان لے مدبر کرنے والا غلام کے آزاد کرنیوالے سے تہائی قیمت مدبر کی ضمان
لے مدبر کرنیوالا اسقدر جتنا آپ ضمان دے چکا ہے یعنی خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے اسکے مدبر کرنے سے (وهی ان قیمة المدبر ثلثا قیمته قنا) اور بابت مدبر ہونے
اوسکا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اسواسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمیں ہیں ایک وطی کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع کرنا اور مدبر
کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہو جاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہو گئی مثلا اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہوں تو شریک ثالث مدبر کرنے سے نو درم ضمان لیگا اور مدبر کرنیوالا
آزاد کرنیوالے سے چھ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہو کر اٹھارہ درم ہونگے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہے (والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاه للمدبر
وثلثه للمعتق لعتقه کذا علی ملکهما) اور میراث غلام مذکور کی آزاد کرنیوالے اور مدبر کرنیوالے میں تین تہائی ہوگی دو تہائیاں مدبر کرنے والے کی اور ایک تہائی آزاد کرنیوالے
کی بواسطے آزاد ہونے غلام کے اسی طرح ان دونوں کی ملک پر آزاد کرنیوالا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنیوالا دو تہائی کا مالک تھا
ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا (وقال هی ام ولد شریکی وانکره شریکه لا بنفیه تخدمه یوما وتتوقف یوما
خدمته لو انکر اقراره) اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہے اور دوسرے شریک نے انکار کیا کہ یہ میری ام ولد نہیں اور گواہ اس دعوے کے نہیں تو یہ لونڈی
شریک منکر کی ایک دن خدمت کرے اور ایک دن کسی کی خدمت نہ کرے اُسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اسکی ام ولد ہونے کا قائل ہوا تو اپنے حظ
حق کا منکر ہوا لہذا اپنے اقرار پر خود ہوا اور شریک منکر کا یہ گمان ہے کہ لونڈی ایسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی میں اُسکا حق موجود ہے (ونفقتها فی کسبها فان
لم یکن فعلی المنکر) اور نفقہ لونڈی کا اُسکی محنت مزدوری میں ہے اور اگر کسب نہ کر سکے تو شریک منکر پر اُسکا پورا نفقہ ہے کذا فی المختار من باب محمد اور دوسرا قول یہ ہے کہ نصف
نفقہ منکر پر ہے اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر میں کہا کہ یہی قول الیق لقول امام ہے کذا فی حاشیة المدنی (واما جنایتها موقوفة) اور جنایت لونڈی
کی موقوف رہیگی تاوقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے ہم لونڈی کی نصف میراث اور اُسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مر جاوے تو

امام اعظم کے نزدیک تہائی آزاد ہوگی اور بقدر حصہ منکر کے اُسکے وارثوں کے واسطے سعایت کریگی کذا فی العالمگیریہ ولا قیمۃ لام ولد اور کچھ قیمت نہیں ام ولد کی امام کے نزدیک اسواسطے کہ
ابن ماجہ و دارقطنی اور حاکم نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیم کی ماں یعنی ماریہ قبطیہ کا ذکر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرت نے فرمایا کہ اُسکو اُسکے لڑکے نے آزاد کر دیا تو
یہ حدیث مقتضی ہو رہی تا دروال قیمت کی لیکن یہ حدیث ابن ماجہ دوسری حدیث سے معارض ثابت ہوا ابن ماجہ و حاکم نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
لونڈی کے اولاد پیدا ہو مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال التقوم بلا معارض باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا اسلمت ام ولد النصرانی وقوما بالثلث قیمتہا قنۃ ام ولد کی
کچھ قیمت نہیں مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی بقدر ثلث یعنے اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو اُسکا بس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے اُسپر سعایت لازم ہوگی اسواسطے کہ مسلمان ہو کر
کافر کی مملوک نہیں رہ سکتی اور مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہیں ہو سکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اُسکی قیمت پر سعایت لازم آویگی اور صاحبین کے نزدیک ام ولد کی قیمت بقدر ثلث
قیمت لونڈی کے ٹھہرائی ہے فلا یضمن غنی اعتقہا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لہما فاعتقہا احدہما لم یضمن وکذا لو ولدت فادعاہ احدہما ثبتت
نسبہ و لا ضمان ولا سعایۃ خلافا لہما پھر جب ام ولد کی کچھ قیمت نہوئی تو ضمان نہ دیگا وہ مالدار جسنے مشترک ام ولد کو آزاد کر دیا اسطرح پر کہ مشترک لونڈی ایک ولد
جنی سو دونوں مالکوں نے اُسکے نسب کا دعوی کیا اور وہ دونوں کی ام ولد ہوگئی پھر ایک مالک نے اُسکو آزاد کر دیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنے والا ضمان
نہ دیگا اور اسی طرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک نے اُسکا دعوی کیا تو اُسکا نسب ثابت ہوگا اور مدعی نسب پر ضمان دینا لازم نہوگا اور نہ لونڈی پر
اور اُسکے ولد پر سعایت لازم ہوگی اسلیے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہیں جو ضمان اور سعایت اُسپر متفرع ہو بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اگر مدعی نسب مالدار
ہو تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر مفلس ہو تو ولد پر سعایت لازم ہوگی وانما یضمن بالجنایۃ اجماعا فلو قربہا الی سبع فافترسہا ضمن لانہ ضمان جنایۃ لا ضمان غصب لذا
یضمن الصبی لو بمثلہ زیلعی والبتہ ام ولد کا ضمان دیا جاویگا بسبب جنایت کے باتفاق امام و صاحبین کے تو اگر کوئی لائے ام ولد کو مثلاً شیر کے پاس لایا اور شیر نے اُسکو
پھاڑ ڈالا تو یہ شخص ضمان دیگا دوسرے مالک کو اسلیے کہ یہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا تقوم پر موقوف نہیں بخلاف ضمان غصب کے اور اسی واسطے
صغیر پر کا ضمان دیا جاتا ہے مانند اُسکے کذا فی الزیلعی یعنے اگر صغیر نے کوئی تلف کر ڈالے تو اُسپر ضمان جنایت لازم آویگا و بالا اجر لائق فیہ تنبیہ نہیں ولو قال لعبدین
عندہ من ثلثۃ اعبد لہ احدکما حر فخرج واحد ودخل آخر فاعاد قولہ احدکما حر فمات المولی بلا بیان ایک شخص کے تین غلام ہیں سعید اور مرجان اور فیروز سو
اگر مثلاً سعید اور مرجان دو حاضر غلاموں سے کہا کہ تم میں ایک آزاد ہے پھر ایک غلام مثلاً سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنے فیروز پھر مالک نے وہی اپنا قول
دوبارہ کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے سو تا وقتیکہ مالک زندہ ہے تو اُسپر بیان کرنیکا حکم کیا جاویگا یعنے اگر غلام قاضی سے نالش کرینگے تو قاضی جبرا مالک پر حکم کریگا کہ بیان کر دے کہ قول اول و
ثانی میں کس کس غلام کو تونے آزاد کیا ہے جسکو مالک بیان کریگا وہی آزاد ہوگا وان مات بلا بیان عتق ممن ثبت ثلثۃ ارباعہ ونصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور اگر
مالک بلا بیان مرگیا تو جو غلام کہ دونوں قولوں میں ٹھہرا رہا یعنے مرجان سے تین ربع یعنے پون آزاد ہوگا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہوگا اور نصف النصف یعنے چوتھائی
ایجاب ثانی سے آزاد ہوگا مع تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو میں ایک آزاد ہے اور تعیین کسی کی مالک کے قول سے ثابت نہوئی
تو ایجاب اول سعید اور مرجان میں دائر ہوا لہذا آدھا آدھا منقسم ہو گیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پھر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پھر مالک نے وہی کہا کہ
ایک تم دونوں میں آزاد ہے تو ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت میں یعنے مرجان اور فیروز میں دائر ہوا تو یہی دونوں میں نصفا نصف ہو گیا نصف مرجان کو اور نصف فیروز کو
سو جو نصف کہ مرجان کو پہونچا وہ بالکل مرجان میں شائع ہوا اور پھیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہو چکا تھا اور نصف فارغ غیر آزاد تھا تو جو حصہ کہ
نصف آزاد کو پہونچا وہ تو لغو اور بیفائدہ ہو گیا اور جتنا فارغ کو پہونچا وہ باقی رہا یعنے چوتھائی اسواسطے کہ نصف کو جو دو حصے کیجیے تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے
معلوم ہو گیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہو گئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے کذا فی الدرر و عامۃ الکتب و عتق من کل
غیرہ نصفہ اور سوائے مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور ایجاب

ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنے فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی میں جیسے ثابت غلام یعنے
مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحبین تجزی عتق کے قائل ہیں سوائے اسکے
سوا اور مسائل میں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں بیان کیا الثبوتہ بطریق التوزیع والفرقۃ لم تتعد یعنے ثبوت تجزی عتق کا اس مسئلہ میں بطور تقسیم اور ضرورت کے
ہوگیا ہے تو سوائے محل ضرورت کے اور مسائل میں متعدی او متجاوز نہوگا یعنے ایک غلام کا عتق بسبب ضرورت عدم تعیین کے دو میں منقسم ہوگیا تو سوائے اپنے محل کے اور محل میں تجاوز نہیں
ہوسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی شرح ابی المکارم عن المختصر وان صدر ذلک المذکور منہ فی مرضہ وضاق الثلث عنہم ولم تجز الورثۃ وقیمتہم سواء قسم الثلث بینہم کما مر
فجعل کل عبد سبعۃ اسہم کسہام العتق لاحتیاجنا الی مخرج لنصف وربع واقلہ اربعۃ فتعول لسبعۃ ہے ثلث المال اور اگر یہی دونوں قول مذکور صادر
ہوں مالک سے اسکی بیماری میں اور بلا بیان وہ مرگیا او ثلث مال سے غلام آزاد نہو سکیں اسلیے کہ سوائے تین غلاموں کے کچھ اور ترکہ میت کا نہیں اور وارث
میت کے اسقدر آزاد ہونے کو جائز نہیں رکھتے اور حالانکہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہے تو اس صورت مخصوص میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینوں غلاموں میں منقسم کیا جائیگا
اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دیے جاویں مانند سہام عتق کے چنانچہ اسکی تفصیل ابھی تمکو معلوم ہوچکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے میں ربع ایک کے
اور نصف نصف دو غلام کے سات سہم اسواسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہمکو احتیاج ہوئی ایسے مخرج کی جسمیں نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہیں اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہیں اور ربع اسکا
ایک اور چونکہ چار میں گنجائش سات سہم کی نہیں یعنے چار کو زیادہ کر کے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال ہی میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں جاری ہوا اگر
کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کردی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض میں اجتماع نصف اور ربع کا نہیں ہے تا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل
نہوئے تو اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہیں بھی جائز نہیں اسیطرح مصحح کیا ہے شارح کلام اہل فرائض کے کذا فی الدرر۔ فعتق ممن ثبت ثلاثۃ من سبعۃ وسعی فی اربعۃ
ویعتق من کل من غیرہ سہمان ویسعی فی خمسۃ فبلغ سہام السعایۃ اربعۃ عشر وسہام الوصایا سبعۃ لنفاذہا من الثلث اور اس غلام سے جو ثابت رہا دونوں بیانوں
میں یعنے مرجان کے تین سہم آزاد ہونگے سات سہم سے اور سعایت کرے چار سہم میں اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہونگے یعنے سعید کے دو سہم آزاد ہونگے تو باقی پانچ
سہم میں سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہونگے تو وہ بھی باقی پانچ میں کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ ہونگے اور وصیت یعنے عتق کے سہام سات
ہونگے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہونگے انمیں سے ثلث آزاد ہونگے یعنے سات باقی رہے دو ثلث یعنے چودہ وان طلق نسوتہ الثلث
کذلک وقد مہرہن سواء اور اگر طلاق دی یکے زوج نے اپنی تین عورتوں کو اسیطرح یعنے ایک شخص کے تین عورتیں ہیں ایک دن اسکے پاس دو عورتیں حاضر تھیں سو اسنے کہا کہ تم
دو میں سے ایک مطلقہ ہو پھر ایک انمیں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اسنے دوبارہ کہا کہ تم دو میں سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہران تینوں کے برابر ہیں ہم مہر کا برابر ہونا کچھ
ضرور نہیں شارح نے یہ قید باتباع صاحب غرر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا در صورت تفاوت مہر کے بھی یکساں ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ المدنی عن المفتی
ابی السعود وقبل وطی لیفید البینونۃ طلاق دی وہ قبل وطی کے قید قبل وطی کی اسواسطے لگائی تا کہ ایجاب اول مفید ہو جدائی کا اسلیے کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے
جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول ہوا ہے وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نرہی تو اس امر میں طلاق عتق کے مانند ہو گئی کذا فی شرح الوقایہ والدرر ہم اس مسئلہ کے
مفروضہ میں تین طرح کے احکام ہیں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اس صورت میں ثابت ہیں جبکہ زوج بے طلاق مبہم
دیکر بلا بیان مرگیا اور اگر زوج بیان کر دیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہے تو وہ عورت بائنہ ہو جاویگی بلا عدت اور نصف مہر لیوے گی اور دوسری عورت کہ بوقت
خطاب موجود تھی وہ نکاح میں ثابت رہیگی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مرجاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاوے گی اور عدت وفات
اسپر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مہر من خرجت وثلاثۃ اثمان مہر من ثبتت وثمن مہر من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف مہر الواحدۃ منصفا بین الخارجۃ
والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتۃ والداخلۃ تو ساقط ہوگا نزدیک خارجہ کا چہارم مہر اور زوجہ ثابتہ کے مہر سے

مین ہشتم حصے ساقط ہونگے اور زوجہ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوگیا تھا جو خارجہ اور ثابتہ مین نصفا
نصف ہوگیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہوگیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہوگیا ثابتہ اور داخلہ مین آدھوں آدھ ہوگیا ہم ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اسلیے
ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہین دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول مین نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک عورت پر غیر معین ہے لہذا ساقط نصف ہر دونون مین برابر تقسیم
ہوگیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا لیکن اسلیے ایجاب ثانی مین تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول مین خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع مین ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب
ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق کے متجزی نہین ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہو اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول مین خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر مین ایجاب ثانی دائر ہوگا
ثابتہ اور داخلہ مین برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی مین ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دونون مین نصفا نصف ہوگا تو ثابتہ کا بھی آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی
بعضے علما نے کہا کہ یہ محمد کا قول ہے اور بعضون نے کہا کہ شیخین کا قول بھی یہی ہے اگر امام محمد کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا بھی قول ہے تو عتق اور طلاق مین فرق جو مذکور ہے بیان کی
البتہ حاجت ہے کذا فی الھدایۃ وغیرھا و الثابتۃ و الداخلۃ ربع مہرہا منصفا و اما المیراث فلہن من ربع او ثمن فللداخلۃ نصفہ لانہ لا یزاحمہا الا الثابتۃ و النصف الاخر بین الخارجۃ
والثابتۃ نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن ہو داخلہ کو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہین تو نصف ربع ہے
اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہے اسواسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہین مگر ثابتہ اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ مین نصفا نصف ہے اسلیے کہ کوئی مرجح نہین
ایک کا دوسری پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی و علی کل منہن عدۃ الوفات احتیاطا لا الطلاق لعدم الدخول اور تینون
مین زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنابر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات مین احتیاط اسی سبب احتمال منکوحہ ہونے کے کذا فی الکمال
والوطی و الموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقولہ لامرأتیہ احدکما بائن فوطی احدیہما او ماتت کان بیانا للاخری قیل و کذا التقبیل لا الطلاق اور وطی اور موت
زوجہ بیان ہے طلاق بائن مبہم مین چنانچہ یون کہنا زوج کا اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم مین سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہوگیا کہ
زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر موطوہ مطلقہ ہوتی تو اُس سے وطی نکرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی
اسلیے کہ مردہ محل طلاق نہین بعضے علما نے کہا اور اسی طرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنے اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا
بوسہ لیگا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہین ہوتی یعنے اگر دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم مین بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کرکے طلاق دیگا
یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہوگی یعنے دوسری زوجہ مطلقہ نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت مین دوسری طلاق بھی واقع ہوسکتی ہے تو جائز ہے کہ
جسکو اول طلاق بائن ہوئی تھی اسیکو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر و مثل التہدید بالطلاق کالطلاق و العرض علی البیع کالبیع لم ادرہ
شارح کہتا ہے طلاق کی دھمکی طلاق کے مانند اور بیع کے واسطے پیش کرنا بیع کے مانند ہے بیان مین یا نہین مین نے اسکو صریح نہین دیکھا ہم جب طلاق بیان
نہوئی تو بھلا دھمکی طلاق کی کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب مین نہین دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے اشباہ شرح مختار مین صریح دیکھا
کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اسکی ملخص عبارت یہ ہے ولو قال لعبدیہ احدکما حر ثم باع احدہما او عرضہ علی البیع عتق الآخر لانہ بالعرض قصد
وصول الثمن و انہ ینافی الحریۃ اور ملتقی الابحر مین یون ہے (والبیع بیان فی العتق المبہم و کذا العرض علی البیع) اور دیکھ شارح ملتقی نے شرح لکھکر یہ در المختار سے
پہلے تھی یہ مسئلہ یاد نہ تھا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہین معاذ اللہ یہ شارح علامہ پر طعن نہین ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک
غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہے کبیع ولو فاسدا او موقوفا ولو بقبول العبد نفسہ و تحریرہ ولو معلقا و تدبیرہ ولو مقیدا و استیلاد
و کذا کل تصرف لا یصح الا فی الملک ککتابۃ و اجارۃ و الخیار و تزویج و رہن و ہبۃ و صدقۃ ولو غیر مسلمتین ذکرہ ابن الکمال لان المساومۃ
بیان نفذہ او لا بلا قبض بدائع چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا بیان ہے اگرچہ بیع فاسد ہو اور مرجانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے

اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا اگرچہ اعتاق مطلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر میں آویگا اور استیلاد یعنے دعوی ولد کرنا اور اسی طرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہیں ہوتا مگر ملک میں جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا مملوک کا نکاح کر دینا یا گرو رکھنا اور اسی طرح ہبہ کرنا اور خیرات میں دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہ قول ہے ابن کمال کا اسواسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم جبکہ بیان ہے تاہم عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی ہے بیان ہونے میں کذا فی البدائع اسواسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض میں ایجاب بے قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانیکے فی حق عتق مبہم فقوله او کما حرر فعل یا ذکر تعیین الآخر امور مذکورہ عتق مبہم کے حق میں بیان ہیں چنانچہ مالک نے اپنے دو غلاموں سے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے تو یہ عتق مبہم ہے معلوم نہیں کہ کسکی آزادی مراد ہے پھر امور مذکورہ میں سے کوئی امر کیا یعنے دو غلاموں میں ایک کو بیع کر ڈالا یا ایک غلام مر گیا یا ایک کو آزاد کیا معین کر کے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کہا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ میں دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کے واسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کر دیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسیکو ہبہ کر دیا یا خیرات میں دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا عتق متعین اور مصرح ہو گیا ابہام رفع ہوا اسواسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہے کہ عتق اسکا مالک کو مقصود نہ تھا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی ولو قیل لہ ایہما نویت فقال لم اعن ہذا عتق الآخر ثم ان قال لم اعن ہذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے اور کسی نے مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنیکا تو نے ارادہ کیا سو مالک نے کہا ایک کیطرف اشارہ کرکے کہ اسکو میں نے نہیں آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اسواسطے کہ ایک کی نفی کرنے سے دوسرا متعین ہو گیا پھر بعد اسکے دوسرے غلام کی طرف جسکا عتق متعین ہو گیا اشارہ کر کے کہا کہ اسکی آزادی کا بھی میں نے ارادہ نہیں کیا تو اول غلام بھی آزاد ہو جاویگا یعنے دونوں غلام آزاد ہو جاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم میں یعنے زوج اپنی دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں طالقہ ہے پھر کسی نے پوچھا کہ کسکو تو نے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اسکو میں نے ارادہ نہیں کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہو گی پھر اگر دوسری عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسکو بھی میں نے ارادہ نہیں کیا تو دونوں مطلقہ ہونگی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اسمین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین نہیں ہوتی چنانچہ اگر یوں کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے ہزار درم مجھ پر ہیں سو اگر کسی نے پوچھا کہ کون ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ طلاق اور عتاق میں اس شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہوگا بنا بر ضرورت اقامت واجب کے بخلاف اقرار کے کہ اسکی تعیین مقر پر واجب نہیں اسواسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہیں آتا کہ جبر اسپر جائز ہو تو اقرار میں ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بھی نہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدہما تعین الجانی وعلیہ الدیۃ دفعا للضرر ولوالجیہ اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنے کسیکو مار ڈالا تو مارنے والا غلام متعین ہو جائیگا واسطے عتق کے اور اسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنے غلام قاتل کی آزادی سے متعین ہو گئی تاکہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیے تو قاتل کی طرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لا یکون الوطی والدواعی بیانا فیہ قالا ہو بیان حبلت اولا وعلیہ الفتوی لعدم حلہ الا فی الملک نہوگی وطی اور اسکے دواعی بیان عتق مبہم میں یعنے اگر ایک لونڈی سے ہولے نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم میں لونڈی اس وطی سے حاملہ ہوا ہو اسی قول پر فتوے ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ وطی حلال نہیں مگر ملک میں اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہوا ہوگا وکذا الموت لا یکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی او قال لجاریتین احدکما ام ولدی فماتت احدہما لا تتعین الباقیۃ للعتق ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسی طرح موت بھی بیان نہیں ہوتی خبر دینے میں باتفاق امام اور صاحبین کے سو اگر مولے نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ تم میں سے ایک میری ام ولد ہے پھر ایک غلام یا ایک لونڈی مر گئی تو باقی غلام عتق کے واسطے اور باقی لونڈی استیلاد کے واسطے متعین نہونگے اسلیے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونوں میں صحیح ہو سکتا ہے لہذا موت بیان نہیں ہو سکتی اخبار میں بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ میں صحیح نہیں لہذا انشاء میں موت بیان ہوتی ہے قال لامتہ ان کان اول ولد تلدینہ ذکرا فانت

مترجم اول چند ورق پیشتر مذکور کر چکا ہے کہ تدبیر مطلق وہ ہے جو بعد مرنے کے آزاد کرنے کو کہا اور مقید وہ ہے جس میں

حرۃ فوارث ذکرا وانثی ولم یدر الاول رق الذکر بکل حال وعتق نصف الام و الانثی لعتقہا بتقدیم الذکر ورقہا بعکسہ فیعتق نصفہما وتسعیان فی نصف قیمتہما
کہا مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مذکر اور مونث ساتھ ہی جنی اور معلوم نہین کہ پہلے مذکر جنی یا مونث تو ولد مذکر تو ہر حال
مین غلام ہی رہیگا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مونث کا اسواسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اسلیے کہ وقت تولد کے یا اسکی ماں کہ تھی اور وہ آزاد نہ ہوگی
مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مونث کا تولد ہوا تو نہ ماں کی آزاد ہوگی نہ مولود بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور جس صورت مین ایک کسی کی معلوم تو ان میں سے اسکی نصف
نصف آزاد ہوگی بسبب آزاد ہونے دونون کے در صورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے دونون کے در صورت تقدم مونث کے تو در صورت عدم ثبوت تقدیم کے دونون نصف نصف آزاد ہونگی اور دونون
سعایت کرینگی اپنی نصف نصف قیمت مین شہد بعتق احد مملوکیہ لوانیتہ لغت عند ابی حنیفۃ رح لکونہا علی عتق مبہم دو گواہون نے دو غلامون مین سے ایک کے آزاد کرنیکی گواہی دی
تو نزدیک امام اعظم کے یہ گواہی لغو ہے اگرچہ دونون گواہون نے دو لونڈیون مین سے ایک لونڈی کے بھی عتاق کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ یہ گواہی عتق مبہم پر ہے از جنس مجہول کی گواہی
لائق سماعت کے نہین الا ان تکون شہادتہما فی وصیتہ ومنہا التدبیر فی الصحۃ والعتق فی المرض او طلاق مبہم فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت مین مقبول
نہین مگر اسوقت مقبول ہے کہ دونون کی گواہی وصیت مین ہو اور وصیت مین داخل ہے صحت مین مدبر کرنا اور مرض الموت مین آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم مین ہو تو
باجماع امام و صاحبین کے مقبول ہوگی ہم جبکہ تدبیر فی الصحۃ وصیت مین داخل ہوئی تو تدبیر فی المرض بطریق اولی وصیت مین داخل ہوگی بحر الرائق اور نہر الفائق مین گواہی وصیت کی
یون مثال دی ہے کہ دو گواہ گواہی دین کہ مالک نے اپنے مرض الموت مین دو غلامون مین سے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی محشی نے کہا تو اس مثال مین وصیت اور عتق فی المرض مین کچھ فرق
نہین معلوم ہوتا اور ممکن ہے کہ وصیت سے یہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کی وارثون کو وصیت کر جاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہ مراد کہ خود آزاد کر کے مرے والاصل ان الطلاق
المبہم یحرم الفرج اجماعا فلا یشترط لہ الدعوی بخلاف العتق المبہم فلا یحرم عندہ لکن لم یجز ان یفتی بہ فلیحفظ اور طلاق مبہم اور عتق مبہم مین اصل فارق یہ ہے کہ طلاق مبہم حرام
کر دیتی ہے شرمگاہ کو باجماع امام و صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کے واسطے دعوے مشروط نہین اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ
بلا شرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہین نزدیک امام کے لیکن اس مقام مین امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہین کذا فی الہدایہ
اسواسطے کہ فرج احتیاط تحریم مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کما لو قیل لو شہد بعد موتہ انہ ای المولی قال فی صحتہ لقیتہ احد کما حر قبلا الاصح لشیوع العتق فیہما
بالموت فصار کل خصما متعینا وصححہ ابن الکمال وغیرہ چنانچہ مقبول ہے گواہی اگر دو شاہدون نے گواہی دی بعد موت مولے کے کہ اسنے اپنی صحت مین کہا
تھا اپنے دو غلامون سے کہ ایک تم مین سے آزاد ہے گواہی مقبول ہوگی بنابر قول اصح کے بسبب شائع ہو جانے عتق کے دونون غلامون مین مولی کی موت سے
یعنے جبتک مولی زندہ تھا تو شہادت مذکورہ مقبول نہ تھی اس سبب سے کہ دعوی صحیح نہ تھا اسواسطے کہ مدعی مجہول تھا معلوم نہ تھا کہ دونون مین سے کون آزاد ہے اور
جب مولے مر گیا تو دونون غلامون میں عتق پھیل گیا تو ہر غلام مدعی متعین ہو گیا اور صحیح کی ہے اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے لیکن فخر الاسلام اور صاحب کافی نے
اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شہد ان عتقہ سالما ولا نعرفہ عتق گواہی دی دو گواہون نے
کہ مولے نے اپنے سالم غلام کو آزاد کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہین ہین تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولی کے غلامون مین مسمی بہ سالم ایک ہی
غلام ہو ولو لہ عبدان کل اسمہ سالم وجحد فلا عتق کشہادتہما بعتقہ لمعینۃ سماہا فنسیاہا اسمہا او بطلاق احدی زوجتیہ وسماہا فنسیاہا لم تقبل
الجہالۃ فتح اور اگر مولے کے دو غلامون کا نام سالم ہو اور مولے اعتاق کا منکر ہو تو گواہون کی گواہی اس گواہی سے کہ مولے نے
سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہون کی ایسی گواہی کہ مولے نے معین لونڈی کا نام لیکر آزاد کیا اور گواہون کو اسکا نام
یاد نہ رہا یا دو عورتون مین سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جسکا زوج نے نام لیا تھا اور گواہ اسکو بھول گئے تو ایسی گواہی مقبول
ہوگی بسبب کہ جہالت کے کذا فی فتح القدیر

## باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے کے بیان میں حلف بفتح حا و سکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانیکے اور حلف بمعنی عہد و پیمان کے ہے کذا فی الصراح و حلف سے مراد یہاں تعلیق ہے عتق کی اور اسمیں
تعلیق بالولادہ کا عتق البعض میں اسواسطے مذکور ہوا کہ وہ بصورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح قال ان دخلت الدار فکل مملوک لی یومئذ حر عتق من
لہ حین دخولہ ولو لیلا سواء کان ملکہ بعد حلفہ او قبلہ لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر ملکہ وقت دخولہ کہا قائل نے کسی مخاطب سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو جو میرا مملوک ہوگا
اسدن سو آزاد ہے تو آزاد ہوجاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل ہونیکے وقت اگرچہ مخاطب رات کو گھر میں داخل ہوا ہو خواہ متکلم کا مملوک بعد
تعلیق کے ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اسواسطے کہ معنی یومئذ کے یہاں یہ ہیں کہ جس روز کہ تو گھر میں داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یوں متکلم نے کہا کہ وقت
دخول کے جس غلام اور لونڈی کا میں مالک ہونگا وہ آزاد ہے اور مملوک لونڈی اور غلام دونوں کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال میں بمعنی مطلق وقت کے ہے لہذا دخول
لیل سے بھی عتق ثابت ہوگا ولذا لو لم یقل یومئذ عتق من لہ وقت حلفہ فقط کقولہ کل عبد لی او املکہ حر بعد غد او بعد شہر اعتبر وقت حلفہ لان لی او املکہ للحال
فلا یتناول الاستقبال حتی لو لم یملک شیئا یوم حلفہ لغت یمینہ اور یومئذ چونکہ مثال سابق یوم دخول سے ملک معتبر ہوئی لہذا اگر مولے یومئذ کا لفظ نہ کہتا تو وہی
فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اسکا مملوک تھا چنانچہ یہ قول مولے کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسوں آزاد ہے یا جس غلام کا کہ مالک ہوں وہ پرسوں
یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اس مثال میں معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اسکے قسم کھانیکے وقت اسواسطے کہ لفظ لی اور املک موضوع ہے زمانہ حال کے واسطے اسلیے کہ متعلق
ہے ثابت کا اور ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول میں مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کے واسطے ہے اور صیغہ فعل کا اگرچہ حال و استقبال دونوں میں مشترک ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق
عرفا اور شرعا اور لغۃ زمانہ حال ہی مراد ہوتا ہے تو فعل مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہانتک کے اگر متکلم مالک نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اسکی تعلیق لغو ہوجاویگی اور جس غلام کو کہ تعلیق کے
مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا ودبر بکل عبد لی او املکہ حر بعد موتی من کان لہ مملوکا یوم قال ہذا القول اور اس غلام سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا میں مالک ہوں
وہ بعد میری موت کے آزاد ہے تو مدبر ہوجاویگا جو غلام کہ اسکا مملوک ہوگا اسدن جسدن یہ قول اسنے کہا اسواسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کے واسطے ہے لا یکون مدبرا
مطلقا بل مقیدا من ملکہ بعدہ ولکن ان مات عتق من الثلث لتعلیقہ بالموت فیصیر وصیۃ اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق نہوگا
بلکہ مدبر مقید ہوگا لیکن اگر مولے بعد اس تعلیق کے مرجاویگا تو دونوں غلام یعنے جو مملوک تھا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہوجاوینگے طرفین کے نزدیک ثلث مال سے
بسبب تعلیق کرنے مولی کے موت پر تو یہ تعلیق وصیت ہوگئی اور وصیت نہیں واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام مملوک تھا قبل تعلیق کے وہ تو بصیغہ حال کے
آزاد ہوگیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہیں ہوا کہ نہ میں اسواسطے استقبال لازم آوے بلکہ ایجاب عتق ہوا بطریق وصیت کے ولہذا ثلث
مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال و استقبال دونوں کو شامل ہے لہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت کریگا اور حالانکہ وہ مفلس ہے اور بعد وصیت کے وہ مالک ہوجاوے اور مرجاوے تو وصیت
اسمیں جاری ہوگی کذا فی الدرر و حاشیۃ المدنی المملوک لا یتناول الحمل لانہ تبع لامہ لفظ مملوک کا شامل نہیں حمل کو اسواسطے کہ بچہ تابع ہے اپنی ماں کا یعنے مملوک
سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہو اور جنین بالتبع مملوک ہے نہ بالقصد فلا یعتق حمل جاریۃ من قال کل مملوک لی ذکر فہو حر ولو لم یقل ذکر دخل الحمل وعتق الحمل
تبعا تو نہ آزاد ہوگا حمل اس مرد کی لونڈی کا جسنے یوں کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اسواسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہیں ہے اگر مولی لفظ ذکر کا نکہتا یعنے
فقط اسی قدر کہتا کہ جو میرا مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق میں داخل ہوجاتی تو جنین بھی تابع اپنی ماں کا ہوکر آزاد ہوجاتا شارح کے کلام سے ثابت ہوا
کہ لفظ مملوک کا لونڈیوں کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہوچکا وکذا لفظ المملوک والعبد لا یتناول المکاتب والمشترک ویتناول المدبر والمرہون
والمأذون علی الصواب اور اسی طرح لفظ مملوک کا شامل نہیں مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون اور ماذون فی التجارۃ کو بنابر قول درست کے شارح نے
قول درست کے کہنے سے مجتبی کی عبارت کو رد کیا جنہوں نے کہا ہے کہ لفظ مدبر اور مرہون اور ماذون کو لفظ مملوک کا شامل نہیں ہے لو نوی الذکور ولم ینو المدبر یرق اور اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک کہ

آزاد ہو اور مملوک سے نیت فقط غلاموں کی کی نہ لونڈیوں کی یا غلام مدبر کی نیت نہ کی تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہے اور دیانۃً اسواسطے تصدیق ہوگی کہ تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وفی ہما الیکی کلہم احرار لم یدین لدفع احتمال لاختصاص بالتاکید اور اس قول میں کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہیں اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃً بھی اسکی تصدیق نہوگی بواسطے دور ہوجانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے یعنے جب عام کی تاکید ہوگئی تو تخصیص عام کا احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہوگی سب غلام اور لونڈیاں اسکی آزاد ہوجاوینگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے حلف ان لا یعتق عبدہ فکاتب او اشتری قریبا او اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اسنے اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اُسنے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت کے بعد حصول بدل کتابت کے عتق ہے اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کو خود غلام سے بیع کرنا اعتاق ہے ان اتیتک فانت حر فباعہ فاسدا عتق وصحیحا لا اگر مولے نے غلام سے کہا کہ اگر تجکو میں بیچوں تو تو آزاد ہے پھر اسکو بیچا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع صحیح کر تو آزاد نہوگا اسلیے کہ بیع فاسد کے بعد ملک بائع کی ضائع نہیں ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی مولی کی ملکیت میں پائی گئی لہذا وہ آزاد ہوجاویگا اور بیع صحیح میں بائع کی ملک باقی نہیں رہتی تو شرط عتق کی اُسوقت پائی گئی جبکہ مولی کی ملک باقی نرہی لہذا وہ آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی تا قال عن المبسوط ان دخلت دار فلان فانت حر فشہد فلان مع اخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید کے گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گھر میں داخل ہوا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی میں متہم ہو وفی ان کلمتہ لا لانہا علی فعل نفسہ اور اس قول میں کہ مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی کی اُسکا شرع میں اعتبار نہیں ولو شہد ابنا فلان انہ کلمہ ابوہما جازت بان جحد او راگر مثلاً زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا اُنکے باپ سے تو گواہی اُنکی درست ہوگی اگر باپ اُنکا منکر ہو کلام کرنے کا اسلیے کہ بیٹوں کی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہیں وکذا ان ادعاہ عند محمد والاہما لشانی اور اسی طرح باپ اگر دعویٰ بھی کلام کا تو بھی بیٹوں کو گواہی جائز ہے نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس دعوی میں باپ کو کچھ منفعت نہیں ہے اور ابو یوسف نے بیٹوں کی گواہی کو درصورت دعویٰ باپ کے باطل کیا

## باب العتق علی جعل

بالضم فی المال یہ باب ہے عتق کا بشرط مال کے جعل بالضم جیم بمعنی مال ہے اور بفتح جیم کا لغت قلیل ہے جعل اس مال کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی فعل کے اسطے مقرر کیا جاوے اور جعالۃ بالکسر اور جعلیہ بھی اسکے مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس لعم مجلس علمہ لو غائبا عتق وان لم یود لانہ معلق علی القبول لا الاداء حتی لو رد ادا عرض بطل آزاد کیا مولے نے اپنے غلام کو صحیح مال پر جسکی جنس اور قدر معلوم ہے سو قبول کر لیا غلام نے سب مال کو مجلس میں مجلس عام ہے مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہوا ور اسکے علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام مجرد قبول کے آزاد ہوجاویگا اگرچہ اسنے مال ہنوز ادا نہیں کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے نہ ادا پر یہانتک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنے بلا قبول اٹھ کھڑا ہو مجلس سے تو عتق باطل ہوجاویگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں اور معاوضہ قبول عوض کا ضرور ہے جیسے بیع میں کذا فی الدرر ھم مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہیں مسلم کے حق میں اور لفظ مال شامل ہے نقد اور اسباب اور حیوان اور مکیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہیں اسواسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر وشرح ابی المکارم وان علقہ باداۂ کان ادیت فانت حر صار ماذونا لہ دلالۃ اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر چنانچہ یوں کہا کہ اگر تو اسقدر مال ادا کریگا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ مولے نے غلام کو ادا کرنیکی رغبت دلائی اور مال بدون کسب اور تجارت کے

حاصل نہین ہوتا تو گویا اُسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وہل یصح حجرہ تردد فیہ فی البحر اور بعد اس قول کے غلام کو روکنا تجارت سے جائز ہے یا نہین اسکے جواب مین
بحر الرائق مین تردد کیا ہے نہ اسکے حکم مین صریح روایت پائی نہ قواعد مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی ہمین قول فیصل نہین ذکر کیا واللہ علم لا مکاتبا لانہ
صریح فی تعلیق العتق بالاداء و ہو مخالف المکاتب فی عشرین مسئلة ذکرتہا لیسہ ادائے مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول مذکور مین ادائے
مال پر تعلیق عتق کی صریح ہے بخلاف کتابت کے کہ اُسمین تصریح عتق کی نہین ہوتی بلکہ کتابت مین جو یون کہتا ہے کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلاً اور وہ یعنے جس غلام کا عتق ادائے
مال پر معلق ہے وہ مخالف ہے مکاتب سے بیس مسئلون مین انہین سے نو مسئلون کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے ساتھ ملا دیا ہے اسسبب کا الیہ
کر دیا مترجم شمار مسائل کے واسطے ہر مسئلہ پر ہندسے عدد کا واسطے اختصار کے رقم کریگا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ اسواسطے کہا ۱ تو موقوف نہین عتق غلام کا اسکے
قبول پر یعنے اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اسکا قبول کرنا شرط ہے ولا یبطل بردہ ۲ اور باطل نہوگا عتق غلام کا رد کرنے سے بخلاف مکاتب کے
وللمولی بیعہ قبل وجود شرطہ ہو الاداء ۳ اور مولی کو جائز ہے بیع کرنا اُس غلام کا قبل وجود عتق کی شرط کے اور وہ شرط کیا ہے ادائے مال ہے بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز ادائے
بدل کتابت کے اسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہین ولو باعہ ثم اشتراہ ہل یجبر علی القبول بالا بر خلاف ۴ اور اگر مولی اُسکو بیچے پھر اُسکو خرید کرے کیا واجب ہے قبول کرنا اُس
مال کا جسکو غلام لاوے اسمین اختلاف ہے ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہے اور محمد کے نزدیک واجب نہین لیکن اگر مولی مال کو قبض کریگا تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف
مکاتب کے کہ اسکے مال کے وجوب قبول مین اختلاف نہین کذا فی منح الغفار و تحقق بالتخلیة بحیث لو مد یدہ للمال اخذہ ۵ اور آزاد ہوگا غلام کو ملکن کو آگے رکھدینے سے
اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھا دے تو مال کو اُٹھالے مع مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہو جاتا ہے کذا فی الزیلعی تو دونون مین کچھ فرق نہوا تو اسکا ذکر یہان بے موقع ہوا کذا
فی حاشیة المدنی ولو ادی عنہ غیرہ تبرعا او اداہ غیرہ بالادا فادی لا یعتق لان الشرط اداؤہ ولم یوجد کما لا یعتق لو قیدہ بدراہم فادی دنانیر او بکیس ابیض فدفع
فی کیس اسود او بہذا الشہر فدفع فی غیرہ ۶ اور اگر مال ادا کیا غلام کی طرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے یا غلام نے غیر شخص کو دلا دیا مال کا امر لیا سو اُسنے
ادا کر دیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو پایا نگیا ۸ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولے نے ادائے مال مین درہم کی قید لگائی پھر غلام نے
دینار ادا کیے ۹ یا مولے نے مثلاً ہزار درم دینے کی سفید تھیلی مین قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی مین دیے ۱۰ یا مولے نے اس مہینے مین ادا کرنیکی شرط کی تھی
سو غلام نے دوسرے مہینے مین مال ادا کیا سو ان چارون مسائل مین غلام آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چارون صورتون مین
آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حط البعض فطلبہ فادی الباقی ۱۱ یا مولے نے مال معین سے کچھ کم کر دیا یا غلام کی درخواست سے
باقی مال کو اُسنے ادا کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تھا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا و کذا لو ابرأہ ۱۲ اور اسی طرح غلام
آزاد نہوگا اگر مولی مال کو معاف کر دیگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنے سے آزاد ہو جاتا ہے الا انہ لا یحتاج الیہ اسکا ذکر بھی یہان بے موقع ہے اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین
مین اور یہان غلام مذکور پر دین کہان ہے جو ابراء کی گنجائش ہو کذا فی منح الغفار ولو مات المولی وادی الی الورثة لعدم الشرط بل العبد بما کسبہ للورثة ۱۳ اگر مولی
مر گیا اور غلام نے مال معین وارثون کو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولے کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا
ہوا مال وارثون کا مملوک ہے تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے کما لو مات العبد قبل الاداء فترکتہ للمولی ۱۴ چنانچہ اگر غلام مر جاوے قبل ادا کرنے مال معین کے
تو ترکہ اُسکا مولی کا ہوگا اور اس مال سے غلام میت کے آزاد ہونیکے واسطے نہ ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے بل لہ اخذ ما ظفر بہ و ما فضل عندہ من
کسبہ ۱۵ بلکہ مولے کو جائز ہے کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لے لیوے بخلاف مکاتب کے ۱۶ یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہو مال معین
سے اُسکے پاس اُسکا لینا بھی جائز ہے بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسبہ قبل التعلیق عتق ورجع السید بمثلہ علیہ ۱۷ اور اگر مال معین کو غلام نے
ادا کیا اُس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاویگا اور اتنا مال غلام سے مولے پھیر لیگا بخلاف مکاتب کے کہ قبل کتابت کے

کمائی سے وہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وہ مال مولے کی ملک ہے وتعلق اداؤہ بالمجلس ان علق بان او اذا ۸ ۱ اور متعلق ہوگا ادا کرنا مال کا مجلس ایجاب یا مجلس علم میں اگر مولے نے تعلیق بلفظان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ تخییر ہے تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا او متی کی تو ادائے مال مجلس پر مخصوص نہ ہوگا بخلاف مکاتب کے ولا یتبعہ اولادہ بخلاف المکاتب فی الکل ۹ ۱ اور تابع اسکی نہوگی اولاد اسکی عتق میں یعنی اگر لونڈی کا عتق ادائے مال پر معلق ہو پھر اولاد جنے پھر مال کو ادا کرے تو اسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر کتابت کا حکم نہیں اگر اولاد بھی اسکے ساتھ ہو جاوے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ میں چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ میں اسکی تصریح کر دی وہو ای المال دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لا یصح الکفالۃ بہ ہذہ الموفیۃ عشرون ۲۰ اور وہ یعنی مال مذکور دین صحیح ہے تو کفالت اسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اسکی کفالت صحیح نہیں اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہو جاتا ہے اور یہ مسئلہ پورا کرنے والا ہے بیس مسائل کا شارح کو مناسب تھا کہ بجائے عشرون کے عشرین کہتا اسواسطے کہ مفعول ہے موفیۃ کا مع ہو جاتا ہے یعنی مال معلق کو دین صحیح کہنا صحیح نہیں اسواسطے کہ قبل حکم قاضی کے یہ مال دین نہیں ہے اسلیے کہ مولے نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہیں کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہیں پس اس مسئلہ کا بیان کرنا ہی غلط ہے بلکہ اس مسئلہ کا محل ذکر اول تھا جہاں اعتاق علے المال کو بیان کیا چنانچہ صاحب بحر اور نہر نے وہیں ذکر کیا ہے اسلیے کہ اعتاق علی المال میں بمجرد قبول کے غلام آزاد ہو جاتا ہے اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہے تو کفالت بھی اسکی جائز ہے بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہیں اسواسطے کہ مکاتب ہنوز آزاد نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحلبی

وزاد فی الذخیرۃ لو علقہ بالف فاستقرضہا ودفعہا لہ عتق ورجع المقرض علے المولے لان غرماء الماذون احق بمالہ حتی تتم دیونہم اور مسائل مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کیے جاتے ہیں جو ذخیرہ میں مذکور ہیں کہ اگر عتق غلام کا معلق کیا مولے نے ہزار پر پھر غلام نے ہزار قرض لیے اور اپنے مولے کو دیے تو غلام آزاد ہو جاویگا اور قرض دینے والا مولے سے ہزار پھیر لیگا اسواسطے کہ قرض دینے والے غلام ماذون کے کہ مال میں احق ہیں تا وقتیکہ انکے دیون تمام ہوں ولو استقرض الفین فدفع الیہ الالفین فللمقرض مطالبۃ المولے بالالف لتعدیہ بمنعہ من بیعہ بہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لیے سوا ایک ہزار مولے کو دیا اور ایک ہزار خود رکھ لیا تو قرض دینے والے کو مولے سے دونوں ہزار کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مولے نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنی اگر غلام آزاد نہوا ہوتا تو قرض دینے والا اپنے دین کے واسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہے تو وہ بیچ نہیں سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولے ہے لہذا وہ اپنے دین کا مطالبہ مولے سے کریگا ولو قال انت حر بعد موتی بالف فالقبول بعدہ ای بعد موتہ فلو اعتقہ بعد ذلک وارثہ او وصی او قاضی عند امتناع الوارث ہو الاصح لان المیت لیس باہل للاعتاق عتق لا الوارث او للمیت اور اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد بعوض ہزار درہم اگر غلام نے ہزار درہم کو قبول کر لیا بعد موت مولے کے اور بعد ہزار اس شرط کے مولے کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جاویگا ہزار درہم پر اور یہی قول اصح ہے مولی کو آزاد کرنا کافی نہیں اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنے کے لائق نہیں اور وارث غلام کی میت کے واسطے ہو تو مذکور مولے کے وارث ہونگے عورتوں کو وراثت نہ ملیگی اور اگر میت کا وارث نہ ملتی وارث کو ملتی تو عورتیں مردوں سے وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحاوی عن البحر و قبول غلام کا بعد موت مولے کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا بعد موت کیطرف مضاف ہوا تو اگر مولے کی حیات میں قبول معتبر ہوتا تو قبول مقدم ہوتا ایجاب پر اور یہ باطل ہے صحیح نہیں اور یہ بھی مشروط ہے کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر والا یوجد کلا الامرین لا یعتق بذلک اور اگر دونوں امر نہ پائے جاویں یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درہم کو مثلاً فوراً نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کریں اسکو تو فقط اس مولے کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حررہ علی خدمتہ حولا مثلاً کاعتقتک علے ان تخدمنی سنۃ فقبل عتق فی الحال اور اگر آزاد کیا غلام کو اسکی ایک سال کی خدمت پر مثلاً چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تمکو آزاد کیا اس کہ تو سال بھر میری خدمت کرے سو غلام نے اسکو قبول کیا تو فی الحال آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ علی الشیء قبول مجلس پر مشروط ہے ولو قال ان خدمتنی سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدمہ اقل منہا او خدمہ عنہا او قال ان خدمتنی واولادی فمات بعض اولادہ لا یعتق لان التعلیق

وعلے للمعاوضۃ اور مولے کے اس قول مین کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد نہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنے خدمت
یکسالہ سو اگر غلام مولے کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض خدمت کے مولے کو مال دیگا یا مولے نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے
تو تو آزاد ہے پھر اُسکی اولاد سے کوئی مرگیا تو ان تینون صورتون مین آزاد نہوگا اسواسطے کہ ان شرط تعلیق کے واسطے موضوع ہے اور علی معاوضہ کے واسطے اور تعلیق مین وجود
وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہین ہوتا اور معاوضہ یعنے مبادلہ مین فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہے چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے وخدمتہ الخدمۃ المعروفۃ بین
الناس مدتہ ایا کانت اور جب سال بھر مستحق عتق ٹھہرے تو غلام مولے کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو وان
جہلت او مات ہو او مات مولاہ قبلہا پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہے یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ اندھا ہو جانا یا مولے مرجاوے کم
اندھے کو بجاے میت کے قرار دینا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خدمہ بعضہا فبحسابہ
اور اگر غلام مولے کی تھوڑی مدت خدمت کرکے مرگیا تو اُسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلاً چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایکسال خدمت کرکے مرگیا تو شیخین
کے نزدیک چار رم ضبع کرکے پون قیمت غلام کی اُس پر لازم آویگی اور محمد کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اُس پر لازم ہوگی کذا فی البحر عن شرح الطحاوی تجب قیمتہ فتوخذ منہ
للورثۃ او من ترکتہ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ ویہ ناخذ حاوی اگر قبل خدمت کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام کی
واجب ہوگی سو اگر مولی مرگیا ہے تو غلام سے اُسکی قیمت وارثون کے واسطے لیجاویگی اور جو غلام مرگیا ہے تو اُسکے ترکہ میں سے مولے کے واسطے قیمت مذکورہ لیجاویگی اور محمد
کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اُسکی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت اخذ اور مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی القدسی و فی نفقتہ عیالہ لو فقیرا علی
مولاہ فی المدۃ کالموصی لہ بالخدمۃ او یکتسب للانفاق حتی یستغنی ثم یخدم المولی کالمعسر فی البحر للثانی و المصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ
محتاج ہون خدمت کی مدت مین اُسکے مولے پر ہے جیسے اُس غلام کا نفقہ مولے پر ہے جسکو مولے نے خدمت مین یا کسی غیر شخص کی یا غلام اول کسب کرے
عیال کی نفقہ رسانی کے واسطے یہانتک کہ کسب کی حاجت نرہے پھر خدمت کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو مقدور تک
اُسکو مہلت ملتی ہے بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنے کسب کو خدمت پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو تجویز
کیا ہے یعنے مولے پر اُسکا اور اُسکے عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس وصیت خدمت کے محشی حلبی نے کہا کہ ظاہر قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے لہذا صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے اور قیاس
مصنف کا وصیت کی خدمت پر قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہے لہذا اُسکا نفقہ مولے پر واجب ہے اور یہان بعوض اپنی خدمت کی فک رقبہ یعنی
گلو خلاصی کے کرتا ہے تو مانند مستاجر کے ہے ولو باع عبدہ منہ بعین کبعتک نفسک بہذا العین فہلکت او استحقت تجب قیمتہ وعند محمد قیمتہا چنانچہ غلام کو بیچنا خود غلام
سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اس گھوڑی کے مثلاً سو قبول کرلیا غلام نے پھر وہ گھوڑی
یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی دوسرے شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال
رجل لمولی امۃ اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیہا ان فعل العتق وابت النکاح عتقت مجانا ولا شی لہ علی مرہ لصحۃ اشتراط البدل علے الغیر
فی الطلاق لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کردے اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اسکا نکاح کردینا
اگر مولے نے اُسکو آزاد کردیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ مفت آزاد ہوجاویگی اور آزاد کرنے والے پر کچھ دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا
شرط کرنا طلاق یعنے خلع مین صحیح ہے نہ عتاق مین ہم اگر عورت اس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درم اُسکی قیمت اور اُسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے درم
ہونگے وہ ساقط ہوجاوینگے اور جسقدر مہر مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہے لونڈی نکاح کرے
یا نکاح سے انکار کرے بہرصورت مفت آزاد ہوگی آزاد کرنے والے پر کچھ لازم نہوگا ولو زاد لفظ عنی قسم الالف علی قیمتہا ومہر مثلہا

الشراء اما اقتضاء ولذا تجب حصته بالعلم اسے القیمة وتسقط حصته المهر اور آزاد کرنے والے نے اگر قول مذکور مین لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یون کہا موسلے سے اپنی لونڈی کو آزاد کردے میری طرف سے عوض ہزار درہم کے بشرطیکہ میرے ساتھ اسکا نکاح بھی کردے سو مولے نے لونڈی کو آزاد کردیا اور اسنے نکاح سے انکار کیا تو ہزار درہم تقسیم ہونگے لونڈی کی قیمت اور اسکے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضا کلام کے گویا اُسنے یون کہا کہ لونڈی کو میرے ہاتھ بیع کر اور اسکو میری طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھ اسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درہم کو عوض مجموع کے مقابل کیا لہذا ہزار درہم مجموع پر منقسم ہوگئے اور اسی واسطے قائل پر حصہ قیمت کا جسکی تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہو گیا بسبب عدم تسلیم کے فلو تحت القائل فحصته مهر مثلها من الالف مهرها فیکون لها فی وجهیه ضم عنی وترکه سو اگر آزاد لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار درہم سے اسکے مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اسکا مہر ہوگا تو اُسیقدر عورت کا مہر ہوگا دونو صورتون مین لفظ عنی کے ملانے اور اسکے ترک کرنے مین جیسے اگر قیمت لونڈی کی اور اسکا مہر مثل دونون برابر ہین اسطرح کہ سو درہم کی اُسکی قیمت ہے اور اسیقدر کا اسکا مہر مثل ہے تو ہزار درہم دونون پر منقسم ہونگے پانسو درہم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ مین یعنی جبکہ قائل نے لفظ عنی کا نہین ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا حصہ یعنی پانسو درہم قائل پر واجب ہونگے اور جبکہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اُسپر پانسو درہم قیمت کے بابت مولے کے واجب ہونگے اور پانسو درہم مہر کے لازم آوینگے اور اگر قیمت اور مہر مثل مین تفاوت ہوگا اسطرح کہ قیمت کے دو سو ہون اور مہر کے ایک سو تو ہزار درہم کے دو ثلث قیمت پر اور ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ مین حصہ قیمت کا تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اُسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ مین دو ثلث مولے کے واجب ہونگے اور ایک ثلث عورت کے مہر کا وما اصاب قیمتها فی الاولی ہدر وفی الثانیة للمولی باعتبار التضمن للشراء وقد مر اور ہزار درہم سے جسقدر لونڈی کی قیمت کو پہونچا وہ مسئلہ اولے مین رایگان گیا اسواسطے کہ وہ مفت آزاد ہو گئی اور جسقدر اُسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ مین پہونچا وہ اسکے مولے کا ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما مر تفصیلہ اعتق المریض امته علی ان تزوجه نفسها فزوجته فلها مهر مثلها وجوزه الثانی اقتداء بفعله علیه الصلوة والسلام فی صفیة قلنا کان علیه الصلوة والسلام مخصوصا بالنکاح بلا مهر آزاد کیا مولے نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اُسنے اپنی ذات کا نکاح مولے سے کیا تو اسکا مہر مثل مولے پر لازم آویگا امام اعظم اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہین اور مہر بدون مال کے نہین ہوتا اور جائز رکھا ہے اس معاوضہ کو ابو یوسف نے باقتداء فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہ مین ہم صحیحین مین بروایت انس رض کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو خیبر کے قیدیون مین سے حضرت نے اپنے واسطے اختیار کیا اور انکو آزاد کیا اور آپنے نکاح کیا انکے عتق کو انکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین کی طرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے ہین کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض عتق کے اور امور مخصوصہ مین اقتدا جائز نہین فان ابت فعلیها السعایة فی قیمتها اتفاقا اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے انکار کرے تو اُسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے مین سعایت واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لو اعتقت المراة عبدا علی ان ینکحها فان فعل فلها مهر مثلها وان ابی فعلیه قیمته اور اسی طرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام بی بی سے بعد آزاد ہونے کے نکاح کریگا تو بی بی کا مہر اسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کریگا تو اُسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقة علی ذلک ام ولده فقبلت عتقت فان ابت نکاحه فلا شیء علیها لانه لعدم تقوم ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط نکاح کے پھر اُسنے یہ شرط قبول کی تو آزاد ہو جاویگی پھر اگر ام ولد نے مولے کے نکاح سے بعد آزاد ہونے کے انکار کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا کذا فی النهایة اسواسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنے کے نہین جو بقدر قیمت اُسپر سعایت لازم آوے فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال اعتق عنی عبدا وانت حر فاعتق عبدا اجنبیا لا یعتق وفی اولی یعتق لانه ادخل فی ملکه فیکون راضیا بالزیادة واما العتق [illegible] لان کسبه ملک للمولی مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہ غلام ماذون فی التجارة ہوا [illegible]

آزاد کرنا اسپر لازم ہوا سو اس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مول لیکر آزاد کردیا تو یہ آزاد نہوگا اور اسی طرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد نہوگا کذا فی العالمگیریہ اور موسلے کے اس قول مین کہ مجکو ایک غلام دے اور تو آزاد ہے سو اُسنے عمدہ غلام لادیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے کہ عمدہ غلام کو اُسنے موسلے کے ملک مین داخل کردیا تو موسلے راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اُسکو ملک موسلے سے نکالنا ہے اسواسطے کہ غلام مخاطب جب مملوک ہے موسلے کا تو مال جید کے اخراج سے موسلے کیونکر راضی ہوگا

## باب التدبیر

یہ باب ہے تدبیر کے احکام مین یعنے غلام کے مدبر کرنیکے احکام مین زندگی کے اعتاق کے بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی پر مخصوص ہے ہو لغۃ الاعتاق عن دبر ہو ما بعد الموت وہ یعنے تدبیر لغت مین عبارت ہے اعتاق عن دبر سے یعنے بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہے اور دبر بضم اول و سکون ثانی و بضمتین ضد ہے قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا ولہذا مدبر اُس غلام کو کہتے ہین جو پیچھے مرنے موسلے کے آزاد ہو اور چونکہ یہ معنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ تر مناسب تھے اسی واسطے اکثر فقہا اسکو بیان کرتے ہین اور معنی ثانی تدبیر کے تفکر ہین کذا فی الصحاح یعنے انجام کار کو سوچنا اور یہی معنی معروف ہین اور بعضے فقہانے اسکو پسند کیا ہے مانند اتقانی اور صاحب نہر کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہے کہ جب اُسنے اپنا انجام کار کا سوچ کیا تو غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے ثواب حاصل ہو وشرعا تعلیق العتق بمطلق موتہ ولو معنی کان مت الی مائۃ سنۃ اور شرع مین تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھ مطلق موت موسلے کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین سو برس تک مرون تو تو آزاد ہے تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری مدبر مقید اور یہ تعریف تدبیر مطلق کی ہے مطلق تدبیر کی کہ دونون قسم کو شامل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب مولی نے اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اسکو تدبیر مطلق کہتے ہین اور اگر مولی کی عمر اسّی برس کی تھی اور اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین سو برس تک مر جاؤن تو تو آزاد ہے یہ چند ظاہر مین یہ کلام مقید ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اسواسطے کہ غالب حال یہ ہے کہ اسّی برس کا آدمی سو برس تک زندہ رہیگا قولی الحقیقت تقیید عین اطلاق ہے بخلاف نکاح کے کہ اُسمین توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہین اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہے تو تابید معنوی منظور نہی کے وہان معتبر نہین اور تدبیر مین چونکہ کوئی مانع شرعی نہین لہذا تابید معنوی صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہے وہ دعوی عدم مانع کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشرنبلالیۃ وخرج بتقیید الاطلاق التدبیر المقید کما سیجئ وبموتہ تعلیقہ بموت غیرہ فانہ لیس بتدبیر اصلا بل تعلیق بشرط اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب مین آویگا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنے یون مولی کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہو تو یہ قول اصلا تدبیر نہین نہ یہ تدبیر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے شرط پر گویا یون کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہے تو یہ غلام مجرد مرنے زید کے موسلے کی زندگی مین بسبب آزاد ہوجاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر کاذا ادمتی او ان مت او ہلکت او حدث بی حادث فانت حر او تعلیق او عتیق او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او دبرتک نادبہ موتے اولا چنانچہ یون کہنا موسلے کا اپنے غلام سے کہ جب مین مرون یا جسدم کہ مرون یا اگر مین مرون یا جب مجپر حادثہ ہو یعنے موت آوے تو تو حر ہے یا عتیق یا معتق ہے یا تو آزاد ہے میرے پیٹھ پیچھے یا تو مدبر ہے یا مین نے تجکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نکرے اسواسطے کہ معنی موت کے مدبر اور تدبیر مین داخل ہین تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونون برابر ہے ہم عرب کے عرف مین حدث اور حادث اور اسی طرح وفات اور ہلاک موت مین مستعمل ہین اسواسطے کہ اُسمین معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان مین انتقال کرنا اور راہ منزل کو پہونچنا اسی طرح ہوگا او انت حر یوم اموت اریدبہ مطلق الوقت لقرانہ بما لا یمتد فان نوی النہار صح وکان مقیدا یا موسلے نے یون کہا کہ تو حر ہے جسدن کہ مین مرون یوم سے مراد اس مثال مین مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے اُس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہین ہے یعنے موت سے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب لیل یا یوم امر

کی ہے اور موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہین تو ممنوعیت اسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول
ہے کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہین تو بالضرور محمول ہے سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہین اوّل یہ کہ ابتداے
اسلام مین بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولے جائز ہوگی جواب ثانی یہ ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت
کی کہ مجکو جابر سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنے اجارہ اُسکا ہوا تھا نہ بیع رقبہ تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر
کی حدیث قولی نہین جو عام ہو بلکہ واقعہ ہے حال کا اور واقعہ حال کو عموم نہین بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہے تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمر سے
معارض نہین ہوسکتی چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر کی مدبر مقید پر محمول ہے نہ مدبر مطلق پر جمعاً بین الاحادیث اور اسی طرح موطا کی حدیث کے جوابون کو قیاس
کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ایضا فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی رافع ہے اختلاف
مذہب کا وہل یبطل التدبیر قیل نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کردیتا ہے بعضے علما نے کہا ہے کہ ہان قضاے قاضی مبطل تدبیر ہے ہم شارح نے بطلان تدبیر کو
بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضاے قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہین بلکہ منصوص ہے اہل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ مین مصرح ہے کہ اگر موسلے
نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہوگئی تا اینکہ اگر یہ غلام پھر موسلے کی ملک مین کسی نہ کسی وجہ سے آویگا پھر بعد اسکے موسلے مریگا تو
غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر ہان اگر موسلے حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا بوجہ نالش غلام کے
حکم دیا تو یہ غلام آزاد کے مانند ہوجاویگا یعنے بالاتفاق اُسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہ مطلب نہین کہ اسپر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہونگے ولا
لو ہبہ ولا یرہن کالوقف فشرط واقف الکتب الرہن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ امانۃ فلا یتاتی الایفاء والاستیفاء بالرہن کیسا اور نہ ہبہ کرنا غلام
مدبر کا جائز ہوگا نہ اُسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہین تو کتابون کے وقف کرنے والے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہے یعنے وقف کرنیوالا یون
شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابین باہر کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھ جانے کے تو یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والے
کے ہاتھ مین بطور امانت کے ہے اور امانت مین بدون تعدی کے ضمان نہین تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا استیفا نہین ہوسکتا کذا فی البحر الرائق صاحب
بحر نے اشباہ مین کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف مین جائز نہین اور رہن لغوی البتہ جائز ہے یعنے مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کے واسطے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ تعجیلا للحریۃ فیستفیض فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کردینے اور مکاتب
کردینے سے تاکہ آزادی اُسکو جلد حاصل ہوجاوے اور باب المکاتب مین کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنے جب موسلے نے غلام کو مدبر کیا تو اب
سواے اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اُسکو اپنی ملک سے نہین نکال سکتا یہان تک کہ کسی کے واسطے وصیت نہین کرسکتا اور بدل صلح مین
نہین دے سکتا مانند حر کے والحیلۃ لمرید التدبیر علی وجہ یملک بیعہ ان یدبر مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان لبثت بعد موتی فانت حر اور حیلہ
اُس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اُسکو بیچ سکے یہ ہے کہ اُسکو مدبر مطلق نکرے بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر مین مرون اور تو میری ملک
مین ہو تو تو آزاد ہے یا یون کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہے ولیستخدم المدبر ولیستاجر وینکح والامۃ توطا وتنکح جبرا اور مدبر سے خدمت
خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اُسکا نکاح زبردستی کردینا جائز ہے اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اُسکا نکاح بجبر کردینا درست ہے والمولے
احق بکسبہ وارشہ ومہر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ اور موسلے مدبر کے کسب کا اور اُسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہے بسبب بقاے ملک
موسلے کے فی الجملہ ہم اور اگر مدبر کسی کا خون کریگا تو موسلے پر اُسکا خون بہا دینا لازم ہوگا اور بعضے نسخون مین بجاے ارش کے ارث کا لفظ ہے سو غلط ہے
اسواسطے کہ مدبر آزاد نہین مگر بعد موت موسلے کے اور موسلے کی حیات مین جو اُسکے پاس ہے وہ مولی کی ملک ہے پھر موسلے کا وارث ہونا بے معنی ہے وکما

ولو علما کلھا فیتحرر العتق مما اعتبر من حیوۃ المولے من ثلثہ ای من ثلث مالہ یوم موتہ الا اذا قال نے صحتہ انت حر او مدبر فمات تحرر العتق نصفہ من الکل ولصفہ من الثلث حاوی اور مولی کی موت سے اگرچہ حکمی ہی موت ہو جیسا کہ معاذ اللہ مولے مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملے آزاد ہوگا مدبر حیات مولے کے جز اخیر میں اُسکے ثلث مال سے یعنے اس مال کی تہائی سے جو مال کہ اُسکی موت کے دن موجود ہو مگر جبکہ مولے نے اپنی صحت میں کہا کہ تو حر یا مدبر ہے اور پھر وہ بدون بیان کرنے حریت او تدبیر کے مرگیا تو آزاد ہوگا غلام کا نصف اُسکے کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اُسکا مولے کے ثلث مال سے آزاد ہوگا بنظر تدبیر کے کذا فی حاوی القدسی وسعی بحسابہ ان لم یخرج من الثلث اور وہ غلام جسکی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کرے کل مال اور ثلث مال کے حساب سے تو اگر غلام کا خمس ثلث مال سے نکلے تو ثلث کے چار خمس میں سعایت کرے اور اگر اُسکا ربع نکلے تو تین ربع میں سعایت کرے و علی ہذا القیاس اور اس صورت میں ہے جبکہ ثلث مال سے نہ نکل سکے اور اگر ثلث مال میں گنجایش ہو تو سعایت کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثیہ لان عتقہ من ثلثہ او صریح مدبر انہ دو ثلث میں سعایت کریگا اسواسطے کہ عتق مدبر کا ثلث مال سے ہوتا ہے ان لم یترک غیرہ ولہ وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن لہ وارث او کان ومن اجازۃ عتق کلہ لانہ وصیۃ مدبر اپنے دو ثلث میں سعایت کرے اگر مولے نے سوائے اس غلام کے اور کچھ مال نہ چھوڑا ہو اور مولے کا ایسا وارث ہے جو تدبیر کو جائز نہیں کہتا یعنے آزاد ہونا کل غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہیں کہتا تو اگر مولی کا کوئی وارث نہو یا وارث ہوا اور اعتاق کل غلام کو جائز رکھے تو کل غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ تدبیر درحقیقت وصیت ہے اور وصیت بدون اجازت وارث کے ثلث سے زیادہ جاری نہیں ہوتی ولذا لو قتل سیدہ سعی فی قیمتہ کمدبر السفیہ ولو قتلہ ام الولد لاتسعی علیہا کما بسطہ فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہے لہذا اگر مدبر اپنے سید کو قتل کرے تو ثلث مال سے بھی نہ آزاد ہوگا بلکہ اپنی کل قیمت میں سعایت کریگا جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت میں سعایت کرتا ہے اور اگر اپنے مالک کو ام الولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہوجاویگی مالک کی موت سے اور اُسپر کچھ سعایت لازم نہوگی چنانچہ یہ مسئلہ جوہرہ میں مشرح ہے ہم مدبر قتل سید سے اسواسطے آزاد نہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تھی اور وصیت قاتل کے واسطے صحیح نہیں ہے بخلاف ام الولد کی آزادی کے کہ وہ وصیت نہیں لہذا سعایت اُسپر واجب نہیں وسعی فی کلہ ای فی کل قیمتہ مدبرا لحیاتہ و خصوصیتہ لمکاتبتہ فالامر مدیون لو للمولے مدیون محیط اور اگر مولے پر دین اسقدر ہو کہ سب مال کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت میں سعایت کرے یعنے اس صورت میں ثلث بھی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے غلام مدبر کی قیمت مراد ہے نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ سعایت میں نزدیک امام اعظم کے مانند مکاتب کے ہے تو اُسکی شہادت مقبول نہیں اور نکاح اسکا نافذ نہیں اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون ہے تو اُسکی گواہی مقبول ہے اور اُسکا نکاح بھی نافذ ہے ولو دبر احد الشریکین فللآخر خیارات العتق فان ضمن تحرر کلہ فما سعی فی النصف مختار اور اگر غلام کے دو مالکوں میں سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق میں سات یا چھ طرح کے اختیار حاصل ہیں چنانچہ اسکی تفصیل باب عتق البعض میں ہو چکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنے والے شریک سے ضمان لیا اور پھر رجوع علی العبد مدبر کرنے والا مرگیا تو یہ غلام اپنی نصف قیمت میں سعایت کرے اسکے وارثوں کیواسطے کذا فی الشامی وولد المدبرۃ مدبر اتفاقا مدبر اور جو لونڈی مدبرہ مطلق ہے تو اُسکا لڑکا بھی مدبر ہے یعنے ماں کے ساتھ وہ بھی مولے کے مرنیکے بعد آزاد ہوگا واما المقیدۃ فلا تتبعہا اور وہ مدبرہ جسکی تدبیر مقید ہے لڑکا مدبر ہونے میں اپنی ماں کا تابع نہوگا یعنے ماں کے ساتھ وہ آزاد نہوگا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہے ماتن نے بیع فاسد کے باب میں کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے باپ کے مانند ہے سو اسکو تامل اور غور کرو وجہ تامل کی یہ ہے کہ یہ قول صحیح نہیں کذا فی البحر اسواسطے کہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا اور شاید کہ بعض نسخوں میں بھی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہے حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب بحر کی طرف سے یہ جواب ممکن ہو سکتا ہے کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے اور مراد مدبر سے عورت ہے نہ مرد کذا فی حاشیۃ المدنی واما تدبیر الحمل فکعتقہ اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہے جیسے حمل کا آزاد کرنا صحیح ہے لیکن جنین اسوقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنے کے وقت سے اقل مدت حمل میں تولد ہو ولو ولدت المدبرۃ من سیدہا فہی ام ولد لہ الخ

لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبرہ نے مالک سے لڑکا جنے تو وہ ام ولد اسکی ہو وے اسکی تدبیر باطل ہو گئی اسواسطے کہ تدبیر
مین عتق ثلث مال سے ہوتا ہے اور استیلاد مین عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے و بیع و ہبہ و رہن المدبر
المقید کان قال ان مت من سفری او مرضی ہذا او الی عشرین سنۃ مثلا مما یقع غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جا
مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولے نے غلام سے یون کہا کہ اگر مین سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مر جاؤن تو تو آزاد ہے یا اب سے بیس سال تک مثلا مرون ایسی مدت
مذکور کرے جسمین غالبا موت واقع ہو سکے خلاصہ یہ ہے کہ مدبر مقید وہ ہے جسکا عتق فقط موت پر نہو بلکہ موت مین کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلا
سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت مدبر مقید مین تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہوے کہ ہو
کی موت ان مدتون مین محتمل ہے یقینی نہین بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونے والی ہے او ان مت و غسلت او کفنت یا یہ کہ مولے نے یون کہا کہ اگر
مین مرون اور غسل دیا جاؤن یا یون کہا کہ اگر مین مرون اور کفنایا جاؤن تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت خلافا لزفر و رجحہ الکمال یا مولے نے غلام سے کہا کہ اگر مین
مرون یا مقتول ہوون تو تو آزاد ہے تو یہ غلام ابو یوسف کے نزدیک مدبر مطلق نہین اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہین ہے موت اور قتل مترادف اور مساوی نہین ہو اسواسطے
کہ قتل کو موت البتہ لازم ہے اور موت کو قتل لازم نہین ہے تو یہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک یہ غلام مدبر مطلق ہے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر
مین اس تقریر سے کہ فی الحقیقت یہ تعلیق ہے مطلق موت پر اسواسطے کہ وہ حال سے خالی ہونا ممکن نہین کہ قتل سے موت ہو گی یا بلا قتل بہر صورت موت حاصل ہے
کذا فی منح الغفار او انت حر بعد موتی او موت فلان او بموت فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولے نے یون کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلا
زید کی موت کے بعد تو یہ غلام مدبر مقید ہے جبتک کہ زید اس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولے سے پہلے مر گیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہو جاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق
عتق کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہو گئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز ورده فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس تدبیرا بل تعلیقا فحینئذ
لو مات فلان و المولی حی عتق من کل المال لو مات المولی اولا بطل التعلیق یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلا زید کی موت کے بعد یہ مثال ہے مدبر مقید کی
چنانچہ درر اور کنز مین مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق مین مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہ قول تدبیر ہی نہین مطلق نہ مقید بلکہ تعلیق ہے
عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلا مر گیا اور مولے زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہو گا اور مدبر ہوتا تو مولے کی موت کے
بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولے پہلے زید سے مر گیا تو تعلیق باطل ہو گی اور غلام ورثہ کا مملوک ہو گا و یعتق المقید ان وجد الشرط
بان مات من سفرہ او مرضہ لانہ یعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد ہو گا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح پر کہ مولے اپنے اسی
سفر یا اسی مرض مین مر گیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہو گا بسبب موجود ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کا
حکم برابر ہو گیا و قال ان مت من مرضی ہذا فمرض او قتل لا یعتق بخلاف ما لو قال فی مرضی ففرق بین من و فی مولے نے کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری سے مر گیا تو وہ آزاد
ہے پھر بیمار کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہو گا بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری مین مر گیا تو آزاد ہو گا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من و فی کے مجتبی
مین اسکے بعد لکھا ہے من مرضی و فی مرضی یون فرق بیان کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب ہوا کہ اگر مین اس بیماری کے سبب سے مرون تو قتل ومرا سبب ہوا سوا بیماری کے
تو شرط عتق کی نپائی گئی اور فی ظرفی کا مفید ہے ظرفیت کا یعنے موت مرض مین واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی دوسرے سبب سے ولہ حمی فتحول صداعا و عکسہ قال محمد ہو مرض واحد بحی
اور اگر مولے نے کہا کہ اگر مین اس بیماری سے مرون تو غلام آزاد ہے اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر درد سر کی بیماری ہو گئی یا درد سر تھا سو تپ ہو گئی محمد نے کہا کہ
تپ اور درد سر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبی ہرچند یہ دو مرض جدا گانہ مرض ہین لیکن چونکہ اکثر دونون باہم متلازم ہین لہذا انکو ایک ہی شمار کیا و قیمۃ المدبر
المطلق ثلثا قیمتہ قنا کذا قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اسکی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا ہے اسی قول پر فتوی ہے یعنے اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اسکی مثلا

تیس درم قیمت ہوتے تو ابتدا بری ہونے سے بیس درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قنا درر عن الخانیہ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی سی قیمت ٹھہرائی
جاویگی کذا فی الدرر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانیکا یہ ہے کہ اسکے موافق سعایت کرے وفیہا عنہا صحیح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من
الزاد فی الجنیبۃ ولو لا یبعہ فی الاصح اور درر میں خانیہ سے منقول ہے کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینے پہلے میری موت سے پھر وہ مرگیا
بعد ایک مہینے کے تو آزاد ہوگا اسکے کل مال سے اسواسطے کہ امام اعظم کے نزدیک اسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جبکہ مولی تندرست تھا کذا فی الدرر وقیم بھی ہیں انہا
قول اور زیادہ کیا ہے کہ اسکے مولی کو اسکا بیچنا جائز ہے قول اصح میں فرع مسئلہ شارح کا قال ان یفرغ ابتداء غلامی بعد موتی ان شاء اللہ صح الاستثناء وفی جوہر
بعد موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاولی امر والاستثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کے
بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول میں کہ وہ آزاد ہے میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح نہ ہوگی
اسواسطے کہ قول اول بصیغہ امر ہے اور استثنا امر میں باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے اور استثنا ایجاب میں صحیح ہے

## باب الاستیلاد

ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہ باب ہے استیلاد کے احکام میں استیلاد لغت عرب میں عبارت ہے طلب اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو
خواہ لونڈی سے اور فقہاء نے اسکو مخصوص کرلیا ہے ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ میں لونڈی سے اولاد لینے کو استیلاد کہتے ہیں اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ من سید لہ
ولو ناسیا فال بنیہ فرجا جبکہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ میں ڈال لیا
اسطرح پر کہ مالک نے محل مخصوص میں جماع نہ کیا ہو لیکن بعد انزال کے فورا اگر گرم اسکا نطفہ لونڈی نے داخل کرلیا ہو اور وہ حاملہ ہوگئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو
الملک ہوگا اور لونڈی ام ولد ہوجاویگی کذا فی المنح عن المجتبی باقرارہ ای بنسبہ ان اشہد کسالیستشرق ولدہ لیعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور یوں اتفاق ہے
مالک کو کہ لوگوں کو گواہ کردے کہ یہ لونڈی میرا لڑکا جنی ہے تاکہ وارث اسکے اولاد کو بعد موت مالک کے غلام نہ بناویں ولو حاملا کقولہ حملہا اومافی بطنہا منی لما
فی ثبوت النسب نہ اقتضاء والا دیانۃ فیثبت بلا دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون وہبانیہ اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونیکے وقت ہو نہ ولادت کے
وقت چنانچہ یوں کہنا ہو اسکا کہ حمل اس لونڈی کا مجھ سے ہے یا جو اسکے پیٹ میں ہے سو مجھ سے ہے اور یہ یعنی ثبوت نسب لڑکا موقوف ہونا
اقرار پر بنابر حکم قاضی کے ہے اور دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ تو نسب اسکا وطی ہوئی کے بھی ثابت ہوگا تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہیں اگر لونڈی سے
جماع کرتا ہو بشرطیکہ وہ کوچہ گرد نہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بیہوش اور مجنون کا بلا دعوت ثابت ہوتا ہے کذا فی الوہبانیہ اگر مرد بیہوش یا مجنون کی
لونڈی اسکے تصرف میں ہوگی اور جنیگی تو وہ لڑکا ہوئے کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے کہ تعلیق وغیرہ میں اہلیت دعوۃ کی نہیں او ولدت من زوج ولو فاسدا کوطی
بشبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا او بعضا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جبکہ ساتھ اسکے مولے نے نکاح کردیا
تھا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو مانند وطی بالشبہۃ کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اسکو اسکے زوج مذکور نے خرید لیا یعنی اسکا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا بعض کا
تو یہ لونڈی جو ہوئے کے اقرار سے جنی یا جسکو اسکا زوج مالک ہوا ام ولد ہوگی مالک ہونیکے وقت سے نہ ابتدائے علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحاوی فلو ملک
ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ جب ام ولد ہونا لونڈی کا ابتدائے ملک سے ہوا تو اگر زوج مشتری اس لونڈی کے لڑکا جو غیر کے نطفہ سے ہے مالک ہوگا تو اسکو
ولد کے بیچ لینے کا اختیار ہے وکذا لو استولدہا بملک ثم استحقت او لحقت ثم ملکہا فان عتق ام الولد بنیا بر الملک کالی ہم بنا
المدبرۃ اور اسی طرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پھر وہ لونڈی غیر کی مملوکہ ثابت ہوئی یا مرتدہ ہو کر دارالحرب میں جا ملی پھر مشتری اسکا
مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ مالک ہونے کے جیسے عتق محارم کا ملکہ ہوتا ہے مگر مالک سے بخلاف مدبرہ کہ اگر

مولے نے اُسکو آزاد کردیا یا پھر وہ مرتد ہوکر دارالحرب میں گئی اور گرفتار ہوکر مملوک ہوئی مولے کی تو اب مدبرہ نہوگی ھم یہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہے
تکرار ملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہے یعنے ام ولد ہونا اُسکا پھر ثابت ہوگا اور عتق حقیقی مراد نہیں اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولے کے آزاد ہوتی ہے طحطاوی
نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے کہ ارتباط اسکا ماقبل سے مناسب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والمتولدۃ کالمدبرۃ وحکم مراد ام ولد کا حکم مدبرہ
کے مانند ہے چنانچہ اُسکا بیان ہوچکا یعنے اُسکے بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہین الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبیع الفاسد من البحر ام ولد مثل
مدبرہ کے ہے مگر تیرہ مسئلون مین فرق ہے جنکا ذکر اشباہ کے فرقون کی بحث مین اور بحرالرائق کے باب بیع فاسد مین مصرح ہے اُسمین سے ماتن اور
شارح نے چار صورتون کو مذکور کیا منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعی اُن تیرہ مسئلون مین سے ایک
یہ ہے کہ ام ولد مولے کی موت سے اُسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ
سعایت کرکے آزاد ہوتی ہے ھم ام ولد بعد موت مولے کے کل مال سے آزاد ہوجاتی ہے اُسکی بیع جائز نہین اور سعایت اُسپر لازم نہین اگرچہ مولے قرضدار ہو
اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف اُسمین قائل ہین بیع کا لائق اعتماد کے نہین کذا فی فتح القدیر
ولو قضی بجوازہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اُسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض آخر امضاء وابطالا ذخیرہ وینفذ فی المدبرۃ کما مر بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف [illegible] دوسرے قاضی کے حکم پر
جائز رکھنے مین اور باطل کرنے مین یعنے مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہوجاتا اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہاء کے
مخالف ہے لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہین ہوسکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف ہے تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے
حکم جاری کردیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا حکم باطل کردیا تو اب بالاتفاق اسکی
بیع باطل ہوجاویگی کذا فی الذخیرۃ اور مدبرہ کے جواز بیع مین ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نرہیگا اسواسطے کہ
مدبرہ کے جواز بیع مین مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہین چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہین وان ولدت بعدہ ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ اذا لم
تحرم علیہ بنحو نکاح اوکتابۃ او وطی ابنہ او المولی امہا وبنتہا لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لانہ یثبت الا بدعوۃ الا فی المزوجۃ فلا یثبت بل لعتق علیہ اور اگر ام ولد
ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنے تو اُسکا نسب بدون دعوی مولے کے ثابت ہوجاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے مولے پر حرام نہوگئی ہو
کسی وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کردینے سے یا مکاتبہ کردینے سے یا ابن مولے کے وطی سے یا بسبب وطی کرنے مولے کے ام ولد کی ماں سے
تو اُسوقت مین اگر ام ولد حرمت سے چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو اُسکے ولد کا نسب مولے سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت ہوگا
مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اُسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہے بلکہ مولے کے دعوی کرنے سے ولد اُسکا مولے پر آزاد ہوجاویگا
نسب مولے کے اقرار سے ولو اقل من ستۃ اشہر ثبت بلا دعوۃ لفساد النکاح لندب الاستبراء لہا قبلہ وقد مناہ فی نکاح الرقیق وثبوت النسب اور اگر ام ولد
ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کم مدت مین جنی تو اُسکے ولد کا نسب مولے سے بدون دعوے کے ثابت ہوگا اور
در صورت نکاح کردینے کے اُسکا نکاح فاسد ہوجاویگا واسطے مستحب ہونے استبراء کے لونڈی کے حق مین قبل نکاح کے یعنے مولے پر مستحب ہے کہ جب ام ولد کا
نکاح کردینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبراء کرواکر نکاح کردے کذا فی البحر شارح کہتا ہے اور ہمنے استبراء کے استحباب کو غلام کے نکاح اور
ثبوت نسب مین اول بیان کردیا ہے لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش ثلثۃ ضعیف للامۃ ومتوسط لام الولد وعلم کما مر وقوی
للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہرچند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار مولے پر موقوف نہین

لیکن اُسکا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے بلا توقف کے لعان سے یعنے بدون لعان کے مجرد نفی کرنیکے نفی ہو جاتا ہے اسواسطے کہ فراش جو قسم دوم کا ہے اُسکا ضعیف ہے مدبرہ کا کہ بدون اقرار مولی کے اُسکا ولد ثابت النسب نہیں ہوتا دوسرا فراش متوسط ہے ضعیف سے قوی ہے اُم الولد کا اور اُسکا حکم معلوم ہوا کہ اُسکا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے تیسرا فراش قوی ہے منکوحہ کا کہ اُسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہیں اور اُسکا نسب نفی سے نہیں منتفی ہو سکتا بدون لعان کے اور چوتھا فراش قوی تر ہے معتدہ کا کہ اُسکے ولد کا نسب اسطرح نفی سے نہیں ہو سکتا بسبب نہونے لعان کے اور لعان اسواسطے نہیں ہو سکتا کہ زوجیت قائم نہیں الا اذا قضے بہ حاکم غیر حنفی یعنی [illegible] کے ولد کا نسب نفی سے نہیں ہوتا مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوا اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب میں نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہو جاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وہو ساکت کما مر فی اللعان لانہ دلیل الرضا بحر فلا ینتفی بنفیہ فی ہاتین الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان میں گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہے رضامندی کی تو اب اُسکی نفی کرنے سے ان دونوں صورتوں میں اُسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنے الکافر او مدبرتہ مسکین عرض علیہ الاسلام جب مسلمان ہو گئی ام ولد ذمی کی یعنے کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونوں کو حکم شامل رہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر پر اسلام عرض کیا جاویگا اسواسطے کہ مسلمہ کا کافر کے تحت میں رہنا جائز نہیں فان اسلم فہی لہ تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبرہ جیسے تھی ویسی ہی اُسکی ہی رہی والا [illegible] الی [illegible] لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیمۃ اشد من خصومۃ المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اسکے واسطے سعایت کرے یعنی تا دونوں جانبوں کے ام ولد کی جانب میں سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہو گئی اور ذمی کی جانب میں سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اُسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع میں اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہے مسلم کی خصومت سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت میں امید ہے کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کے حسنات مظلوم کو عوض میں ملیں یا مظلوم کا وبال ظالم پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اُس سے توقع عفو کی نہیں اور حسنات مسلم ظالم کے ذمی کو نہیں مل سکتے اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہیں اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اسمیں تامل ہے پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو رہائی سخت مشکل ہوا اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ ناک ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اللہم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتہا قنۃ وعتقت بعد ادائہا ای القیمۃ التی قدرہا القاضی ام ولد سعایت کرے اپنی ثلث قیمت میں خالص لونڈی ہونیکی حالت کی قیمت یعنے اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلاً اُسکی قیمت تیس درم ہوتے تو دس درم کما دینا اُسپر لازم ہے اور آزاد ہو جاویگی بعد ادا کرنے اُس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کر دیا ہے ثلث قیمت کی سعایت غایۃ البیان میں مذکور ہے کذا فی نتیج الفتح وہی مکاتبۃ فی حال سعایتہا الا انہا لا ترد الی الرق لو عجزت اذا لو ردت لاعیدت اور وہ یعنے ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہے سعایت کی حالت میں مگر دو صورتوں میں مکاتبہ کے برابر نہیں پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہوا دائے قیمت سے تو رقیت کی طرف نہ پھیری جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پھر اُسپر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو ذلت لازم آویگی اور حالانکہ شرعاً یہ جائز نہیں ولو مات قبل سعایتہا ولہا ولد فی سعایتہا سعے فیما علیہا والا عتقت مجانا لانہا ام ولد دوسری صورت یہ کہ اگر سوسے مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اُسکا ایک لڑکا ہے جسکو سعایت کی مدت میں جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کرے اور اگر لڑکا نہو تو وہ مفت آزاد ہوگی اسواسطے کہ ام ولد ہے اور ام ولد بعد موت مولے کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے اسم سعایت ولد کی قیمت میں درصورت ام ولد کی موت میں ہے نہ اُسکے مولے کی موت میں تو شارح کو مناسب تھا کہ مصنف کے کلام سے اپنے کلام کو یہاں نہ لاتا بعد حکم موت مولے کے ام ولد کی موت کا حکم جدا بیان کرتا چنانچہ در المنتقی کی یوں عبارت ہے ولو مات عتقت بلا سعایۃ ولو ماتت ہی وحدہا ولد ولد فی سعایتہا سعے فیما علیہا یعنے اگر ام ولد کا مولے مرگیا تو وہ بلا سعایت [illegible]

فی نفی ذمی اور جانور کی سخت تر

مفت آزاد ہو گئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مر گئی اور اُسکا ایک لڑکا تھا جسکو سعایت کی حالت مین جنی تو وہ اپنی مان کی قیمت مین سعایت کرے بخلاف مکاتبہ کے
کہ اگر اسکا مولی مر گیا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اُسکے وارثون کے واسطے سعایت کریگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الحکم المدبر فیسعی فی ثلثی قیمتہ اور اسیطرح سے حکم مدبر کا
یعنے اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہو جاوے اور اُسکا مولی مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت مین سعایت کرے یعنے جو خالص غلام کی قیمت ہے
اُسکے دو ثلث مین سعایت کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض الاسلام علیہ فان اسلم فبہا والا بیع علیہ [illegible] کذا ذکرہ مسکین اور اگر ذمی کا
خالص غلام مسلمان ہو گیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو خوب بات ہے وہ اُسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق مین تھا اور اگر اُسنے اسلام
سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاویگا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع ابنہ
ثبت نسبہ منہ ولو کافرا ومرتدا او مکاتبا لکنہ ان عجز فلہ بیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ام ولد کا اگرچہ شراکت
اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب اسکا اس مدعی سے اگرچہ کافر ہو یا مرتد یعنی مرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر ادا بدل کتابت سے عاجز ہو تو اُسکو بیچنا لونڈی کا
جائز ہے اور وہ لونڈی مشترکہ ام ولد ہے مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حر الاصل وضمان کا
مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اُسکے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہے تملک کا نہ ضمان عتق کا
اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور اسی وقت سے ضمان لازم ہوا تو [illegible] لڑکا مالک [illegible]
ہوا نہ شریک کی ملک مین اور اگر مدعی باپ ہوا اپنے شریک کا تو ضمان اُسپر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہے بیٹے کے مال مین فان ادعیاہ معا او جہل السابق وقد
استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونون شریکون نے زمانہ واحد مین ساتھ ہی دعوی کیا یا ایک نے اول دعوی
کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہین کہ کسنے پہلے دعوی کیا تھا اور حالانکہ دونون اسلام وغیرہ اوصاف آیندہ
مین برابر ہین دعوی کرنیکے وقت نہ نطفہ رہنے کے وقت تو وہ لڑکا دونون کا بیٹا ہے یہ مطلب نہین کہ وہ لڑکا دونون کے نطفہ سے پیدا ہوا اسواسطے کہ یہ متصور
نہین بلکہ بسبب دونون مالکون کے برابر دعوی کیا اور دونون جمیع اوصاف مرجحہ مین متساوی ہین تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہین ہو سکتی لہذا ولد کو دونون کا
بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین قیافہ شناس کا قول معتبر ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہین کہ بنا قیافہ شناسی کی فقط
اٹکل پر ہے اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان مین اُسکی طرف رجوع کیا جاتا اور نفی ولد کی جہل سے کا ہیکو ہوتی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نکیا اور قاضی
شریح کو لکھ بھیجا کہ دونون شریکون نے تلبیس کی لہذا اُنکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہ حکم بحضور صحابہ
بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہے علی مرتضی اور ابن عباس اور زید بن ثابت کا رضی اللہ عنہم کذا فی فتح القدیر فلو لم یستویا قدم من العلوق فی ملکہ
ولو بنکاح پھر اگر دونون شریک برابر نہون زمانہ ملکیت مین یعنے ایک زمانہ سابق مین مالک ہوا ہو لونڈی کا اور دوسرا بعد اُسکے تو وہ شریک مقدم ہوگا
جسکی ملک مین نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر مین ہے کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی ایک کے ملک مین پھر مالک نے نصف لونڈی
دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ پورے چھ مہینے مین بعد اس بیع کے جنی یا دونون شریکون نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے اسواسطے کہ
نطفہ اُسکی ملک مین رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یون کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے کم مین جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک مین علوق
ثابت ہو اور اگر پورے چھ مہینے مین جنیگی تو دونون کی ملک مین علوق کا احتمال ہے کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسنے اور
دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کم مدت مین جنی بعد خرید کے پھر دونون نے اُسکے ولد کا دعوے کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنیوالے
کی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر واب ومسلم وحر وذمی وکتابی علی ابن وذمی وعبد ومرتد ومجوسی اور باپ اور مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہے

بیٹے اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر ہم یہ لف ونشر مرتب ہے یعنے اگر باپ اور بیٹا ایک لونڈی مین شریک ہون اور لونڈی سے کے ولد کا دونون ساتھ ہی دعوی کرین تو باپ کا دعوی مقدم اور اوسلے ہے بیٹے پر اور اسی طرح مسلم مقدم ہے ذمی پر اور آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے مرتد پر اور کتابی مقدم ہے مجوسی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی کی تقلید سے نقل کیا لیکن یہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی کی یہ عبارت ہے المرتد اولی من الذمی اور فتح القدیر کی یہ عبارت ہے لو کانت الدعوۃ بین ذمی و مرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ثم لا یثبت نسب ولد الثانی بلا دعوۃ لحرمۃ الوطی کما مر پھر نہ ثابت ہوگا دوسرے ولد کا نسب بدون دعوی کے جمیع صورتون مین جو مذکور ہوئین بسبب حرام ہونے وطی ام ولد مشترک کے چنانچہ پہلے گذر چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوت اسوقت مین ثابت النسب ہے تا ہی جبکہ ام ولد مولی پر حرام نہوگئی ہو بخلاف صور مذکورہ کے وہی ام ولد ہے ان جملہ تہ ماکہا اور یہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونون مساوی شریکون نے ساتھ ہی دعوی کیا دونون کی ام ولد ہے بشرطیکہ وہ دونون کی ملک مین حاملہ ہوئی ہو اسطرح پر کہ دونون کی خرید کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی ہو خریدکے دن سے لا لو اشتریا ہا حبلے لانہا دعوۃ عتق فولا فلہا وبادعاء احدہما الفیمن نصف قیمۃ الولد لا العقر اور اسطرح ام ولد نہوگی اگر لونڈی کو دونون مالکون نے حاملہ خرید کیا اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت حمل سے کمتر مدت مین جنی پھر دونون نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہوگی اس دعوی سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہ دعوی عتق کا ہے نہ استیلاد کا اسلیئے کہ شرط استیلاد کی یہ ہے کہ علوق ولد کا ملک مین ہو سو یہان قبل ملک کے علوق حاصل تھا پھر جب یہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی اولاد دونون شریکون کیواسطے ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کریگا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور لونڈی کا نصف مہر دینا اپنے شریک کو لازم نہ آویگا اسواسطے کہ دعوے استیلاد کا نہین وعلی کل نصف عقرہا وتقاصا اور درصورتیکہ دونون شریکون کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک کے اُس شریک کو نصف مہر دینا چاہیے اور آپسمین اور دونون باہم اپنے حق کو مجرا کر لین یا کوئی کسی کو کچھ نہ دے اگر کوئی کہے کہ جب دونون حساب مین برابر ہوگئے تو ایجاب مہر کا کیا فائدہ ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کر دے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا اور اگر ایک کا حصہ درم کا مہر اور دوسرے کا دینار پر تو اُسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا کان نصیب احدہما اکثر فیاخذ منہ الزیادۃ لان المہر یقدر الملک دونون شریکون کو نصف نصف مہر کا مجرا کر لینا درست ہے مگر جبکہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر زیادتی ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہے اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا بقدر ملک کے ہوتا ہے بخلاف البنوۃ والارث والولاء فان ذلک لہما سویۃ وان کان احدہما اکثر نصیبا من الآخر لعدم تجزی النسب فیکون سویۃ لعدم الاولویۃ فیتبعہ الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولاء کے اسواسطے کہ یہ امور دونون شریکون کے واسطے برابر ہین اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے بسبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونون مین برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے یعنے دونون برابر ہین کسیکو تقدم اور رجحان نہین اور ارث ولاء نسب کے تابع ہین جب نسب مین تجزی نہوئی تو ارث اور ولاء مین بھی تجزی نہوگی وورث الابن من کل ارث ابن کامل اور وراثت پاویگا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہے اُسکی فرزندی کا اور مقر کا اقرار اُسپر حجت ہے وورثا منہ ارث اب واحد اور اگر ولد مر گیا تو دونون شریک اُسکے وارث ہونگے ایک باپ کی ارث مین اسواسطے کہ فی الواقع مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ کسی کی یہان ترجیح نہین لہذا ایک باپ کا حصہ دونون مین تقسیم ہوگا وکذا الحکم عندنا لو کثروا ولو نساء وتمامہ فی البحر اور جب یا دو شریکون کا حکم ہے اسیطرح اگر زیادہ ہون دو سے تو انکا بھی ایسا ہی حکم ہے اگرچہ دعوی کرنے والیان ولد کی عورتین ہون اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ہم پورا بیان بحر الرائق مین اسطرح ہے کہ اگر دو شریکون سے زیادہ مدعی ہون ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیون سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہون اور ابو یوسف نے کہا کہ دو تک

سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر ایک لڑکے مین دو عورتون نے تنازع کیا تو امام اعظم
کے نزدیک وہ لڑکا دونون کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک لڑکے مین دو مرد اور دو عورتون نے تنازع کیا ہر مرد یہ کہتا ہے
کہ یہ لڑکا میرا ہے اس عورت سے اور عورت اسکی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونون مردون اور دونون عورتون کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط
دو مردون کا ہوگا نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدہما او اعتقہا عتقت بلا شیء قلت فالعتق انما یتجزی فی القنیۃ الا فی ام الولد بل یعتق بعضہا
بعتق کلہا اتفاقا کذا فی البحر اور بحر الرائق مین ہے کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کردیا اپنی زندگی مین تو وہ مفت بلا سعایت آزاد ہوجاویگی
شارح کہتا ہے تو امام اعظم کے نزدیک عتق متجزی نہین ہوتا مگر خالص لونڈی مین نہ ام ولد مین بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہوجاتی ہے بالاتفاق امام
اور صاحبین کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی مین منحصر ہے اور ام ولد کے عدم تجزی مین اتفاق ہے جاریۃ بین رجلین
ولدت فادعاہ احدہما واعتقہ الآخر وخرج الکلامان منہما معا فالدعوۃ اولی لاستنادہا للعلوق خانیۃ ایک لونڈی مشترک ہے دو مردون
مین سو وہ جنی تو ایک شریک نے اُسکے ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کردیا اور یہ دونون کلام دونون سے ساتھ ہی برآمد ہوئے تو کلام دعوی نسب کا اولی اور
مقدم ہے اسواسطے مستند ہونے دعوی کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنے دعوی نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے تو گویا آزاد
کرنے والے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہین کذا فی المنح ادعی ولد امۃ مکاتبۃ وصدقہ المکاتب لزم النسب بتصادقہما لدعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اما ولد
مکاتبہ فلا یشترط التصدیق لہا کما سیجی دعوی کیا مولے نے اپنے مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اسکی تو مولے کو نسب اُس لڑکے کا لازم ہوگا دونون کے
تصادق سے جیسا نسب ثابت ہوتا ہے جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولے اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کریگا تو ثبوت نسب مین مکاتبہ
کی تصدیق شرط نہین چنانچہ کتاب المکاتب مین مذکور ہوگا ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد یوم ولد اور لازم ہوگا مولے مدعی پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کی پیدایش
کے دن کی وسقط الحد عنہ للشبہۃ اور ساقط ہوگی حد مولے سے بسبب شبہہ ملک کے ولم تصر امۃ ام ولدہ لعدم ملکہ اور لونڈی مکاتب کی مولے کی ام ولد نہوگی
اسواسطے کہ اسکی ملک نہین وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجرہ علی نفسہ بالعقد اور اگر مکاتب نے مولے کی تکذیب کی دعوی ولد مین تو نسب ولد کا
ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولے نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنے جب غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے کسب پر مولے کا
تصرف کرنا جائز نہ رہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولے کا مسموع نہین ولدت منہ جاریۃ غیرہ فقال احلہا لی مولاہا والولد ولدی فصدقہ
المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفے سے جنی اور اُسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے اُسکو مجھپر حلال کردیا
اور اُسکا ولد میرا ولد ہے اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال مین اور تکذیب کی اُسکی نسب مین تو نسب ثابت ہوگا ہم احلال سے مراد احلال بالتزویج
ہے نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونے کا حکم بعد اُسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فان صدقہ فیہما جمیعا ثبت والا لا قال فی قول الزیلعی
ولو صدقہ فی الولد ثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا مخالفۃ کما لا یخفی سو اگر مولے نے تصدیق کی مدعی کی سب دونون امرون مین یعنے احلال اور نسب مین تو نسب اُسکا
ثابت ہوگا اور اگر دونون امر کی یا ایک امر کی تصدیق نکی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیۃ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ اگر مولے مدعی کے ولد مین تصدیق کرے
تو نسب ثابت ہوتا ہے یعنے تصدیق ولد کی ساتھ تصدیق احلال کے مثبت ہے نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھ مخالفت نہین زیلعی اور غیر زیلعی کے کلام مین چنانچہ امر مخفی
نہین اسواسطے کہ مسئلہ مفروض ہے تصدیق فی الاحلال مین کذا فی المنح ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ اے المولے ولو مکاتبہ یوما من الدہر ثبت
النسب وتصیر ام ولدہ اذا ملکہا لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اُسکے ولد کا کسی دن بعد تکذیب مولے کے اگرچہ
مالک لونڈی کا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا در صورت ملک ولد کے اور لونڈی اُسکی ام ولد ہوگی جبکہ اُسکا مالک ہوگا اسواسطے

باقی رہنے اقرار مدعی سے کے ولو استولد جاریۃ احد ابویہ او جدہ او امرأتہ وقال ظننت حلہا لی فلا حد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ فیہا اور اگر ایسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا مان کی لونڈی یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اُسنے کہ مین نے اس لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی تو اُسپر حد لازم نہ آویگی بسبب شبہہ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہ ہوگا شارح نے کہا مگر اسوقت نسب ثابت ہوگا جبکہ جاریہ کا مولی وہ لونڈی مردین اُسکی تصدیق کرے کہ ہم فیہا کے مرجع مین محشی در المختار کے مختلف ہین شیخ عابد سندھی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہا کی دو صورتین ہین یعنے جاریۃ اصول ورجاریۃ زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے کہا کہ مرجع اُسکا ظن حلت ادر تصدیق ولد ہی لیکن بہرصورت سب محشی اسپر متفق ہین کہ شارح کی عبارت یعنے الا ان یصدقہ فیہا بے محل یا دقیق ہے اسواسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین مذکور نہین کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابون کی طرف رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوما عتق علیہ اور اگر مستولد مالک لڑکا ہوگا کوئی دن تو اُسپر آزاد ہوجاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے وان ملک امہ لا تصیر ام ولدہ لعدم ثبوت نسبہ کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ لو ثبت النسب لبقاء الاقرار فتدبر اور اگر مستولد ولد کی مان کا مالک ہوگا تو وہ اُسکی ام ولد نہوگی بسبب نہ ثابت ہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نسب ولد کا مدعی اُسکی مان کا کسی دن مالک ہوا بعد تکذیب سوالی کے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اُسکو غور کرو شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے تناقض ہونیکا اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور کلام ثبوت مین صریح تناقض ہے شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہر کلام مصنف مین تناقض نہین ہے اسلیے کہ یہان دو مسئلے مذکور ہین ایک یہ کہ مستولد جاریۂ غیر کے ولد مین کہا کہ مولی نے اپنی جاریہ مجھ پر حلال کردی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریۂ اصول مین ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد ملک کے پہلے مسئلہ مین مذکور کیا یعنے مسئلہ ادعا احلال مین نہ دوسرے مسئلہ مین یعنے ادعا ظن حلت مین اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ مین مذکور کیا ہے تو تناقض نہ ثابت ہوا اھ منح الغفار مین فی الواقع ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم فرع فی الخانیۃ زنی باَمَۃ فولدت فملکہا لم تصر ام ولد وان ملک الولد عتق اور خانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اُسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اُسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہوجاویگا ھم روایت ہے زیلعی کے کلام کی تائید ثبوت ہوئی وفی الاشباہ لو ملک اختہ لابیہ من الزنا عتقت ولو اختہ لابیہ لا اور اشباہ مین ہے کہ اگر کوئی اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہوجاویگی اسواسطے کہ مالک اور مملوک ایک پیٹ سے پیدا ہین اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہے تو وہ لونڈی رہیگی آزاد نہوگی اسلیے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطے باپ کے ہے اور حالانکہ نسب اسکا زانی سے شرعا منقطع ہے تو اُسکا بہن ہونا نہ ثابت ہوا لہذا آزاد نہوگی اور چونکہ نسب انکا منقطع نہین تو اُسکا بہن ہونا ثابت ہے اسواسطے ملک سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اراد وطی متولد لا تصیر ام ولد بملکہا الطفل ثم تزوجہا اراد کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اولاد ہونے سے تو اپنے طفل صغیر کو اُسکا مالک کردے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو اُسکی اولاد آزاد ہوگی اور وہ لونڈی ہی رہیگی طفل صغیر کے مالک کرنیکا یہ فائدہ تھا کہ اُسکو نکاح کرلینے کا اختیار رہا ہے اقر ابو منتا فی مرضہ ان ہذا ولدہ اوحبل العتق من الکل والا فمن الثلث وبانی یدہا للمولی الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی استحسن محمد ان تترک لہا ملحفۃ وقمیص ومقنعۃ ولا شیٔ للمدبرۃ اقرار کیا مولی نے اپنی بیماری مین لونڈی کے ام ولد ہونے کا اگر اسوقت لونڈی کا ولد ہو یا اُسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے اور اگر ولد ادر حمل نہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اُسکے پاس مال ہوگا وہ مولی کا ہوگا یعنے وارث اُسکے مالک ہونگے مگر اسوقت وارث نہونگے جبکہ مولی نے اُس مال کی ام ولد کے واسطے وصیت کردی ہو ہان مجتبی مین یون ہے کہ محمد نے مستحب کہا ہے اُسکو کہ اُس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم استغفر اللہ العظیم وتوب الیہ

# کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر الهزل والاکراہ وقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق فی الاسقاط والسرایۃ مناسبت کتاب الایمان
کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونوں بابوں کا متصل ہونا مناسب
ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے شارکت کے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ویسے ہی عتاق عبارت
ہے اسقاط ملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں پھیل جاتا ہے بقول
صاحبین کے کیونکہ متجزی ہے اور بقول امام کے پھر اعتاق متجزی ہے تو طلاق و اعتاق سرایت میں مشترک نہیں کذا فی الطحاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنے تمام معنی میں
یعنی اسقاط میں اور نیز لازم شرعی میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب ہوا کذا فی النهر الفائق الیمین لغۃ القوۃ یمین لغت عرب میں معنی قوت
کے ہے ہر چند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنے اسواسطے مذکور کیے کہ قوت مناسب ہے یعنی شرعی یمین سے معنی یمین
مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانے والا بسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اسوجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے وشرعا
عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعا الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف حنث بطلاق و عتاق اور
اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اس عقد سے جس سے قوی ہو جاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانے والے کا کسی فعل کے کرنے پر یا چھوڑنے پر اس تعریف میں تعلیق
داخل ہو گئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع میں اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہو جاتا ہے مگر پانچ چیزوں میں تعلیق یمین نہیں
جنکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے پھر جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاوے گا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنے سے حانث
ہوگا مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز اور صاحب کفایہ کی اور شرح نقایہ میں یوں تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے ذکر
نام خدا یا تعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاوے گا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا مہینہ آنے کی تعلیق سے اس عورت میں
جسکی عدت مہینوں سے ہے یا تعلیق پر تعلیق کرنے سے یا یوں کہتے ہیں اپنے غلام سے کہ اگر تو اتنا ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر نہ دے سکے گا تو غلام ہے یا یوں کہے کہ اگر تمکو
ایک یا بہت حیض آیا یا تو ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا دریافت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم
دو طرح پر ہے ایک یہ کہ آبا و اجداد و انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعا جائز نہیں اور دوسری طرح یہ کہ بطور شرط
اور جزا کے حلف ہو سو اسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عبادات کر حلف کرے اسطرح پر اگر میں فلانا کام کروں تو مجھپر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد
کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں فلانا کام کروں تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریۃ
عن البدائع وشرطها الاسلام والتکلیف وامکان البر صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان تحقیق قسم کا پورا کر سکنا تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہیں اور
اسی طرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافا لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا میں کوئی لفظ حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق
نہ ہوگی بلکہ تنجیز ہو جاویگی کذا فی العالمگیریۃ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ سامع حالف کو سچا جانے دوسرے یہ کہ حالف یا غیر شخص فعل یا ترک پر مستعد ہو جاوے
کذا فی منح الغفار وحکمها البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ هم تفصیل احکام یمین آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہاں واجب ہے اور کہاں مستحب ہے اور کہاں
مباح اور توڑنا قسم کا کہاں واجب ہے اور کہاں مباح ورکنها اللفظ المستعمل فیها اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہے ویکرہ الحلف بغیر اللہ تعالی وقیل لا والنهی
وعامتهم ولا نتبو الاسیما فی زماننا وحملوا النهی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولهم بابیک ولعمرک ونحو ذلک عینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور عتاق کی قسم بعضے علما
کہا کہ غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علما نے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور حمل کیا نہی کو الحلف بغیر اللہ پر جو وجہ الوثوق نہیں

کتاب الایمان

بلکہ بطور عادت عرب کے اپنے مخاطبات اور محاورات میں جاری تھی چنانچہ یوں کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری حیات کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنے ممنوع وہ قسم بغیر اللہ کی جو بلا
قصد عرب اپنی گفتگو میں کہا کرتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ میں قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فتح القدیر میں ہے کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق
اور اعتاق کے علاوہ کے بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کھاوے سو خدا کی قسم کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور محمل حدیث مذکور کا یہ ہے کہ حلف
بحرف قسم کے ہو سوائے تعلیق کے وہی ہے کہ الیمین باللہ لعدم تصور الغموس اللغو فی غیرہ فیقع بہا الطلاق نحو علی الطلاق لا یفعل کذا اور وہ یعنے یمین باللہ غموس یعنی ہے
غموس ہیں یمین باللہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا میں متصور نہیں اسواسطے کہ تعلیق طلاق و عتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہیں ہوتی
اسلئے اسمین غموس اور لغو متحقق نہیں یعنے غموس اور لغو طلاق وغیرہ میں واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ میں منحصر ہو تعلیق میں
ولا یرد نحو ہو یہودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ ان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہے یمین باللہ
سے اگرچہ قائل اسکا وجہ کنایہ کی نسمجھے کذا فی البدائع یعنے اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمنے غموس اور لغو کو یمین باللہ میں منحصر کیا حالانکہ یوں کہنا اس فعل کو جسکو کر چکا ہے کہ
اسنے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قول بھی واقع میں یمین باللہ ہے بطریق کنایہ کے اگرچہ کنایہ کی وجہ
کو نہ جانے مقصود حالف کا اس فعل سے باز رہنا ہے شرط سے اور وہ مستلزم ہے یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہے نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہے تعظیم حقتعالیٰ کو تو گویا اسنے
یوں کہا کہ بحق اللہ العظیم یا نہیں کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس لغمسہ فی الاثم ثم فی النار وہی کبیرۃ مطلقا لکن اثم الکبائر متفاوت نہر
اللہ کی جھوٹی قسم کو غموس اسواسطے کہا کہ وہ دنیا میں گناہ کے اندر ڈبوتی ہے پھر آخرت میں دوزخ کے اندر اور جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے ہر طرح سے خواہ جھوٹی قسم کھا کر مسلمان کا
مال حق ہضم کیا یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہوں کا متفاوت ہے کذا فی النہر ودلیل ان الکبیرۃ غموس کی صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبائر
اشراک باللہ و عقوق الوالدین و قتل النفس اور یمین غموس ہے کذا فی النہر و صحیح ابن حبان میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم
کھا کر مرد مسلمان کا مال کاٹ لے تو حقتعالیٰ بہشت کو اسپر حرام کریگا اور دوزخ میں اسکو ڈالیگا کذا فی فتح القدیر ان حلف علی کاذب عمداً ولو غیر فعل او ترک کو اللہ انہ حجر
یمین اللہ غموس ہے اگر قسم کھاوے جھوٹ پر قصداً اگرچہ وہ چیز فعل یا ترک فعل نہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ وہ پتھر ہے یا الفعل ہم شرح وقایہ میں ہے واللہ انہ حجر یا ان کان یکون
کالفظ امقدر کیا ہو تا کہ غموس یا منعقدہ میں داخل ہو شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کرکے اس دلیل کو رد کیا اسواسطے کہ غموس ہے فعل ماضی ہو یا شرط القیدی نہیں چنانچہ
اسکی تصریح عنقریب آتی ہے فی ماض کو اللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ او حال کو اللہ مالہ علی الف عالما بخلافہ واللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ یمین غموس ان
ماضی میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں نے ایسا نہیں کیا اس فعل کو جانکر یا ان حال میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ اسکے مجھ پر ہزار درم نہیں جانکر قسم کھائی کہ
ہزار درم ہیں اور واللہ وہ بکر ہے جانکر قسم کھائی کہ وہ بکر نہیں بلکہ زید ہے مثلاً والتقیید بہم بالفعل والماضی اتفاقی او اکثری اور قید لگانا فقہا کا تعریف غموس میں
فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شروح ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہیں لہذا اسکے دو اخیر مثالوں
میں سے اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار ویاثم بہا فتلزمہ التوبۃ اور گنہگار رہتا ہے مسلمان یمین غموس سے تو اسپر توبہ لازم ہے نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے
امام مالک اور احمد بن حنبل کا وثانیہا لغو لا مواخذۃ فیہا الا فی ثلث طلاق و عتاق و نذر اشباہ فیقع الطلاق علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر
عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اسمین مواخذہ نہیں مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر میں کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی
گمان غالب پر جبکہ ظاہر ہو جاوے مخالف ظن غالب کی اور شافعیوں سے اسکا خلاف مشہور ہے ان حلف کاذبا یظنہ صادقا فی ماض او حال
فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے اگر جھوٹی قسم کھائی اپنے گمان میں سچ جانکر زمان ماضی کی قسم کھائی ہو یا حال کی تو فرق
درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہے اگر تعمداً کذب پر قسم کھائی تو غموس ہے اور نہیں تو لغو ہے ہم صاحب کنز سے جو تعریف لغو میں فعل

ماضی کی قید لگائی ہے سو اتفاقی ہے چنانچہ بدائع میں مصرح ہے کہ لغو ماضی اور حال دونوں میں ہوتا ہے کذا فی المنح والا فی المستقبل فالمنعقدة اور جو قسم کہ زمان مستقبل
میں ہوتی ہے وہ یمین منعقد ہے حلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ نہیں ہوتی ہے مستقبل میں مگر منعقدہ حالانکہ آگے ہے مستقبل میں غموس بھی ہوتی ہے
چنانچہ اسکا ذکر آویگا تو شارح کو یوں کہنا لازم تھا اما المنعقدة ففی المستقبل وخصه الشافعی بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ وبلی واللہ لو آتیا اور امام شافعی
نے لغو کو مخصوص کیا ہے اس قسم پر جو لوگوں کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہے چنانچہ یوں کہنا لا واللہ وبلی واللہ اگرچہ زمان مستقبل کی قسم کھائے بلا قصد تو بھی لغو ہے تو ثمرہ
خلاف حنفی اور شافعی کا اس قسم میں ظاہر ہوتا ہے جو زمان مستقبل میں بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہیں بلکہ منعقدہ ہے اور اسمیں کفارہ لازم ہے اور شافعی کے
نزدیک وہ لغو ہے اور اسمیں کفارہ نہیں کذا فی المنح فلذا قال ویرجی عفوه ادبا وتواضعا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور حنفی میں مختلف فیہ ہے لہذا مصنف نے کہا کہ
یمین لغو میں امید ہے عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور آداب کے عفو بصیغہ جزم نہیں بولا ہم شارح نے یہ رفع دخل مقدر کیا یعنے عدم مواخذہ لغو کا قرآن میں منصوص ہے
مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیوں بیان کیا وکاللغو حلفه علی ماض صادقا کواللہ انی لقائم کان فی حال قیامہ اور لغو کے حکم کے مانند ہے ماضی کی سچی قسم
کھانا چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں ابھی قائم ہوں یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثها منعقدة وهی حلفه علی مستقبل آت یمکنه فنحو واللہ لاموت
ولا تطلع الشمس من الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہے کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل آئندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ میں مرونگا
اور واللہ آفتاب نہ نکلیگا یہ غموس میں داخل ہے کہ خارج از امکان بشر ہے وهذا القسم فیه الکفارة لآیة واحفظوا ایمانکم ولا تتصور الا فی المستقبل فقط
اور اسی قسم میں یعنے منعقدہ میں کفارہ ہے بدلیل آیہ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسموں کو اور متصور نہیں محافظت مگر مستقبل میں فقط اسواسطے کہ ماضی
موجود نہیں اور حال کو قیام نہیں وعند الشافعی یکفر فی الغموس ایضا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں بھی کفارہ دے ان حنث یمین
منعقدہ میں کفارہ ہے اگر قسم کو توڑے وهی ای الکفارة ترفع الاثم وان لم توجد منه التوبة عنها معها ای مع الکفارة سراجیہ اور وہ یعنے کفارہ اٹھا
دیتا ہے گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ کے ساتھ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی السراجیہ ولو الحالف مکرها او مخطئا او ذاهلا او ساهیا اگرچہ کھانے والا
یمین یا حنث میں جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اسکو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہ ہے کہ کہنا چاہتا تھا کہ مجھکو پانی پلا سو منہ سے نکل گیا کہ واللہ
میں پانی نہ پیونگا اور ذہول کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہیں آتا سو اسکے منہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ میں آج آونگا کذا فی المنح
اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہیں اسواسطے کہ لغت میں دونوں سہو سے عبارت ہیں بلا فرق اگرچہ دونوں کے درمیان یوں تفرقہ کیا ہے
کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہو اور حافظہ باقی رہے تو سہو ہے اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونوں سے زائل ہو تو نسیان ہے اور سہو میں کسب جدید کی حاجت نہیں ہوتی بخلاف
نسیان کے او ناسیا بان حلف ان لا یحلف ثم نسی فحلف فیکفر مرتین مرة للحنث واخری اذا فعل المحلوف علیه عینی لحدیث ثلث جدهن جد منها الیمین ابول کیا ہے
اسطرح پر کہ اسنے قسم کھائی کہ قسم نکھاونگا پھر یہ قسم کھانا بھول گیا پھر اسنے قسم کھائی کہ مثلا زید سے نہ بولیگا تو یہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنیکا
یعنے قسم کھانیکا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنیکا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان میں یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع وارد ہے
کہ تین چیزیں ہیں ہزل اور جد برابر ہے طلاق اور عتاق اور یمین میں ہم ماتن نے اپنی شرح میں باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہے اسواسطے کہ نسیان حقیقی یمین میں
متصور نہیں لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنے پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور قہستانی نے بھی عینی کا اسمیں تتبع ہے کذا فی النہر فی الیمین او
فی الحنث فیحنث بفعل المحلوف علیه مکرها خلافا للشافعی اگر حالف کرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث میں تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنے سے بالکراہ
مثلا قسم کھائی کہ میں زید کے گھر نہ داخل ہونگا اور کوئی اسکو جبر سے گھر میں لے گیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ انکے
نزدیک جبر سے حانث نہیں ہوتا وکذا یحنث لو فعله وهو مغمی علیه او مجنون فیکفر بالحنث کیف کان اور اسی طرح حانث ہوگا اگر محلوف علیہ کو حالت

قسم منعقدہ مستقبل

بیہوشی یا جنون میں کرے تو کفارہ دے حنث سے کسی حالت میں کیونکہ **وہ** (**والقسم بالله تعالی ولو برفع الهاء او نصبها او حذفها**) **كما يستعمله الاتراك وكذا واسم الله**
**كحلف النصارى وكذا بسم الله عند محمد ورجحه في البحر بخلاف بله بكسر اللام الا اذا كسرها** **لما** اور قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہے اللہ کے لفظ سے اگرچہ آخر کو پیش
یا زبر دیا ہو یا اسکو حذف کر ڈالا ہو چنانچہ حذف ترکوں میں مستعمل ہے اور اسی طرح ہے واسم اللہ یعنی قسم ہے اللہ کے نام کی چنانچہ نواح عرب کے نصاریٰ
کی عادت ہے اور اسی طرح بسم اللہ امام محمدؒ کے نزدیک یعنی قسم ہے اللہ کے نام کی اور اسکو ترجیح دی بحر الرائق میں بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہیں
مگر جب ہی کہ زیر دیوے اور یمین کا قصد کرے تو البتہ یمین ثابت ہوگی **ہم بله بتثليثه وكسر لام و ابالہ وحذف الف** یعنی باللہ اصل میں تھا لام کو کسرہ
دیا اور الف کو حذف کیا بلہ ہو گیا چنانچہ اکثر لوگ یمین مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نہ کیا **كذا في الطحطاوی** اور فارسی در اردو زبان میں بلہ بفتح
لام و حذف الف بھی مستعمل ہے (**او باسم آخر من اسمائه ولو مشتركا كالنور والحلف به لا على المذهب**) یا یمین ثابت ہے سوا اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ
اسماء الٰہی کے اگرچہ وہ اسم مشترک ہوا اللہ اور غیر اللہ میں اس نام سے قسم کھانا مروج ہو یا نہو بہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر مذہب کے اور قول غیر صحیح
یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہے جیسے اللہ اور رحمن ہے اور اسم مشترک سے یمین نہیں چنانچہ حلیم اور علیم سے **كذا في المنح والعالمگیریہ عن الكافي كالرحمن والرحيم**
**والحليم والعليم ومالك يوم الدين والطالب الغالب** اسماء الٰہی کی مثال چنانچہ رحمن اور رحیم اور حلیم اور علیم اور مالک یوم الدین اور طالب غالب ہم طالب غالب سے
قسم کھانا اہل بغداد کے [illegible] ف ہے **كذا في العالمگیریہ عن المحيط والحق معرفا لا منكرا** کما سیجی اور چنانچہ حق اسم بشرطیکہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اسکا ذکر آویگا
ہم اگر یوں کہے بحق اللہ لا افعل تو یہ یمین نہیں ہے **كذا في فتاوی قاضی خان** اور کہے وحق اللہ لا افعل تو بقول امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک یمین نہیں **كذا في الخلاصة وفي المجتبى**
**لو نوى بغير الله غير اليمين دين** اور مجتبیٰ میں ہے اگر سوا لفظ اللہ کے یعنی رحیم اور حلیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق کیجاویگی نہ
بنا بر قضا کے (**او بصفة يحلف بها عرفا من صفاته تعالى صفة ذات لا يوصف بضدها كعزة الله وجلاله وكبريائه وملكوته وجبروته وعظمته وقدرته**
**او صفة فعل يوصف بها وبضدها كالغضب والرضا فان الايمان مبنية على العرف فما تعورف الحلف به فيمين وما لا فلا**) یا یمین ثابت ہوتی ہے منجملہ
صفات الٰہی کے اس صفت کی قسم کھانے سے جس صفت سے قسم کھائی جاتی ہو عرف میں خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے مراد یہ ہے کہ
اسکی ضد سے حق تعالیٰ نہ موصوف ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اسکا اور کبریا اسکی اور ملکوت اسکا جبروت اسکا اور عظمت اور قدرت اسکی یا صفت
فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس صفت اور اسکی ضد دونوں سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ غضب اور رضا صفات میں اعتبار عرف کا
اسواسطے ہوا کہ قسموں کی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کھانا مروج ہوگا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت سے قسم رائج نہیں وہ یمین نہیں ہم صفت عبارت
ہے اس اسم یا معنی سے جو ذات کو متضمن نہو اور ذات پر محمول نہو بلا اشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت اور منع اور اعطا اسواسطے کہ حق تعالیٰ کو عزیز کہتے
ہیں نہ عزت اور قدیر کہتے ہیں نہ قدرت سو صفات دو قسم ہے صفت ذات اور صفت فعل صفات ذاتیہ عبارت ہیں ان صفات سے کہ جنکی اضداد سے
حق تعالیٰ موصوف نہو چنانچہ عزت اور قدرت کہ موصوف ہے نہ ذلت اور عجز کر اور صفات فعلیہ عبارت ہیں ان صفات سے کہ جن سے حق تعالیٰ
موصوف ہو اور انکے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالیٰ مانع بھی ہے اور معطی بھی (**لا يقسم**
**بغير الله تعالى كالنبي والقرآن والكعبة قال الكمال ولا يخفى ان الحلف بالقرآن الان متعارف فيكون يمينا واما الحلف بكلام الله فيدور**
**مع العرف وقال العيني وعندي ان المصحف يمين ولا سيما في زماننا وعند الثلاثة المصحف والقرآن وكلام الله يمين زاد احمد والنبي**
**ايضا**) نہ قسم کھائی جاوے بغیر اللہ تعالیٰ کے جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ میں وارد ہے کہ جسے قسم کھانا ہو
تو اللہ کی قسم کھاوے یا سکوت کرے کما قال الکمال الدین فتح القدیر میں اور یہ مخفی نہیں کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہوگئی ہے تو یمین ہوگی

اور قسم کھانا کلام اللہ کا سوا اسکا مدار عرف پر ہی یعنے اگر رواج ہو قسم کھانے کا تو یمین ہی اور نہین تو نہین اور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہی خصوصاً ہمارے زمانہ
مین جسمین جھوٹی قسمین بہت رائج ہین کذا فی النہر اور تینون اماموں کے نزدیک یعنے امام مالک و شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ یمین ہی
احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ نبی بھی یمین ہی ولو تبرأ من احد ہا فیمین اجماعا الا من المصحف الا ان یتبرأ مما فیہ بل لو تبرأ من دفتر فیہ بسملۃ کان یمینا ای
اگر برأت کرے انمین سے کسی ایک سے یعنے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہی مگر برأت مصحف سے بالاجماع یمین نہین بلکہ
جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہی اُسکے نزدیک برأت بھی یمین ہی اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہین اُسکے نزدیک برأت بھی یمین نہین اسواسطے کہ مصحف
عبارت ہی اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اسوقت برارت مصحف کی یمین ہی جب اُس چیز سے برارت کرے جو مضمون اُسکے
اندر مرقوم ہی بلکہ اگر برأت کریگا اُس دفتر اور کتاب سے جسمین بسم اللہ مکتوب ہی تو یمین ہوگی ہم برأت اسطرح پر ہوتی ہی کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہی یعنے
بیزار ہی قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیۃ فیہ او من الکتب الاربعۃ فیمین واحدۃ ولو کرر البرأۃ فایمان بعددہا اور اگر برأت کرے ہر آیت
سے جو قرآن مین ہی یا برأت کرے آسمانی چارون کتابون سے تو یہ ایک ہی یمین ہی اور اگر برأت مکرر کریگا تو بشمار برأت کے چند یمین ہونگی یعنے اگر یون کہے
وہ شخص بری ہی توریت سے اور بری ہی انجیل سے اور بری ہی زبور سے اور بری ہی قرآن سے تو چار یمین ہونگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہی جیسے قبلہ اور
صوم و صلوۃ تو اُسکی برأت یمین ہی کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ و بری من اللہ بری من رسولہ یمینان اور یون کہنا کہ اگر ایسا کام کرے تو وہ شخص بری ہی
اللہ سے اور بری ہی رسول اُسکے سے تو یہ دو یمین ہین یعنے اگر قسم توڑیگا دو بار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد و اللہ ورسولہ بریئان منہ فاربع اور اگر قول سابق پر
یہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اُسکا رسول بری ہین اس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا و بری من اللہ الف مرۃ یمین واحدۃ
اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہی و بری من الاسلام او صوم رمضان او الصلوۃ او من المومنین او اعبد الصلیب یمین لانہ
کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مومنین سے یا مین ایسا کرون تو چلیپا یا بت کو پوجون تو یمین ہی اسواسطے کہ برأت
اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہی و تعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہی یون کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہی و یکفر انہ
ان اعتقد الکفر بہ یکفر و الا لا یکفر او عنقریب آویگا کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہوتا ہی تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہین تو وہ شخص
کافر نہین یعنے اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہی تو اگر بولے گا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر مین اس شخص کے اختلاف ہی
قول مختار یہ ہی کہ اگر بعد تعلیق کے تکلم زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہوگیا اور کفارہ اسکا یہ ہی کہ یون کہے
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہین ہوتا تو کافر نہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرہ و فی البحر عن الخلاصۃ و
والتجرید و تعدد الکفارۃ لتعدد الیمین و المجلس و المجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفہ باللہ لا یقبل و بحجۃ او عمرۃ یقبل اور
بحر الرائق مین خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہی کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہی اور ایک مجلس اور چند مجالس اسمین برابر ہین
اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنے واسطے تاکید کے ذکر کیا ہی تو اگر اللہ کی قسم ہی تو اُسکا یہ قول مقبول
نہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم مین اُسکا قول مقبول ہوگا و فیہ معزیا للاصل ہو یہودی و ہو نصرانی یمینان وکذا و اللہ و اللہ او و اللہ
والرحمن وفی الاصح الفتوان و اللہ و الرحمن یمینان و بلا عطف واحدۃ اور بحر الرائق مین ہی اصل سے منقول کر کے یہ قول کہ وہ یہودی ہی وہ نصرانی
ہی یہ دو یمین ہین اور اسی طرح و اللہ و اللہ یا و اللہ و الرحمن بقول اصح دو یمین ہین اور اتفاق کیا ہی فقہا نے کہ و اللہ اور و الرحمن
دو یمین ہین اور بدون عطف کے یعنے و اللہ الرحمن ایک یمین ہی و فیہ معزیا للفتح قال الرازی اخاف علے من قال بحیاتی و حیوتک

وحیوۃ راسیک انہ یکفر وان اعتقد وجوب البر فیہ یکفر ولولا ان العامۃ یقولونہ ولا یعلمونہ لقلت انہ شرک وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحر الرائق میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ علی رازی سے کہ میں ڈرتا ہوں اس
شخص کے کافر ہونے سے جو یوں کہتا ہے قسم ہے مجکو اپنی زندگی کی اور قسم ہے تیری زندگی کی اور قسم ہے تیرے سر کی زندگی کی اور اگر یہ قسم
کھا کر وجوب بر کو واجب جانے یعنے اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہو جاویگا اور اگر عوام خلق اسکو نہ کہتی ہوتی تو آگے
سے تو میں کہتا یہ صاف شرک ہے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر میں جھوٹی قسم کھاؤں اللہ کی میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے
اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کھاؤں یعنے اللہ کی فقط جھوٹی قسم میں گناہ ہے اور غیر خدا کی قسم میں اگرچہ سچی ہو خوف ہے کفر کا ولا یقسم بصفۃ
لم یتعارف الحلف بہا من صفاتہ تعالے کرحمتہ وعلمہ ورضائہ وغضبہ وسخطہ وعذابہ ولعنتہ وشریعتہ ودینہ وحدودہ
وصفتہ وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نکھائی جاوے صفات الہی سے اس صفت کی جسکی قسم کھانے کا رواج نہیں جیسے رحم خدا کی
اور علم اسکا اور رضا اسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اسکا اور لعنت اسکی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اسکی اور سبحان اللہ اور مانند اسکے
یعنے لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کذا فی العالمگیریہ عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہیں بسبب عدم رواج کے ہم عرش و سموات اور ارض و شمس و قمر اور حق
رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوۃ اور اسی طرح نفس صلوۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہیں ہوتی کذا فی العالمگیریہ والقسم
ایضا بقولہ لعمر اللہ ای بقاء وایم اللہ ای یمین اللہ وعہد اللہ ووجہ اللہ وسلطان اللہ ان نوی قدرتہ ومیثاقہ وذمتہ اور قسم ثابت
ہوتی ہے حالف کے اس قول سے لعمر اللہ یعنے قسم ہے بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنے قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنے ذات خدا اور
سلطان اللہ سے یمین ہوتی ہے اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الہی سے قسم ہوتی ہے ہم اللہ بفتح عین یمین ہے اور بضم عین
اگرچہ بمعنے بقا ہے لیکن قسم میں مستعمل نہیں کذا فی النہر الفائق والقسم ایضا بقولہ اقسم واحلف واعزم واشہد بلفظ المضارع وکذا الماضی بالاولے
کا قسمت وحلفت وعزمت والیت وشہدت وان لم یقل باللہ اذا علقہ بالشرط اور قسم ہوتی ہے اس قول سے بھی یعنے اقسم اور احلف اور اعزم
اور اشہد سے بلفظ مضارع اور اسی طرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت و حلفت اور عزمت اور آلیت اور شہدت سے اگرچہ لفظ اللہ نہ بولے یعنے
اگرچہ یوں کہے کہ اقسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہے بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنے یوں کہے کہ اقسم لا افعل کذا یعنے قسم کھاتا ہوں کہ ہرگز ایسا
کرونگا اور اگر بلا شرط یوں کہیگا کہ قسم کھاتا ہوں یا مجکو قسم ہے تو یمین نہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ میں ہے کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہے سو غلط ہے کذا
فی فتح القدیر سے علی نذر فان نوی بلفظ النذر قربۃ لزمتہ والا لزمتہ الکفارۃ وہو الصحیح اور اس قول سے کہ علے نذر یعنے مجپر نذر ہے تو اگر لفظ نذر سے عبادت
کا ارادہ کیا یعنے صوم یا صلوۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نکیا تو یہ قول یمین ہے کفارہ لازم
آویگا بلا حنث بھی اور یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا ہم جب یوں کہیگا کہ علے نذر لا فعلن کذا تو یہ یمین ہے اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا تو قسم نہ ثابت ہوگی
کذا فی النہر و علی یمین او عہد وان لم یضفہ الی اللہ اذا علقہ بالشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ مجپر یمین اور عہد لازم ہے کہ میں
فلانا کام کرونگا اگرچہ اسکو خدا کی طرف نسبت نکرے یعنے اگرچہ یوں نکہے کہ مجپر خدا کا عہد لازم ہے تو بھی یمین ہے بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے
کذا فی المجتبیٰ والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او فاشہدوا علی بالنصرانیۃ او شریک للکفار او کافر فیکفر
بحنثہ لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافہ فغموس واختلف فی کفرہ والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقہ بماض او آت
ان کان عندہ فی اعتقادہ انہ یمین وان کان جاہلا وعندہ انہ یکفر فی الحلف بالغموس وبمباشرۃ الشرط فی المستقبل

(حاشیہ: مراد ... سا معنی نذر کرتا ہوں ... کرتا ہوں اور اشہد کے معنی گواہی دیتا ہوں ۱۲)

یکفر فیہما لرضاہ بالکفر بخلاف الکافر فلا یصیر مسلما بالتعلیق لانہ ترک کما بسطہ المصنف فی فتاواہ اور قسم ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرے
تو وہ یہودی یا نصرانی ہے یا ایسا کرے تو تم اُسکے نصرانی ہونے کی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہے کافرون کا یا وہ شخص کافر ہے تو اس قول سے اسپر
کفارہ ہوگا قسم توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہو اور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جان کر تو یمین غموس ہے اور اُسکے کفر مین اختلاف ہے اور صحیح
قول یہ ہے کہ قسم کھانے والا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اُسنے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ مستقبل کی بشرطیکہ اُسکے نزدیک یعنے اُسکے اعتقاد مین
قول یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اُسنے اس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانے والا جاہل ہے اور اُسکے اعتقاد مین یہ ہے کہ غموس قسم کھانے سے
اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہو جاتا ہے تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہو جاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلیے کہ رضا بالکفر کفر ہے بخلاف کافر کے
کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنے اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہے تو زید سے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا جاہل مسلمان تعلیق کفر سے
کافر ہوتا ہے اسواسطے کہ کفر عبارت ہے ترک ایمان سے تو اُسکی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے مشرح بیان کیا ہے اپنے
فتاوے مین وہکذا فی النہر وفی منح الغفار وہل یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا ولم یفعل کذا کاذبا قال الزاہدی الاکثر نعم وقال الشمنی الاصح لا لانہ قصد ترویج
الکذب دون الکفر وکذا لو وطی المصحف قائلا ذلک لانہ لترویج کذبہ لا لاہانۃ المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہے اس قول سے کہ اللہ جانتا ہے یا یون کہا کہ
جانتا ہے اللہ کہ اُسنے ایسا کیا مثلاً صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اُسنے یہ نہین کیا یعنے نماز نہین پڑھی اسنے جھوٹی قسم کھائی زاہدی نے کہا اکثر علما نے کہا کہ ہان
وہ اس قول سے کافر ہوگیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اُسنے قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا
نہ کفر کا اور اسی طرح اگر اُسنے مصحف کو روندا یہی قول کہتے ہوئے تو کافر نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل اُسکا ترویج کذب کے واسطے ہے نہ واسطے اہانت
مصحف کے کذا فی المجتبی ہم اگرچہ یہ کفر نہو لیکن سخت گناہ ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفیہ اشہد اللہ لا افعل یستغفر اللہ
ولا کفارۃ وکذا اشہدک واشہد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبی مین ہے کہ اس قول مین کہ گواہ کرتا ہون اللہ کو کہ ایسا نکرونگا استغفار
اور توبہ کرنا چاہیے اور کفارہ اسمین نہین اور اسی طرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجکو اور تیرے فرشتون کو کہ ایسا نکرونگا یہ بھی یمین نہین
بسبب عدم عرف کے وفی الذخیرۃ ان فعلت کذا فلا الٰہ فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہے کہ یہ قول یعنے اگر مین ایسا کرون تو آسمان
مین معبود نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہوگا وفی انا بری من الشفاعۃ لیس بیمین لان منکرہا مبتدع لا کافر اور اس قول مین کہ مین بری ہون
شفاعت سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہے نہ کافر اور یمین تعلیق کفر سے ہوتی ہے نہ بدعت سے وکذا فصلوتی وصیامی
لہذا الکافر وانا فصومی للیہود فیمین ان اراد بہ القربۃ لا ان اراد بہ الثواب اور اسی طرح یہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز
اور روزہ اس کافر کے واسطے ہے اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون تو میرا روزہ یہودیون کے واسطے ہے تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت
مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سے غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہے تو تعلیق کفر کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہوگی ہم
ظاہر امثال اول و ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہے کہ دونون کا ایک ہی حکم ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وقولہ مبتدا خبرہ قولہ الاتی لا وحقا لا
او اراد بہ اسم اللہ تعالے وحق اللہ واقتصر فالاختیار انہ یمین لا بحرفہ ولو بالباء فیمین اتفاقا بحر وبحرمتہ وبحرمۃ شہد اللہ وبحرمۃ لا الہ الا اللہ
وبحق رسول اللہ او الایمان او الصلوۃ وعذابہ وثوابہ ورضاہ ولعنۃ اللہ وامانتہ لکن فی الحاویۃ امانۃ اللہ یمین وفی النہر ان نوی العبادات
فلیس بیمین وان فعلہ فعلیہ غضبہ او سخطہ او لعنتہ او ہو زان او سارق او شارب خمر او آکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف اور
یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرمۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان

یا بحق الصلوٰۃ اور یوں کہنا کہ قسم ہے اسکے عذاب کی اور اسکے ثواب کی اور اسکی رضامندی اور لعنت کی اور اسکی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اسپر غضب اللہ کا اور قہر اسکا اور لعنت اسکی یا کہ وہ شخص زانی ہے یا سارق یا شراب کا پینے والا یا بیاج کا کھانے والا ان اقوال سے قسم نہیں ہوتی بسبب عدم رواج کے شارح کہتا ہے قولہ مبتدا ہے اور خبر اسکی لا ہے و حقا یمین نہیں مگر جب اُس لفظ سے اسم اللہ تعالیٰ کا مراد رکھے تو البتہ یمین ہوگی ہرچند ماتن اسکو آگے ذکر کریگا لیکن شارح نے اشارہ کیا ہے کہ اسکا ذکر کرنا یہیں مناسب تھا واسطے اختصار کے اور اختیار شرح مختار یمن حق اللہ کے یمین ہونے کو پسند کیا ہے بسبب رواج کے اور اگر بجائے واو کے بے لا دے یعنے یوں کہے کہ بحق اللہ میں ایسا کرونگا تو یہ بالاتفاق یمین ہے کذا فی البحر الرائق لیکن خانیہ میں ہے کہ لفظ امانۃ کا یمین ہے اسواسطے کہ امانت صفت ہے اللہ کی اسواسطے کہ اسماء اللہ میں امین بھی ہے لیکن صفات الٰہی میں اعتبار رواج کا واجب ہے چنانچہ اُسکی تفصیل ہو چکی کذا فی حاشیۃ الحلبی اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر امانت سے عبادات کا قصد کریگا تو یمین نہو گی جیسے صوم و صلوٰۃ سے یمین نہیں ہوتی فلو تعورف ہل یکون یمینا ظاہر کلامہم نعم وظاہر کلام الکمال لا وتمامہ فی النہر سو اگر اقوال مذکورہ سے قسم کھانا مروج ہو جاوے تو آیا یہ قول یمین ہونگے یا نہیں ظاہر کلام فقہا کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہاں اور ظاہر کلام کمال الدین بن الہمام کا یہ ہے کہ رواج سے بھی یمین نہونگے اور پوری تقریر اسکی نہر الفائق میں ہے وفی البحر ما یباح للضرورۃ لا یکفر مستحلہ کدم وخنزیر اور بحر الرائق میں ہے کہ جو چیز حرام مباح ہو جاتی ہو بسبب ضرورت کے تو اسکا حلال کہنے والا کافر نہیں ہوتا جیسے خون اور سؤر تو اگر یوں کہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو وہ خون کھاوے یا سؤر تو یمین نہوگی اسواسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہے اور استحلال خون اور سؤر ایسا نہیں خلاصہ یہ کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہو اسطرح کہ اُسکی حرمت کسی [illegible] میں ساقط نہیں ہوتی چنانچہ کفر اور مانند اسکے تو اسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہے اور جو چیز ایسی حرام ہو کہ گاہے اسکی حرمت بسبب ضرورت کے ساقط ہو جاتی ہے جیسے مردار اور شراب اور سؤر وغیرہ تو اسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین نہیں کذا فی الطحاوی الا اذا اراد الکائن بقولہ حقا اسم اللہ تعالیٰ فیمین علی المذہب کما صححہ فی الخانیۃ مگر جب کہ ارادہ کریگا قسم کھانے والا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب یہ لفظ یمین ہوگا بنا بر قول صحیح کے چنانچہ اس قول کی تصحیح کی ہے خانیہ میں وحرف حروفہ الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیہ وہمزۃ الاستفہام وقطع الف الوصل والمیم المکسورۃ والمضمومۃ کقولہ للہ وہا اللہ وآ اللہ وم اللہ اور منجملہ حروف قسم کے واو ہے اور بے اور تے چنانچہ واللہ وباللہ وتاللہ اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنے ہے چنانچہ ہا اللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ اللہ اور میم مکسورہ چنانچہ مِ اللہ اور میم مضمومہ چنانچہ مُ اللہ معانی ان سب حروف کے یہ کہ قسم کھاتا ہوں اللہ کی ہم ہمزہ قسم کے بعد الف ہوتا ہے اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ قسم کو ہمزہ استفہام کہا کما فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر حروفہ فیجاز الخفض اسم اللہ بالحرکات الثلث مع کسیرہ بغیر الجر لزم رفع ایمن اللہ ولعمر اللہ کقولہ اللہ منصوبۃ بنزع الخافض وجرہ الکوفیون ساکنین لا افعلن کذا افادہ ان ضمار حروف التاکید فی المقسم علیہ لا یجوز اور گاہے حروف قسم کے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں واسطے اضمار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص بحرکات ثلثہ ہوتا ہے حالت اضمار میں اور سوائے نام پاک کے مخفوض ہوتا ہے بغیر جر کے یعنے ایمن رفع اور نصب آتا ہے نہ جر اور لازم ہوگیا ہے رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنے نون اور رے کا اضمار کی مثال اللہ لا افعلن کذا یعنے قسم اللہ کی ایسا کرونگا البتہ نام مقدس کا منصوب ہے بسبب نزع خافض کے اور کوفیوں نے اسکو جر دیا ہے کذا ذکرہ مسکین شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اسکا جواز ظاہر ہے محتاج وجہ کا نہیں اسواسطے کہ اللہ حالت رفعی میں مبتدا ہے اور خبر محذوف یعنے اللہ قسمی کذا فی الخ اتن نے لا فعلن کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ اضمار حروف تاکید کا جائز نہیں مقسم علیہ یعنے جس پر قسم کھائی جاوے ثم صرح بہ بقولہ الحلف بالعربیۃ فی الاثبات لا یکون الا بحرف التاکید وہو اللام والنون کقولہ واللہ لا افعلن کذا او واللہ لقد فعلت کذا فتفرد بالکلمۃ اللہ او فی النفی بحرف النفی حتیٰ لو قال واللہ افعل کذا الیوم کانت یمینہ علے النفی وتکون لا مضمرۃ کانہ قال لا افعل کذا الامتناع عنہ

حرف التاکید فی الاثبات لاضمار العرب فی الکلام الکلمۃ لابعض الکلمۃ من البحر عن المحیط پھر عدم جواز حرف تاکید کو ابن الہمام نے اپنے اس قول میں طول کر کے بیان کیا کہ قسم
عربی زبان میں اثبات میں نہیں ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہے مضارع مثبت میں چنانچہ واللہ لافعلن کذا اور ماضی میں حرف
تاکید لقد ہی چنانچہ واللہ لقد فعلت کذا مقرون بکلمۃ تاکید اور نفی میں حرف نفی ہوتا ہے چنانچہ واللہ لا افعل کذا و واللہ ما فعلت کذا یہاں تک
کہ اگر اثبات میں بلا حرف تاکید یوں کہے گا کہ واللہ افعل کذا الیوم تو اسکی یہ قسم نفی ہی ہوگی اور کلمہ لا وہاں مضمر ہوگا گویا یوں کہا کہ واللہ لا
افعل کذا اثبات کو نفی اسواسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات میں ممتنع ہے اسواسطے کہ عرب کلام میں پورا کلمہ حذف کرتے ہیں نہ بعض کلمہ تو
لفظ لا پورا کلمہ ہے بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط ہم بنا بر اس تحقیق کے اگر کوئی یوں قسم کھاوے کہ واللہ اضرب الیوم زیدا تو عدم ضرب
سے حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ قسم ظاہر میں مثبت ہے اور واقع میں منفی کما لایخفی وکفارتہ ہذا اضافۃ للشرط لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم
شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی من قبیل اضافت شی کے ہے اپنی شرط کی طرف نہ اضافت شی کی طرف سبب کے اسواسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے
نزدیک حنث ہے کذا فی النہر تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما مر فی الظہار کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہے گردن کا یا دس محتاجوں کو کھانا دینا چنانچہ
اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار میں مذکور ہو چکی یعنے اعتاق میں رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہے اور مفقود المنفعت
اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کر چکا ہو جائز نہیں اور اطعام میں تملیک اور اباحت دونوں کافی ہیں تو تملیک میں نصف
صاع گیہوں اور ایک کھجور یا جو ہر محتاج کو دے اور اباحت میں دن اور رات دونوں وقت پیٹ بھر کے کھلاوے اور اگر گیہوں کی روٹی کھلاوے
تو دال اور گوشت کی حاجت نہیں والا سالن ضرور ہے بموجب تفصیل کفارہ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہ ہے جو مصرف ہے زکوٰۃ کا تو اپنے اصول اور فروع اور
غنی اور سید کو دینا جائز نہیں او کسوتہم بما یصلح للاوساط وینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر ولیستر عامۃ البدن فلم یجز السراویل الا باعتبار قیمۃ الاطعام
یا کفارہ قسم کا دس محتاجوں کو لباس دینا ہے ایسی پوشاک جو متوسط لوگوں کے مناسب حال ہو یعنے اغنیا کی پوشاک سے کم اور محتاجوں کی
پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اسکو استعمال کر سکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے تو فقط پاجامہ دینا جائز نہیں اور
اسی طرح پگڑی مگر باعتبار قیمت الطعام کے پاجامہ دینا جائز ہے یعنے اگر قیمت اسکی بقدر نصف صاع گیہوں کے ہو تو اسکا دینا کفایت کریگا بنابر
لباس کے بلکہ باعتبار الطعام کے اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید میں ادا کے کفارہ میں مالک کو اعتاق یا لباس یا اطعام میں اختیار دیا ہے ان
تینوں چیزوں میں سے جسکو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملۃ او مرتبا ولم ینو الا بعد تمامہا للزوم النیۃ لصحۃ التکفیر وقع عنہا واحد اہو
اعلاہا قیمۃ اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ میں یعنے اعتاق اور کسوہ اور اطعام یکبارگی ادا کیا یا بترتیب ادا کیا اور نیت کفارہ کی نکی مگر بعد اسکی تمامی کے
تو واقع ہوگا کفارہ کیجانب سے تینوں میں سے وہ ایک جو قیمت میں سب سے اعلی ہے اعتبار نیت کا ہوا بسبب لزوم نیت کے واسطے صحت کفارہ ادا کرنے کے
یعنے کفارہ بدون نیت کے صحیح نہیں کذا فی النہر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد ہو ادناہا قیمۃ لسقوط الفرض بالادنی اور اگر کفارہ میں سب
تینوں چیزوں کو ترک کیا تو عذاب کیا جاویگا اس چیز پر جو قیمت میں سب سے ادنی ہے بسبب ساقط ہونے فرض کے ادنی سے بھی فان عجز عنہا کلہا وقت
الاداء عندنا حتی لو وہب مالہ وسلمہ ثم صام ثم رجع بہبتہ اجزاء الصوم مجتبی قلت ہذا یستثنی من قولہم الرجوع فی الہبۃ فسخ من الاصل ہو اگر عاجز
ہو کفارہ سے سب تینوں چیزوں سے کفارہ ادا کرنیکے وقت ہم حنفیوں کے نزدیک یہاں تک کہ سب اپنا مال کسیکو ہبہ کیا اور تسلیم کر دیا پھر اسنے روزہ
رکھا پھر اسنے اپنے ہبہ کو پھیر لیا تو اسکو روزہ کفایت کریگا اسواسطے کہ وقت ادا کے کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق یا کسوہ یا اطعام سے کذا فی المجتبی
شارح کہتا ہے اور یہ مسئلہ مستثنی ہو فقہا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پھیر لینا فسخ ہے اصل ہبہ سے اسواسطے کہ اگر مستثنی نہو تا تو صوم کفایت نکرتا

صام ثلثة ايام ولاء ويبطل بالحيض بخلاف كفارة الفطر وجوز الشافعي التفريق واعتبر العجز عند الحنث مسكين يعنے اگر اعتاق يا كسوت يا اطعام وقت ادا
ادائے كفارہ عاجز ہو تو تين روزے ركھے متصل اور باطل ہوگا صوم تين دن كے اندر حيض آنے سے بخلاف كفارہ افطار رمضان كے كہ وہ حيض سے باطل
نہيں ہوتا اور جائز ركھا ہے امام شافعی نے تفريق صوم كو اور اعتبار كيا ہے عاجزی كو حنث كے وقت نہ ادا كے وقت كذا ذكرہ مسكين ہم كفارہ يمين كی تفصيل
ميں اصل نص قرآنی ہے فكفارته اطعام عشرة مساكين من اوسط ما تطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام ہم چند قرآن مجيد ميں
اتصال صيام كی قيد نہيں ليكن ابن مسعودؓ كی قرأت يوں ہے فصيام ثلثة ايام متتابعات اور قرأت انكی مانند انكی روايت كے ہے اور چونكہ قرأت مشہور ہے لہذا
زيادت على الكتاب اس سے جائز ہوئی كذا في منح الغفار والشرط استمرار العجز الى الفراغ من الصوم فلو صام المعسر يومين ثم قبل فراغه ولو
بساعة ايسر ولو بموت مورثه موسرا لايجوز له الصوم وليس اذن بالمال خانية وبشرط كافی ہونے صوم كی برابر چلا جانا عاجزی كا ہے فراغت صوم
تك تو اگر حانث محتاج دو روزے ركھے پھر اوس مالك كے مقدور سے پہلے فراغت ہونے سے پہلے اگرچہ ايك ہی ساعت دن باقی رہے وہ مقدور والا ہو گيا اگرچہ
مقدور حاصل ہوا ہو اسطرح كہ وارث ہو مورث كے مرنے سے تو روزہ صوم جائز نہوگا اور لوٹے مال كی كفارہ ديگا يعنے اعتاق يا كسوۃ يا اطعام كذا في الخانية ولو صام ناسيا
للمال لم يجز على الصحيح محيط اور اگر روزہ ركھا اپنے مال كو بھول كر يعنے اسكا مملوك مال تھا سو سمجھے آپكو محتاج جانكر صيام كا كفارہ ادا كيا اور پھر مال ياد آيا تو يہ صوم
جائز نہوگا صحيح قول پر كذا في المحيط ہم خانيہ ميں ہے كہ اگر اسكے پاس مال ہو اور اسپر قرض ہو تو اگر اُسنے اس مال سے قرض ادا كيا تو بالاتفاق كفارہ صوم كا
ادا كرے اور اگر قبل ادائے قرض كے روزہ ركھا تو بعضوں كے نزديك جائز ہے اور بعضوں كے نزديك جائز نہيں كذا في النهر ولو نسي كيف حلف بالله او بطلاق
او بصوم لاشئ عليه الا ان يتذكر خانية اور اگر حالت بھول گيا كہ كيونكر قسم كھائی تھی الله كی قسم تھی يا طلاق يا صوم كی تو اسپر كوئی چيز لازم نہيں كفارہ
نہ طلاق مگر يہ كہ اُسكو ياد آجاوے كہ فلانی چيز كی قسم تھی تو وہی لازم ہوگی كذا في الخانية ولم يجز التكفير ولو بالمال خلافا للشافعي قبل حنث لان الكفارة
لستر الجناية ولا جناية والمدفوع من الفقير لو قوعه صدقة اور جائز نہيں كفارہ دينا قبل حنث كے اگرچہ كفارہ مال كا ہو بخلاف امام شافعی كے كہ اُنكے
نزديك كفارہ مال كا قبل حنث كے صحيح ہے ہمارے نزديك كفارہ قبل حنث كے اسواسطے صحيح نہوا كہ كفارہ موضوع ہے واسطے چھپانے گناہ كے اور
قسم توڑنے سے پہلے كوئی گناہ نہيں جسكو كفارہ چھپاوے تو دوسرا كفارہ بعد حنث كے ادا كرنا لازم ہوگا اور جو طعام اور كسوۃ قبل حنث كے ديا ہو اُسكو
فقير سے نہ پھيرلے اسواسطے كہ وہ صدقہ واقع ہوچكا ہے اگر كوئی سوال كرے كہ سنن ابو داؤد ميں عبد الرحمن بن سمرہ سے روايت ہے فكفر عن يمينك ثم ائت الذي هو خير
اس روايت سے معلوم ہوتا ہے كہ اول كفارہ دے پھر قسم توڑے اسواسطے كہ لفظ ثم كا واسطے تعقيب كے ہے اُسكا جواب يہ كہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحيحين ميں
يوں روايت ہے قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حلفت على يمين فرأيت غيرها خيرا منها فكفر عن يمينك وائت الذي هو خير اس روايت ميں واو ہے ثم اور روايت واو
مطلق جمع كے موضوع ہے نہ واسطے تعقيب كے اور چونكہ روايت صحيحين كی معروف اور صحت ميں مقدم ہے تو روايت ابو داؤد كی اُنكے مقابل ميں شاذ ہے تو لائق تاويل
ہے يعنے ثم بمعنی واو كے ہے اور صحيح مسلم ميں عدی بن حاتم سے روايت ہے كہ رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا كہ من حلف على يمين فرأى غيرها خيرا منها فليأت الذي هو خير
وليكفر عن يمينه اور اسكی شاہد امام احمد كی روايت ہے عبد الله بن عمرو سے كذا في فتح القدير ومصرفها مصرف الزكوة فمالا فلا قيل الا الذمي خلافا للثاني
والقول الثاني كما مر شرحا بابها اور مصرف كفارہ يمين كا وہ مصرف ہے جو زكوۃ كا مصرف ہے اور جو زكوۃ كا مصرف نہيں وہ كفارہ كا بھی مصرف نہيں چنانچہ
اُسكا ذكر ترجمہ ميں قبل اسكے ہوچكا ہے بعضوں نے كہا ہے مگر ذمی كو كفارہ دينا جائز ہے نہ زكوۃ بخلاف ابو يوسف كے كہ اُنكے نزديك ذمی كو بھی كفارہ دينا
جائز نہيں اور اسی قول پر فتوےٰ ہے چنانچہ باب الزكوۃ ميں گذر گيا تو بقول مفتی بہ كليہ قائم رہا كہ مصرف كفارہ بعينہ مصرف زكوۃ ہے ولا كفارة بيمين
كافر وان حنث مسلما لآية انهم لا ايمان لهم وانا دان نكثوا ايمانهم فبمعنى الصورة كتحليف الحاكم اور كفارہ واجب نہيں كافر كی قسم

اگرچہ وہ مسلمان ہوکر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ انہم لاایمان لہم ؎ یعنی کافروں کے واسطے قسمیں نہیں ہیں لہٰذا اول کتاب الایمان میں مذکور
ہوچکا کہ شرائط صحت یمین سے اسلام ہے اسواسطے کہ یمین عبادت ہے اور کافر اہل عبادت کا نہیں اور یہ جو دوسری آیت میں ارشاد ہے (وان نکثوا ایمانہم) کہ
اگر وے اپنی قسمیں توڑیں تو مراد اُس سے یمین ظاہری ہے جسکو کفار اپنے صدق کے واسطے ظاہر کرتے ہیں نہ حقیقی جیسے قسم لیا حاکم کا کافر سے اس توقع سے کہ
وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہوجاوے اور اگرچہ کافر کے حق میں یمین شرعی ثابت نہیں لیکن چونکہ وہ اپنے اعتقاد میں نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہے تو جھوٹی قسم سے انکار
کریگا تو مقصود حاصل ہوگا یعنی ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین ظاہری لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح وہو ای الکفر یبطلہا اذا عرض بعدہا فلو حلف
مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا کفارۃ اصلا لما تقرران الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیہا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح
اور وہ یعنے کفر باطل کرتا ہے یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانے کے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام میں پھر معاذ اللہ کافر ہوگیا بعد اسکے مسلمان
ہوا پھر قسم توڑی تو اُسپر ہرگز کفارہ نہیں اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول میں کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہیں محل کی طرف انمیں ابتدا اور بقا دونون
برابر ہین جیسے وصف محرمیت کا نکاح میں ہم بیان اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کھانیوالا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض
ہے چنانچہ نکاح میں محرمیت کا وصف خواہ ابتدا سے خواہ پیچھے سے عارض ہو دونون برابر ہین تو زانی پر بیٹی مزنیہ حرام ہے جیسے اُسکی زوجہ حرام ہوجاتی ہے
زوجہ کی ماں سے زنا کرنے سے وکذا او نذر الکافر ما ہو قربۃ لایلزمہ شئ اور اسی طرح باطل ہے یمین کے اگر نذر مانے کافر اس چیز کی جو قسم عبادت ہے چنانچہ صوم
یا صدقہ تو اُسپر کچھ لازم نہیں امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہے
نہ صوم اور صدقہ اور یہ جو صحیحین میں عمر فاروق سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے جاہلیت میں ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی نذر مانی تھی
سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہے کہ حالت اسلام میں عبادت جدا کرنا نہ کہ وفا نذر جاہلیت کی نذر سے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ومن حلف
علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان الیوم وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین المؤقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ فی آخر حیاتہ
فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بہلاک المحلوف علیہ غایۃ وجب الحنث والتکفیر لانہ اہون الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ
اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آج کے دن فلانے شخص کے قتل کرنے کی تو اس صورت میں قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے اسواسطے کہ قسم توڑکر کفارہ
دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسیکی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن دل دوستان جہل ست وکفارہ یمین سہل ورتن میں
قتل میں آج کے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہیں ہوسکتا مگر موقت قسم میں اور مطلق قسم میں تو حنث حالف کی آخر حیات میں ہوتا ہے اسواسطے
تا حیات حالف مثلاً نفی قتل کی نہیں ہوسکتی تو وصیت کیجاوے کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنے حالف وصیت کرجاوے کفارہ دینیکی اور حالف اپنی حیات میں
کفارہ نہیں دیسکتا اسواسطے کہ کفارت قبل حنث کے صحیح نہیں اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنے جسکے قتل کی قسم کھائی کذا
فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہے کہ یمین مطلق میں حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہیں ہوسکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ
عدم کلام والدین تو حنث فی الحال متصور ہے کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی
وحاصلہ ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منہما اما معصیۃ وہی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فبرہ فرض او ہو اولی من غیرہ او
غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ وحنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا یاکل ہذا الخبز مثلا فبرہ اولی وآیۃ واحفظوا
ایمانکم تفید وجوبہ فتح وبحر عشرۃ اور قسم توڑنے کے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ کے یہ ہے کہ محلوف علیہ یعنے جسپر قسم کھائی وہ دو حال سے
خالی نہیں کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہوچکا تو معصیت کی قسم میں حنث واجب ہے

یا فعل اور ترک واجب ہے چنانچہ یون قسم کھانا کہ واللہ مین آج کے دن ظہر کی نماز پڑھونگا یہ مثال ہے فعل کی اور ترک کی مثال یون ہے کہ واللہ مین شراب نہ پیونگا تو ایسی قسم مین ہر واجب ہے کہ قسم کو پورا کرنا جیسے نماز ظہر اور عدم شرب خمر قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہو گیا یا محلوف علیہ اولی ہے اپنے غیر سے چنانچہ واللہ مین صدقہ دونگا فقیر کو یا اپنے مارنے والون کو نہ مارونگا تو اس حلف کو قائم رکھنا اولی اور افضل ہے اور ممکن ہے کہ مثل مباح کے اسکے بھی بر کو واجب کہیے بلکہ اسکا وجوب مباحات کے وجوب سے بالاولے ہے یا محلوف علیہ کا غیر اولے ہے محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا اپنی زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اسکے چنانچہ واللہ مین آج کچھ پیاز کھاؤنگا تو اس قسم کا توڑنا اولے اور افضل ہے یا محلوف علیہ اور غیر اسکا دونون برابر ہون چنانچہ اسکی قسم کھانا کہ یہ روٹی نکھاؤنگا مثلاً یا واللہ مین دریا کی سیر کو آج جاؤنگا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولے ہے اور یہ آیت قرآنی کہ (واحفظوا ایمانکم) محافظت کرو اپنی قسمون کی مباحات مین بھی وجوب بر کی مفید ہے کذا فی فتح القدیر اور یہ دس صورتین ہین جو ذکر ہوچکین ہین (ومن حرم) ای علی نفسہ لانہ لو قال ان اکلت من ہذا الطعام فہو علی حرام فاکلہ لا کفارۃ خلاصۃ واستشکلہ المصنف جو شخص اپنی ذات پر حرام کرے [illegible] کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر مین اس طعام کو کھاؤن تو وہ مجھپر حرام ہے پھر بعد اسکے اس طعام کو کھایا تو اسپر کفارہ نہین کذا فی الخلاصہ اور مصنف نے اسکو مشکل سمجھا ہے [illegible] اپنی شرح منح الغفار مین جو اشکال کی یون بیان کی ہے کہ معلق بالشرط [illegible] جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ تحریم منجز اور معلق مین فرق ہے اسواسطے کہ منجز مین طعام موجود کی تحریم ہے [illegible] تحریم ثابت نہین مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہین کذا فی حاشیۃ الحلبی (شیئا ولو حراما او ملک غیرہ کقولہ الخ [illegible]) جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی ملک ہو چنانچہ یون کہنا کہ شراب مجھپر حرام ہے یا مثلاً زید کا مال مجھپر حرام ہے تو یہ قول یمین ہے تا وقتیکہ اس قول سے خبر دینے کا ارادہ نکرے کذا فی الخانیہ اور اگر اخبار کا ارادہ کریگا نہ انشاء تحریم کا تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اسمین گناہ کے سوا کفارہ یمین کا لازم آویگا (فعلہ بأکل او نفقۃ او تصدق او وہب [illegible] بحکم العرف زیلعی) جو شخص بعد تحریم کے اس چیز کو کیا یعنی اگر طعام ہے تو اسکے کھانے سے یا دینار اور درم ہے تو اسکے خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اس شی کو خیرات کر دیا یا کسیکو بخشدیا تو حانث ہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ الزیلعی (کفر لیمینہ لما تقرر ان تحریم الحلال یمین) جو اپنی ذات پر کسی شی کو حرام کرے پھر اسکو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ حرام کر دینا حلال چیز کو یمین ہے یعنی قسم کی ایک یہ بھی صورت ہے کہ حلال کو حرام کر ڈالے (ومنہ قولہا لزوجہا انت علی حرام او حرمتک علی نفسی فلو طاوعتہ فی الجماع او اکرہا کفرت مجتبی) اور اسی قبیل قسم سے یہ قول ہے عورت کا اپنے زوج سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور حرام کیا تجھکو مین نے اپنی ذات پر تو بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی سے جماع پر زوج کو قادر ہونے دیگی یا زوج اس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوے کذا فی المجتبی (وفی قولہ [illegible] کلامکم علی حرام او کلام الفقراء او اہل بغداد او اکل ہذا الرغیف علی حرام حنث بالبعض) اور مجتبی مین ہے کہ کہا ایک شخص سے کہ کلام تمھارا مجھپر حرام ہے یا کلام اہل بغداد کا مجھپر حرام ہے یا کھانا اس روٹی کا مجھپر حرام ہے تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچھ روٹی کے کھانے سے (وفی واللہ لا اکلمہم او لا اکلہ لم یحنث الا بالکل زاد فی الاشباہ الا اذا لم یمکن الکل فی مجلس واحد وحلف لا یکلم فلانا وفلانا ولو کلم احدہما او لا یکلم اخوۃ فلان ولہ اخ واحد [illegible] فیہا قلت [illegible] حلف بالطلاق ان اولاد زوجتہ لا یطلعون من بیتہ فطلع واحد منہم لم یحنث) اور اس قول مین کہ واللہ مین تمسے کلام نکرونگا یا روٹی نکھاؤنگا تو حانث نہوگا مگر سب کے کلام سے اور سب روٹی کے کھانے سے زیادہ بیان کیا ہے اشباہ مین مگر اسوقت بعض روٹی کھانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کھانا مجلس واحد مین متعذر ہو یا قسم

قسم کھائے کہ کلام نکرونگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دونوں سے ایک کی یا دونوں قسم کھائی کہ مثلاً زید کے بھائیون سے نہ بولونگا اور زید کا ایک ہی بھائی ہو
تو اسوقت میں ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور جو بیان اسکا اشباہ میں ہو شارح کہتا ہو میں کہتا ہون کہ اس سے معلوم ہوگیا
اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اُسکے زوجہ کی اولاد اسکے گھر کو جھانکیں سو زوجہ کی اولاد سے ایک ولد نے زوج کے
گھر کو جھانکا تو زوج حانث نہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اولاد جمع ہو بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہین کذا فی الفتح
الحلبی عن البحر کل حل او حلال الله او حلال المسلمين علي حرام زاد الكمال او الحرام يلزمني ونحوه فهو على الطعام والشراب ولكن الفتوى
فی زماننا على انه تبين امرأته بطلاقة ولو له اكثر من جمعها بلا نية وان نوى الثلث فثلث وان قال لم انو طلاقا لم يصدق قضاء لغلبة الاستعمال ولذا
لا يحلف به الا الرجال ظهيريه کہا ایک شخص نے یہ سب حلال مجھپر حرام ہو یا یون کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہو کمال الدین نے اتنا اور
بھی زیادہ کیا ہو کہ یا حرام مجکو لازم ہوگیا اور مانند اس قول کے تو ظاہر مذہب میں تحریم حلال کے کھانے یا پینے پر محمول ہو تو بعد اس قول کے
حانث نہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ مین فتوی اسپر ہو کہ قائل کی عورت باین ہوجاویگی ایک طلاق کر اور اگر اُسکی زوجات
ایک سے زیادہ ہون تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہوجاوینگی بلا نیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی
اور اگر وہ کہیگا کہ تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین کی تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہوگی [illegible] غالب ہونے استعمال تحریم
حلال کی طلاق مین ولہذا اس لفظ سے قسم نہین کھاتے عرف مین مگر مرد نہ عورتین کذا فی المنح عن الظهيرية وان لم تكن له امرأة وقت اليمين سواء نكح
بعده او لا فيمين فيكفر بالاكل او الشرب لو اليمين على آت ولو بالله على ماض فغموس او لغو ولو كانت له امرأة وقتها فبانت بلا عدة فاكل فلا كفارة لانصرافها
الى الطلاق وقد مر في الايلاء اور اگر اُسکی عورت نہو یمین کے وقت خواہ اُسنے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نکیا ہو تو اسوقت مین تحریم حلال کی طلاق نہوگی
بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اُسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جلشانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر اسطرح
کہ اگر واللہ مین نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجھپر حرام ہو تو یمین غموس ہو اگر جھوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہو اگر اسکو صدق کا ظن ہو اور اگر اُسکی ایک
عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ بائن ہوگئی بدون عدت کے یعنے غیر مدخولہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پھر اُسنے کچھ کھایا پیا تو اس اکل و شرب
سے اُسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پھر جانے یمین کے طلاق کی طرف بسبب عورت ہونے کے سو اب اکل و شرب کے واسطے نہین ہوسکتی اور مسئلہ تحریم
حلال کا باب الایلاء مین مذکور ہوچکا فائدہ ضروریہ بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہ ہو کہ نفس وجوب
مین دونون مشترک ہین اسواسطے کہ نذر عبادت ہو ایجاب مباح سے کذا فی المنح یعنے عبادات غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کرلینا نسائی نے عمران بن حصین سے
روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہے سو جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ اللہ کے واسطے
ہو اور اُسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہو اور جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کے واسطے ہو اُسکا ادا کرنا یعنے منت کا
اُتارنا لازم نہین اور اُسمین کفارہ دیوے جو یمین کا کفارہ ہو اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درر البحار مین صریح بیان کیا ہو کہ یہ جو اکثر عوام الناس نذر مانتے
ہین اسطرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبرون پر جاتے ہین یون کہتے ہوئے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی اگر وطن مین پھر آوے یا بیمار ہمارا اچھا ہوجاوے
یا مراد ہماری برآوے تو آپکے واسطے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغان کے واسطے اتنا تیل یا موم نذر کرینگے تو یہ نذر اور منت باتفاق
فقہاء باجماع علماء باطل ہو بچند دلیل اول یہ کہ نذر مخلوق کے واسطے جائز نہین یعنے نذر مخصوص بخدا ہے علیم و قادر ہو اور دوسری دلیل بطلان کی یہ ہو
کہ جسکی نذر مانی وہ میت ہین اور میت کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اور تیسری دلیل یہ ہو کہ ایسی نذر کرنے والون کے گمان مین یہ ہو کہ سواے خدا کے میت بھی

قادر ہے عالم میں کچھ اسکا تصرف بھی جاری ہے اور یہ اعتقاد کفر ہے ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ میں نے تیری نذر مانی کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی مثلا
تو میں فلانی درگاہ کے فقیرون کو کھانا کھلاؤنگا یا دراہم دونگا ایسی چیز انکا ذکر کرے جسمیں محتاجون کو فائدہ ہو اور ذکر ولی کا فقط اتنے واسطے ہے
کہ وہ محل صرف ہے نذر کا یعنے نذر خالص اللہ ہی کے واسطے ہے تو اسطرح البتہ نذر جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو یہ جو دراہم اور موم اور تیل اور مانند اسکے اولیا
کی قبرون پر لیجاتے ہیں اولیا سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنے کو سو یہ باجماع مسلمین حرام ہے جبتک کہ وہان کے زندہ محتاجون پر صرف کرنا مقصود نہو یہ قول ایسا
ہے جسمیں فقہا کا اختلاف نہیں انتہی ملخصا اور البتہ اس بلا میں لوگ مبتلا ہیں خصوصا شیخ احمد بدوی کے مولد میں کذا فی النہر الفائق فی کتاب الصوم جب یہ روایت
اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہو گیا یہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کے ضرائح مجعولہ پر جنکو عوام
تعزیہ کہتے ہیں ہندوستان میں علی العموم رائج ہے سو سراسر باطل اور گمراہی ہے حق تعالی بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیوں کو مٹا دے اور علماء دین
کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اسکے بطلان کے بیان میں چشم پوشی نکرین اور تاویلات واہیہ کرکے اسکا جواز عوام کو نسکھا دین آمین ثم آمین **ومن نذر نذرا**
**مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسه واجب ای فرض کما سیصرح به تبعا للبحر والدرر وهو عبادة مقصودة خرج الوضوء وتکفین المیت و**
**وجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحدیث من نذر وسمی فعلیه الوفاء بما سمی** اور جس نے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور جسمیں نذر کیے
کوئی واجب ہو مراد واجب سے یہاں فرض ہے چنانچہ مصنف اسکو خود تصریح کریگا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصودہ کی قسم
تو عبادت مقصودہ کی قید سے وضو اور تکفین میت کی نکل گئی اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہے لیکن عبادت مقصودہ نہیں بلکہ شرط ہے واسطے صحت صلوٰۃ کے
اور شرط معلق علیہ پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہوگی نذر کرنے والے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کرے تو اسپر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہے مگر
یہ حدیث غریب ہے لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اس خاص حدیث پر موقوف نہیں حق تعالی نے فرمایا ولیوفوا نذورہم
یعنے چاہیے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفاء نذر میں بہت احادیث ہیں منجملہ انکے ایک یہ حدیث مرفوع ہے صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت
سے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنے کی تو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنیکی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع کے ذکر کی کچھ
حاجت نہیں کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہ ہے کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ یون کہنا کہ خدا کے واسطے مجھپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہے یا صدقہ یا دو رکعت نماز
اور نذر معلق یہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا بیمار صحت پاوے یا مینہ برسے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھپر لازم ہے **کصوم**
**وصلوٰۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانها عبادات مقصودة ومن جنسها واجب لوجوب العتق فی الکفارة والمشی للحج**
**علی القادر من اهل مکة والقعدة الاخیرة فی الصلوٰة وهی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی**
**المسلمین فتح** چنانچہ صوم اور صلوٰۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا بردہ کا اور حج اگرچہ پا پیادہ نذر مانا ہو تو نذر صحیح ہے اسواسطے کہ
یہ مذکورہ عبادات مقصودہ ہیں اور انکی ہمجنس واجب بھی ہے اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین میں ہے اور پیدل چلنا حج کے
واسطے اہل مکہ پر واجب ہے بشرط قدرت اور قعدہ اخیرہ نماز میں واجب ہے اور قعدہ عبارت ہے کچھ ٹھہرنے سے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا
مسجد کا مسلمانون کے واسطے واجب ہے بادشاہ پر بیت المال سے اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانون پر مسجد کا واجب ہے کذا فی فتح القدیر ہم شارح نے وجوب صوم اور صلوٰۃ
اور صدقہ کا نہ بیان کیا اسلیے کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوٰۃ کا ظاہر تھا لہذا ظاہر ہے کہ بیان وجوب پر اکتفا کی **ولم یلزم**
**الناذر ما لیس من جنسه فرض کعیادة مریض وتشییع جنازة ودخول مسجد ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیه وسلم والاقصی**
**لانه لیس من جنسها فرض مقصود وهذا هو الضابط کما فی الدرر** اور ادا کرنا لازم نہیں نذر کرنے والے پر اس قسم کی نذر کا کہ

دوسرا قعدہ اخیرہ کی کسی قدر زیادہ بیان کیا ۱۲

ہمجنس شرع میں کوئی فرض نہیں چنانچہ عیادت بیمار کی اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلے اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصے ہو یعنی
اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا مشایعت جنازہ یا دخول مسجد کی تو اُسکا ادا کرنا اُس پر لازم نہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہیں لیکن مجانس انکی کوئی فرض
مقصود بالذات نہیں اور یہی قاعدہ کلیہ ہے لزوم اور عدم لزوم نذر میں کذا فی الدرر ھم اگر کوئی کہے کہ حج میں طواف الزیارۃ فرض ہے اور وہ بدون داخل
ہونے مسجد الحرام کے نہیں ہوتا اسکا جواب یہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادائے طواف کے چنانچہ وضو
واسطے نماز کے اور اسی طرح پل اور خانقاہ اور سرائے اور پانی کی سبیل رکھنے کی نذر اگر کرے گا تو لازم نہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی شرع میں
فرض نہیں کذا فی المنح وفی البحر شرائطہ خمس فزاد ان لایکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لایکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ
الاسلام لم یلزمہ شیء غیرہا وان لایکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق بالالف ولا یملک الا المائۃ لزمہ المائۃ فقط خلاصہ انتہی اور بحر الرائق میں
ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہیں سو مصنف نے دو شرطوں پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہے کہ وہ معصیت بالذات نہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے
کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہیں بلکہ معصیت بالغیر ہے یعنے اسواسطے ممنوع ہے صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات
کی نذر کریگا تو صحیح نہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور چوتھی شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز اُسپر واجب نہو قبل نذر کے تو اگر فرض
حج کی نذر کریگا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا سوائے فرض حج کے اور پانچویں شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز زیادہ نہو اُس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یا وہ چیز غیر کی
مملوک نہو سو اگر نذر مانے ہزار درم کے خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہیں مگر سو درم کا تو اُسپر فقط سو درم لازم ہونگے نذر [illegible] الخلاصہ انتہی
کلام البحر خلاصہ یہ ہے کہ نذر کی شرطیں پانچ ہیں کہ بدون اُنکے نذر صحیح نہیں شرط اول یہ ہے کہ اُسکی جنس کا فرض ہو یعنے منذور کے فرائض شرعیہ
میں اصل ثابت ہو دوسرے یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسرے یہ کہ وہ بالذات معصیت نہو چوتھے یہ کہ منذور اُسپر واجب نہو قبل نذر کے پانچویں یہ کہ
منذور ناذر کی ملک سے زیادہ نہو اور غیر کا مملوک نہو قلت وزاد فی زواہر الجواہر وان لایکون مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح
نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح ما لم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ نذر پر یہ شرط اور زیادہ
کی گئی ہے جو زواہر الجواہر میں ہے وہ یہ ہے کہ منذور مستحیل الوجود نہو تو اگر کل یعنے یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہیں کہ ممکن الوجود
نہیں اور قنیہ میں ہے کہ نذر کی اغنیاء پر خیرات کرنیکی تو صحیح نہیں جبتک اغنیاء مسافرین کی نیت نکرے اسواسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز
نہیں مصرف نذر کا فقراء و مساکین ہیں نہ اغنیاء ہم پر جو ہندوستان میں رواج ہے کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سبکو کھلاتے ہیں غنی کو بھی اور محتاج کو
بھی سو خلاف شرع ہے غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہیں ہوتی تو اُسکا اعادہ لازم ہے اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہیں ویسی ہی سید کو بھی جائز نہیں مانند
زکوۃ کے غنی سے مراد یہاں وہ ہے جو صاحب نصاب ہو یعنے جسکے پاس ساڑھے باون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس ہو جیسے باغ یا زمین یا رہنے
کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم تلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی اور نماز کے تو یہ نذر لازم نہیں اسلئے
کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہیں ولو نذر ان یصلے علے النبی صلم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانے اتنا درود یعنے سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہ
نذر اُسکو لازم الادا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم نہیں ھم لزوم نذر کی یہ وجہ ہے کہ اگرچہ ہمیشہ درود پڑھنا فرض نہیں لیکن تمام عمر میں ایکبار درود پڑھنا فرض ہے
چنانچہ کتاب الصلوۃ میں مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اُسکی ہمجنس کی فرضیت ثابت ہے اور قول ثانی کی شاید وجہ یہ ہے کہ فرضیت
درود کی قطعی نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او شفی مریضی یوفی وجوبا
ان وجد الشرط وان علقہ بما لم یردہ کان زنیت بفلانۃ مثلا فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علے المذہب لانہ نذر بظاہرہ یمین بمعناہ فیخیر

ضرورۃ لعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ نذر معلق کے حکم مین تفصیل ہے سو اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اسکو خواہش ہے چنانچہ یون کہا کہ اگر میرا غائب
شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھپر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنا بر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنے اگر غائب آوے یا بیمار چنگا ہو تو صدقہ دینا لازم
ہے نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اس شرط پر جسکی اسکو خواہش نہین چنانچہ یون کہا کہ اگر مین فلان عورت سے زنا کرون تو مجھپر صدقہ لازم ہے پھر
حانث ہوا یعنے اس عورت سے زنا کیا تو چاہیے اپنی نذر کو پورا کرے چاہے صدقہ دیوے یا کفارہ دیوے اپنی اس قسم کا بنا بر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفاء نذر اور
کفارہ دینے کا اسواسطے اختیار ہوا کہ یہ قول ظاہر مین نذر ہے اور باطن مین یمین تو بضرورۃ ایفاء نذر یا کفارہ دینے مین اسکو اختیار ہوگا مترجم کہتا ہے اس قول کی یہ ہے کہ
جب اسنے منذور کو مثلا صدقہ کو اس شرط پر معلق کیا جسکی اسکو خواہش نہین مثلا زنا ہے تو معلوم ہوا کہ منذور اسکو مطلوب نہین ہے اسواسطے کہ اسکو مانع قرار دیا
شرط کے فعل سے مانند قول وارادہ کلام زید کے اور یہی حقیقت یمین کی ہے یعنے منع النفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہے لہذا اسکو اختیار حاصل ہوا ایفاء
نذر اور کفارہ دینے مین بموجب دونون وجہ کے بخلاف اس شرط کی تعلیق کے جسکی ناذر کو خواہش ہے کہ وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہے لہذا نذر معلق نذر
منجز کے حکم مین خارج ہوگئی یعنے وجوب ایفاے نذر مین کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب ہے کہ نذر مطلق اور نذر معلق مین مطلقا ایفاء نذر واجب ہے نہ کفارہ اور
مجمع النوازل مین منقول ہے کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق مین تفصیل مذکور کی طرف رجوع کیا اور یہی قول سرخسی و شہید کا مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وجہ اس
تفصیل کی حدیث صحیح [illegible] ہے کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ یمین کا ہے کذا فی النہر الفائق نذر مکلف بعتق رقبۃ فی ملکہ اوفی بہ والا اثم بترکہ لا یدخل تحت الحکم فلا یجبرہ القاضی
نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنیکی اپنی ملک مین یعنے یون کہا کہ خدا کے واسطے مجکو آزاد کرنا اس غلام کا لازم ہوا اور حال آنکہ وہ غلام اسکا مملوک ہے تو اس نذر کو
پورا کرے اور اگر پورا نکریگا تو گنہگار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کے نیچے داخل نہین تو اسپر قاضی جبر نکریگا اعتاق کے واسطے نذر ان یذبح ولدہ
فعلیہ شاۃ لقصۃ الخلیل علیہ الصلوۃ والسلام والغاہ الثانی والشافعی لنذرہ لقتلہ نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنے ولد کو ذبح کریگا تو اسپر بھیڑ یا بکری لازم
ہے بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کہ وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوے تھے بموجب بیت منامی کے سو حق تعالے نے انکا بدلا دنبہ قرار دیا پس یہ شریعت
انبیاء سابقین کی ہمارا [illegible] المنح واجب العمل ہے لہذا امام اعظم اور محمد نے ذبح فرزند کی نذر مین بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہے
اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذا فی المنح جیسا اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہین بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیہ السلام مین ذبح وارد ہے نہ قتل
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولغا لو کان بذبح نفسہ او عبدہ واوجب محمد الشاۃ ولو بذبح ابیہ او جدہ او امہ لغا اجماعا لانہم لیسوا کسبہ اور لغو ہے اگر اپنے ذبح
کرنے کی نذر کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمد نے ذبح النفس اور ذبح غلام مین بکری واجب کی ہے اور اگر اپنے باپ یا دادا یا ماں کی ذبح کی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہے
اسواسطے کہ انسان کے اصول اسکے کسب نہین بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہے انسان کا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کذا فی المنح ولو قال ان برئت من مرضی ا
ذبحت شاۃ او علی شاۃ اذبحہا فبرأ لا یلزمہ شیء لان الذبح لیس من جنسہ فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح اور اگر یون کہا کہ اگر مین چنگا ہوگیا اپنے اس مرض
تو مین بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری لازم ہے کہ اسکو ذبح کرونگا پھر وہ چنگا ہوگیا تو اسپر کچھ لازم نہین اسواسطے کہ جنس ذبح کوئی فرض نہین بلکہ ذبح واجب ہے چنانچہ
قربانی تو یہ نذر صحیح نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا ہے کہ شرط صحت نذر یہ ہے کہ اسکی جنس فرض ہو نہ واجب الا اذا زاد و تصدق بلحمہا فیلزمہ لان [illegible]
من جنسہا فرض وہی الزکوۃ فتح وبحر وفی متن الدرر [illegible] منع کہ جب ذبح کرنے کی نذر پر اتنا زیادہ کیا کہ اسکے گوشت کو خیرات کرونگا تو اب یہ نذر لازم
ہوجاویگی اسواسطے کہ جنس تصدق فرض ہے یعنے زکوۃ از قسم صدقات ہے کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے متن مین [illegible] ہے کذا فی المنح ثم رجح [illegible]
مین کہا کہ [illegible] غرر مین کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر مین چنگا ہوگیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کرونگا تو اسپر کچھ لازم نہین مگر جب یون کہے
للہ علی ان اذبح [illegible] یعنے خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھپر لازم ہے اسواسطے کہ لزوم نہین ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول لی مین ہے اور [illegible]

انتہے کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت مین بھی حاصل نہین یعنے مجنس فرض کوئی فرض نہین چنانچہ خود صاحب بحر نے اسکو صریح بیان کیا ہے تو اُنکے کلام مین تناقض ہوا
انتہے مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت مین فی الواقع تناقض نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین قاضیخان سے منقول ہے اگر کہا ان برئت من مرضی ہذا ذبحت
شاۃ فبرأ لایلزمہ شیٔ الا ان یقول ان برئت فللہ علی ان اذبح شاۃ انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بتصریح صیغہ نذر لازم ہے اگرچہ مجنس [illegible] ضحیہ واجب ہے
نہ فرض تو ثابت ہوا کہ وجوب سے مراد وجوب حقیقی ہے جو مصطلح فقہا کا اور یہ جو صاحب درر نے کہا کہ جنس نذر کی اصل فرضوں مین سے ہے [illegible] لازم ہوگی ہو فرض سے مراد
یہان وہ ہے جو واجب کو بھی شامل ہے انتہے اقول الطحطاوی کا خلاصہ یہ ہے کہ شرط لزوم نذر یہ ہے کہ اُسکے مجنس واجب ہو اور فرض ہونا [illegible] بطریق اولے نذر لازم ہوگی انتہی
کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہے مصنف اور شارح کا ولو قال للہ تعالی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز کذا فی مجموع النوازل وجہ
لا یخفی اور اگر کہا کہ خدا کے واسطے مجھپر لازم ہے ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا اسکے گوشت کا پھر اُسنے اونٹ کے عوض سات بکریان ذبح کین تو جائز ہے کذا فی مجموع
النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہین یعنے قربانی اور ہدی مین ایک اونٹ سات بکریون کے برابر ہے و فی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلی کذا فذہبت ثم عادت
لا یلزمہ شیٔ اور قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر میری یہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم ہے سو وہ بیماری جاتی رہی اور بعد اُسکے پھر آئی تو اُسپر
ادا نذر لازم نہین اسواسطے کہ مقصود زوال علت تھا اسطرح پر کہ عود نکرے سو حاصل نہوا نذر لفقراء مکۃ جاز الصرف الی فقراء غیرہا لما تقرر فی کتاب
الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشیٔ نذر مانی فقراے مکہ معظمہ کے واسطے تو جائز ہے صرف کرنا فقرا غیر مکہ کی طرف اسواسطے کہ کتاب الصوم مین ثابت ہوچکا ہے
کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہین یعنے خصوصیت فقیر اور درہم اور مکان اور زمان کی اسمین نہین اسواسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہے تو خصوصیت
مکان کو اسمین دخل نہین کذا فی المنح نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ نذر کی یہ کہ دس درہم کی روٹیان
تصدق کریگا سو اُسنے روٹیون کے سوا اور کچھ تصدق کیا مثلاً گوشت اور چانول تو جائز ہے اگر قیمت مین دونون برابر ہون جیسے روٹیون کی
قیمت کا خیرات دینا جائز ہے اسواسطے کہ مقصود اصلی دفع حاجت فقیر ہے طعام کی کچھ خصوصیت نہین اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہے فقیر کو کذا فی المنح
نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر فیہ یوما قضاہ وحدہ وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لا لانہ معین نذر کی معین مہینے کے صوم
کی تو اُسپر پے در پے روزہ رکھنا لازم ہوگا لیکن اگر اُس مہینے مین ایک دن روزہ نہ رکھیگا تو فقط اُسی دن کی قضا کرلے اگرچہ اُسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو
تو بھی اکیلے دن کی قضا کرے بدون لزوم استقبال کے یعنے ایک دن کے ترک صوم سے اُسپر سب روزہ رکھنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہے استقبال اسمین
متصور نہین ولو نذر صوم الابد فاکل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر عذر سے کھایا تو فدیہ دے ہم تیسیر عذر کی اتفاقی ہے اگر بلا عذر کھا دیگا تو بھی فدیہ
لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی نذر ان یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملک لم یوجد النذر فی الملک ولا مضافا
الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنیکی اپنے مال سے اور حال اُسکا یہ ہے کہ ہزار سے کم کا مالک ہے مثلاً چار سو کا تو اُسپر فقط اُسی قدر کی نذر لازم ہوگی جسقدر کا
کہ وہ مالک ہے یعنے چار سو کا مثلاً یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ غیر مملوک مین نذر نہ پائی گئی ملک مین اور نہ سبب ملک کی طرف مضاف ہوئی پس صحیح نہوگی کما لو قال
مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا چنانچہ اگر یون کہا کہ میرا مال فقیرون پر صدقہ ہے اور حال اُسکا یہ کہ مال نہین تو نذر صحیح نہین بالاتفاق بسبب عدم ملک اور
عدم اضافت کے طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر مال بھی ہوگا تو بھی اُسپر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ قول مذکور مین نذر کا صیغہ
نہین نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق بہا علی آخر قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر آخر جاز لما تقرر فیما نذر کی ان سو درہم کے
خیرات کی فلانے دن زید پر سو اُسنے ان سو درہم کو اُسدن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا سابق مین کہ نذر
غیر معلق مین کسی چیز کی خصوصیت نہین نہ فقیر کی نہ درہم کی نہ وقت کی قال علی نذر ولم یزد علیہ ولا نیۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین کہا کہ مجھپر نذر واجب ہے

کذا فی الفتح یعنے اگر قسم کھانیوالا گھر سے کڑی کا گرادہ کریگا تو البتہ اُسکے گرانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ بیت عنکبوت کو بھی لغت میں بیت بولتے ہیں ہم کہتے ہیں نزدیک یمین
میں لغت کا اعتبار ہی اگر کوئی قسم کھاوے کا گھر گرا دیگا تو بیت عنکبوت کے گرانے سے حانث ہوگا اور جنکے نزدیک یمین میں استعمال قرآن معتبر ہو اگر گوشت کھانیکی قسم کھاویگا تو
مچھلی کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید میں مچھلی کو گوشت فرمایا ہی اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہی اسواسطے کہ مدار متکلم کا عرفی بول پر ہو جو باہم مستعمل ہی نہ لغت
اور قرآن پر اور بعض الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف انمیں مشترک ہیں وہاں لغت البتہ معتبر ہو بنابر عرف کے فتح القدیر میں مذکور ہی کہ ایک شخص نے سفیان ثوری سے مسئلہ پوچھا کہ
اگر کوئی قسم کھاوے گوشت نکھانیکی سو مچھلی کے کھانے سے حانث ہوگا یا نہیں سفیان نے جواب دیا کہ ہاں حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید میں مچھلی کو گوشت فرمایا قال تعالے
(لتاکلوا منہ لحما طریا) پھر سائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ پھر جا انکے پاس سوال کر کہ ایک شخص فرش پر نہ بیٹھنے کی قسم کھاوے
پھر وہ زمین پر بیٹھے حانث ہوگا یا نہیں سفیان نے کہا کہ حانث نہوگا امام نے سائل کو سکھایا کہ کیوں حانث نہوگا حالانکہ حقتعالے نے زمین کو فرش کہا ہی قال تعالے
(واللہ جعل لکم الارض بساطا) سفیان نے اسمیں تامل کیا اور کہا شاید مچھلی کا مسئلہ بھی تونے پوچھا تھا سائل نے کہا ہاں سفیان نے فرمایا کہ نہ مچھلی کھانے سے حانث ہوگا
نہ زمین پر بیٹھنے سے تو سفیان نے بھی حق کیطرف رجوع کیا نہ استعمال قرآنی پر (الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض) قسمیں مبنی ہیں الفاظ پر نہ اغراض پر ہم غرض سے مراد یہاں نیت ہے یعنے نیت بدون
لفظ کے معتبر نہیں بلکہ لفظ اپنے عرفی معنی کے ساتھ البتہ معتبر ہی تو اگر کوئی کہے کہ پانی پی کر بولا اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ قاعدہ
نہیں اسوقت ہے کہ جو مذکور ہوچکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی (فلو اغتاظ علی غیرہ وحلف ان لا یشتری لہ شیئا بفلس فاشتری
لہ بدرہم او اکثر شیئا لم یحنث کمن حلف لا یخرج من الباب او لا یضربہ اسواطا او لا یغدیہ الیوم بالالف فخرج من السطح وضربہ بعصا
وغداہ برغیف اشتراہ بالالف اشباہ لم یحنث لان العبرۃ لعموم اللفظ) جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ مدار یمین کا لفظ پر ہی نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص پر
اور قسم کھائی کہ اسکو ایک پیسہ کی چیز نہ خریدیگا پھر اُسنے اُسکو ایک درہم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہوگا مانند اُسکے جسنے قسم کھائی کہ
دروازہ سے نہ نکلیگا یا اُسکو کوڑے سے نہ ماریگا یا اُسکو اول روز ہزار درہم کھلاویگا پھر قسم کھانیوالا چھت کی طرف سے نکلا اور لاٹھی سے مارا اور
اول روز ایک روٹی کھلائی جسکو ہزار درہم سے مول لیا تھا کذا فی الاشباہ تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہی نہ عموم غرض کا ہم
اگرچہ متکلم کی غرض پہلی صورت میں رہنا ہی گھر کا اور دوسری صورت میں نہ مارنا غلام کا اور تیسری صورت میں کثیر القیمت غذا کھلانا ہی لیکن
چونکہ یمین میں لفظ معتبر ہی نہ غرض لہذا حانث نہوگا طحطاوی نے کہا بعض نسخوں میں یغدیہ دال مہملہ ہی اور بعض نسخہ میں بذال معجمہ ہی غذا سے اور بعض
نسخے میں بجائے بعصا کے بعصفا ہی مگر نسخہ بعصا اظہر اور موافق ہی اور بحر الرائق کے (الا فی مسائل حلف لا یشتریہ بعشرۃ حنث باحد عشر لا
بالبیع) اشباہ یمین میں اعتبار لفظ کا ہی نہ غرض کا مگر چند مسائل میں غرض معتبر ہی نہ لفظ چنانچہ قسم کھائی کہ اُسکو دس درہم سے نخریدیگا تو گیارہ درہم
خریدکرنے میں حانث ہوگا اسواسطے کہ غرض متکلم کی یہ ہی کہ دس درم اور زیادہ سے نہ خریدکرے بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنے اگر قسم کھائی کہ
دس درم سے نہ بیع کریگا پھر اُسنے گیارہ درم سے بیچا تو حانث نہوگا اسلئے کہ غرض بائع کی یہ ہی کہ زیادہ دس درم سے بیع کریگا سو حاصل ہوئی کذا فی الطحطاوی
(لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاری والکنیسۃ للیہود والدہلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یصلح للبیتوتۃ فی حلفہ
لا یدخل بیتا لانہا لم تعد للبیتوتۃ) نہ حانث ہوگا اس قسم میں کہ بیت میں نہ داخل ہوگا کعبہ معظمہ اور مسجد اور نصاریٰ کے عبادتخانہ اور یہود کی
عبادتخانہ اور ڈیوڑھی اور چھپہ کے داخل ہونے سے جو دروازہ پر ہو جسکو ڈیوڑھی اور چھپا کہتے ہیں شب باشی کے لائق نہو کذا فی البحر اسواسطے نہ حانث ہوگا کہ
مکانات مذکورہ شب باشی کیواسطے موضوع نہیں اور بیت اُسکو کہتے ہیں جو شب باشی کے واسطے موضوع ہو اور اگر ڈیوڑھی وسیع ہو جسمیں شب باشی ہوتی ہو یا چھپا
گھر کے اندر لائق رہنے کے ہو تو اُسکے دخول سے البتہ حانث ہوگا صحاح جوہری میں ہی کہ دہلیز کیمبر وال وہ مکان ہی جو دروازہ اور گھر کے درمیان ہو جسکو اہل شہر

تفصیل سابق یمین مذکور ہو چکی اور بحرالرائق میں معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مسکین نے اس فرق میں اعتراض کیا ہے کہ بیت معین و غیر معین میں کچھ فرق
نہیں ہے جیسا کہ وہ شئی باقی ہے کہ لائق ہو قید بہذہ الدار لانہ لو اشار ولم یسم بان قال ہذہ حنث بدخولہا علی ای صفۃ کانت کہذا المسجد فخرب لبقاء مسجد الی یوم
القیمۃ یعنی شارح کہتا ہے کہ مصنف نے لا یدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کی طرف اور نام نہ لے یعنی یون کہے کہ
اس میں نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنی اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بن گئی ہو تو بھی حانث ہوگا جیسا کہ ہذا المسجد میں یعنی قسم
کھائی کہ اس مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہو گئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہے اگرچہ وہ ویران یا باغ ہو جاوے
اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اسی پر فتوی ہے ولو زید فیہ بقعۃ فدخلہا لم یحنث مالم یقل مسجد بنی فلان فیحنث وکذلک الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی الزیادۃ
بدائع ہے اور اگر مسجد میں کسی کی زمین کا حصہ زیادہ کر دیا گیا تو اسکے دخول سے حانث نہوگا جب تک یون نکہے کہ فلانی قوم کی مسجد میں نہ داخل ہوگا
جبکہ اسطرح کہیگا تو اسکے دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہے دار کا در صورت زیادتی حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہے اضافت
یعنی فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اس زیادتی پر جو مسجد میں داخل ہو گئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لا یجلس الی ہذہ الاسطوانۃ او الی ہذا الحائط
فہدما ثم بنیا ولو بنقضہما او لا یرکب ہذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت بخشبہا لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا اس دیوار کی طرف نہ بیٹھیگا پھر
دونوں منہدم ہو گئے پھر بعد اسکے بنا کئے گئے اگرچہ انکو توڑ کر اسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یون قسم کھائی کہ اس ناؤ پر سوار نہ ہوگا پھر وہ توڑی گئی پھر اسکے
اُسکی لکڑیوں سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ کے سوار ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہو گیا کذا
فی حاشیۃ الطحطاوی کما لو حلف لا یکتب بہذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ لان غیر المبری لا یسمی قلما بل انبوبا فاذا کسرہ فقد زال الاسم ومتی
زال بطل الیمین چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھیگا پھر اسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اس سے لکھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غیر تراشیدہ کا
نام قلم نہیں ہوتا بلکہ اسکو ... کہتے ہیں پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہو گیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہو گئی ہم طحطاوی نے کہا کہ بالفعل عرف
بدل گیا کہ اسکو ٹوٹا قلم کہتے ہیں تو نام زائل نہوا تو تراش کرنیکے بعد بھی حانث ہوگا الوقوف علی السطح داخل عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص کہ
چھت پر کھڑا ہے وہ گھر کے اندر داخل ہے فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر کی
چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ووفق الکمال بحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ اور کمال الدین نے فتح القدیر میں جمع بین القولین
کیا ہے حنث کو اس چھت پر محمول کر کے کہ جسکے گرد پردہ ہے دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث کو عدم پردہ پر محمول کیا ہے یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہے تو اسپر قائم ہونے سے حانث ہوگا
بموجب قول متقدمین کے اور اگر اسپر پردہ نہیں ہے تو حانث نہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہے اس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہوا اور یہ امر نیچے اور اوپر دونوں میں
حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہیں تو یہ بات حاصل نہیں کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان العرف فی بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیہ الفتوی اور ابن کمال نے کہا
کہ بلاد عجم کا قسم کھانیوالا چھت پر قائم ہونیسے حانث نہیں ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف میں اسکو داخل دار نہیں کہتے علامہ مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتوی
ہے ثم چلپی نے کہا جب بنا قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتوی کہنا یہ معنی ہے کہ اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجیے وفی البحر افاد انہ لو ارتقی شجرۃ او حائطا حنث علی قول
المتقدمین لا والظاہر قول المتاخرین فی الکل لانہ لا یسمی داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناۃ لا ینتفع بہا اہل الدار اور بحرالرائق میں ہے کہ مصنف کے ذکر کرنے وقوف
علی السطح کو داخل قرار دینے سے اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ متاخرین
کا قول ہے سب صورتوں میں اسلیے کہ واقف علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑھنے والے کو عرف میں داخل دار نہیں کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے
باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے کہ گھر والے اسکے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع نہوتے ہوں تو اس تہخانہ اور

نہر مسقف کے گھسنے والے کو داخل ہونا نہیں کہتے وقال وعم اطلاقہ المسجد فلو فوقہ مسکن فدخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب بحرالرائق نے کہا کہ قولہ علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہے مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر بنے کا مکان ہو سو اسمین جاوے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہین کذا فی البدائع و تقیید الدخول بالباب حنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینہ بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کھانے والے نے دخول دار مین باب کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ اس گھر مین دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ سے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اسوقت حانث نہوگا جبکہ دروازہ کو اشارہ سے معین کردیا ہو کذا فی البدائع ہم نقب سے مراد وہ ہے جو دروازہ بنانے کو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی والوقوف بقدمیہ فی طاق الباب ای عتبتہ یحنث لو اغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان کان بعکسہ یحنث لو اغلق کان داخلا یحنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے دونون قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہو کہ اگر دروازہ بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہوگا اور اگر اسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ گھر مین نہ داخل ہوگا ہم طاق باب کے معنی عتبہ اور اسکفۃ الباب ہے آستانہ ہے جسکو اہل ہند دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہین ولو کان المحلوف علیہ الخروج انعکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کھائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یون قسم کھائی کہ داللہ مین اس گھر سے باہر نجاونگا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی البحر حلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن بحر مین ہے قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نجاونگا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا سو ایسی حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ سے گرے تو گھر کے باہر راہ مین گرے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا درخت مانند عمارت گھر کے ہے ہم شارح نے استدراک کیا حکم سابق کا یعنی بموجب روایت محیط کے آستانہ خارجہ کا گھر سے ہونا لازم نہین مگر یہ کہ عرف کو فارق کہیے کذا فی الطحطاوی وہذا الحکم المذکور اذا کان الحالف واقفا بقدمیہ فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب الخارج اسفل لم یحنث وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لا یحنث مطلقا وعلیہ الاصح ظہیریۃ لان الانفصال التام لا یکون الا بالقدمین اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اسوقت تک ہے جبتک کہ قسم کھانے والا اپنے دونون قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو اگر ایک قدم سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کرے سو اگر دونون طرفین خارجی اور داخلی برابر ہوں یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث نہوگا ہم دخول کی قسم مین اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کی طرف ہوتا ہے اور اگر داخلی طرف نیچی ہو خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسی طرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونون قدم کے نہین ہوتی اور ایک قدم رکھنے مین اگرچہ پست جانب کی طرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگاؤ رہتا ہے وہ دوام الرکوب واللبس والسکنے کالانشاء فیحنث بمکث ساعۃ اور دوام کوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہے تو ایک ساعت ٹھہرنے سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہوگا اور حالانکہ اسپر سوار ہے یا قسم کھائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اسکو پہنے ہے یا قسم کھائی کہ اس حویلی مین نہ سکونت کریگا حالانکہ اسمین ساکن ہے تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص نہ اتاریگا یا گھر سے باہر نکل نہ جاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجاے انشاء افعال ہے گویا ابتدا سوار ہوا یا ابتدا قمیص پہنا یا ابتدا سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطہیر لان الضابط ان ما یمتد فلدوامہ حکم ابتداء والا فلا اور دوام دخول اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کی مانند نہین اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہے مانند رکوب اور لبس اور سکونت کے تو اسکے دوام کو ابتدا فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہین مانند دخول وغیرہ کے اسکے دوام کو ابتدا کا حکم نہین تو اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین داخل نہوگا حالانکہ اسمین داخل ہے یا اس سے نکلیگا حالانکہ وہ خارج ہے یا اس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اسکی منکوحہ ہے

یا دخول کریگا حالانکہ وہ باوضو ہی تو باوجود دوام ان افعال کے حانث نہوگا اور دوام سے مراد یہ ہی کہ ایک ساعت بعد قسم کے اسی حالت پر باقی ہو کذا فی المنح وہذا اذا لم ینو
حال الدوام اما قبلہ فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درہم ثم رکب ودام لزمہ طلقۃ ودرہم ولو کان راکبا لزمہ فی کل ساعۃ یمکنہ النزول طلقۃ ودرہم
اور یہ یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اس شرط پر ہی کہ حالت دوام میں قسم ہو اور اگر قبل اسکے قسم ہوگی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہیں تو اگر اسنے کہا کہ جب
میں سوار ہوں تو تو طالق ہی یا مجہپر ایک درہم واجب ہی تو بعد اسکے سوار ہوا اور سوار رہا تو اسپر ایک طلاق اور ایک ہی درہم لازم ہوگا اور اگر قسم سے
پہلے سوار ہوگا تو اسپر ہر ایک ساعت میں جسمیں سواری سے اترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درہم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبی قلت فی عرفنا
لا یحنث الا بابتداء الفعل فی الفصول کلہا وان لم ینو والیہ مال استاذنا مجتبے صاحب مجتبی نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے عرف میں حانث نہیں ہوتا
مگر ابتداء فعل سے سب افعال مذکورہ میں اگرچہ نیت نکرے اور اسی طرف ہمارے اوستاد نے میلان کیا ہی ہم لیتے خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے
دخول خواہ قسم درحالت تلبس فعل ہو یا نہو بہرصورت دوام فعل کو ابتداء فعل کا حکم نہیں تو عرفاً حانث نہوگا مگر ابتداء فعل سے اور ایک روایت ابو یوسفؒ کی
اسکی موید ہی کذا فی المنح حلف لا یسکن ہذہ الدار او البیت او المحلۃ یعنی الحارۃ فخرج وبقی متاعہ واہلہ حتے لو بقی وتد حنث قسم کہائی کہ اس گہر یا اس بیت
یا اس کے محلہ میں سکونت نکریگا سو خود حالف وہاں سے نکل گیا اور اسکا اسباب خواہ اسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہاں تک کہ اسکے اسباب میں سے ایک
میخ بہی اگر باقی رہ جاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہی ابقاء متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار میں [illegible] رہتے ہیں لیکن وہیں کے
کہلاتے ہیں جہاں انکے اہل وعیال اور اسباب رہتا ہی ہم واہلہ کا واو بمعنی او ہی لہذا ترجمہ اسی طرح کیا اسواسطے کہ تنہا متاع اور اقامت اہل ہر ایک
علامت مستقلہ ہی حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما یقوم بہ السکنی وہو ارفق وعلیہ الفتوی قالہ العینی ولو انتقل الی سکۃ او مسجد علی الاوجہ قالہ الکمال واقرہ
فی النہر اور اعتبار کیا ہی محمدؒ نے نقل اسباب خانگی میں اسقدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہ قول آسان تر ہی اور اسی پر فتوی ہی بقول شیخ الاسلام
عینی یعنی سب اسباب کا اٹھالیجانا بقول محمدؒ ترک سکونت کے واسطے لازم نہیں بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع کریگا تو حانث نہوگا اگرچہ کسی گلی یا مسجد میں
نقل مکان کیا ہو بنابر قول اوجہ یہ کہا ہی کمال الدین نے اور قائم رکہا ہی اسکو نہر الفائق میں کہا کہ ہر شق کے اسواسطے منتقل متاع اور اہل کافی ہی خواہ یہ نقل
کسی حویلی کی طرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کی طرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہی بقول صاحب فتح القدیر خلافا للہدایۃ انتہی ملخصا وہذا لو یمینہ بالعربیۃ
ولو بالفارسیۃ برخروجہ بنفسہ اور یہ یعنی بقاء متاع یا اہل سے حانث ہونا اس شرط پر ہی کہ جبکہ حالف کی عربی زبان میں ہو اور اگر فارسی زبان میں قسم
ہو تو حالف اپنی قسم میں سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنابر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے کما لو کان سکناہ تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف
کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتہ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتہ تو خروج بنفسہ سے حنث نہیں وکما لو ابت المرأۃ النقلۃ وغلبتہ او لم یمکنہ الخروج ولو بدخول
لیل او غلق باب او شغل بطلب دار اخری او دابۃ وہذا ان لم یبق ایاما او کان لہ امتعۃ کثیرۃ فاشتغل بنقلہا بنفسہ وان امکنہ ان یستکری دابۃ لم یحنث اور
چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آئی یا حالف کو گہر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ بہ رات ہو جانے سے یا دروازہ بند ہو جانے
سے یا حالف دوسرے گہر یا سواری کی تلاش میں مشغول رہا اگرچہ اس تلاش میں اسی گہر میں چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تہا
اور اسکے اٹہالیجانے میں بذات خود مشغول رہا اگرچہ اسکو کرایہ پر جانور کا اسباب لادنے کے واسطے ممکن تہا ان سب صورتوں میں
حانث نہوگا ولو نوی التحول صدق دیانۃ وعند الشافعی یکفی خروجہ بنیۃ الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم میں حالف نے فقط اپنے
بدن کا نکل جانا مراد لیا ہی تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق ہوگی نہ بنابر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت
سے عدم حنث میں کافی ہی بخلاف المصر والبلد والقریۃ فانہ یبر بنفسہ فقط بخلاف شہر اور بلد اور گانوں کے یعنے اگر قسم کہائی کہ اس شہر یا گانوں میں

نہ رہیگا تو حانث نہ ہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع اور اہل اُسی شہر میں ہوں بنابر اُسکے نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے شہر کے عرف میں متاع اور اہل کے رکھنے سے
انسان ساکن گنا جاتا ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا فرع مسائلہ شارح کا حلف لا یساکن فلانا فساکنہ فی عرصۃ دار او ہذا فی حجرۃ وہذا فی حجرۃ حنث الا ان
تکون دار کبیرۃ والاتفاق سماہا بحالہ کظ فیہا ان عین الدار سے فی یمینہ حنث وان نکرہا لا ولو دخلہا فلان غصبا ان اقام معہ حنث علم او لا وان انتقل فورا لا کما لو
نزل ضیفا ولذا لو سافر الحالف فسکن فلان مع اہلہ بہ یفتی لانہ لم یساکنہ حقیقۃ قسم کھائی کہ مثلا زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا پھر اُسکو گھر کے میدان میں
رکھا یا حالف ایک کوٹھری میں ہے اور زید دوسری کوٹھری میں تو حانث ہوگا مگر اُسوقت میں حانث نہ ہوگا جب گھر بہت بڑا ہو اور اگر گھر کو حالف اور
زید نے تقسیم کر لیا درمیان میں دیوار قائم کر کے تو اگر گھر کو قسم میں معین کر لیا یعنے یوں کہا ہو کہ اس گھر میں زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا تو باوجود
تقسیم بھی حانث ہوگا اور اگر گھر معین نہیں کیا قسم میں تو قسم مذکور سے حانث نہوگا اور اگر گھر میں زید داخل ہو گیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے
غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اُسکے رہنے کا علم ہوا ہو یا نہوا اور اگر حالف مجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اس
صورت میں حانث نہیں ہوتا اگر مثلا زید حالف کے گھر میں بطور مہمان کے اُترے اور اسی طرح اگر حالف سفر میں جا رہے تو پھر زید اُسکے گھر میں اُسکے عیال
کے ساتھ رہے اسواسطے کہ حالف نے اُسکو فی الحقیقت ساکن نہیں کیا ہم اور تبتک مہمان پندرہ روز اقامت نہ کریگا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاویگا اور یہ
بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہیں ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنۃ بشہر حنث بساعۃ لعدم امتدادہا
بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر مساکنت کو ایک مہینہ کر مقید کریگا یعنے یوں کہیگا کہ میں زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نہ کرونگا تو ایک ساعت
کی سکونت سے بھی حانث ہوگا اسواسطے کہ مساکنت میں امتداد نہیں بخلاف اقامت کے کذا فی البحر عدم امتداد سکنی غیر مسلم ہے چنانچہ مصنف
مذکور کر چکا ہے کہ دوام رکوب اور سکنی در حکم ابتدا ہے اور کنز میں بھی اسی کے موافق ہے تو حق یہ ہے کہ بدون مساکنت ایک مہینے کے حانث نہوگا کذا فی حاشیۃ
الحلبی فی خزانۃ الفتاوی حلف لا یضربہا فضربہا من غیر قصد لا یحنث اور خزانۃ الفتاوی میں ہے قسم کھائی کہ عورت کو نہ ماریگا پھر اُسکو بلا قصد مارا تو حانث
نہ ہوگا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامرہ وبدونہ بان حمل مکرہا لا یحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح اور حانث ہوگا
اس قول میں کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اُٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اُٹھایا گیا تو حانث ہوگا
قول اصح میں اگرچہ بعد اسکے خروج سے راضی ہو گیا ہو ومثلہ لا یدخل قسما واحکاما اور مانند خروج کے دخول ہے اقسام اور احکام میں ہم اگر قسم کھائی کہ
مسجد میں نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہوگا اور خروج میں شارح نے مسجد کی
قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہیں چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ او بزلقا او
عثرا ہو سواء ربح او جمح دابتہ علی الصحیح ظہیریۃ لا تنحل یمینہ لعدم فعلہ علی المذہب الصحیح فتح وذخیرہ وفی البحر عن الظہیریۃ بہ یفتی لکنہ خالف فی فتاواہ فافتی
بالانحلال لہا آخذا بالقول ابی شجاع لانہ ارفق لانک سیہ علامت المفہوم اور جبکہ حانث نہوا دخول بلا امر سے اگر پھسلنے یا ٹھوکر کھانے یا اندھے کے
چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنابر قول صحیح داخل ہو گیا ہو کذا فی الظہیریہ تو حالف کی یمین نہ باطل ہوگی بسبب اُسکے عدم فعل کے بنابر مذہب
صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتوی ہے تو بعد اسکے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا
لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوی میں اسکے مخالف کہا ہے سو بطلان یمین کا فتوی دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے اسواسطے کہ بطلان یمین
لوگوں کے حق میں آسان تر ہے تاکہ حانث نہ ہوں لیکن تحکو قول معتمد یعنے عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہو چکا ہے تو فتوی میں تعارض ہے
بحر الرائق اعتماد کے مستحق نہیں لا یحنث فی والله لا اخرج الا الی جنازۃ ان خرج الیہا قاصدا عند انفصالہ من باب دارہ مشی مع امام لا امانی البدائع

ان خرجت الا الی المسجد فانت طالق فخرجت تریدالمسجد ثم بدا لہا فذہبت بغیر المسجد لم تطلق اور حانث نہوگا اس قول مین کہ نہ نکلیگا گھر سے مگر جنازہ کی طرف اگر خارج ہوا جنازہ کے واسطے اسکی طرف ارادہ کرکے اپنے گھر کے دروازے سے جدا ہونے کے وقت خواہ جنازہ کے ساتھ چلا یا نہ چلا اسواسطے کہ بدائع مین تصریح ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلے تو تو طالق ہے سو وہ مسجد کا ارادہ کرکے نکلی پھر بعد خروج کے اسکے دل مین آیا سو غیر مسجد کی طرف چلی گئی تو طالقہ نہوگی ھم اسواسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تھا سو پایا نہ گیا یعنی دروازے سے جدا ہونے کے وقت اسکو غیر مسجد مقصود نہ تھا اگرچہ بعد خروج کے کہین اور چلی گئی ثم اتی امرا آخر لان الشرط فی الخروج والذہاب للرواح والعبادۃ والزیارۃ النیۃ عند الانفصال لا الوصول الا فی الاتیان یعنے قسم کھائی کہ سوائے جنازہ کے نہ نکلیگا سو بقصد جنازہ دروازہ سے جدا ہوا پھر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خروج اور ذہاب یعنے رواح اور عبادت اور زیارت مین نیت شرط ہے دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اور پہونچنا مقصود کی طرف شرط نہین مگر اتیان کی لفظ مین البتہ وصول مقصود مشروط ہے الانفصال کے وقت نیت ہو یا نہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر الکلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر عبادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہوگا مریض کے گھر تک پہونچے یا نہ پہونچے حالانکہ بحرالرائق سے یون مستفاد ہوتا ہے کہ اسکے گھر کے دروازے تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث مین ضرور ہے فلو حلف لا یخرج اولا یذہب اولا یروح بحر بحثا الی مکۃ فخرج یریدہا ثم رجع عنہا قصد غیرہا ام لا نہ حنث اذا جاوز عمران مصرہ علے قصدہا ان بینہ وبینہا مدۃ سفر والا حنث بمجرد الانفصال فتح بحثا سو اگر قسم کھائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاویگا طرف مکہ کے پھر نکلا اسکے قصد پر پھر اسکی طرف سے پلٹ آیا مکہ کے سوا کسی طرف نکلا قصد کیا یا نہ کیا کذا فی النہر تو حانث ہوگا جب کہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ اُس شہر اور مکہ مین مدت سفر کی یعنے تین منزل یا زیادہ ہو اور اگر دونون مین اتنا فاصلہ نہ ہوگا تو مجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران کذا فی فتح القدیر بحثا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے کہنا تجویز ہے صاحب بحر کی ھم صاحب بحرالرائق نے کہ لفظ ارواح مین ہمنے اپنے علما کی تصریح نہین دیکھی حالانکہ اہل مصر اسکو بہت بولتے ہین لیکن ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب مین رواح بمعنی ذہاب ہے خواہ اول شب مین ذہاب ہوا آخر شب مین تو اس تقدیر مین لا یروح کا حکم لا یذہب کا ہوگا فتح القدیر مین ہے کہ خروج اس مثال مین بمعنی سفر کے ہے اسواسطے کہ مکہ کیطرف جانا بلا شبہہ سفر ہے لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی دفیہ علف لیخرجن مع فلان الی العالم الیٰ مکۃ فخرج معہ حتے جاوز البیوت بر اور فتح القدیر مین ہی قسم کھائی کہ البتہ نکلیگا فلانے عالم کے ساتھ طرف مکہ کے پھر اسکے ساتھ نکلا یہانتک کہ گھرون سے باہر ہوگیا تو اپنی قسم کو قائم رکھا حانث نہوا اگرچہ مکہ تک نہ جاوے اور پھر آوے وفی لا یخرج من بغداد فخرج مع جنازۃ والمقابر خارج بغداد حنث اور اس قسم مین کہ بغداد سے نہ نکلیگا سو جنازہ کے ساتھ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہے تو حانث ہوگا وفی لا یاتیہا لا یحنث الا بالوصول کما مر والفرق لا یخفے اور یون قسم کھاتے مین کہ مکہ مین نہ آویگا اور نہ داخل ہوگا حانث نہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ اتیان مین وصول شرط ہے اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہین ھم بحرالرائق مین ہے کہ خروج اور اتیان مین یہ فرق ہے کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط تھی حنث کی اسواسطے کہ اندر سے باہر کی طرف منفصل ہونا یہی حقیقت ہے خروج کی اور اتیان عبارت ہے وصول سے نہ مجرد انفصال سے کذا فی حاشیۃ الحلبی کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امرأتہ عرس فلان فذہبت قبل العرس وکانت ثمہ حتے مضی العرس لانہا ما اتت العرس بل العرس اتاہا ذخیرہ چنانچہ زوج حانث نہین ہوتا اگر یون قسم کھاوے کہ اُسکی زوجہ فلانے کی شادی مین نہ آویگی سو اُسکی زوجہ قبل شادی کے زید کے گھر گئی اور وہین رہی یہانتک کہ شادی ہو گئی اسواسطے حانث نہوگا کہ عورت شادی مین نہ آئی بلکہ شادی اُسکے پاس آئی یعنے اُسکی موجودگی مین شادی ہو گئی کذا فی الذخیرہ حلف لیاتینہ فہو ان یاتی منزلہ او حانوتہ لقیہ ام لا قسم کھائی کہ اُسکے پاس جاویگا تو یہ اتیان اُسکے گھر یا دوکان جانے سے عبارت ہے خواہ اُس سے ملاقات ہو یا نہو یعنے اگر اُسکے گھر یا دوکان مین گیا تو حانث نہوگا ملاقات اسمین شرط نہین ہے یا ہو ولو لم یاتہ

حتی مات احدہما حنث فی اٰخر حیوتہ وکذا کل یمین مطلقۃ واما الموقتۃ فیعتبر آخرہ فان مات قبل مضیہ فلا حنث و قولہ حنث لیفید انہ لو ارتد ولحق لا یحنث لبطلان یمینہ بالردۃ بمجرد الردۃ کما مرقنیۃ

اور اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہان تک کہ دونون مین سے کوئی مرگیا تو حالف حانث ہوگا اپنی اخیر حیوۃ مین اسی طرح ہر مطلق قسم مین جبکا وقت معین نہین کیا آخر حیوۃ مین حانث ہوگا اور موقت قسم مین تو آخر وقت اسکا معتبر ہو چنانچہ یون کہا کہ مثلاً تیسری تاریخ محرم کی زید کے پاس جاؤنگا تو تیسری تاریخ کے اخیر دن مین حانث ہوگا پھر اگر مرگیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے مرگیا تو حانث نہوگا اور مصنف کا یون کہنا کہ اخیر حیات مین حانث ہوگا اسکا مفید ہوا کہ اگر حالف یمین مطلق مین مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا تو حانث نہوگا بسبب باطل ہونے یمین بالمعنی کے بمجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول مین مذکور ہوچکا کہ یمین باللہ مین اسلام شرط ہے اسکو غور کرو جو غور کی ہے کہ مصنف کے کلام مین موت سے حقیقی موت مراد ہے نہ حکمی اسواسطے کہ ارتداد حکمی موت ہے اور شارح نے یمین باللہ کی قید سے اشارہ کیا کہ اگر اطلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

حلف لیاتینہ غداً ان استطاع فہی استطاعۃ الصحۃ لانہ المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض او سلطان وکذا جنون ونسیان

بحر تنبیہا قسم کھائی کہ کل زید کے پاس جاؤنگا بشرطِ استطاعت تو یہ استطاعت صحت پر محمول ہے اسواسطے کہ یہی متعارف ہے نہ موت حقیقی پھر جب عبارت سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اور اسی طرح جنون اور نسیان بھی موانع مین داخل ہین تجویز صاحب بحر الرائق لیکن جب استطاعت صحت ... النہر سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بھول گیا یا دیوانہ ہوگیا تو منزل اور ہے کہ حانث نہو اسواسطے کہ نسیان اور جنون بھی موانع فعل مین داخل ہین کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہے سلامت جوارح اور صحت اسباب سے اور امام محمد نے اسکو عدم مرض اور منع سلطان کر کے تفسیر کیا ہے

وان نوی بہا القدرۃ الحقیقیۃ المقارنۃ للفعل صدق دیانۃ لاقضاء علی الاوجہ فتح لانہ خلاف الظاہر وقد اظہر الزاہد اعتزالہ ہنا فی المجتبیٰ کما اظہرہ فی القنیۃ فعدہ من الفاظ التکفیر

اور اگر حالف مثال سابق مین استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل سے متصل ہوتی ہے مراد لیگا تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً کو بنا بر اوجہ قول کے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ استطاعت سے قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ہے ظاہر عرف کے لہٰذا اسکی تصدیق قضاءً نہ ہوگی اسواسطے کہ قاضی خلاف ظاہر کو نہین مانتا اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہان کتاب مجتبیٰ مین ظاہر کیا ہے جیسے قنیہ مین اسکو دو مقام مین منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہے ہم اہل سنت کے نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتے ہین اور اسی کے مخلوق ہین اور معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ عبد موجد ہے آپ فعل کا اپنے اختیار سے شمنی نے کہا قدرت ایک صفت ہے جسکو حق تعالیٰ حیوان مین پیدا کرتا ہے اکتساب فعل کے قصد کے نزدیک بعد سلامت آلات و اسباب کے اور قدرت نہین ہوتی مگر متصل فعل کے فتح القدیر مین ہے کہ قدرت عبد مین فعل سے سابق نہین ہوتی بلکہ فعل کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور فعل مین اسکو کچھ تاثیر نہین اسواسطے کہ افعال عباد مخلوق ہین خدا کے اور زاہدی نے اپنا اعتزال یون ظاہر کیا ہے کہ حقیقت استطاعت کو مقارن فعل کہنا باطل ہے اسواسطے کہ یہ اشعریہ اور اہل سنت کے مذہب پر مبنی ہے اسواسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر مین مرے ہین قادر نہ تھے ایمان پر اور انکو ایمان کر مکلف کرنا تکلیف مالا یطاق تھا اور انبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اوامر اور نواہی اور وعدہ اور وعید انکے حق مین بیفائدہ ہوا انتہی کلامہ حالانکہ یہ قول اسکا غلط ہے اسواسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہین تا اسکا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری تکلیف کے واسطے کافی ہے یعنی سلامتی اعضا اور صحت اسباب چنانچہ اسکی تفصیل علم کلام اور کتب اصول مین مذکور ہے کذا فی النہر ورد المحتار والطحطاوی

ولا تخرجی بغیر اذنی اولا باذنی او بامری او بعلمی او برضائی شرط للبر لکل خروج اذن الا لغرق او حرق او فرقۃ ولو نوی الاذن مرۃ دین وتنحل یمینہ بخروجہ مرۃ بلا اذن

کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ نہ نکلیو گھر سے بغیر میرے اذن یا مگر میرے اذن سے یا مگر میرے حکم یا علم یا میری رضامندی سے تو اس قسم کے قائم رکھنے کے واسطے ہر بار نکلنے مین زوج کا اذن شرط ہے مگر ڈوبنے یا جل جانے کے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے مین اذن شرط نہین اور اگر اس کلام سے زوج ایک ہی بار کی اجازت مراد رکھیگا تو دیانۃً

اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی عورت کے ایک بار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایک بار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلا اذن نکلنے
سے حانث نہوگا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک سقط اذنہ ولو نہاہا بعد ذلک صح عند محمد وعلیہ الفتوی ولوالجیۃ اور یہ یمین مذکور سے کہ زوج نے
کہا کہ جب بار کہ تو نکلے سو البتہ مین نے تجکو اجازت دی ہے تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہوجاتا ہے اور اگر بعد اس اذن عام کے اُسکو منع کریگا نکلنے سے
تو صحیح ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ وسیجئ انہ یصیر فیہ حالف بالطلاق لا ینقل الیہ اہلہ کذا فرفع الامر للحاکم فبعث رجلا باذنہ نقل الیہ
لا یحنث اور بحر فیہ مین ہے کہ قسم کھائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانے شہر مین نہ لیجاویگا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایک مرد کو باذن زوج
بھیجا سو وہ اُسکی اہل کو اُسی شہر مین لے آیا تو زوج حانث نہوگا اسلیے کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم مامور نہین ہوجاتا کہ مامور کا فعل آمر کی طرف منسوب ہو
کذا فی المنح بخلاف قوله الا ان او حتی اذن لک لانه للغایة بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ مین تجکو اذن دون یا نہ نکلیو یہانتک کہ مین تجکو اذن
دون اسواسطے کہ یہ قول غایت کے واسطے ہے فلم لا تخرجی الا باذنی مین ہر بار اجازت مشروط ہے اسواسطے کہ استثنا مفرغ ہے اور مستثنی خروج مقرون
بالاذن ہے بخلاف لا تخرجی حتی اذن لک کے کہ اسمین اذن غایت ہے خروج کی تو ایک بار کا اذن کافی ہے ہر خروج مین اذن لازم نہین حتی کا غایت
کے واسطے موضوع ہونا تو صریح ہے اور الا ان بمعنی حتی ہے مجازا کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر زوج الا ان اور حتی مین تعدد اذن کی نیت
کریگا تو اُسکی تصدیق ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا کلام محتمل ہے تعدد کا اور اسمین خود اُسکی ذات پر تشدید ہے کذا فی المنح حلف لا یدخل دار فلان
یراد بہ نسبة السکنی الیہ عرفا ولو تبعا او باعارة قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر مین مثلاً زید کے گھر مین تو مراد اُسکے سکونت کی نسبت ہے طرف زید کے بنا بر عرف کے
اگرچہ سکونت اُسکی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف مین وہ گھر مراد ہے جسمین زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا بکرایہ ہو سکونت
اُسکی بالاصالت ہو یا کسی کے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی مان کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہے نہ بالاصالت بہر صورت جس گھر مین
زید ساکن ہوگا اُس گھر مین داخل ہونے سے حالف حانث ہوگا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہے اور اُسمین وہ نہین رہتا ہے تو اُسکے داخل ہونے سے حانث نہوگا باعتبار عموم
المجاز ومعناه کون محل الحقیقة فردا من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار مسکونہ مراد ہے باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب ہے کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد
ہوجاوے افراد مجاز سے یعنی مجازی معنی ایسے عام ہون کہ حقیقی معنی اُسمین داخل ہوجاوین چنانچہ یہان دار مسکونہ مین دار مملوکہ داخل ہے شارح نے اشارہ کیا
کہ یہان جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجھے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہین بلکہ عموم مجاز مراد ہے او حلف لا یضع قدمہ فی دار فلان حنث
بدخولها مطلقا ولو حافیا او راکبا لما تقرر ان الحقیقة متی کانت متعذرة او مهجورة صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیه لم یحنث یا یون قسم کھائے
کہ اپنا قدم نہ رکھیگا فلانے کے گھر مین تو حانث ہوگا اسمین داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہوچکا ہے کہ جب حقیقت
متعذر یا متروک ہوتی ہے تو مجاز ٹھہرایا جاتا ہے یہانتک کہ اگر گھر کے باہر لیٹا اور اپنے دونون قدم گھر کے اندر رکھدے حانث نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین
اگرچہ وضع قدمین ثابت ہے لیکن اسکو دخول نہین کہتے ہین خلاصہ یہ ہے جب وضع قدمین سے عرفا دخول مراد ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سوار
ہونے مین ہرچند وضع قدم نہین لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت مین ہرچند وضع قدم ہے لیکن حانث نہین اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اسکے
باب مین معلوم ہوگا وشرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعله فورا لان قصده المنع
عن ذلک الفعل عرفا ومدار الایمان علیه وهذه تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفة رحمه الله تعالی باظهارها ولم یخالفه احد اور اس قول مین کہ اگر تو مثلاً نکلے تو تو طالق ہے یا
تو نے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے یہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنے والے کو تو اس فعل کا فورا کرنا شرط ہے حنث کی اسواسطے کہ قصد متکلم کا روکنا
ہے اسوقت کے فعل سے عرفاً اور مدار قسمون کا عرف پر ہے اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہین امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یمین فور کے اظہار مین

سوار ہوتے ہین گھوڑے اور خچر اور گدھے سے تو اگر انسان کی پیٹھ پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتھی پر سوار ہوگا تو حانث نہوگا بنا بر استحسان کے
مگر اونٹ وغیرہ کی نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہے اور لائق ہے حانث ہونا حالف کا اونٹ کے سوار ہونے سے مصر اور شام میں اور ہاتھی
کے سوار ہونے سے ہندوستان میں بسبب رواج کے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین ہم گدھے پر سوار ہونے سے عرب میں حانث ہوگا لیکن ہند مین
حانث نہوگا اسواسطے کہ رواج نہین لیکن دھوبی ہندوستان کے البتہ حانث ہونگے کہ وہ گدھے اور بیل پر سوار ہوا کرتے ہین اور چونکہ گھوڑے اور ہاتھی اور پالکی
اور ڈولی اور گاڑی ورتھ پر ہند میں سوار ہونا رائج ہے تو عدم سواری کی قسم اگر ان سواریون پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم ولو حمل علی الدابۃ کرہا
فلا حنث کحلفہ لا یرکب فرسا فرکب برذونا وبعکسہ لان الفرس اسم للعربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعم ہذا لو یمینہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال
اور اگر قسم کھائی عدم سواری کی پھر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہین جیسے اس قسم مین حنث نہین کہ سوار نہوگا فرس پر پھر برذون پر سوار ہوا یا قسم کھائی
کہ برذون پر سوار نہوگا پھر فرس پر سوار ہوا اسواسطے کہ لغت عرب مین فرس عربی گھوڑے کا نام ہے اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہے اور خیل کا لفظ دونون کو عام ہے
یہ عدم حنث اُس صورت مین ہے جب کہ قسم عربی زبان مین ہو اور اگر قسم فارسی زبان مین ہو اسطرح بر کہ براسپ سوار نخواہم شد تو ہر حال مین حانث ہوگا
خواہ عربی گھوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اسواسطے کہ اسپ دونون کو شامل ہے ہم فارسی کے مانند ہندی مین بھی تفرقہ گھوڑے کے لفظ مین نہین ولو حلف
لا یرکب اولا یرکب مرکبا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی کما سیجئ ولو حلف لا یرکب حیوانا او دابۃ او ہاگر قسم کھائی کہ سوار نہوگا یا
مرکب پر سوار نہوگا تو ہر مرکب کے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور سوائے آدمی کے اور اگلے باب مین قریب آویگا کہ اگر قسم کھائی کہ
حیوان یا دابہ پر سوار نہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث نہوگا

## باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہ باب ہے اکل اور شرب اور کلام کی قسم مین ثم الاکل ایصال ما یحتمل المضغ بفیہ الی الجوف کخبز وفاکہۃ مضغ اولا ای وان ابتلعہ بغیر مضغ پھر
دریافت کرنا چاہیے کہ اکل یعنی کھانا عبارت ہے پیٹ مین پہونچانے سے اُسکو جو چبانے کے لائق ہو اسواسطے اپنے منہہ کے چنانچہ پہونچانا روٹی اور میوہ کا خواہ چبا دے یا
نہ چباوے یعنے اگرچہ بدون چبائے نگلجاوے والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف کماء ونبیذ وعسل اور شرب یعنے پینا عبارت ہے پیٹ
مین پہونچانے سے اسکو جو لائق چبانے کے نہین از قسم پتلی چیزون کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل کا پیٹ مین پہونچانا واسطے منہہ کے یہ حقیقت ہے شرب کی تو
ناک سے پانی کھینچکر پیٹ مین لیجانا یا پچکاری سے دوا پیٹ مین پہونچانا شرب نہین ففی حلفہ لا یاکل بیضا یحنث بابتلاعہ جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی تو اس قسم
مین کہ انڈا نہ کھائیگا اُسکے نگلجانے سے حانث ہوگا ہم انڈے کے مانند بادام اور پستہ ہے طحطاوی نے کہا کہ انڈے سے مراد بچہ انڈا ہے اسواسطے کہ کچا انڈا لائق
چبانے کے نہین وفی لا یاکل عنبا لا یحنث بمصہ لان المص نوع ثالث ولو عصرہ واکل قشرہ حنث بدائع اور اس قسم مین کہ انگور نہ کھاویگا اُسکے عرق چوسنے
سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہے سوا اکل و شرب کے اور اگر انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اُسکے چھلکے کو کھایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع
کہ چھلکا چبانے کے لائق ہے لکن فی تہذیب القلانسی حلف لا یاکل سکرا لا یحنث بمصہ وفی عرفنا یحنث اور قلانسی کی تہذیب مین ہے قسم کھائی کہ شکر نہ کھاویگا
تو اُسکے چوسنے سے یعنی اور اُس لعاب نگلنے سے حانث نہوگا اور ہمارے عرف مین یعنی مصر کے رواج مین حانث ہوگا ہم اصل مستدرک یہ ہے کہ بعض عرف مین
چوسنے کو کھانا کہتے ہین تو موجب اس عرف کے انگور چوسنے سے بھی مثال سابق مین حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی اما الذوق فعمل الفم لمجرد معرفۃ الطعم وصل الی الجوف
ام لا فکل اکل وشرب ذوق ولا عکس اور ذوق یعنے چکھنا تو عبارت ہے منہہ کے فعل سے فقط مزا دریافت کرنے کے واسطے خواہ پیٹ مین وہ چیز جاوے
یا نجاوے اور ہر اکل اور شرب ذوق ہے اور اُسکو بالعکس نہین یعنے ہر ذوق اکل و شرب نہین تو اکل اور شرب مین اور ذوق مین عموم خصوص مطلق کی

نسبت ہے و توضمض للصلوۃ لایحنث اور اگر نماز کے واسطے کلی کی تو حانث نہ ہوگا یعنے اگر قسم کہائی کہ پانی نہ چکھیگا تو کلی کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اسطرح
کلی کرنے میں چکھنا مراد نہیں ہوتا ہے چنانچہ منقول ہے امام محمد سے کذا فی الطحطاوی ولو عنی بالذوق الاکل لم یصدق الا الدلیل اور اگر حالف نے چکھنے سے کہانے کا
ارادہ کیا تو اُسکی تصدیق نہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے چنانچہ زید سے خالد نے کہا کہ آ میرے پاس کہانا کہا خالد نے کہا کہ میں تیرے پاس کہانا نہ چکھونگا یہانی
تو بیان القرینہ سوال ذوق بمعنی اکل و ترجمے سے ہے کذا فی المنح حلف لا یاکل من ہذہ النخلۃ او الکرمۃ فتقید حانثا باکلہ من ثمرہا بالمثلثۃ ای یخرج منہا بلا
تغیر الصنعۃ جدیدۃ فیحنث بالعصیر والدبس المطبوخ ولا الوصل غصن منہا الشجرۃ اخری قسم کہائی کہ اس کہجور کے درخت یا انگور کے درخت کو نہ کہاونگا تو
متعین ہے حنث اُسکی ان درختوں کے ثمر کے کہانے سے ثمر ثا مثلثہ سے وہ چیز مراد ہے جو درخت سے بلا تغیر صنعت جدید نکلے تو عصیر یعنے عصارہ کے کہانے سے
حانث ہوگا نہ دبس مطبوخ کے کہانے سے اور نہ حانث ہوگا اُس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے دوسرے درخت میں ہم جب حالف نے مضاف کیا یمین کو درخت
کی طرف حالانکہ درخت کول چیز نہیں تو یمین لغو ہوگی یعنی لہذا واسطے تصحیح کلام عاقل کے اسکے ظاہر سے پھیر الیمین درخت سے پھل کا ارادہ کیا بطریق مجاز یعنے سبب
مسبب کا ارادہ سبب درخت ہے اور مسبب پھل بشرط عدم تغیر عصیر اور عصارہ وہ پانی ہے جو پھلوں کے دبانے سے نکلے ولبس بالکسر اُس شیرہ کو کہتے ہیں جو خود بخود پختہ کہجور اور
انگور سے ٹپکے چونکہ اسمیں انسان کو دخل نہیں لہذا اُسکے کہانے سے حانث نہ ہوگا جیسے کچی پکی گدر کہجور کے کہانے سے حانث ہوتا ہے اور دبس مطبوخ شیرہ ہے پختہ کہجور
اور انگور کا جو جوش دیا ہوا ہے لہذا اُسکے کہانے سے حانث نہوگا جیسے نبیذ تمر پختہ اور سرکہ انگوری سے حانث نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر انگور کی شاخ دوسرے
درخت میں پیوند کی اور اس طرح کے پھل کو کہایا تو حانث نہ ہوگا بسبب تصرف انسانی کے وان لم یکن للشجرۃ ثمر ۃ تصرف یمینہ الی ثمنہا فیحنث اذا
اشتری بہ ما کولا واکلہ اگر اُس درخت محلوف علیہ کے پھل نہو تو یمین اُسکی اُس درخت کی قیمت کی طرف پھر جاوے گی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت
سے کوئی کہانے کی چیز لیگا اور اُسکو کہا دیگا ولو اکل من عین النخلۃ لا یحنث وان نواہ لان الحقیقۃ مہجورۃ ولو الجیہ اگر بعینہ کہجور کے درخت کو کہا دیگا
کوٹ پیسکر تو حانث نہوگا اگرچہ خود درخت کہانے کی نیت کی ہو قسم کے وقت اسواسطے کہ حقیقت متروک ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی حقیقی معنے درخت کے یہان
متروک الاستعمال ہیں ہم شارح کو لازم تھا کہ بجائے مہجورۃ متعذرۃ بولتا چنانچہ ایضاح الاصلاح میں ہے صاحب کشف نے کہا کہ متعذرہ وہ ہے جو بلا مشقت حاصل
ہو جیسے کہجور کے درخت کا کہانا اور مہجورہ وہ ہے جسکا حصول آسان ہو لیکن لوگوں نے اُسکو چھوڑ دیا ہو جیسے وضع قدم کے معنی حقیقی متروک ہوکر مطلق دخول میں
مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی فی البحر ولو نوی اکل عینہا لم یحنث باکل ما یخرج منہا لانہ نوی حقیقۃ کلامہ قال الرملی منعت منعہا التشبیہ فیقتضی ان لا یصدق قضاء لتعیین المجاز
فی النہر قلت وسرق الکلام ما یوکل عسرا فالمعنی صرف الیمین لعینہ قلت اہل العرف انما یاکلونہ مطبوخا او محشیا میں ہے کہ اگر حالف بعینہ کہجور کے درخت
کے کہانے کی نیت کریگا تو اُسکے پھل وغیرہ کے کہانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا تو مجازمین کیونکر حانث ہوگا
مصنف نے اپنی شرح میں باتباع اپنے استاد یعنے صاحب بحر الرائق کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاءً اُسکی تصدیق نہو بسبب تعین
معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر میں قاضی تصدیق نہیں کرتا کذا فی المنح اور صاحب النہر الفائق نے واسطے تقویت اس قول کے
اتنا زیادہ کیا ہے یعنے اگر تو کہے کہ انگور کے پتوں کو عرف میں کہاتے ہیں تو لائق ہے یمین کا پھیرنا بعینہ انگور کے درخت کی طرف تو میرا جواب کہونگا کہ اہل عرف پتوں
کو پکا کر کہاتے ہیں یعنے اگر کچا کہانا رواج ہوتا تو یہ البتہ صحیح ہوتا وفی الشاۃ یحنث باللحم خاصۃ لا باللبن لانہا ماکولۃ فتنعقد الیمین علیہا اور بھیڑ بکری کی
قسم میں فقط گوشت کہانے سے حانث ہوگا نہ دودھ کہانے سے اسواسطے کہ بھیڑ بکری خود کہانے کی چیز ہے تو یمین بعینہ اُسی پر منعقد ہوگی نہ اُس چیز
اُس سے نکلتا ہے یعنی دودھ اور دہی اور مسکہ ولا یحنث فی حلفہ لا یاکل من ہذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبہ وتمرہ وشیرازہ الا ان دلالۃ
واعتبار الیمین فتقید به اور اس قسم میں کہ نہ کہاونگا اس گدر کہجور کو یا اس پختہ تر کہجور کو یا اس دودھ کو تو حانث نہوگا پکی کہجور ہونے کی صورت میں تر کہجور کہانے سے

سے اور دوسری صورت میں خشک کھجور کھانے سے اور تیسری صورت میں جماد ہی کھانے سے اسواسطے کہ یہ صفات یعنی ابسریت اور رطوبت اور لبنیت باعث
ہوسکتے ہیں قسم کھانے کے باخلاف اسکے اگر یہ تو اسی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت میں کیونکر حانث ہوگا ھم شیراز عبارت ہے خالص ببئے یعنی دودھ کو جوش
کرکے اسکا پانی نکالا جاوے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ بیری سے نقل کیا کہ شیراز باکسر من ترشی کا ہونا بھی شرط ہے لہذا مترجم نے شیراز کا ترجمہ دہی کیا
بخلاف لا یکلم ہذا الصبی وہذا الشاب فکلمہ بعد ما شاخ او لا یاکل ہذا الحمل بفتحتین ولد الشاۃ فاکلہ بعد ما صار کبشا فانہ یحنث لانہا غیر داعیۃ
اس قول کے کہ قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نہ کریگا پھر اس سے کلام کیا اسکے بڈھے ہوجانے کے بعد یا قسم کھائی کہ اس بھیڑ کے بچہ کو
نہ کھاویگا پھر اسکو کھایا جب کہ وہ جوان مینڈھا ہوگیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ صفات باعث یمین کے نہیں ہوتے ہم اسواسطے کہ ہجران مسلم
شرعاً ممنوع ہے تو مانع ہے ترک تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسی طرح بھیڑ کے بچے کا نہ کھانا باعث یمین نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت بہ نسبت کبیر کے زیادہ تر
مرغوب ہوتا ہے حمل بفتح اول و دوم بچہ بھیڑ اور دنبہ کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زالت
الیمین وما لا یصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہے کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جو داعی ہو
طرف یمین کے تو یمین اس صفت کے ساتھ مقید ہے معرفہ اور نکرہ دونوں میں تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہوجاویگی اور جب کہ محلوف علیہ ایسی
صفت کے ساتھ ہو جسکو لیاقت نہیں داعی ہونے کی تو اعتبار صفت کا نکرہ میں ہوگا جیسا کہ لا اکلم رجلا فکلم شابا یمین نہ معرفہ میں [illegible] جیسا امثلہ سابقہ میں ہیں یعنی
لا یکلم ہذا الصبی وفی المجتبی حلف لا یکلم ہذا المجنون فبرأ او ہذا الکافر فاسلم لا یحنث لانہا صفۃ داعیۃ الی الیمین اور مجتبی میں ہے کہ قسم کھائی کہ اس مجنون سے نہ بولیگا پھر اسکا
جنون جاتا رہا اور حالت افاقہ میں اس سے بولا یا قسم کھائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پھر وہ مسلمان ہوگیا اور حالت اسلام میں اس سے بولا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ جنون اور کفر ایسی صفت ہے کہ داعی ترک کلام کی ہے
تو اسکے زوال سے یمین بھی زائل ہوگی وصح لا یکلم رجلا فکلم صبیا حنث وقیل لا کلا نکلم صبیا وکلم بالغا لانہ بعد البلوغ یدعی شابا وفتی الی ثلثین فکہل الی خمسین فشیخ
اور اس قسم میں کہ مرد سے بات نہ کریگا پھر بالغ لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بھی شامل ہے باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور
دوسرا قول یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا اور یہی قول حق ہے اسواسطے کہ عرف میں رجل صبی کو شامل نہیں کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال میں حانث نہ ہوگا قسم
کھائی کہ صغیر سے نہ بولیگا پھر اس سے بعد بالغ ہونے کے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہیں تیس برس تک پھر تیس برس کے
بعد پچاس تک اسکو کہل یعنے ادھیڑ بولتے ہیں پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہیں یعنے بڈھا او لا یاکل ہذا العنب فصار
زبیبا ہذا وما بعدہ معطوف علی قولہ من ہذا البسر مما لا یحنث بہ یا قسم کھائی کہ اس تر انگور کو نہ کھاویگا پھر وہ انگور خشک ہوگیا تو اسکے کھانے سے حانث
نہ ہوگا شارح کہتا ہے کہ یہ مثال اور اسکے بعد کی مثالیں مصنف کے قول من ہذا البسر پر عطف ہیں جس سے حالف حانث نہیں ہوتا او لا یاکل
ہذا اللبن فصار جبنا او لا یاکل من ہذا البیضۃ فاکل فرخہا کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخہا یا قسم کھائی کہ اس دودھ کو نہ کھاوےگا
پھر وہ پنیر ہوگیا یا اس انڈے کو نہ کھاویگا پھر اسکے بچے کھائے شارح کہتا ہے مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخوں میں اسی طرح فرخہا کا لفظ ہے اور
متن کے نسخوں میں جو شرح سے معرا ہیں افرخہا کا لفظ ہے او لا یذوق من ہذا الخمر فصار خلا او من زہر ہذہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لوزا
او مشمشا لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکھیگا پھر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کھائی کہ اس درخت کے پھول کو نہ کھاویگا پھر جب وہ پھول بادام یا زردآلو ہوگیا
تو اسکو کھایا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفہ لا یاکل تمرا فاکل حیسا فانہ یحنث لانہ تمر مفتت وان ضم
الیہ شئی من السمن او غیرہ بحر وفیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضہ ان کل شئی یاکلہ الرجل فی مجلس او یشربہ فی شربۃ فالحنث
علی کلہ والا فعلی بعضہ بخلاف اس قسم کے کہ کھجور کو نہ کھاویگا اسواسطے کہ حیس کو کھایا یعنے کھجور کا ملیدہ تو اس کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ حیس

عبارت سے کھجور کے چورے اگرچہ شیرہ کے ساتھ گھی وغیرہ لایا گیا کذا فی البحر اور اسی مین ہے کہ جب قسم کھائی کہ چیز معین کو نہ کھاوینگا سو اسمین سے کچھ تھوڑا کھایا تو ایسی قسم مین قاعدہ کلیہ یہ ہے جو چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کھا جاتا ہو یا ایکبار اسکو پیتا ہو تو انعقاد حلف کا اسکے کل پر ہوگا یعنے اسکے سب کھا جانے سے حانث ہوگا اور اگر آدمی ایکبار مین نہ کھا سکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اسکے تھوڑے کھانے مین ہوگا وکذا الخبث وحلف لا یاکل بسرا فاکل رطبا او لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف نحو جوز ولوز فان الاسم یتناول الرطب ایضا اسی طرح حانث نہ ہوگا اگر قسم کھائی کہ گدر کھجور نہ کھاوینگا پھر اسنے تر کھجور کھائی یا انگور نہ کھاوینگا پھر اسنے خشک انگور کھایا بخلاف جوز اور بادام کی قسم کے اسواسطے کہ مانند جوز اور بادام کا نام تر اور خشک کو بھی شامل ہے ولو حلف لا یاکل رطبا او بسرا او حلف لا یاکل رطبا ولا بسرا حنث باکل المذنب بکسر النون المشددۃ لاکلہ المحلوف علیہ وزیادۃ اور اگر قسم کھائی کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نہ کھاوینگا یا قسم کھائی کہ پکی تر کھجور کھاوینگا نہ گدر کو تو مذنب کے کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اسنے محلوف کو کھایا اسکے ساتھ زیادتی کے مذنب بکسرہ نون مشددہ اس کھجور کو کہتے ہین جو نیچے کی طرف سے پختہ ہو چلی ہو اور رطب مذنب وہ ہے جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور بسر مذنب اسکے بالعکس ہے کذا فی البحر عن المغرب ولا حنث لشراء کباسۃ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود بسر فیہا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی الجملۃ والمغلوب تابع بخلاف حلفہ علی الاکل لو وجد شیئا فشیئا اور حانث نہ ہوگا اگر کھجور کے گود کے مول لینے سے جسمین کچھ پکی کھجوریں بھی ہو اسطرح قسم کھانے مین کہ پکی کھجور کو خرید نہ کریگا اسواسطے کہ مول لینا ایکبارگی واقع ہوتا ہے اور مغلوب تابع ہوتا ہے غالب کے بخلاف کھانے کی قسم کے یعنے اگر قسم کھائی کہ پکی کھجور نہ کھاوینگا پھر اسنے گدر کے ساتھ تھوڑی سی پکی کھجور بھی کھائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب کا نہین بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک نہ ایکبارگی مانند خرید کے کباسہ بکسر کاف عرجون ہے اور عنقود بھی اسکو کہتے ہین یعنے خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اسکو گودا کہتے ہین یعنی جس جگہ مین مجتمع ہو کر پھل لگتے ہین ولا حنث فی حلفہ لا یاکل لحما باکل سمک الا اذا نواہا ولا فی لا یرکب دابۃ فرکب کافرا ولا یجلس علی وتد مجلس علی جبل مع تسمیتہا فی القرآن لحما ودابۃ واوتادا لان العرف اور حنث نہین اس قسم مین گوشت نہ کھاوینگا شوربا اور مچھلی کے کھانے سے مگر جبکہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کریگا گوشت کے لفظ مین تو حانث ہوگا اور اسمین بھی حنث نہین کہ دابہ یعنے چلنے والے جاندار پر سوار نہ ہوگا پھر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ میخ پر نہ بیٹھیگا پھر پہاڑ پر بیٹھا باوجودیکہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو میخین فرمایا ہے حانث نہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار حالف کا عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر ونا فی آئین

نعم حنثہ فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان وردہ فی النہر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونے کا تبیین مین ہے اس قسم مین کہ جاندار پر نہ سوار ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اسکو نہر الفائق مین رد کیا ہے اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہے مانند عرف قولی کے ہم تبیین زیلعی کی شرح کنز مین ہے کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان پر سوار نہ ہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا انسان کو شامل ہے اور عرف عملی یعنے انسان پر سوار ہونے کی عادت نہین ہے مخصص انسان کا نہین ہو سکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح نہین اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہے کہ حقیقت متروک ہوتی ہے عادت کی دلالت سے اور عادت عبارت ہے عرف عملی سے اور تحریر مین ہے کہ عرف عملی مخصص ہے حنفیہ کے نزدیک خلافا للشافعیۃ اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہے کذا فی النہر ولحم الانسان والکبد والکرش والریۃ والقلب والطحال والخنزیر لحم ہذا فی عرف اہل الکوفۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا وبہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ قطعا اور اگر انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی اور پھیپھڑا اور دل اور تلی اور گوشت خوک گوشت مین داخل ہے لیکن یہ عرف کوفیون کا ہے اور ہمارے عرف مین کلیجی اور اوجھڑی وغیرہ کو گوشت نہین کہتے کذا فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنے حلف مین مرد عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار لازم ہے عرب کا عرف اسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین مصرح ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ بموجب عادت اس شہر کے فتوی دیوے یمین قسم

حالف کی واقع ہوئی ہے وفی الخانیۃ الراس والاکارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ مین ہے کہ سر اور پائے گوشت مین اکل کی یمین مین نہ مول
لینے کی یمین مین یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو سر یا پائے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ گوشت کو نہ خریدیگا تو انکے مول لینے سے حانث
نہوگا وفی لا یاکل من ہذا الحمار تقع علی کرائہ ومن ہذا الکلب لا تقع علی صیدہ اور اس قسم مین کہ اس گدھے سے نہ کھاویگا تو قسم اسکی کرایہ پر واقع ہوگی
یعنی اسکا کرایہ کھانے سے حانث ہوگا بنا بر عرف کے اور اگر قسم کھائی کہ اس کتے سے نہ کھاویگا تو قسم اسکی صید پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع
ہوگی کذا فی المنح ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہین گائے بھینس کو یعنی اگر قسم کھائی کہ گائے یا بیل کا گوشت نہ کھاویگا تو بھینس کا گوشت کھانے سے حانث
نہوگا کہ وہ دوسری قسم ہے ولا یحنث باکل النیء ہو الاصح اور حانث نہوگا کچا گوشت کھانے سے یہی قول اصح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو کچا گوشت کھانے
سے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچا کھانے کی عادت نہین اور نہر الفائق مین مذکور ہے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو اونٹ اور بھیڑ بکری اور گائے کے ہر عضو کے
گوشت کھانے سے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بھونا یا خشک ولا یحنث بشحم الظہر وہو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لہما بل بشحم البطن والامعاء
اتفاقا والالیۃ لیست بشحم اتفاقا فتح اور اس قسم مین کہ چربی نہ کھاویگا پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث نہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہے بخلاف صاحبین
کے انکے نزدیک اسکے کھانے سے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنتوں کی چربی کھانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور دنبہ کی چکی کے اندر کا گودہ کھانے
سے باتفاق حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ چربی نہین کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری مین ہے شحم ظہر سے وہ مراد ہے جسکے ساتھ گوشت ہو اور اگر چربی کو گوشت
سے علیحدہ کیا تو اسمین امام سے روایت نہین اور ممکن ہے کہ امام کے نزدیک اسکے کھانے سے حانث نہ ہوا اور اگر فارسی زبان مین ہو تو حانث ہوگا اسواسطے
کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہین والیمین علی شراء الشحم بیعہ کہی علی اکلہ حکما وخلافا زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اسکے کھانے کی یمین کی مانند ہے حکم
مین اور خلاف صاحبین بین کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کھائی کہ چربی کو خرید نہ کریگا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کھانے سے حانث ہوتا ہے یعنی
پیٹ اور انتڑیون کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹھ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالالیۃ فی حلفہ لا یاکل
او لا یشتری شحما او لحما لانہا نوع ثالث اور اس قسم مین کہ چربی یا گوشت نہ کھاویگا یا خرید نہ کریگا دنبہ کی چکی کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکی چربی اور
گوشت کے سوا تیسری قسم ہے ولا یحنث بخبز او دقیق او سویق فی حلفہ لا یاکل ہذا البر الا بالقضم من عینہا لو مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمہا نیئۃ فلا
یحنث لا بالنیۃ فتح اور اس قسم مین کہ اس گیہون کو نہ کھاویگا اسکی روٹی اور آٹا اور ستو کھانے سے حانث نہوگا مگر بعینہ گیہون کے چابنے سے حانث ہوگا
اگر گیہون بھونے ہون جیسے ابالے گیہون چابنے سے حانث ہوتا ہے ہمارے عرف مین اور کچے گیہون چابے تو حنث نہین مگر کچے کی نیت سے کذا فی فتح القدیر
وفی النہر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول ہذہ الحنطۃ وتفسیر بعینہ ہی مسئلۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ہذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلہا کیف کان
ولو نیئۃ او خبزا الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیئۃ لا بنحو الخبز اور نہر الفائق مین کشف سے منقول ہے کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہے ایک وجہ
یہ کہ کہے کہ اس گیہون کو نہ کھاویگا اور اشارہ کرے گیہون کے ڈھیر کی طرف اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہے دوسری وجہ یہ کہ اسکو نہ کھاویگا بدون ذکر کرنے
گیہون کے تو اسکے کھانے سے حانث ہوگا جس طرح سے کہ کھاوے اگرچہ کچے گیہون کھاوے یا اسکی روٹی کھاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہون نہ کھاویگا
بلا اسم اشارہ تو اسکے کھانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کھاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہوگا ولو زرعہا لم یحنث بالخارج اور اگر
مسلوف علیہا نے گیہون کو بویا تو اسکے کھیت سے جو گیہون پیدا ہونگے انکے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی ہذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحوہ
لکن بعینہ وحلوی لا بالسف فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس قسم مین یعنی قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہ کھاویگا تو حانث ہوگا ان چیزون کے کھانے
سے جو اس سے بنائی جاتی ہین جیسے روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنی لپٹی اور کاچی اور حلوا مگر خود آٹا پھانکنے سے حانث ہوگا قول اصح مین چنانچہ اسکی وجہ بعینہ

کھجور کے درخت کھانے مین مذکور ہو چکی یعنے کیا آٹا کھانا عرف مین متروک ہے مجازی معنی متعین ہو گئے والخبز ما اعتادہ اہل بلد الحالف فالشامی بالبر والیمنی
بالذرۃ والطبری بخبز الارز وبعض اہل القری بالشعیر فلو دخل بلد البر واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی
یمین مین وہ روٹی مراد ہوگی جس روٹی کے کھانے کی اُس شہر والون کو عادت ہوگی جسمین قسم کھانے والا رہتا ہو تو شام کا رہنے والا گیہون کی روٹی
کھانے سے حانث ہوگا اور یمن کا رہنے والا جوار کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنے والا چاول کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور بعض گانون کا
رہنے والا جو کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کھانے والا گیہون کے شہر مین گیا اور ہمیشہ اُسکی یہی عادت رہی وہان بھی کہ سوائے جو کے گیہون کی
روٹی نہ کھائی تو حانث نہوگا مگر جو کی روٹی سے اگر اہل شہر کی عادت گیہون کی ہے اسواسطے کہ اُس شہر کا عرف خاص بھی معتبر ہے درباب یمین اُسکے حق مین کذا
فی فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانۃ انصرف الی الخابزۃ التی تضربہ فی التنور لا من عجنتہ وہیأتہ للضرب ظہیریۃ قسم کھائی کہ فلانی عورت کی روٹی
نہ کھاوینگا تو یہ قسم اُس روٹی پکانے والی کی طرف پھریگی جو تنور مین روٹی کو لگاتی ہے نہ اُس عورت کی طرف جسنے اُس روٹی کا آٹا گوندھا اور تنور مین لگانے کے
واسطے تیار کر دیا کذا فی الظہیریۃ ومنہ الرقاق لا القطائف والثرید وبعد ما دقہ او فتہ لانہ لا یسمی خبزا اور روٹی مین داخل ہین رقاق نہ قطائف اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ
ڈالنے یا چور کر ڈالنے کے کھایا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسکو روٹی نہین کہتے بلکہ اُسکا نام قطائف اور ثرید اور ملیدہ ہے ہم رقاق جمع ہے رقیق یعنے پتلی روٹی جسکو چپاتی
بولتے ہین اور قطائف جمع ہے قطیفہ ایک قسم کی روٹی کا نام ہے اور ثرید اُسکو کہتے ہین کہ روٹی توڑ کر شوربے مین تر کیجاوے وحنث فی لا یاکل طعاما من طعام فلان لو
باکل خلہ او زیتہ او ملحہ ولو بطعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزا اور اس قسم مین کہ کوئی کھانا نہ کھاوینگا فلانے کے طعام سے حانث ہوگا
اُسکے سرکا اور اُسکے روغن زیتون اور اُسکے نمک کے کھانے سے اگرچہ اُسکے نمک وغیرہ کو اپنی روٹی کے ساتھ کھاوے اور اگر اُسکا نبیذ یا پانی لیا اور اُس سے
روٹی کھائی تو حانث نہ ہوگا ہم ہر چند طعام لغت مین ہر ماکول کو کہتے ہین لیکن نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے عرف مین نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام
نہین بولتے تمھی نے کہا تو عرف مین بدون پختہ کھانے کے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہے خیسانہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لا یاکل
سمنا فاکل سویقا ولا نیۃ لہ ان بحیث لو عصر سال السمن حنث والا لا جوہرۃ اور اس قسم مین کہ گھی نہ کھاوینگا پھر اُسنے گھی ملے ستو کھائے اور اُسکی قسم
مذکور مین مخلوط گھی کھانے کی نیت نہ تھی تو اگر ستو ایسے ہون کہ اگر اُنکو نچوڑے تو گھی بہ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گھی سائل نہ ہو تو حانث نہ ہوگا کذا فی الجوہرہ ہم اور
اگر اُسنے مخلوط گھی کی بھی نیت کی ہو تو ہر صورت سے حانث ہوگا گھی سائل ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی وفی البدائع لا یاکل طعاما فاضطر لمیتۃ فاکل لم
یحنث اور بدائع مین ہے قسم کھائی کہ کھانا نہ کھاوینگا پھر وہ مردار کی طرف مضطر ہوا سو اُسنے اُسکو کھایا حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ مردار طعام نہین والشواء
والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی والمطبوخ بالماء اور شواء اور طبیخ واقع ہوتے ہین بھونے گوشت اور پانی کے ساتھ پکائے گوشت پر ہم
ہر چند شواء بالکسر اول لغت مین ہر بھونی چیز کو کہتے ہین خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسی طرح طبیخ وہ جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم مین
شواء اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تھا تو اگر قسم کھائی کہ شواء یا طبیخ نہ کھاوینگا تو بھونے چاول اور ابالی دال یا چاول کھانے سے حانث نہ ہوگا
ہذا فی عرفہم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع علی کل مطبوخ بالماء ولو دک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبی یہ یعنی طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے
ساتھ اُنکے عرف قدیم مین تھا اور ہمارے عرف مین تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہین جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گھی کے شامل مطبوخ
ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبی سے نقل کیا ہے ہم لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ اسم طبیخ کا شامل مطبوخ کو شامل
نہین تو اُسکے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی النہر الطعام لعلہم یاکل علی وجہ التطعم کخبز وفاکہۃ لکن فی عرفنا لا اور نہر الفائق مین ہے کہ طعام عام ہے ہر چیز
کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کے کھائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف مین ان اشیا کو طعام نہین کہتے ہین

کما مر والراس ما یباع فی مصرہ ای مصر الحالف اعتبار العرف اور سر سے وہ مراد ہی جو حالف کے شہر مین بکتا ہو باعتبار عرف کے تو اگر قسم کھائی کہ سر نہ کھاوینگا تو اُس سر کھانے سے حانث ہوگا جو اُسکے شہر مین بکتا ہو امام سے منقول ہی کہ اونٹ اور گاے اور بکری کے سر کھانے سے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہی کہ فقط بھیڑ بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف اپنے عرف کے ہی یہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہین تو مفتی پر واجب ہی کہ موافق عادت شہر کے فتوی دے کذا فی النہر والفاکھۃ التفاح والبطیخ والمشمش ونحوھا اور میوہ سیب ہی اور خربوزہ اور زرد آلو اور مانند اُسکے چنانچہ انجیر اور شفتالو اور بہی اور آلو اور امرود اور انجیر اور بادام اور پستہ اور عناب وقاعدہ کلیہ یہ ہی کہ میوہ اُسکا نام ہی جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہوکر بطریق تلذذ اور تنعم کھایا جاوے خواہ خشک ہو خواہ تر کذا فی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان مین آم اور جامن اور نالسہ اور کھنی اور نارنگی اور شیرین لیمون اور گنا اور بیر میوہ مین داخل ہین کہ لذت کے واسطے کھائے جاتے ہین لا العنب والرمان والرطب خلافا لھما فالخلاف عصر والعبرۃ للعرف فیحنث بالکل مایعد فاکھۃ عرفا ذکرہ الشمنی واقرہ المصنف اور انگور اور انار اور تر کھجور میوہ نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک انگور وغیرہ میوہ ہین اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف عادت زمانہ کے ہی اور قسم مین اعتبار عرف کا ہی تو حانث ہوگا اُسکے کھانے سے جسکو عرف مین میوہ شمار کرتے ہین شمنی نے ذکر کیا ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اُسکو مسلم رکھا ہی والحلوی مالیس من جنسہ حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اُسکو کہتے ہین جسکا ہمجنس کھٹا نہ ہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کھانے سے ہم اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاوینگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ شہد اور شکر کی کوئی قسم ترش نہین اور اگر انگور یا انار یا آلو کھاوینگا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کھٹا ہوتا ہی خبیص اُس حلوے کو کہتے ہین جو کھجور اور گھی سے بنایا جاوے کذا فی القاموس لکن المرجع فیہ لسان عادات الناس فقی بلاد فالاحنث فی فانید وعسل وسکر کما نقلہ المصنف عن الظہیریۃ لیکن حلوے کی حقیقت مین لوگون کی عادات پر اعتماد ہی سو ہمارے شہرون مین تو فانید اور شکر کے کھانے سے حنث نہین ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ظہیریہ سے نقل کیا ہی ہم اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاوینگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث نہ ہوگا ہر چند تعریف حلوے کی جو متن مین مذکور ہوئی وہ شہد وغیرہ پر صادق ہی لیکن حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ عرف مین شہد اور شکر کو حلوا نہین کہتے ہین فانید ایک قسم ہی شکر کی سرخ رنگ بشکل قرص بحر الرائق مین ہی کہ حلوا اور حلاوہ اور حلواء ایک ہی چیز ہی لیکن ہمارے عرف مین حلوا شہد کو کہتے ہین جو نشاستے کے ساتھ پکایا جاوے اور حلوا اور حلاوہ اُسکو کہتے ہین کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ پر پکایا جاوے تا کہ بستہ ہو جاوے کذا فی النہر ہم ہندوستان کے عرف مین حلوا عبارت اُس سے ہی کہ میدہ یا انڈا یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گھی کے ساتھ پکایا جاوے خواہ اسمین میوے مخلوط ہون یا نہ ہون والادام ما یصطبغ بالخبز اذا اختلط بہ کخل وزیت وملح لذوبہ فی الفم فیحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہی جسمین روٹی ڈبوکے اصطباغ چیز اسوقت صادق ہوتا ہی جب روٹی کسی چیز سے ملجاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون اور نمک کے واسطے گھل جانے نمک کے منہ مین تو اختلاط روٹی کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہی ہم شارح نے یہ دفع دخل کیا ہی سوال یہ ہوتا تھا کہ سالن اُسکا نام ہی جو روٹی کے ساتھ مختلط ہو اور نمک خشک چیز ہی اُسمین اختلاط کہان ہوا سیوین یا کہ نمک منہ کے اندر گھل کر روٹی سے ملجاتا ہی تو سالن کہنا اُسپر صادق آیا لا اللحم والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا اور پنیر ادام نہین امام اور ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ گوشت اور انڈا اور پنیر ایسی چیز نہین جسمین روٹی ڈبوئی جاوے کذا فی المنح وقال محمد ہو ما یوکل مع الخبز غالبا وھو الاظھر کما فی البحر عن التہذیب اور محمد نے کہا کہ ادام یعنی سالن وہ ہی جو روٹی کے ساتھ اکثر کھایا جاتا ہی یہی قول امام محمد کا مفتی بہ ہی چنانچہ بحر الرائق مین تہذیب قلانسی سے منقول ہی ہم اور حاوی قدسی مین کہا ہی کہ قول محمد کا ماخوذ ہی اور محیط مین ہی کہ یہی اظہر ہی اور فقیہ ابو اللیث نے بھی اسی کو لیا ہی اسواسطے کہ ادام موادمت سے ہی اور موادمت بمعنی موافقت کے ہی اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہی جیسے گوشت اور انڈے اور مانند اُسکے تو موجب قول مفتی بہ گوشت اور انڈے ادام مین داخل ہین کذا فی المنح وفیہ فما یوکل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنب وبطیخ وبقل وسائر الفواکہ

بکل

لیس اداماً الا فی موضع یوکل تبعاً للخبز غالباً اعتباراً للعرف اور بحر الرائق میں ہے کہ جو چیز تنہا بلا آمیزش کھائی جاتی ہو اگرچہ جیسے خشک کھجور اور خشک انگور اور اخروٹ اور انگور
اور خربوزہ اور ترکاری جیسے مولی گاجر اور باقی میوے ادام نہیں ہیں مگر اُس مکان میں البتہ ادام ہیں یہ اکولات جہاں روٹی کے ساتھ کھائے
جاتے ہیں اکثر بنابر اعتبار عرف کے وفی البدائع الجوز رطبۃ فاکہۃ ویابسۃ ادام اور بدائع میں ہے کہ تر اخروٹ میوہ ہے اور خشک ادام ہے فروع مسائل
ملحقہ شارح کے حلف لا یاکل طعاما الا خبزا فصبلا والآخر فلفلا فطبخ حسو فیہ کل ذلک فاکلوا لم یحنثوا الا صاحب الفلفل لانہ لا یوکل الا کذا وہذا ان وجد طعمہ
یرا فی الزعفران رویتہ عینہ قسم کھائی ایک نے کہ گوشت اور دوسرے نے کہ پیاز اور تیسرے نے کہ کالی مرچ نہ کھاوینگا پھر حریرہ پکایا گیا جسمیں یہ سب چیزین
ہین سو تینوں شخصوں نے اُسکو کھایا تو کوئی حانث نہ ہوگا سوا صاحب فلفل کے اسواسطے کہ سیاہ مرچ نہیں کھائی جاتی مگر اسی طرح مخلوط ہوکر
اور یہ حانث ہونا اسوقت ہے جب کہ مرچ کا مزہ معلوم ہوتا ہے اور زعفران کی قسم میں خود زعفران کے کھانے میں نظر آنا زیادہ کرنا چاہیے
یعنے اگر زعفران کا رنگ نظر نہ آویگا تو حانث نہ ہوگا ولی لا یاکل لبنا فطبخ بارزا ولا ینظر الی فلان فنظر الی یدہ او رجلہ او علی راسہ لم یحنث والی
راسہ وظہرہ وبطنہ حنث اُس قسم میں کہ دودھ نہ کھاوینگا پھر دودھ کو چانول کے ساتھ پکایا یا قسم کھائی کہ مثلاً زید کو نہ دیکھیگا پھر اُسکا
ہاتھ یا پانوں یا اُسکا کاسہ سر دیکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اُسکا سر اور پیٹھ اور پیٹ کو دیکھا تو حانث ہوگا ہم فتاوی عالمگیری میں منتقی اور محیط سے منقول ہے
کہ رویت چہرہ اور سر یا بدن کے دیکھنے سے ہوتی ہے اور پیٹھ کے دیکھنے یا پیٹ اور سینہ کے دیکھنے سے بھی ہوتی ہے طحطاوی نے کہا تو معلوم
ہوا کہ شارح کے کلام میں واو بمعنی او ہے وفی المس یحنث بمس الید والرجل اور چھونے میں حانث ہوگا ہاتھ اور پانوں کے چھونے سے عرض علیہ
الیمین فقال نعم کان حالفا فی الصحیح کذا فی الصیرفیۃ وغیرہا قال المصنف ہذا ہو المشہور لکن فی فوائد شیخنا عن التاتارخانیۃ انہ بنعم لا یصیر حالفا ہو الاصح
ثم فرع ان الاصح من التعالیق فی المحاکم ان الشاہد یقول للزوج تعلیقا فیقول نعم لا یصح علی الصحیح عرض کی گئی ایک شخص پر یمین سو اُسنے کہا ہاں تو
مجیب حانث ہوگا قول صحیح میں کذا فی الصیرفیۃ وغیرہا مصنف نے شرح میں کہا کہ یہی مشہور ہے اکثر کتب فقہ میں یعنے یہاں کا تصحیح
ہونا ہاں کہنے سے لیکن ہمارے استاد کے فوائد میں یعنے صاحب بحر کے فوائد میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ ہاں کہنے سے حانث نہیں ہوتا ہے یہی قول
صحیح ہے پھر صاحب بحر نے اسپر تفریع کی کہ جو تعلیقات قاضیوں کی کچہریوں میں واقع ہوتی ہیں کہ شاہد نکاح کا زوج سے بطور تعلیق کہتا ہے اسطرح کہ اگر
تونے تین مہینے تک زوجہ کا نفقہ نہ بھیجا تو تیری زوجہ مطلقہ ہے پھر زوج کہتا ہے کہ ہاں تو یہ تعلیق طلاق کا صحیح نہیں بنابر قول صحیح کے هم معلوم ہوا کہ تصحیح
کی تصحیح مختلف ہے لیکن ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قول اول اصح ہے بدلیل شہرت چنانچہ اُسکی تائید آخر کتاب الیمین میں آویگی واللہ اعلم التغدی الاکل المترادف
الذی یقصد بہ الشبع وکذا التعشی ولا بد ان یاکل اکثر من نصف الشبع فی غداء وعشاء وسحور تغدی یعنے اول روز کا کھانا عبارت ہے پورے کھانے سے جس سے
آسودگی مقصود ہو تو ایک دو لقمہ کھانے سے غدا یا عشا ثابت نہوگا اور اسیطرح تعشی یعنے آخر روز کے کھانے میں اکل مترادف بقصد آسودگی داخل ہے اور ضرور ہے
آدھے پیٹ سے زیادہ کھانا غدا اور عشا اور سحور میں هم غدوہ عبارت ہے اول روز سے اور عشی آخر روز سے اور سحر آخر شب سے اور غداء بالفتح اول وہ اول روز کے
طعام کو کہتے ہیں اور عشا بالفتح اول یہ آخر روز کے طعام کو بولتے ہیں اور سحور بالفتح اول آخر شب کے طعام کا نام ہے فی وقت خاص ہوا بعد طلوع الفجر وفی البحر
عن الخلاصۃ عند طلوع الشمس قال وینبغی اعتمادہ للعرف زاد فی النہر واہل مصر یسمونہ فطورا الی ارتفاع الضحی الاکبر فیدخل وقت الغداء فیعمل بعرفہم ثم قال
ولذلک اہل الشام الی زوال الشمس تغدی عبارت ہے وقت خاص میں کھانے سے اور وہ وقت خاص ہے بعد طلوع ہونے فجر کے
آفتاب ڈھلنے تک اور بحر الرائق میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ابتدا وقت طلوع شمس سے ہے کہا صاحب بحر نے کہ روایت خلاصہ کی لائق عمل
ہے بسبب عرف کے نہر الفائق میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے کہ اہل مصر اس طعام کو فطور کہتے ہیں یعنے طلوع آفتاب سے ڈیڑہ پہر دن چڑھے تک

پھر اسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہے تو مصر مین اُنکے عرف کے موافق عمل کرنا چاہیے شارح کہتا ہے اور اسیطرح اہل شام لطور اور غدا کا وقت بعد اسکے
ہین ہم اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہین اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہین تو اہل سند کا غدا اکثر پہر دن چڑھے
کے بعد ہوتا ہے ثم لا ابدان یکون مما یتغدی بہ اہل بلدہ عادۃ پھر تغذی مین یہ ضرور ہے کہ ویسا کھانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر لطور اپنی عادت کے
کھاتے ہون وغدا ء کل بلدۃ ما تعارفہ اہلہا حتے لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری زیلعی اور ہر شہر مین اول روز کے کھانے سے
وہ کھانا مراد ہے جو وہان کے لوگون مین رائج ہو یہان تک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہوجاویگا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی شرح
الزیلعی ہم اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیون کی غذا اکثر دودھ ہے اور وہان کے شہریون مین یہ عادت نہین اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کھچڑی سے پیٹ بھر لیگا
تو حانث ہوگا لسبب عموم عرف کے والتعشی منہ ای الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوٰۃ العصر قلت وہو فی عرف
مصر والشام الی نصف اللیل اور تعشی یعنے آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے ہے آدھی رات تک اور بحر الرائق مین اسبیجابی سے منقول ہے
کہ ہمارے عرف مین عشا کا وقت بعد نماز عصر ہے شارح کہتا ہے اور یہی مصر اور شام مین عادت ہے ہم اور اہل ہند مین عشا اکثر مغرب کے بعد پہر رات گذرنے
سے معمول ہے والسحور ہو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحرگہی اور سحری وہ کھانا ہے آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک قال ان
اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلک فعبدی حر ونوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم [illegible] اصلا فیحنث بای شیئ
اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمۃ او کل میاہ العالم حتے لا یحنث اصلا لنیۃ محتمل کلامہ کہا ایک شخص نے اگر مین کھاؤن یا پیون یا بولا
کہ اگر مین پہنون یا نکاح کرون اور مانند اس قول کے جسمین فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہ ہو تو میرا غلام آزاد ہے اور نیت کی قائل نے معین چیز
کی یعنے روٹی کے اکل مین اور دودھ کے شرب مین اور روئی کے لبس مین مثلا تو اسکی ہرگز تصدیق نہوگی نہ دیانۃ نہ قضاء تو حانث ہوگا ہر چیز کے کھانے
اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا کہ دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور مین اگر سب کھانون
اور سارے عالم کے پانیون کی نیت کریگا تاکہ اصلا حانث نہو تو صحیح ہے لسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنے فعل مین عموم تو ثابت تھا اُسکو
اُسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضم لا ان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال عنیت
شیئا دون شیئ لانہ ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم کالنکرۃ فی النفی اور اگر فعل مذکور مین مفعول کو ملایا یعنے یون کہا کہ
اگر مین طعام کو کھاؤن یا پینے کی چیز پیون یا کپڑا پہنون تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی جبکہ قائل یون کہے کہ مین نے مثلا طعام سے روٹی کا ارادہ کیا
نہ گوشت کا اسواسطے کہ اُسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہے تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہے سیاق شرط مین تو عام ہوگا جیسے نکرہ سیاق نفی
مین عام ہوگا ہم شرط مثبت مین حلف نفی پر ہوتی ہے تو حالف کا یون کہنا ان لبست ثوبا راجع ہے لا البس ثوبا کی طرف لیکن یہ تاویل خلاف ظاہر ہے
لہذا قاضی اسکو قبول نہ کریگا کذا فی فتح القدیر والاصل ان النیۃ انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلاث فیدین فی فعل الخروج والمساکنۃ وتخصیص
الجنس کحبشیۃ او عربیۃ لا الصفۃ ککوفیۃ او بصریۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہے کہ نیت صحیح نہین ہوتی مگر ملفوظ مین مگر تین صورت
مین بدون ملفوظ بھی نیت صحیح ہے تو دیانۃ تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل مین اور تخصیص جنس مین جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت مین جیسے کوفی یا بصری عورت
کذا فی الفتح ہم یعنے اگر قائل نے کہا کہ اگر مین نکلون یا زید کو اپنے پاس رکھون تو غلام آزاد ہے پھر اُسنے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے
ایک کوٹھری مین رہنے کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہے سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بھی کئی طرح
کی ہوتی ہے یعنے ایک کوٹھری مین ساتھ رہنا یا ایک گھر مین یا ایک شہر مین اور فعل محتمل ہے تنویع کا نہ تخصیص کا اور اسی طرح اگر اُسنے حالف کیا

کہ عورت سے نکاح نہ کریگا اور اُسنے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہو اسواسطے کہ حبشی ایک نوع ہو عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع
سے ہوئی اور اگر مثال مذکور مین کوفی اور بصری عورت کی نیت کریگا تو صحیح نہ ہوگی اسواسطے کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہو عورت کی اور
حالانکہ صفت مذکور نہین تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی نیۃ تخصیص العام تصح دیانۃ اجماعاً فلو قال
کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق ثم قال نویت من بلد کذا لا یصدق قضاء وکذا من غصب دراہم انسان فلما حلفہ الخصم عاما نوی خاصا بہ یفتی
خلافا للخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہو دیانۃ بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہو پھر اُسنے کہا کہ مین نے
فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاءً اُسکی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہو اور اسیطرح جسنے ایک
انسان کے درم غصب کیے پھر جب مدعی نے اُسکو عام قسم دلائی تو اُسنے خاص کی نیت کی یہی قول مفتی بہ ہو کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہو نہ قضاءً بخلاف
خصاف کے کہ اُنکے نزدیک تخصیص عام دیانۃ اور قضاءً دونون طرح درست ہو ہم مدعی کی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہو اسواسطے کہ خدا کی قسم مین قاضی کا حکم جاری نہین
چنانچہ شارح بیان کریگا صورت قسم لینے کی یون ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلاً چھین لیے مدعی نے اُس سے عام قسم لی اسطرح کہ اگر مین نے تیرا مال غصب
کیا ہو تو اُسکی عورت کو طلاق ہو پھر اُسکا غصب کرنا ثابت ہو گیا سو اُسکی عورت نے قاضی کے پاس نالش کی اپنی طلاق واقع ہونے کی تو زوج نے تخصیص عام کا دعوی
کیا یعنی کہا کہ مین نے [illegible] وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درم کی تا طلاق واقع نہ ہو تو قاضی اُسکی تصدیق نہ کریگا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق
کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ متی حلفہ ظالم واخذ بقول الخصاف فلا باس بہ اور ولوالجیہ مین ہو کہ جب حالف کو ظالم قسم دلاوے اور وہ خصاف کے
قول پر عمل کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہو کہ اگر اخذ دیانۃ مراد ہو تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہین ظاہر الروایت مین بھی تخصیص عام
کی دیانۃ صحیح ہو اور اگر اخذ قضاءً مراد ہو تو اُسکی کوئی وجہ ظاہر نہین اسواسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاءً بقول خصاف لا معنی ہو یہ اُس صورت مین ہو کہ جب اخذ کا
فاعل حالف ہوا اور اگر قاضی کو فاعل اُسکا قرار دیجیے تو باوجودیکہ ولوالجی کی عبارت مین قاضی مذکور نہین اور پریشانی ضمائر کی اسپر علاوہ ہو تو بھی قاضی کو حکم
کرنا بقول ضعیف جائز نہین لیکن خلاصہ مین یہ ہو کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتوی ہو تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہو کہ فاعل اخذ کا مفتی ہو
یعنے اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہو کہ بقول خصاف فتوی دے لیکن اسمین بھی خلل ہو کہ مفتی کو فتوی بالدیانۃ بھی جائز ہو یا نہین اور معلوم ہو چکا ہو
کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہو قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہین بہر صورت یہ مسئلہ تحریر طلب ہو واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق او عتاق وکذا باللہ
لو مظلوما وان ظالما فللمستحلف اور فقہا نے کہا کہ نیت کا اختیار واسطے حالف کے ہو اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہوا اور اسی طرح حلف باللہ کی نیت مین
اُسکو اختیار ہو اگر حالف مظلوم ہوا اور اگر حالف ظالم ہو تو یمین باللہ مین حلف لینے والے کی نیت معتبر ہو ہم ظہیریہ مین ہو کہ ایک شخص نے قسم دلائی دوسرے
شخص کو سو اُسنے قسم کھائی اور مستحلف کے مقصود کے سوا اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہو تو حالف کی نیت معتبر ہو خواہ حالف ظالم ہو یا
مظلوم اور اگر یمین باللہ ہو تو اگر حالف مظلوم ہو تو اُسکی نیت معتبر ہو اور اگر حالف ظالم ہو تو مستحلف کی نیت معتبر ہو طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت مین
ہو جب گذشتہ پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہو نہ قضاء کی لا تعلق للقضاء بالیمین باللہ کچھ تعلق نہین قاضی کے حکم کو خدا کی قسم مین اسواسطے
کفارہ یمین حق اللہ ہو اُسمین حق العبد نہین تاکہ وہ حالف سے قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہین کہ یمین باللہ کو دار القضا سے کچھ اصلا
تعلق نہین اسواسطے کہ جب مدعی سے گواہ نہ ہوسکے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لیگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یشرب من شئ یمکن فیہ
الکرع نحو دجلۃ فیمینہ علی الکرع منہ حتی لو شرب من نہر اغترافا منہ لم یحنث قسم کھائی کہ نہ پیے گا اُس شی سے جسمین منھ ڈال کر پینا ممکن
ہو چنانچہ نہر دجلہ یا لبالب تغار سے تو یمین اُسکی اُسمین منھ ڈال کر پینے پر منعقد ہوگی یہان تک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اُٹھا کر

پیے گا تو حانث نہ ہو گا وفی البحر عن الظہیریۃ الکرع لایکون الا بعد الخوض فے الماء لکن فے القہستانی عن الکشف انہ لیس شرطا اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے
منقول ہے کہ کرع متحقق نہیں ہوتا مگر بعد گھسنے کے پانی میں لیکن قہستانی میں کشف سے منقول ہے کہ کرع میں پانی کے اندر گھسنا شرط نہیں ہے کرع لغت میں اس سے
عبارت ہے کہ اپنے منہ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانور میں ثابت ہے کہ وہ بدون ادخال اپنے اکارع کے پانی میں نہیں پیتا غالباً بعد اسکے
کرع انسان میں مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی میں منہ ڈال کر جانور کے مانند پیے اگرچہ پانی میں پانوں نہ ڈالے کذا فی المنح الاکارع جمع کراع بالضم بمعنی پاچہ
بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضاً بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیے گا تو حانث ہو گا بدون کرع کے بھی یعنی برتن سے پینے میں فی مالا یتاتی
فیہ الکرع کالبئر والجب یحنث بالشرب بالاناء مطلقا سواء قال من البئر او من ماء البئر لتعین المجاز اور جس میں منہ ڈال کر پانی پینا نہیں ہو سکتا جیسا کہ
کنواں اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی میں ہر طرح حانث ہو گا برابر ہے کہ لایشرب من البئر کہا ہو یا لایشرب من ماء البئر بولا ہو بسبب معین ہو جانے
مجاز کے ہم جب منہ لگا کر پانی پینا متعذر ہوا تو مجاز متعین ہو گیا یعنی برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا اور لبالب تغار کے کہ وہاں حقیقت حاصل ہے
یعنی منہ ڈال کر پینا اور ہوتے حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہے جب بجائے مہملہ بڑا مٹکا ہے جسکو مٹھ اور گولی بھی بولتے ہیں اور فارسی میں خم کہتے ہیں
طحطاوی نے کہا کہ کنواں اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے نہوں ورنہ منہ ڈال کر پانی پینا متصور ہو گا ولو تکلف الکرع فیما لا یتاتی فیہ
ذلک ای الکرع لا یحنث فے الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے تکلف منہ ڈالکر اسمیں سے پانی پیا جسمیں کرع نہیں [illegible] مثلاً کنوئیں میں اُتر کے
کرع کیا تو حانث نہو گا قول اصح میں بسبب عدم عرف کے او کان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین و بطلت و بقائها اذ لا بد من تصور
الاصل لتعقد فی حق الخلف وهو الکفارۃ ثم فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمانہ مستقبل میں شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اسکے باقی رہنے کے اگرچہ
طلاق کی یمین ہو اسواسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم مقام کے حق میں یعنی کفارہ کے حق میں پھر مصنف نے اس قاعدہ پر
اپنا اگلا قول متفرع کیا ہم مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہے کہ قسم کو قائم رکھیے اور پورا کیجیے اور کفارہ دینا مقصود اصلی نہیں ہے لہذا یمین غموس اور یمین لغو میں کفارہ
واجب نہیں اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے پھر جب بر یمین یعنی قسم کا پورا کرنا محال ہوا تو حنث بھی محال ہو گا اسواسطے کہ ترک نہیں ہو سکتا
مگر اسی چیز میں جسکا وجود ہو سکے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ففے حلفه لا یشربن ماء هذا الکوز الیوم ولا ماء فیه او کان فیه ماء فصب ولو بفعله
او بنفسه فے یومه قبل اللیل و اطلق یمینه عن الوقت ولا ماء فیه لا یحنث سواء علم وقت الیمین ان فیه ماء او لا فی الاصح لعدم امکان البر تو اس قسم میں
کہ واللہ اس کوزہ کا پانی میں آج مقرر پیوں گا اور حالانکہ اسمیں پانی نہیں یا اسمیں پانی تھا مگر گرا دیا گیا اگر حالف کے فعل سے گرایا خود کوزہ کے ڈھلنے سے گر گیا اسی
دن میں رات سے پہلے یا یمین مطلق ہو یعنی اسمیں وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ میں پانی نہ تھا تو حانث نہ ہو گا بسبب عدم امکان بر کے برابر
ہے کہ قسم کے وقت کوزہ میں پانی ہونیکا اسکو علم ہے یا نہ ہو قول اصح میں ہم جس صورت میں کہ کوزہ میں پانی نہیں تو انعقاد یمین کی شرط
ابتدا سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانے کی صورت میں بقائے یمین کی شرط نہ حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیه ماء فصب حنث لوجوب
البر فی المطلقة کما فرغ وقد فات بصبه اما الموقتة ففے آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا بلا ذکر یوم یعنی یوں قسم کھائی کہ واللہ
اس کوزہ کا پانی پیوں گا اور قسم کے وقت اسمیں پانی تھا سو اسنے گرا دیا تو حانث ہو گا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق میں بمجرد فراغت ہونے
کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہو گیا اور یمین موقت میں تو وجوب بر آخر وقت میں ہوتا ہے لہذا پانی گرانے سے قبل اخیر وقت
موقت میں حانث نہیں ہوتا وهذا الاصل فروعه کثیرۃ منها ان لم تصلی الصبح غدا فانت کذا لا یحنث بحیضها بکرۃ فی الاصح اور اسکی یعنی امکان
بر یمین کے بہت فروع ہیں از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھیگی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو بقول اصح زوج حانث

حانث نہ ہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صحیح کیفیت شرعاً ممکن نہیں ومنہا ان لم تردی الدینار الذی اخذتیہ من
کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر اور از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دیگی جسکو تو نے میری تھیلی سے لیا ہے
تو تو مطلقہ ہے اور ناگہاں وہ دینار زوج کی تھیلی میں ہے تو زوجہ مطلقہ نہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنے پھیرنا بدون لینے کے نہیں ہوتا ومنہا ان لم تہبینی صداقک
الیوم فانت طالق وقال ابوہا ان وہبتیہ فامک طالق فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرہا ثوبا ملفوفا وتقبضہ فاذا انقضی الیوم لم یحنث ابوہا لعدم الہبۃ ولا الزوج
للعجز عن الہبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع ردتہ بخیار الرؤیۃ اور از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو مہر اپنا آج مجکو ہبہ
کریگی تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کریگی تو تیری ماں مطلقہ ہے تو تدبیر اُسکی خلاصی کی یہ ہے کہ
زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لیکر اُسپر قبضہ کرلے پھر جب وہ دن گذر جاویگا تو زوجہ کا باپ حانث نہ ہوگا بسبب
عدم ہبہ کے اور نہ زوج اُسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے بواسطے ساقط ہوجانے مہر کے بیع
سے یعنی جب اُسنے بعوض مہر کپڑا خرید کیا تو وہ اُسکی مالک نہ رہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نہ رہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال
بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو مہر اُسکا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہو جاویگا طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنیکی
قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر قبضہ نہ ہوگا تو بھی یہی حکم ہے اور ثوب ملفوف خرید کرنے کا فائدہ یہ ہے تا پھیرنا خیار رویت سے ممکن ہو اب چند فروع اس
قاعدہ کے مترجم نقل کرتا ہے انجملہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاویگا
سو رات ہونے سے پہلے اُسکو کوئی کھا گیا یا قسم کھائی کہ زید کو نہ دیگا یا اُسکو نہ ماریگا یا اُس سے بات نہ کریگا بلا اجازت خالد کے پھر خالد
مرگیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہیں یا قسم کھائی کہ اگر اس رات کو اس
گھر میں سووے تو عورت اُسکی مطلقہ ہے اور حالانکہ وقت حلف صبح ہو چکی تھی اور اُسکو علم نہ تھا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی نوم
ہے سو اب متصور نہیں کذا فی الطحطاوی وعن البحر وفی حلفہ واللہ لیصعدن الی السماء او لیقلبن ہذا الحجر ذہبا حنث للحال لامکان البر حقیقۃ ثم یحنث
للعجز عادۃ ولو وقت الیمین لم یحنث مالم یمض ذلک الوقت اور اس قسم میں کہ واللہ مقرر چڑھیگا آسمان پر یا واللہ مقرر اس پتھر کو سونا کردیگا فی الحال حانث
ہوگا بسبب ممکن ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے کے صعود اور تقلیب سے بنابر عادت کے اور اگر یمین کو کسی وقت کے موقت کریگا تو جبتک
وہ وقت نہ گذر جاویگا حانث نہ ہوگا ہم آسمان کا چڑھنا فی نفسہ ممکن ہے اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور انبیا بالیقین ثابت ہے اور اسی طرح پتھر کا سونا ہوجانا تحویل
الٰہی ممکن ہے متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنا بر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہے لہذا فوراً حانث ہوگا بخلاف مسئلہ
کوزہ کے اسواسطے کہ درصورت پانی نہ ہونے کے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ میں ہو ممکن نہیں کذا فی منح الغفار وفی خیرۃ الفقہاء قال لامرأتہ ان لم
اعرج الی السماء ہذہ اللیلۃ فانت کذا ینصب سلما ثم یعرج الی سماء البیت لقولہ تعالی فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت قال الباقانی والظاہر خروجہا
عن قاعدۃ مبنی الایمان اور کتاب خیرۃ الفقہاء میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں آج کی رات آسمان پر نہ چڑھ جاؤں تو تجکو طلاق
ہے تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونے کی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حقتعالی
لینے چاہیے کہ رسی تانے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف میں گھر کی چھت ہے یعنے سما کا اطلاق قرآن مجید میں چھت پر آیا ہے تو اگر چھت پر چڑھ جاویگا
تو حانث نہ ہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہے خروج اس حیلہ کا مبنی یمینوں کے قاعدہ سے یعنی بنا یمین عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین میں گذر
ہو چکا ہے تو جس نے یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اُسنے بنا یمین کا قاعدہ چھوڑا وکذا الحکم لو حلف لیقتلن فلانا عالما بموتہ اذ یمکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالی فیحنث

اور اسی طرح کا حکم ہو انعقاد اور حنث فی الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کریگا اُسکی موت کو جانکر اسواسطے کہ ممکن ہو قتل اُسکا بعد موت کا بعد زندہ کر دینے
حق تعالیٰ کے پھر حانث ہوگا بسبب عجز عادی کے وان لم یکن عالما بموتہ فلا یحنث لانہ عقد یمینہ علی حیوۃ کانت فیہ ولا یتصور کمسئلۃ الکوز وکقولہ ان ترکت
مس السماء فعبدی حر لان الترک لا یتصور فی غیر المقدور اور اگر اُس شخص کی موت کو نہ جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا اُسکے قتل کی قسم کھانے میں اسواسطے
کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اُس حیات پر جو اُسمین تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہین بالفرض اگر حق تعالیٰ نے اُسکو زندہ بھی کر دیا تو یہ
زندگی وہ زندگی نہین جسپر قسم واقع ہوئی تو یہ مسئلہ عدم امکان میں مثل کوزہ کے مانند ہوا اور مانند اس قول کے ہوا کہ اگر مین آسمان کا چھونا چھوڑ دون
تو اُسکا غلام آزاد ہے اسواسطے کہ ترک متصور نہین امر غیر مقدور مین یعنی جب آسمان کا چھونا مقدور سے باہر ہوا تو ترک بھی اُسکا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے
عدم قدرت عادی مراد ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وہو نائم فایقظہ فلو لم یوقظہ لم یحنث ہو المختار قسم کھائی کہ مثلا زید سے کلام نہ کریگا
پھر اُسکو پکارا اور وہ سوتا تھا سو اُسکو جگایا تو حانث ہوگا سو اگر اُسکے پکارنے سے نہ جاگا تو حانث نہوگا یہی قول مختار ہے اور یہی مختار قدوری کا قول ہے یعنی اتفاقا
شرط نہین حنث کی ولو استیقظ حنث لو بحیث یسمع ویشترط انفصالہ عن الیمین فلو قال موصولا ان کلمتک فانت طالق فاذہبی او واذہبی لا تطلق مالم یرد
الاستیناف ولو قال اذہبی طلقت لانہ مستانف اور اگر زید جاگتا ہوگا تو اُسکے پکارنے سے حانث ہوگا اور اگر اتنا قریب ہو کہ اُسکی آواز کان لگا
سے سن سکے بشرطیکہ کلام ندا منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہوا اسطرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھسے کلام کرون تو تو طالق ہے سو تو
جا یا یون کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی تا وقتیکہ ابتداء کلام کی نیت نہ کریگا اور اگر ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذہبی کہا بدون فے اور واو
کے تو مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ یہ کلام جداگانہ ہے یمین سے متصل نہین ہم فاذہبی یا واذہبی بسبب فے اور واو عاطفہ کے یمین سے موصول ہے لہذا اس کلام سے بلا نیت
استیناف حانث نہ ہوگا بخلاف اذہبی کے کہ اُسمین کوئی حرف وصل نہین تو بسبب استیناف کے حانث ہوگا ولو قال یا حائط اسمع او اصنع کذا وکذا وقصد
اسماع المحلوف علیہ لم یحنث ظہیریہ اور اگر کہا کہ اے دیوار سن یا ایسا ویسا کام کر اور اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا قصد کیا تو حانث نہوگا کذا فی الزیلعی اور
اگر سنانے کا قصد ہو تو اولیٰ اور سے حانث نہ ہوگا ہم حانث اسواسطے نہ ہوگا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ کے نہین ہوتا اور دلیل اسکی وہ روایت ہے
کہ عبد الرحمن بن عوفؓ نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفانؓ سے نہ کلام کرینگے تو جب عبد الرحمن انکی طرف ہو کر نکلتے تھے تو جو مطلب ہوتا تھا وہ یون کہتے تھے
کہ اے دیوار ایسا کر اور اے دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر دیوار کچھ شرط نہین بلکہ توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کی طرف کافی ہے عدم حنث مین چنانچہ بحر الرائق
مین مصرح ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلہ اپنے بھائی سے کریگی تو تجھکو طلاق ہے پھر جب اسکا بھائی اُسکے پاس آیا اور اُسکے پاس ایک لڑکا تھا
تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کر کے کہ میرے زوج نے ایسا کیا یہان تک کہ اُسکے بھائی نے سنا تو اُسپر طلاق واقع نہ ہوگی اسواسطے کہ اُسنے بھائی سے
شکایت نہین کی کیونکہ اُسکی طرف مخاطب نہین ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کریگا پھر ایک جماعت کو سلام کیا جنمین زید بھی تھا سو حانث ہوگا
اور اگر زید کی طرف خطاب کی نیت نہ کریگا تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہوگی تو سلام کرنے سے حانث نہوگا خواہ زید داہنی طرف ہو خواہ
بائین طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے کواڑ مین دھکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہے تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ سال محمد وہو صغیر
ابا حنیفۃ عمن قال لا والله لا اکلمک ثلث مرات فقال ابو حنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد وقال انظر حسنا یا شیخ فنکس ابو حنیفۃ ثم قال حنث مرتین فقال محمد احسنت
فقال ابو حنیفۃ لا ادری ای الکلمتین اوجع سے قولہ حسنا او احسنت اور سراجیہ مین ہے کہ سوال کیا محمد بن حسن نے طفلی کی حالت مین امام ابو حنیفہ سے
اُس شخص کے حق مین جسنے دو مرتبہ سے کہا واللہ مین تجھسے کلام نہ کرونگا تین بار سو امام نے کہا پھر کیا ہوا تو محمد نے تبسم کیا اور کہا اے شیخ خوب
تامل کیجیے تو سر جھکا لیا امام نے پھر فرمایا وہ شخص دو بار حانث ہوا تو محمد نے کہا خوب کہا آپ نے تو امام نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ وہ لفظون مین سے

کونسا لفظ میرے واسطے دردناک ہے اسکا حسنا کہنا یا احسنت کہنا ہمسوال امام محمد کا داعر کو محتمل تھا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہے یا قال سے اگر لا اکلمک سے متعلق ہے
تو یہ مطلب ہے کہ تجھسے تین بار کلام نہ کرونگا اول امام یہی سمجھے لہذا فرمایا کہ کچھ کیا ہوا یعنے حالف نے کئی بار اس قسم کے بعد کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو قال سے
متعلق کیجیے تو مطلب یہ ہے کہ حالف نے تین بار یہ کہا کہ تجھ سے کلام نہ کرونگا سوال سے محمد کو یہی مقصود تھا لہذا ابو یوسف نے کہا کہ تامل کیجئے جواب
دیجیے اور جلدی کی کچھ حاجت نہیں پھر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث ہوگا اسواسطے کہ ایکبار کہنے
سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دو بار حنث ہوا اور لفظ حسنا کہنا اسواسطے کہ وہ حادث ہوا کہ عدم
تامل مجیب پر دلالت کرتا ہے اور احسنت کہنا اسواسطے برا معلوم ہوا کہ علم مسائل پر دلالت کرتا ہے یعنے سائل کو مسئلہ معلوم تھا لیکن امتحان کے واسطے سوال
کیا اور چونکہ حالت طفلی میں یہ گفتگو ہوئی تو اسمین محمد بن حسن کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت نہیں ہوتی او حلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن لہ ولم
یعلم بالاذن فکلمہ حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم یا قسم کھائی کہ اس سے کلام نہ کریگا مگر اسکے اذن سے سو اسنے اذن دیا اور حالف
کو اسکا اذن دینا معلوم نہ ہوا پھر اس سے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان کے معنی اعلام ہے تو اذن میں علم
مشروط ہوا ہم اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہے کذا فی النہر اسواسطے کہ اشتقاق صغیر میں مجرد مزید سے مشتق نہیں ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہے مصنف
نے اپنی شرح میں کہا یا اذن [illegible] نے الاذن سے ماخوذ ہے پھر صورت تحقیق اذن کا بدون سماع کے نہیں ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضی
من اعمال القلب فیتم بخلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہو گیا اسکے کلام سے اور حالف کو اسکی رضا کا علم
نہ ہوا پھر اسنے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہے تو اسکا تحقیق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اسمین مشروط نہیں
الکلام والتحدیث لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارة وکتابة کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہیں ہوتا بدون زبان کے تو حانث
نہ ہوگا اشارہ کرنے اور لکھنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے سے کلام نہ کریگا پھر اسکو خط لکھا یا اسکی طرف پیام بھیجا یا اسکی طرف آنکھ
یا ہاتھ سے اشارہ کیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی الفتح وفی الخانیة لا اقول لہ کذا فکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد
مسئلة شم الریحان عن الجامع انہ کالکلام خلافا لابن سماعة اھ خانیہ میں ہے قسم کھائی کہ اس سے نہ کہونگا ایسا پھر اسکی طرف لکھ بھیجا تو حانث ہوگا تو فرق
ہوئی قول اور کلام میں کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے نقل کیا ہے کہ قول مانند کلام کے
ہے یعنی کتابت سے قول بھی ثابت نہیں ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے ھم تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول میں تین قول ہیں جامع کا یہ قول ہے کہ کلام اور قول کتابت سے
ثابت نہیں ہوتے اور قاضی خان کے نزدیک تفریق ہے کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں کہا کہ کلام اور قول دونوں
کتابت سے ثابت ہوتے ہیں کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارة تکون بالکتابة لا بالاشارة والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا
اور خوشخبری دینا لکھنے سے ثابت ہوتے ہیں نہ اشارہ اور ایماء سے ھم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ ایضا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا
تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بھی ہوتا ہے اور کلام سے بھی والاظہار والافشاء والاعلام یکون بالکتابة وبالاشارة
ایضا اور اظہار اور افشاء اور اعلام کتابت سے ہوتا ہے اور اشارہ کرنے سے بھی ھم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح میں التتارخانیہ سے اور بحر الرائق
میں افتاء سے ہے فلو قال لم انو الاشارة دین اور اگر حالف نے کہا کہ میں نے اشارہ کی نیت نہیں کی تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسلئے کہ اگر عدم اظہار وغیرہ
کی قسم کھائی اور اشارہ کر دیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ وبین اللہ اسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک [illegible] اولا
یحنث بالکتابة اور اس قسم میں کہ اسکو نہ بلاونگا یا اسکو بشارت نہ دونگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتہ [illegible] ان فلانا قدم

ونحوہ یحنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجکو خبر کریگا یا اعلام کریگا کہ فلانا شخص آیا یا بابا مندا اسکے تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا صدق اور کذب
سے یعنے اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب ہر صورت غلام آزاد ہوگا ولو قال بقدومہ ونحوہ فعلی الصدق خاصۃ لافادتہا صدق الخبر بنفس القدوم
کما حققناہ فی مبحث الباء من الاصول اور اگر یوں کہا کہ اگر تو مجکو بقدوم فلانی یا باشند اسکے خبر کریگا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ باء
جارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ اصول کی کتاب میں ہمنے اسکو محقق کیا ہے باء جارہ کی بحث میں یعنے باء جارہ الصاق کے واسطے
موضوع ہے تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہیں ہوسکتا لہذا
اخبار بالکذب اسمین مراد نہیں ہوتا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنی ان فلانا قدم میں باء جارہ مقدر ہے اسواسطے کہ حذف جار کا ان وان کے ساتھ
مطرد ہے تو چاہیے کہ وہاں بھی اخبار بالکذب سے حانث نہ ہو وکذا ان کتبت بقدوم فلان کما سیجئی فی الباب الاتی اور اسی طرح فقط
صدق پر حنث مخصوص ہے اس مثال میں کہ اگر تو کتابت بقدوم فلان کریگا چنانچہ اگلے باب میں آویگا وسال الرشید محمدا عمن حلف لایکتب
الی فلان فامر بالکتابۃ ہل یحنث فقال نعم یا امیر المومنین ان کان مثلک اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمد سے کہ جسنے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو
نہ لکھیگا پھر اسنے دوسرے سے اشارہ کیا لکھنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمد نے کہا ہاں یا امیر المومنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہو
کہ بادشاہ خود نہیں لکھتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہے کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی یہ ہے کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہیں لایکلمہ شہرا فہو من حین حلف
قسم کھائی کہ فلانے سے ایک مہینہ نہ کلام کریگا تو ابتداء مہینہ حلف کے وقت سے ہوگی تیس دن تک ولو عرفہ فعلی باقیہ اور اگر حالف نے مہینہ کو
معرفہ مذکور کیا یعنے یوں کہا لایکلمہ الشہر تو اس مہینے کی باقی تاریخوں پر حنث ہوگی مثلا پچیسوین تاریخ قسم کھائی تو پانچ یا چھ روز باقی میں اگر
کلام کریگا تو حانث ہوگا بخلاف لاعتکفن او لاصومن شہرا فان التعیین الیہ بخلاف اس مثال کے کہ واللہ اعتکاف کرونگا یا روزہ رکھونگا تو حالف
کو تعیین کا اختیار ہے چاہیے حلف کے وقت سے مہینہ بھر اعتکاف کرے اور چاہیے باقی تاریخوں میں اعتکاف کرے اھ اور یہی حکم ہے سال اور
دن کا اور یہ اسکی مثال ہے کہ اگر مثلا دوپہر دن سے یہ قسم کھائی کہ ایک دن کلام نہ کریگا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے
دن دوپہر دن تک اور یہی حکم ہے رات کا کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیما یتناول الابد لاخراج ما وراءہ وفیما لا یتناولہ للمد الیہ زیلعی اور فرق کلام
اور اعتکاف میں یہ ہے کہ ذکر وقت کا اس فعل میں جو شامل ہے دوام کو واسطے اخراج ماسوا وقت کے ہوتا ہے اور جس فعل میں شمول دوام کا نہیں
ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہے اسوقت تک کذا فی الزیلعی مثلا اگر عدم کلام کی یمین میں مہینہ مذکور نہ ہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ
ذکر کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین میں اگر مہینہ مذکور نہ ہوتا تو تمام عمر کیا اعتکاف اور صوم شامل نہ ہوتا تو ذکر مہینہ کا
واسطے مقدار اعتکاف اور صوم کے ہے حلف لایتکلم فقرأ القرآن او سبح فی الصلوٰۃ لایحنث اتفاقا قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا پھر آہستہ قرآن
پڑھا نماز میں یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ نماز میں کہا تو بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکو عرف اور شرع میں متکلم نہیں کہتے کذا فی النہر
وان فعل ذلک خارجہا حنث علی الظاہر کما رجحہ فی البحر ورجح فی الفتح عدمہ مطلقا للعرف وعلیہ الدرر والملتقی بل فی البحر عن التہذیب انہ لایحنث بقراءۃ القرآن
الکتب فی عرفنا انتہی اقول وفی الشرنبلالیۃ قائلا ولا علیک من الترجیح لہ مع مخالفۃ العرف ویقاس علیہ القارئ درس الکن یعکر علیہ ما فی النہر
واما الشعر فیحنث بہ لانہ کلام منظوم انتہی بغیر المنظوم اوسے قابل اور اگر قراءت قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ
اسی کو ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اور فتح القدیر میں ترجیح دی ہے عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقا خواہ قراءت اور تسبیح نماز میں ہو خواہ خارج
نماز خواہ کتابیں عربی میں ہو خواہ فارسی میں اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہے بلکہ خود بحر الرائق میں تہذیب فتاویٰ سے منقول ہے کہ حانث نہیں

ہوتا کتابون کے پڑھنے سے ہمارے عرف مین انتہی کلامہ اور قوی کیا ہے فتح القدیر کے قول کو شرنبلالیہ مین اسطرح لیکن تعبیر اکثر سے یعنی حنث کا تردد کرنا لازم نہیں
باوجود مخالفت عرف کے اور تہذیب کے قول پر قیاس کیا گیا ہے پر درس کا القا یعنی شاگرد کا پڑھانا بھی کلام مین داخل نہیں مانند پڑھنے کے بنا بر عرف کے قیاس پر
ہے صاحب نہر کا لیکن قیاس مذکور پر وارد ہوتا ہے جو فتح القدیر مین ہے یعنی شعر پڑھنے سے تو حانث ہوگا اسواسطے کہ شعر کلام منظوم ہے انتہی کلام الفتح تو
غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہوگا سو تامل کرو تامل کی وجہ یہ ہے کہ جب بعلت کلام منظوم ہونے کے شعرخوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے جیسا کہ
درس ہے بطریق اولی حانث نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قراءت کتب پر غیر مسلم ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یقرأ القرآن الیوم یحنث بالقراءة
فی الصلوة او خارجها قسم کھائی کہ آج کے دن قرآن نہ پڑھیگا تو حانث ہوگا قرآن پڑھنے سے نماز مین یا غیر نماز مین ولو قرأ البسملة فان نوی
ما فی النمل حنث والا لا لانہم لا یریدون بہ القرآن اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا تو اگر اس قراءت سے سورہ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہوگا
اور اگر یہ نیت نہ کی تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بسم کہنے سے لوگ قراءت قرآن کا ارادہ نہیں کرتے ہین بلکہ بطور تبرک پڑھتے ہین ولو حلف لا یقرأ سورة
کذا او کتاب فلان لا یحنث بالنظر فیہ وفہمہ بہ یفتی واقعات اور اگر قسم کھائی کہ فلانی صورت یا فلانے کا خط نہ پڑھیگا تو اسمین نظر کرنے اور اسکا مطلب
سمجھنے سے حانث نہ ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الواقعات اسواسطے کہ نظر اور فہم قراءت نہیں حلف لا یکلم فلانا الیوم فعلی الجدیدین لقرانہ الیوم بفعل
لا یمتد قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص سے آج کے دن تو یہ حلف رات اور دن دونون پر شامل ہوگا بسبب متصل کرنے حالف کے یوم کو اس فعل
سے جسکو امتداد نہین ہے تو لیل اور نہار دونون کو شامل ہوگا ہم کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکا کہ جب یوم مقارن ہوگا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت
مراد ہوگا اور چونکہ کلام غیر ممتد ہے لہذا لیل و نہار دونون کو شامل ہوگا لیل و نہار کو جدیدین اسواسطے کہتے ہین کہ انکے تجدد کے کہا طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی یہ تمثیل
صحیح نہین اسواسطے کہ لا یکلم فلانا الیوم کا یہ حکم ہے کہ یمین باقی دن تک ہے رات کو شامل نہین اسواسطے کہ بحرالرائق مین ہے کہ اگر حالف نے مثلا پہر دن چڑھے کہا
لا اکلمک الیوم تو یمین باقی دن تک رہیگی جب آفتاب غروب ہوگا تو یمین ساقط ہو جاویگی اور جو مثال اسکی کنز وغیرہ متون مین ہے سو یون ہے یوم اکلم فلانا فعلی الجدیدین
فان نوی النہار صدق لانہ الحقیقة اگر مثال مذکور مین نیت نہار کی کریگا یعنی یوم سے فقط نہار مراد لیگا تو اسکی تصدیق ہوگی دیانة بھی اور قضاء بھی اسواسطے
کہ نہار حقیقت ہے یوم کی تو در صورت نیت حقیقت مجاز مراد نہ ہوگا تو اس صورت مین بجم لیل اور نہار کو شامل ہوگا ولو قال لیلة اکلم فلانا فعلی
اللیل خاصة لعدم استعمالہ مفردا فی مطلق الوقت اور اگر یون کہا کہ جس رات کہ مین کلام کرون فلانے سے تو ایسا ہو تو یہ یمین رات پر مخصوص ہوگی
بسبب نہ مستعمل ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت مین ہم یہ شارح نے دفع دخل کیا کہ بعضے اشعار عرب مین لیالی بمعنی مطلق وقت کے مستعمل ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ
لفظ جمع لیل البتہ مطلق وقت مین مستعمل ہے نہ بلفظ مفرد قال ان کلمتہ ای عمرا الا ان یقدم زید او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فکذا فکلمہ
قبل قدومہ او قبل اذنہ حنث ولو بعدہما لا یحنث لجعل القدوم والاذن غایة لعدم الکلام کہا اگر مین عمرو سے کلام کرون مگر یہ کہ زید آوے یا یہان تک کہ زید آوے
یا یون کہا کہ اگر مین اس سے کلام کرون تا اینکہ زید اذن دے یا یون بولا کہ اگر مین اس سے کلام کرون تا اجازت دینے زید کے تو ایسا ہو پھر اس نے بات کی قبل قدوم
زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمرو سے بولا تو حانث نہ ہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن کو غایت
عدم کلام کے ہم یمین باقی رہتی ہے قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہے بعد غایت کے تو بعد انتہاے یمین حانث نہ ہوگا سو حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو ظاہر
ہے مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہے اسواسطے کہ اصل الا مین استثنا ہے لیکن شرط اور غایت کے واسطے مجازا مستعمل ہوتا ہے جب کہ استثنا متعذر ہو اور
استثنا اور شرط اور غایت مین مناسبت ہے کہ ہر ایک کے ماقبل کا حکم مخالف ہوتا ہے مابعد کے کذا فی المنح وان مات زید قبلہما سقط الحلف اور اگر زید گیا قبل
قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہوگئی اسواسطے کہ بر یمین کا محل ہے نہ باقی رہا قید بنا بر خیر الجزاء لانہ لو قدمہ فقال امراتہ طالق الا ان یقدم زید لم تکن للغایة

بل للشرط لان الطلاق مما لا یحتمل التاقیت فالطلاق یقع بعدمہ بل بموتہ مصنف نے مثال مذکور کو مقید بتاخیر جزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور مین جزا کو مقدم کرے سو یون کہے
کہ اُسکی عورت مطلقہ ہے مگر یہ کہ زید آوے تو اس صورت مین الا واسطے غایت کے نہین بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہین جو
تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہ ہوگی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے ہم الا بمعنی غایت وہان ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہوا اور طلاق
اُسکا محتمل نہین لہذا یہان بمعنی شرط ہے تو گویا اُسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے واقع
ہوگی بلکہ اُسکی موت سے ہوگی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم کا تحقق نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتی
یاذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین
ساقطۃ والاصل ان الحالف اذا جعل لیمینہ نہایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین بہا خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ مین تجھسے نہ بولونگا یہان
تک کہ فلانا زید مجھکو اذن دے یا حالف نے اپنے قرض دار سے کہا کہ واللہ مین تجکو نہ چھوڑونگا یہان کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرض دار نے قسم کھائی
کہ البتہ اُسکا قرض آج ادا کریگا پھر زید مرگیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہوگیا قرض دار قرض معاف ہوجانے سے تو قسم ساقط ہوجائیگی اور اصل
سقوط کی یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہوگئی تو اُسکے فوت ہونے سے قسم باطل ہوجاویگی امام اعظم اور
محمد کے نزدیک بسبب عدم امکان کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ ما زال وما دام وما کان غایۃ تنتہی الیمین بہا فلو حلف لا یفعل کذا ما دام ببخاری فخرج
منہا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمہ ما زال اور ما دام اور ما کان کا غایت کے واسطے ہے تو یمین اُسی کے ساتھ آخر ہوجاویگی تو اگر قسم کھائی کہ ایسا
نہ کریگا جب تک بخارا مین رہیگا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہین پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جسکے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے
یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام ما دام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ لانتہاء الیمین ببیع البعض اور اسی طرح قسم کھائی
کہ اس طعام کو نہ کھاویگا جب تک کہ فلانے کی ملک مین رہیگا سو فلانے نے اُس طعام سے کچھ بیچا تو باقی طعام کے کھانے سے حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے قسم کے
بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حقی الیوم او حتی اذہب بک الی السلطان الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث
الی بمضے
ولو فارقہ بعدہ بحر اور اسی طرح قسم کھائی کہ تجکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تو میرا حق دے آج کے دن یا یون کہا کہ تجکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تجکو حاکم کے
پاس لیچلون آج کے دن تو حانث نہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد مدت کے قرض دار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو
مقدم کیا یعنی یون کہا کہ لا افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پھر وہ دن گذر گیا اور اُسنے اسکو چھوڑا اور قرض دار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ حالف
نے اُسکو بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ حالف نے فراق کے واسطے اُسی دن کو وقت ٹھہرایا تھا کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا لو حلف
ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفہ فاعترف الخصم او ظہر شہود وسقط الیمین لتقییدہ من جہۃ المعنی بحال انکارہ کما سیجیئ فی باب الیمین فی الضرب اور اسی طرح اگر قسم کھائی
انکارہ
اُسکی کہ مدعا علیہ کو قاضی کے دروازہ کھینچ لیجاویگا اور قسم دلاویگا پھر اقرار کیا اُسنے مال کا یا مدعی کے شاہد ظاہر ہوگئے تو یمین ساقط ہوجاویگی بسبب مقید ہونے
یمین کے باعتبار معنی کے اس حال سے جبکہ وہ منکر تھا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب مین وفی حلفہ لا یکلم عبدہ او عبد فلان او عرسہ او
صدیقہ او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلمہ لم یحنث فی العبد
ونحوہ مما یملک کالدار اشار الیہ بہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار اور اس قسم مین کہ فلانے
کے مثلا زید کے غلام سے کلام نہ کریگا یا اُسکی زوجہ یا اُسکے دوست سے یا اُسکے گھر مین نہ داخل ہوگا یا اُسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اُسکا کھانا نہ کھاویگا
یا اُسکے جانور پر سوار نہ ہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہوگئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین یا طلاق دینے سے زوجہ مین یا دشمنی ہونے سے دوست

ہیں اور کلام کیا اُس سے تو حانث ہوگا غلام میں اور اُسکے مانند میں جو قابل ملک ہے جیسا کہ خواہ قسم کے وقت اُسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو یا قرینی ہے یعنی خواہ یوں کہا کہ
واللہ میں زید کے اس غلام سے نہ بولونگا یا یوں کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولونگا ہر صورت اُسکے بولنے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غلام سابق الا اعتبار ہوتا ہے اجرا کے نزدیک تو
وہ مانند ثوب اور دار کے ہوگیا ہم غلام اس لائق نہیں ہوتا کہ شخص جو اُسکے عدم تکلم کی قسم کھاوے تو یہ قسم نہ ہوگی مگر اُسکے مالک کے سبب سے پھر جب بیکا دو مالک کا ہوگیا
بیع سے تو عدم تکلم کا عذر جاتا رہا لہذا حانث نہ ہوگا اور یہی حکم ہے ترک دار اور ثوب اور طعام کا وفی غیرہ ای فی تکلم غیر العبد من الزوجۃ والصدیق لا الدار لانہا
لا تکلم فتکون الدار یسکوتا عنہا للعلم بانہا کالعبد بالطریق الاولی فتنبہ اور اُسکے غیر میں یعنی غیر عبد کے کلام کرنے میں مراد غیر عبد سے زوجہ اور دوست
ہے نہ دار اسواسطے کہ دار لائق کلام کرنے کے نہیں تو دار کا حکم مسکوت ہوا اسواسطے کہ دار کا مانند عبد کے ہونا بطریق اولی معلوم ہے سو خبردار رہو جاننا چاہیے کہ ماتن نے شامل کیا
اول عبد اور زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پھر تفصیل یہ ہے اول عبد کا حکم بیان کیا پھر غیر عبد کا حکم مذکور کیا حالانکہ غیر عبد میں دار بھی داخل ہے لیکن حکم اُس میں
وہ شامل نہیں لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست مراد ہے اس دلیل سے کہ دار لائق کلام نہیں تو اُسکا حکم مذکور نہیں اگر کہے
کہ جب دار کا حکم مذکور نہیں کیا تو اُسکے ذکر کرنے سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے بطریق اولی معلوم ہے تو اُسکے حکم
کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی وجہ اولویت کی یہ ہے کہ زوال اضافت سے تکلم عبد سے حنث نہ ہوا حالانکہ عبد میں تو قابل ہے کہ اسمیں سے
ممکن ہے تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہ ہوگا اسواسطے کہ دار میں تعقل نہیں کہ اُسکے دخول سے کراہیت آتی ہے سو شارح نے
بعد اس توجیہ کے [illegible] آگاہ کر دیا کہ تعمیم ماتن غیر مناسب ہے ان اشار بہذا او عین حنث لان الحر یہجر لذاتہ فالاضافۃ للتعیین لا تحنث وحنث بالمتجدد بان اشترکی
عبدا او تزوج بعد الیمین اور تعیین بہذا یعنی زید کی زوجہ اور دوست کے کلام سے اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اسکو معین کر دیا نام لیکر تو حانث ہوگا بعد زوال
اضافت کے اسواسطے کہ حر بالذات بھی چھوڑا جاتا ہے اور اگر اشارہ نہیں کیا اور نام اسکا لیا یعنی یوں کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سے کلام نہ کرونگا تو بعد زوال
اضافت کے حانث نہ ہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور زوجہ جدیدہ کے کلام سے تجدد کی صورت یہ ہے کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین
کے لا یکلم صاحب ہذا الطیلسان مثلا فکلمہ بعد بائعہ حنث لان الاضافۃ للتعریف ولذا لو لم یکلم المشتری لم یحنث قسم کھائی کہ شخص طیلسان والے
سے کلام نہ کریگا پھر اُس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ اضافت اور نسبت شناخت کے واسطے ہے کچھ قید نہیں اور اسی واسطے اگر
طیلسان مول لینے والے سے کلام کریگا تو حانث نہ ہوگا ہم طیلسان معرب ہے تیلسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہے سیاہ اور مدور اُسکا تانا بانا صوف کا
ہوتا ہے کذا فی المنح الزمان والحین ومنکرہما ستۃ اشہر من حین حلفہ لانہ الوسط لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بالا لام مراد اس سے چھ مہینے
ہیں ابتداء حلف سے اسواسطے کہ چھ مہینے متوسط استعمال ہے زمان اور حین کا ہم حین کا ہے زمان قلیل میں مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی فسبحان
اللہ حین تمسون مراد یہاں ساعت ہے اور کہ ہے حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی ہل اتی علی الانسان
حین من الدہر انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور حین سے چالیس سال مراد ہیں اور کہ ہے حین چھ مہینے میں مستعمل ہوتا ہے کما قال
اللہ تعالی تؤتی اکلہا کل حین ابن عباس نے کہا کہ حین سے یہاں چھ مہینے مراد ہیں اور چونکہ چھ مہینے متوسط رتبہ ہے استعمال حین کا لہذا عدم
تکلم زمانی اور حینی کے حلف میں اسی قدر مراد ہوگا اسلیے کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کھانے پر موقوف نہیں بلا قسم بھی متصور ہے اور چالیس
برس کی مدت دراز ہے بیشتر اتنا عدم تکلم مقصود نہیں لہذا متوسط رتبہ متعین ہوگیا اور لفظ زمان کا استعمال مثل حین کے برابر ہے یہانتک کہ حین
و زمان ایک ہی معنی میں مستعمل ہے کذا فی المنح والطحطاوی وبہما ای بالنیۃ ما نوی فیہما علی الاصح بدائع اور نیت کے ساتھ جو نیت حین اور زمان میں کریگا
وہی مراد ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع یعنی چھ مہینے کی تقدیر حین اور زمان میں اُس وقت ہے جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت نہ کی ہو اور جو نیت کی اُسکی

[illegible]

پہلوں وقت زمانہ [illegible] دور [illegible] ۱۲ [illegible] نہیں دیکھا [illegible] ۱۲

نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی وغرۃ الشہر وراس الشہر اول لیلۃ منہ ویومہا اور غرہ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اسکا دن مراد ہوگا ولہ آخر
ما دون النصف وآخرہ اذا مضی خمسۃ عشر لو یا فلو حلف ان یصوم اول یوم من آخر الشہر وآخر یوم من اول الشہر صام الخامس عشر والسادس عشر اول
شہر نصف مہینہ سے کم تک ہے اور آخر شہر اسوقت سے ہے جب پندرہ روز گذر جاوین تو اگر قسم کہائی کہ آخر شہر کے اول روز مین اور اول شہر کے آخر
دن مین روزہ رکھیگا تو پندرہوین اور سولہوین تاریخ روزہ رکھے اسواسطے کہ سولہوین آخر شہر کا پہلا روز ہے اور پندرہوین اول شہر کا پچھلا دن ہے طحطاوی نے
کہا ہے کہ مناسب تھا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہے جیسا کہ قہستانی نے کہا ہے اسواسطے کہ پندرہوین تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہے والصیف
من حین القاء الحشو الی لبسہ ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اُسوقت سے ہے جب روئی بہرا کپڑا اُتار ڈالا جاوے یہان تک کہ پہر اُسکے پہننے کی نوبت آوے
اور سردی کا موسم اُسکے بالعکس ہے کذا فی البدائع ثم فتاوی عالمگیری مین واقعات سے منقول ہے کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہے اور قول مختار
ہے کہ اگر قسم کہانے والا اس شخص مین رہتا ہو جہان کے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہون تو اسکی
قسم مین وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہ ہو تو شتا وہ ہے جسمین روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اُسکی بالعکس ہے
اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہے اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہے اول شتا تک فی حلفہ لا یکلمہ الدہر والابد ہو العمر ای مدۃ حیوۃ الحالف عند
عدم النیۃ اور اس قسم مین کہ کلام نہ کریگا اُس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہے یعنے حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے وقت یعنی در صورت
نیت اسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہونا اُسوقت ہے جبکہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو ودہر منکرا [illegible] وقالا ہو کالحین
وغیر خاف انہ اذا لم یرد عن الامام شئ فی مسئلۃ وجب الافتاء بقولہما نہر اور دہر منکر کو امام اعظم نے نہ جانا کہ اُسکی حد کیا ہے اور صاحبین نے کہا کہ وہ مانند حین
کے ہے یعنے چہ مہینے پر محمول ہے اور یہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کچہ روایت وارد نہین کسی مسئلہ مین تو اسمین فتوی دینا صاحبین کے قول پر
واجب ہے کذا فی النہر الفائق ثم امام اعظم نے دہر منکر مین یعنے جسپر الف لام تعریف کا نہ ہو فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ دہر کیا ہے اسواسطے کہ استعمال دہر کا
الحال ثلثہ چیزنمی مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہین ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کہ کیا اُسکی تقدیر کیجیے اور اقل زمان متیقن تہا لیکن
اُسکی عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہے اسواسطے کہ لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بہی مقصود ہے لہذا اسمین توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہے
امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور اُسمین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کردیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی
کے حاشیہ مین ہے کہ شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب مذہب مین اصلا نص نہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل
کرنا چاہیے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیہ اشباہ مین مصرح کہا ہے اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہو تو امام شافعی کی
طرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب اپنے مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نہ پاوے تو امام شافعی کے مذہب کی طرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین
وفی السراج توقف الامام فی اربعۃ عشر مسئلۃ ونقل لا ادری عن الائمۃ الاربعۃ بل عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وعن جبریل علیہ السلام ایضا اور سراج مین ہے
کہ توقف کیا ہے امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ لا ادری کا یعنے مین نہین جانتا چارون امامون سے منقول ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اور جبریل علیہ السلام سے بہی لا ادری منقول ہے ثم کرمانی مین مذکور ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون ہے فرمایا کہ مین نہین جانتا
جبریل سے دریافت کرونگا جبریل نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پہر حق جل شانہ نے فرمایا خیر البقاع مساجد ہین اور مساجد کے بہتر
لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہون اور آخر کو نکلتے ہین اور مساجد کے آنے والون مین برے لوگ وہ ہین جو مسجد مین سب سے پیچہے آتے ہین اور اول نکلجاتے ہین اور حقائق مین
مذکور ہے کہ اسمین تنبیہ ہے عالم اور مفتی کو اسواسطے کہ جو امر معلوم نہ ہو اسمین توقف کرنے اور اپنی لا اعلمی ظاہر کرنے سے ننگ و عار نہ کرے اسواسطے کہ در صورت عدم علم

جوات کرنے کے مسئلہ میں تا آخر اعلی اللہ ہی تحریم حلال یا تحلیل حرام ہے اور منجملہ چودہ مسائل مذکور کے تو مسائل ابن ابی شریف نے نظم میں یوں بیان کیے ہیں منظم حمل الاما م
الجلیلة دینہ + ان قال لا ادری لتسعة اسولہ + اطفال اہل الشرک این محلہم + وہل للملائکة الکرام مفضلة + ام انبیاء اللہ نعم اللہ من + جبابرة الی الطیبات کل لہ
والدہر مع وقت الختان فی کلہم + وصف المعالی وقت حصلہ + والحکم فی الخنثی اذا ما بال من + قراءة مع سور الحمار اشکلہ + او اجاز نقش العبد المسجد + من وقفہ ام لم یجز ان تفعلہ کذا فی
الطحطاوی الایام وایام کثیرة والشہور والسنون والجمع والازمنة والاحائین والدہور عشرة من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور الایام اور ایام
کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احائین اور دہور کے الفاظ میں بشرطیکہ معرف باللام ہونے کے ہر نوع سے دس مراد ہیں اسواسطے کہ لفظ
عشرہ ان الفاظ میں اکثر ہے جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہیں ہم یعنی ایام کے لفظ میں دس روز مراد ہونگے اور شہور میں دس مہینہ اور سنون میں دس برس اور
جمع میں دس جمعہ اور ازمنہ میں دس زمانہ اور احائین میں دس حین اور دہور میں دس دہر مراد ہونگے امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام انتہی
استعمال لفظ جمع کیطرف منصرف ہے جو دہ عشرہ ہے اسواسطے کہ لغت عرب میں بولتے ہیں ثلثة رجال واربعة رجال الی عشرة رجال پھر جب تجاوز ہو جاتا ہے عشرہ سے تو جمع کا صیغہ
مستعمل نہیں ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے چنانچہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح میں جو لفظ جمع بعد سنون کے ہے سو جمعہ کے دن کی جمع ہے تو اگر قسم کھائی کہ لا اکلمہ
الجمع تو یہی دس دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام میں بولیگا تو حانث نہوگا اور یہ مراد نہیں کہ دس اسبوع پر یمین منعقد ہو ہاں اگر لفظ جمع سے ما لفہ
اسبوع کا قصد کریگا تو علی شمار اسبوع تک کے کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی سنین لا اکلمہ الا ازمنة خمس سنین تو اس قسم میں کہ لا اکلمہ الازمنة پانچ برس مراد ہونگے اسواسطے
کہ سابق میں مذکور ہوچکا کہ لفظ زمان او حین چھ مہینے کی طرف منصرف ہے تو جب چھ مہینے کو دس بار لیا تو ساٹھ مہینے ہوئے جسکے پانچ برس ہوتے ہیں ومنکرہا
ثلثة لانہ اقل الجمع مالم توصف بالکثرة کما مر اور الفاظ مذکورہ جبکہ نکرہ ہوں بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہونگے اسواسطے کہ تین اقل جمع ہے جبتک
نکرہ موصوف بالکثرة نہو چنانچہ مذکور ہوچکا ہم ماتن کے قول میں لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرة ہے تو اسمیں جمع منکر تین پر محمول نہیں بلکہ دس پر محمول ہے اور
اسی طرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہ ہونگے حلف لا یکلم عبیدہ او عبید فلان او لا یرکب دوابہ او لا یلبس ثیابہ ففعل ثلثة منہا حنث وان
کان لہ اے لفلان اکثر من ثلثة من کل صنف قسم کھائی کہ غلاموں سے یا فلانے کے غلاموں سے کلام نہ کریگا یا اسکے جانوروں پر سوار نہ ہوگا یا اسکے کپڑے نہ پہنیگا
پھر انمیں سے تین کو عمل میں لایا یعنی اسکے تین غلاموں سے بات کی یا اسکے تین جانوروں پر سوار ہوا یا اسکے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص
کی ملک میں ہر نوع تین تین سے زیادہ ہوں ہم حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہیں اور شارح نے عبیدہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہو جاوے
کہ بیان منکر اور مضاف میں کچھ فرق نہیں والا بان کلم اقل من ثلثة لا یحنث ولو نوی الکل صح وان اگر ایسا نہ کیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا
اور صحیح ہے نیت کل کی یعنی غلاموں کی یا تمام جانوروں کی یا سب کپڑوں کی نیت کریگا تو دیانةً اور قضاءً صحیح ہے ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او اصدقائہ او اخوانہ
لا یحنث مالم یکلم الکل مما سمی لان المنع لمعنی فی ہؤلاء فتعلقت الیمین باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانے کی زوجات یا اسکے دوستوں یا اسکے بھائیوں پر ہو
تو حانث نہوگا جبتک کل سے کلام نہ کریگا جس نوع کا کہ اسنے نام لیا یمین میں اسواسطے کہ روکنا کلام کا ان لوگوں میں کسی معنی کے سبب سے ہے تو یمین
متعلق انکی ذاتوں سے ہوگی ہم بخلاف عبید اور دواب اور ثیاب کے کہ وہاں یمین متعلق ہے ان ذاتوں سے جو فلانے کی طرف منسوب ہیں اور چونکہ نسبت
بلفظ جمع ہے اور اقل جمع تین ہے لہذا تین کے عمل میں لانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہ ہے کہ غلام اور دواب لائق نفرت کے نہیں
لہذا وہاں نسبت ملحوظ ہے اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب تعقل اور حس کے لائق نفرت ہیں لہذا وہاں نسبت کا اعتبار نہیں گویا یوں کہا لا اکلم ہؤلاء ولو لم یکن لہ الا اخ

واحد فان کان یعلمہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق ما فی النہر لا الاصدقاء والزوجات ثلث وہی من المسائل الاربع التی یکون فیہا الجمع لواحد کما فی الاشباہ
اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کے بھائیوں سے کلام نہ کریگا تو اگر اسکا سوا ایک کے دوسرا بھائی نہ ہو سو اگر حالف اسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلیے کہ اسنے

جان کر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا کذا فی الواقعات اسواسطے کہ اُسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہیں کیا نہر الفائق میں ہے جانے
اور واحد کو بھائیوں کے ساتھ ملحق کیا یہ تفصیل مذکور ہیں شارح کہتا ہے یہ مسئلہ اُن چاروں مسائل سے ہے جنہیں صیغہ جمع کا واحد کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کذا فی الاشباہ
ہم شارح کی کتاب الیمین میں ایک مسئلہ بھائیوں کا ہے جو کہ ہو چکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہے یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اُسکا ایک ہی لڑکا ہے اور تیسرا مسئلہ
یہ ہے کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو فلاں شہر میں رہتے ہیں اور انمیں کوئی باقی نہ رہا سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ اس اناج کی تین روٹیاں نہ کھاونگا اور اگر
اناج میں ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاطعمۃ والثیاب والنساء فیقع علی الواحد اجماعاً لانصراف المعرف للمعہود ان امکن والا فللجنس ونوی
الکل صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نساء کا بصورت معرف باللام ہونیکے ایک پر واقع ہوتا ہے واسطے منصرف ہونے معرف باللام کے واسطے شخص معہود کے اگر ممکن ہو
اور اگر ممکن نہ ہو تو جنس کی طرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کریگا تو صحیح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ لا آکل الاطعمۃ تو جس طعام کی عادت کسی شہر میں جاری ہوگی اُسکے کھانے سے حانث ہوگا
اگر طعام معہود کی عادت نہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقیق جنس کا ایک ذرہ میں بھی ہوتا ہے اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون لام کے ذکر کرے یعنی یوں کہا کہ لا آکل اطعمۃ بدون تین طعام کے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی

## باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہے طلاق اور عتاق کی یمین میں الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والآخر لفرد لاحق والاوسط لفرد بین عدد
متساویین اس باب کے بعض مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ میت ولد اپنے غیر کے حق میں ولد ہے اور اپنی ذات کے حق میں ولد نہیں ہے اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہے اور آخر
فرد لاحق کا نام ہے اور وسط اُس فرد کا نام ہے جو برابر دو عدد کے درمیان میں واقع ہو ولد میت غیر کے حق میں ولد ہے یعنی اُسکے پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہے حاملہ
کی اور اسیطرح تولد کے بعد کا خون نفاس ہے اور ماں اُسکی ام ولد ہوجاتی ہے اور اُسکے تولد سے طلاق معلق بالولادہ واقع ہوجاتی ہے لیکن ولد میت اپنے حق میں
ولد نہیں یعنی اُسکا نام نہیں رکھا جاتا اور اُسکو غسل نہیں دیا جاتا اور اسپر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور وہ وارث نہیں ہوتا اور وصیت اُسکے حق میں نافذ نہیں
ہوتی اور آزاد نہیں ہوتا اور اول کے مفہوم میں عدم تقدم غیر ضروری ہے لیکن وجود فرد متاخر لازم نہیں اور آخر کے مفہوم میں وجود فرد سابق لازم ہے تو اگر شارح اول
کی تعریف یوں کرتا کہ اول وہ ہے جسپر اُسکا غیر مقدم نہ ہو تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وان المتصف بالاولیۃ لا یتصف بالآخریۃ وکذا عکسہ لا کذلک الفعل لعدمہ
لان الفعل الثانی غیر الاول فلو قال آخر تزوج اتزوجہا فالتی اتزوجہا طالق طلقت المتزوجۃ مرتین لانہ جعل الآخر وصفا للفعل وہو العقد وعقدہا ہو الآخر
اور قاعدہ یہ ہے کہ جو ذات کہ موصوف ہوگی ساتھ ایک کے امور ثلثہ سے تو دوسرے کے ساتھ موصوف نہ ہوگی یعنی جو ذات کہ موصوف باولیت ہے وہ
موصوف بآخریت نہیں ہوسکتی بسبب مخالفت کے اور نہیں ہے ایسا فعل یعنی فعل البتہ موصوف باولیت و آخریت ہوتا ہے بسبب عدم تخالف اور
تنافی کے اسواسطے کہ فعل ثانی جو موصوف بالآخریت ہے وہ غیر ہے فعل اول کے جو موصوف باولیت ہے تو اگر یوں کہا کہ آخر نکاح جو میں کروں تو جس سے پہلا
نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبار نکاح کیا اسواسطے کہ اُسنے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہے تو پہلا نکاح
عورت کا وہی آخر ہے ایک عورت سے دوبار نکاح کرنے کی یہ صورت ہے کہ عورت سے اول نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح
موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف بآخریت ہوا اور اگر یوں کہے کہ پچھلی منکوحہ مطلقہ ہے بعد اسکے ایک عورت سے نکاح کرے پھر دوسری سے نکاح کرے پھر پہلی کو طلاق دیکر اس سے نکاح
کرے پھر زوج مرجاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلیے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہوچکی اب وہ پچھلی نہیں ہوسکتی بسبب تنافی کے کذا فی الطحطاوی
اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبدا عتق لما مران الاول اسم لفرد سابق قد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کروں وہ آزاد ہے پھر اُسنے
ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ پہلے مذکور ہوچکا کہ اول اُس فرد کا نام ہے جو سابق ہو اور وہ امر حاصل ہوا ہم قہستانی نے کہا کہ وجود سابق میں
بیان تامل ہے اور شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ سابق لاحق کا مقتضی ہے اور لاحق یہاں موجود نہیں اگر شارح یوں کہتا کہ اول وہ فرد ہے جسپر کوئی مقدم نہ ہو تو بہتر تھا

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا **ولو اشتری عبدین معاثم آخر فلا عتق اصلا لعدم الفردیۃ** اور اگر دو غلاموں کو ساتھ ہی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہ ہوگا بسبب عدم فردیت کے یعنی تعلیق ایک غلام کی خرید پر تھی سو دو غلام کی خرید میں متحقق نہیں اور تیسرا غلام اول نہیں **فان زاد کلمۃ وحدہ او اسود او بالدنانیر عتق الثالث عملا بالوصف** پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے ہم یعنی اگر یون کہا کہ اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا میں خرید کرون وہ آزاد ہے تو تیسرا آزاد ہے اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خرید ہوا یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ اسود یعنی پہلا غلام کہ سیاہ خریدکرون یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنی پہلا غلام جسکو دیناروں سے خرید کرون تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہوگا یا دو غلام درم سے خریدے ہونگے اور تیسرا دینار سے تو وہ آزاد ہوجاویگا **ولو قال اول عبد اشتریہ واحدا فاشتری عبدین ثم اشتری واحدا لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ** انتہی

**لان قولہ واحدا یحتمل ان یکون حالا من العبد او المولی فلا یعتق بالشک وجوز فی البحر جرہ صفۃ للعبد فہو کوحدہ وجوز فی النہر الرفع خبر المبتدا محذوف لہو واحد** اور اگر کہا کہ غلام جسکو میں خرید کرون درحالت وحدۃ وہ آزاد ہے پھر اسنے دو غلام خریدے پھر ایک غلام خرید کیا تو تیسرا غلام آزاد نہ ہوگا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کی طرف اشارہ کیا یعنی واحد کا لفظ اس مثال میں محتمل ہے کہ غلام سے حال واقع ہو یا مولے سے اسواسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونون سے واقع ہوسکتا ہے تو آزاد نہ ہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہان لفظ وحدہ کا حال نہیں پڑسکتا ہے بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق میں واحد کے لفظ میں جر تجویز کیا ہے باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بجای وحدہ ہوگیا یعنی عبد ہی کا وصف ہوگا نہ مولی کا تو غلام آزاد ہوجاویگا اور نہر الفائق میں رفع واحد کا تجویز کیا ہے مبتدا محذوف کی خبر ڈالکر یعنے ہو واحد تو اس تقدیر میں انہ اول عبد واحد اشتریہ کے ہوا **ولو قال اول عبد املکہ فہو حر فملک عبدا ونصف عبد عتق الکامل کذا الثیاب بخلاف المکیلات والموزونات للمزاحمۃ زیلعی** اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا میں مالک ہون سو وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہے کپڑون کا بخلاف کیلی اور وزنی چیزون کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی ہم نصف غلام کا پورا غلام نہیں تو عبد کامل کے نام میں نہ شریک ہوگا تو عبد کامل سے فردیت اور اولیت کے نام کو قطع نہ کریگا بخلاف کیلی اور موزون کے یعنے اگر یون کہا کہ اول سیر جسکا میں مالک ہون وہ صدقہ ہے پھر وہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو اسپر کچھ لازم نہوگا اسواسطے کہ کیل اور موزون میں نصف کل میں شریک اور مزاحم ہوجاتا ہے اسواسطے کہ ملنے سے ایک چیز ہوجاتا ہے یعنے آدھ سیر کو جب آدھ سیر سے ملاسکے تو پورا سیر ہوجاتا ہے اور ثوب اور عبد میں یہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہیں کذا فی المنح **قال آخر عبد املکہ فہو حر فملک عبدا فمات الحالف لم یعتق اذ لا بد للآخر من الاول بخلاف العکس کالبعد لا بد لہ من قبل بخلاف القبل** اگر کہا کہ پچھلا غلام جسکا میں مالک ہون سو وہ آزاد ہے پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مرگیا تو وہ غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ آخر کے واسطے اول کا ہونا ضرور ہے سو یہان موجود نہیں بخلاف بالعکس کے یعنے اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہیں جیسے بعد کے واسطے قبل کا ہونا ضرور ہے بخلاف قبل کے کہ اسکے واسطے بعد کا ہونا ضرور نہیں **فلو اشتری المالک المذکور عبدا ثم عبدا ثم مات الحالف عتق الثانی مستندا الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء فی الصحۃ والا فمن الثلث** سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مرگیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خرید کے وقت سے مستند ہوکر تو اعتبار اسکے عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خرید اسکی حالف کی صحت میں ہوئی ہوگی اور نہیں تو ثلث مال سے آزاد ہوگا ہم وجہ استناد کی یہ ہے کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا ہے اسواسطے کہ حیات میں تیسرے غلام خرید کرنے کا احتمال ہے اور نفس الحقیقت متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت کے وقت شرا سے ثابت ہے لہذا اسکا عتق بھی وقت شرا سے ہوگا **وعلیہ فلا یصیر فارا لو علق الثلاث بالآخر فانہا لہا** اور بنا بر قول استناد کے زوج فار نہ ہوگا اگر اسنے طلاق بائن زوجہ کی پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے ہم یعنے اگر زوج نے کہا کہ جس عورت سے آخر نکاح میں کرون سو مطلقہ ہے تو امام کے نزدیک نکاح کے وقت سے طلاق واقع ہوگی لہذا وہ فار نہ ہوگا تو اگر اس سے صحبت کی ہوگی تو نصف مہر بسبب اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آدیگا اور

حدث اسکی حیض سے ہوگی بدون سوگ کے اور وہ وارث نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اسکی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی عدت
مین جو ابعد ہوگی وہ اسپر واجب ہوگی کذا فی النہر والا الوسط فی البدائع انہ لا یکون الا فی وتر فالثانی الثلثۃ وسط وکذا الثالث الخمسۃ وہکذا اور فرد
زیادہ دونون والی ۱۲
بیان تو بدائع مین یون ہے کہ متوسط متحقق نہین ہوتا مگر طاق عدد مین تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور اسی طرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے علیٰ ہذا القیاس
ہم جفت مین متوسط نہین ہوتا تو جب ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خرید کیا تو دوسرا متوسط نہ رہا
پھر جب پانچوان خرید کیا تو تیسرا غلام متوسط ہوگیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ بھی متوسط نہ رہا وعلیٰ ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا
پانچ مین متوسط ہونا ثابت نہین ہو سکتا بدون مولی کی موت کے تو اگر مولے نے کہا کہ وسط غلام جسکو مین خرید کرون آزاد ہے تو بعد موت مولے
کے تین مین دوسرا اور پانچ مین تیسرا آزاد ہوگا امام کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثلث سے اور اگر چار غلام ہونگے یا چھ تو کوئی آزاد نہ ہوگا
کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ان ولدت فانت کذا حنث بالمیت ولو سقطا مستبین الخلق والا لا اگر تو جنی تو تو ایسی ہے تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگرچہ ناتمام لڑکا
جسکے اعضا ظاہر ہوگئے پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہون یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو حانث نہوگا بخلاف فہو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان
الرق بالموت بخلاف الولد والولادۃ بخلاف اس قول کے کہ اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر لونڈی مردہ لڑکا جنے بعد اسکے زندہ لڑکا جنے تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل
ہوجانے مالکیت کے مرجانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یون بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہوجاویگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے کہ تحقق
ولد اور ولادت کا میت سے بھی ہوتا ہے البشارۃ عرفا اسم لخبر سار خرج الضار فلیس ببشارۃ عرفا بل لغۃ ومنہ فبشرہم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف مین اس
بالضم والکسر ۱۲
خبر کا نام ہے جو مسرور اور خوش کر دے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہین عرف مین بلکہ لغت مین اسکو بھی بشارت کہتے ہین اور بنابر
لغت کے یہ قول ہے حق تعالیٰ کا کہ بشارت دے کافرون کو عذاب دردناک کی اور یہان مین عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صدق خرج الکذب فلا یعتبر وہ خبر راست ہو تو
اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہین یعنی جھوٹی خبر بشارت نہین لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکو بشارت دی گئی وہ
اسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبرون سے یعنی اگر چند لوگون نے خوشخبری سنا دی تو جسنے اول خبر دی اسی کی خبر کو بشارت کہین گے
اسکے سوا اور لوگون کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہوچکا اول مخبر سے فلو قال کل عبد بشرنی فہو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقون عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولے نے
کہا کہ جو غلام مجکو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہے پھر تین غلامون نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا آزاد ہوگا اس حجت سے جسکو ہم ابھی بیان کرچکے
ہین وتکون بالکتابۃ والرسالۃ مالم ینو المشافہۃ فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے سے بھی ہوتی ہے جبتک مولے نے خطاب بالمشافہہ کی نیت نہ کی ہو اور اگر
مشافہہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بالمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض عبیدہ عبدا آخر ان ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا المرسل اور اگر مولے کے
بعضے غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اسنے رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہین تو پیام پہونچانے والا آزاد ہوگا یعنی اگرچہ پیام
پہونچانیوالے غلام نے یون کہا کہ فلانے غلام نے مجھ سے پیام کہلا بھیجا ہے تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اسنے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام پہونچانے والا
آزاد ہوگا وان بشروہ معا عتقوا لتحققہا من کل بدلیل فبشرناہ بغلام حلیم اور اگر مولے کے سب غلامون نے ساتھ ہی بشارت پہونچائی بلا تقدم
تاخر تو سب آزاد ہوجاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوشخبری سنائی فرشتون نے ابراہیم
علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت مین جمیع ملائکہ مخبرین کی طرف بشارت منسوب ہوئی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ مین فبشرناہ کہا
مانند زیلعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید مین فبشرناہ ہے والبشارۃ لا فرق فیہا بین ذکر الباء وعدمہا بخلاف الخبر فانہ یقید
بالصدق شرح اللباب کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کی لفظ مین کچھ فرق نہین درمیان ذکر کرنے با جارہ کے اور اسکے عدم ذکر مین یعنی خواہ بشارت کے ساتھ با جارہ کو

بانہو بہر صورت بشارت مخصوص بصدق ہی بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ باء جارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہی چنانچہ اس بات سے پہلے مذکور ہو چکا والکتابۃ کالخبر فیما ذکر اد لفظ کتب
کا مانند خبر کے ہی امر مذکور میں یعنی باء جارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہی اور بدون اسکے صدق اور کذب دونوں کو شامل ہی اسواسطے کہ کتابت عبارت ہی جمع حروف
سے مطلقا الاعلام لابد فیہ من الصدق ولو بلا باء کالبشارۃ لان الاعلام اثبات العلم والکذب لا یفیدہ بدائع اور اعلام کی لفظ مین صدق ضرور ہی اگرچہ
بدون باء جارہ کے ہو مانند لفظ بشارت کے اسواسطے کہ اعلام عبارت ہی اثبات علم سے اور کذب اثبات علم کا مفید نہین کذا فی البدائع قاعدہ النیۃ
اذا قارنت علۃ العتق الاختیاریۃ کالشراء مثلا بخلاف الارث لانہ جبری قاعدہ ہی کہ جب نیت مقارن او متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خرید کرنا مثلا
بخلاف وراثت کے کہ وہ جبری علت ہی عتق کی نہ اختیاری والحال ان رق المعتق کامل صح التکفیر والا بان لم تقارن العلۃ او قارنتہا والرق غیر کامل کام الولد
یصح التکفیر ثم فرع علیہا بقولہ اور حال یہ ہی کہ ملوکیت معتق کی کامل ہی تو کفارہ دینا اُس عتق سے صحیح ہو اور اگر ایسا نہ ہو اسطرح کہ نیت علت عتق کی مقارن نہ ہو یا
مقارن ہو علت کی درحالیکہ ملوکیت غیر کامل ہی چنانچہ ام ولد مین تو کفارہ دینا صحیح نہین پھر بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کے مصنف نے اپنے اگلے قول کو اُس پر متفرع کیا
فصح شراء ابیہ للکفارۃ للمقارنۃ تو خرید کرنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہی بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید علت
ہی عتق کی تو خرید کے وقت نیت عتق مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکور کے بلاشبہہ تکفیر صحیح ہوگی لا شراء من حلف بعتقہ لعدمہا خرید کرنا اُس غلام کا جسکی آزادی
کی قسم کھائی بسبب عدم مقارنت کے ہم چنانچہ اگر کہا اگر مین فلانے کو خرید کرون تو وہ آزاد ہی پھر اسکو ادائے کفارہ کی نیت سے خرید کیا تو تکفیر صحیح نہین اسواسطے کہ شرط
صحت اتصال نیت کا ہی ساتھ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال مین یمین ہی اور خرید علت نہین بلکہ شرط عتق ہی تو اتصال نیت کا علت کے ساتھ
نہ ہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی المنح ولا شراء مستولدۃ بنکاح علق عتقہا عن کفارتہ بشراءہا للنقصان رقہا اور صحیح نہین کفارہ کے واسطے خرید کرنا منکوحہ
لونڈی کا جسکی آزادی کو معلق کیا اپنے کفارہ سے ہول لیکر بسبب ناقص ہونے اسکی ملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر کہا اگر مین تجھکو خرید کرون
تو تو آزاد ہی میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اسکو خرید کیا تو بموجب خرید کے وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائے جانے شرط کے لیکن کفارہ ادا نہوگا اسواسطے کہ حریت
اُسکی بسبب استیلاد کے متحقق ہو چکی تو کل عتق لینے ہر وجہ سے آزاد ہونا خرید کی طرف منسوب نہوا اسوجہ سے کہ ملوکیت اُسمین ناقص ہی حالانکہ قاعدہ مین کو ہو چکا
کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہین تم کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنۃ ان اشتریتک فانت حرۃ عن کفارۃ یمینی فاشتراہا حیث تجزیہ عنہا للمقارنۃ
کالتہاب والصدقۃ ناویا عند القبول بخلاف الارث لما مر زیلعی بخلاف اسکے یہ ہی کہ کہا ایک خالص لونڈی سے کہ اگر مین تجکو خرید کرون تو تو آزاد ہی میری قسم کے کفارہ
کی طرف سے پھر اُسکو خرید کیا اسواسطے کہ یہ خرید کفارہ کے واسطے کافی ہی بسبب مقارنت نیت کے ساتھ خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہی ہبہ قبول کرنے اور وصیت مین
قبول کرنے کے وقت بخلاف ارث کے کہ اُسمین قران نیت کا کافی نہین چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی ہم شرح زیلعی مین مذکور ہی کہ اگر اُسکے قریب نے اسکو
غلام ہبہ کیا یا اُسکے واسطے غلام کی وصیت کی سو اُسنے قبول کرنے کے وقت کفارہ کی نیت کی تو صحیح ہی بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہین کذا فی الطحطاوی
وعتق بقولہ ان تسریت امۃ فہی حرۃ من تسری امۃ ہی فی ملکہ حینئذ ای حین حلفہ لمصادفتہا الملک اور اس قول سے کہ اگر مین حرم بناؤن کسی لونڈی کو
تو وہ آزاد ہی اُس لونڈی کا عتق ثابت ہوگا جسکو مولے نے حرم بنایا اور حالانکہ وہ اسکے ملک مین تھی وقت یعنی اسکی تعلیق کے وقت بسبب متحقق ہونے تعلیق کے ملک مین
لا تعتق من شراہا فتسراہا آزاد نہوگی وہ لونڈی جسکو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پھر اسکو حرم بنایا اسواسطے کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین وثبت
التسری بالتحصین والوطی وشرط الثانی عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہی حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابویوسف نے تحصین اور وطی کے ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہی
کذا فی فتح القدیر عزل یہ ہی کہ انزال کے وقت عورت سے جدا ہو جاوے ہم تسری عبارت ہی اتخاذ سریہ سے اور سریہ بضم سین تشدید راء مہملہ و یائے تحتیہ بمعنی حرم ہی یعنی
جو لونڈی کہ مولے کے تصرف مین آوے سریہ یا سرور سے ہی اسواسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہی اور مولے بھی اُس سے خوش ہوتا ہی یا سر بمعنی جماع اور اخفا سے

ہے اسواسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہیں اور تحصین عبارت اس سے ہے کہ اسکو علیحدہ مکان دے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی ولو قال ان تسریت
امۃ فانت طالق او عبدی حر فتسری بمن فی ملکہ او من اشتراہا بعد التعلیق طلقت و عتق وافاد الفرق لقولہ لوجود الشرط بلا مانع لتصحیح
طلاق المنکوحۃ بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولے نے کہا کہ اگر میں کسی لونڈی کو حرم بناؤں تو تو مطلقہ ہے یا میرا غلام آزاد ہے پھر اسنے حرم بنایا اس لونڈی کو
جو اسکی ملک میں تھی یا اس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اسکا آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس مثال میں اور مثال
سابق میں اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے بلا مانع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے
ہم ایک عالم ہمعصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہو گئی کہ انہوں نے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امۃ فہی حرۃ کہنے سے وہ لونڈی
آزاد نہیں ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسی طرح ان تسریت امۃ فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہو گی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہو کر حرم بنائی گئی
حالانکہ یہ قیاس غلط ہے اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں لہذا وہ لونڈی آزاد نہیں ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اسکی تعلیق
ہر شرط سے صحیح ہے شارح نے محافظت وجہ فرق کا اسواسطے امر کیا تا دوسرا عالم نہ خطا کرے کل مملوک لی حر عتق عبیدہ ومدبروہ ویدین فی نیۃ الذکور لا الاناث و امہات
اولادہ لملکہ یدا ورقبۃ اور ہر مملوک میرا آزاد ہے تو اس قول سے اسکے سب غلام اور مدبر اور اسکی سب لونڈیاں ام ولد آزاد ہو جاوینگی بسبب انکے مملوک ہونے کے تصرف کی
راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانۃ اسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت میں نہ اناث کی نیت میں یعنی اگر مولے کہے کہ میں نے اس قول سے غلاموں کی آزادی کی نیت کی نہ لونڈیوں
کی تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاء اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے نہ قضاء اور اگر کہے کہ میں نے اس قول سے لونڈیوں کا عتق مراد لیا نہ غلاموں کا تو مطلقا تصدیق
نہ ہوگی اسواسطے کہ ہرچند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہے نہ اناث کے واسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہیں لیکن جب ذکور اور اناث مختلط ہوں تو لفظ مذکر کا مستعمل ہوتا ہے بطریق
تغلیب کے تو اس صورت میں اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی لا مکاتبۃ الا بالنیۃ و معتق البعض کالمکاتب لعدم الملک یدا نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے
مکاتب اسکا مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہے وہ مکاتب کے مانند ہے بسبب عدم ملک کے مکاتب پر از راہ تصرف وفی الفتح ینبغی فی کل عرقوق لی حر
ان یعتق المکاتب لا ام الولد الا بالنیۃ اور فتح القدیر میں ہے اس قول میں کہ ہر رقیق میرا آزاد ہے لائق یہ ہے کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ ام ولد میں قیمت کم ہے مکاتب
سے ہذہ طالق او ہذہ و ہذہ طلقت الاخیرۃ و خیر فی الاولیین و کذا العتق والاقرار لان او لاحد المذکورین وقد ادخلہا بین الاولیین و عطف الثالث علی الواقع منہما
فکان کاحدکما طالق و ہذہ کہا زوج نے اپنی تین عورتوں سے اشارہ کرکے کہ یہ مطلقہ ہے یا یہ اور یہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اسکو اختیار رہیگا پہلی دو عورتوں میں جسکو چاہے
انمیں سے ایک کو طلاق دے اور یہی حکم ہے عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی میں یا ترجمہ ہے دو امر مذکور میں سے ایک امر کے واسطے ہے اور اسکو زوج نے
داخل کیا ہے پہلی دو عورتوں کے درمیان میں اور عطف کیا تیسری عورت کو اس مطلقہ پر جو ان دونوں میں سے طلاق واقع ہوئی ہے تو قول مذکور اس قول کے
مانند ہو گیا کہ تم دو عورتوں میں سے ایک مطلقہ ہے اور یہ مطلقہ ہے اور عتق کی مثال یوں ہے کہ مولے نے اپنے تین غلاموں سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ یہ تو تیسرا غلام
آزاد ہوگا اور پہلے دو غلاموں میں تعیین عتق کا مولی کو اختیار ہوگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہ ہے کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں یا خالد کے اور محمود کے تو پانسو درم محمود کے
ثابت ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو میں مقر کو بیان کا اختیار ہے چاہیے زید کے واسطے اقرار کرے چاہیے خالد کے واسطے کذا فی المنح ولا یصح عطف ہذہ الثالثۃ علی ہذہ الثانیۃ
للزوم الاخبار عنہا بالمفرد اور صحیح نہیں اس تیسری عورت کا عطف کرنا اس دوسری عورت پر بسبب لزوم خبر دینے مفرد کے ثنیہ سے ہم یہ جواب ہے فتح القدیر کے اعتراض کا
خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ ہذہ ثالثۃ کا عطف بالواو محتمل ہے کہ ہذہ ثانیۃ پر ہو تو اس صورت میں تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اب تردید واقع ہوئی فقط اولی کے
درمیان میں اور ثانیۃ اور ثالثۃ کے درمیان میں سا تھی تو زوج پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ عطف ثالثۃ کا ثانیۃ پر نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہے یعنی
طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یوں ہوگی کہ ہذہ طالق او ہاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہیں واقع ہوتی اور خبر کو تثنیہ مقدر کریں یعنی یوں کہنا او ہاتان

طالقتان سو جائز نہین اسواسطے کہ معطوف علیہ مین تثنیہ مذکور نہین اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف مین وہی مقدر ہوتا ہے جو معطوف علیہ مین مذکور ہے کذا فی الطحطاوی منح غلاف ما لم یذکر للثانی وانما
خبرا فان ذکرہ بان قال ہذہ طالق او ہذہ وہذہ طالقتان او قال ہذا حر او ہذا وہذا حران فانہ لا یتعین صدر التعلیق بل یخیر ان اختار الایجاب الاول عتق الاول وحدہ وطلقت
الاولی وحدہا وان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہ حکم جو مذکور ہو چکا اسوقت ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر
نہ مذکور کیا سو اگر اسکو مذکور کیا اسطرح کہ زوج نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہے یا یہ اور یہ دونون مطلقہ ہین یا مولی نے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ دونون آزاد ہین
تو اس صورت مین نہ کوئی آزاد ہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار کرے تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا
اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونون غلام آزاد ہونگے اور پچھلی دونون عورتین مطلقہ ہونگی حلف لا یساکن فلانا فساکنہ
فی الف فسکن فلان مع اہل الحالف حنث عندہ لا عند الثانی وبہ یفتی قسم کھائی کہ نہ سکونت کریگا فلانے کے ساتھ پھر سفر کیا حالف نے سو فلان شخص حالف کے عیال کے ساتھ
ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے نزدیک نہ ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی پر فتویٰ ہے ہم اس مسئلہ کا محل باب دخول و خروج اور سکنی ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بالاتفاق وہان
بھی مذکور کر چکا ہے قال لعبدہ ان لم تات اللیلۃ حتی اضربک فاتی فلم یضربہ حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آج کی رات تو نہ آیا تا کہ مین تجکو
مارون تو تو آزاد ہے مثلا پھر غلام آیا سو مولی نے اسکو نہ مارا تو حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین
بعد السکوت فصحح الثانی وابطلہ الثالث وبہ یفتی فلا حنث فی الکل لو کان کذلک وسکت ثم قال ولا کذا ثم ظہر انہ کان کذا خانیۃ اختلاف صاحبین کا ہے شرط کے ملانے
مین یمین معقودہ کے ساتھ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اسکو باطل کہا ہے محمد نے اور یہی محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حنث نہوگا اسطرح کہ یمین
کرا کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہوگیا پھر بولا اور نہ ایسا پھر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیۃ ہم شارح کی عبارت مین نہایت اجمال ودقت ہے کہ بغیر تفصیل اسکو سمجھ
نہین سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اسکا ذکر کرنا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی اسکے پڑوسی نے
کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت پر تین طلاق ہے اور یہ کہکر چپ رہا ایک ساعت پھر اسکے بعد کہا ولا غیرہا یعنی تیری عورت کے سوا بھی کوئی عورت میرے پاس نہین رہی
پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس دوسری عورت تھی تو نصیر بن یحییٰ نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہ ہوئی اور ان دونون عالمون کا جو اختلاف ہے وہ بنا ہے اختلاف
صاحبین کی شرط کے ملانے مین ساتھ یمین معقودہ کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ یہ الحاق شرط صحیح ہے اسی قول کو نصیر بن یحییٰ نے لیا اور محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح
نہین اور اسی قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتویٰ ہے اسواسطے کہ سکوت مانع ہے تعلق جزا کو ساتھ شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یا اختلاف صاحبین کا
اسوقت ہے جب شرط سے سفرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق مین اسکا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہین انتہی کذا فی الطحطاوی

## باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

یہ باب ہے بیع اور شراء اور صوم اور صلوٰۃ وغیرہا کی یمین کے احکام مین الاصل فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کالبیع والاجارۃ حنث بفعل مامورہ وکل ما تتعلق حقوقہ بالآمر
کالنکاح والصدقۃ وما لا حقوق لہ کالعارۃ والابراء حنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ سفیر ومعبر قاعدہ اس باب مین یہ ہے کہ جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق مباشر اور
عاقد کے ساتھ متعلق ہوتے ہون چنانچہ بیع اور اجارہ تو آمر پر حنث نہین ہوتا اسکے مامور کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو
جسکے حقوق آمر سے متعلق ہوتے ہون جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکے حقوق نہوتے ہون جیسے عاریت دینا اور ابراء کرنا تو ان مین آمر حانث ہوگا اپنے وکیل کے
فعل سے بھی جیسا اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہے اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل مین محض سفیر اور معبر ہوتا ہے ہم عقود تین قسم پر ہین ایک قسم وہ ہین جنکے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہین
الیت جیسے بیع اور شراء اور اجارہ اور قسمت اور مانند اسکے دوسری قسم وہ ہین جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہین ہوتے بلکہ جسکے واسطے عقد ہوا ہے اس سے متعلق ہوتے
ہین چنانچہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہین جنکے کچھ حقوق نہین چنانچہ اعارہ اور ابراء اور وقف کذا فی المنح عن الخانیہ

یحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالامر اذا کان ممن یباشر بنفسہ فی البیع ومثلہ بیع وفضی ظہیریۃ حانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جب کہ حالف اُس
قسم کے لوگوں میں ہو جو بذات خود کرتے ہیں بیع میں اور بیع میں ہبہ بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریۃ ہم قسم کھائی کہ بیع نہ کریگا تو اگر حالف خرید و فروخت کرنیوالا
ہوگا تو بذات خود بیع یا ہبہ بالعوض کرنے سے حانث ہوگا اور اگر اُسکی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہ ہوگا اسی طرح عقود آیندہ میں سمجھنا چاہیے والشراء ومنہ السلم
والاقالۃ قبیل والتعاطی بشرح وہبانیہ اور بشرط مذکور خود خرید کرنے میں حانث ہوگا اور خرید میں سلم اور اقالہ بھی داخل ہے اور بیع وضوح کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح
الوہبانیہ ہم ظہیریہ میں حادثہ کے حلف میں اُس اقالہ سے حنث مذکور کیا ہے جو بقیمت سابق اقالہ ہوا ہو تو اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اسکا حذف کرنا اولیٰ ہے
والاجارۃ والاستیجار علو حلف لا یوجر لہ مستغلات اجرتہا امرأتہ واعطتہ الاجر لم یحنث کہ کما فی ایدی الناس ہم کافذ اجرۃ شہر قد سکنوا فیہ بخلاف شہر لم
یسکنوا فیہ ذخیرہ اور بذات خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے میں حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دیگا اور اُسکے مکانات میں جنکو اُسکی زوجہ نے اجارہ دیا اور
اُنکی اجرت زوجہ نے زوج کو دی تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اُن مکانات کو اُنکے رہنے والوں کے ہاتھ میں چھوڑنے سے حانث نہیں ہوتا اور جیسے اُس مہینہ کے کرایہ
لینے سے جسمیں لوگ سکونت کر چکے ہیں حانث نہیں ہوتا بخلاف اُس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمیں اُنھوں نے سکونت نہیں کی کذا فی الذخیرہ اسواسطے کہ آیندہ مہینہ
کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیدہ بقولہ مع الاقرار لانہ مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے میں مال کے
ساتھ اقرار سے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے ہم قسم کھائی کہ مال سے صلح نہ کریگا تو اگر مدعا علیہ اقرار
کرتا ہے مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر مدعا علیہ اُسکے دعوی کا منکر ہے تو اس صورت میں وکیل
سفیر محض ہے تو خود صلح کرنے سے اور وکیل کی صلح سے دونوں طرح حانث ہوگا یہ حکم اُسوقت ہے جب صلح مدعا علیہ کی طرف سے ہو اور اگر صلح مدعی کی طرف سے
ہو تو مطلقاً حانث نہ ہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمۃ والخصومۃ وضرب الولد الا الکبیر لان الصغیر یملک ضربہ فیملک التفویض
فیحنث بوکیلہ کالقاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کو مارنے سے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنیکا باپ مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک
ہے تو وکیل کے مارنے سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا قاضی کو حلال ہے تو اُسکے مارنیکا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل کے مارنے سے حانث ہوگا اور
مانند قاضی کے سلطان اور محتسب اور معلم ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف ولا یباشر ہذہ الاشیاء بنفسہ
حنث بالمباشرۃ وبالامر ایضا لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی و شریف کے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود
نہ کرتے ہوں تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور اُسکے امر کرنے سے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ میں
قصد کرے کہ نہ خود کریگا نہ اُسکا مامور کریگا تو صحیح ہے وان کان یباشر مرۃ ویفوض اخری اعتبر الاغلب قیل بغیر السلعۃ فلو مما یباشرہ بنفسہ لم یحنث
بوکیل والا حنث اور اگر حالت ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو کبھی خود کرتا ہو اور کبھی دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو اغلب معتبر ہوگا یعنے اگر مباشرت اغلب ہو گی تو اپنے فعل
سے حانث ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہو گی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا اشیاء دو قسم ہیں معتبر ہیں تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اُسکو خرید کرتا ہو بسبب اُسکی
عمدگی اور خوبی کے تو اُسمیں وکیل کے فعل سے حانث نہ ہوگا اور اگر رذیل حقیر ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعلہ وفعل مامورہ لم یقل وکیلہ لان
من ہذا النوع الاستقراض والتوکیل بہ غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامور کہا وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع میں استقراض بھی
داخل ہے اور استقراض میں وکیل کرنا جائز نہیں ہم تو وکیل استقراض میں اسواسطے جائز نہیں کہ اگر وکیل یوں کہے کہ مجھکو قرض دے اتنا تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا
نہ موکل اور اگر استقراض کی نسبت موکل کی طرف کرے اسطرح کہ فلانا شخص تجھسے قرض مانگتا ہے تو یہ رسالت اور امر ہے توکیل نہیں اور رسالت استقراض میں جائز ہے جسکو ہم
کا لفظ شامل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی فی النکاح لا الانکاح حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح میں یعنے نکاح کرانے میں نہیں اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو اگر

بذات خود عقد کیا یا کسی کو وکیل کیا سوا اُس نے اُسکا عقد کیا دونوں صورت مین حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اُسکا نکاح کر دیا اور یہ جیسے تو اجازت قول سے حانث ہوگا القول مختار
اور اجازت فعل سے حانث نہ ہوگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کا نکاح نہ کر دیگا تو اُسمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق
والعتاق الواقعین بکلام حد بعد الیمین لا قبلہ کتعلیق بدخول دار مثلاً اور حانث ہوگا مطلقاً اُس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئے ہون بسبب اُس کلام کے جو بعد یمین کے
پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی ہم طلاق اور عتاق مین قول کی اسواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی سے حانث نہین ہوتا طلاق
فعلی کی یہ صورت ہے کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اُسکو بالاجازت فعل جائز رکھا اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو مطلقہ
ہے یا مولے نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا یا آزاد نہ کریگا اور بعد اسکے دخول دار سے طلاق یا عتاق پایا گیا
تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کما مر اور حانث ہوگا مطلقاً خلع اور کتابت اور قتل عمد کی صلح کرنے سے یا انکار مال کی
صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صلح عن المال مین والہبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا مطلقاً ہبہ کرنے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض ہو ہم قول
شارح کا منافی ہے قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کیا ہے اور حکم بیع کا یہ ہے کہ اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے نہ
مامور کے فعل سے اور یہان موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو اُن عقود مین داخل کیا جنمین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا اور مامور کے فعل سے بھی کذا فی الطحطاوی
والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقاً صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض مین قبول
نہوا ہو ہم نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور مابعد ہبہ کی طرف راجع ہے وضرب العبد قیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقاً غلام کے مارنے مین اور بعضون کے نزدیک زوجہ کے
مارنے مین بھی ہم نہر الفائق مین کہا کہ ضرب زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کے مانند ہے اور بعضون کے نزدیک ضرب ولد کے مانند ہے والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک
اور حانث ہوگا مطلقاً مکان کی تعمیر مین اور کپڑا سینے مین اگرچہ اُسکو خوب کرنا نہ آتا ہو کذا فی البنایۃ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے مین اور کسی کے
پاس ودیعت رکھنے مین اور کسی کی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور اسی طرح عاریت دینے
اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی التاتارخانیہ ہم علامہ محشی
نے کہا کہ کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اُسکو مقتضی ہے کہ یہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہے حالانکہ نکاح اور مثل نکاح مین وکیل
محض سفیر ہو تو موکل کی طرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہے چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور افلکت تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی
سب مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہے تو اُسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولیس منہا التکفین الا اذا اراد الستر دون [illegible]
سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقاً قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے مین اور کفن دینا کسوہ مین داخل نہین مگر یہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا مراد رکھے نہ
تملیک تو البتہ کفن دینے دلانے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ ہم قسم کھائی کہ اُسکو لباس دیگا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن دیگا
تو حانث نہوگا مگر یہ نیت مذکور اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہے تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک کے نہین والحمل اور حانث ہوگا مطلقاً بوجھ لادنے مین یعنی اگر
قسم کھائی کہ اسجانور پر بوجھ نہ لادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل بلا اجارہ ہے اسواسطے کہ اجارہ کی صورت مین وکیل کے فعل سے
حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہو چکا وذکر منہا فی البحر نیفا واربعین اور بحر الرائق مین چالیس سے کچھ زیادہ مذکورہ سے جنمین اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے چالیس اور چند عقود کو مذکور
کیا ہے ہم نہر الفائق مین ان امور سے چوالیس امر کو مذکور کیا ہے یا تمیس تو یہی امور ہین جنکو ماتن نے ذکر کیا ہے باقی نادر ہوتے ہین ہم قطع قتل شرکت ضرب زدہ و ضرب لدبعضہم

تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس تعزیر نسبت حاکم رجع وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی الدہر عن شارح الوہبانیۃ نظم والذی مالا حنث
فیہ لفعل الوکیل لانہ الا قل مشیرا الی حنثہ فیما یفتے نقال سوی لفعل وکیل لیس یحنث حالف ببیع شراء صلح مال خصومۃ اجارۃ استیجار الضرب لابنہ کذا قسمۃ

والحنث فی غیرہا اثبت اور نہر الفائق مین شارح وہبانیہ سے منقول ہی کہ میرے والد نے منظوم کیا ہی اُن مسائل کو جنمین وکیل کے فعل سے حنث نہین
ہوتا اسواسطے کہ وہ کم ہین اسطرف اشارہ کردیا نظم سے کہ انکے سوا باقی مسائل مین حنث ثابت ہی وکیل کے فعل سے تو یون کہا ہی کہ وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا
بیع شرا صلح مال خصومت اجارہ استیجار ضرب ولد قسمت مین اور ان مسائل کے غیر مین حنث ثابت ہی والام دخل مبتدا خبرہ اقتضے الاتی علی فعل اما بدخولہا علیہ قربہا منہ ان
کمال تجری فیہ النیابۃ للغیر کبیع وشراء واجارۃ وخیاطۃ وصیاغۃ وبناء اقتضے ای اللام امرہ ای توکیلہ لیحیصہ بہ ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص
ولا یتحقق الا بامرہ المفید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہوا اُس فعل پر جسمین غیر کے واسطے نیابت جاری ہی جیسا کہ بیع اور شرا اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری
تو لام مذکور مقتضی ہوگا اُسکے امر کو یعنی اُسکے وکیل کرنے کو تاکہ مخصوص کردے فعل کو ساتھ اُسکے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسواسطے
کہ لام موضوع ہی واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اُسکے امر کے جو توکیل کا مفید ہی متحقق نہین ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت مین لام کا لفظ مبتدا ہی اور خبر
اُسکی لفظ اقتضی ہی اور دخول لام کا فعل سے مراد یہ ہی کہ لام قریب ہو فعل سے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنے یہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے متعلق ہونا لام کا ساتھ فعل کے
مراد ہی یا خود فعل پر لام کا داخل ہونا مراد ہی بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہی چنانچہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کے ہم عینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہی نہ لام تعریف اور ظاہر یہ ہے
ظاہر ہی کہ محلوف علیہ کے امر مین یہ شرط ہی کہ اُسکے فاصل ہی ذات کے واسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اُسکا مراد نہین کذا فی الطحطاوی فلم یحنث فی ان بعت لک ثوبا ان باعہ بلا امرہ
لانتفاء التوکیل سواء ملکہ ای المخاطب ذلک الثوب اولا بخلاف ما لو قال ثوبا لک فانہ یقتضے کونہ ملکا لہ کما سیجئ تو اس یمین ان بعت لک ثوبا مین یعنے یون کہنے مین کہ اگر
بیع کرون تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہوگا اگر اُسکو بدون امر مخاطب کے بیچا بسبب نہ پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اُس کپڑے کا مالک ہو یا نہو بخلاف اسکے اگر کہے
ان بعت ثوبا لک یعنی جبکہ لام فعل کے نزدیک نہ ہو تو یہ ترتیب کپڑے کے مملوک ہونے کی واسطے مخاطب کے مقتضی ہی چنانچہ اسکے بعد بلا فاصلہ آتا ہی بیان اُسکا ان
بعت لک ثوبا مین لام اُس فعل کے قریب واقع ہوا ہی جسمین غیر کی نیابت ہو سکتی ہی لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہو گیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب
اپنے غیر مملوک کپڑے کی بیع کے واسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اُسکی بیع سے حانث ہوگا جیسے اُسکی مملوک کی بیع سے حانث ہوگا فان دخل اللام علے عین ای ذات او علی فعل
لا یقبل ذلک الفعل عن غیرہ ای لا یقبل النیابۃ کاکل وشرب ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ اقتضے دخول اللام ملکہ ای ملک المخاطب
اللمحلوف علیہ لانہ کمال الاختصاص یعنی اگر لام داخل ہو عین یعنے ذات پر یا اُس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہین ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہین ہی جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور
لڑکا مارنا بخلاف غلام کے مارنے کے کہ وہ قابل نیابت ہی تو دخول لام مذکور اُسکی ملک کا مقتضی ہی یعنے مخاطب کی ملکیت کے واسطے محلوف علیہ کے اسواسطے کہ مالک ہونے
مین نہایت اختصاص ہی ہم لام ہر حال مین اختصاص کا مفید ہی لیکن پہلی صورت مین اختصاص امر کی طرف منصرف ہی اور یہان ملک کی طرف فیحنث فی ان بعت
ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ ہذا نظیر الدخول علی العین وہو الثوب لان تقدیرہ ان بعت ثوبا ہو مملوک لک تو اس یمین مین ان بعت ثوبا لک یعنی اگر مین بیچون
کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اُسکے امر کے بیچے گا یہ مثال ہی عین یعنی ذات پر لام داخل ہونے کی اور وہ ذات کپڑا ہی اسواسطے کہ تقدیر کلام
یون ہی کہ اگر بیچون وہ کپڑا جو تیرا مملوک ہی ہم تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اُسکے امر سے بیع کریگا تو حانث نہوگا وامانظیرہ دخولہ علے فعل لا یقبع عن غیرہ فذکرہ بقولہ وکذا
ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملکا للمخاطب قولہ ان اکلت لک طعاما او شربت لک شرابا اقتضے ان یکون الطعام والشراب ملک المخاطب
کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام ہنا اقرب الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اُس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت
واقع نہین ہوتا اُسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا اور اسی طرح یعنے مثل سابق کے ہی قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونے کی
اشتراط مین ان اکلت لک طعاما یعنے اگر مین کھاؤن تیرا خاص کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالون مین اسکا مقتضی ہی کہ
طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو چنانچہ ان اکلت طعاما لک مین مالک مخاطب کا مقتضی ہی اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب ہی بہ نسبت فعل کے اور قرب موجب ترجیح

اسباب سے ہے ہم منح الغفار میں مذکور ہے ہر چند بیان لام ظاہر میں اکل سے متعلق ہے لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہے یعنی لفظ مملوکیت طعام اسمین شرط نہ ہوگی واما
ضرب الولد فانا یتصور فیہ حقیقۃ الملک بل المراد الاختصاص اور ضرب الولد کی مثال میں تو حقیقت ملک متصور نہیں بلکہ اختصاص اسکا ساتھ ولد کے مراد ہے ہم تو اپنے خاص طور کی وجہ سے
حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد مشترک چنانچہ ام ولد کا وہ ولد جسکا دعوی دو شریکوں نے کیا تو اسکی ضرب سے حانث نہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل و ضرب
اور دخول دار اور ضرب ولد کو مذکور کیا حالانکہ ولد میں ملک متصور نہ تھی لہذا شارح نے اسکی مراد سے آگاہ کر دیا لیکن دخول دار میں کلام باقی رہا جو مصنف نے کہا اس دار کے دخول
سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہے یعنی وہ دار جو اسکی طرف منسوب ہے کذا فی فتح القدیر تو ظاہر کرایہ والے گھر کے داخل ہونے سے بھی حنث ثابت ہوگا تو
شارح کو مناسب تھا کہ اس سے بھی آگاہ کر دیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ بحث کا یہ ہے کہ اختصاص لام جب ایسی ضمیر سے متصل ہو جو فعل متعدی کے بعد واقع ہے تو دو حال سے
خالی نہیں یا لام متوسط ہو درمیان فعل اور اسکے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہوا اور دونوں صورت میں یا فعل محتمل ہے نیابت کا یا نہیں سو اگر نیابت کا
محتمل ہوا اور دونوں کے درمیان میں پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا اور اگر اسکی حنث کی شرط وقوع فعل ہوگا بخصوصیت اس شخص کے جسکی ضمیر ہے خواہ
عین اسکا مملوک ہو یا نہ ہو اور یہ خصوصیت بدون اسکے امر کے حاصل نہیں اور اگر لام متاخر ہوگا مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھ ہوگا اور شرط اختصاص
کی یہ ہے کہ عین اسکا مملوک ہو خواہ فعل اسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہیں تو اسکے حکم میں افتراق نہوگا لام کے توسط اور تاخر میں ملکہ ثابت
ہوگا جب کہ اس فعل کو کریگا خواہ اسکے امر سے خواہ بدون امر اسواسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہیں تا اسکا انتقال غیر فاعل میں ممکن ہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو متعین ہوگیا کہ
یہاں لام واسطے اختصاص عین کے ہے تا اسکا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار وان نوی غیرہ ای غیر ما صدق فیما فیہ تشدید علیہ قضاء ودیانۃ ودین
فیما لہ ثم الفرق بین الدیانۃ والقضاء لا یتاتی فی الیمین باللہ لان الکفارۃ لا مطالب لہا کما مر اور اگر غیر مذکور کی نیت کریگا تو اسکی تصدیق قضاء اور دیانۃ کیجاویگی اس امر
امر میں جسمیں تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اس امر میں جسمیں آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے حالف کے بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ دیانت
اور قضا کا تفرقہ یمین باللہ میں حاصل نہیں ہوتا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاء نہیں ہے تشدید کی صورت یہ ہے کہ مخاطب کا مملوک کپڑا بدون اسکے امر کے
بیچا مسئلہ اولی میں اور اختصاص سے ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ کرتا تو حانث نہ ہوتا یا مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اسکے امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ میں
اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ ہوتی تو حانث نہ ہوتا تخفیف کی صورت یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں بالعکس نیت کرے یعنے مسئلہ اولے میں
اختصاص سے امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ میں اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اسنے محتمل کلام کی نیت کی لیکن قضاء
تصدیق نہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہے اور وہ متہم ہے کذا فی المنح قال ان بعتہ او ابتعتہ فہو حر فعقد علیہ بیعا بالخیار لنفسہ حنث لوجود الشرط ولو بالخیار
لغیرہ لا وان اجیز بعد ذلک فی الاصح کما لو قال ان ملکتہ فہو حر لعدم ملکہ عند الامام کہا موسلے نے کہ اگر میں غلام کو بیع کروں یا اسکو خرید کروں تو وہ
آزاد ہے پھر اسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خریدا یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوا تو حانث نہوگا اگرچہ
غیر نے بعد اسکے اجازت بھی دی ہو قول اصح میں چنانچہ اسمیں حانث نہیں ہوتا اگر یوں کہا کہ اگر میں اس غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے یعنے پھر اسکو
بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہوگا بسبب اسکے عدم ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اسکی ملک میں داخل ہونے سے مانع ہے
کذا فی الطحطاوی ہم یہ کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے یعنی امام کے نزدیک بیع قیام الملک بیع اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ بیع بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوتی
اسکے خیار کے بالاتفاق اور خیار مشتری اگرچہ اسکی ملک کے دخول سے مانع ہے امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہے اسکی تعلیق سے اور معلق منجز کے مانند ہے تو اگر بعد
بشرط خیار کے مشتری عتق کو منجز کرے تو خیار فسخ ہوجاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسی طرح تعلیق میں بھی ملک ثابت ہے کذا فی النہر الفائق وقید بالخیار لانہ لو قال لعبدہ
حر فباعہ بیعا صحیحا بلا خیار لا یعتق لزوال ملکہ وتنحل الیمین لتحقق الشرط زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یوں کہیگا کہ

آزاد کیا یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا السبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے زوجیت ہو جانے سے یعنی البیع ثابت یا تدبیر مطلق یا استیلاد کے مملوک لائق بیع کے نہ رہا یہان تک کہ اگر یون کہیگا اپنے مملوک سے کہ میں تجکو بیع نکرون تو تو آزاد ہے پھر اُسکو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہو جاویگا اسلیے کہ شرط پائی گئی یعنی عدم بیع مصنف نے تدبیر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہوگا کذا فی الفتح اسواسطے کہ مقید مین قبل وجود شرط کے بیع جائز ہے ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ لانہ موہوم اور معتبر نہین تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اسواسطے کہ وہ امر موہوم ہے شارح نے یہ دفع دخل کیا تقریر سوال یہ ہے کہ معتق اور مدبر اور ام ولد کی بیع ممکن ہے اسطرح کہ وہ مرتد ہو جاوین اور دار الحرب میں جا ملین اور پھر گرفتار ہو آوین اور مسلمون کے مملوک ہون یا حسن قاضی کے نزدیک ہے کہ بیع جائز ہے وہ جواز بیع مدبر کا حکم دے تو تحقیق شرط کا محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پھر حانث کیونکر ہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ اعادہ رق کا ارتداد سے امر موہوم ہے تو لائق اعتبار کے نہین طحطاوی نے کہا جب یہ معلوم ہوا تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا کہ ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ ولا القضاء ببیع المدبر تاکہ پورا دفع دخل ہو جاتا قالت لہ امرأتہ تزوجت علی فقال کل امرأۃ لی طالق طلقت المحلفۃ تکمیلا للام وعن الثانی لا وصححہ السرخسی وفی جامع قاضی خان بہ اخذ عامۃ مشائخنا وفی الذخیرۃ ان فی حال الغضب طلقت والا لا کما صحح اُسکی عورت نے کہ تو نے مجھ پر دوسرا نکاح کیا سو زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہے وہ مطلقہ ہے تو محلفہ بکمال کلام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو حلف دلایا وہ مطلقہ ہو گئی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ کل امرأۃ میں وہ بھی داخل ہے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہین اسواسطے کہ بقرینہ حال وہ عورت کلیہ مذکورہ سے مستثنیٰ ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سرخسی نے اور جامع قاضیخان میں ہے کہ اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور ذخیرہ میں یون تفصیل مذکور ہے کہ اگر زوج نے حالت غضب میں یہ حلف کیا تو وہ بھی مطلقہ ہے اور نہین تو وہ مطلقہ نہین طحطاوی نے کہا کہ محل خلاف اُس صورت میں ہے جب زوج نے اُسکی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نہ کی ہو اور اگر نیت کی تو بالاتفاق موافق نیت کے حکم ہوگا ولو قیل لہ الک امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فقال کل امرأۃ لی فہی کذا لا تطلق ہذہ المرأۃ لان قولہ غیر ہذہ المرأۃ لا یحتمل ہذہ المرأۃ فلم تدخل تحت کل بخلاف الاول اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیرے کوئی اور عورت ہے سوا اس عورت کے سو اُسنے کہا جو عورت میری ہے سو وہ مطلقہ ہے تو یہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ قول اُسکا غیر ہذہ المرأۃ احتمال نہین رکھتا ہذہ المرأۃ کا یعنی جب کہا سوا اُس عورت کے تو یہ عورت اُسکو شامل نہ رہی تو کل امرأۃ کے تحت میں نہ داخل ہوئی تو تقدیر کلام یون ہوئی کہ کل امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فہی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہان کل امرأۃ میں محلفہ داخل ہے فروع تتفرع علی الحنث لفوات المحل چند مسائل ملحقہ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہین بسبب فوت ہونے محل یمین کے ان لم تصبی ہذا الماء فانت طالق فکسر حلف زوج کا یون کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سے مثلاً پانی نہ گرا دے اس صحن میں تو طالق ہے پھر عورت نے اُسکو توڑ ڈالا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ برتن ہی نہ رہا جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور چھڑکنا مقصود ہو اوان لم تذہبی فتاتی بہذا الحمام فانت کذا فذبحہ الحمام طلقت یا زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ اگر تو نہ جائے کہ اس کبوتر کو لا دے تو تو مطلقہ ہے پھر کبوتر اُڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگی قال لمحرمہ ان تزوجتک فعبدی حر فتزوجہا حنث لان یمینہ تنصرف الی ما یتصور کہ مرد نے اپنی محرم عورت سے کہا کہ اگر میں تجھسے نکاح کرون تو میرا غلام آزاد ہے پھر اُس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یمین اُسکی منصرف ہوگی اُسکی طرف جو ہو سکتا ہے یعنی عقد اگرچہ فاسد ہے حلف لا یتزوج بالکوفۃ فعقد خارجہا لا لان المعتبر مکان العقد قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نہ کریگا تو اُسکے باہر عقد کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے علم بحر الرائق میں ہے قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نہ کریگا پھر نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونون کوفہ میں ہین تو اُسکی تدبیر یہ ہے کہ مرد اپنی طرف سے ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے پھر دونون وکیل شہر سے باہر نکل کر نکاح کر دین تو حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے کذا فی الطحطاوی ان تزوجت ثیبا فہی کذا فطلق امرأتہ ثم تزوجہا ثانیا لا تطلق اعتبارا للغرض وقیل تطلق اگر میں ثیبہ سے نکاح کرون تو اُسکی عورت مطلقہ ہے پھر اُسنے اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر اُس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہ ہوگی باعتبار غرض کے کہ اپنی متکلم کو ثیبہ سے غیر زوجہ مقصود تھا اور دوسرا قول ہے کہ مطلقہ ہوگی باعتبار عموم لفظ کے حلف لا یتزوج من بنات فلان ولیس لفلان بنت لا یحنث بمن ولدت لہ بعد قسم کھائی کہ مثلاً زید کی بیٹیون سے نکاح کرے

اور حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہیں تو حانث نہ ہوگا زید کی اُس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہے اسواسطے کہ حاشیہ شلبی
مین فتح القدیر سے یہ منقول ہے قسم کھائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہیں پھر زید کا ایک لڑکا پیدا ہوا اور حالف اُس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث ہوگا
اور محمد کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہے اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کے النکرۃ تدخل تحت النکرۃ والمعرفۃ
لاتدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذہ الدار احد فکذا والدار لہ اولغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل ہوتا ہے نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہین ہوتا ہے
نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہے یا اُسکے غیر کا پھر اُس گھر مین حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر
حالف کے ہم یعنے حالف نے آپکو قول مذکور مین بلفظ معرفہ نہین مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنے احد کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی ہے وہ بھی
شامل ہوگیا بموجب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری ودارک لاحنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے گھر مین یا تیرے گھر مین تو حانث نہوگا حالف
کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنے حالف معرفہ ہے بسبب اِضافت متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا یہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا یہ دارک کا
تو اُسکو مناسب تھا یون کہنا لاحنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنے اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گھر مین مخاطب کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے
کہ مخاطب معرفہ ہے بسبب خطاب کے تو احد کے تحت مین نہ داخل ہوگا وکذا لوقال ان مس ہذا الراس احد واشار الی راسہ لاحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ
اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی طلاق معزیا للاشباہ اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر چھوئے اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے اپنے
سر کی طرف تو حالف اسکے چھونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہے حالف سے بنابر پیدائش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر
یعنے تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنے کے قوی تر ہے داری کی اضافت سے اور اُسکو مصنف نے ذکر کیا ہے باب الیمین سے پہلی طلاق مین اشباہ کی طرف اشارہ کرکے
الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فکذا دخل الحالف لو ہو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل
نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنے سے اور نام مین داخل ہوتا ہے چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہے حالف داخل ہوگا
تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہوگا یعنے اگر حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو
اس وجہ سے حالف عموم نکرہ سے نہ نکلا کذا فی البحر ہم جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اُس مرد کے غلام سے جسکا
نام محمد بن احمد ہے تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اُسکا غلام اسی مین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی الاشباہ المعرفۃ لاتدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء فتدخل
فی النکرۃ التی ہی فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فانت طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان المعرفۃ لاتدخل تحت النکرۃ وتمامہ فی القسم
الثالث من ایمان الظہیریۃ شارح کہتا ہے اشباہ مین ہے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہو یعنی معرفہ اُس نکرہ مین داخل ہوتا ہے
جو شرط کے محل مین واقع ہے چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر مین تو تو مطلقہ ہے پھر زوجہ اُسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث
نہوگا اسواسطے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہے ہم حموی محشی اشباہ نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہے بتا
خطاب لیکن وہ جزا مین واقع ہے تو اُسکا دخول اُس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہے ممتنع نہین اسواسطے کہ دو جملے متعدد و مختلف کلام کے ہین اور اسی طرح
شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین واقع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ ایک ہی جملہ یعنے شرط مین دونون اقع
ہین ویجب حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ واراق دما ان رکب لادخالہ النقص ولو اراد بیت اللہ بعض المساجد
لم یلزمہ شئ اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چل کر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجھ پر واجب ہے پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک اور جانور ذبح کرے
اگر راہ مین سوار ہوا اسواسطے کہ اُسنے نذر مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعض مسجد کا ارادہ کریگا تو اُسپر کچھ لازم نہ ہوگا نہ قضا

شہ دیا تہ اسواسطے کہ اُسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا ہم مصنف نے بلا قید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا کہین اور کیگا تو اُسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا چنانچہ ہدایہ مین تصریح ہی اسواسطے
کہ ایجاب حج عمری کا باعتبار مدلول لفظ یا اُسکے استلزام کے نہین اور نہ باعتبار مجاز کے اور بنظر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہو یعنی علی المشی الی بیت اللہ ایجاب حج یا
یا عمرہ مین مروج ہی تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہوگیا مانند اس قول کے کہ علیّ حجۃ او عمرۃ کذا فی المنح ولا شئ بعلی الخروج او الذہاب الی بیت اللہ او المشی
الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا او المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ لعدم العرف اور یون کہنے مین کہ مجھپر واجب ہی نکلنا یا جانا
بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازے تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا عرفات تک تو کچھ واجب نہین نہ حج نہ عمرہ بسبب
عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ مین اور مسئلہ مذکورہ میں اور مسئلہ سابقہ مین کوئی وجہ فرق کی نہین سوا عرف کے لا العتق عبد قیل لہ ان لم احج العام فانت
حر ثم قال حججت وانکر العبد فاتی العبد بشاہدین فشہدا انہ ضحی بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی النفی اذ التضحیۃ لا تدخل تحت القضاء وقال محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد
نہوگا وہ غلام جس سے یون کہا گیا یعنی اُسکے مولے نے کہا کہ اگر مین اسی سال حج نہ کرون تو تو آزاد ہی پھر مولے نے کہا کہ مین نے حج کیا اور غلام اُسکے حج کا منکر
ہوا اور دو گواہ لایا سو دونون نے کوفہ مین اُسکے قربانی کرنے کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب اُسکے قائم ہونے کے نفی حج پر اسواسطے کہ قربانی کرنا
حکم قاضی کے تحت مین داخل نہین اور محمد نے کہا کہ غلام آزاد ہوگا اور ترجیح دی ہی اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر مین اور حسب مطلب ہر چند اثبات کی گواہی ہی یعنی
کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہی اسواسطے کہ کوفہ بہت دور ہی کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ مین ہو اُسکا پہونچنا اس سال کی حج مین نہین ہو سکتا اور اثبات
قربانی کا قاضی سے متعلق نہین تو یہ گواہی نفی حج کی گواہی کے مانند ہوگئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہین اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر یہ ہی کہ گواہی نفی پر نہین بلکہ امر وجودی
پر ہی جو متضمن ہی نفی کا تو مقبول ہوگی حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیۃ وان افطر لوجود شرطہ قسم کھائی کہ روزہ نہ رکھیگا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے صوم سے بشرط نیت
صوم اگرچہ بعد ساعت کے اُسنے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اُسکے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایک ساعت کی امساک سے بھی پائی گئی اسواسطے کہ صوم عبارت ہی امساک
مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی المنح ولو قال لا اصوم صوما او یوما حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف الی الکامل اور اگر کہا کہ لا اصوم صوما یعنی بعد فعل کے مصدر کو صریحا ذکر کیا
یا یون کہا کہ نہ روزہ رکھونگا ایک دن تو پورے ایک دن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کم سے اسواسطے کہ لفظ صوم کا مطلق ہی تو فرد کامل کی طرف منصرف ہوگا
اور صوم کامل نہین ہوتا بدون رات کے آنے کے اور لا اصوم یوما مین لفظ یوم کا خود صریح ہی تقدیر مدت مین کذا فی الطحطاوی حلف لیصومن ہذا الیوم وکان بعد
اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد الصحۃ بل التصور لتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ ضرور روزہ رکھیگا اس دن مین حالانکہ بعد
کھا چکنے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور فی الفور حانث ہوجاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر موقوف نہین بلکہ تصور پر یا مانند تصور صوم کے ناسی مین ہم
یعنی صوم بعد الاکل او الزوال ناسی مین متصور ہی یعنی جو صائم بھول کر کھا گیا تو اُسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہی یا تصور صوم اُس ناسی کا بعد زوال کے جو نیت کرنا بھول
گیا کذا فی الطحطاوی وہو کما لو قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان الیمین تصح وتطلق
فی الحال لان درور الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وہو الماء غیر قائم اصلا فلا یتصور بوجہ اور وہ یعنی مثال سابق مانند اس
مثال کے ہی کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھیگی تو تو مطلقہ ہی پھر اُسی وقت اُسکا حیض جاری ہوگیا یا ایک رکعت بعد جاری ہوا تو یمین صحیح ہی اور
زوجہ اُسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع صلاۃ کا نہین چنانچہ استحاضہ مین بخلاف مسئلہ الکوز کے یعنی قسم کھائی کہ اس
کوزہ سے پانی پیئیگا اور حالانکہ اُسمین پانی نہین اسواسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اُسمین مطلقا موجود نہین تو یمین کسی وجہ سے متصور نہین وحنث فی لا
یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم مین کہ نماز نہ پڑھیگا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے یعنی سجدہ کرتے ہی کیونکہ نماز عبارت ہی
ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہی اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ مین داخل نہین فتح القدیر مین کہا حق یہ ہی کہ ارکان

حقیقۃ نماز کے پانچ ہین اور قعدہ رکن زائد ہی کہ ختم صلوۃ کے واسطے واجب ہوا ہی تو حنث کے حق مین اُسکی کیفیت معتبر نہوگی کذا فی فتح اور نہرالفائق مین قعدہ کو شرط قرار دیا ہی نہ رکن تو بطریق اولی حنث مین اُسکا اعتبار نہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر لانہ لم یتحقق الا باو سلمہ تشفع لتحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک رکعت نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہی آزاد نہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے کہ اگر رکعت ثانی سے متوہم ہر چند اس مثال مین حنث رکعت اولی پر ہی نہ دو رکعت پر لیکن بدون دوسری رکعت کے شرعا تحقق رکعت اولی کا متصور نہین اسواسطے کہ نقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہی تو ایک رکعت پڑھکر کلام کریگا تو غلام آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی لا یصلی صلوۃ تشفع وان لم یقعد اور اس یمین مین کہ لا یصلی صلوۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اُسنے قعدہ نہ کیا ہو اسواسطے کہ فتح القدیر سے منقول ہو چکا کہ وہ رکن اصلی نہین نماز کا بخلاف لا یصلی الظہر مثلا فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلا نہ پڑھیگا تو اسکے حانث ہونے مین تشہد شرط ہی ہم تشہد سے مراد تشہد اخیر ہی اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہی کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھاویگا تو حانث نہوگا تا وقتیکہ چوتھی رکعت کے بعد تشہد نہ کریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یؤم احدا باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان صلیۃ قصدان لا یوم احدا لانہ امہم اس قسم مین کہ کسی کی امامت نہ کریگا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اُسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اُسنے کسی کی امامت کا قصد نہ کیا ہو اسواسطے حانث ہوگا کہ وہ امام اُنکا ہوگیا اسواسطے کہ امامت مین نیت امامت کی شرط نہین وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لم یوم احدا اور حالف کی فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اگر اُسکی نیت کریگا یعنے اس نیت مین دیانۃ تصدیق ہوگی کہ کسی کی نیت نہ کریگا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یوم احدا لا یحنث مطلقا لا دیانۃ ولا قضاء وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحسانا اور اگر حالف نے گواہ کر لیا قبل اپنی شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسی کی امامت نہ کریگا تو کسی طرح حانث نہوگا نہ دیانۃ اور نہ قضاء اور اقتدا مقتدیون کی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ مین یہ واقعہ ہوا ہو بنابر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہی کہ نماز جمعہ مین جماعت شرط ہی سو بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہی کما لا حنث لو امہم فی صلوۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہین ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت مین بسبب اُسکے عدم کمال کے کیونکہ لا یصلی صلوۃ کی حلف مطلق متصرف ہی فرد کامل کیطرف اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت بسبب عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہین بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیا عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اُسکی جماعت کرنے سے حانث ہوگا اگرچہ امامت کرنا نوافل مین ممنوع ہی ہم جماعت نفل کی اُسوقت ممنوع ہی جبکہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہی کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین کذا فی الطحطاوی فروع مسائل الخ شارح کے ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہی سو غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑھی اور مولی نے اُسکا انکار کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ اُسپر مطلع ہونا ممکن ہی بلا مشقت قال ان ترکت الصلوۃ فانت طالق فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوجہ سے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی تو تو طالق ہی سو اُسنے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر کذا فی الظہیریہ حلف ما اخر صلوۃ عن وقتہا وقد نام وقضاہا استظہر الباقانی عدم حنثہ لحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اُسکے وقت سے مؤخر نہ کریگا اور حالانکہ وہ سوگیا نماز کے وقت پھر اُسکو قضا کیا باقانی نے اُسکے عدم حنث کو قوی کیا ہی اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنے جو نماز کے وقت سوگیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے تو وہی اُسکا وقت ہی حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہی اور عرف مین اُسکو مؤخر کہتے ہین اگرچہ قضاء کرے اجتمع حدثان فالطہارۃ منہما ودو حدث جمع ہوئین تو طہارت دونون سے ہوگی ہم قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کریگا پھر اُسکی ناک سے خون نکلا بعد پیشاب کیا پھر اُسنے وضو کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دونون حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امراتہ ولا یغتسل یصلی الفجر والظہر والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل بعد غروب ویصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ اُس دن مین پانچ وقت کی نماز جماعت سے پڑھیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نہ کریگا تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھے پھر زوجہ سے

زیارت کرے پھر غروب کے وقت غسل کرے اور مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غسل رات میں واقع ہوا نہ دن میں کذا فی النہر لیکن
حلبی نے کہا اسمیں اعتراض ہے کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہے تو غروب تک تین ہی نمازیں ہوئیں اور قسم ہے پانچ نماز کی اور اگر یوم سے مطلق وقت مراد ہے تو بہر صورت
حانث ہوگا خواہ دن میں نہاوے خواہ رات میں حلف لا یحج فعلیہ الحج الصحیح منہ فلا یحنث بالفاسد قسم کھائی کہ حج نہ کریگا تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد
حج کرنے سے حانث نہ ہوگا ہم لا یحج اذ لا یحج حجۃ کا حلف برابر ہے بخلاف صلوٰۃ کے لا یحنث حتی یقف بعرفۃ وعن الثالث ای محمد حتی یطوف اکثر الطواف المفروض
عن الثانی وبہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان من کبار فقہاء بخاری ومات بہا سنۃ ست وتسعین وخمسمائۃ اور عدم حج کی حلف میں حانث
نہ ہوگا یہاں تک کہ عرفات کا وقوف کرے یہ مروی ہے امام ثالث محمد بن حسن سے اور حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ اکثر طواف الزیارت کرے یعنی بدون چار شوط
کے حانث نہ ہوگا یہ مروی ہے امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت پر جزم کیا ہے منہاج میں جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہے وہ بخارا کے فقہا کبار
میں سے تھے اور پانسو سانہ ہجری میں وہیں وفات پائی ولا یحنث فی العمرۃ حتی یطوف اکثرہا اور حانث نہ ہوگا عمرہ نہ کرنے کے حلف میں یہاں تک کہ عمرہ کا اکثر
ادا نہ کرے یعنی چار شوط زیادہ ان لبست من مغزولک فہو ہدی ای صدقۃ التصدق بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف فغزلت ونسج ولبس
فہو ہدی عند الامام ولہ التصدق بقیمتہ بمکۃ لا بغیر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں پہنوں تیرے کاتے سوت سے تو وہ ہدی ہے یعنی صدقہ ہے جسکو میں مکہ معظمہ
میں تصدق کروں پھر زوج مالک ہوا روئی کا بعد اس قسم کے سو زوجہ نے اسکو کاتا پھر اسکا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اسکو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہے امام اعظم
کے نزدیک اسواسطے کہ عادت یہی ہے کہ عورت زوج کی مملوک روئی کو کاتے تو معتاد ہی مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہے کہ اسکی قیمت کو مکہ میں خیرات کرے
نہ اور جگہ میں جو صدقہ بلفظ ہدی ہے اسکا صرف سوائے مکہ کے اور کہیں جائز نہیں بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا ملکہ یوم حلفہ ویفتی بقولہما
فی دیارنا لانہا انما تغزل من کتان نفسہا او قطنہا ویفتی بقولہ فی دیار الرومیۃ لغزلہا من کتان الزوج نہر اور صاحبین نے وجوب تصدق میں ملک زوج
کی اسکی حلف کے دن شرط کی ہے اسواسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہیں اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوے
ہے ہمارے ملک میں یعنی مصر میں اسواسطے کہ وہاں عورت اپنی کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہے اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہے روم کے ملک میں اسواسطے کہ وہاں عورتیں اپنے
زوج کے کتان کو کاتتی ہے کذا فی النہر الفائق حلف لا یلبس من غزلہا فلبس تکۃ منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہ لا یسمی لابسا عرفا قسم کھائی کہ زوجہ
کے سوت کو نہ پہنے گا پھر اسکے سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ عرف میں اسکو لابس یعنی پہننے والا نہیں کہتے ہیں
کما لا یلبس ثوبا من نسج فلان فلبس من نسج غلامہ لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیدہ والا حنث لتعین المجاز جیسا کہ قسم کھائی کہ وہ کپڑا نہ پہنے گا جسکو فلانے نے
بنا سو اسنے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہ ہوگا جب کہ فلانا شخص بھی اپنے ہاتھ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہیں جانتا ہوگا تو اسکے غلام کے بنے کپڑے کے پہنے سے حانث
ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اسواسطے کہ نسج حقیقی وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے ہو تو جب تک حقیقت ممکن ہوگی تو اسی پر حمل ہوگا اور درصورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح
کما حنث بلبس خاتم ذہب وعقد لؤلؤ او زبرجد او زمرد ولو غیر مرصع عندہما وبہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم میں کہ زیور
نہ پہنے گا حانث ہوتا ہے بسبب عرف کے سونے کی انگوٹھی پہنے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہنے سے اگرچہ زر
چاندی سونے میں جڑا نہ ہو صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہے حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ میں مشرح ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہے تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم
فضۃ بدلیل حلہ للرجال الا اذا کان مصنوعا علی ہیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص فیحنث ہو الصحیح زیلعی ولو کان مموہا بذہب ینبغی حنثہ بہ کخلخال
ولو سوار حانث نہ ہوگا حالف مذکور میں چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اسکی حلت کے مردوں کے حق میں مگر جب کہ چاندی کی انگوٹھی عورتوں
کی انگوٹھی کی صورت پر بنی ہو اسطرح پر کہ اسمیں نگین ہو مانند عورتوں کے تو اسکے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی شرح الزیلعی اور اگر انگوٹھی پر سونے کا

ملمع ہو تو لائق یون ہی کہ اسکے پہننے سے حانث ہو گا کذا فی النہر جیسے گوہری اور کنگن کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہی خواہ چاندی کے ہون غرض کہ ہر چند سونے چاندی کا
زیور مردون پر حرام ہی فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہی واسطے مہر کرنے کے نہ واسطے زینت کے تو وہ انکے حق مین زیور کامل نہین اگرچہ زینت سے خالی نہین لہذا اسکے پہننے سے
حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کخشب او جلد او بساط او حصیر او حلف لا ینام علی ہذا الفراش فجعل فوقہ
آخر فنام علیہ او لا یجلس علی ہذا السریر فجعل فوقہ آخر لا یحنث فی الصور الثلثۃ کما لو نزع الحشو من الفراش للعرف قسم کھائی کہ نہ بیٹھے گا زمین پر
پھر بیٹھا اس چیز پر جو حائل ہی جالس اور زمین مین اور زمین سے جدا ہی جیسے لکڑی یا کھال یا فرش یا چٹائی یا قسم کھائی کہ نہ سوئیگا اس فرش
پر پھر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اسپر سویا یا قسم کھائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا پھر اسپر دوسری چارپائی بچھا کر بیٹھا تو حانث نہوگا ان تینون صورتون
مین چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پھر اسپر بیٹھا تو حانث نہوگا بنا بر عرف کے اور اسی طرح اگر فرش کا ابرہ اور آستر جدا کیا اور درمیان
کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولو نکر الاخیرین حنث مطلقا للعموم وفی القدوری من تنکیر السریر حملہ فی الجوہرۃ علی المعرف
اور اگر اخیر دونون مثالون مین فرش اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یون کہے لا یجلس علی فرش و لا یجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھے گا اور کسی چارپائی
پر نہ بیٹھے گا تو ہر طرح سے حانث ہوگا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قدوری مین سریر کو نکرہ ذکر کیا ہی تو جوہرہ مین اسکو معرفہ پر محمول کیا ہی بخلاف
ما لو حلف لا ینام علی الواح ہذا السریر او الواح ہذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراش لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح لکن
ینبغی التعبیر باداۃ التشبیہ کما ہو الی آخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام لیصح المرام کما لا یخفے علی ذوی الافہام وکما ہو الموجود فی غالب نسخ المتن فی
دیارنا دمشق الشام فلیتنبہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ سوئیگا اس چارپائی کی پٹیون پر یا اس ناؤ کے تختون پر پھر انپر فرش بچھایا اور
اسپر سویا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ تختون پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہی ایسی عبارت ہی مصنف کی شرح کے نسخون مین لیکن لائق یون
ہی کہ تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کیجاوے چنانچہ یون کہا جاوے کما لو حلف لا ینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلہ قرام سے موخر کیجیے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ
نہین صاحبان فہم پر اور چنانچہ یون ہی موجود ہی ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخون مین سو خبردار رہنا لفظ بخلاف کا اسکا مقتضی ہی کہ
اس مسئلہ کا حکم مسئلہ سابقہ کے مخالف ہی حالانکہ دونون مین عدم حنث ثابت ہی لہذا شارح نے اسپر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان کیا
لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکھا ہوا موجود ہی اسمین یہ عبارت متن مین داخل نہین بلکہ شرح مین داخل ہی
بلا لفظ بخلاف بہر صورت یہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہین واللہ اعلم ولو جعل علی الفراش قرام بالکسر الملاءۃ او جعل علی السریر بساطا او حصیرا
لانہ یعد نائما و جالسا علیہما عرفا بخلاف ما مر اور اگر قسم کھائی کہ اس فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا یا نہ سوئیگا اور اس فرش پر باریک کپڑا بطور چاندنی کے بچھایا یا چارپائی
پر بچھونا یا چٹائی ڈالی پھر اسپر بیٹھا یا سویا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہوگا عرف مین بخلاف اس
مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اسمین عرفا حانث نہین ہم قرام بکسر قاف عبارت ہی پردہ باریک سے شمنی نے کہا کہ قرام بالکسر اس پردہ کا نام ہی جسمین نقوش
ہون اور اسی طرح مختار الصحاح مین تصریح ہی اور ہمارے عرف مین قرام کو ملاءۃ کہتے ہین جو فرش پر بچھایا جاتا ہی کذا فی المنح ملاءۃ بضم میم و مد لغت مین چادر کو
کہتے ہین کذا فی المنح حلف لا یمشی علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لا یحنث قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلیگا
پھر زمین پر جوتیان پہن کر چلا یا پتھرون پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہوگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ان نمت علی ثوبک او فراشک
فالمعتبر اکثر بدنہ کہا زوج نے زوجہ سے اگر مین تیرے کپڑے یا تیرے فرش پر سوؤن تو تو مطلقہ ہی تو اکثر بدن زوج کا معتبر ہوگا یعنی اگر اسکا بدن فرش
پر لگا تو مطلقہ ہوگی اور اگر فقط اسکے فرش پر سر رکھا یا اسپر بیٹھا تو مطلقہ نہوگی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن المحیط

## باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

قولہ مناسب ان یترجم بمسائل شتی من الغسل والکسوۃ یہ باب ہی ضرب اور قتل وغیرہ کی قسم مین شارح کہتا ہو مناسب یون تھا کہ اس باب کو مسائل شتی کی ترجمہ کرتا اور مین الغسل والکسوۃ وغیر ذلک کا بیان ہو الاصل فیہا ان ما یشارک المیت فیہ الحی یقع الیمین فیہ علی الحالتین الموت والحیوۃ وما اختص بحالۃ الحیوۃ ہو کل فعل یلذ ویولم ویغم ویسر کشتم وتقبیل تقیید بہا ثم فرع علیہ قاعدہ بیان یہ ہو کہ جس امر مین مردہ شریک ہو زندے کا تو اسمین قسم دونون حالتون پر واقع ہوتی ہو موت مین بھی اور حیات مین بھی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہو یعنی جو فعل کہ لذت دے اور درد پہونچا دے اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فلو قال ان ضربتک او کسوتک او کلمتک او دخلت علیک او قبلتک تقید کل منہا بالحیوۃ حتی لو علق بہا طلاقا او عتاقا لم یحنث بفعلہا فی المیت تو اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجھکو مارون یا تجھکو کسوت دون یا تجھ سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو یہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہان تک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کریگا تو حانث نہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتھ میت کے ہم تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہو کہ اگر مین تجکو مارون یا کسوت دون یا تجھ سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو اسکی زوجہ مطلقہ ہی یا غلام اسکا آزاد ہو پھر مخاطب کے مرنے کے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہوگا ضرب اسواسطے میت مین متحقق نہین ہو سکتی کہ ضرب عبارت ہو فعل دردناک سے باستعمال آلہ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہین اور میت کو جو عذاب قبر ہوتا ہو تو اسکو جمہور علماء کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہو بقدر دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ مین البتہ حیات عطا ہوتی ہو جو آنکھ سے معلوم نہین ہو سکتی اور کسوت کی مفہوم مین تملیک معتبر ہو اور میت لائق تملیک کے نہین اور کلام سے غرض افہام ہو اور موت اسکی منافی ہو اور دخول سے مراد یا اکرام ہو یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہ کوئی بات حاصل نہین اور یہی حال ہو شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر الفائق اور فتح القدیر مین مذکور ہو کہ میت کو سماعت نہین اور فہم بھی نہین اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہو نہ میت کی اور یہ جو صحیح بخاری مین مروی ہو کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولون کی لاشون کو کنوین مین ڈلوا کر انسے فرمایا کہ جو تمھارے رب نے وعدہ کیا تھا یعنی شکست کفار اسکو تم نے سچا پایا عمر فاروق رض نے کہا آپ مردون سے کلام کرتے ہین یا رسول اللہ صلعم تو فرمایا قسم ہو اُس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہو کہ تم انسے زیادہ تر نہین سننے ہو اسکا ایک جواب یہ ہو کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین دوسری حدیث ثابت ہو کہ عائشہ رض صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتون سے رد کیا اول آیت یہ ہو کہ وما انت بمسمع من فی القبور یعنی تو سنا نہین سکتا انکو جو قبرون مین ہین اور ثانی آیت یہ ہو فانک لا تسمع الموتی یعنی مقرر تو سنا نہین سکتا مردون کو اور دوسرا جواب یہ ہو کہ یہ کلام بطریق ضرب المثل تھا زندون کی نصیحت کے واسطے چنانچہ علی مرتضی رض سے منقول ہو کہ قبرستان مین جا کر فرمایا کہ تمھاری عورتون کے نکاح ہو گئے اور تمھارے مال تقسیم ہو گئے اور تمھارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہو گئے یہ خبر تمھاری ہی ہمارے پاس سو ہماری خبر تمھارے پاس کیا ہو اور تیسرا جواب یہ ہو کہ یہ تکلم اور سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی نوبت سے تھا بنا بر اعجاز کے تاکہ کافرون کی حسرت زیادہ ہو اور وہ جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہو کہ میت جوتیون کی آواز سنتا ہو جب لوگ اسکو دفن کرکے پھرتے ہین اسکا جواب یہ ہو کہ ابتدا دفن کا یہ سماع اور فہم مقدمہ ہو جواب ہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہ وجہ ہو تا حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہو جاوے تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کی مقید ہین انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہی یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تھا تو اس سے عموم سماعت موتی ثابت نہین ہو سکتا چنانچہ بنا بر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بھی کلام کیا ہی حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہو سکتی ہو کہ جب منکر اور نکیر مومن سے جواب معقول سنتے ہین تو اس سے کہتے ہین کہ نم کنومۃ العروس یعنی اب آرام سے سو جیسے دلھا سوتا ہی ظاہرا یہ حدیث دلالت کرتی ہو کہ مردہ

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

کامل عالم سے غافل ہو جاتا ہے جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہے اور کلام نہیں سنتا بالجملہ ہم لوگ اہل تقلید ہیں پایہ اجتہاد کا نہیں رکھتے پھر جن فقہا کے ہم مقلد ہیں جب انکے نصوص سے
ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہیں تو اسمیں زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بیہودہ ہے واللہ اعلم بخلاف الغسل والحمل والمس والباس الثوب لحلفہ لا یغسلہ ولا یحملہ
لا یمسہ تقیید بالحیوۃ بخلاف نہلانے اور اٹھانے اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یون قسم کھانا کہ مثلا زید کو غسل نہ دیگا یا اسکو نہ اٹھاویگا تو یہ یمین مقید
بحیات نہین یعنے اگر زید کے مرنے کے بعد اسکو غسل دیگا یا اٹھاویگا یا اسکو چھوویگا یا کفن پہناویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ افعال زندہ کو مخصوص نہین
بلکہ میت انمین شریک ہے زندہ کا یحنث فی حلفہ لا یضربہا بشعرہا او خنقہا او عضہا او قرصہا ولو ممازحا خلافا لما صححہ فی الخلاصۃ حانث
ہوگا یعنی اس قسم مین اگرچہ فارسی زبان مین قسم کھائی ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ ماریگا پھر اسکے بال کھینچے یا اسکا گلا دابا یا اسکو دانت سے کاٹا یا اسکے
چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہ افعال کیے ہون بخلاف اس قول کے جسکو خلاصہ مین صحیح کہا ہے مع خلاصہ اور بحر الرائق مین جامع قاضی خان سے اور
فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے شرح ہے کہ اگر بال کھینچنا اور گلا دبانا اور کاٹنا اور چٹکی لینا حالت غضب مین ہے تو حانث ہوگا اور اگر ملاعبت کی
حالت مین ہے تو حانث نہوگا یہی قول صحیح ہے تو باوجود تصحیح علما کے بارہ شارح کو اسکی مخالفت کرنا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی والقصد لیس بشرط فیہ
اے فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر والاشبہ بحر وبہ جزم فی الخانیۃ والسراجیۃ اور ضرب مین قصد کرنا شرط نہین اور بعضون نے کہا قصد شرط ہے بنابر قول اظہر اور
اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ مین یقین کیا ہے وانما الایلام فشرط بہ یفتی ویکفی جمعہا بشرط اصابۃ بدنہ کل سوط اور درد پہونچانا تو ضرب مین شرط ہے
اسی پر فتوی ہے اور کفایت کرتا ہے جمع کرنا کوڑون کا بشرط یکہ مضروب کے بدن کو ہر کوڑا لگے مع قسم کھائی کہ مثلا سو کوڑے زید کے مارونگا پھر سو کوڑے اسنے جمع کیے
اور زید کے ایکبار مارے تو حانث نہوگا بشرطیکہ ہر کوڑا اسکے بدن پر لگا ہو اسطرح کہ انکے اطراف قائمہ یا اعراض مبسوطہ بدن پر لگین بشرط تکلیف کذا فی الفتح
واما قولہ تعالی وخذ بیدک ضغثا ای حزمۃ ریحان مخصوص بحنث زوجۃ ایوب علیہ السلام فتح اور وہ جو حق تعالے کا قول ہے کہ لے اپنے ہاتھ مین مٹھا یعنے ریحان کا
دستہ سو یہ خصوصیت ہے ایوب علیہ السلام کی زوجہ سماۃ رحمت کی کذا فی الفتح مع رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھین ایوب علیہ السلام کی وہ کسی کام کو
گئی تھین وہان دیر لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ سو ضرب مارونگا حق تعالے نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان انکو مارین اور ایکبار مارنا ہے
کہ درخت کی شاخین ہین خلاصہ سوال یہ ہے کہ تمنے ضرب مین ایلام شرط کیا ہے اور دستہ ریحان کی ضرب مین تکلیف کہان شارح نے جواب دیا کہ یہ مخصوص ہے زوجہ ایوب
علیہ السلام کو یہ جواب علی سبیل التسلیم ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام مین ممنوع ہے علی الخصوص بصورت روایت شاخون کی ضرب کے تفسیر ان
ہین ہے کہ جو انجیل مین اس آیت کی رخصت باقی ہے کذا فی الفتح والطحطاوی حلف لیضربن او لیقتلن فلانا الف مرۃ فہی علی الکثرۃ والمبالغۃ کحلفہ لیضربنہ حتی یموت او
یقتل او حتی یترکہ لا حیا ولا میتا قسم کھائی کہ البتہ ماریگا یا قتل کریگا فلانے کو ہزار بار تو یہ کثرت ضرب و مبالغہ یعنے شدت ضرب پر محمول ہے معنی حقیقی مراد نہین چنانچہ یون قسم کھانا
کہ البتہ اسکو ماریگا یعنے کوڑون سے کہ اسے البحر یہان تک کہ وہ مر جاوے یا یہان تک کہ وہ مقتول ہو جاوے یا یہان تک کہ اسکو چھوڑے ایسا کہ نہ زندہ رہے
نہ مردہ تو یہ یمین کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہے حقیقت پر و لو قال حتی یغشی علیہ او حتی یستغیث او یبکی فعلی الحقیقۃ اور اگر یون کہا کہ البتہ اسکو ماریگا یہانتک
کہ اسکو غش آجاوے یا یہان تک کہ وہ فریاد کرنے لگے یا رونے لگے تو یہ یمین حقیقت پر ہے نہ مجاز پر تو تاوقتیکہ اسکو غش نہ آوے یا فریاد نہ کرے یا نہ روے قسم پوری
نہوگی ان لم اقتل زیدا فکذا وہو ای زید میت ان علم الحالف بموتہ حنث والا لا وقد قدمہا عند لیصعدن السماء اگر نہ قتل کرون زید کو تو ایسا ہے
اور حالانکہ زید میت ہے اگر حالف اسکی موت کو جانتا ہے تو حانث ہوگا اور اگر نہین جانتا ہے تو حانث نہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کر چکا ہے صعود
سما کی حلف کے قریب حلف لا یقتل فلانا بالکوفۃ فضربہ بالسواد ومات بہا حنث کحلفہ لا یقتلہ یوم الجمعۃ فجرحہ یوم الخمیس ومات یوم الجمعۃ حنث
وبعکسہ ای ضربہ بکوفۃ وموتہ بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانہ بشرط کون الضرب والجرح بعد الیمین ظہیریہ قسم

کھائی کہ فلانے کو کوفہ میں نہ قتل کریگا پھر اُسکو کوفہ کے دیہات میں مارا اور وہ کوفہ میں مرگیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم میں کہ نہ قتل کریگا اُسکو جمعہ کے دن پھر
اُسکو زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اسکے بالعکس میں یعنی کوفہ کے مارنے میں اور دیہات کے مرنے میں حانث نہوگا اسواسطے کہ زمانہ
موت کا معتبر ہے مثال ثانی میں اور مکان معتبر ہے مثال اول میں بشرطیکہ ضرب اور زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریۃ ثم قریات کوفہ کو سواد اسواسطے کہا
کہ وہ شدت سے سرسبز ہوتے ہیں کذا فی الطحطاوی وفیہا ان لم تاتنی حتی اضربک فہو علی الاتیان ضاربا اور ظہیریہ میں ہے اگر تو نہ آویگا میرے پاس تا میں تجکو مارون تو
یہ قسم اسکے آنے پر ہے خواہ اُسکو بعد آنے کے مارے یا نہ مارے مترجم کہتا ہے اس مثال میں لام سببی کے معنی میں ہے اور لام سبب کا یہ حکم ہے کہ وجود سبب مشروط ہے نہ وجود
مسبب کذا فی الطحطاوی ان رائتہ لاضربنہ فہو علی التراخی مالم ینو الفور اگر میں اُسکو دیکھونگا تو البتہ اُسکو مارونگا تو یہ مارنا زندگی پر محمول ہے نہ شتابی پر تا وقتیکہ
فی الحال مارنے کی نیت نہ کرے اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر پھر دیکھنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا ان رائتک فلم اضربک فراٰہ الحالف وہو مریض لا یقدر علی الضرب
حنث اگر میں تجکو دیکھون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر حالف نے اُسکو دیکھا اپنے مرض کے ایسے حال میں کہ اسکو قدرت نہیں ضرب پر تو حانث ہوگا ان لقیتک فلم اضربک
فراٰہ من قدر میل لم یحنث بحر اگر میں تجسے ملاقات کرون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر اُسکو کوس بھر سے دیکھا تو حانث نہوگا کذا فی البحر اسواسطے کہ اتنی دور دیکھنے کو
ملاقات نہیں کہتے ہیں الشہر وما فوقہ ولو الی الموت بعید وما دونہ قریب فیعتبر ذلک فی لیقضین دینہ ولا یکلمہ الی بعید او الی قریب ولفظ العاجل والسریع کالقریب
والآجل کالبعید [illegible] بلا نیۃ مہینا اور اس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید میں داخل ہے اور مہینے سے کمتر مدت قریب میں داخل ہے تو یہی تفسیر مذکور اس قسم میں
معتبر ہوگی کہ اپنے دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلاً زید سے کلام نہ کریگا بعید تک یا قریب تک اور لفظ عاجل و سریع کا مانند قریب کے ہے اور لفظ آجل کا بعید کے
مانند ہے اور یہ تقدیر قریب اور بعید کی در صورت عدم نیت ہے مترجم اگر قسم کھائی کہ قریباً یا عاجلاً یا سریعاً قرض ادا کریگا پھر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہوگا
اور اگر قسم کھائی کہ بعیداً یا آجلاً ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت میں وان نوی بالقریب او البعید
مدۃ معینۃ فیہما [illegible] مانوی ویدین فیما فیہ تخفیف علیہ بحر اور اگر قریب یا بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونون میں نیت کی تو اسکی نیت کے موافق
اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت دنیا مراد لیوے تو بھی صحیح ہے اسواسطے کہ دنیا بہ نسبت آخرت کے قریب ہے کذا فی النہر اور جس مدت میں
حالف پر تخفیف ہوگی اسمین دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر مترجم در صورت تخفیف دیانۃً تصدیق کرنا بحر الرائق میں بہ طور بحث کے مذکور ہے شارح
نے اسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ ملیا او طویلا ان نوی شیئا فذلک والا فعلی شہر ویوم کذا فی البحر عن الظہیریۃ
وفی النہر عن السراج علی شہر قسم کھائی کہ ایک مدت یا زمانہ دراز اس سے کلام نہ کریگا اگر حالف نے کچھ نیت کی تو اُسی قدر معتبر ہے اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو ایک
مہینے اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریۃ اور نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم [illegible] عبارت ہے
مدت زمانہ سے اور اسی نسبت سے لیل و نہار کو ملوان کہتے ہیں وکذا ایاما احد عشر وبالواو احد وعشرین وبضعۃ عشر ثلثۃ عشر اور اگر حلف میں کذا کذا ایوما کہا تو
گیارہ دن مراد ہیں اور واو عاطفہ سے بیچ یون کہا کذا وکذا ایوما تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعۃ عشر سے تیرہ ۱۳ دن مراد ہیں نہر فی حلفہ لیقضین دینہ
الیوم فقضاہ نبہرجۃ او زیوفا او مستحقۃ للغیر [illegible] بیت المال او [illegible] وعتق المکاتب بدفعہا بر [illegible] یعنے حانث نہوگا ایسی اس قسم میں کہ البتہ
آج کے دن اپنا دین ادا کریگا اگر اُسنے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا سیر کے حق کے ادا کیے اور مکاتب انکے بھیجانے سے آزاد ہوجاویگا نبہرجہ وہ دراہم ہیں جنکو
سوداگر نہ قبول کرتے ہون اور زیوف وہ دراہم ہیں جنکو بیت المال سلطانی قبول نہ کرے مترجم نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہیں لیکن نبہرجہ میں چاندی کم
ہوتی ہے اور غش یعنی [illegible] زیادہ لہذا اہل تجارت میں اسکا دینا لینا رائج نہیں اور زیوف میں غش کم ہوتا ہے اور چاندی زیادہ لہذا اہل تجارت
میں اُسکا دینا لینا رائج ہوتا ہے لیکن خزانہ سلطانی میں نہیں لیتے اسواسطے کہ وہان کھرا مال لینا معتاد ہے ہر چند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہیں

لیکن عیب ہوتا جنس کو معدوم نہیں کر دیتا لہذا اگر طرف ثانی نے بیع صرف یا بیع سلم میں قبول کرے انکو تو جائز ہے اور اسی طرح غیر کے دراہم مستحقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہے ولہذا اگر
مالک اجازت دیوے تو جائز ہے الفاظ نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہیں لیکن فقہا میں مستعمل ہے کذا فی النہر الفائق لا بہر لو قضاہ رصاصا او ستوقۃ وسطہا غش
لانہا لیسا من جنس الدراہم ولذا لایجوز التجوز بہما فی صرف وسلم الخ نبہرجہ جائز نہوگا یعنی حانث ہوگا اگر اُسنے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکے بیچ میں غش
ہوتا ہے ادا کیا اسواسطے کہ دونوں دراہم کی جنس سے نہیں لہذا اگر انکو صرف اور سلم میں دیجیے تو جائز نہیں ہے ستوقہ بفتح سین مہملہ وتشدید تا معرب ہے سہ تہکا
یعنی تین پرت دونوں طرف چاندی اور بیچ میں تانبا یا پیتل یا سیسہ ہو کذا فی النہر والطحطاوی ونقل مسکین ان النبہرجہ اذا غلب غشہا لم تؤخذ واما الستوقۃ فانہا
حرام لانہا نحاس انتہی اور مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے نقل کیا کہ دراہم نبہرجہ میں جب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نہ چاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہے اسواسطے
کہ وہ تانبا ہے انتہی نقلا ہم اگر نبہرجہ مذکورہ یا ستوقہ کو سے تو غیر کو دینا یا بدون آگاہ کر دینے کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہذہ احدی المسائل الخمس
التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد اور یہ یعنی قضاء دین اُن پانچ مسائل سے ایک مسئلہ ہے جنہیں فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہے ہم امام
اسحق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ دراہم زیوف بجائے جید دراہم کے ہیں پانچ صورتوں میں پہلی یہ ہے کہ ایک مرد نے گھر مول لیا
کھرے درم سے اور قیمت میں زیوف دیے تو شفیع کھرے درم کر اسکو لیگا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کھرے درم کا اور اُسنے کھوٹے درم دیے تو
المکفول عنہ سے کھرے درم لیگا تیسری یہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کھوٹی دی پھر اُسکو منفعت سے بیچا تو راس المال جید ہوگا
چوتھی یہ کہ قسم کھائی کہ دین ادا کریگا پھر زیوف ادا کیے تو حانث نہوگا پانچویں یہ کہ ایک مرد کا قرض جید درم تھا سو اُسنے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا
اور بعد صرف کرنے کے اسکو کھوٹے ہونے کا علم ہوا تو پھر اُس سے کھرے درہم نہیں لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح پھر المدیون فی حلفہ
لیعطین الدین الیوم فجاء بہ فلم یجدہ ورفع القاضی ولو فی موضع لا قاضی لہ حنث بہ یفتی نیۃ المفتی حانث نہوگا قرضدار قرضخواہ سے
یوں قسم کھانے میں کہ البتہ ادا کریگا تیرا مال آج کے دن پھر وہ مال کو لایا سو اُسنے قرضخواہ کو نہ پایا اور قاضی کو دیا اور اگر اُس مکان میں ہو جہاں قاضی نہیں
تو حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی نیۃ المفتی وکذا یبر لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ یدہ لو اراد قبضہ والا لا کذا فی الظہیریۃ اور
اسی طرح حانث نہوگا اگر اُسنے قرضخواہ کو پایا پھر اُسکو مال دیا سو اُسنے قبول نہ کیا اس مال کو پھر اُسنے اتنا قریب رکھدیا کہ اُسکا ہاتھ پہونچ سکے اگر وہ قبض کا
ارادہ کرے اور اگر ایسا نہو یعنی اتنی دور ہو کہ اُسکا ہاتھ نہ پہونچ سکے تو بار نہوگا یعنی حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ وفیما حلف لیجہدن فی قضاء ما علیہ لفلان
فباع ما للقاضی بیعہ لو رفع الامر الیہ اور ظہیریہ میں ہے قسم کھائی کہ البتہ کوشش کریگا اُس دین کے ادا کرنے میں جو اسپر فلانے شخص کا ہے تو وہ واسطے ادائے
دین کے بیچڈالے اُس مال کو جسکا بیچنا قاضی کو درست ہے اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو عدم ادا کی وکذا یبر بالبیع ونحوہ مما تحصل المقاصۃ
فیہ بما ہی بالدین لان الدیون تقضی بامثالہا اور اسیطرح بار ہوگا یمین مذکور میں بیع کرنے سے بعوض دین کے اور بیع کے مانند وہ عقد ہے جسمیں مقابلہ او
معاوضہ حاصل ہوتا ہو اسواسطے کہ ادائے دیون اپنے مانند سے ہوتا ہے ہم یعنی اگر قسم کھائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پھر اُسنے کوئی چیز زید سے بعوض اُسکے
دین کے بیچی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسنے دین ادا کر دیا نقد دینا کچھ ضرور نہیں اور بیع کے مانند معاوضہ ہونے میں نکاح ہے مثلاً یعنی طالب دین نے اپنے دین والے
کی لونڈی سے اور اپنا دین اُسکا مہر ٹھہرایا تو دین ادا ہو جاویگا حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی وہبۃ الدائن الدین منہ ای من المدیون لیس بقضاء
لان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادائے دین نہیں اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہے اسقاط سے یعنی صاحب دین نے اپنا
حق ساقط کر دیا ہے معاوضہ نہیں یعنی یہ فعل ہے قرضخواہ کا اور ادائے دین حالف کا فعل ہے سو پایا نہ گیا وحینئذ فلا یحنث لو کان الیمین موقتۃ لعدم
امکان البر مع ہبۃ الدین وامکان البر شرط البقاء کما ہو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز اور اُسوقت میں تو حانث ہوگا اگر یمین موقت

ہوگی واسطے عدم امکان بر یمین کے ساتھ ہبہ کر دینے دین کے یعنی جو ہبہ کر دینے دین کے اداے دین ممکن نہین اور امکان بر یمین شرط ہی بقاء یمین کی چنانچہ وہی
شرط ہی ابتداء یمین کی چنانچہ مسئلہ کوزے مین مذکور ہو چکا ہم اگر یمین موقت ہی اسطرح کہ واللہ آج کے دن دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کر دینے دین کے حانث ہوگا اور اگر مطلق
یمین ہی اسطرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اسواسطے کہ مطلق مین امکان برابقاء یمین مین شرط نہین بلکہ ابتداء یمین مین شرط ہی اور جب
حالف نے قسم کھائی تھی اسوقت امکان بر ثابت تھا تو یمین صحیح ہو گی پھر حانث ہوا بعد گذرنے اسقدر مدت کے جسمین حالف اداے دین پر قادر تھا بسبب
مایوسی بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم
او حلف لیاکلن ہذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنا بر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی کہ البتہ اسکا دین ادا کریگا کل پھر آج اسکو کر دیا یا قسم
کھائی کہ بقرر فلانے شخص کو کل قتل کریگا پھر وہ آج مر گیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی کو کھاؤن گا کل پھر اسکو آج کھا گیا تو حانث نہوگا کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے
کہ تینون صورتون مین امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہو گیا حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض بر او ان قضی عنہ
متبرع لا بر ظہیریہ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پھر اسنے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر اداے دین کا حوالہ کیا پھر قرضخواہ نے اسپر قبضہ کر لیا
تو حانث نہوگا اور اگر اسکی طرف سے کسی شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہ ادا کرنا حالف کی طرف منسوب
نہین ہوسکتا و فیہا حلف لا یفارق غریمہ حتے یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ النسیان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتے ہرب
لم یحنث اور ظہیریہ مین ہی قسم کھائی کہ اپنے قرض دار کو نہ چھوڑیگا یہان تک کہ اپنا قرض پاوے پھر حالف بیٹھا ایسے مکان مین کہ قرض دار کو دیکھتا ہی
اور اسکی حفاظت کرتا ہو تو وہ اسکا چھوڑنے والا نہین یعنے حانث نہین اور اگر قرض خواہ سو گیا یا غافل ہو گیا یا کسی آدمی نے اسکو باتون مین لگایا یا اسکو کسی
اسکے ساتھ رہنے سے روکا یہان تک کہ قرض دار بھاگ گیا تو حالف حانث نہوگا منح الغفار اور بحر الرائق مین یراہ و یحفظہ ہی لہذا واو عاطفہ کا ترجمہ کیا
ولو حلف لیطلقنہا ان لیعطیہا کل یوم درہما فربما یدفع الیہا عند الغروب او عند العشاء قال فاذا لم یخل یوما ولیلۃ عن دفع درہم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم
کھائی کہ اسکو ہر روز ایکدرم دیا کریگا پھر گاہے اسکو غروب کے وقت درم دے یا عشا کے وقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے
سے خالی نہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح عن المجموع اکثر نسخون مین یدفع الیہ ہی اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب مین یدفع الیہا تھا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تھا اور موافق منح
کے لہذا اسی کو اختیار کیا حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درہما دون درہم فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ قبضا متفرقا لوجود شرط
وہو قبض الکل بصفۃ التفریق قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرض دار سے ایک ایک درم نہ قبضہ کریگا پھر تھوڑا قرض قبضہ مین کیا مثلاً پانچ درم یا دس درم
تو حانث نہوگا یہان تک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لیگا تو البتہ حانث ہوگا بسبب پائے جانے حنث
کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان یقبضہ کلہ بوزنین لانہ لا یعد تفریقا عرفا ما دام فی عمل الوزن
قسم مذکور مین حانث نہوگا جب کہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ کے تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے کہ عرف مین اسکو
تفریق نہین کہتے جب تک کہ وہ تولنے مین مشغول ہی اسواسطے کہ گاہے تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہی تو اسقدر تفریق ضروری مستثنے ہوتی ہی عرف مین
کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی لا یاخذ مالہ علی فلان الا جملۃ والا جمیعا فترک منہ درہما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظہیریہ وہو الحیلۃ فی عدم
فی المسئلۃ الاولی قسم کھائی کہ نہ لیگا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہی مگر یکبارگی پھر حالف نے اسمین سے ایک درم چھوڑا پھر باقی کو لیا جسطرح چاہا خواہ جدا
جدا خواہ یکبارگی تو حانث نہوگا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ اسنے سب مال کو متفرق نہین لیا اور سارے مال کا متفرق لینا بھی شرط تھی حنث کی اور یہی حیلہ ہی
پہلے مسئلہ عدم حنث مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایک درم نہ لیگا تو متفرق لینے کا یہ حیلہ ہی کہ ایک درم چھوڑ کر جسطرح چاہے لے کما لا یحنث من قال ان کان لی

الا مائۃ او غیر او سوی مائۃ فکذا ایکما اسی لمائۃ او بعضہا لان غرضہ نفی الزیادۃ علی المائۃ وحنث بالزیادۃ لو مما فیہ الزکوۃ والا لا چنانچہ حانث نہیں ہوتا وہ شخص جسنے
کہا کہ اگر میرے مالک نہیں درم ہوں مگر سو یا میرے پاس نہیں مگر سو یا سوائے سو درم کے ہوں اور ایسا ہو حانث نہوگا سو یا کم سو درم کے مالک ہونے سے اسواسطے
کہ غرض اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہے اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اُس جنس سے ہے جسمیں زکوۃ واجب ہوتی ہے
اور نہیں تو حانث نہیں ہے یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوۃ کا مال ہو اگرچہ درم نہ ہوں بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہوں تو حانث ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو
نہ پہونچے اور اگر زیادتی زکوۃ والے مال کی نہ ہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گھر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح ستے تو قال امرأتہ کذا ان کان لی مال
ولہ عروض وضیاع ودور لغیر التجارۃ لم یحنث خزانۃ الاکمل یہاں تک کہ اگر شخص نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر اُسکے پاس مال ہو اور حالانکہ اُسکے پاس اسباب
اور زمین اور گھر ہیں بغیر تجارت کے تو حانث نہ ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل ہم تو اس سے معلوم ہوا کہ مال اُسی کو کہتے ہیں جسمیں زکوۃ واجب ہے حلف لا یفعل کذا ترکہ
ابدا لان الفعل تقتضی مصدرا منکرا والنکرۃ فی النفی تعم قسم کھائی کہ ایسا نہ کریگا یعنی مثلاً نہ مارے گا یا کلام نہ کریگا تو اُس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اسواسطے
کہ فعل مقتضی ہے مصدر منکر کا مثلاً مثال مذکور میں ضرب در کلام مصدر منکر ہے اور نکرہ نفی میں عام ہوتا ہے جمیع اوقات استقبال کو تو گویا اُسنے یون کہا کہ جمیع اوقات مستقبلہ
میں نہ مارونگا یا کلام نہ کرونگا حلبی نے کہا کہ عموم نہیں ہوتا مگر نکرہ صریحہ میں اور ثبوت مصدر کا فعل میں ضمنی اور ضروری ہے نہ صریح علاوہ اسکے محیط میں سیبویہ سے منقول ہے کہ
فعل میں عموم نہیں کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف علیہ مرۃ حنث وانحلت یمینہ فی شرح المجمع من عدمہ سہو پھر اگر قسم مذکور رکھا کر محلوف علیہ کو ایکبار کیا مثلاً
ضرب یا کلام ایکبار واقع ہوا تو حالف حانث ہو گیا اور یمین کھل گئی منعقد نہ رہی اور جو کہ ابن مالک کی شرح مجمع میں ہے عدم انحلال یمین کا سو سہو ہے نصوص فقہا
سے بلکہ خود اپنی تصریح سے جسکی توضیح کرچکا ہے کتاب الطلاق وغیرہ میں کذا فی المنح فلو فعلہ مرۃ اخری لا یحنث الا فی کلما پھر بعد کھانے قسم کے اگر دوسری
بار وہی فعل کریگا تو حانث نہوگا مگر کلما کے لفظ میں البتہ حانث ہوگا اسواسطے کہ کلما تکرار کا مقتضی ہے لیکن طلاق میں طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہو جاتی ہے کذا فی المنح
ولو قیدہ بالوقت کو اللہ لا افعل الیوم نفیہ الیوم قبل الفعل بر لوجود ترک الفعل فی الیوم کلہ اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایک وقت سے چنانچہ یون کہا کہ ایسا نہ کرونگا آج کے
دن پھر دن گذر گیا قبل فعل کے تو حانث نہ ہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن فی کذا ان ہلک الحالف او المحلوف علیہ لتحقق العدم ولو جن الحالف
فی یومہ حنث عندنا خلافا لاحمد فتح اور اسی طرح اگر ہلاک ہو گیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہ ہوگا بسبب متحقق ہونے عدم فعل کے موت سے اور اگر مجنون
ہو گیا حالف اُسدن تو حانث ہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی الفتح موضوع مسئلہ فتح القدیر میں کلام مثبت ہے نہ منفی صورت
اُسکی یہ ہے قسم کھائی کہ اس روٹی کو آج کے دن کھاؤنگا پھر اُسی دن حالت مجنون ہو گیا اور اُسنے نہ کھایا تو حانث ہوگا اگر نفی کی صورت میں جبکہ مجنون ہوگا اور نہ کھاؤنگا
تو بلاشک حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف لیفعلن بر بمرۃ لان النکرۃ فی الاثبات تخص والواحد ہو المتیقن ولو قیدہ بوقت نفیہ قبل الفعل حنث
ان بقی الامکان والا لان شرط الیاس بموتہ او بفوت المحل لطلبت یمینہ کما مر فی مسئلۃ الکوز زیلعی اور اگر قسم کھائی کہ البتہ ایسا کریگا تو بار ہوگا اپنے یمین میں ایکبار
کرنے سے اسواسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات میں خاص ہو جاتا ہے اور واحد تو وہی متیقن ہے اور اگر یمین مذکور کو کسی وقت سے مقید کیا پھر وہ وقت گذر گیا
قبل فعل کے تو حانث ہوگا اگر امکان بر یمین باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نہ رہا ہو اسطرح پر کہ حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر سے مایوسی واقع
ہو گئی ہو تو یمین اُسکی باطل ہو جاویگی چنانچہ مسئلۃ الکوز میں مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی حلفہ وال لیعلمنہ بکل داعر دخل البلدۃ تقید بقیام
ولایتہ بیان لکون الیمین المطلقۃ تصیر مقیدۃ بدلالۃ الحال قسم کھلائی حاکم نے ایک مرد سے کہ اُسکو اطلاع کر دیا کرے ہر مفسد کی جو شہر میں آوے تو یہ حلف اُسکی حکومت
کے قائم رہنے کے ساتھ مقید ہے شارح کہتا ہے یہ بیان ہے یمین مطلق کے ہو جانے کا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے رفع فساد مفسدین ہے اور رفع فساد
بعد زوال حکومت کے متصور نہیں لہذا یہ یمین بزمان مقصود مقید ہوئی واعر بدال مہملہ وعین مہملہ بمعنی مفسد ہے وفائدۃ التقیید بسینہ الفور علمہ فاذا سقطت لا یعود ولو لاق ہو مقید کرنا اس یمین کا بحر و ظلم

حالف کے اور جب کہ یمین ساقط ہو گی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ یمین کا نہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب فتح القدیر کی
اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اطلاع کرنا بھر وہ قول مذہب کے لازم نہیں البتہ یا موت یا معزولی حاکم کا یعنی اعلام عاجز نہیں کذا فی النہایۃ الزیلعی تو تعجب ہے شارح کے بحث کو
ذکر کرتا ہے اور ظاہر الروایۃ کو ترک کرتا ہے ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی
اعلی منصب کی طرف تو یمین مذکور باقی ہے بسبب اسکی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ صاحب
فتح القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لاقود کے مذکور کرنا بہتر تھا ومن ہذا الجنس مسائل منہا ما ذکرہ بقولہ کما لو حلف رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول
عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقیید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع حال قیامہ اور اسی قبیل سے
چند مسائل ہیں جنمیں یمین مطلق بدلالت حال مقید ہو ریاں تخصیص ہے انہیں سے بعضے مسائل کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی
صاحب دین نے مدیون کو یا اوس کفیل نے جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہو اس بات کی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نجاوے بدون اُسکے اذن کے تو مقید ہوگا
یمین ساتھ قیام دین اور ضمانت کے وقت کے ساتھ نہ مطلقا اسواسطے کہ اذن لینا صحیح نہیں مگر اس شخص سے جسکو قدرت ہو روکنے کی تا وقت قیام قدرت فتہما
او حلف لا تخرج امرأتہ الا باذنہ تقیید بحال قیام الزوجیۃ بخلاف لا تخرج امرأتہ من الدار لعدم دلالۃ التقیید زیلعی اور مسائل مذکورہ میں یہ مسئلہ ہے اگر
قسم کھائی کہ نہ نکلیگی عورت اسکی مگر اسکے اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھ حالت قیام زوجیت کے بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیگی عورت اسکی گھر سے کہ یمین
مقید بحال زوجیت نہیں بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی ہم معنی مثال اول میں اذن قرینہ ہے قیام زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں
طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی موجود ہے یعنے مخالفت ہے اسواسطے کہ بعد انقضاء عدت کے اسکی عورت نہ باقی رہیگی حلف لیہبن فلانا
فوہبہ لہ فلم یقبل بر وکذا کل عقد تبرع کعاریۃ ووصیۃ واقرار قسم کھائی کہ ہبہ کریگا فلانے کو پھر اُسکے واسطے ہبہ کیا اُسنے نہ قبول کیا تو حانث نہوگا اور یہی
حکم ہے ہر عقد تبرع یعنی احسان ہے معاوضہ نہیں جیسے عاریت دینا یا کسی کے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کے واسطے کرنا بخلاف البیع ونحوہ حیث لا یبر
بلا قبول وکذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند بیع کے یمین میں کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہے طرف نفی میں ہم مانند بیع کے اجارہ اور صرف اور
سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہے کذا فی النہر اور طرف نفی کے یہ مثال ہے قسم کھائی کہ ہبہ کریگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات
بازاء الایجاب فقط والمعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب کے ہوتے ہیں اور معاوضات کے
عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھ ہی ہوتے ہیں وحضرۃ الموہوب لہ شرط فی الحنث فلو وہب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقا ابن مالک وحفظ
اور ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہے حنث میں تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہوگا باتفاق مشائخ اور یہ فرق کے کذا فی شرح ابن مالک تو
اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یحنث فی حلفہ لا یشم ریحانا بشم ورد ویاسمین والمعول علیہ العرف فتح اس قسم میں کہ ریحان کو نہ سونگھیگا حانث نہوگا گلاب
اور چنبیلی کے سونگھنے سے اور یمین میں معتمد علیہ عرف ہے کذا فی فتح القدیر ہم مغرب میں مذکور ہے کہ ریحان لغت عرب میں ہر خوشبودار گھانس کو کہتے ہیں اور فقہا کے
نزدیک ریحان وہ ہے جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیر ذلک من الاقوال اور ہمارے دیار میں یعنی مصر اور اسکندریہ میں واجب ہے کہ ریحان سے ریحان حماحم
مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہے قسم میں اہل ہند ریحان کو تلسی و مروا بولتے ہیں والیمین بالشم
یقع علی الشم المقصود فلا یحنث لو حلف لا یشم طیبا فوجد ریحہ وان دخلت الرائحۃ الی دماغہ فتح اور قسم سونگھنے کی واقع ہوتی ہے بالقصد
سونگھنے پر تو حانث نہوگا اگر قسم کھائی کہ خوشبو نہ سونگھیگا پھر اسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ داخل ہوگئی ہو بو اسکے دماغ میں کذا فی الفتح ویحنث فی حلفہ لا یشتری
بنفسجا او وردا بالشراء ورقہما لا دہنہما للعرف اور اس قسم میں کہ خرید نکریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی پتیوں کے خرید کرنے سے

فتح القدیر ... ہے ... عبارت ... مسئلہ ... ۱۲

نہ بیٹھا اور گاہک تیل خرید کرنے سے بسبب عرف کے ہم نبات پر بیٹھنا اور رہنا کا اطلاق ہے نہ تیل پر یہ عرف ہے صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر کبھی یہ عرف
بدل جاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اسواسطے کہ بدار قسم کا حالف کی عرف پر ہے نہ فقہا مصنفین کے عرف پر **حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث و**
**و بالفعل** ومنہ الکتابۃ خلافاً لابن سماعۃ **لا یحنث** بہ یفتی خانیۃ قسم کھائی کہ نکاح اپنا نہ کریگا پھر اُسکا نکاح فضولی نے کر دیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکھا
تو حانث ہوگا اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ اور اجازت فعلی میں اجازت بالکتابت بھی داخل ہے یعنی اگر لکھدیا کہ میں نے نکاح
قبول کیا تو بھی حانث نہوگا خلافاً لابن سماعہ کہ اُسکے نزدیک کتابت مانند قول کے ہے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بہ یفتی کو اجازت قولی کے بعد
ذکر کرتا اسواسطے کہ خانیہ میں فتویٰ کا لفظ اجازت قولی میں مذکور ہے نہ اجازت فعلی میں **ولو زوجہ فضولی ثم حلف لا یتزوج لا یحنث بالقول ایضاً اتفاقاً**
**لا** استنادہا لوقت العقد اور اگر نکاح کردیا ایک مرد کا فضولی نے پھر اُسنے قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو حانث نہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند ہونے
اجازت کے عقد ہوئے کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تھا **کل امرأۃ تدخل فی نکاحی** او تصیر حلالاً لی **فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لا یحنث**
بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فہو حر فاجازہ بالفعل حنث اتفاقاً لکثرۃ اسباب الملک عمادیہ کہا ایک مرد نے جو عورت کہ میرے نکاح میں داخل ہو یا یوں کہا کہ
جو عورت مجھپر حلال ہو یا ہے وہ مطلقہ ہے پھر اُسنے نکاح فضولی کو باجازت فعلی جائز رکھا تو حانث نہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فی البحر بخلاف اس قول کے
کہ جو غلام کہ میری ملک میں داخل ہوگا وہ آزاد ہے پھر غلام کی بیع فضولی باجازت فعلی جائز رکھی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ ہم یعنی مالک ہونے کے
اسباب بہت ہیں چنانچہ خرید کرنا یا وراثت یا ہبہ یا وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بالقول ہے تو نکاح میں کچھ فرق نہیں ہوسکتا صریح ہو
غیر صریح ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولاً او فعلاً فہو کالنکاح قلت ان سوق المہر الیہا اجازۃ ہو جو تبل الطلاق اور عمادیہ میں ہے قسم کھائی کہ
طلاق نہ دیگا پھر اُسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکھا خواہ باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کے ہے سوا اتنی بات کے کہ مہر بھیجنا اجازت فعلی نہیں طلاق میں بسبب واجب
ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اسواسطے کہ مہر بھیجنا لازم نکاح ہے ہم حب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق میں حانث نہ ہوگا
بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب اُسکے گھر سے نکال دے لیکن طلاق پر عورت واقع ہوگی یہاں کلام ہے حانث ہونے یا نہونے
میں کذا فی الطحطاوی **قال لامرأۃ الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت** کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گھر میں داخل ہوگی
تو تو مطلقہ ہے پھر زوج نے یہ تعلیق فضولی کی جائز رکھی پھر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی وہشلہ فے عدم حنثہ باجازتہ فعلاً ما یکتبہ الموثقون فی التعالیق من نحو
قولہ ان تزوجت امرأۃ بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقاً لان قولہ او بفضولی الخ عطف علی قولہ بنفسی فمعاملہ الترو
وہو خاص بالقول اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہے نہ حانث ہونے میں اجازت فعلی سے وہ اقرارنامہ جسکو دار القضا کے وثائق نویس تعالیق میں زوج
کی طرف سے اسطرح لکھتے ہیں کہ اگر میں نکاح کروں کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطے فضولی کے نکاح کروں یا عورت داخل ہو میرے نکاح میں کسی طرح
تو ہوگی زوجہ اُسکی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسکا قول او بفضولی عطف ہے بنفسی کے قول پر اور عامل اُسکا تزوجت ہے اور تزویج مخصوص ساتھ
قول کے ہے زوجہ اسواسطے اقرارنامہ لکھواتی ہے دار القضا میں تا زوج دوسرا نکاح نہ کرسکے سو اس اقرارنامہ سے زوج اصالتاً یا وکالتاً یا نکاح فضولی باجازت قولی
نہیں کرسکتا لیکن نکاح فضولی کو باجازت فعلی کرسکتا ہے شارح نے اسکے سد باب کا بھی طریقہ آیندہ قول میں بتایا وانما یتسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح
فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ الا اذا کان المعلق طلاق المتزوجۃ فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین لہ زازیۃ وقد منا فی التعلیق ان لا فائدۃ کافی فی ذلک بحر لکن
فضولی کے نکاح کا سد باب اسطرح ہوگا اگر زوج اقرارنامہ مذکورہ میں اتنا مضمون زیادہ لکھدے یا میں نکاح فضولی کو جائز رکھوں اگرچہ باجازت فعلی جائز رکھوں
تو کوئی احتمال خلاصی دینے والی نہیں واسطے جواز نکاح کے مگر جب کہ منکوحہ مستحدثہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کی طرف زوج مقدمہ رجوع کرے تاکہ وہ یمین

مضاف باضافت الى المالك كو فسخ كردے اور كتاب الطلاق كے باب تعليق الطلاق ميں ہم مقدم مذكور كرچكے ہيں كہ اسميں فتوىٰ ديا بحر كا كافى ہے كذا فى البحر يعنے
اُس روايت پر فتوىٰ ديا جو امام محمد سے مروى ہے جمہير علمائے خوارزم كا فتوىٰ ہے كہ يمين مضاف باضافت الى المالك قطع نہيں ہوتى بلكہ نہر الفائق ميں ظہيريہ سے
منقول ہے كہ محمد كا يہى قول ہے كذا فى الطحطاوى عن الحلبى حلف لا يدخل دار فلان تنتظم المملوكة والمستاجرة والمستعارة لان المراد بہ المسكن عرفا ولا بد ان يكون
سكناها لا بطريق التبعية فلو حلف لا يدخل دار فلانة فدخل دارا زوجها ساكن بها لم يحنث لان الدار انما تنسب الى الساكن وهو الزوج نهر عن الخ اقعات
قسم كھائى كہ داخل نہوگا فلانے كے گھر ميں تو يہ قول مملوك اور كرايہ اور عاريت كے گھر كو شامل ہے بطريق عموم مجاز كے اسواسطے كہ مراد گھر سے
مكان سكونت ہے عرف ميں اور ضرور ہے كہ سكونت محلوف عليہ كى بالاصالت ہو نہ بطريق تبعيت كے تو اگر قسم كھائى كہ فلانى عورت كے گھر ميں داخل ہوگا
پھر داخل ہوا اُس عورت كے اس مملوك گھر ميں جسميں اُسكا زوج رہتا ہے تو حانث نہوگا اسواسطے كہ گھر منسوب ہوتا ہے ساكن كيطرف اور وہ زوج ہے كذا فى النہر عن الواقعات اگر
اگرچہ زوجہ كا مملوك ہے ليكن اُسكى سكونت باتباع زوج ہے نہ بالاصالت لا يحنث فى حلفه انه لا مال له ولہ دين على مفلس بشد يد اللام اى محكوم بافلاسه
او على ملى غنى لان الدين ليس بمال بل وصف فى الذمة لا يتصور قبضه حقيقة اور حانث نہوگا اس قسم ميں كہ البتہ اُسكا كچھ مال نہيں حالانكہ اُسكا دين ہے اس شخص
جيسكے مفلس ہونے پر حكم كرديا يا اُسكا دين ہے مالدار پر تو بھى حانث نہوگا اسواسطے كہ دين مال نہيں يعنے بالفعل بلكہ دين وصف ہے ذمہ ميں يعنے دين عبارت ہے شغل ذمہ سے
اور متصور نہيں قبضہ كرنا دين كا فى الحقيقت لہذا فقہا نے كہا ہے كہ قضا دين بالمثل ہوتى ہے ہم مفلس بتشديد لام اُس محتاج كو كہتے ہيں جسكے افلاس كا قاضى نے حكم كرديا
ہو تا كوئى اس سے خريد فروخت نہ كرے اور لفظ غنى كا تفسير ہے لفظ ملى كى بحذف حرف تفسير فرع سائل الحقه شارح قال لغيره والله لتفعلن كذا فهو حالف فان لم يفعل الخ
حنث مالم ينو الاستحلاف مثلاً زيد نے كہا اپنے غير سے والله البتہ تو ايسا كريگا تو زيد ہى حالف ہے تو اگر مخاطب نے وہ فعل نہ كيا تو زيد حانث ہوگا تاوقتيكہ زيد اس
كلام سے مخاطب كو قسم دلانے كى نيت نہ كرے ہم اور اگر مخاطب كے استحلاف كى نيت كريگا تو زيد حانث نہوگا كذا فى الطحطاوى عن البحر قال لغيره اقسمت عليك بالله
او لم يقل عليك لتفعلن كذا فالحالف هو المبتدى مالم ينو الاستفهام مثلاً زيد نے غير سے كہا كہ ميں قسم ديتا ہوں تجھكو الله كى يا فقط اقسمت بالله كہا بدون عليك
كے يعنى قسم ديتا ہوں الله كى البتہ تو ايسا كريگا تو قسم كھانے والا وہى زيد ہے جسنے اول يہ كلام كيا تاوقتيكہ اس كلام سے استفہام كى نيت نہ كرے ہم اور اگر استفہام
كى نيت بحذف ہمزہ استفهام كريگا تو كوئى حالف نہوگا ليكن منع دانيہ حلف سے استفہام كرنا بعينہ امر ہے كذا فى الطحطاوى ولو قال عليك عهد الله ان فعلت كذا فقال
نعم فالحالف المجيب اگر غير سے يوں كہا كہ تجھپر عہد ہے خدا كا اگر تو ايسا كرے سو اُسنے كہا كہ ہاں تو قسم كھانے والا مجيب ہے نہ مبتدى اسواسطے كہ جواب متضمن سوال كا ہوتا ہے
لا يدخل فلان داره فيمينه على النهى ان لم يملك منعه والا فعلى النفى والمنع جميعا قسم كھائى كہ فلانا شخص ميرے گھر ميں داخل نہوگا تو يمين اُسكى زبانى منع كرنے پر ہے اگر اُسكو
روك نہ سكتا ہو اور اگر حالف كو روكنے كى قدرت ہو تو يمين اُسكى زبانى منع كرنے اور ہاتھ سے رد كردينے دونوں پر ہوگى ہم اگر ہاتھ سے روكا اور زبان سے نہ روكا
تو ظاہر ا حانث ہوگا اجر داره ثم حلف انه لا يتركه فيها بر بقوله اخرج اپنا گھر كرايہ كو ديا پھر قسم كھائى كہ كرايہ دار كو اُسميں نہ چھوڑيگا تو حانث نہوگا يوں كہنے سے
كہ نكل ہم اسواسطے كہ اُسنے اُس چيز كى قسم كھائى جسكا مالك نہيں كيونكہ مالك منہ كا كرايہ دار ہے بسبب اجارہ دينے كے لہذا اخراج زبانى عدم حنث ميں كافى ہے لا يدع
ماله اليوم على غريمه فقدمه للقاضى وحلفه بر قسم كھائى كہ اپنا مال آج كے دن اپنے قرضدار پر نہ چھوڑيگا پھر اُسكو قاضى كے پاس ليگيا قاضى نے مديون كو قسم دلائى تو قرضخواہ
حانث نہوگا ہم يعنے قرضخواہ كے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض كے اور مدعا عليہ منكر ہوا قرض سے تب قسم لى قاضى نے اُسنے قسم كھائى كہ ميں اسكا قرضدار نہيں تب اجنبى
حانث نہوگا اسواسطے كہ اسكا مال ہى نہ ثابت ہوا كہ مال كا چھوڑنا اُسپر صادق آوے تو يمين غير متصور ہے يا يہ وجہ ہے عدم حنث كى كہ حالف نے اپنا مال نہيں چھوڑا
بلكہ قاضى نے اُسكو مطالبہ سے روكا كذا فى الطحطاوى قيل له ان كنت فعلت كذا فامراتك طالق فقال نعم وقد كان فعل طلقت كسى نے كہا مثلاً زيد سے كہ اگر تو نے ايسا كيا ہو تو
تيرى عورت مطلقہ ہے تو زيد نے كہا ہاں اور حالانكہ زيد وہ فعل كرچكا تھا تو اُسكى زوجہ مطلقہ ہوگى اسواسطے كہ مضمون سوال عود كرتا ہے جواب ميں تو گويا اُسنے يوں كہا كہ اگر ميں نے

ایسا کیا ہو تو زوجہ مطلقہ ہو وفی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السؤال معاد فی الجواب قال امراۃ زید طالق وعبدہ حر وعلیہ المشی الی بیت اللہ ان فعل کذا وقال زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ میں گیارہواں قاعدہ یہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب میں کہا فضولی نے کہ زوجہ زید مطلقہ ہے اور غلام اُسکا آزاد ہے اور اُسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اُسنے ایسا کیا ہو اور زید نے کہا کہ ہاں تو زید حالف ہوگا الی آخرہ یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اُسکا آزاد ہو جائیگا اور اُسپر بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہو جاویگا ادعی علیہ فحلف بالطلاق ماله علیه شیئ فبرھن بالمال حنث به یفتی دعوی کیا گیا مثلاً زید پر مال کا سوا اسنے قسم کھائی کہ مجھپر مدعی کا کچھ نہیں ہے پھر مدعی نے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے ہم یہ بھی شرط ہے حنث کی کہ بعد گذرنے گواہوں کے قاضی یا پنچ ثبوت مال کا حکم کردیں اسواسطے کہ برہان بدون حاکم کے معتبر نہیں اور اگر گواہ جھوٹے ہو وینگے تو بھی حانث ہوگا اور ظاہر ایہ ہے کہ اگر زید فی الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃ حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف ان فلانا ثقیل وھو عند الناس غیر ثقیل وعندہ ثقیل لم یحنث لان نیتہ ماعند الناس قسم کھائی کہ فلانا شخص بیمار ہے اور حالانکہ وہ لوگون کے نزدیک بیمار نہیں اور حالف کے نزدیک بیمار ہے تو حانث نہوگا مگر اُس صورت مین حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ ارادہ کرے جو لوگون کے اعتقاد مین ہے لا تعمل معہ فی القضارۃ مثلاً فعمل مع شریکہ حنث ومع عبدہ الماذون لا قسم کھائی کہ زید کے ساتھ مثلاً کام نہ کریگا کپڑے دھونے مین پھر زید کے شریک کے ساتھ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتھ کام کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ شریک کے مال مین زید شریک ہے اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون اپنے دین مین بیچ ہو جاتا ہے یا مرضی مولی کذا فی الطحطاوی لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینہ وبین غیرہ حنث لان نصف الارض یسمی ارضا بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل المشترکۃ اذ لم یکن ساکنا قسم کھائی کہ مثلاً زید کی زمین زراعت نہ کریگا پھر اُسنے زراعت کی اُس زمین مین جو مشترک ہے زید اور غیر میں تو حانث ہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو بھی زمین کہتے ہیں بخلاف اس قسم کے کہ مثلاً زید کے گھر مین نہ داخل ہوگا پھر زید کے مشترک گھر مین داخل ہوا جبکہ زید اُسمین نہ رہتا ہو تو حانث نہوگا ہم اسواسطے کہ نصف گھر کو گھر نہیں کہتے ہیں اور اگر مشترک گھر مین زید رہتا ہوگا تو البتہ زید کا گھر شمار مین ہوگا اسواسطے کہ سکونت سے دار مستاجرہ مستاجر کی طرف منسوب ہوتا ہے تو دار مشترک بطریق اولی اسکی طرف منسوب ہوگا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

## کتاب الحدود

یہ کتاب ہے حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان مشتمل تھی کفارہ پر اور کفارہ دائر بین العبادۃ والعقوبۃ تھا لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبات خالصہ ہین اور حدود چھ طرح پر ہین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد مسکرات اور حد قذف اور حد سرقہ اور حد قطع طریق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خوبیان حدود کی ظاہر ہیں محتاج تقریر اور تحریر کی نہین اسواسطے کہ اُسکی دریافت مین فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہے کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کے موجب ہین حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہو جاتے ہین سو زنا مین تو بربادی ہے اولاد کی گویا زندہ درگور کرنا ہے بسبب اشتباہ نسبت کے اور باقی حدود مین زوال عقل اور بےعزتی اور بربادی مال ہے اور قباحت ان امور کی عقول سلیمہ مین پیدا البتہ امر ہے ولہذا اباحت اموال و ناموس و زنا و مستی کی کسی دین مین ثابت نہین اگرچہ کاسے شرب مباح تھا ولہذا حدود مانعہ ان افعال قبیحہ کے حقوق اللہ خالصۃ ہوئے اسلیے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ المنع وہ یعنے حد جسکی جمع حدود ہے لغت عرب مین عبارت ہے منع یعنے روک دینے سے ولہذا ڈیوڑھی بان اور قیدخانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلیے کہ ڈیوڑھی بان اندر جانے سے روکتا ہے اور قیدخانہ کا داروغہ باہر نکلنے سے روکتا ہے ولہذا اہل اصطلاح ماہیت کے معرف کو حد کہتے ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو مانع ہے اور حدود دار اور حدود قریہ انکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ دخول ملک غیر سے مانع ہے اور خروج بعض مملوک کو غیر کی طرف روکتے ہین کذا فی الفتح اور عقوبات خالصہ کو حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہین اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ کے محارم کو کہتے ہین اسواسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ فلا تقربوھا اور حدود احکام الہی کو بھی کہتے ہین اسلیے کہ اُس سے آگے بڑھنا ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا کذا فی المنح الغفار وشرعا عقوبۃ

مقدرۃ وجبت حقا للہ زجرا فلا تجوز الشفاعۃ فیہ بعد الوصول للحاکم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدرہ سے جو واجب یعنی فرض ہوئی
ہو بجہت حق خدا واسطے باز رکھنے کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہین ہو سفارش کرنا حد سے بچانے مین بعد پہونچنے مقدمہ کے طرف حاکم کے ہم عقوبت عبارت
ہو اس درد اور تکلیف سے جسکا انسان مستحق ہوتا ہو بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہو جو انسان کو آخرت مین ہوگی اور عقوبت معینہ
رجم مین ہوتا سے ہو اور باقی حدود مین کوڑون سے ہو کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہ ہو کہ حدود موانع ہین قبل فعل کے اور زواجر ہین بعد فعل کے
سنگسار کرنا ۱۲
یعنے حد کے مشروع ہونے کو جاننا مانع ہو فعل کی پیشقدمی سے اور بعد ایقاع فعل کے مانع ہو عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہو تا مقدمہ
رجوع کرنے والا اسکو چھوڑ دے اور اسی طرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہو اسواسطے کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول و ثبوت کے سفارش جائز نہین
اسلیے کہ ترک واجب کی طلب ہو ولہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجود یکہ محبوب رسول اللہ صلعم تھے انکار کیا جب انھون نے عورت مخزومیہ
کی جسنے چوری کی تھی سفارش کی حضرت سے تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہو خدا کی حدون مین پھر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسی مین ہلاک ہوگئے کہ جب امیر ان مین
شریف چُراتا تھا اسکو چھوڑ دیتے تھے اور جب ضعیف چُراتا تھا تو اسپر حد قائم کرتے تھے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمد کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اسکا بھی ہاتھ کاٹون
اخرجہ الخمسۃ کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہرا عندنا بل المطہر التوبۃ واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہین کرتی ہمارے نزدیک بلکہ پاک کرنے والی
گناہ سے توبہ ہو اور اجماع کیا علما نے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا ہم یعنے اقامت حد سے معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون توبہ کے اور
اکثر اہل علم اسکے قائل ہین کہ حد مطہر ہو صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنے فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پھر اسپر پکڑی دنیا مین تو وہ کفارہ ہو اسکے
واسطے اور جسنے گناہ کیا اور خدا نے اسکو چھپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار مین ہو چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے علماء حنفیہ نے عدم تطہیر پر آیت قرآنی سے
استدلال کیا قال اللہ تعالی ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا یعنی حقتعالی نے فرمایا کہ یہ یعنے قطاع الطریق کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا
اور نفی کرنا انکے واسطے رسوائی ہو دنیا مین اور انکو آخرت مین عذاب عظیم ہو مگر وہ لوگ جنھون نے توبہ کی تو حق تعالی نے خبر دی کہ انکے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی
اور عقاب اخروی ہو سوا اسے توبہ کرنیوالے کے کہ اس سے عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہو جاتا ہو اسلیے کہ اجماع اہل علم ہو کہ توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط
نہین اور واجب یہ ہو کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجیے اسواسطے کہ ظاہر ہو کہ مسلم ضرب یا رجم کے ساتھ توبہ بھی کرلیتا ہو تو یہ قید لگانا حدیث مین ضرور ہی
تا قرآن اور حدیث مین اتفاق ہو جاوے تعلیق ظنی کی بوقت معارضہ قطعی کے متعین ہو نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حد لعدم تقدیرہ ولا قصاص حد لانہ
حق الولی جب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہو عقوبت معینہ سے بجہت حق خدا تو تعزیر حد نہین بسبب عدم تقدیر اور تعیین کے اور قصاص حد نہین اسواسطے کہ قصاص حق ہو
مقتول کے ولی کا یعنے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص حق ہو مقتول کا اور وارثون کیطرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہو طحطاوی نے کہا تو تعلیل اخراج
قصاص مین یون کہنا بہتر تھا کہ وہ حق العبد ہو تا دونون مذہبون کو شامل ہوتا علاوہ یہ ہو کہ مقتول کا کا ہے وارث نہین ہو تا تو بادشاہ قصاص لیتا ہو اور حالانکہ قصاص
اسکا حق نہین فلہذا وہ عفو کرنیکا مالک نہین والزنا الموجب للحد وطی وہو ادخال قدر حشفۃ من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہو حد کا وہ عبارت ہو جماع سے یعنے آلہ تناسل کو
بقدر حشفہ یعنے سر ذکر کے داخل کرنا ہم شارح نے زنا مین موجبہ کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے جماع کرنا اور ادخال بقدر حشفہ
زنا مین مشہور ہوا ہو انزال ہو یا نہو اور بقدر حشفہ کہنے سے جماع مقطوع الحشفہ بھی داخل ہو گیا مکلف خرج الصبی والمعتوہ زنا عبارت ہو وطی مکلف سے تو
صغیر اور بیہوش نکل گیا ہم مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سے بیہوش نکل گیا اور اسی کے مانند مجنون ہو اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا تو صغیر
اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب حد نہین ناطق خرج وطی الاخرس فلا حد علیہ مطلقا للشبہۃ زنا عبارت ہو وطی مکلف ناطق سے یعنے جو بولتا ہو
تو اس قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر کسی طرح حد نہین بسبب شبہہ کے ہم گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اسکے زنا پر گواہ

قائم ہون بہر صورت اُسپر حد نہین بسبب شبہہ کے اسلیئے کہ اقرار بالاشارہ مین شبہہ ہے عدم صراحت کا اور گواہون مین احتمال دعوی شبہہ ہے یعنے اگر گونگا بولتا ہوتا تو شاید کوئی شبہہ
حلت کا بیان کرتا و اما الاعمی فیحد للزنا بالاقرار لا بالبرہان شرح الوہبانیہ اور اندھے پر تو حد زنا ماریجاویگی اقرار زنا سے نہ گواہون سے کذا فی شرح
الوہبانیہ هم علامہ عبداللہ نے شرح وہبانیہ مین خانیہ سے نقل کیا یون کہکر کہ میرے پاس اس نسخہ مین اسطرح ہے کہ اقرار زنا مین اندھا مانند بصیر کے ہے کہ
اُسکے زنا کے گواہ مقبول نہین اور بحر الرائق مین اُسکے مخالف ہے اسطرح کہ بخلاف اعمی اسواسطے کہ اُسکا اقرار اور اُسپر گواہ گذرنا دونون صحیح ہین کذا فی الطحطاوی
طائع فی قبل مشتہاۃ حالا او ماضیا خرج المکرہ والدبر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہے وطی مکلف ناطق طائع سے یعنے جو شخص برغبت اور اپنی
خوشی بلاجبر وطی کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ مین خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنے نو برس کی عمر سے پیری تک
تو طائع کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کے وطی نکل گئی هم حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہے اور جانور اسواسطے کہ صغیرہ اور مردہ
اور جانور لائق شہوت کے نہین تو اُنکی وطی پر حد نہین مصنف نے قبل کو مذکور کیا نہ فرج کو اسواسطے کہ قبل مخصوص بانسان ہے بخلاف فرج کے کذا فی النہر خال عن ملک
ای ملک الواطی وشبہتہ ای فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنے والے کی ملک سے اور خالی ہو شبہہ ملک سے مراد شبہہ فی المحل
ہے نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال هم ملک سے مراد ملک نکاح اور ملک یمین ہے اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح ہے شبہہ ملک یمین کی
مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب اور عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور شبہہ ملک نکاح کی مثال جیسے
عورت سے بے گواہ نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اُسکے مولی کے نکاح کرنا یا وطی اُس غلام کی جسنے بدون اذن اپنے مالک کے عورت سے نکاح کیا کذا فی الطحطاوی
عن الحموی عن المفتاح در شبہہ فی المحل و شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آویگی وزاد الکمال فی دار الاسلام لانہ لا حد بالزنا فی دار الحرب اور تعریف زنا مین کمال ابن ہمام
محقق نے فتح القدیر مین دار الاسلام کی قید زیادہ کی یعنے زنا حد کا موجب عبارت ہے اُس وطی سے جو دار الاسلام مین واقع ہوا اسواسطے کہ دار الحرب مین زنا سے
حد نہین اور مانند دار الحرب کے ہے دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمکینہ من ذلک بان استلقی فقعدت علی ذکرہ فانہما یحدان لوجود التمکین یا زنا عبارت
ہے قادر کر دینے مرد سے اسپر یعنے وطی اور دخول پر اسطرح کہ مرد چت لیٹے اور عورت اُسکے آلہ تناسل پر بیٹھ جاوے تو مرد اور عورت دونون پر حد ماریجاویگی بسبب وجود
تمکین کے او تمکینہا فان فعلہا لیس وطیا بل تمکین فتم التعریف یا زنا عبارت ہے عورت کے قادر کر دینے سے اسواسطے کہ عورت کا فعل فی الحقیقت وطی نہین بلکہ تمکین ہے سو اب پوری
ہوگئی تعریف زنا کی حقیقت کی هم یہ تعریض ہے صاحب کنز کے نقصان تعریف پر اسمین زنا کی تعریف یون ہے کہ زنا عبارت ہے وطی فی القبل سے جو خالی ہے ملک و شبہہ ملک سے اسواسطے
کہ یہ تعریف منقوض ہے باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اسواسطے کہ عورت کے زنا پر یہ تعریف صادق نہین آتی اسواسطے کہ عورت سے وطی متصور نہین بلکہ تمکین متصور ہے اور تمکین سے
اُسپر حد لازم آتی ہے تو تعریف جامع نہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اسواسطے نہین کہ تعریف مذکور مین وطی مجنون و مکرہ و وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ و وطی مردہ و جانور و وطی الخ
داخل ہوگئے حالانکہ ان مواضع مین حد واجب نہین کذا فی منح الغفار وزاد فی المحیط العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحد للشبہۃ وردہ فی الفتح بحرمتہ فی کل ملۃ اور زنا کی تعریف
مین محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا تو اگر زانی کو حرمت زنا کی معلوم نہو گی تو حد نہ ماری جاویگی بسبب شبہہ جہل کے اور فتح القدیر مین محیط کی زیادتی کو رد کیا ہے
بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین یعنی زنا ہر دین مین حرام ہے یہانتک کہ اگر حربی دار الاسلام مین آوے پھر مسلمان ہو کر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان مین زنا
حلال تھا تو اُسپر حد ماری جاویگی اگرچہ دار الاسلام کے داخل ہونے کے دن یہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ تحریم زنا کی
سب دینون مین اسکے منافی نہین کہ بعضے لوگ اُسکو نہ جانتے ہون اور صاحب محیط نے ادعاے حلت زنا کسی دین مین نہین کیا بلکہ اصل اُسکی وہ روایت ہے جو سعید
بن مسیب سے مروی ہے کہ ایک شخص نے یمن مین زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروق رض نے لکھ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حقتعالے نے زنا کو حرام کیا ہے تو اسپر کوڑے مارو اور اگر نجانتا ہو
تو اُسکو حرمت کی تعلیم کر دو پھر اگر پھر زنا کرے تو اُسکو مارو تو باوجود اس روایت کے جسپر صحابہ کا انکار ثابت نہین کیا وجہ ہے رد کرنے کی لہذا فتاوی عالمگیری مین

حیلہ کے قول کو مسلم رکھا ہے اور یہ مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر میں مذکور ہے شاید انکی بنا اُس شخص کے قول پر ہے جو علم حرمت کو شرط نہیں کرتا واللہ اعلم ویثبت
بشہادۃ اربعۃ رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حدوا اور ثابت ہوتا ہے زنا چار مردوں کی گواہی سے ایک مجلس میں سو اگر متفرق چند مجالس میں گواہی دینگے
تو انپر حد قذف ماری جاویگی هم اور اگر گواہ تنہا تنہا آوینگے اور گواہوں کی نشست کی جگہ بیٹھینگے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دیگا
تو گواہی انکی مقبول ہوگی اور خارج مجلس میں بیٹھینگے تو سب پر حد ماری جاویگی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطی والجماع وظاہر الدرر ان
ما یفید معنی الزنا یقوم مقامہ شہادت بلفظ زنا ثابت ہے نہ فقط لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درر یہ ہے کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ دے وہ
قائم مقام زنا ہے هم ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ کوئی لفظ قائم مقام زنا نہیں تو اگر گواہی دیں کہ اسنے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہوگا اور مصنف
نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی گواہی دی تو اسپر حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہوں پر اور اگر
تین گواہوں نے زنا کی گواہی دی تو تین گواہوں پر حد قذف ماری جاویگی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدہم اذا لم یکن الزوج قذفہا ولم یشہد بزنا
بولدہ للتہمۃ لانہ یدفع اللعان عن نفسہ فی الاول ولیسقط نصف المہر لو قبل الدخول ونفقۃ العدۃ لو بعدہ فی الثانیۃ ظہیریۃ چار مردوں کی گواہی سے
زنا ثابت ہے اگرچہ ان چاروں میں ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب لگایا ہو اور اپنے ولد کے ساتھ زوجہ کے
زنا کرنے کی گواہی نہ دی ہو و الا اسکی گواہی مقبول نہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہے اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف میں اور
ساقط کرتا ہے نصف مہر کو اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہے اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت میں یعنی اپنے ولد کے ساتھ زنا کی گواہی
میں فیسألہم الامام عنہ ما ہو ای عن ذاتہ الشرعیۃ وہو الایلاج عینی جب نا کی گواہی دیں تو امام یعنی سلطان یا اسکا نائب گواہوں سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے یعنی
اسکی شرعی حقیقت کا کہ عبارت ہے ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی هم فائدہ اس سوال کا یہ ہے کہ کاہے وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہیں اور حدیث میں نظر
بازی کو بھی زنا عین فرمایا ہے مجازا کذا فی المنح وکیف ہو وأین ہو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونہ مکرہا او بدار الحرب او فی صباہ او بامۃ ابنہ فیستقصی القاضی احتیالا للدرء
اور سوال کرے حاکم کہ زنا کس طرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہاں ہوا دار الاسلام میں یا دار الحرب میں اور کب زنا ہوا عنقریب یا زمانہ دراز میں طفلی کے وقت یا
بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہ ہے کہ جائز ہے کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت میں ہوا ہو یا دار الحرب میں ہوا ہو یا اسکی طفلی میں
ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ نجانتے ہوں اور اُسنے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ
کرے تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹل جاوے هم قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہے اور سند اجماع کی حدیث مرفوع بروایت ابو ہریرہ ہے جسکو ابو یعلی نے اپنی مسند میں روایت
کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم یعنی حدود کو ٹالو جہاں تک تمسے ہوسکے اور ترمذی میں یہ حدیث بروایت ضعیف مروی ہے
کذا فی الفتح القدیر فان بینوہ وقالوا رأیناہ وطیہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلۃ ہو زیادہ بیان احتیالا للدرء سو اگر گواہوں نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا
کہ ہمنے اسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ میں جیسے سلائی سرمہ دان میں یہ تفسیر زیادہ بیان ہے حد ٹالنے کی تدبیر کے واسطے والا حقیقۃ زنا کا سوال کافی ہے
لیکن ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ حکم موقوف ہے اسی بیان پر کذا فی النہر طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس جملہ کا ذکر کرنا شاہدوں کو ضرور ہے وعدلوا سرا وعلانیۃ اذا
لم یعلم بحالہم اور گواہوں کی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم گواہوں کا حال نہ جانتا ہو هم تعدیل مخفی کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی گواہوں کے نام اور انکے محلے
نام لکھکر واقفوں کے پاس بھیجے تاوہ اسکے نیچے لکھدیں کہ فلانا عادل مقبول الشہادۃ ہے اور علانیہ تعدیل کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی مزکی اور شاہد کو یکجا جمع کرے اور مزکی
کہے یہی شخص ہے جسکو میں نے عادل کہا ہے اور جبکہ حاکم شاہدوں کو عادل جانتا ہو تو سوال کرنا اسکو ضرور نہیں اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہے لیکن
حاکم فقط اپنے علم پر بدون گواہوں کے حد زنا نہیں مار سکتا اسواسطے کہ شرع نے حاکم کے حکم کو جب ثبوت دریافت کے ساقط کر دیا ہے یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود میں کافی ہے

لیکن حد مارنے مین معتبر نہین کذا فی الطحطاوی عن النہر والفتح حکم بہ وجوباً حیث یا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اسکا حکم کرے بنا بر وجوب کے یعنی بسبب ظاہر
ہو جانے حق کے حاکم کو حکم فرض ہے کذا فی البحر وترک الشہادۃ بہ اولی مالم یتہتک فالشہادۃ اولی نہر اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے تاوقتیکہ بیحیائی اور پردہ دری
کی نوبت نہ پہونچے ورنہ تو گواہی دینا بہتر ہے کذا فی النہر ہم پردہ پوشی شرعاً مستحب ہے ولہذا زنا مین چار گواہ مفروض ہوئے تو مستحب ہے کہ زنا کی گواہی نہ دے اسواسطے کہ حدیث
مین وارد ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کریگا خدا اسکی پردہ پوشی دنیا اور آخرت مین کریگا لیکن جب فرید بیحیائی اور تہتک کی نوبت پہونچے تو اسوقت مین گواہی
دینا بہتر ہے اسواسطے کہ مرضی شارع یہ ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک رہے اور پاکی زمین کی بیباک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور غیر بیباک کی توبہ کرنے سے
وثبت ایضاً باقرارہ صریحاً صاحیاً ولم یکذبہ الآخر ولا ظہر کذبہ بجبہ او رتقہا ولا اقر بزناہ بخرساء او ہی باخرس لجواز ابداء ما یسقط الحد اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی کے
اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صریح ہو حالت ہوشیاری مین اور دوسرے نے اسکی تکذیب کی ہو اور خود مقر کا کذب مقطوع الذکر ہونے سے یا عورت کی شرمگاہ بند
ہونے سے ظاہر نہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنیکا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نہ کیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنیکا اقرار نہ کیا ہو بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے
کے اس امر کو جو حد کو ساقط کرتا ہے یعنے اگر وہ شخص گونگا نہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر واقع حد بیان کرتا تو اس شبہہ سے دونون پر حد نہ ماری جاویگی اور صریح اقرار
سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کنایت نکل گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکل گیا اور اگر مرد نے اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط
ہو جاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریہ ولو اقر بہ اولسرقۃ
فی حال سکرہ لا حد ولو سرق او زنی حد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار یحتملہ اور اگر مستی کی حالت مین زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہین اور اگر مستی کی
حالت مین چوری یا زنا کیا تو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جسکا مشاہدہ ہوا تکذیب کا محتمل نہین اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر
تو یہ احتمال مستی کے اقرار مین معتبر ہوا نہ غیر مستی مین کذا فی المنح اربعاً فی مجالسہ ای المقر الاربعۃ یعنے اقرار ثبت زنا ہے چار بار یعنے مقر کی چار مجلسون مین
ہم تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجلس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے تاوقتیکہ چار بار چار مجلس مین اقرار نہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ثبوت زنا کا حکم ندیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر مین زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نفرماتے بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک
مجلس مین اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کے برابر ہے کلما اقر ردہ بحیث لا یراہ جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اسکو ہٹا دیوے اپنے سامنے سے اسطرح پر کہ حاکم کو مقر
نظر نہ آوے ہم یعنے اختلاف مجالس مقر کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اقرار کرے تو قاضی اسکو ہٹا دیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جاوے پھر مقر آوے
اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریہ من الکافی لیکن رد کرنا تین بار مین ہے نہ چوتھے بار مین کذا فی النہر وسالہ کما مر عن الزنی بہا لجواز بیانہ بانہ ابنہ نہر اور سوال
کرے قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنے سوالات خمسہ مانند گواہون کے مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے
مقر کے کہ اسنے اپنے ولد کی لونڈی سے قربت کی کذا فی النہر ہم ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمان زنا سے سوال
بقول اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا کہ شاید اس عورت کا ذکر کرے جسکی وطی سے حد نہین کذا فی النہر الفائق فان بینہ کما یحق حد سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے
جواب جیسا کہ حق ہے بیان کیا تو اسپر حد واقع ہوگی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار جب معلوم ہو چکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت
نہوگا قاضی کی دانست سے اور نہ زانی کے اقرار کے گواہون سے ہم علم قاضی کا حجت نہین حدود مین باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہے اسکے اعتبار کرنیکا کذا فی العالمگیریہ
عن الکافی اور غیر حاکم کے روبرو اقرار زنا کرنا بھی معتبر نہین اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہین اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہے تو اسکا رجوع ثابت ہوا اور اگر
مقر ہے تو گواہی کی کچھ حاجت نہین کذا فی المنح ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وہو الاصح اور اگر قاضی نے گواہون پر حکم کیا یعنے گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایکبار اقرار کیا
زنا کا تو اسپر حد ماری نہ جاویگی ابو یوسف کے نزدیک یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہے پھر جب اسنے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نہ رہی

اقرار معتبر ہوا اور وجہ کہ اقرار چار بار نہین لہذا حد نہین اور اگر قبل قضائے شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد ساقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر اربعا بطلت الشہادۃ
اجماعا شرح اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہوگی اور اسپر حد واقع ہوگی بموجب اُسکے اقرار کے **ویخلی سبیلہ ان رجع عن اقرارہ**
**قبل الحد او فی وسطہ** ولو رجوعہ **بالفعل** کھربہ بخلاف الشہادۃ اور چھوڑ دیا جاویگا مقر اگر اُسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے
اگرچہ اُسکا رجوع فعلی ہو چنانچہ اُسکا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہو پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اُسکے پیچھے پتھر مارتے چلے
جاوینگے یہان تک کہ وہ مرجاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع خبر ہے صدق کی محتمل مثل اقرار اور کوئی اُسکا مکذب نہین تو شبہہ پڑا لہذا وہ چھوڑ دیا جاویگا کذا فی النہر عن الحاوی و
انکار الاقرار رجوع کما ان انکار الردۃ توبۃ کما سیجی اور انکار اقرار کا رجوع ہے اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہے چنانچہ اسکا بیان باب الارتداد میں آویگا **وکذا**
**یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان** لانہ لما صار شرطا للحد صار حقا للہ تعالی فیصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسیطرح صحیح ہے رجوع کرنا احصان
کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہوگیا تو اُس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے بسبب عدم مکذب کے کذا فی البحر **بخلاف**
**حق العبد** کے یعنی قصاص اور حد قذف مین اقرار کرکے رجوع کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ اُسکا تکذیب کرنے والا یہان موجود ہے یعنی عبد **وکذا عن سائر**
**الحدود التی لصحۃ** الا حد شرب وسرقۃ وان ضمن المال اور اسی طرح صحیح ہے رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے جو حدود کہ خالص حق اللہ ہین چنانچہ حد شرب اور
حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار مین ضمانت مال لازم ہوگی **وندب تلقینہ الرجوع** بلعلک قبلت او لمست او وطیت بشبہۃ لحدیث ماعز اور مستحب ہے
حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اسطرح کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا مساس کیا ہوگا یا شبہہ سے وطی کی ہوگی بدلیل حدیث ماعز ہ یا یون کہے کہ شاید
تونے نکاح کر لیا ہوگا بخاری مین مروی ہے جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کیا ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ اس
چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹل جاوے کذا فی النہر سنن ابو داؤد اور نسائی مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا پھر اُسنے چار بار زنا کا اقرار کیا ہر بار حضرت اعراض کرتے تھے پھر پانچوین بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تونے کیا یہان تک کہ وہ اُسمین غائب ہوگیا اُسنے کہا
ہان فرمایا جیسے سلائی غائب ہو جاتی ہے سرمہ دانی مین یا رسی کنوین مین اُسنے کہا ہان پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے اُسنے کہا ہان مینے اس عورت سے حرام فعل
کیا جیسا کہ مرد اپنی حلال عورت سے کرتا ہے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے کہا مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو پاک کیجیے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابو داؤد مین مروی ہے کہ
ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مینے زنا کیا سو مجھپر کتاب اللہ قائم کیجیے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہان تک کہ چار بار اقرار کیا
حضرت نے فرمایا تونے چار بار کہا سو کس عورت سے یہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اُسکے پاس لیٹا تھا کہا ہان فرمایا کیا اُس سے مباشرت کی تھی
کہا ہان فرمایا کیا اُس سے جماع کیا تھا بولا ہان پھر حضرت نے اُسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اُسکے پکڑنے سے
تھک گئے عبد اللہ بن انیس کو ملا انھون نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبد اللہ نے یہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیون نہ تمنے اُسکو چھوڑ دیا شاید وہ توبہ
کرتا سو خدا اُسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر **ادعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر** بلا بینۃ بدون گواہون کے دعوی کیا
زانی نے کہ عورت اُسکی زوجہ ہے تو اُسپر سے حد ساقط ہوگی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو ہم بلا بینۃ متعلق بادعی ہے کذا فی الطحطاوی **ولو تزوجہا بعدہ ای بعد زناہ**
**او اشتراہا لا یسقط** فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کرنے کے یا اُسکو خرید کیا تو اُسپر سے حد ساقط
نہوگی قول اصح مین بسبب عدم شبہہ کے فعل زنا کے وقت کذا فی البحر یعنے تزوج و بیع اور خرید کرنے سے معلوم ہوگیا کہ زنا کے وقت شبہہ ملک نکاح یا ملک یمین نہ تھا **ویرجم**
**محصن فی فضاء حتی یموت** ویصطفون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم آخرون اور زانی محصن کو پتھر مارے جاوین میدان مین یہان تک کہ وہ مرجاوے
اور لوگ صف باندھکر کھڑے ہون پتھر مارنے کے واسطے نماز کی صفون کے مانند جب ایک قوم پتھر مار چکے تو علیحدہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار کرے کذا فی

محصن کا رجم یعنے سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہے مانند علی مرتضے کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کے اگرچہ تفاصیل اور خصوصیات
کی روایات احاد مین اور اسی پر اجماع صحابہ اور اتفاق مسلمین ہے اور انکار خارجیون کا مشروعیت رجم مین باطل ہے اجماع قطعی اسکا مبطل ہے اور جبکہ خارجیون نے عمر بن
عبد العزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہین انھون نے الزام دیا خارجیون کو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوۃ بھی قرآن سے ثابت
نہین پھر اسکے کیون مقر ہو خارجیون نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے انھون نے جواب دیا کہ رجم بھی اسیطرح ثابت ہے
بلا تفاوت کذا فی فتح القدیر **فلو قتله شخص او فقا عينه بعد القضاء به فهدر وينبغي ان يعزر لافتياته على الامام** پھر اگر اسکو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اسکی
آنکھ پھوڑی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہے وہ شخص تعزیر دیا جاوے بسبب تعدی کرنے اس شخص کے
حاکم پر **وقبله اي قبل القضاء به يجب القصاص في العمد والدية في الخطاء لان الشهادة قبل الحكم بها لا حكم لها** اور اگر کسی نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑی قبل دینے
حکم رجم کے تو قتل عمد مین قصاص اور قتل خطا مین خون بہا قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے معتبر نہین یعنے جب تک گواہی کے موافق حاکم
حکم نہ دے تو گواہی کا کچھ اعتبار نہین یعنے شہادت بلا قضا مثبت رجم نہین کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آوے **والشرط بداءة الشهود ولو بحصاة صغيرة الا لعذر**
**كمرض فيرجم القاضي بحضرتهم** اور وجوب رجم کی شرط یہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کرین اگرچہ چھوٹی کنکری سے مارین مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر
مارے شاہدون کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ علی مرتضی کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدون کو
سنگساری کا حکم دیتے تھے تو آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو آپ ابتدا سے رجم کرتے تھے پھر لوگ مارتے تھے کذا فی فتح القدیر **فان**
**ابوا او ماتوا او غابوا او قطعوا الطريق بعد الشهادة او بعضهم سقط الرجم لفوات الشرط ولا يحدون في الاصح** پھر اگر گواہون نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا فوت
ہو گئے یا غائب ہو گئے یا انکے دونون ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی دینے کے یہ حال سب گواہون کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہو گیا بسبب فوت ہونے شرط
کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہون پر حد نہ ماری جاوے گی بقول اصح اسواسطے کہ نہ مارنا صریح رجوع نہین کذا فی المنح **كما لو خرج بعضهم عن الاهلية**
**للشهادة بفسق او عمى او خرس او قذف ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء في الحدود** چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت
سے خارج ہو گیا بسبب فسق یا اندھے یا گونگے ہو جانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہو گئی ہو اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا
حکم مین داخل ہے تو جب حد واقع نہین ہوئی اور شہادت پر عمل کرنیکا مانع ظاہر ہو گیا تو بعد قضا کے گویا شہادت پر حکم دینا اصلا حاصل نہ ہوا کذا فی الطحطاوی
**وهذا لو محصنا والا فيحد في الموت والغيبة** کما فی الحاکم اور یہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اسوقت ہے جبکہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اسپر حد ماری جاوے گی
گواہونکی موت اور غائب ہونے مین چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت مین حد واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی اور بعضے نسخہ مین بجاے کما فی الحاکم کے کافی حاکم ہے
اور یہی نسخہ بہتر ہے کہ اصل عبارت نہر الفائق سے ہے اور نہر الفائق مین حاکم شہید کی کافی سے یہ مسئلہ منقول ہے اسطرح **وفي غير المحصن قال الحاكم الشهيد في الكافي يقام عليه**
**الحد في الموت والغيبة** یعنے اور غیر محصن مین حاکم شہید کی کافی مین کہا ہے کہ اسپر حد قائم ہو گی شاہدون کی موت اور غیبت مین کذا فی الطحطاوی ہم اور
بعینہا یہی عبارت فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے **ثم الامام هذا ليس حتما كيف وحضوره ليس بلازم** قال ابن الکمال ما قالہ المصنف عن الکمال تعقبہ فی النہر
پھر شاہدون کے بعد سلطان یا اسکا نائب پتھر مارے یہ یعنے حاکم کا مارنا لازم نہین کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا حاکم کا سنگساری کے مقام مین لازم نہین کہا ہے
ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اور جو مصنف نے اپنی شرح مین کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کی ہے اسپر اعتراض کیا ہے نہر الفائق مین ہم نے متن
منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ شہود کے بعد امام کا رجم نہ کور کرنا اسکو مقتضی ہے کہ اگر بعد شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہو جاوے بسبب اتحاد مخذ
کے نہر الفائق مین کہا کہ یہ اسوقت تمام ہو جب حضور امام مسلم ہو مانند شہود کے **ثم الناس** افاد في النهر ان حضورهم ليس بشرط فرميهم

افتیات بصورت افتعال ہے از فرستہ سے اسکے معنی ہین کسی کام کو بغیر مستحق کی اجازت حاصل کرنے کے اجازت دیدینا

کذلک فلو امتنعوا لم یسقط بحر حاکم کے بعد اور لوگ پتھر ماریں نہر الفائق میں بیان کیا کہ اگر لوگوں کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے رجم کی تو انکا مارنا بطریق اولیٰ شرط نہ ہوگا پس اگر وہ لوگ ادسے
سے انکار کریں تو حد ساقط نہو گی ہم نہر الفائق میں درایہ سے نقل کیا کہ امام کو مستحب ہے کہ حکم کرے چند مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہوں صاحب نہر نے
استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہیں ویبدأ الامام او مقرر اسقطناه انه لو امتنع لم تحل للقوم رجمه وان امرہم لفوات شرطہ فتح لکن سیجئ انه لو قال
قاضی عدل قضیت علی ہذا بالرجم وسعک رجمہ وان لم تعاین الحجۃ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو ابتداءً حاکم کا مقتضا یہ ہے کہ اگر حاکم نہ مارے
تو قوم کو اسکا رجم کرنا حلال نہیں اگرچہ وہ لوگوں کو مارنے کا حکم کرے بسبب فوت ہونے اسکی شرط کے یعنی بدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص
سے قاضی عادل کہے کہ میں نے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہے تو تجکو اسکا رجم کرنا جائز ہے اگرچہ تو نے حجت کو یعنی اقرار یا گواہوں کو معائنہ نہ کیا ہو ہم حاصل استدراک
شارح یہ ہے کہ جس شخص کو قاضی نے خبر دی اسکی اباحت رجم میں وہ بیت رجم قاضی مشروط نہیں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام غزہ کے رجم
میں قطعاً حاضر نہوئے بلکہ لوگوں نے حضرت کے امر سے رجم کیا تھا کذا فی الطحطاوی ویکرہ للمحرم الرجم وان فعل لا یحرم المیراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ
ہے اسواسطے کہ غیر کا مارنا کافی ہے اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سے محروم نہوگا ویغسل ویکفن ویصلی علیہ لصحۃ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی علی الغامدیۃ اور جو رجم
سے مارا گیا اسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اسپر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا کے
اقرار سے ماری گئی تھی نماز پڑھی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ اسپر نماز پڑھتے ہیں تو فرمایا کہ اسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر
تقسیم کیجاوے تو انپر پھیل جاوے اور تونے کسی کی توبہ اس سے افضل پائی کہ اسنے اپنی جان اللہ کے واسطے دی چنانچہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سواے بخاری کی بروایت
عمران بن حصین مروی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اب کیا کریں ماعز کے ساتھ فرمایا کرو اسکے ساتھ جو اپنے
مردوں کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ کذا فی فتح القدیر وغیر المحصن یجلد مائۃ جلدۃ ان حرا ونصفہا للعبد بدلالۃ النص فالمراد بالمحصنات
فی الاٰیۃ الحرائر ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جاویں اگر وہ آزاد ہو اور اسکا نصف یعنی پچاس ۵۰ کوڑے غلام کو مارے جاویں بطریق دلالت
النص و محصنات سے مراد آیت قرآنی میں آزاد عورتیں ہیں ایسا ہی مذکور کیا ہے بیضاوی وغیرہ مفسرین نے ہم سو کوڑے مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے
الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی کو ہر ایک کو انمیں سے سو کوڑے مارو اور یہ آیت محصن اور غیر محصن دونوں کو شامل ہے لیکن محصن کے
حق میں کوڑے مارنا قطعاً منسوخ ہے اور تعیین ناسخ میں رجم کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے واسطے کافی ہے اور نسخ قرآن کا سنت قطعی سے ہوا اور زانی غلام غیر محصن
پر ۵۰ کوڑے اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہیں قال اللہ تعالیٰ فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب یعنی حق تعالیٰ نے لونڈیوں
کے حق میں فرمایا کہ اگر وہ زنا کریں تو انپر آدھا عذاب ہے جو محصنات پر ہے محصنات سے مراد آزاد عورتیں ہیں تو عبارت النص سے لونڈیوں پر بیبیوں کا آدھا
عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت اور مرد میں کچھ فرق نہیں تو غلام میں نصف عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہو گیا کذا فی فتح القدیر وذکر
الزیلعی انہ غلب الاناث علی الذکور لکنہ عکس القاعدۃ اور ذکر کیا ہے زیلعی نے کہ غلبہ دیا گیا عورتوں کو مردوں پر لیکن یہ قول قاعدہ اصولیہ کے برعکس ہے ہم
زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ آیت مذکورہ یعنی فعلیہن نصف ما علی المحصنات میں غلاموں کو لونڈیوں کے حکم میں تغلیباً داخل کر دیا تو اس تقدیر میں غلاموں کا حکم
عبارت النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہ تقریر اصول کے مخالف ہے اسواسطے کہ اصول میں ثابت ہے کہ عورتیں حکم میں تابع مردوں کی ہوتی ہیں
نہ تغلیب عورتوں کی مردوں پر ولا یحد العبد سیدہ بغیر اذن الامام ولو فعلہ ہل یکفی الظاہر لا لقولہم رکنہ اقامۃ الامام نہر اور غلام کو حد نہ مارے مالک اسکا
بدون اذن امام کے اور اگر مالک مار یگا تو کیا کافی ہے ظاہر جواب یہ ہے کہ کافی نہیں بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہے کذا فی النہر ہم عبد اللہ بن مسعود
ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے موقوفاً اور مرفوعاً مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے کہ چار کاموں کا تعلق حاکم سے ہے اور صدقات اور جمعات اور فئی غنیمت لیکن ان کو تعذیر

عبد بلا اذن امام جائز ہے یعنی غلام کی تادیب میں اسکو امام سے پوچھنا ضرور نہیں اسلیے کہ تعزیر حق العبد ہے تو تادیب کا اسکو اختیار ہے بخلاف حد کے کہ وہ حق اللہ ہے تو اسکی اقامت نائب شرع کریگا یعنی امام یا اسکا نائب کذا فی الفتح والنہر لسوط لا عقدۃ لہ فی الصحاح ثمرۃ السیاط عقد اطرافہا متوسطا بین المبارح وغیر المولم غیر محصن کو حد ماری جاوے ایسے کوڑے سے جسمین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کرڈالے نہ مخض بے تکلیف ہو صحاح جوہری میں ہے کہ ثمرۃ السیاط انکی عقد اطراف کو کہتے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہے اور ضرب متوسط کا فائدہ یہ ہے کہ زخم سے خوف ہے ہلاک کا اور بلا تکلیف ضرب مقصود سے خالی ہے یعنی انزجار سے کذا فی الہدایہ ونزع ثیابہ خلا ازار لستر عورتہ اور مارنے کے وقت اسکے کپڑے اتارے جاوین سواے ازار کے واسطے ستر عورت کے وفرق جلدہ علے بدنہ خلا راسہ ووجہہ وفرجہ وقیل وصدرہ والبطنہ اور اسکے بدن پر جابجا کوڑے مارے جاوین سوا اسکے سر اور منہہ اور شرمگاہ کے اور بعضون نے کہا اور سوا اسکی چھاتی اور پیٹ کے ہم لنہر یعنی ضرب کا یہ فائدہ کہ ایک جگہ مارنے سے خوف ہے ہلاک کا اور جو جز ادا ہے نہ متعلق ہو جلدہ فی ایام حسین ہو التیہ وقتلہا فی الیوم الثانی اجزاہ علے الاصح جوہرہ اور اگر زانی کو ۵۰ کوڑے مارے اور آتنے دوسرے دن مارے تو کافی ہے بنابر قول اصح کے کذا فی الجوہرہ وقال علی رضی اللہ عنہ یضرب الرجل قائما والمراۃ قاعدۃ فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علے الارض کما یفعل فی زماننا فانہ لا یجوز نہر وکذا لا یمد السوط لان المشترک فی النفی یعم ابن الکمال اور فرمایا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جاوے کھڑا اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات مین نہ لٹاکر زمین پر چنانچہ ہمارے وقت کے قاضی کرتے ہین کذا فی النہر اور اسی طرح کوڑے کو بھی نہ کھینچکر مارے یعنی نہ اپنے سر پر اٹھا کر مارے نہ اسکے بدن پر کھینچے اسواسطے کہ لفظ مشترک نفی میں عام ہو جاتا ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مشترک سے مد و کا لفظ مراد ہے جو نفی یعنی لفظ غیر کے تحت میں واقع ہوا ہے لہذا تینون معانی میں عام ہوا یعنی ممدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اٹھانا یا کوڑے کو اسکے بدن پر کھینچنا فتح القدیر میں ہے مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضے کا اثر یون مروی ہے یضرب الرجل قائما والمراۃ قاعدۃ فی الحد ولا تنزع ثیابہا الا الفرو والحشو تضرب بہا الستہ لمار دیتا اور نہ اتارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اگر پہنے ہو اتارا جاوے عورت بیٹھی بدلیل اس اثر کے جسکو ہم ابھی روایت کر چکے ویحفر لہا الی صدرہا فی الرجم وجاز ترکہ لستر ہا بثیابہا اور عورت کے واسطے گڑھا کھودا جاوے اسکی چھاتی تک سنگساری میں اور اسکا ترک بھی جائز ہے بسبب چھپے ہونے عورت کے اپنے کپڑون میں ولا یجوز الحفر لہ ذکرہ الشمنی ولا یربط ولا یمسک ان لم یہرب فان ہو فقدر لا یمنع والا یتبع حتے یموت کما مر اور جائز نہین گڑھا کھودنا مرد کے واسطے رجم میں چنانچہ اسکو شمنی نے ذکر کیا ہے اور رجم کے واسطے مرد نہ باندھا جاوے نہ کوئی اسکو پکڑے رہے مگر جبکہ کھڑا نہ رہے تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہے کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اسکے اقرار سے ہوا ہو تو اسکا پیچھا نکرنا چاہیے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا ہو تو مارتے ہوئے اسکا پیچھا کرنا چاہیے یہان تک کہ مر جاوے چنانچہ گذر گیا ولا جمع بین جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب البکر وفسرہ فی النہایۃ بالحبس وہو احسن واسکن للفتنۃ من التغریب لانہ یعود علے موضعہ بالفضل درمیان جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن میں جائز نہین درمیان کوڑے مارنے اور نفی یعنی شہر سے نکال دینے کے کواری میں جائز نہین یہ رہنا ہین نفی کی تفسیر قید اور حبس کی ہے اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہے نکال دینے سے اسواسطے کہ وہان مسافر مین پھر وہی کام کریگا جبکہ چھوڑ کر یعنے نکال دینے میں فتح باب زنا ہے اسواسطے کہ سفر میں اسکو ہم قوم کی کچھ حیا نہین ہم جمع بین الجلد والرجم باتفاق ائمہ اربعہ جائز نہین لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ سری اسکا دونون جمع ثابت ہے عبادۃ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے جسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم یعنی فرمایا کہ بارے کو ساتھ کواری کے سو کوڑے اور ایک سال نکال دینا اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہ جواب ہے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہین مارے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم منسوخ ہے علاوہ اسکے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک ہے بدلیل اسی حدیث مذکور اسکا جواب ہے کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی اصل حد ہو تو لازم آوے زیادتی علے الکتاب

بحیثیت احاد حالانکہ یہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر لمخصاً الا سیاستہ وتعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے البتہ جمع بین الجلد والنفی جائز ہے نہ بنا بر حد کے پھر جب یہ جمع کرنا بنا بر تعزیر کے ہوا تو اُسکا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے اور اسی طرح ہر قصور میں امام کو اختیار ہے کذا فی النہر تو یہ جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی میں مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی الہدایۃ ویرجم مریض زنی فی ح لا یجلد حتی یبرا الا ان یقع الیاس من برئہ فیقام علیہ پھر اور سنگسار کیا جاوے وہ مریض جسنے زنا کیا اسواسطے کہ سنگساری واسطے مار ڈالنے کے ہے اور کوڑے سے نہ مارا جاوے بیمار یہانتک کہ چنگا ہوجاوے مگر یہ کہ اُسکی صحت سے ناامید ہوجاوے پھر تو اُسپر حد قائم کیجاوے کذا فی البحر یعنی جب صحت سے ناامیدی ہو مریض کو فقط ایک بار کے مارنا چاہیے اسواسطے کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو چنانچہ مسلول یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اُسکو کھجور کی گود سے ایکبار مارنا چاہیے جسمیں سو شاخیں ہوں طحاوی نے مسنداً اور ابن ماجہ سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کی حد کو فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اُسکو مارینگے تو مقتول ہوجائیگا فرمایا کہ کھجور کی گود لو جسمیں سو شاخیں ہوں پھر اُسکو ایکبار دینا کچھ ایسا ہی کیا ہم اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول میں ابوداؤد اور نسائی سے مروی ہے ولا یقام علی الحامل بعد وضعہا لا قبلہ اصلا بل تحبس لو زنا بالبینۃ اور حد قائم کیجاوے حاملہ عورت پر بعد وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلا بلکہ حاملہ قید کیجاوے اگر اُسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہے یعنی مقرہ کو قید کرنا نچاہیے فان کان حدہا الرجم رجمت حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اُسکو رجم کرنا چاہیے وضع حمل کے وقت مگر جبکہ مولود کا کوئی پالنے والا نہو تو اُسپر رجم نہو یہانتک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جبکہ دودھ پی چکے روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل یریہا النساء فان قلن نعم حبسہا سنتین ثم رجمہا اختیار اور اگر زانیہ اپنے حاملہ ہونے کا دعوےٰ کرے تو حاکم اُسکو عورتوں کو دکھاوے سو اگر وہ کہیں کہ ہاں وہ حاملہ ہے تو اُسکو قید رکھے دو سال تک پھر اُسکو رجم مارے کذا فی الاختیار وانکان الحد جلدا فبعد النفاس لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد قائم کرنا چاہیے اسواسطے کہ نفاس بیماری ہے اور بیماری میں تا صحت انتظار ہے شرائط احصان الرجم سبعۃ اور شرائط احصان رجم کے سات ہیں یعنی شرائط احصان یہی ہیں احصان سے تو یہاں عبارت ہے امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اسواسطے کہا کہ اسمیں نکاح اور دخول شرط نہیں کذا فی النہر الحریۃ شرائط احصان اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور لونڈی محصن نہیں اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بنفسہٖ قادر نہیں کہ زنا کا محتاج نہو والتکلیف ای عقل وبلوغ اور شرائط احصان سے مکلف ہونا یعنی عقل و بلوغ ہم اور بلوغ دو شرطیں ہیں تو مجنون اور صغیر محصن نہیں بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتھی شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہیں اسواسطے کہ اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جسنے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی و یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت نے بحکم توراۃ قبل نزول اس آیت کے جسمیں کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تھا پھر کوڑوں کی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اسپر دلیل ہے کذا فی الفتح والوطی اور پانچویں شرط احصان جماع ہے تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نہ کی وہ محصن نہیں اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آوے یعنی ادخال حشفہ انزال ہو یا نہو وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہوگیا تو ایسے نکاح سے محصن نہوگا اور اس قید سے کہ دخول کے وقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جسنے عورت کی طلاق اُسکے نکاح پر معلق کی پھر اُس سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اُس عورت سے صحبت کریگا بعد نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہوگئی کذا فی النہر وکونہما بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان کل منہما بصیرورۃ الآخر محصنا اور ساتویں شرط احصان کی ہونا زوجین کا وطی کے وقت بصفت احصان جو مذکور ہوچکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے شرط ہو دوسرے شخص کے محصن ہونے کی بسبب ہم وطی کے وقت جمیع شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ میں شرط ہے تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کے محصنہ ہونے پر موقوف ہے

اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے محصن ہونے پر موقوف ہے تو جسنے کتابیہ یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کر کے قربت کی تو وہ شخص محصن نہوگا اسواسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہیں اور سبب اسکا یہ ہے کہ نکاح ایسی عورتوں کا لائق نفرت ہے تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہین اسیطرح وہ شخص محصن نہین جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کی حالت مین اور پھر وہ محصن ہوگیا زنا کے وقت بدلیل ہ کور کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو نکح امۃ

او الحرۃ عبدا فلا احصان الا ان یطاہا بعد العتق لتحصل الاحصان بہ لا بما قبلہ حتے لو زنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہین مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اسکا بعد آزاد ہونے کے لونڈی یا غلام کے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہان تک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اسپر رجم نہوگا بلکہ کوڑے مارے جاوینگے اسواسطے

کہ مرد محصن نہ تھا زنا کے وقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شرط اخر ذکرہ ابن الکمال ہو ان لا یبطل احصانہما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرط یہ ہے کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے نہ باطل ہوگیا ہو سو اگر دونون مرتد ہوجاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود نہ کریگا مگر جماع بعد الاسلام سے ہم ساتھ ہی مرتد ہونے اور ساتھ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہین ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہین اور اگر اسلام ترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہے ولو بطل بجنون او عتہ عاد بالافاقۃ وقیل بالوطی بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جماع بعد از صحت سے عود احصان ہوگا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہے وعلم انہ لا یجب بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق وبقی مجردا وزنی یرجم اور جان کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقاء احصان کے واجب نہین تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر مین ایکبار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دی یا بعد وطی وہ مرگئی اور مرد مجرد رہا اور اسنے زنا کیا تو سنگسار ہوگا ونظم بعضہم الشروط فقال ع شروط احصان اتت ستۃ فخذہا عن النص مستفہما + بلوغ وعقل وحریۃ + ورابعہا کونہ مسلما + وعقد صحیح ووطی مباح + متی اختل شرط فلا یرجما اور بعضے علما نے شروط احصان کو یون نظم کیا ہے کہ شروط احصان کے چھ ہین سو انکو تصریح سے دریافت کرکے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جب مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہو ہم اس نظم مین دو شرطین باقی رہ گئین ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسرا باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عمدہ نے ذکر کیا فی الکی سے نقل کیا ہے

## باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

الحاصل ما لشبہۃ لحدیث ادرؤا الحدود بالشبہات ما استطعتم یہ باب ہے اس وطی کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہے اور جس سے حد واجب نہین ہوتی بسبب قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ دور کرو حدود کو بسبب شبہون کے جہان تک تم سے ہو سکے ہم عنقریب ذکر کر چکا کہ ابو یعلی کی مسند مین یہ حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند مین ابن عباس سے مروی ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات اور حدود شبہون سے بن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المؤمنین عمر فاروق نے کہا کہ اگر مین حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکھون میرے نزدیک بہتر ہے کہ اسکے شبہات سے اقامت کرون اور معاذ اور عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجکو شبہہ پڑے حد مین تو اسکو دفع کر وغیرہ اس طرح شبہات سے حد ٹالنے کے منکر ہین لیکن ہمکو حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے یہ امر ثابت ہے اور فقہاء امصار کا اسپر اتفاق اور اجماع ہے تو انکار انکا باطل ہے لائق التفات کے نہین کذا فی فتح القدیر الشبہۃ ما یشبہ الشیء الثابت ولیس بثابت فی نفس الامر شبہہ یعنے دھوکا وہ چیز ہے جو مشابہ ہو شی ثابت کے حالانکہ نفس الامر مین ثابت نہین یعنے شبہہ عبارت ہے امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت رکھے جیسا کہ ام ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہے حلت ملک یمین مین اور حالانکہ

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

ولد کی لونڈی واقع ہین حلال نہین باپ پر وہی ثلثة انواع شبهة حكمية في المحل اور شبہہ تین قسم پر ہے ایک شبہہ فی المحل ہے جسکو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہین ہم
محل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی و شبهة في الفعل اشتباه في الفعل اور دوسرا شبہہ فی الفعل جسکو اشتباہ بھی کہتے ہین یعنے فعل وطی میں اشتباہ واقع ہوا و شبهة
في العقد والتحقيق دخولها في الاولين تحققا اور تیسرا شبہہ فی العقد ہے یعنے نکاح کا شبہہ اور تحقیق یہ ہے کہ شبہہ عقد کا پہلے دونون شبہون مین داخل ہے کوئی علیحدہ شبہہ
نہین اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے فان ادعاها اي الشبهة وبرهن قبل برهانه وسقط الحد وكذا يسقط ايضا بمجرد دعواها الا في دعوى الاكراه
خاصة فلا بد من البرهان لانه دعوى بفعل الغير فيلزم ثبوته بحجة سو اگر زانی نے شبہہ کا دعوے کیا اور برہان سے یعنے گواہون سے ثابت کیا تو اسکے گواہ
مقبول ہونگے اور حد اسپر سے ساقط ہو جاویگی اور اسیطرح سے ساقط ہوگی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی مین مجرد
دعوی بلا برہان ساقط نہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی مین برہان سے اسواسطے کہ اکراہ غیر کے فعل کا دعوی ہے تو مدعی پر اسکا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا في البحر
لا حد بلازم بشبهة المحل اي الملك وتسمى شبهة حكمية اي الثابت حكم الشرع بحله حد لازم نہین شبہہ محل سے یعنے ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ
بھی کہتے ہین شبہہ حکمیہ وہ جسمین محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہے ہم شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہے بحر مین اسطرح ہے ہی التي تنشأ عن دليل
اي الثابت شبهة حكم الشرع بحل المحل یعنے شبہہ حکمیہ وہ ہے جسمین محل کی حلت کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنے شبہہ محل مین ثابت ہو بسبب قائم ہونے اس دلیل کے جو حرمت
محل کی نافی ہے یعنے جب دلیل شرع کو دیکھے قطع نظر مانع سے تو اسکو منافی حرمت کی پائے کذا في النهر الفائق نے کہا شبہہ محل وہ ہے جہان محل مین شبہہ ثابت ہو
اسطرح کہ محل مین شبہہ ملک پایا جاوے یعنے ملک رقبہ یا ملک وطی اور اسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہین اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا گیا ہے استنادا مدعی اگرچہ فی الحقیقة
ملک ثابت نہین طحطاوی نے کہا کہ یہ تقریر خوب واضح ہے وان ظن حرمته شبهة محل سے حد نہین اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو یعنے شبہہ محل مین سقوط
حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر مین شبہہ قائم ہے زانی اسکو جانے یا نجانے دونون برابر ہین کذا
في الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے ذکر کرتے ہین کوطی امة ولده وولد ولده وان سفل ولو ولده حيا فتح لحديث انت ومالك لابيك جیسے اپنے ولد کی
لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا بچند واسطہ ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو لونڈی اپنے پوتے کی لونڈی کے وطی سے حد نہین کذا في الفتح بدلیل اس حدیث کے
کہ تو اور تیرا مال تیرے باپکا ہے ہم ابن ماجہ نے جابر سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے اور میرا باپ مال کو محتاج
ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہین حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپکا ہے اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے مع القصة
المطولة كذا في فتح القدير اس حدیث کی دلیل سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور لڑکا کا مال ہے تو اسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہو گیا بلکہ یقین اگرچہ واقع مین بنظر اور دلائل
شرعیہ کے اسکی حلت ثابت نہین ومعتدة الكنايات ولو نواها ثلاثا على ما في النهر ان لوى بها الثلث لقول عمر رضي الله عنه الكنايات رواجع اور چنانچہ کنایات
طلاق کے معتدہ کی وطی سے حد نہین اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا في النهر بدلیل قول عمر کے کہ کنایات رواجع ہین
یعنے کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے ہم قول مذکور سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہے اگرچہ مختار علی مرتضی کا قول ہے کہ کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے
اور خلع بلا مال مین اسواسطے حد نہین کہ اسکے بائن ہونے مین صحابہ مختلف ہین کذا في البحر عن جامع النسفي اور فتح القدیر مین خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ مین داخل نہین
کیا تو ظاہر اسمین دو قول ہین کذا في الطحطاوي ووطي البائع الامة المبيعة والزوج الامة المهورة قبل تسليمها المشتري وزوجته وكذا الحد في الفاسد اور
چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کی اس لونڈی سے جسکو زوجہ کے مہر مین مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے اور
اسیطرح نکاح فاسد مین بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد ساقط ہے ووطي الشريك اي احد الشريكين الجارية المشتركة ووطي جارية مكاتبه وعبده
الماذون له وعليه دين محيط بماله ورقبته زیلعی اور وطی شریک کی یعنی دو شریکون مین سے ایک شریک کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی

لونڈی کی وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کی وطی سے ساقط حد ہے اور حالانکہ اُس عبد پر اتنا دین ہے جو اُسکے مال اور اُسکی ذات کو محیط ہے کذا فی الزیلعی اور اگر عبد
مدیون نہوگا تو بطریق اولی حد نہیں ہم مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہے اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال میں حق ہے مولی کا تو اُسکے حق میں شبہہ ملک البتہ ثابت
ہے و وطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدارنا او قبلہ اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل لے آنے کے ہم غازیوں کا حق بعد استیلا کے ثابت ہے تو شبہہ
ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر مراد یہ ہے کہ وطی اُسکی قبل قسمت کے ہووے اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے کذا فی الطحطاوی و وطی جاریۃ بیعت قبل
الاستبراء والتی فیہا خیار للمشتری والتی ہی اختہ رضاعا اور حد نہیں خرید کی لونڈی کی وطی سے قبل استبرا کے اور اُس لونڈی کی وطی سے جسکے خرید میں منعقد
اختیار باقی ہو مشتری کو اور اُس لونڈی کی وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہے ہم اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولی حد واجب نہیں اور یہی حکم ہے جبکہ بائع اور
مشتری دونوں کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو وزوجۃ حرمت بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماع امہا او بنتہا لان من الائمۃ من لم یحرم بہ اور حد نہیں اُس
زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی زوج پر بسبب اپنے ارتداد کے یا زوج کے لڑکے کی جماع سے راضی ہوگئی یا اُس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی بسبب جماع
کرنے زوج کے اُسکی ماں یا اُسکی بیٹی سے اسواسطے کہ بعضے امام اسکی حرمت کے قائل نہیں ہم یہ تعلیل متعلق ہے ارتداد اور اُسکے مابعد سے کتاب النکاح
میں مذکور ہو چکا کہ مشایخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوی دیا ہے اور باقی صورتوں میں امام شافعی کا خلاف ثابت ہے بہر صورت شبہہ پیدا ہونے سے حد ساقط
ہوگئی وغیر ذلک کما لا یخفی علی المتتبع فدعوی الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے شبہہ محل کی اور بھی مثالیں ہیں چنانچہ کتب
فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر مخفی نہیں تو دعوی حصر کا چھ مکانوں میں ممنوع ہے ہم یہ تعریض ہے صاحب درر پر ہرچند صاحب درر نے دعوی حصر کا نہیں کیا
مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ شمار کر دیا بیان کے مقام میں قرینہ ہے حصر کا کذا فی المنح والاحد ایضا بشبہۃ الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق
من حصل لہ اشتباہ اور حد نہیں شبہہ فعل سے بھی اور اُسکو شبہہ اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنے شبہہ اُسکے حق میں ثابت ہے جسکو دھوکا پڑا حلت میں ہم شبہہ
فعل کو شبہہ مشابہت بھی بولتے ہیں ان ظن حلہ العبرۃ لدعوی الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہہ فعل سے اُسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت
وطی کا گمان کیا ہو اور اعتبار ہے ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ فی الواقع اُسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو ولو ادعاہ احدہما فقط لم یحدا حتی یقرا جمیعا بعلمہما بالحرمۃ نہر اور اگر مرد
اور عورت میں سے فقط ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونوں پر حد نہ ماری جاویگی یہانتک کہ دونوں مکر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کریں کذا فی النہر یعنے شبہہ
اشتباہ میں اُسوقت دونوں پر حد ماری جاویگی جب دونوں زنا کا اقرار کریں اسطرح کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا ایسے شبہہ اشتباہ کی مثالیں مذکور ہوتی ہیں کوطی امۃ ابویہ وان
علیا یعنے چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین دور کے ہوں کذا ذکرہ الشمنی یعنے دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی کی لونڈی سے جماع کرنا کہ اُسمیں ساقط
حد ہے اسواسطے کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سے یہ گمان ہوتا ہے کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع میں حق لایق ہے چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہے کذا
فی المنح ومعتدۃ الثلث ولو جملۃ اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا اگرچہ طلاقات ثلثہ یکبارگی واقع ہوگئی ہوں ہم اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہے لیکن
بقاء بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ اور سکنی اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑ سکتا ہے موضع اشتباہ میں کذا فی المنح وامۃ امراتہ
وامۃ سیدہ اور چنانچہ اپنی زوجہ کی لونڈی سے یا اپنے مولی کی لونڈی سے جماع کرنا ہم حق تعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہ کے مال سے غنی فرمایا
چنانچہ ارشاد کیا ووجدک عائلا فاغنی اس آیت سے شبہہ پڑ سکتا ہے کہ زوج کو زوجہ کے مال میں تصرف کا اختیار ہے اور غلام محتاج ہے اپنے مولی کے مال کا تو اگر زوج یا
غلام کو شبہہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جاویگا ووطی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وہی المختارۃ زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ
لونڈی سے مسقط حد ہے کتاب الحدود کی روایت میں بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہے کذا فی شرح زیلعی ہم جب مرتہن نے کہا کہ میں مرہونہ لونڈی کی حرمت جانتا
تھا اور اُس سے جماع کیا تو اُسمیں دو روایتیں ہیں سو کتاب الرہن کی روایت میں اُسپر حد نہیں تو یہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت

مین حد واجب ہو ہدایہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہے اور شرح زیلعی مین کہا یہی قول مختار ہے کذا فی المنح اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تصرف کی ہونا موہم ہو جماع مرہونہ
کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الهداية المستعير للرهن كالمرتهن اور ہدایہ مین ہے گرو رکھنے کے واسطے لونڈی کا عاریت مانگنے والا مرتہن کے برابر ہو حکم مین یعنے اگر مستعیر
لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو قول مختار مین اوسپر حد نہین چلپی نے کہا کہ للرهن کا لام تعلیل کا ہو تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کے واسطے عاریت لیا
اور یہ لام تعدیہ کا نہین تا یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا دیکھی حکم المستاجرة والمغصوبة اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا وینبغی
ان الموقوفة عليه كالمرتهنة نہر اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہے کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کے مانند ہو حکم مین یعنے بگمان حلت اوسکی وطی سے حد نہین و
معتدة الطلاق على مال وكذا المختلعة على الصحيح بدائع اور چنانچہ طلاق بعوض مال کے عدت والی سے جماع کرنا اور اسی طرح مختلعہ سے جماع کرنا بنا بر قول
صحیح کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کی حرمت بالاجماع ثابت ہے مانند مطلقہ ثلثہ کے کذا فی المنح تو بدون ظن حلت کے حد ساقط نہوگی و
معتدة الاعتاق والحال انها هي ام ولده اور چنانچہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہے مولی کی اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت
ہے لیکن اشتباہ حلت ہو سکتا ہے بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطئ ان ادعى النسب يثبت في الاولى اي شبهة المحل لا في الثانية اي شبهة الفعل
التمحضه زنا الا في المطلقة ثلثا لشبهة العقد بان تلد لاقل من سنتين لا لاكثر الا بدعوة كما مر في بابه وكذا المختلعة والمطلقة بعوض بالاولى عناية اور جماع کرنیوالا
اگر ولد کے نسب کا دعوی کرے تو پہلے شبہہ مین یعنے شبهة المحل مین نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ مین یعنے شبهة الفعل مین اوسکے خالص زنا
ہونیکے سبب سے اور حد جو ساقط ہوگئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ مین البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہو اوسکی شرط کے پائے جانے سے اس طرح پر کہ مطلقہ
مذکورہ دو سال سے کمتر مدت مین جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی مین نسب ثابت نہین مگر بدعوت چنانچہ بیان اسکا ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہو چکا اور
اسیطرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولی ثابت ہے کذا فی النہایہ اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی وصحح
الشرنبلالی ثبوت النسب فيه انما اقول مین بطریق اولی ہوگا طلاق اور خلع مین اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسمین شبهة العقد ہے بخلاف باقی مواضع شبهة الفعل کے کہ وہان شبہہ
عقد کا نہین کذا فی المنح عن البحر والا في وطى امرأة زفت اليه وقال النساء هي زوجتك ولم تكن كذلك فانها وان لم يثبت نسبه بالدعوة مجرد اور نسب
ثابت نہین ہوتا شبهة الفعل مین مگر اوس عورت کی وطی مین جو پہونچائی گئی مرد کے پاس اور عورتون نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور حالانکہ وہ اوسکی زوجہ نہین تو جبکہ
مرد نے عورتون کی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اوسوقت مین اوسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ايضا بشبهة العقد اي عقد النكاح عنده اي الامام
کوطی محرم نکحها اور حد نہین بشبهة العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اوس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا محرم کو مطلق کہا تو محرم
نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل ہا ہر چند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہین لیکن بنا بر سیاست کے اوسپر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب ہے اگر
اوسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمة حد وعليه الفتوى خلاصة اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جاوے اور اسی پر فتوی ہے
کذا فی الخلاصة لكن المرجح في جميع الشروح قول الامام فكان الفتوى عليه اولى قاله قاسم نے تصحیح لیکن تمام شروح مین قول امام کا ترجیح دیا گیا ہے تو اوسی پر
فتوی بہتر ہے یہی کہا شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین لكن في القهستاني عن المضمرات على قولهما الفتوى في المتون لیکن قہستانی مین مضمرات سے نقل
ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوے ہے متون مین ہم یہ استدراک ہے شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اسواسطے کہ مضمرات بھی شرح ہے تو جمیع
جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر في الفتح انها من شبهة المحل وفيها يثبت النسب كما مر اور فتح القدیر مین تحریر کیا ہے کہ شبهة العقد شبهة المحل مین داخل
ہے اور اسمین نسب ثابت ہوتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و وطی سے نکاح بغير شهود لا حد لشبهة العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے مین حد نہین
بسبب شبہہ عقد کے وفي المجتبى تزوج بمحرمه او منكوحة الغير او معتدته ووطيها ظانا الحل لا يحد ويعزر وان ظنا الحرمة فكذلك عنده خلافا لهما اهـ

ان تقسیمہا ثلثۃ اقسام قول الامام اہ مجتبی میں ہے کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی سے اور اُس سے جماع کیا
حلال گمان کر کے تو اُسپر حد نہ ماری جاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اُسنے حرام جانکر وطی کی تو اُسیطرح اُسپر بھی حد نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک
اُسپر حد ہے تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کیا یعنے شبہۃ المحل و شبہۃ الفعل و شبہۃ العقد یہ قول ہے امام کا حلبی نے کہا کہ اگر تقسیم من حیث الحکم
مراد ہے تو سب کے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ شبہۃ العقد کا حکم امام کے نزدیک شبہۃ المحل کا حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک شبہۃ الفعل کا حکم ہے اور اگر
تقسیم من حیث المفہوم مراد ہے تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہے اسواسطے کہ بعضا شبہۃ العقد شبہۃ الفعل میں داخل ہے چنانچہ معتدہ ثلثا اور بعضا شبہۃ المحل میں داخل ہے چنانچہ
مسئلہ متن کا وحد بوطی امۃ اخیہ و عمہ و سائر محارمہ سوے الولاد لعدم البسوطۃ اور حد ماری جاوے اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کی وطی سے
اور سواے ولادت کے باقی محارم کی لونڈیون کی وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنے بھائی یا چچا وغیرہ کے مال میں توسع اور بے تکلفی جاری نہیں چنانچہ
باپ یا بیٹے کے مال میں جاری ہے و لہذا ظن حلت اور حرمت یہان برابر ہے و بوطی امرأۃ وجدت علی فراشہ فظنہا زوجتہ و لو ہو اعمی لتمیزہ بالسؤال الا
اذا دعاہا فاجابتہ قائلۃ انا زوجتک او انا فلانۃ باسم زوجتہ فوطئہا لان الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابتہ بالفعل و نبغی حد اور حد ماری جاویگی اُس عورت کی
جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اُسنے گمان کیا کہ وہ اُسکی زوجہ ہے اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی حد ہے بسبب امتیاز حاصل کر سکنے اندھے کے سوال
کر کے مگر جبکہ اُسنے عورت کو بلایا سو اُسنے جواب دیا اُسکو یون کہکر کہ میں تیری جورو ہون یا میں فلانی ہون اُسکی جورو کا نام لیکر پھر اُسنے اُس سے جماع کیا
تو اندھے پر حد نہیں اسلیے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہے یہان تک کہ اگر عورت اجابت فعلی کریگی یعنے جماع پر قادر کریگی یا فقط ہان کہیگی تو مرد پر حد ماری جاویگی م
بستر پر عورت کے پانے سے اسواسطے حد ہے کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کا امتیاز کر لینا مرد پر مخفی نہیں ہو سکتا لہذا ظن حلت یہان مستند بدلیل نہیں بخلاف
شب زفاف کے جب عورتون نے غیر عورت کو کہا کہ تیری جورو ہے و ذمیۃ عطف علی ضمیر بہ لجواز للفصل زنی بہا حربی مستامن اور حد ماری جاوے ذمیہ
عورت پر جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح نے کہا ذمیہ کا لفظ حد کی ضمیر پر معطوف ہے اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بلا اعادہ ضمیر جائز ہے بسبب جدائی واقع
ہونے کے اور عدم جواز درصورت عدم فصل ہے و حد ذمی زنی بحربیۃ مستامنۃ فلا یحد الحربی فی الاولی و الحربیۃ فی الثانیۃ والاصل عند الامام الحدود کلہا
لالتزام علے مستامن الا حد القذف اور حد مارا جاوے مرد ذمی جسنے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہوگی مرد حربی پر پہلی صورت میں اور نہ حربیہ
عورت پر دوسری صورت میں اور قاعدہ امام اعظم کے نزدیک یہ ہے کہ جمیع حدود کی اقامت نہیں ہوتی مستامن پر سواے حد قذف کے و لا یحد بوطی بہیمۃ بل
یعزر و تذبح ثم تحرق و یکرہ الانتفاع بہا حیۃ و میتۃ مجتبے اور نہ حد ماری جاوے جانور کے جماع سے بلکہ اُسکو تعزیر دیجاوے اور جانور ذبح کیا جاوے پھر جلایا جاوے
اور مکروہ ہے فائدہ لینا اُسکے جیتے اور مرے کذا فی المجتبے ہم ذبح کرنا جانور کا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہے گفتگو منقطع ہو جا
یہ جلانا اُسوقت ہے جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اُسکو اختیار ہے کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دے ڈالے کذا فی النہر وفی النہر الظاہر انہ یطالب ندبا
لقولہم تضمن بالقیمۃ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاوے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہا کے کہ جانور مضمون
بالقیمت ہے ہم طحطاوی نے کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہیں اور یہ عبارت نہر الفائق میں بھی نہیں بلکہ اُسکی عبارت یون ہے فان کانت الدابۃ لغیرہ لصاحبہا ان
یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح والظاہر انہ یطالب ای بالدفع علے وجہ الندب لذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ یعنے اگر جانور غیر شخص کا ہو
تو اُسکے مالک کو حکم کیا جاوے کہ جانور فاعل کو دے ڈالے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاوے اور ظاہر یہ ہے کہ مالک مطالب بالدفع علے وجہ الاستحباب
ہے اور اسی واسطے خانیہ میں کہا ہے کہ اُسکے مالک کو اختیار ہے کہ جانور اُسکو دیوے قیمت لیکر و لا یحد بوطی اجنبیۃ زفت الیہ وقیل خبر الواحد
کاف فی کل ما یعمل فیہ بقول النساء ہی عرسک و علیہ مہرہا بذلک قضی عمر رضی اللہ عنہ و بالعدۃ اور حد نہ ماری جاویگی

اجنبی عورت سے جماع سے جو شب زفاف میں ہو بخائی گئی ہو مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور دیر پر مہر عورت کا واجب ہے لیکن مہر مثل اسکا حکم کیا عمر فاروق
نے اور عدت کا شارح کہتا ہے خبر دینا ایک عورت کا کافی ہے جہاں عورتوں کے قول پر عمل کیا جاتا ہے لیکن اگر ایک عورت بھی کہیگی کہ یہ تیری زوجہ ہے تو حد ساقط ہے اس لیے
کہ ابتدائے ملاقات میں امتیاز اپنی زوجہ کا غیر عورت سے نہیں ہوتا تو مقام ہے اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ حکم عمر فاروق سے نقل کیا حالانکہ بحرالرائق
وغیرہ میں یہ حکم علی مرتضی سے ثابت ہے او لوطی دبرہ قالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدرر بنحو الاحراق
بالنار وہدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی والجلد اصح یا لوطی مقعد سے حد نہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہ فعل
اجانب میں کیا تو حد ماری جاویگی اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہیں بلکہ تعزیر دیا جاوے اور درر میں کہا
کہ تعزیر دیا جاوے مانند آگ سے جلا دینے کے اور اسپر دیوار ڈھا دینے اور اونچے مقام سے اوندھا گرا دینے سے پتھروں کے ساتھ ڈھکا کر اور حاوی میں
ہے کہ امور ثلثہ مذکورہ سے کوڑے مارنے کی تعزیر صحیح تر ہے ہم صاحبین کے نزدیک لواطت میں حد ہے اور انکی دلیل یہ ہے کہ لواطت مانند زنا ہے اسواسطے کہ محل شہوت میں
شہوت رانی اور آب ریزی ہے بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہیں واسطے اصحاب کرام اسکی جزا میں مختلف ہیں کسی نے آگ سے جلایا
اور کسی نے اسپر دیوار کا ڈھانا اور کسی نے مکان بلند سے پتھروں کے ساتھ گرانا تجویز کیا اور اسمیں شبہ ہی زنا موجود نہیں اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ انساب
نہیں تو اگر لغت عرب میں لواطت زنا ہوتی یا معنی زنا تو صحابہ کرام کہ اہل لسان [illegible] بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہ جو ابن عباس سے
سنن ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ جسکو تم قوم لوط کا فعل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کرو تو یہ حکم بطریق سیاست ہے نہ بطور
حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی النہر معزیا للبحر التقیید بالامام یفہم ان القاضی لیس له
الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے یہانتک کہ مرجاوے یا توبہ کرے اور اگر اسکو لواطت کی عادت
پڑ گئی ہو تو امام یعنی سلطان اسکو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں بحرالرائق سے منقول ہے کہ امام کی تقیید اسکی مفہم ہے کہ
کہ قاضی کے واسطے حکم سیاست کا نہیں ہم بحرالرائق میں یہ مسئلہ بطریق بحث کے ہے نہ بطریق منصوص کے علاوہ اسکے امام کے واسطے خصوصیت
قتل اس جزئی سے لازم نہیں تخصیص جمیع جزئیات سیاست کے واسطے امام کے اور معین الحکام میں مذکور ہے کہ اکثر جزئیات سیاست میں قاضی کو اختیار
ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وفی الجوہرۃ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر ولو مکن امرأتہ او امتہ من العبث بذکرہ حتی انزل کرہ ولا شیء علیہ اور
جوہرہ میں ہے کہ زور لگا کر منی نکالنا حرام ہے اور اسمیں تعزیر ہے اور اگر مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنے آلہ تناسل سے عبث کرنے کا یہانتک کہ انزال
ہوا تو یہ مکروہ ہے اور اسپر کچھ نہیں [illegible] مشہور ۱۲ حد ولا تعزیر ولا تکون اللواطۃ فی الجنۃ علی الصحیح لانہ تعالی استقبحہا وسماہا خبیثۃ والجنۃ منزہۃ عنہا فتح اور لواطت
نہوگی بہشت میں بنا بر صحیح قول کے اسواسطے کہ حق تعالی نے اسکو قبیح فرمایا اور قرآن مجید میں اسکا خبیث نام رکھا اور بہشت پاک ہے خباثت سے
کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالی طائفۃ نصفہم الاعلی کالذکور والاسفل کالاناث
والصحیح الاول اور اشباہ میں ہے کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اسکا وجود نہیں جنت میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ حرمت اسکی سمعی ہے تو
اسکا وجود جنت میں ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالی ایک گروہ کو انکا بدن نصف اعلی مردوں کے مانند ہوگا اور
نصف اسفل عورتوں کے مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول ہے ہم فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ اہل جنت کے دبر نہوگی اسلیے کہ دنیا میں دبر
مخلوق ہوئی واسطے دفع براز کے اور جنت میں نجاسات کا مکان نہیں حموی نے کہا تو اس صورت میں لواطت کا ہر حال میں وجود نہیں جنت میں
کذا فی الطحطاوی وفی البحر حرمتہا اشد من الزنا لحرمتہا عقلا وشرعا وطبعا والزنا لیس بحرام طبعا وتزول حرمتہ بتزوج وشراء بخلافہا وعدم الحد عندہ لا لخفتہا

بل للتغلیظ لانہ مطہر علی قول) اور بحر الرائق میں ہے کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلا اور شرعا اور طبعا اور حرمت
عقلی سے یہ مراد کہ عقل مظہر اور مبین ہے حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت میں شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کی طرف اسناد مجازی ہے کذا فی الطحطاوی
اور زنا حرام نہیں باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط عقلا اور شرعا حرام ہے اور حرمت اسکی زائل ہو جاتی ہے عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت
دائمی نہیں بخلاف لواطت کے کہ اسکی کسی طرح زوال پذیر نہیں اور لواطت میں حد کا نہ ہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہیں کہ اسکی حرمت خفیف ہے بلکہ بسبب
تغلیظ اور تشدید کے ہے اسلیے کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے بموجب ایک قول کے (وفی المجتبی یکفر مستحلها عند الجمهور) اور مجتبی میں ہے کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر
ہے اکثر علما کے نزدیک ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ تکفیر بقید بغیر مملوکہ ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اسکا کافر نہیں اگرچہ اُسنے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا (او زنی
فی دار الحرب او البغی الا اذا زنی فی عسکر لامیرہ ولایۃ الاقامۃ ہدایہ) یا زنا کیا دار الحرب میں یا دار البغی میں تو اُسپر حد نہیں مگر جبکہ اُسنے زنا کیا اس لشکر اسلام میں جسکے سردار کو ولایت
ہے اقامت حد کی تو البتہ اُسپر حد ہے کذا فی الہدایہ ہم ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہے یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو کہ اسکا اختیار فقط تدبیر جنگ میں ہے نہ اقامت حدود دینی اور سبب
وغیرہ میں حدود اسواسطے نہیں کہ وہاں ولایت امام کی منقطع ہے (ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفۃ مطلقا لا علیہ ولا علیہا) اور حد نہیں مرد غیر مکلف کے
زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقا نہ مرد نہ عورت پر ہم غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت پر اسواسطے حد نہیں کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا میں اور عورت
اسکی تابع ہے اور ممتنع ہونا حد کا اصل میں موجب ہے امتناع حد کا تابع میں (وفی عکسہ حد فقط) اور اسکے بالعکس میں یعنی مرد مکلف کے زنا میں ساتھ غیر مکلفہ کے فقط مرد پر
حد جاری ہوگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر (ولا حد بزنا المستاجرۃ لہ ای الزنا) اور حد نہیں اُس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جسکو زنا کے واسطے اجارہ لیا ہم یعنی اگر
عورت سے مرد نے یوں کہا کہ میں تجکو زنا کے واسطے اجارہ لیتا ہوں یا اسقدر دراہم سے تاکہ میں تجھ سے قربت کروں تو اسپر حد نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ
صورت شبہہ ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہیں لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے
نزدیک حد واجب ہے اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہیں ہوتی تو خالص زنا ہوا (والحق وجوب الحد کالمستاجرۃ للخدمۃ فتح) اور واجب ہونا حد کا اجارہ
زنا میں حق ہے جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے میں بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ
میں نے تجکو اتنا مہر دیا تا میں تیرے ساتھ زنا کروں تو حد واجب نہیں اور اسیطرح استیجار اور عطا او دراہم واسطے وطی کے اور ان سب صورتوں میں حق یہ ہے کہ حد واجب
ہے اسواسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ اسکے معارض ہے حق تعالی فرماتا ہے (الزانیۃ والزانی فاجلدوا) اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہیں
مٹاتا انتہی ملخصا (ولا بالزنا باکراہ) اور حد نہیں جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کی طرف سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور اسی پر
فتوی ہے اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہے نہ غیر کے جبر سے علما نے کہا کہ یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہے یعنی امام کے
زمانے میں غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل تھی کذا فی النہر (ولا باقرار احدهما ان انکر
الآخر لان الشبہۃ) اور حد نہیں ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے ہم اقرار سے مراد چار بار کا اقرار ہے اور انکار یہ کہ کہے میں نے
مطلق نہیں زنا کیا یا نکاح کا دعوے کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت بہر صورت حد ساقط ہے اسواسطے کہ زنا فعل مشترک ہے بدون دو شخص
کے نہیں ہوتا او ایک شخص سے حد کا ٹلنا صورت شبہہ ہے دوسرے شخص میں اور جب حد ساقط ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر (کذا لو قال
اشتریتها ولو حرۃ مجتبی) اور اسیطرح حد ساقط ہے اگر مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کو مول لیا ہے اگرچہ وہ عورت آزاد ہے کذا فی المجتبی (وفی قتل
امۃ زنا بها الحد بالزنی والقیمۃ بالقتل) اور لونڈی کے مقتول ہونے میں اُسکے زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور قیمت ہے واسطے قتل کے
ہم لونڈی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاویگی زنا سے تو مرد پر حد ہے اور خون بہا کذا فی النہر (ولو اذہب عینها لزمته قیمتها وسقط الحد لتملکہ الجثۃ العمیاء)

نادرست شبہہ ہدایہ اور اگر لونڈی کی آنکھ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اُسکی قیمت لازم ہو اور حد ساقط ہو بسبب ملک کے یعنی مرد کے اندھے جسم کا قیمت دینے سے مالک

مثل بصارت کا ثابت ہوا تو شبہہ ملک یمین کا پیدا ہوا اور حد ساقط ہوگی کذا فی الہدایہ تفصیل بالافضاء الی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کر ڈالا نا سمجھے

تو اسکی تفصیل مصنف کی شرح میں ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ دونوں راہیں یعنی قبل اور دبر پھٹ کر ایک ہو جاویں اسکو افضا کہتے ہیں لیکن لونڈی

بالغہ ہے یا صغیرہ اگر کبیرہ راضی زنا تھی بلا ادعاء شبہہ تو دونوں پر حد ہے مہر مرد پر نہیں اور افضاء سے کوئی چیز اُسپر لازم نہیں اور اگر ادعاء شبہہ ہے تو حد نہیں اور افضاء سے کچھ

نہیں مگر مہر واجب ہے اور اگر لونڈی راضی نہو بلا دعوی شبہہ تو مرد پر حد ہے لونڈی پر اور مہر نہیں پھر افضا کو نظر کرنا چاہیے اگر پیشاب اُسکا نہ تھمتا ہو تو مرد پر پورا خونبہا آوے

ہے اور اگر پیشاب تھمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہے اور اگر شبہہ کا دعوے ہو تو دونوں پر حد نہیں پھر اگر بول تھمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہے اور مہر واجب ہے

ظاہر الروایۃ میں اور اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت ہے اور مہر واجب نہیں شیخین کے نزدیک خلافاً لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہو کہ جماع کے لائق ہے تو وہ کبیرہ کے مانند ہے

جمیع احکام میں سوائے سقوط دیت کے اُسکی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہو تو اگر اُسکا بول تھمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہے لیکن مرد پر حد

نہیں اور بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت لازم ہے نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہو گا ولو غصبها ثم زنی بها ثم ضمن قیمتها فلا حد علیه اتفاقاً

بخلاف ما لو زنی بها ثم غصبها ثم ضمن قیمتها کما لو زنی بحرة ثم نکحها لا یسقط الحد اتفاقاً فتح اور اگر لونڈی کو غصب کیا پھر اُس سے زنا کیا پھر اُسکی قیمت

کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہیں بالاتفاق بخلاف اُسکے یہ کہ اگر زنا کیا اُس سے پھر اُسکو غصب کیا پھر اُسکی قیمت کا ضمان دیا جیسا کہ حرہ سے زنا

کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا تو حد ساقط نہیں ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر والخلیفة الذی لا والی فوقه یؤخذ بالقصاص والاموال لانها من حقوق

العباد فیستوفیه ولی الحق اما بتمکینه او بمنعة المسلمین وبه علم ان القضاء لیس بشرط لاستیفاء القصاص والاموال بل للتمکین فتح اور وہ خلیفہ جسکے

اوپر کوئی حاکم نہیں ماخوذ ہے قصاص اور تلف کرنے اموال سے اسواسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہے تو صاحب حق اُسکو لے سکتا

ہے خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ انکار کرے تو مسلمانوں کی قوت اور شوکت سے استیفاء حق خلیفہ سے مقصود ہے اور اس تقریر سے

معلوم ہوگیا کہ استیفاء قصاص اور اموال کے واسطے قضاء قاضی شرط نہیں بلکہ حاکم کی قدرت دینے سے استیفاء قصاص کے واسطے قضا شرط ہے کذا

فی الفتح ولا یحد ولو لقذف لانه حق الله تعالی واقامته الیه ولا ولایة لاحد علیه اور حد نہ ماری جاویگی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اسواسطے کہ حدود میں حق اللہ غالب ہے

حقوق العباد پر اور اقامت حدود کی امام کو اختیار میں ہے اور کسی کی ولایت اور حکومت نہیں خلیفہ پر اُسپر حد کو قائم کرے بخلاف امیر البلدة فانه یحد بامر الامام بخلاف حاکم شہر کے کہ اُسپر حد ماری جاویگی بحکم امام

## باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها

یہ باب ہے زنا پر گواہی دینے کے احکام میں اور اُسکی گواہی سے رجوع کرنے میں شہدوا بحد متقادم بلا عذر کمرض او بعد مسافة او خوف طریق لم یقبل للتهمة شاہدوں نے

گواہی دی حد متقادم پر بغیر کسی عذر مانند بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہوگی بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت یہ ہے کہ حدود کا شاہد مخیر ہے

اداے شہادت یا پردہ پوشی میں تو اگر اُستی تاخیر پردہ پوشی کی جہت سے تھی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہے اور اگر

تاخیر بغیر پردہ پوشی نہ تھی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق اہل شہادت نہیں اور جیسے تقادم مانع شہادت ہے ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہے

یعنی اگر بعد قضا ضرب حد کے بھاگ گیا اور پھر گرفتار ہوا اور تقادم زمان سے اقامت حد نہوگی کذا فی المنح الا فی حد القذف اذ فیه حق العبد مگر حد قذف میں

بعد تقادم کے بھی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اسمیں حق العبد ہے یعنی دعوی اسمیں شرط ہے شہادت کی تو تاخیر انعدام دعوی پر محمول ہوگی تو فسق شاہدوں کا نہ ثابت ہوگا

وبضمن المال المسروق لانه حق العبد فلا یبطل بالتقادم اور ضمانت لیجاویگی سارق سے مال مسروق کی اسواسطے کہ یہ حق العبد ہے تو تقادم زمان سے ساقط نہوگا یعنی جب شاہدوں

نے بعد مدت کے گواہی دی تو ضمان مال کا لازم ہوگا اسواسطے گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ دعوی شرط ہے حقوق العباد میں تو تاخیر دعوی پر محمول ہے تو فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح

ولو اقربہ ای بالحد مع التقادم حد لانتفاء التہمۃ الا فی الشرب کما سیجئ اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھ گذرنے مدت کے تو مقر پر حد قائم ہوگی
بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر میں تقادم سے حد نہیں چنانچہ آگے اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہیں مانند شہادت کے
وتقادمہ بزوال الریح ولغیرہ بمضی شہر ہو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینا گذر جانے سے ہے یہی قول اصح ہے
ہم یہ قول محمد سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی المنح ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض وقیل لا کذا فی الخانیۃ اور اگر شاہدوں نے
متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدوں پر حد قذف ماری جاویگی اور بعضوں نے کہا کہ نہیں کذا فی الخانیۃ عدم حد کرخی کا قول ہے شہدوا علی زناہ بغائبۃ حد گواہی
دی شاہدوں نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہے اور شاہد اسکو پہچانتے ہیں تو مرد پر حد قائم ہوگی باتفاق ائمہ اربعہ اور اسیطرح
اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہو جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ دعوی نکاح مثلا شبہہ ہے اور احتمال اُسکے دعوی کرنیکا شبہۃ الشبہہ ہے
حالانکہ معتبر شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ والا لجمیع حدود کی نفی لازم آوے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہوں سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل رجوع ہے تو
اگر شبہۃ الشبہہ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقۃ من غائب لا لاشتراطیۃ الدعوی فی السرقۃ دون الزنی اور اگر گواہی
دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب شرط ہونے دعوی کے سرقہ میں نہ زنا میں اقر بالزنی بمجہولۃ حد وان شہدوا علیہ بذلک
لا لاحتمال انہا امرأتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اُسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ ناواقف عورت کے
تو حد قائم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اُسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر ایسا شبہہ مخفی نہیں رہ سکتا ولو اختلفوا فی طوعہا
چنانچہ حد نہیں شاہدوں کے اختلاف میں عورت کی رضامندی میں یعنی دو شاہدوں نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اُسپر جبر تھا تو دونوں پر حد نہیں امام
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہے اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس ہر صورت میں شاہدوں پر حد قذف
نہیں امام کے نزدیک او فی البلد ولو کان علی کل زنی اربعۃ لکذب احد الفریقین یعنی ان ذکروا وقتا واحدا وتباعد المکانان والا قبلت فتح یا شاہدوں کا اختلاف
ہوا شہروں میں اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہوں تو بھی حد نہیں بسبب کذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کریں اور دونوں مکان دور ہوں اور اگر ایسا نہ
یعنی وقت متحد ہوا اور دونوں مکان قریب ہوں یا وقت مختلف ہو اور دونوں مکان متباعد ہوں یا وقت مختلف ہو اور دونوں مکان قریب ہوں تو گواہی مقبول ہوگی
کذا فی الفتح ہم اختلاف بلد کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ دو شاہدوں نے گواہی دی کہ زنا کوفہ میں ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ میں تو مرد اور عورت دونوں پر حد
نہیں اسلیے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ چار گواہوں نے باوجود دوری دونوں مکان کے
گواہی دی کہ طلوع آفتاب کے وقت فلانے سال کے فلاں مہینے فلان تاریخ میں زنا ہوا پھر اور چار گواہوں نے گواہی دی زنا کی کوفہ میں اسیوقت اُسی معین دن میں تو دونوں پر
حد نہیں اسواسطے کہ شخص واحد ایک ساعت میں دو مکان متباعد میں نہیں ہو سکتا اور شاہدونکا صدق اور کذب معلوم نہیں تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہے بسبب تعارض کے
یا تہمت کذب کے اور اگر دونوں مکان متقارب ہیں تو باوجود اتحاد وقت گواہی مقبول ہے اور اسی طرح اگر وقت مختلف ہے اور دونوں مکان متباعد ہیں یا متقارب
تو بھی گواہی مقبول ہے بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حد ای المرأۃ والرجل استحسانا لامکان التوفیق
اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھری کے دو کونوں میں تو مرد اور عورت دونوں پر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے
بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ ابتدای فعل ایک کونے میں ہوا اور انتہاء فعل دوسرے کونے میں بسبب
اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا ولکن ہی بکر او رتقاء او قرناء او ہم فسقۃ او شہدوا علی شہادۃ اربعۃ وان وصلیۃ شہد الاصول
بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدوں نے گواہی دی عورت کی زنا پر ولیکن وہ باکرہ ہے یا اُسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان زائد سے بند ہے

یا گواہ فاسق ہین یا شاہدون نے گواہی کی چار گواہون کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اُسکے یعنی بعد گواہی شہود فروع کے تو کسی پر حد نہین یعنی نہ شہود اصل اور
مردود پر نہ گواہون پر ہم شہادت علی الشہادت حدود مین جائز نہین اسواسطے کہ اسمین ازدیاد شبہ ہے کیونکہ اسمین جگہ احتمال کذب ہے شہادت اصول مین اور
شہادت فروع مین اور اگر بعد فروع کے اصول بھی گواہی دینگے تو بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہوگئی بسبب شہادت فروع کے
اور غیر حدود مین رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہین ہوتی اموال مین اسواسطے کہ مال ساتھ شبہ کے ثابت ہوتا ہے نہ حد کذا فی المنح شارح نے کہا کہ ان
شہود کا اصلی ہونا کہ کوئی فعلیہ سمجھ کر لم یجد کو اُسکے جزا نہ سمجھے کہ مطلب یہ ہے جاوے کذا لو شہدوا علی زناہ فوجد مجبوبا اور اسیطرح مرد پر حد نہین اگر شاہدون نے گواہی دی کہ مرد نے زنا کیا
سو وہ مقطوع الذکر ہے یعنی مجلا ولو شہدوا بالزنا ولکن ہم عمیان او محدودون فی قذف او ثلثۃ او احدہم محدود او عبید او وجد احدہم کذا لکنہ اقامۃ
الحد حدوا للقذف ان طلبہ المقذوف اور اگر چار شاہدون نے زنا کی گواہی دی لیکن وہ سب اندھے ہین یا قذف کی حد اُنپر پڑ چکی ہے یا تین شاہد ہین یا چار ہین سب
ایک گواہ محدود فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسیطرح کا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدون پر حد قذف ماری جاویگی اگر مقذوف
طلب کرے حکام شاہدون پر اسواسطے حد قذف ماری جاویگی کہ وہ اہل شہادت نہین یا نصاب شہادت کا پوری نہین تو زنا ثابت نہوا تو مسلمان پر عیب لگانا ثابت
ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہون اور حد قذف طلب مقذوف پر اسواسطے مشروط ہوئی کہ اُسکا حق ہے کذا فی النہر والمنح وارش جلدہ
وان مات منہ ہدر خلافا لہما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑون سے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی گواہون نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر
محصن ہے سو اُسپر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف ہے تو اُسکی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اسلیے کہ
کوڑون کی ضرب ظاہرا مولم ہے نہ زخمی اور ہلاک کرنیوالی مگر ضارب کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک اُسکی دیت بیت المال مین واجب ہے کذا فی المنح
ودیتہ رجمہ فی بیت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال مین ہے باتفاق امام و صاحبین کے یعنی درصورت عدم اہلیت شہود ویحد من
رجع من الاربعۃ بعد الرجم فقط لانقلاب شہادتہ بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص چار گواہون مین حد قذف مارا جاویگا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگسار
ہونے زانی کے اسلیے کہ شہادت اُسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی ہم ماتن نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر حد نہین اور سب گواہ
رجوع کرینگے تو سب پر حد ماری جاویگی وغرم ربع الدیۃ اور جو شہادت سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضامن ہے وان رجع قبلہ ای الرجم حدوا
للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب الحدود اور اگر شاہدون نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو تو سب گواہون پر حد
قذف ماری جاویگی اور زانی سنگسار نہوگا اسواسطے کہ حد کا جاری کردینا قضا مین داخل ہے باب حدود مین یعنی گویا قبل قضا رجوع ثابت ہوا ہم سب گواہون کے
اسواسطے حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو انکا قذف شہادت ہوگیا اتصال قضا سے پھر جب یہ اتصال نہوئی تو قذف
باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شئ علی خامس رجع بعد الرجم اور اُس پانچوین گواہ پر کچھ نہین نہ حد نہ دیت جسنے شہادت سے رجوع کیا
بعد رجم کے فان رجع اخر حدا وغرما ربع الدیۃ ولو رجع الثالث ضمن ربع الدیۃ ولو رجع الخمسۃ ضمنوہا اخماسا حاوی پھر اگر پانچوین کے ساتھ ایک اور
گواہ نے رجوع کیا تو دونون پر حد قائم ہوگی اور دونون چوتھائی دیت کی ضمان دینگے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی چوتھائی دیت کا ضمان دیگا و
علی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچوین گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچوین پانچوین حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی الحاوی القدسی ہم یہ حکم
درصورت رجم ہے اسواسطے کہ ضمان نہین مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزکی دیۃ المرجوم ان ظہروا غیر اہل الشہادۃ عبیدا او کفارا او نحوہما اذا اخبر المزکی
بحریۃ الشہود واسلامہم ثم رجع قائلا تعمدت الکذب والا فالدیۃ فی بیت المال اتفاقا ضمان دیگا مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت
نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہ ضمان اُسوقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام کی خبر دی ہو پھر اُسنے شہادت سے رجوع کیا ہو یون کہا کہ مین نے عمداً جھوٹ

تو لا ازادی اور اسلام کے اظہار میں اور دیت اُسکی بیت المال میں ہے بالاتفاق یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہوے بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل اپنی
خطا کے ہوے تو بالاجماع اُنپر ضمان نہیں اور اگر مزکیوں نے خبر دی کہ گواہ عادل ہیں پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہیں تو بھی اُنپر ضمان نہیں بالاجماع کذا فی المنح مزکی وہ
جو قاضی کے روبرو شاہدوں کی اہلیت شہادت بیان کرے ولا یحدون للقذف لانہ لا یورث بحر اور شاہدوں پر حد قذف نہ جاری ہوگی اسواسطے کہ قذف
میں وراثت جاری نہیں کذا فی البحر یعنی شاہدوں نے عیب لگایا تھا زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ مرچکا اور چونکہ قذف میں ارث نہیں تو وارث اُسکے
طلب حد نہیں کر سکتے کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ فظهر وا کذلک ای غیر اہل الشہادۃ فان القاتل یضمن الدیۃ استحسانا للشبہۃ صحۃ القضاء یعنی مزکی دیگا
ضمان دے جیسے قاتل ضمان دیتا ہے اگر قتل کرے اسکو جسکی رجم کا حکم دیا تھا قاضی کی طرف سے بعد تعدیل شہود کے پھر اسی طرح ظاہر ہوا کہ شاہد اہل شہادت
کے نہیں تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دیگا بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی بحسب ظاہر حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا
لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور ضمان اس دیت کا تین سال میں واجب ہے کذا فی المنح فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ
کما اقتص بقتل المقضی بقتلہ قصاصا فظهر الشہود عبیدا اولا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے یا بعد
حکم دینے قبل تزکیۂ شہود کے تو قصاص لیا جاوے قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہے اُس قاتل کے مقتول ہونے سے جسکے قتل کا حکم ہو گیا تھا
قصاص کے خواہ شاہدوں کا غلام ہونا ظاہر ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ استیفاے قصاص کا حق واسطے وارث کے ہے کذا فی شرح الزیلعی من کتاب
الردۃ وان رجم ولم تزک الشہود فوجدوا عبیدا فدیتہ فی بیت المال لانہ امتثل امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا حال آنکہ شہود
زنا کی تعدیل نہوئی تھی پھر گواہ غلام نکلے تو دیت مرجوم کی بیت المال میں ہے بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کی طرف منقول
ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین کے بیت المال میں ہوتی ہے اسواسطے کہ امام نائب ہے مسلمین کا وان قال الشہود للزنی تعمدنا النظر قبلت
اذ یباح النظر لتحمل الشہادۃ الا اذا قالوا تلذذنا فلا تقبل لفسقہم فتح اور اگر زنا کے گواہوں نے کہا کہ ہمنے قصداً زنا کو دیکھا تو گواہی اُنکی مقبول
ہوگی بسبب مباح ہونے نظر کے گواہ ہونے کے واسطے مگر جبکہ گواہوں نے کہا کہ ہمنے عمداً زنا کو دیکھا لذت لینے کے واسطے تو اب گواہی اُنکی مقبول نہوگی
بسبب فاسق ہو جانے شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح ہم تحمل شہادت کے واسطے نظر کرنا مباح ہے جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے کو مباح ہے اسیطرح
واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جائز ہے کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ قبل الزنی رجم اور اگر
زانی نے اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اُسکے احصان پر گواہی دی یا اُسکی زوجہ اُس سے جنی قبل زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار
ہوگا ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرر ان الاقرار حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پھر اُسکو طلاق
دی اور کہا کہ میں نے اُس سے جماع کیا اور عورت منکر ہوئی جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا
ہے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر کما لو قالت بعد الطلاق کنت نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فرجم المحصن وجلد غیرہ وبہ استغنی عما یوجد
فی بعض نسخ المتن من قولہ اذا کان احد الزوجین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ فتامل چنانچہ اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ میں نصرانیہ تھی اور
مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے مارے جاوینگے یعنی مرد بسبب اقرار احصان کے
سنگسار ہوگا نہ عورت تو اُسکو کوڑے مارے جاوینگے شارح کہتا ہے اور اس عبارت سے حاجت نہ رہی اُس عبارت کی جو متن کے بعضے نسخوں میں پائی
جاتی ہے وہ یہ قول ہے کہ جب زوجین میں ایک محصن ہو تو ہر ایک کو اُنمیں سے وہ حد ماریجاویگی جو اُسکی حد ہے یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن کو کوڑے سو غور کرے اسکو ہم
مصنف کی شرح میں یہ عبارت موجود ہے فرجم المحصن وجلد غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزوجین کی اب کچھ حاجت نہیں بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل

تزوج بلا ولی فدخل بها لایکون محصنا عند الثانی للشبهة الخلاف یعنی مرد نے نکاح کیا عورت سے بدون ولی کے پھر اس سے صحبت کی تو مرد اس نکاح
اور صحبت سے محصن نہیں ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہے اور احادیث بھی
اسمیں مختلف ہیں لہذا ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کیا واسطے قطع اختلاف کے کذا فی المنح

## باب حد الشرب المحرم

یہ باب ہے شرب حرام کی حد کے بیان میں ہم محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہیں یحد مسلم فلو ارتد فسکر فاسلم لایحد لانہ لا نقیم
علی الکفار ظہیریہ لکن فی منیة المفتی سکر الذمی من المحرم حد فی الاصح لحرمة السکر فی کل ملة حد مارا جاوے مسلمان تو اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پھر
مست ہو پھر اسلام لاوے تو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہیں ہوتی کذا فی الظہیریہ لیکن منیة المفتی میں ہے کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو حد
مارا جاویگا قول اصح میں بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین میں ہم ذمی پر حد مارنا یہ قول ہے حسن کا اور بعضے مشائخ نے اسکو پسند کیا ہے اور مذہب یہی ہے کہ اسپر حد نہیں کذا فی الطحطاوی
عن فتاوی قاری الہدایة ناطق فلا یحد اخرس للشبهة حد ماری جاوے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہیں بسبب شبہہ کے یعنے گونگے کا شراب پینا خواہ گواہوں سے ثابت ہو
خواہ اسکے اشارہ معہودہ سے بہر صورت اسپر حد نہیں اس اشتباہ سے کہ شاید اسکے گلے میں لقمہ اٹکا ہو اسکے اتارنے کے واسطے اسنے شراب پی ہو کذا فی حاشیة الحلبی مکلف
طائع غیر مضطر شرب الخمر ولو قطرة بلا قید سکر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے
ہم حد شرب خمر میں نشہ شرط نہیں اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہے بخلاف اور اشربہ کے کہ انکی حرمت ظنی ہے تو بدون نشہ کے انکے پینے میں حد نہیں کذا فی المنح اور عدم
اضطرار کی قید کا یہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کے واسطے شراب پیگا تو اسپر حد نہیں کذا فی الدر المنتقی او سکر من نبیذ یا بہ یفتی یا مسلم مذکور مست ہوگیا ہو کسی نبیذ کے
پینے سے اسی پر فتوی ہے ہم یہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے انکے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اس پینے کی چیز کو کہتے ہیں کہ سوائے انگور کے
کھجور یا منقے یا شہد یا حبوب میں پانی ڈالکر چند روز رکھا جاوے کہ گاڑھا ہو اور خمر یعنے شراب عبارت ہے انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش میں آوے اور گاڑھا
ہو جاوے اگرچہ اسمیں کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے طوعا عالما بالحرمة حقیقة او حکما بکونہ فی دارنا لما قالوا لو دخل حربی
دارنا فاسلم فشرب الخمر جاہلا بالحرمة لا یحد بخلاف الزنا لحرمتہ فی کل ملة قلت یرد علیہ حرمة السکر ایضا فی کل ملة فتامل مسلم مذکور پر حد ہے جو خوشی
شراب پیکر اسکے حرام ہونے کو جانکر علم حرمت حقیقةً ہو یا حکماً اس طرح پر کہ شارب دار الاسلام میں رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہے کہ حربی دار الاسلام میں آ کر داخل
ہوا سو مسلمان ہوگیا پھر اسنے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اسپر حد نہیں بخلاف زنا کے یعنے اگر بمجرد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا
تو اسپر حد ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین میں شارح کہتا ہے اس تعلیل پر وارد ہوتی ہے حرمت سکر بھی ہر دین میں سو تامل کر ہم طحطاوی نے کہا کہ ہمنے
تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہیں اسواسطے کہ ظہیریہ میں شرب خمر مذکور نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین میں حرام ہے اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہیں
بعد الافاقة فلو حد فیہا فظاہرہ انہ یعاد عینی حد ماری جاویگی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی میں حد ماری گئی تو ظاہر اس
التقیید کا دلالت کرتا ہے کہ دوبارہ حد ماری جاوے کذا فی شرح العینی ہم یہ استظہار ہے صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقة اسواسطے واجب ہوئی
تا ضرب کا فائدہ ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اسطرح کہ مستی میں بھی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہیں تو اعادہ ضرب کی بعد الافاقة
کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی اذا اخذ الشارب وریح ما شرب من خمر او نبیذ فتح فمن لفظ الرائحة علی الخمر فقد قصر موجودة خبر الریح وہو مونث سماعی
خانیہ حد ماری جاوے جبکہ شارب گرفتار ہو اور جو چیز پی اسکی بو موجود ہو منہ میں خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جسنے فقط خمر کی تو تعبیر کیا
اسنے بیان میں قصور کیا یہ اشارہ ہے اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودة خبر ہے ریح کی اور ریح مونث سماعی ہے کذا فی غایة البیان

یہ رد ہی صاحب کنز پر کہ اُسنے موجود کہا نہ موجودة کذا فی المنح الا ان تنقطع الرائحة لبعد المسافة فحینئذ فلا بدان لیشہد بالشرب طائعا ویقولا اخذناه وریحہا موجودة پر ثبوت شرب کے واسطے ضرور ہی مگر یہ کہ بو منقطع ہو گئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اُسوقت مین ضرور ہی کہ شاہد یون گواہی دین کہ اُسنے شراب اپنی خوشی پی اور یون کہین کہ ہمنے اُسکو گرفتار کیا تھا حالانکہ اُسوقت بو موجود تھی ولا یثبت الشرب بہا بالرائحة ولا تقایئہا بل بشہادة رجلین اور ثابت نہین ہوتا شرب بو سے اور نہ شراب کے قی کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہی شرب دو مردون کی گواہی سے ہم فقط بو سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ کبھی غیر خمر سے کے مانند بو آتی ہی جیسے سفرجل لینے بہی کے کھانے سے اور قی سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ شاید اُسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو لیسالہما الامام عن ماہیتہا وکیف شربہا لاحتمال الاکراہ ومتی شرب لاحتمال التقادم واین شرب لاحتمال شربہ فی دار الحرب فاذا بینوا ذلک حبسہ حتے لیسال عن عدالتہم لا یقضے بظاہرہا فی حد ما خانیة دونون شاہدون سے امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہی اور کیونکر پی لسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہان پی لسبب احتمال پینے شارب کے دار الحرب مین پھر شاہد ان سوالات کے جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نہ کرے کسی حد مین ظاہر عدالت پر بالتحقیق کذا فی الخانیة ہم ماہیت خمر کا سوال اسواسطے ہی کہ شاید گواہ ہر مطرب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتے ہون ولو اختلفا فی الزمان او شہد احدہما لسکرہ من الخمر والآخر من السکر لم یحد ظہیریہ اور اگر شاہد مختلف ہون زمان شرب مین یا ایک گواہ گواہی دے اُسکے خمر سے مست ہونیکی اور دوسرا گواہ شہادت دے سکر سے مست ہونیکی تو اُسپر حد نہین کذا فی الظہیریة ہم سکر لفتحتین عبارت ہی عصیر رطب سے جب اُسمین اشتداد ہو اور بعضون نے کہا ہر شراب مسکر کو سکر ہی کذا فی النہر او باقرارہ مرة صاحیا یا شرب ثابت ہوتا ہی شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت مین ہم بحر الرائق مین ہی کہ جب ثبوت شرب کا گواہ اور اقرار مین منحصر ہوا تو جس فاسق کے گھر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسی نے انکو پیتے نہ دیکھا ہو تو انپر حد نہین بلکہ تعزیر ہی ثمانین سوطا متعلق بحد للحر ونصفہا للعبد اسّی کوڑے حد ماریجاوین آزاد کو اور اُسکے نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا بحد سے متعلق ہی وفرق علی بدنہ کحد الزنا کما مر اور متفرق کوڑے مارے جاوین شارب کے بدن پر مانند حد زنا کے چنانچہ اُسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور منھ اور شرمگاہ پر نمارے اور کوڑا گرہ دار نہو اور لباس شارب کا ضرب کے وقت اُتارا جاوے سواے پاجامے کے تاکشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سکران او شہدوا بعد زوال ریحہا لا لبعد مسافة او اقر کذلک او رجع عن اقرارہ لا یحد لانہ خالص حق اللہ تعالے فیقبل الرجوع فیہ ثم ثبوتہ باجماع الصحابة ولا اجماع الا برای عمر وابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین وہما شرطا قیام الرائحة تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہون نے گواہی دی بعد دور ہونے بو ی خمر کے نہ بعد مسافت یا اسی طرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اُسپر حد نہین اسواسطے کہ حد شرب خالص حق ہی اللہ تعالے کا تو اُسمین اقرار سے رجوع کرنا عمل کریگا ابطال حد مین پھر ثبوت حد شارب صحاب کرام کے اجماع کے سبب ہی اور اجماع حاصل نہین بدون راے عمر فاروق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور اُن دونون بزرگون نے قیام بوی خمر کو شرط کیا ہی ہم شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظم رح کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہین اور یہی قول ہو امام مالک کا اور ایک روایت ہی امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہین لیکن بقول ارجح امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بھی جائز ہو اگر اُسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہی صحیح مسلم مین انس بن مالک سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خمر مین شاخ خرما اور جوتون سے مارا پھر ابو بکر نے ۴۰ کوڑے مارے پھر اپنی خلافت مین پھر جب عمر رض خلیفہ ہوے اور ہر طرح کے لوگ مجتمع ہوئے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار مین تم کیا کہتے ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری راے مین آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے خفیف حد کے مانند تو عمر رض نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور موطا مین مروی ہی کہ عمر فاروق رض نے خمر مین مشورت کی تو علی بن ابیطالب نے کہا کہ ہماری راے مین آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے اسواسطے کہ جب آدمی شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو بیہودہ بکیگا اور جب بیہودہ بکیگا تو افترا کریگا اور مفتری پر ۸۰ کوڑے ہین اور ان دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین اس احتمال سے کہ عبد الرحمن بن عوف اور علی مرتضی دونون نے ۸۰ کوڑے تجویز کیے ہون کسی نے انکا قول ذکر کیا کسی نے انکا

اور صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو وہ خرما کی دو شاخوں سے بہم بار بار مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا
کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت عدد معین نہ تھا پھر صدیق اکبر کے وقت اور ابتداء خلافت عمر فاروق میں بہم کوڑے مقرر ہوئے پھر ۸۰ کوڑے پر اجماع اور اتفاق صحابہ
کرام ہو گیا اسواسطے کہ حضرت کا فعل ایک بار ایک مرد کے حق میں بسبب آسکے زیادتی فساد کے اسکی تکثیر نہ تھی ہوا یعنی دو شاخ سے بہم بار مارا تو ۸۰ ہو گئے پھر جب صحابہ کرام نے
بروز فساد کی ترقی دیکھی اور بالیقین معلوم کیا کہ جسقدر زمانہ شاہ ہوگا فساد زیادہ بڑھیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی الفتح القدیر پھر صاحب ابن مسعود نے کہا کہ شارب
الخمر کو بلا کر تھوڑا ہو تمہو اگر بو کو پاؤ تو اسکو مارو اور عمر فاروق رضی کے پاس ایک شارب الخمر آیا بو ہیرد ال بیچ کے اور اسنے اقرار کیا شرب کا تو اسکو تعزیر دی حد نہ ماری کذا فی الطحاوی
عن الزیلعی والسکران من لا یفرق بین الرجل المرأۃ والسماء والارض قالا من یختلط کلامہ غالبا فلو نصفہ مستقیما فلیس بسکران بحر اور امام کے
نزدیک مست وہ ہے جو فرق نہ کرے مرد اور عورت میں اور آسمان اور زمین میں اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہے جسکا اکثر کلام بیہودہ اور بے نیان
ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہیں کذا فی البحر و یختار للفتوی قولہما لضعف دلیل الامام فتح اور فتوی کے واسطے صاحبین کا قول
مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وہذہ احدی المسائل السبع المستثناۃ من انہ کالصاحی
کما بسطہ المصنف معزیا للاشباہ وغیرہا اور اگر مرتد ہو گیا مست تو اسکا ارتداد صحیح نہیں تو اسکی زوجہ اسپر حرام نہیں اس ارتداد سے اور یہ ایک
مسئلہ ان سات مسائل سے ہے جو مستثنٰی ہیں اس قاعدے سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہے چنانچہ مصنف نے ان مسائل کو اپنی شرح میں اشباہ وغیرہ
کیطرف نسبت کر کے مشرح بیان کیا ہے ... اپنی شرح منح الغفار میں اشباہ وغیرہ سے یوں نقل کیا ہے کہ شراب محرم کا مست ہوشیار کے مانند ہے مگر
سات مسائل میں اسکے مانند نہیں اور مرتد ہونا ... کے اقرار میں ... اشہاد علی الاشہاد میں ... تزویج صغیر اور صغیرہ میں جبکہ مہر مثل سے اقل ... 
یا اکثر تو یہ تزویج نافذ نہیں ... وکیل ہو اطلاق کا ہوشیاری میں پھر مست ہو کر اسنے طلاق دی تو واقع نہیں ... بیع کا وکیل اگر مست ہو کر بیچے تو بیع نافذ
نہیں ... کل پر سے کوئی چیز غصب کی ہوشیاری ... مست تھا ... ونقل فی الاشربۃ عن الجوہرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون حرمۃ الخمر
ولو سکر باکلہا لا یحد بل یعزر انتہی ... کتاب الاشربہ میں نقل کی ہے حرمت خراسانی اجواین کی اور بھنگ اور افیون کی
لیکن انکی حرمت کمتر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزوں کے کھانے سے مست ہوگا تو اسپر حد نہیں بلکہ اسکو تعزیر دیجاویگی انتہی ونقلہ فی النہر
التحقیق ما فی الغایۃ ان البنج مباح ... اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق میں ہے کہ تحقیق غایہ کا قول ہے کہ خراسانی اجواین مباح ہے اسواسطے
کہ حشیش یعنی گھاس ہے پر اسکا نشہ حرام ہے ... کہا کہ اباحت بنج میں تعلیل حشیش کی بے معنی ہے اور یہ عبارت غایہ میں نہیں بنج یعنی خراسانی
اجواین کی اباحت غایہ و بحر الرائق میں مشرح ہے اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہے تو ظاہر اختلاف ہوا اسکی اباحت و حرمت میں ... دونوں قولوں کی توفیق یہ ہے
کہ خراسانی اجواین دو قسم پر ہے بقول ... ایک قسم حرام ہے اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہے اور محمد کے نزدیک جسکا کثیر نشہ کرے اسکا قلیل
بھی حرام ہے اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مذکور ہوگا اقیم علیہ بعض الحد فہرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما مر ان الامضاء من القضاء در نے باب الحدود شارب الخمر
پر اقامت ہوئی حد کی مثلاً تیس یا ساٹھ کوڑے مارے گئے پھر وہ بھاگ گیا پھر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اسپر حد نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ جاری کر دینا
قضا میں داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا استانف الحد لتداخل المتحد کما سیجیٔ اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استیناف ہوگا
حد کا بسبب تداخل متحد الجنس کے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہم یعنی اگر شارب پر کچھ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پھر اسنے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اسپر
شراب ثانی کے سبب ... ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہے بسبب اتحاد قصور کے اور یہی حکم ہے زانی کے بھاگنے اور دو بارہ
زنا کرنے کا فرع مسئلہ ملتقط شارح کا سکران او صاح جمع بہ فرسہ فصدم انسانا فمات ان قادر اعلی منعہ ضمن والا لا مصنف عادیۃ مست

یا بہوشیار کے گھوڑے نے اُسکے ساتھ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مرگیا اگر سوار قادر تھا اُسکے روکنے پر تو اُس پر ضمان ہے اور اگر قادر نہیں تو اُس پر ضمان بھی نہیں
کذا فی شرح المصنف عن العمادیۃ ہم مصنف نے اپنی شرح میں یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا مصنف عن العمادیۃ

## باب حد القذف

یہ باب ہے حد قذف کے بیان میں ہو لغۃ الرمی وشرعا الرمی بالزنی وہو من الکبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب میں عبارت ہے مطلق عیب لگانے سے اور
اصطلاح شرع میں قذف عبارت ہے زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہے باجماع امت کذا فی الفتح ہم حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ البتہ جو لوگ
محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہیں وہ ملعون ہیں دنیا اور آخرت میں اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہے اور متفق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ مہلک سات
گناہوں سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہیں فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال
کھا جانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرآنی سے ثابت ہے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جو عیب لگاویں
محصنات کو اور چار گواہ نہ لاویں تو اُنکو ۸۰ کوڑے مارو اور اُنکی گواہی کبھی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہے تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا مسلمان کو عیب
لگاویگا تو اسپر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے کذا فی المنح نہر الفائق میں ہے کہ ہر چند نص قرآنی میں قذف محصنہ مذکور ہے لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہے بطریق دلالۃ النص کے
بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہے لکن فی النہر قذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ وحرۃ متہتکۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق میں ہے کہ غیر محصن کا قذف جیسے
صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بیحیا کا صغیرہ گناہ ہے ہم نہر الفائق میں یہ قول حلیمی شافعی کی طرف منسوب ہے تو ظاہر استدراک غیر مناسب ہے بلکہ خود شارح نے ملتقی الابحر
کی شرح میں کہا ہے کہ قذف کبیرہ گناہ ہے اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہے سو وجوب حد کے واسطے ہے نہ کبیرہ گناہ ہونے کے واسطے
اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو ذمی کو قذف کریگا اُسپر قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑوں سے ہاں حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہے
انتہی کذا فی الطحطاوی وہو کحد الشرب کمیتہ وثبوتا فیثبت برجلین حد قذف حد شرب کے مانند ہے مقدار اور ثبوت میں تو ثابت ہوگی دو مردوں کی
گواہی سے یعنے سبب حد کا دو گواہوں سے یا قاذف کے ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اسمیں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں و نہ شہادت
علی الشہادۃ اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہیں حر کو اور ۴۰ غلام کو لیسألہما الامام عن ماہیتہ وکیفیتہ سوال کرے امام
یا نائب اُسکا گواہوں سے حقیقت قذف اور کیفیت اُسکی سے ہم حقیقت قذف کا سوال اُسوقت ہے جب گواہوں نے اسطرح گواہی دی ہو کہ مثلاً زید نے خالد کا قذف کیا تو
اگر گواہ بجز لفظ قذف اُسکی حقیقت نہ بیان کریں تو گواہی مقبول نہیں کذا فی النہر کیفیت سے وہ مراد ہے جس سے مقذوف کو متصف کیا الا اذا شہد بقولہ یا زانی اگر
جب دونوں گواہوں نے بلفظ یا زانی گواہی دی ہو یعنے قاذف نے مقذوف کو یا زانی کہا تو ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچھ حاجت نہیں کہ خود اُسنے مذکور کی ثم یحبسہ
لیسأل عنہما کما یحبسہ لشہود یمکن احضارہم فی ثلثۃ ایام والا لا ظہیریۃ پھر بعد اُسکے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدوں کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہے
اُسکو شہود کے واسطے جنکا حاضر کرنا تین دن میں ممکن ہے اور اگر تین دن میں حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریۃ ولا یکفلہ خلافا للثانی نہر اور امام
حاضر ضامنی نہلے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر ویحد الحر والعبد ولو ذمیا او امرأۃ قاذف المسلم الحر الثابتۃ حریتہ والا فیعزر
اور حد مارا جاوے حُر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اُس مسلم حُر کو جسکی حریت ثابت ہے قاذف کے اقرار یا گواہوں سے اور اگر اُسکی حریت ثابت نہیں تو اسکے قذف
میں تعزیر ہے قاذف پر حد ہے اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو ہم طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغہ کرکے داخل کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ حر اور عبد کے لفظ میں داخل
ہے البالغ العاقل العفیف عن فعل الزنا جو مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاکدامن ہے زنا کے فعل سے ہم اور کافر اور صغیر اور مجنون اور زناکار کی قذف سے حد نہیں نہر الفائق میں ہے
کہ عفیف وہ ہے جسنے کسی عورت سے وطی زنا اور شبہہ و نکاح فاسد کی نہ کی ہو فینقص عن احصان الرجم بتبیین النکاح والدخول تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم سے کمتر ہے

باب حد القذف

کم ہو یعنے نکاح اور دخول میں یعنے احصان رجم میں نکاح اور دخول زوجہ شرط ہے بخلاف احصان قذف کے کہ اُسمین شرط نہیں خواہ ہوں یا نہوں پس نفی میں شاہد وطان لا یکون ولدہ او
ولد ولدہ خبر او اخرس و مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او بملک فاسد او ہی رتقاء او قرناء اور شروط احصان قذف میں پیشتر مین باقی رہین کہ مقذوف قاذف کا
بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر یا مخنث نہیں یا خصی نہو یا اُسنے نکاح فاسد یا ملک فاسد سے وطی نکی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہو
گونگے کی قذف میں اسواسطے حد نہیں کہ استیفائے حد مقذوف کے دعوی پر موقوف ہے اور دعوی اُسکا نہیں ہو سکتا الا باشارہ اور نیابت اُسمین کافی نہیں اور
مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہے لیکن بسبب عدم امکان زنا اُسکو قذف سے عار لاحق نہیں ہوسکتی اور یہی علت ہے رتقاء قرناء میں اور خصی وہ ہے جسکو ذکر ہو خصیتین نہون
سو اُس سے زنا کرنا متصور ہے تو خصی کا بیان مذکور کرنا غلط ہے شارح اس تعبیر میں صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہو گیا اسواسطے کہ محیط میں مصرح ہے کہ الخصی و عنین کو قذف کیا
تو اُسپر حد ہے اسواسطے کہ زنا کرنا اُنسے متصور ہے کیونکہ آلۂ زنا اُنکے بدن میں موجود ہے اور نکاح فاسد سے احصان البتہ ساقط ہے لیکن ملک فاسد سے ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ
ملک فاسد نہیں ہوتی مگر شراء فاسد سے حالانکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہے ولہذا اُسکے واطی کے قاذف پر حد ہے چنانچہ قہستانی و محیط میں مصرح ہے کذا
فی الطحطاوی عن الحلبی ان ایجاد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط حد القاذف ولو اسلم بعد ذلک فتح اور شرط باقی رہنا ہے احصان مقذوف کا حد مارنے کے وقت
پایا جاوے یہان تک کہ اگر وہ مرتد ہو جاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہو جاویگی اگرچہ وہ بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی فتح القدیر اور شرط بالکل رہا تا باقی
رہ گیا کہ مقذوف نمر گیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک قذف میں ارث نہیں اور یہ شرط ہے کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو
کذا فی المنح لصریح الزنا صریح زنا کا عیب لگانیوالا حد مارا جاوے یعنے جو یون کہے کہ تو نے زنا کیا یا یون کہے کہ او زانی کذا فی النہر و منہ انت ازنی من فلان او منی علی ما فی الظہیریۃ
اور صریح زنا میں یہ اصل ہے یون کہنا کہ تو زانی تر ہے فلانے سے یا مجھ سے کذا فی الظہیریۃ ہم مبسوط میں مثال اول کے مخالف ہے اور خانیہ میں مثال ثانی کے مخالف ہے یعنے دونون
صورتون میں حد واجب نہیں کذا فی النہر و مثلہ النیک کما نقلہ المصنف عن شرح المنار اور صریح کی مانند ہے لفظ نیک کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ابن ملک کی شرح منار سے
نقل کیا ہے ہم نیک مصدر ہے بمعنی جماع کردن یعنی اگر مرد سے کہے یا نائک یا عورت سے کہے یا نیکہ تو گویا یون کہا کہ اے زانی اور اے زانیہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول بعید ہے ولو قال
یا زانی بالہمزۃ لم یحد تکملۃ اور اگر یا زانی کہا یعنی ی کو بجائے ہمزہ بولا تو اُسپر حد نہیں کذا فی شرح التکملۃ ہم ظاہر یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ محیط میں وجوب حد مذکور
ہے اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمۂ مہموزہ سے صعود بمعنی اسوقت مراد ہونگے جب محل صعود کے ساتھ مقرون ہو اور بلا ذکر
محل صعود زنا پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب بجائے حرف علت ہمزہ بولتے ہین اور بجائے ہمزہ حرف علت بولتے ہین تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہو گی
بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او قولہ زنات فی الجبل بالہمزۃ فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود وحالۃ الغضب تعین الفاحشۃ حد ہے صریح زنا کی تہمت سے
یا اس قول سے کہ زنات فی الجبل یعنے تو نے زنا کیا پہاڑ میں یا تو چڑھ گیا پہاڑ میں اسلیے کہ زنات مہموز مشترک ہے فاحشہ اور صعود کے معنون میں اسلیے کہ بعضے
عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب اور دشنام متعین کردیتی ہے معنی فاحشہ کو ہم یہ قول شیخین کا ہے فی الجبل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر
زنات علی الجبل کہیگا تو اُسپر حد نہو گی اسلیے کہ بقرینہ علی صعود کے معنی متعین ہو گئے او لست لابیک لو زاد لست لامک و قال لست لابویک
فلا حد او لست بابن فلان لابیہ المعروف بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصان المقذوفۃ لا الطالب شمنی یا
قاذف ہے اس قول میں کہ تو اپنے باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی ماں کا نہین یعنے یون کہا کہ تو اپنے ماں باپ کا نہین تو اُسپر حد نہین اسواسطے
کہ حقیقت قائل نے ولادت کی نفی کی تو زنا کی بھی کی کذا فی الحلبی او ہے یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اسکے باپ کا نام لیکر جس سے مخاطب معروف النسب ہو
حالانکہ ماں اسکی محصنہ ہے احصان اُسکی ماں کا مشروط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہے دونون صورتون میں یعنی لست لابیک اور لست بابن فلان میں قذف درحقیقت
اُسکی ماں کو ہے اسواسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہے نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی ہم مقذوف اُسکی والدہ ہے اور طالب حد اُسکا ولد ہے جبکہ ماں اُسکی مرگئی ہو اور

اگر زندہ ہو تو طالب اُسکی والدہ ہوگی نہ اُسکا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب یتعلق بالصور الثلث فی غضب تینون صورتون سے متعلق ہے یعنے زانیۃ کی اجمل اور لستَ لابیکَ اور ست یا ابن فلان کہنے سے غضب اور دشنام کی حالت مین قاذف پر حد ہے اور اگر حالت رضا مین اقوال ثلثہ مین سے کوئی قول کہیگا تو نہین اسلیے کہ قول اول مین زنا مقصود کے معنی ہین اور قولین آخرین مین نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے لطلب المقذوف المحصن لانہ حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد نہر قاذف حد مارا جاویگا مقذوف محصن کی خواہش اور طلب سے اسواسطے کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اُسیکا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اُسکو عیب لگانا کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر ہم درصورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اسطرح کہ قاذف کہے کہ مین نے یون کہا تھا بل ان امر المقذوف بذلک شرح تکملۃ بلکہ اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اُسکا یعنے قذف کا کذا فی شرح التکملۃ ہم باوجود امر مقذوف حد ساقط نہوگی اسواسطے کہ یہ حق الحد ہے تو عید کی اجازت سے مباح نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وینزع الفرو والحشو فقط اظہارا للتخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حد شرب زنا اور حد مارنے کے وقت قاذف کے بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا ہوا کپڑا اُتارا جاوے واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کے قاذف کے صادق ہونے کے احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے ہم حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہین کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اُسکے سب کپڑے نہ اُتارے جاوینگے سوائے پوستین اور پنبی کپڑے کے تا خفت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سوائے پاجامہ اُنہین سب کپڑے اُتار ڈالے جاوینگے لا فی لست بابن فلان لجدہ بصدقہ یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین یعنے اپنے دادا کا حد نہ ماری جاویگی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ بیٹا اپنے باپ کا ہے نہ دادا کا و بنسبتہ الیہ والی خالہ وعمہ وربیبہ بتشدید الباء ربیبۃ ولو غیر زوج امہ زیلعی لانہم آباء مجازا اور حد نہین اُسکی دادا کی طرف اُسکے نسب کرنے سے یا اُسکے ماموں یا اُسکے مربی اور پرورش کرنے والے کی طرف نسبت کرنے سے اگرچہ مربی اُسکی مان کا زوج نہو کذا فی شرح الاغیرہ کیونکہ دادا اور چچا وغیرہ آبا مجازی ہین رابہ بتشدید بارہو حادہ یعنی مربی ہے ولا القولہ یا ابن ماء السماء وفیہ نظر ابن الکمال ورنہ یون کہنے سے دن کا آسمانی کے فرزند اسمین اعتراض کیا ہے ابن کمال نے ہم اسواسطے حد نہین کہ ابن ماء السماء سے جود اور صفا اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے جیسا بحادث الملقب بماء السماء تھا اپنی سخاوت کے سبب سے اسواسطے کہ وہ بنے پال کو ایام قحط مین مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب بماء السماء نام حسن و جمال کے سبب سے اور اُسکے فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب بابن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی الاصلاح مین ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب مین جود اور جمال سے تشبیہ نہین ہو سکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم الزام کرتے ہین بعد اُسکو نفی شجاعت و سخاوت کا سبب ٹھہراتے ہین اس حالت مین کذا فی النہر فتح القدیر مین مذکور ہے کہ اگر وہان کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کے وقت البتہ اُسپر حد ہے ابن ماء السماء کہنے اور نہین تو نہین و لا القولہ یا نبطی للعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہین ہم نبط ایک گروہ ہے آدمیون کا عراق مین واحد کو نبطی کہتے اور شرح جامع صغیر مین ہے کہ ابنا عجم کشتکار ہین اسواسطے حد نہین کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت مین مراد ہے لا کمان قذف نے الا متی نسبہ لغیر قبیلتہ او نفاہ عنہا عزر نہر الفائق بن کہ ہر جب کوئی قائل نسبت کرے مخاطب کی اُسکے غیر قوم کی طرف یا اُسکے قوم سے اُسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جا ہم نہر الفائق مین یہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا نخل الزنا قذف اور نہر مین ہے کہ یون اور زنا کے چوزے اور زنا کے انڈے اور زنا کے حمل اور زنا کے نخل قذف ہے اسواسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کے واسطے بولے جاتے ہین حمل الفتحتین اس کا پیٹ کا بچہ اور نخل بمعنی جڑ ہے اس کا نہر الفائق مین جو ہرہ سے منقول ہے کہ یون کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہین بخلاف یا کبش الزنا قنیہ بخلاف اس قول کے او زنا کے مینڈھے یا او حرامزادے یہ قذف نہین ہم طحطاوی نے کہا کبش الزنا مین شاید وجہ یہ ہے کہ قذف مین محتمل معنی و حرامزادہ شرابی ... نام

اور اسواسطے کہ کل حرام زنا نہین یعنے چنانچہ زوجہ کا جماع حیض مین حرام ہی اور زنا نہین تو فیہا لو جحد ابوہ نسبہ فلا حد در قنیہ مین ہی کہ اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا اُسکے
نسب کا تو اُسپر حد نہین ولا حد لقوله لامرأته زنيت ببعير او ثور او حمار او فرس لانه ليس بزنا شرعا اور حد نہین اپنی زوجہ سے یون کہنے مین کہ تو نے
زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدھے سے یا گھوڑے سے اسواسطے کہ شرعا زنا نہین بخلاف زنيت ببقرة او بشاة او بناقة او بجارة او بثوب او بدراهم فانه يحد لما
لا تصلح للايلاج فيراد زنيت واخذت البدل بخلاف اس قول کے کہ تو نے زنا کیا گاے سے یا بھیڑ بکری سے یا اُنٹنی سے یا گدھی سے یا کپڑے سے یا درہم سے تو
مرد پر حد ماری جاویگی اسواسطے کہ عورت ادخال فی الفرج کے لائق نہین تو یہ مراد ہوگی کہ تو نے زنا کیا اور شیاء مذکورہ کو بعوض زنا لیا ولو قيل ذلك للرجل فلا حد
لعدم العرف باخذه المال اور اگر یہ قول مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہین اسواسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہین وانما يطلبه بقذف الميت من
يقع القدح في نسبه بسبب قذفه اي الميت وهم الاصول والفروع وان علوا او سفلوا ولو كان الطالب محجوبا او محروما عن الميراث بقتل او رق او كفر او ولد زنا
ولو مع وجود الاقرب او عفوه او تصديقه للحوق العار بسبب الجزئية قيد بالميت لعدم مطالبتهم في الغائب لجواز تصديقه اذا حضر او رقذف ميت
سے طلب حد تو وہی شخص کرے جسکے نسب مین عیب لگتا ہی بسبب قذف میت کے اور وہ لینے طالب حد میت کے اصول اور فروع ہین
اگرچہ عالی یا سافل ہون اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا زاسا ہو اگرچہ شخص بعد باوجود
اقرب کے یا اُسکے عفو کر دینے یا اُسکے تصدیق کر دینے کی طالب ہو یعنی اصل اور فرع کو حق طلب ہرطرح ہی اسواسطے کہ انکو لحوق عار ہی بسبب جزئیت کے اور
طلب کو مقید بمیت کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف مین نہین بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو هم الطحطاوي
اور بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور زانی مستثنے ہین یعنے انکو حق طلب نہین قال يا ابن الزانيين وقد مات ابواه فعليه حد واحد لانه اذا اتى
ابويه ليس بقيد بل فائدته ان المطالبة لهما اور دو زانیون کے بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مرچکے ہین تو قاذف پر ایک ہی حد ہی بسبب تداخل کے
حد کا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اُسکے والدین کی قید نہین تداخل کی بلکہ فائدہ اُسکا مطالبہ ہین ہی یعنے اگر والدین میت ہونگے
تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف انکی حیات کے كذا في النهر ذكر في آخر المبسوط ان معتوهة قالت لرجل يا ابن الزانيين فجاء بها الى ابن ابي ليلى فاعترفت
فحدها حدين في المسجد فبلغ ابا حنيفة فقال خطا في سبعة مواضع بنى الحكم على اقرار المعتوهة والزمها الحد وحدها حدين واقامهما معا وفي المسجد وقائمة وبلا
حفرة ولها مبسوط کے آخر مین مذکور ہی کہ بیہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اُسکو لایا قاضی ابن ابی لیلے کے پاس سو اُسنے
قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اُسکو دو بار حد ماری مسجد مین تو یہ خبر پہونچی امام ابوحنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہ حکم کی بنا کی بیہوش عورت
کے اقرار پر ۱ اور اُسپر حد لازم کی ۲ اور اُسکے دو حدین مارین ۳ اور دونون حدون کی ساتھ ہی اقامت کی ۴ اور مسجد مین حد قائم کی ۵ اور اُسکو
کھڑا کرکے حد ماری ۶ اور بلا حضور اُسکے ولی کے ۷ هم فتح القدير اور بحر الرائق اور منح الغفار مین یون مروی ہی کہ قاضی ابن ابی لیلے نے ایک شخص کو
سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہی یا ابن الزانیین تو اُسکے دو حدین مارین مسجد مین پھر جب امام ابوحنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہی ہمارے شہر کے قاضی سے
کہ اُسنے ایک مسئلہ مین پانچ جگہ خطا کی اول یہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسرے یہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسرے یہ کہ اگر ایک حد کے بعد دوسری حد
تھین تو دونون حدون مین ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہوجاتا چوتھے یہ کہ مسجد مین ماری پانچوین یہ کہ اُسکو دریافت کرنا تھا کہ اُسکے
والدین زندہ ہین یا نہین اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا انکو اختیار تھا اور نہین تو فرزند کو خصومت کا حق تھا انتہی تو شاید زیادتی اور نقصان بسبب
اختلاف راویون کے ہی اور قاضی ابن ابی لیلی کیطرف سے یہ جواب ممکن ہی کہ وہ مجتہد تھے انکے اجتہاد مین یہی حق معلوم ہوا كذا في الطحطاوي قال في الدرر
ولم يعرف ان ابويه حيان فتكون الخصومة لهما او ميتان فتكون الخصومة للابن اور درر مین کہا اور معلوم نہ تھا کہ مقذوف مذکور کے والدین زندہ تھے

سو حق خصوصیت انکو ہوتا یا مردہ بچے کو حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیہ اجناس مختلفۃ بان قذف وشرب وسرق وزنا غیر محصن لیقام علیہ الکل بخلاف المتحد
جمع ہوں ایک شخص پر حدود کی چند جنسیں مختلف اس طرح پر کہ اُسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن سے زنا کیا تو اُسپر سب حدود قائم کی
جاوین اسواسطے کہ اغراض مختلف ہین کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقول ہے تو اقامت حد
واحد سے جمیع مقاصد مذکورہ نہین حاصل ہوتے بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہان ایک حد کافی ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب مین مذکور ہوگا ولا یوالی
بینہا خیفۃ الہلاک بل یحبس حتی یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان مین اتصال نہ کیا جاویگا یعنی لگاتار برابر آنکی اقامت نہوگی ہلاک ہوجانیکے خوف سے بلکہ وہ
محبوس ہیگا صحیح سالم ہونے تک فیبدأ بحد القذف لحق العبد ثم ہو ای الامام مخیر ان شاء بدأ بحد الزنی وان شاء بدأ بالقطع لثبوتہما بالکتاب اور حدود
مختلفہ کی اقامت مین حد قذف سے ابتدا کیجاویگی بسبب حق العبد کے اگرچہ اسمین حق اللہ غالب ہے پھر امام مختار ہے چاہے حد زنا کو شروع کرے چاہے قطع ید کی
حد کو بسبب ثابت ہونے دونون کے قرآن مجید سے یعنی دونون قوت مین برابر ہین کسیکو ترجیح نہین ویؤخر حد الشرب لثبوتہ باجتہاد الصحابۃ اور موخر کرے
حد شرب کو بسبب اسکے ثابت ہونے کے صحابۂ کرام کے اجتہاد سے ولو فقأ عینیہ ایضا بدأ بالفقء ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا ولغی غیرہ بالحجر اور اگر کسیکو زخمی بھی کیا تو
امام ابتدا جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہو اور اسکے سوا اور حدود لغو ہوجاوینگے کذا فی البحر ثم طحطاوی نے
ابو سعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کی موجب ہے دیکھو الحاوی القدسی ولو قتل ضرب للقذف وضمن للسرقۃ
ثم قتل وترک الباقی اور حاوی مین ہے کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماری جاوے اور چوری کا ضمان ہو پھر قتل کیا جاوے اور باقی حدود متروک ہون ویؤخذ
ما سرق من ترکتہ لعدم قطعہ نہر اور جسقدر اُسنے چوری کی وہ اسکے ترکہ سے لیجاویگا بسبب اسکے عدم قطع کے کذا فی النہر یعنی ضمان ساقط ہوتا ہے قطع
ید کی ضرورت سے سو یہان پایا نہین گیا ولا یطالب ولد وان سفل وعبد اباہ ای اصلہ وان علا وسیدہ لف ونشر مرتب بقذف
امہ الحرۃ المسلمۃ المحصنۃ اور مطالبہ حد کا نکرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی مان کے قذف سے جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ
ہے ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ سافل ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالی ہو غلام کی مان کا حرہ ہونا اسطرح پر کہ مان آزاد ہوگئی اور بیٹا اُسکا
غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولی سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطریق اولی ساقط ہوگی فلو کان لہا ابن من غیرہ او اب
نحوہ ملک الطلب فی النہر واذا سقط عنہ الحد عزر بل بالشتم ولدہ یعزر پھر اگر اُس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اُس زوج کے غیر سے یعنی ربیب ہو شوہر کا یا اسکا لڑکا
یا عورت کا باپ ہو یا اسکے مانند کوئی اور اصول و فروع مین تو وہ طلب کا مالک ہوگا اور نہر الفائق مین ہے اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوگی تو تعزیر دیا جاویگا
بلکہ بیٹے کو گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فیہ خلافا للشافعی اور قذف مین ارث نہین بخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مر گیا تو
حد باطل ہے وارث دعوی نہین کرسکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے بالاصالۃ نہ بالخلافۃ چنانچہ مذکور ہوچکا ولا رجوع بعد اقرار
ولا اعتیاض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیہ وعنہ اور رجوع کرنا نہین قذف مین بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال لینا
جائز نہین اور نہ صلح او بخشنا جائز ہے یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہوجاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہین فیہ متعلق ہے
رجوع سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحۃ العفو بل لترک الطلب حتی لو عاد وطلب حد شمنی ولذا لا یتم الحد الا بحضرتہ ہان اگر مقذوف عفو کردے
تو حد نہین نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہے بلکہ اس سبب سے کہ اُسنے طلب حد کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہے حد کی یہان تک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا
اور طلب کریگا تو حد مارا جاویگا کذا فی شرح الشمنی اور اسیواسطے یعنی بسبب ترک کے حد پوری نہوگی مگر بحضور مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر مقذوف
کہین چلا گیا تو باقی کوڑے نہ مارے جاوینگے تاوقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لآخر یا زانی فقال لا بل انت حد لغلبۃ حق اللہ فیہ کہا کسی نے دوسرے سے کہ یا زانی سو

جواب دیا بلکہ تو یعنی مین نے اُس سے زنا نہین کیا تو زانی ہے تو دونون پر حد قذف ماری جاویگی لتغلیب حق اللہ تعالیٰ فی حد القذف اس مین قول اول ہی کو ترجیح ہے اگرچہ بنابر حق العبد کہ دونون برابر ہو
تو لازم آتا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنابر غلبہ حق اللہ کے دونون پر حد ہوگی کذا فی المنح بخلاف ما لو قال لہ مثلا یا خبیث فقال بل انت لم یعزرا لانہ حقہما وقد تساویا
فتکافیا بخلاف اسکے یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص نے مثلاً کہا یا خبیث سو اُسنے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہے تو دونون پر تعزیر نہین ہے اسواسطے
کہ تعزیر دونون کا حق ہے یعنے تعزیر واسطے حق آدمی کے ہے حالانکہ جواب دینے سے دونون برابر ہوگئے تو دونون کی مکافات ہوگئی یعنی دونون نے تعزیر سابقاً ادا ہوگئی
بخلاف ما اذا تسابا بین یدی القاضی او تضاربا لہتکہما مجلس الشرع ولتفاوت الضرب بخلاف مسابق وہ مسئلہ ہے جو آئندہ آتا ہے کہ اگر دو شخصون
نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونون برابر نہو جاوینگے بسقوط تعزیر مین بلکہ دونون کو تعزیر دیجاویگی بسبب بے ادبی
مجلس شرع کے اور بسبب تفاوت ہونے ضرب کے ولو قالہ لعرسہ وہو من اہل الشہادۃ فردت بہ حدت ولا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے
کہا اور حالانکہ زوج اہل ہے شہادت کا سو زوجہ نے وہی قول پھیر کر کہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہوگا یعنے اگر زوج نے زوجہ کو کہا یا زانیہ
سو اُسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی مین نہین تو زانی ہے تو عورت پر حد ہے بلا لعان اور زوج مین اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہوگا تو اُسکا
قذف لعان کا موجب نہوگا تو دونون پر حد ماری جاویگی کذا نقلہ الحلبی عن الایضاح الاصل ان الحدین اذا اجتمعا وفی تقدیم احدہما اسقاط الاخر
تقدیمہ احتیالا للدرء قول مذکور مین حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدین جمع ہونگی اور ایک کے مقدم کرنے مین دوسری حد کا
اسقاط ہوگا تو اُسکی تقدیم واجب ہوگی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے یعنے جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نرہی اسواسطے کہ محدود فی القذف
لعان کا اہل نہین اور لعان کی تقدیم مین ابطال حد کا نہتھا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین مین ہے اور
لعان تو حد نہین اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہے یعنے مشروع ہے لعان کی اسواسطے انزجار کے ہے
ولذا قالوا لو قال لہا یا زانیۃ بنت الزانیۃ بدئ بالحد لینتفی اللعان اور اسیواسطے یعنے حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے فقہا نے کہا ہے کہ اگر زوج نے زوجہ
سے کہا کہ یا زانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہوجاوے یعنے زوج پر زوجہ کی مان کی قذف کی اول حد ماری جاویگی تو لعان ساقط ہوجاویگا
اسواسطے کہ محدود لائق لعان کے نہین رہتا بحر الرائق مین کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کریگی تو دونون مین قاضی لعان کرا دیگا پھر زوجہ کی مان آکے قذف کی حد کی
طالب ہوگی تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اُس صورت مین مفروض ہے جبکہ زوجہ اور اُسکی مان معاً طالب ہون لو قالت
فی جوابہ زنیت بک او معک ہدر ای الحد واللعان للشک اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اُسکے جواب مین کہا کہ مین نے تجھ سے زنا کیا یا تیرے ساتھ زنا
کیا تو حد اور لعان دونون باطل ہوجاوینگے بسبب شک کے ہم تفصیل شک یون ہے کہ عورت کا قول سکا محتمل ہے کہ اُسنے قبل نکاح کے زنا کا ارادہ کیا اور قذف
ہوگی نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اُسکی تصدیق نہین کی اور محتمل ہے کہ زوجہ نے اُس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھ بعد
نکاح ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر بزنا کیا بقرینہ تقابل تو یہ جب اس احتمال کے لعان واجب ہے نہ حد اسواسطے کہ قذف مرد کی طرف سے ہوا نہ عورت کیطرف سے
تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا ہر ایک حد و لعان کے ثبوت مین لہذا دونون ساقط ہوگئے کذا فی المنح قید بالخطاب لانہا لو اجابتہ بانت ازنی منی حدت وحدہ
خانیہ مصنف نے جواب کو بخطاب کو مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یون جواب دیگی کہ تو زانی تر ہے مجھسے تو فقط زوج ہی پر حد ماری جاویگی کذا فی الخانیہ
ہم اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام مین ترجیح فی العلم کے واسطے مستعمل ہوتا ہے تو گویا زوجہ نے یون کہا کہ انت اعلم بالزنا منی اور علم بالزنا کی نسبت موجب تہمت نہین کذا
فی الطحطاوی عن الکمال اور یہ جو بعض نسخ مین ہے کہ حدت وحدہا سو تحریف ہے ولو کان ذلک مع اجنبیۃ حدت دونہ لتصدیقہا اور اگر وہ گفتگو مذکور
اجنبی عورت سے ہو یعنے مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یا زانیہ اُسنے جواب دیا کہ مین نے تیرے ساتھ زنا کیا تو عورت پر حد ہے نہ مرد پر بسبب تصدیق کرنے عورت کے یعنے عورت نے بھی دعوی

کیا اور اُسکا حق تصدیق کرنے سے ساقط ہوگیا اقر بولدہ ثم نفاہ یلاعن فان عکس حد للقذف والولد لہ فیہما للاقرارہ اقرار کیا زوج نے ولد کا پھر اُسکی نفی کی تو لعان کرے زوجہ سے اور اگر اُسکے بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جاوے اور ولد دونوں صورتوں مین مرد کا ہو اُسکے اقرار سے پہلی صورت مین اقرار سابق ہے اور دوسری صورت مین اقرار لاحق ہے اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہے کذا فی المنح ولو قال لیس بابنی ولا بابنک فہدر لانہ انکر الولادۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو یہ باطل ہے نہ اس قول سے حد متعلق ہے نہ لعان اسلیے کہ مرد ولادت کا منکر ہوا اور انکار ولادت سے قاذف نہین ہوتا قال لامرأۃ یا زانی حد اتفاقا لان الہاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اجنبی عورت سے یا زانی تو اُسپر حد ہے باتفاق شیخین اور محمدؒ کے اسواسطے کہ کلام عرب مین ہا ہوز محذوف ہوسکتی ہے بسبب ترخیم کے یعنی اصل مین یا زانیہ تھا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہوگیا ترخیم عبارت ہے حذف آخر کلمہ سے ولرجل یا زانیۃ لا وقال محمد یحد لان الہاء تدخل للمبالغۃ کعلامۃ قلنا الاصل فی الکلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہین اور محمدؒ نے کہا کہ اسکا قائل حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہا ہوز صیغہ مذکر مین مبالغہ کے واسطے داخل ہوتی ہے جیسے علامہ مین ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ اصل کلام مین مذکر لانا ہے لفظ کا اور تانیث غیر اصل ہے ولا حد بقذف من لہا ولد لا اب لہ معروف فی بلد القذف اور حد نہین اُس عورت کے قذف سے جسکے ولد کا باپ معلوم نہین اُس شہر مین جہان قذف واقع ہوا نہ ہر شہر مین کذا فی البحر اومن لاعنت بولد لانہ امارۃ الزنا یا حد نہین اُس عورت کی قذف سے جسنے لعان کیا باوجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج سے قطع کردیا اور ولد کو ان کے ساتھ ملحق کردیا اسواسطے کہ حد نہین کہ وجود ولد بعد لعان علامت ہے زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نکریگا تو اُسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہوجاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہوگی بسبب [illegible] عفت کے کذا فی المنح او بقذف رجل وطی فی غیر ملکہ بکل وجہ کامۃ ابنہ او بوجہ کامۃ مشترکۃ او فی ملکہ المحرم ابدا کامتہ ھی اختہ رضاعا فی الاصح لفوات العفۃ یا حد نہین اس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی اپنے غیر ملک مین ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک مین وطی کی چنانچہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اُس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اُس لونڈی سے وطی کی جو سولی کی رضاعی بہن تھی یہان حد نہین قول اصح مین بسبب فوت ہونے عفت کے ہم بیان ہے مسائل ثلثہ مذکورہ کی عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرہا لسقوط الاحصان یا حد نہین اُس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت مین زنا کیا بسبب فوت ہونے احصان کے او بقذف مکاتب مات عن وفاء لاختلاف الصحابۃ فی حریتہ فاورث شبہۃ یا حد نہین اُس مکاتب کے قذف سے جو مرگیا بدل کتابت ادا کرکے حد نہین بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اسکی حریت اور عبدیت مین تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا سقوط حد مین ہم وفاء بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفاء مریگا تو اُسکے قاذف پر بطریق اولیٰ حد نہوگی اسواسطے کہ وہ بلا شبہہ غلام مرا کذا فی [illegible] وحد قاذف واطی عرسہ حائضا او امۃ مجوسیۃ او مکاتبۃ ومسلم نکح محرمہ فی کفرہ لثبوت ملکہ فیہن وفی الذخیرۃ خلافہا اور حد مارا جاویگا قاذف ایسے مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت مین اور مجوسی لونڈی یا مکاتبہ سے وطی کی اور اُس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر مین اپنی محرم سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کے اُسکے ملک مین یعنی پہلی دو پچھلی صورت مین ملک نکاح ثابت ہے اور باقی مین ملک یمین ہے اور پچھلی صورت مین خلاف ہے ذخیرہ کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین وحد مستامن قذف مسلما لانہ التزم ایفاء حقوق العباد بخلاف حد الزنا والسرقۃ لانہما من حقوق اللہ تعالیٰ المحضۃ کحد الخمر واما الذمی فیحد فی الکل الا الخمر غایۃ اور حد مارا جائیگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا اسواسطے کہ اُسنے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہے بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہین اسلیے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق تعالیٰ کے حقوق خالصہ سے ہے مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماری جاوینگی سوا شراب کی حد کے کذا فی غایۃ البیان لکن قدمنا [illegible] ہم باب الشرب مین متقدم ذکر کر چکے ہین [illegible] المنتقی سے حد ذمی کی [illegible] ذا ستدراک کیا غایۃ البیان

استثناء ہو وفی السراجیۃ لو اعتقدوا حرمۃ الخمر کانوا کالمسلمین اور سراجیہ میں ہے کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہوں تو مسلمین کی مانند ہیں جب حد یعنی
ہم شارح نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور بغیۃ المفتی کے تعارض کو رفع کیا ہے یعنی غایۃ البیان کی روایت اصح روایت پر محمول ہے جب اہل ذمہ معتقد حرمت
خمر ہوں بغیۃ المفتی کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہے تو تناقض نہ رہا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاوی ہے کذا فی المنح وغیرہ
ان ثبت باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا اور سراجیہ میں ہے کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر وہ مسلمان ہوا اگر اسکا اقرار
یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جاویگا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہیں اسواسطے کہ کفار کی گواہی
بالقذف فان اقام اربعۃ علی زناہ ولو فی کفرہ لسقوط احصانہ کما مر او اقر بالزنا اربعا کما مر اقرار کیا قاذف نے قذف کا سو اگر چار گواہ قائم کیے
کے زنا پر اگرچہ اثبات بینہ قاذف کی حالت کفر میں ہو بسبب ساقط ہونے احصان قاذف کے یعنی مقذوف کا احصان شرط ہے حد قذف میں جیسا کہ
مذکور ہو چکا یا زانی نے خود زنا کا اقرار چار بار چار مجلس میں کیا چنانچہ اسکا بیان گذرا عبارۃ الدرر او اقرارہ بالزنا فیکون ہو عنا او اقام بینۃ علی اقرارہ بالزنا
وفی البحر ان البینۃ علی ذلک لا تعتبر اصلا ولا یعول علیہا لانہ ان کان منکرا فقد رجع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا فلیحرر المصنف
العبارۃ فتنبہ عبارت درر کی یوں ہے یا اسکے اقرار بالزنا پر تو مطلب اسکا یہ ہے یا قاذف نے گواہ قائم کیے زانی کے زنا کے اقرار پر اور حالانکہ
بحر الرائق میں تحریر کیا ہے کہ اسپر گواہ اصلا معتبر نہیں اور اسپر اعتماد نہیں اسواسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہے تو رجوع اسکا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہو گئی
اگر مقر ہے تو گواہی لائق سماعت نہیں باوجود اقرار کے مگر سات جگہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہے جسکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے ان سات مقاموں میں
یہ مسئلہ نہیں لہذا ماتن نے درر کی عبارت کو بدل ڈالا سو خیر اسے چاہیے یوں کہتا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کیے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف پر حد
ہم اشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ مقر پر گواہ مسموع نہیں مگر سات جگہ میت کے قرض پر وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہونگے تا اور وارثوں پر حکم ہو
۲ مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر وصی کے گواہ مسموع ہیں ۳ مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہیں دفع ضرر کے واسطے ۴
گواہی باوجود اقرار مستحق کے مسموع ہے تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ نے خصومت کیا ... کے جانب سے تو باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہے ۶ اگر وارث نے
... کے واسطے اقرار کیا تو بھی شہادت مسموع ہے ۷ ایک چارپائی کرایہ پر لی یا زید کو جو اسکو کرایہ پر دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے کرایہ پر تو اگر خالد حاضر ہوگا اور
بھی ہوگا زید سے کرایہ کرنے پر تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہوگا تو مسموع نہوگی کذا فی الطحطاوی حد المقذوف یعنی ان لم یقم القاذف ما ذکر حد
کما لا یخفی حد مارا جاویگا مقذوف جب کہ گواہی حد تمام پر پہونچی چنانچہ پوشیدہ نہیں ہم حد المقذوف جزا ہے ان اقام کی یعنی اگر قاذف چار گواہ لاویگا مقذوف کے
زنا پر یا مقذوف خود اقرار کریگا تو مقذوف پر حد ماری جاویگی وان عجز عن البینۃ للحال واستاجل لاحضار شہودہ فی المصر اجل الی قیام الحاکم عن مجلسہ فان عجز حد
اور اگر قاذف عاجز ہوگا گواہوں کے لانے سے اسوقت اور حاکم سے مدت مانگی اپنے گواہوں کے حاضر کرنیکی جو اسی شہر میں موجود ہیں تو اسکو مہلت دیجاوے تا قیام مجلس تک ہے اگر نہ لا سکے
تو اسپر حد قذف ماری جاوے ولا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس ویقال ابعث الیہم من یحضرہم او حاضرا ... یعنی نہ لیا جاوے ضامن قاذف سے تاکہ گواہوں کی تلاش کو جاوے
بلکہ وہ محبوس یعنی نظر بند رہے اور اس سے کہا جاوے کہ گواہوں کیطرف اس شخص کو بھیج جو انکو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فساقا انہ کما قال درئ الحد عن القاذف والمقذوف
والشہود ولو تقادم اور اگر قاذف نے چار گواہوں فاسق سے اپنے قول کی گواہی دلائی تو قاذف اور مقذوف اور گواہوں سے حد دفع ہو جاویگی کذا فی الملتقط
قاذف اور شہود پر اسواسطے حد نہیں کہ نصاب شہادت پوری ہے اگرچہ گواہ عادل نہیں اور مقذوف پر اسواسطے حد نہیں کہ وہ ... وحد الزنا
موقوف ہے ویکتفی بحد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بیناہ وعم اطلاقہ ما اذا اتحد المقذوف او تعدد بکلمۃ او
کلمات فی یوم او ایام طلب کلہم او بعضہم وما اذا حد للقذف الا سوطا ثم قذف آخر فی المجلس فانہ یتم الاول ولا شیء للثانی لتداخل

ایک حد کافی ہو اُن جنایات کے واسطے جنکی جنس متحد ہو بخلاف اُن جنایات کے جنکی جنس مختلف ہو چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہو
اطلاق مصنف کا جب کہ مقذوف متحد ہو یا متعدد و قذف اُنکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایکدن میں قذف کیا ہو یا چند ایام میں طلب حد جمیع مقذوفین نے کی ہو یا بعض
نے اور شامل ہو اطلاق اُس صورت کو جب کہ قاذف کو حد ماری گئی ہو سوا ایک کوڑے کے پھر اُسنے دوسری بار اُسی مجلس میں دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجاویگی
یعنے فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کیواسطے کچھ نہیں بسبب تداخل کے ہم اکتفا حد واحد اسوقت ہو جبکہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات
اولی کی حد کے بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسری بار حد ماریجاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب فی الفتح واذا قذف فعتق فقذف آخر حد حد العبد فان اخذه الثانی کمل له تمام
ثمانین الاربعین لہا فتح اور جب غلام قذف کریگا پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اُسپر غلام کی حد ماری جاویگی یعنے چالیس کوڑے بعد
اگر مقذوف ثانی اُسکو گرفتار کریگا یعنے طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملا کر اسی کوڑے پورے کر دئے جاوینگے بسبب واقع ہونے پہلے چالیس کوڑوں کے دونوں حد کے
واسطے کذا فی المنح یعنے حد چالیس کوڑے دونوں قذفوں میں شمار ہو گئے بسبب اتحاد جنس کے تو اسی میں چالیس باقی رہے سو وہی چالیس باقی مقذوف ثانی کی طلب کے بعد
ماریجاوینگے وفی شرح الزیلعی قذفه فحد ثم قذفه لم یحد ثانیا لان المقصود وہو اظہار کذبه ودفع العار حصل بالاول انتہی اور شرح زیلعی کے باب المہر میں ہو کہ قذف کیا
زید کو مثلاً سو اُسپر حد ماری گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اُسکو قذف کیا تو دوسری بار اُسکو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنی اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف
سے حاصل ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نرہی انتہی کلامہ ہم زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعیف توجیہ زیلعی کا مخفی نہیں ہو اسواسطے کہ اول حد سے
زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن ظہیریہ میں بھی مطلقاً نفی حد ہو مانند زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مفادہ انه لو قال یا ابن الزانیة
وامه میتة فخاصمه حد ثانیا کما لا یخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہو کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیہ یعنے اول مقذوف کو زانی کہا پھر اُسکی ماں کو اور حالانکہ
اُسکی ماں میت ہو پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اُسکو دوبارہ حد ماریجاویگی چنانچہ وجہ اُسکی پوشیدہ نہیں یعنے مقذوف نے اول اپنی قذف کی طلب کی سو قاذف
مارا گیا پھر اُسنے اپنی ماں کی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اُسکو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اُسکی ماں کی عار دفع
ہو ولیکن اگر قاذف نے دونوں کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونوں کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقییده بالحد ان
التعزیر یتعدد و یتعدد الفاظه لانه حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہو یعنے الفاظ کے متعدد ہونے سے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہو
ہم طحطاوی نے کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہو کہ میں نے اُسکو صریح نہیں دیکھا مگر فقہا کے کلام سے سمجھا جاتا ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عاین
القاضی رجلا زنی او شرب لم یحده استحسانا وعن محمد یحده قیاسا علی حد القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وہو مندوب للدرء بالخبر فلحقه التہمة حواشی السعدیه کہا
قاضی نے ایک مرد کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اُسپر حد نہ مارے بنا بر استحسان کے اور محمد سے مروی ہو کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب
دیتے ہیں امام کیطرف سے وجہ استحسان بیان کر کے کہ استیفاء حد شرب کا حق قاضی کے واسطے ہو اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہو بموجب اس
حدیث کے کہ ادرءوا الحدود ما استطعتم تو اُسکو تہمت لاحق ہوگی کذا فی حواشی السعدیہ یعنے جب قاضی نے حد کو نہ ٹالا تو وہ متہم بعداوت و کینہ مخدود ہوا بخلاف
حد قذف کے کہ اُسکا حق استیفا مقذوف کو ہو نہ قاضی کو اور قصاص میں حق استیفا ولی مقتول کیواسطے ہو نہ قاضی کیواسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم

## باب التعزیر

یہ باب ہو تعزیر کے احکام میں ہم چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت تھی لہذا مصنف نے اُنکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کمتر تھی حدود سے مقدار اور دلیل میں تو اُسکو
حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہو کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالی واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا اس آیت میں حق تعالی
نے زوجات کے مارنے کو فرمایا واسطے تادیب اور تہدید کے اور کافی میں حدیث مرفوع منقول ہو کہ اپنے عصا کو اپنے اہل سے نہ اُٹھا لے اور مروی ہو

اگر کسی نے دوسرے کو مخنث کہا تھا تو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکو تعزیر دی اور بحیلہ ابن حدیث مرفوع مروی ہے کہ خدا رحم کرے اُس شخص پر جسنے اپنا عصا ویلان لٹکا رکھا کہ اہل
عیال کو نظر آوے اور قوی تر ان احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ سوا حدود کے دس کوڑے سے زیادہ نمارے جاوین اور بروایت صحیح ثابت ہے تعزیر اگر کرین کسی اپنے
حبشی دس سے ہوکر ترک صلوۃ کرین اور صحابہ کرام کا اجماع ہے مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہ ہے کہ افعال شنیعہ سے زجر کرنا واجب ہے تاکہ بدفعل کی عادت نہ پڑے کہ تدریجًا
اقبح اور افحش افعال کی نوبت ہوسکے کذا فی فتح القدیر ہے ولغۃ التادیب مطلقا و یعنی تعزیر لغت میں عبارت ہے تادیب سے مطلقًا خواہ ضرب سے ہو خواہ غیر ضرب سے ہو اور
ضرب حد سے کمتر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی غرر ہے بمعنی بردار پرد منع کے کذا فی المنح وقول القاموس انہ لتعلیق علے ضرب مادون الحد غلط نہر اور قاموس کا یہ قول کہ اطلاق
تعزیر کا ضرب کمتر از حد پر ہے غلط ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں یہ تغلیط ابن حجر کی کیطرف منسوب ہے اسواسطے اُسکو غلط کہا کہ یہ وضع شرعی ہے جو صاحب قاموس
نے مذکور کی تو اہل لغت کیطرف جو جاہل تھے اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہوگی اور حموی نے جواب دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہیں کیا
بلکہ اُسکی عادت ہے کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اصطلاح الفاظ فارسیہ کو بھی تکثیر فوائد کے واسطے مذکور کرتا ہے اور کچھ اسکا اشارہ دیباچہ قاموس میں
ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرعا تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا واقلہ ثلثۃ لو بالضرب اور اصطلاح شرع میں تعزیر عبارت ہے تادیب
کمتر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی انتالیس کوڑے ہیں اور کمتر تین کوڑے اگر ہوا سطے ضرب کے تعزیر ہو یعنی ضرب کی تعزیر کا یہ بیان ہے مطلق تعزیر کا ہم یہ قول ہے قدوری کا اور
صحیح یہی ہے کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہیں امام کی رائے پر مفوض ہے یہان تک کہ اگر وہ جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہوگا تو اتنا ہی کافی ہے کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور
محمد کے نزدیک اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہیں اور ابو یوسف کے نزدیک پچھتر کوڑے ہیں امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کر دیا اور ابو یوسف نے حر کی حد سے یعنی اسی سے
پانچ کوڑے کم کر دیئے اور اصل اسمین وہ حدیث ہے جسکو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے من بلغ حدا فی غیر حد فہو من المعتدین یعنی جو حد تک پہونچے
غیر حد میں وہ ظالمون میں سے ہے اگرچہ عند التحقیق یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور عمل کے لائق ہے اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد
سے کمتر چاہیے تو امام اور محمد نے بنظر احتیاط عبد کی حد کو جو اقل حدود ہے تعزیر کو کم قرار دیا اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور میں نکرہ ہے اور ابو یوسف نے حد احرار سے کم کیا اسواسطے
کہ حریت اصل ہے اور یہ جو صحیحین وغیرہ میں حدیث مرفوع ہے کہ غیر حد میں دس کوڑے سے زیادہ مارنا نچاہیے تو اسکا جواب علماء حنفیہ نے یون دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے صحابہ کرام کے عمل کرنے
سے بخلاف اُسکے بلا انکار یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہوتی تو صحابہ کرام اسکی مخالفت نکرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ میں کذا فی فتح القدیر وجعلہ فی الدرر علی اربع
مراتب اور درر میں تعزیر کو چار مراتب پر ٹھہرایا ہے ہم مراتب مذکورہ یون ہین تعزیر اشراف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام سے ہے اسطرح کہ قاضی انسے کہے
کہ ہمکو خبر معلوم ہوئی ہے کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو اب ایسا مکرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امراء اور دہاقین کی اعلام اور دار القضا تک کھینچ لانے سے ہے دہقان سے مراد زمیندار ہے یعنی
مالک گانون کا اسواسطے کہ دہقان معرب ہے دہگان کا یعنی صاحب دیہ اور تعزیر اوساط الناس یعنی اہل بازار کے کھینچ لانے اور قید کرنے سے ہے اور تعزیر خسیسین یعنی کمینون کی کھینچ لانے
اور قید کرنے اور مارنے سے ہے کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی وکلہ مبنی علی عدم تفویضہ للحاکم مع انہا لیست علی الاطلاق فان من کان من اشراف الاشراف لو ضرب غیرہ فادماہ
لا یکفی تعزیرہ بالاعلام والرای نہ بالضرب صواب نہر اور یہ سب یعنی یہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہے عدم تفویض تعزیر پر واسطے حاکم کے باوجود اسکے کہ
مراتب بعد مذکورہ یعنی اطلاق پر نہین ہین اسواسطے کہ جو شخص کہ اشرف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اسکے خون نکلے تو اُسکی تعزیر فقط اعلام اور اطلاع سے
کافی نہین اور مجکو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت مین اُسکی تعزیر ضرب سے صواب ہے کذا فی النہر حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشرف الاشراف مین افراط کی بلکہ اس صورت
مذکورہ مین اعلام اور چشم نمائی تعزیر ہے اسواسطے کہ اشرف الاشراف کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہین بلکہ مقید ہے چنانچہ نہایہ مین مذکور ہے کہ اعلام کے ساتھ نظر سے
دیکھنا ترش رو ہو کر لازم ہے یعنی مقید ہے رحمتیہ تعزیر کذا فی الطحطاوی ولا یفرق الضرب فیہ وقیل یفرق ووفق ان بلغ اقصاہ یفرق والا لا تحرم وبیانہ اور تعزیر
میں تفریق نکیجاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تفریق کیجاوے بدن پر اور دونو قول مین تطبیق یون دیگئی ہے کہ اگر تعزیر نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوے یعنی انتالیس کوڑے کو تو تفریق ہے

م شرح الشرعۃ مین مصرح ہی کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہین بلکہ اسمین تعریض بھی مثل صریح کے ہی اور اسیطرح فعل ما ننذ قول کے ہی اور اسیطرح اشارہ اور آنکھ مارنا اور رمز
اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب حرام غیبت مین داخل ہی اور اسیطرح کسی کی چال کی نقل کرنا غیبت ہی بلکہ تفہیم مخاطبین مین باقی غیبت سے بھی زیادہ ہی
کذا فی النہر ملخصاً فیعزر بشتم ولدہ وقذفہ ولقذف مملوک ولو ام ولدہ وکذا القذف کافر وکل من لیس بمحصن بزنا ویبلغ غایتہ کما لو اصاب من اجنبیۃ بزنا
غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعہ للمتاع قبل اخراجہ فیہا عدا ہا لا یبلغ غایتہ تو تعزیر دیا جاوے اپنی ولد کی گالی دینے والا اور اُسکے قذف کرنے سے اور مملوک کے قذف
سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسی طرح کافر کے قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان امور مذکورہ مین تعزیر کی غایت کو پہونچانا چاہیے یعنی
انتالیس کوڑے مارے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی کے سوائے جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا مساس کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے
قبل سکے نکالنے کے تو اُسپر بھی غایت تعزیر ہی اور سوائے امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو پہونچانا چاہیے ہم غیر محصن کی قذف مین جو حد ساقط ہوئی تو اشد تعزیر لازم ہوگی
اسواسطے کہ موجب کی قریب نوبت پہونچی ولقذف ای لشتم مسلم ما بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق کمکاس مثلاً او علم القاضی بفسقہ لان الشین قد الحقہ ہو بنفسہ
قبل قول القائل فتح اور تعزیر دیجاوے ہر مسلمان کے گالی دینے یعنی فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اُسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر معلوم ہو
چنانچہ مکاس مثلاً یا قاضی اُسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہین قائل پر اسواسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی فتح القدیر
م مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازاً مکاس ظالم کو کہتے ہین یعنی جو عشر اور زکوۃ ناحق زبردستی لے جوہری نے ماکس کی تفسیر عشار کی ہی اور یہ اسکے قاموس مین ہی
فان اراد القاذف اثباتہ بالبینۃ مجرداً بلا بیان سببہ لا تسمع ولو قال یا زانی واراد اثباتہ تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول حتی لو بینوا فسقہ بما فیہ حق اللّٰہ او
للعبد قبلت کذا فی شرح الشباہیۃ پھر اگر گالی دینے والا اُسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اُسکے سبب کے تو شہادت مسموع نہوگی اور اگر کہیگا یا زانی
اور اُسکے اثبات کا ارادہ کریگا تو اُسکی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنی مجرد فسق بلا بیان سبب یہان تک کہ اگر شاہد اُسکا فسق اُس فعل سے
بیان کرین جسمین حق اللہ یا حق العبد ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہی شاہد کی طعن مین کہ طعن مجرد مسموع نہین اور بیان سبب کے ساتھ مسموع ہی ہم فسق مجرد
یہ ہی کہ اسمین سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علی الاطلاق ہو وعلی ہذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسال القاضی عن سبب فسقہ
فان بین سبباً شرعیاً کتقبیل اجنبیۃ وکذا اعناقہا وخلوتہ بہا طلب بینتہ لیعزرہ ولو قال ہو ترک واجب سال القاضی المشتوم عما یجب علیہ تعلمہ من فرائض الاسلام فان
لم یعرفہا ثبت فسقہ لما فی المجتبیٰ من ترک الاشتغال بالفقہ لا تقبل شہادتہ والمراد ما یجب علیہ تعلمہ منہ نہر اور لائق ہی کہ قاضی گالی دینے والے سے اُسکے
فاسق ہونیکا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اُسکو گلے سے لگانا یا اُس سے خلوت کرنا تو اُسکے گواہ طلب کرکے
اُس فاسق کو تعزیر دے اور اگر اُسنے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یون کہا کہ فسق اُسکا ترک کرنے واجب سے ہی تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی ہی جو اُسپر واجب ہے
سوال کرے یعنی فرائض اسلام سے جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہی پوچھے سو اگر مشتوم اُسکو نجانے تو اُسکا فسق ثابت ہوگیا اسواسطے کہ مجتبی مین ہی کہ جو شخص اشتغال فقہ
کا ترک کرے تو اُسکی گواہی مقبول نہین اور مراد اشتغال فقہ سے اُسقدر ہی جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہی کذا فی النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہین جسکے ترک سے
فاسق مردود الشہادۃ ہو جاوے بلکہ تعلم واجبات مراد ہی وعزر الشاتم بیا کافر وہل یکفر ان اعتقد المسلم کافراً نعم والا لا یفتی شرح وہبانیۃ اور گالی دینے والا یا کافر کہنے
سے تعزیر دیا جاویگا اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو ہان کافر ہو جائیگا اور نہین تو نہین یہی فتوی ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ
م جب مسلم کو بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا تو دین اسلام کو اُسنے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہی اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد
کفر مسلم تو یہ کفر نہین بلکہ فسق ہی کذا فی المنح وغیرہ اور ابن مالک نے شرح مشارق مین کہا کہ یہ جو حدیث ہی اذا کفر الرجل اخاہ فقد باء بہا او رہا تو یہ تحلیل پر محمول ہی کذا
فی الطحطاوی ولو اجابہ لبیک کفر خلاصۃ جواب اگر اسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہو جاویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی یا کافر کے جواب مین لبیک یا حاضر یا جی کہتا تو مجیب کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا

اور اگر قائل نے کسی کو خوف تعزیر سے کہا یا کافر کو کافر یا یا طاغوت طول کرکے کہا تو کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی فی التتارخانیۃ قیل لا یعزر مالم یقل کافر باللہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا
اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے قول ضعیف یہ ہے کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں جبتک یون نہ کہے یا کافر باللہ سو واسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ
محتمل ہوا اور محتمل میں تعزیر نہیں ہم کہتے ہیں یہ قول اسواسطے ضعیف ہوا کہ یہ تاویل بحالت غضب یا دشنام کے مخالف ہے لہذا ہدایہ وغیرہ میں اطلاق وارد ہے یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث
یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی اور تعزیر دیجاوےگی یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی کہنے میں ہم مخنث بفتح نون
وہ ہے جو اغلام کراوے اور بکسر نون بمعنی لوطی کے ہے اور بلید بمعنی خبیث فاجر مستعمل ہے لہذا اسمین تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید بمعنی کم فہم بد ذہنی کے مستعمل
ہے اور احمق بمعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی مباح کیطرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان (بروزن سحاب) کی طرف منسوب ہے اور
عرف میں ظلم کے مددگار کو کہتے ہیں اور منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے عرف میں عوانی چغل خور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اسکو کوئی یہ کہے تو تعزیر لازم ہے

کذا فی الطحطاوی یا لوطی قیل یسأل فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لا یعزر وان اراد بہ العمل عزر عندہ وحد عندہما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب او ہزل منح اور تعزیر
دیجاوےگی یا لوطی کہنے سے اور بعضون نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوے کہ اسنے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اسنے یہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام
کی قوم سے ہے تو اسپر تعزیر نہیں اور اگر اسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اس قوم کے تو امام کے نزدیک اسکو تعزیر دیجاوے اور صاحبین کے نزدیک اسپر حد زنا
مارا جاوے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اسنے حالت غضب اور بیہودگی میں کہا ہو کذا فی المنح ہزل بمعنی بیہودگی اور مسخراپن ہے مراد یہ ہے جسکو [illegible]
مسخراپن کرنے کی عادت ہوگئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی نہر اور تعزیر دیجاوے یا زندیق یا منافق یا رافضی
یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر منافق وہ ہے جو باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنی منافق کے معرب ہے
گو زند مجوسیوں کی کتاب کا نام ہے کذا فی النہر یا لص الا ان یکون لصا لصدق القائل کما مر اور تعزیر دیجاوے یا لص کہنے سے یعنی اے چور مگر اسوقت تعزیر نہیں
جبکہ مخاطب چور ہو کیونکہ اسوقت قائل سچا ہے چنانچہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہوچکا یعنی اس عیب کو اسنے اپنی ذات میں آ لگایا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہے لہذا و

تقییدہ اذا اخبار کانت او فلان فاسق ونحو ذلک مالم یخرج مخرج الدعوی قنیۃ اور الفاظ مذکورہ کے لزوم تعزیر میں ندا و خطاب قید نہیں اسواسطے کہ جملہ خبریہ جیسے چنانچہ
تو فاسق ہے یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اسکے اسیطرح ہے لزوم تعزیر میں تاوقتیکہ قائل نے اسکو بطور دعوی نہ کہا ہو کذا فی القنیہ یعنی یہ ہے کہ جو کوئی قاضی کے
پاس یہ کہیگا اور اسکا اثبات سے عاجز ہوا تو اسپر تعزیر نہیں یا دیوث ہو من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ اور تعزیر ہے یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت
نہ آتی ہو اسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والمنح یا قرطبان مرادف دیوث بمعنی معرص اور تعزیر ہے یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہے بمعنی معرص ہم
معرب ہے قلتبان کا مرد کی نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے اسکے پاس علیحدہ چھوڑ دے اور بعضون نے
کہا کہ جو دو شخصون کو جمع کردے امر قبیح کے واسطے اور بعضون نے کہا قلتبان وہ ہے جو بالغ آدمی کو اپنے گھر میں زوجہ کے پاس آنے جانے کی اجازت دے اپنی
نہایت میں یہ قدر ہمارے ملک میں معرص بکسر الراء و بالسین بمعنی قلتبان ہے اور عوام خطا سے بفتح الراء بولتے ہیں اور بجائے سین صاد لاتے ہیں کذا فی النہر یعنی

یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انہ لو شتم اصلہ عزر بطلب ولدہ کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر وانہ یعزر بقولہ یا قحبۃ اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا آکل
الربوا یا ابن القحبہ کہنے سے اسمین اشارہ ہے اسکا کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کے طلب کرنے سے چنانچہ یا ابن الفاسق اور یا ابن الکافر کہنے
میں اور اسکا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جاویگا ہم قحبہ بضم قاف وسکون حاء مہملہ ماخوذ ہے قحاب سے بمعنی کھانسنے کے اور چونکہ زانیہ عرب میں جب اسکے پاس
ہو کر نکلتی تو کھانستی تا اپنا مطلب کہے لہذا زانیہ مسماۃ بقحبہ ہوگئی اور بعضون نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت زنا کی ہو اور بعضون نے کہا قحبہ فرو ہے زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ کا
پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ آشکارا کذا فی الدر فالقحبۃ عرفا افحش من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہ بالاجرۃ لان ہاتول لذلک المعنی لم یجد فان الزنا

بالاجرة لیسقط الحد عنده خلافا لهما ابن کمال یون نہ کوئی کہے کہ قحبہ عرف مین زانیہ سے افحش اور بدتر ہو اسواسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہے اجرت لیکر اسواسطے کہ ہم کہتے ہیں ایسی
مغالطے سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے کیونکہ زنا اجرت سے مسقط حد ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال امام صاحب نے اس سوال کا یہ
جواب دیا ہے کہ حد قذف اسوقت واجب ہے جب قذف صریح زنا سے ہو یا اس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہیں ہے اور نہ اقتضاءً
اسواسطے کہ قحاب لغت مین بمعنی سعال ہے لکن صرح فی المضمرات بوجوب الحد فیه قال المصنف وهو ظاهر لیکن مضمرات مین حد واجب کی قحبہ کی لفظ مین تصریح ہے مصنف
نے اپنی شرح کے حاشیہ مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہے اور اپنی شرح مین بعضے اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہے کہ قحبہ کے لفظ سے ہمارے ملک مین حد واجب ہیگی
اسواسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوائے مقام زانیہ کے استعمال نہیں کرتا خصوصاً حالت غضب مین تو گویا حقیقت عرفیہ ہو گئی کذا فی الطحطاوی یا ابن الفاجرة اور تعزیر
ہے یا ابن الفاجرة کہنے سے ہم فاجرہ وہ ہے جو ہر گناہ کرتی ہو تو بھی زانیہ نہیں لہذا اسمین حد نہیں کذا فی المنح انت مأوى اللصوص انت مأوى الزواني اور تعزیر ہے یون کہنے
مین کہ تو چورون کا ٹھکانا ہے تو زانیہ عورتون کا ٹھکانا ہے یعنی سارق اور زانیات کا جائے پناہ ہے یا من يلعب بالصبيان اور یون کہنے سے تعزیر ہے کہ اے
شخص جو لڑکون سے کھیلتا ہے ہم ابو السعود نے کہا اس لفظ سے وجوب تعزیر کی مین نے نہیں دیکھی بعضے کہتے ہیں غضب اور دشنام کے قرینہ سے کھیل سے مراد فعل قبیح ہے
والله تعالى اعلم كذا في الطحطاوي يا حرام زاده معناه المتولد من الوطى الحرام فيعم حالة الحيض لا يقال في العرف لا يراد ذلك بل يراد ولد الزنا لانا نقول كثيرا ما يراد
الخداع اللئيم فلذا لا يحد اور تعزیر ہے یا حرامزادہ کہنے سے معنی حرام زادہ کے وہ کہ وطی حرام سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض دونوں کو
شامل ہے فقط زنا نہیں جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف مین یہ معنی حالت حیض کی وطی مراد نہیں ہوتی بلکہ عرف مین حرامزادہ کی لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا
ہے اسواسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ عرف مین اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہے تو اسیواسطے حد نہیں یعنے باعتبار وضع اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہیں
لہذا حد نہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اقر على نفسه باللواطة او عرف بها لا يقتل بل يستحل ويبالغ في تعزيره اوليا عن جواہر فتاوی اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات
کے لوطی ہونیکا یا اس فعل قبیح کر مشہور ہے تو قتل نہ کیا جاویگا جب تک لوطی کو حلال نہ جانے اور اسکی تعزیر مین شدت اور سختی کیجاوے یا وہ شخص اپنی زوجہ سے
لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی ہم مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اسپر تعزیر لازم ہے یا لعان بصورت عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہے جب اپنے جھوٹ بولنے کا
اقرار کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفيها فاسق تاب قال ان رجعت الى ذلك فاشهدوا علي بانه رافضي فرجع لا يكون رافضيا بل عاصيا ولو قال ان رجع
فهو كافر فرجع لزمه كفارة يمين اور اسمین یعنے جواہر الفتاوی مین ہے فاسق نے توبہ کی کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر مین پھر یہ کام کرون تو تم اسپر گواہ رہو کہ وہ رافضی
ہے سو اسنے پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہو جائیگا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین پھر یہ فعل کرون تو وہ کافر ہے سو پھر وہی فعل کیا تو اسپر کفارہ قسم کا لازم ہے اسواسطے تعلیق
بالکفر یمین ہے لا تعزير بيا حمار او يا خنزير يا كلب يا تيس يا قرد يا بقر يا حية لظهور كذبه واستحسن في الهداية التعزير لو المخاطب من الاشراف وتبعه الزيلعي وغيره تعزیر نہیں ہے یا
یون کہنے سے کہ اے گدھے اے سور اے کتے اے بکری اے بندر اے بیل اے سانپ تعزیر نہیں ان الفاظ مین بسبب ظاہر ہونے اسکے جھوٹ کے اور ہدایہ مین تعزیر
مستحسن جانی ہے اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہیں اس استحسان مین یا حجام یا ابله یا ابن الحجام والحال انه ليس
كذلك واوجب الزيلعي التعزير في يا ابن الحجام اور تعزیر نہیں یا حجام یا ابله یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہیں اور زیلعی نے یا ابن الحجام کہنے مین
تعزیر واجب جانی ہے ہم زیلعی نے کہا کہ یا حجام مین تعزیر نہیں بسبب کہنے کے اسواسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہیں اور یا ابن الحجام مین تعزیر ہے مخاطب کے باپ کے
مرجانے سے یعنی سامعین کو شبہہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے اسکو رد کیا ہے کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب کے باپ کے
موت کے ساتھ مقید نہین ہم حجام وہ ہے جو پچھنے لگا دے اور سندھ مین حلاق اور مزین کو یعنے نائی کو حجام بولتے ہیں اور ابلہ وہ جو غافل ہو مطلقا یا شر سے غافل اور احمق وہ جسکو
کچھ تمیز نہو کذا فی الطحطاوی یا موا جر لانه عرفا بمعنى المؤجر او یا مواجر مین تعزیر نہیں اسواسطے کہ عرف مین بمعنی موجر کے ہے ہم صاحب وہبانیہ نے کہا کہ مواجر جسم وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ کو

زنا کیواسطے دلے اجرت لیکر لیکن ہمارے عرف مین مواجر بمعنی موجر مستعمل ہے یعنے ٹھیکہ کرنیوالا اور ٹھیکہ کرنا شرعا عیب نہین لہذا تعزیر نہین طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنی لغوی کا ارادہ کریگا تو تعزیر
دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ مانند دیوث کے ہے یا بغا ہو البابون بالفارسیۃ فی الملتقط سے عرفا یعزر فیہا و فی ولد الحرام نہر اور تعزیر نہین یا بغا کہنے مین اسواسطے کہ عام اسکو بولتے ہین
لیکن معنی اُسکے نہین جانتے کذا فی النہر عن الدرر فارسی زبان مین بغا اُسکو کہتے ہین جو اغلام کراوے اور ملتقط مین ہے کہ ہمارے عرف مین یا مواجر اور بغا دونون مین تعزیر ہے اور ولد الحرام
مین بھی تعزیر ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق مین جو عبارت ملتقط سے موجود نہین لیکہ اسمین یون ہے کہ لائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام مین تعزیر واجب نہو بلکہ اولی ہے حرام سے اوسیکے
انتہے اور مترجم نے بھی نہر الفائق کو دیکھا اسمین ملتقط کی روایت نہین پائی شاید کسی نسخہ مین ہو واللہ اعلم بغا بالفتح موحدہ و غین معجمہ مشددہ اوسے اسکو بالعجمی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی
وعن السجو والضابط انہ متی نسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعا ولیعد عارا عرفا یعزر والا لاابن کمال الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو نسبت کیا
اُس فعل اختیاری کیطرف جو شرعا حرام ہے اور عرفا عار اور عیب گنا جاتا ہے تو اُسمین تعزیر ہے قائل پر اور اگر ایسا نہین یعنے وہ فعل منسوب اختیاری نہین اور یا اختیاری ہے مگر
شرعا حرام نہین یا حرام ہے لیکن عرف اور رواج مین ننگ اور عار نہین تو اسمین تعزیر نہین کذا ذکرہ ابن کمال ہم فعل اختیاری کی قید سے یا کالے وغیرہ مانند اُسکے نکل گیا
اور حرام شرعی کی قید سے مواجر بمعنی موجر نکل گیا یا ضحکۃ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس او بفتحہا فہو من یضحک علے الناس کذا یا سخرۃ واختار فی الغایۃ
التعزیر فیہما و فی یا ساحر یا مقامر و فی الملتقی و یستحسن التعزیر لو المقول لہ فقیہا او علویا اور تعزیر نہین یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد و سکون حاء وہ شخص ہے جسپر
لوگ ہنسین اوسیطرح یا سخرہ ہے یعنے بضم سین و سکون خاء معجمہ وہ شخص ہے جس سے لوگ مسخراپن کرین اور ضحکہ بفتح حاء وہ ہے جو لوگون سے ہنسی کرے اور سخرہ
بفتح معجمہ وہ ہے جو لوگون سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان مین ہے کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ مین تعزیر دینا مختار ہے اور یا ساحر اور یا مقامر مین اور ملتقی مین ہے کہ فقہانے
تعزیر کو مستحسن جانا ہے اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو ہم طحطاوی نے کہا ملتقی مین استحسان تعزیر جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہے نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح
حاء مہملہ و سخرہ بفتح خاء معجمہ وہ شخص ہے جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق مین ہے کہ یا لاہی یا سخرہ یا مقامر یا سوقی یا کشحان مین تعزیر ہے کشحان
مرادف دیوث ہے ادعی سرقۃ علے شخص وعجز عن اثباتہا لا یعزر کما لو ادعی علی آخر بدعوی توجب تکفیرہ وعجز المدعی عن اثبات ما ادعاہ
فانہ لا شئی علیہ اذا صدر الکلام علے وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا صدر علے وجہ السب او الانتقاص فانہ یعزر فتاوی قاری الہدایۃ دعوی کیا
چوری کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اُسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ اس دعوی سے مقصود اپنے مال کی تحصیل ہے نہ سب اور دشنام
چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب ہے مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی عوی کے ثابت کرنے سے تو اُسپر کچھ نہین بشرطیکہ اُسکا یہ کلام صادر
ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ بخلاف
دعوی الزنا فانہ اذا لم یثبت یحد لما مر بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہوگا تو مدعی پر حد جاری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنے اثبات زنا بدون
نسبت الی الزنا ممکن نہین تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت اسکے السرقۃ متصور ہے تو نسبتا لے السرقۃ مقصود بالذات نہوئی
بلکہ حصول الی المقصود بالذات ٹھہرا و ہو ای التعزیر حق العبد غالب فیہ اور وہ یعنی تعزیر مین حق العبد غالب ہے یعنے حق العبد کی افراد تعزیر مین غالب ہین حق اللہ کی افراد سے
یہ مراد نہین کہ حق العبد اور حق اللہ دونون تعزیر مین مجتمع ہین اور حق العبد غالب ہے کذا فی الطحطاوی فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر مین حق العبد کی افراد
غالب ہوئین تو تعزیر مین ابراء اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہے کذا فی شرح الزیلعی ہم ابراء اور عفو مین یہ فرق ہے کہ ابراء قبل نالش کے ہوتا ہے اور عفو بعد نالش کے والیمین
ویحلف باللہ مالہ علیک ہذا الحق الذی یدعی لا باللہ ما قلت خلاصۃ اور یمین جائز ہے تعزیر مین یعنی جبکہ وہ گالی دینے کا منکر ہو تو حاکم اُس سے یون قسم لے اللہ کی کہ
مدعی کا تجھپر وہ حق نہین جسکا وہ دعوی کرتا ہے تو مدعا علیہ سے قسم اللہ کی یون لے نہین کہا کذا فی الخلاصۃ والشہادۃ علے الشہادۃ وشہادۃ رجل و امرأتین
کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتون کی تعزیر مین جائز ہے چنانچہ حقوق العباد مین سب امور مذکورہ جاری ہین کیونکہ ...

قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور چورانے اور لوگون کے مارنے کے اُسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اُسکو قیدخانہ مین رکھے یہان تک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اُس شخص کا
شر لوگون پر ہے اور پہلے شخص کا شر اپنی ذات پر ہے مع ثبوت تہمت کا طلقیہ عنقریب گذرا شتم مسلم ذمیاً عزر لانہ ارتکب معصیۃ فتقیید مسائل الشتم بالمسلم اتفاقی فتح گالی دی
مسلم نے کافر ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اُسنے گناہ کیا تو مسائل شتم مین مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہے کذا فی الفتح وفی القنیۃ قال لیہودی او مجوسی یا کافر یاثم
ان شق علیہ مقتضاہ انہ یعزر لارتکابہ الاثم بحر واقرہ المصنف لکن نظر فیہ فی النہر فتامل وجعل وجہہ امر فی یا فاسق فتامل اور قنیہ مین ہے کہ کہا یہودی یا مجوسی
کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اُسکو بُرا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے
لیکن نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے جو یا فاسق مین گذری سو تامل کر اسمین ہم وجہ اعتراض یا فاسق ہی سطرح کی ذکر ہوئی
کہ یہودی ور مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات مین خود لگایا یا قائل کے قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اس وجہ کے ضعیف ہونے پر اشارہ کیا یعنے اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ
لگایا لیکن اہل اسلام بسبب عقد ذمہ اُسکے عدم ایذا کا التزام کیا ہے تو اُسکو کافر کہکر ایذا دینا حرام ہے کما حققناہ فی بابہ یعزر المولی عبدہ والزوج زوجتہ ولو صغیرۃ لما سیجی علی
ترکہا الزینۃ الشرعیۃ مع قدرتہا علیہا تعزیر دے مولی اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کے چھوڑنے پر باوجود اسکے قادر ہونے کے اُسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو
چنانچہ اسکا بیان قریب آویگا مع زینت شرعی کی قید سے معلوم ہوا کہ مردون کی سی زینت فاحشہ عورتون کی سی زینت زوج زوجہ سے نہین کرواسکتا ہے وترکہا غسل
الجنابۃ وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابۃ الی الفراش لو طاہرۃ من نحو حیض اور تعزیر دے زوج زوجہ کے غسل جنابت کے ترک کرنے سے
اور تعزیر دے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو تو آ جابت سے مراد عدم تمکین جماع ہے ویلحق بذلک ما لو ضربت ولدہا الصغیر
عند بکائہ او ضربت جاریتہ غیرۃ ولا تتعظ بوعظہ او شتمتہ ولو بنحو یا حمار او دعت علیہ او مزقت ثیابہ او کلمتہ لیسمعہا اجنبی او کشفت وجہہا لغیر محرم او کلمتہ او شتمتہ او اعطت
ما لم تجر العادۃ بہ بلا اذنہ اور ملحق ہین اُسکے ساتھ یعنے لزوم تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہین کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو اُسکے رونے کے
وقت مارا یا زوج کی لونڈی کو رشک اور جہل سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ مانند یا حمار کے کوئی مکروہ کلمہ کہا یا
زوج کو بد دعا دی یا اُسکے کپڑے پھاڑے یا زوج سے اسطرح پکار کے بولے تا اُسکو اجنبی مرد سنے یا اپنا منہ کھولا یا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اُسکو گالی دی
یا کسیکو کوئی چیز دی جسکے دینے کا دستور نہین بدون اجازت زوج کے یعنے ان سب امور مین زوج اُسکو تعزیر دے سکتا ہے والضابط کل معصیۃ لا حد فیہا فللزوج والمولی
التعزیر ولیس منہ ما لو طلبت نفقتہا او کسوتہا والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس گناہ مین شرعاً حد مقرر
نہو تو اُسمین زوج اور مولی کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر کی چیز نہین اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اُسمین سخت طلبی و جھگڑا کیا اسواسطے کہ قائم کو
اپنے حق کی طلب مین گفتگو کا اختیار ہے کذا فی البحر الرائق ولا علی ترک الصلوۃ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیہا کذا اعتمدہ المصنف تبعا للدرر علی خلاف
ما فی الکنز والملتقی واستظہرہ فی حظر المجتبی اور تعزیر نہین زوجہ کے نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اُسکی نماز کی زوج کی طرف نہین پھرتی بلکہ زوجہ کی طرف ہے
تو زوج کا کچھ نقصان نہین جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر غرر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی مین ترک صلوۃ
پہ تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر مین اسی قول کو ظاہر جانا ہے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے نزدیک ترک صلوۃ
پہ تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر مین حق تعالے کے حضور مین حاضر ہون اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اُس سے بہتر ہے کہ بے نماز زوجہ کے
ساتھ رہون کذا فی الطحطاوی وللاب تعزیر الابن علیہ وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوۃ ویلحق بہ الزوج نہر اور باپ تعزیر دے ولد کو ترک صلوۃ
پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہمنے کتاب الصلوۃ مین مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور مین ہم
اور شارح نے کتاب الصلوۃ مین سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا ذکر کیا ہے وفی القنیۃ لہ اکراہ طفلہ علی تعلم القرآن وادب وعلم لفرضیتہ علی الوالدین اور قنیہ مین ہے

کہ ولی کو جائز ہی اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اسکے فرض ہونے کے والدین پر ولہ ضرب الیتیم فیما یضرب ولدہ اور ولی کو جائز ہی یتیم کا مارنا اُن
امر میں جسمیں اپنے ولد کو مارتا ہی یعنی ترک صلوۃ وغیرہ میں جیسا صاحب بحر نے آثار اور اخبار سے یہ امر ثابت کیا ہی الصغر لا یمنع وجوب التعزیر فیجری بین الصبیان طفلی وجوب
تعزیر کی مانع نہیں تو تعزیر لڑکون مین بھی جاری ہی یعنی اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاوے وہذا لو حق عبد اما لو کان حق اللہ بان زنا او سرق منع الصغر منہ
مجتبی اور یہ یعنی عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہی اور اگر حق اللہ ہو اسطرح پر کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی تو طفلی تعزیر سے اسمین مانع ہی کذا فی المجتبی من حد او
عزر فہلک فدمہ ہدر الا امرأۃ عزرہا زوجہا بمثل امر فماتت لان تادیبہ مباح فیتقید بشرط السلامۃ قال المصنف وبہذا ظہر انہ لا یجب علی الزوج ضرب
زوجتہ اصلا جس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوئی پھر وہ مرگیا تو خون اُسکا رایگان اور باطل ہی یعنی ضمان نہین بسبب امتثال امر شارع کے مگر وہ عورت
جسکو اُسکے زوج نے تعزیر دی امور مذکورہ مین سو وہ مرگئی تو اُسکا خون باطل نہین اسواسطے کہ تادیب زوج کی مباح ہی تو مقید بشرط سلامتی کی ہوگی
مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج پر اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہین اسواسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہوتا ادعت علی
زوجہا ضربا فاحشا وثبت ذلک علیہ عزر کما لو ضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا فانہ یعزر ویضمنہ لو مات شمنی زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنی ضرب
زائد غیر معتاد کا دعوی کیا اور یہ دعوی گواہون سے اُسپر ثابت ہوگیا تو تعزیر دیا جاویگا چنانچہ اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اُسکو تعزیر دیجاوے گی
اور معلم ضامن ہوگا اُسکے خون کا اگر وہ اُس ضرب سے مرگیا کذا ذکرہ الشمنی ہم طحطاوی نے کہا زوجہ کے دعوے مین ضرب فاحش مجرد تصویر ہی قید نہین
اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہی کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ جب زوج زوجہ کو ناحق ماریگا تو اُسپر تعزیر واجب ہی شرح ملتقی مین ہی کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک زوج اور معلم
تعزیر مین ضامن نہین اور نہ باپ تادیب مین اور نہ دادا اور نہ وصی اگر ضرب معتاد ہو والا ضامن ہی باجماع فقہا وعن الثانی لو زاد القاضی علی مائۃ فمات فنصف
الدیۃ فی بیت المال لقتلہ بفعل ماذون فیہ وغیر ماذون فیتنصف زیلعی اور ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارے سو مضروب مرگیا
تو نصف دیت اُسکی بیت المال مین ہی یعنی اور نصف باقی قاضی پر بسبب اُسکے مقتول ہونے کے اس فعل سے جسمین شرع کا اذن تھا اور اُس فعل سے جسمین اذن
شرع نہ تھا تو دیت آدھون آدھ کیجایگی کذا فی شرح الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا یہ قول ضعیف معارض ہی ماتن کے قول کے یعنی جو حد اور تعزیر مین مرجاوے اُسکا خون
باطل ہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نہ کرتا فروع مسائل ملحقہ شارح کے ارتدت لتفارق زوجہا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیرہ بہ یفتی ملتقط
عورت مرتد ہوگئی اسواسطے کہ اپنے زوج کو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اُسکے اسلام لانے پر اور اسپر پچھتر کوڑے تعزیر دیا جاوین بقول ابو یوسف اور نکاح نہ کرے
غیر زوج سے اسیکا فتوی ہی کذا فی الملتقط ہم کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ ایسی عورت کی تجدید نکاح پر جبر کیا جاوے تھوڑے سے مہر پر ارتحل الی مذہب
الشافعی یعزر سراجیہ حنفی مذہب نے شافعی مذہب کی طرف انتقال کیا تو اُسکو تعزیر دیجاوے کذا فی السراجیہ ہم تعزیر اُسوقت ہی جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کو حقیر اور
باطل اعتقاد کرکے شافعی المذہب ہوجاوے اور اگر بضرورت انتقال کرے چنانچہ اتباع مذہب شافعی مین آسانی پاوے تو پھر تعزیر کا حکم نہین چنانچہ حموی نے تراجم
سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہوگیا پھر اُسنے مذہب اول کیطرف عود کرنیکا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت رہنا
امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوبتر ہی اور یہ جو بعضون نے کہا کہ اُسکو اشد تعزیر دے اسواسطے کہ اُسنے ادون یعنی کمتر از حقیر مذہب کی طرف انتقال کیا سو اس قول کو
کوئی پسند نہین کرتا متہور یعنی متعصب پر زور اور قول با انصاف وہ ہی جو محقق ابن الہمام نے کہا یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا انتقال کرنے والا اجتہاد
اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہی تو بلا رتبہ اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولی لائق تعزیر ہوگا انتہی تو اسمین مطلق انتقال کو موجب تعزیر کہا خواہ حنفی شافعی
ہوجاوے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہوجاوے وعلی ہذا القیاس مالکی حنبلی اور شرح ملتقی مین ہی کہ جو شافعی کہ حنفی ہوگیا پھر اُسنے مذہب اول کیطرف عود کیا
تو اُسپر تعزیر دیجاویگی بموجب ایک قول کے انتہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ وہ شخص تردد مین المذاہب ہے متلاعب ہوگیا یعنی مذاہب کے ساتھ لہو ولعب کرتا ہی

مستحق تعزیر ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض لیعزر حاوی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الحاوی یعنی چنانچہ یون کہے کہ مین زانی
نہین مراد یہ کہ تو زانی ہی تعزیر اسواسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہین جو قائل پر حد ہوتی زنی بامرأۃ میتۃ یعزر اختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الاختیار
ادعی علی اخر انہ وطی امتہ وحبلت فنقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلہ تعزیر المدعی عینیہ دعوی کیا دوسرے پر کہ اسنے اسکی لونڈی سے قربت کی
اور وہ حاملہ ہی تو اسکی قیمت ناقص ہو گئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی دلائی جاوے گی جو حاصل ہوا اور اگر مدعا علیہ قسم
کھائی عدم وطی کی بصورت عدم شہادت تو اسکو تعزیر مدعی کا اختیار ہی کذا فی المنیۃ وفی الاشباہ خدع امرأۃ انسان اخرجہا وزوجہا یحبس حتی یتوب او یموت لسعیہ
فی الارض بالفساد اور اشباہ مین ہی کسی نے فریب یا ایک آدمی کی عورت کو اور اسکو نکالا اور اسکا نکاح کر دیا تو فریبی بند قید کیا جاوے یہان تک کہ توبہ کرے یا قید
مین مر جاوے بسبب سعی کرنے اسشخص کے زمین میں فساد کے ساتھ من لہ دعوی علی اخر فلم یجدہ فامسک اہل المطلوب فحبسہ فہم یعزرون اور جس شخص کا دعوی تھا دوسرے پر سو
اسنے اسکو نہ پایا تو اسکے لوگون کو ظالمون کے پاس پکڑوا دیا اسنے انکو قید کیا اور انسے دلا لیا تو مدعی کو تعزیر دیا جاوے ویعزر علی الورع البارد کتعریف تمرۃ او تعزیر
دیا جاوے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ مانند ایک کھجور کے پہچانا تاتارخانیہ مین مروی ہی کہ خلافت عادلہ کے وقت مین ایک شخص نے کھجور کا ایک
پھل مدینہ کے بازار مین پایا سو اسکو اٹھا لیا اور پکارا کہتا تھا کہ کسی کی کھجور ہی اس فعل سے اسکو اپنے زہد اور تقوی کا اظہار خلق مین منظور تھا امیر المومنین عمر فاروق نے
یہ سنا اور مطلب اسکا پایا فرمایا کھا لے اسکو یا بارد الورع یہ وہ تقوی ہی جس سے حق تعالی بغض رکھتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ التعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط
نہین ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے ثم قال الشیخ الشافعی ذوا الھیات قلت قد فسرہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرہا وزاد الناطفی فی اجناسہ ان لم ینکر فیہ ضرب
التعزیر پھر صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر پیغمبر رولی الہیئات من عثراتہم کہا ہی میں کہتا ہون کہ ہمنے اشباہ مین ہم اصحاب حنفیہ کے
قول تنیہ سے مقدم کر کے لیے صاحبان مروت کے حق مین ہم تعزیر لیکنا علی الرفق کی ہی اور ناطفی نے اپنا اجناس مین اسقدر زیادہ کیا کہ اگر پہلی دفعہ ایسا ہو تو ساقط
ہی جب تک بار بار قصور نہ ہوا ہو مکرر ہونے مین تو تعزیر دیا جاوے گی طحطاوی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب شخص دوبارہ قصور کیا تو معلوم ہو گیا کہ وہ صاحب مروت نہین وفی الحد
تجافوا عن عقوبۃ ذوی المروۃ الا فی الحد اور حدیث مین ہی کہ درگذر کرو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سوا حد کے ہم نے حدیث دونون بیان کئے علم تعزیر صاحبان مروت پر دلیل ہی
وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اللہم انی ان یجی احدکم یوم القیمۃ بشعیر یحملہ علی رقبتہ لہا رغاء او بقرۃ لہا خوار او شاۃ لہا ثواج قال ہو ما خذ مشہور السارق
وبحث ہو تعلیق الاہ مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر اس حدیث مین کہ خدا تعالی سے کہ مین تو دے تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر اونٹ لاتا ہو کہ
بیل یا بکری کو لاتا ہو یا پھر بکری مین کی آواز کرتی ہوئی مناوی نے کہا کہ اسی حدیث سے اور اسکے مانند کو گنٹھا باندھنا تفضیح کے واسطے نکلتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہی کہ اس میں نے کہا کہ مکن ہی یہ گمان ہو کہ مجرم کی چوری یا خیانت وغیرہ کی حالت اس حدیث سے نکالی ہی لغت عرب مین مہا اونٹ کی آواز کو کہتے
اور خوار گائے بیل کی آواز کو کہتے ہیں اور ثواج لیعنی ثاء مثلثہ اور واو مشددہ ہمزہ مفتوحہ ہے ہوسکتے ہین یعنی بھیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہین کذا فی الطحطاوی ہم حدیث مذکور مین وارد
ہی یعنی جو جانور کہ چرایا ہو وہی جانور اسکی گردن پر قیامت کو لدا ہوا آوے گا فضیحت کرنے کو اشتغال مذہب سے یہان تک سب اقوال شارح اشباہ سے نقل کیے تتمہ اگر کسی کو
کسی نے یا مخنث کہا تو بہتر ہی کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلا دے تو جائز ہی اور اگر یون جواب دے بلکہ تو مخنث ہی تو کچھ مضائقہ نہین اگر غلام یا زوجہ بے ادبی کرے تو مولی اور زوج کو تادیب
حلال ہی اور جو شراب خوارون کی مجالس مین حاضر ہوتا ہو اسپر تعزیر ہی اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اور جسکے پاس شراب کے برتن ملے اور جو مقیم رمضان شریف مین کچھ کھاتا پیتا ہو تو حد الا تعزیر ہی اور
تعزیر ہی اور جو مسلمان شراب یا سود یا جوا کھاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور اسیطرح مغنی و مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر ہی اور حبس ہی یہان تک کہ توبہ کرین کذا فی فتح القدیر اگر
ایک نے دوسرے کو کہا یا سفلہ یا بے نماز تو اسپر تعزیر ہی اور اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علما سے فتوی لکھا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو مخاصم نے کہا کہ مین اسپر عمل نہین کرتا یا یون کہا کہ ایسا نہین ہی جیسا
العلما نے فتوی دیا ہی حالانکہ وہ شخص جاہل اہل علم کو حقارت سے ذکر کرتا ہی تو اسپر تعزیر واجب ہی آدمی کو مین بہتر یہ ہی کہ جب اس سے کہا جاوے کہ کون چیز موجب حد اور تعزیر ہی

تو اسکا جواب دے کتابت صکوک اور خطوط کی رو سے یعنے جعلی اسناد بنانا موجب تعزیر ہو احکام شرعی کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہو اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اسکی پگڑی اسپر سے اچھال دے بازار میں تو اسپر تعزیر ہو کذا فی العالمگیریہ

## کتاب السرقہ

یہ کتاب ہو سرقہ یعنے چوری کے احکام میں سرقہ بفتح سین و کسر راء مہملہ ہو اور بسکون را بھی جائز ہو چونکہ مقصود حدود سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہو لہذا حدود کے بعد کتاب السرقہ کا ذکر کرنا مناسب ہوا اسواسطے کہ مال سے مقصود جان اور آبرو کی حفاظت ہوتی ہی لغۃ اخذ الشیء من الغیر خفیۃ وتسمیۃ المسروق سرقۃ مجاز وہ یعنے چوری لغت میں غیر سے کسی چیز کے لینے کو کہتے ہیں چھپا کر اور مسروق کو جو سرقہ کہتے ہیں تو باعتبار مجاز کہتے ہیں اور سرقہ لغوی میں داخل ہو استراق السمع یعنی چھپکر غیر کی بات سننا کذا فی المنح وشرعا باعتبار الحرمۃ اخذہ کذلک بغیر حق نصابا کان ام لا اور شرع میں باعتبار حرام ہونے کے سرقہ اسیطرح کے لینے سے عبارت ہو یعنے غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب کے یا نہو وباعتبار القطع اخذ مکلف ولو انثی او عبدا او کافرا او مجنونا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے کے شرع میں سرقہ عبارت ہو مکلف کے لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر یا مجنون یعنے مجنون نے اپنے ہوش کی حالت میں چوری کی تو وہ بھی مکلف میں داخل ہو کذا فی النہر سرقہ میں رکن اخذ ہو اور باقی اور جنکو ماتن و شارح ذکر کرینگے وہ شرائط ہیں مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی و حکمی دونوکو شامل رہا اخذ حقیقی یہ ہو کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہ ہو کہ چند سارق کسی کے مکان میں داخل ہوں اور مال کو چرا دیں اور ایک شخص کی پیٹھ پر لاد کر گھر سے باہر نکلیں تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے بنا بر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صغیر اور مجنون نکل گئے کہ انپر قطع ید نہیں لیکن مال کی ضمانت ہو کذا فی البحر ناطق بصیر فلا یقطع اخرس لاحتمال نطقہ بشبہۃ ولا اعمی لجہلہ بمال غیرہ مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسکے شبہہ بیان کرنے کے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید ایسا شبہہ بیان کرتا جس میں قطع ید نہیں اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاویگا بسبب اسکی ناد انستگی کے مال غیر سے یعنے عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہو گو اسکو نادانستگی ہوئی ہو عشرۃ دراہم لم یقل مضروبۃ لما فی المغرب الدراہم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت ہو دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ کہا یعنے سکہ دار اسواسطے کہ مغرب میں ہو کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہو یعنے درم کی حقیقت میں ضرب داخل ہو تو اب ضرب کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہو کہ غیر مضروب کا درم نام نہیں ہو اس میں اختلاف ہو کہ ہر مقدار مال میں قطع ہو یا اس مقدار معین میں جس سے کمتر میں قطع نہیں پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہو بدلیل قرآن اور حدیث کے حق تعالی نے فرمایا السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما یعنے چور اور چورنی دونوں کا ہاتھ کاٹو یہ آیت مطلق ہو مقدار معین اسمیں مذکور نہیں اور حدیث متفق علیہ میں رسی اور انڈے کے چرانے میں قطع ید مذکور ہو اور انکے سوا جمیع فقہای امصار اور علمائے اقطار اس قول پر متفق ہیں کہ بدون مال معین کے قطع ید نہیں اسواسطے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث مرفوع متفق علیہ ہو لا قطع الا فی ربع دینار فصاعدا یعنے قطع نہیں مگر ربع دینار میں یا اس سے زیادہ میں تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب ہوئی درم یا ربع دینار کی قیمت کی رسی مراد ہو اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہو یا حدیث اول منسوخ ہو اگر کوئی کہے کہ شاید حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا وجہ ہو اسکا جواب یہ ہو کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہیں جو ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہو جاوے باقی رہی وجہ اولویت حمل سو وہ جمہور کی طرف ہو اسواسطے کہ باب الحدود میں تعارض کے وقت ماننا قول جمہور متعین ہو یعنے نظر باحتیاط دس درم مقدار حد کا معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اولی ہو علاوہ اسکے اجماع صحابہ کرام بھی اسی پر منقول ہو تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہو گیا اور عقل سے بھی اسواسطے کہ حقیر مطلق میں رغبت نہیں ہوتی تو اسکو کوئی روکتا بھی نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ تو آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہوں کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہو اور تخصیص آیت کی فقط جمہور ہی کے نزدیک نہیں بلکہ خوارج سے بھی بالاجماع مخصوص ہو پھر جنکے نزدیک مقدار معین قطع میں شرط ہو وہ تعیین مقدار میں مختلف ہیں تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک دس درم کی تعیین ہو اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہو اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ربع دینار یا تین درم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد میں عائشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہو کہ قطع کرو ربع دینار میں اور نہ قطع کرو اس سے کمتر میں اور ربع دینار اسوقت میں تین درم کا تھا امام مالک نے موطا میں کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھال کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور اصحاب حنفیہ کی دلیل یہ ہو کہ ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہوئی والاخذ بالاکثر

باب الحدود میں واسطے احتیال درء حد کے اولی ہے حاکم نے مستدرک میں مجاہد عن ایمن روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہین ہوا مگر ڈھال کی قیمت میں اور
قیمت اسکی اسوقت میں ایک دینار تھی ہرچند ایمن میں اختلاف ہے کہ صحابی ہے یا تابعی اگر صحابی ہے تو کچھ اشکال نہیں اور اگر تابعی ہے تو بقول ابو زرعہ رازی و ابن حبان ثقہ اور حجت ہے تو حدیث مرسل ہوئی اور
مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہیں بلکہ حجت ہے تو اسکا معتبر رکھنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہوا تین درہم یا دس درہم کا تو اخذ بالاکثر واجب
ہوا اسواسطے کہ شرع نے اس باب میں حد کا ثابت کرنا حتی الامکان واجب کیا اور تقویت قول کی نسائی کی روایت سے ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت رسالت کے وقت میں
دس درہم تھی اور یہ روایت دارقطنی اور مسند احمد اور اسحق بن راہویہ میں ثابت ہے اور ابن ابی شیبہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو بقدر ڈھال کے قیمت پہونچے تو اسکے صاحب یعنی چرانے والے کا
ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درہم تھی اور طبرانی نے معجم میں اور عبدالرزاق اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی کہ قطع نہیں مگر دینار میں یا دس درہم میں اور حدیث مرسل ہے
کہ قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کی حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہیں لیکن مسند ابو حنیفہ میں عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال کان تقطیع الید علی
عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہیں بلکہ موصول ہے اور ابن خسرو نے بروایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا تقطع الید فی اقل من عشرۃ دراہم
تو حدیث موصول مرفوع ہے اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجائے مرفوع تھی اسواسطے کہ مقدارات شرعیہ میں قیاس مجتہد کو دخل نہیں تو موقوف اسمیں محمول علی الرفع ہے کذا فی فتح القدیر ملخصا
جیاد او مقدارها فلا قطع بنقرۃ وزنہا عشرۃ لا تساوی عشرۃ مضروبۃ ولا بدینار قیمتہ دون عشرۃ سرقہ عبارت ہے کھرے دس درہم کے لینے سے یا بمقدار دس
درہم کے تو قطع نہیں اس چاندی کی ڈلی سے جو وزن میں دس درہم ہے مگر دس درہم مضروب کے برابر نہیں قیمت میں اور قطع نہیں اس دینار سے جسکی قیمت دس درہم سے کم ہے وتعتبر القیمۃ وقت
السرقۃ ووقت القطع ومکانہ فتقومہ عدلین لہما معرفۃ بالقیمۃ ولا قطع عند اختلاف المقومین ظہیریۃ اور معتبر ہے قیمت چوری کے وقت اور قطع ید کے وقت اور معتبر ہے
قیمت قطع کرنے کے مکان میں یعنی وہاں دو لوگ قیمت ٹھہرانے سے جنکو معرفت ہے قیمت کی اور قطع نہیں وقت قیمت ٹھہرانے والوں کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریۃ تو اگر ایک کپڑا چرایا جسکی قیمت
دس درہم تھی سو کاٹنے دوسرے شہر میں اسکو گرفتار کیا اور وہاں اسکی قیمت آٹھ درہم تھی تو قطع نہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص دس درہم یا زیادہ قیمت کرتا ہے اور دوسرا
اس سے کم تو قطع نہیں اور اگر نصاب سے زیادہ میں اختلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہیں مقصودۃ بالاخذ فلا قطع بثوب قیمتہ دون عشرۃ وفیہ دینار او دراہم مصرورۃ
الا اذا کان وعاء لہا عادۃ تجنیس یعنی دراہم جنکا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہیں اس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درہم سے کم ہے اور اسمیں ایک دینار یا دس درہم
بندھے ہیں اسواسطے کہ کپڑا لینا مقصود تھا نہ دینار اور دراہم مگر اس کپڑے کے لینے میں البتہ قطع ہے جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی التجنیس یعنی جیسا کہ دینار اور درہم کی
تھیلی لی تو البتہ قطع ہے اگرچہ اس میں بقدر نصاب ہے اسواسطے کہ تھیلی لینے میں دراہم مقصود ہوتے ہیں اگرچہ تھیلی کی قیمت ایک درہم سے کم ہو فظاہرہ الاخراج فلو ابتلع دینارا
فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر لتغوطہ بل یضمن مثلہ لانہ استہلکہ وہو سبب الضمان للحال یعنی دراہم جنکا نکال لینا سارق سے ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار
کو مکان محفوظ میں نگل لیا اور نکل آیا تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ دینار کا نکال لینا اسکے پیٹ سے ظاہر نہیں اور انتظار نہ کیا جاویگا اسکے ہگنے کا بلکہ مثل اسی دینار کے اس سے
ضمان لیا جاویگا اسواسطے کہ اسنے اسکو ہلاک کیا اور استہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہے خفیۃ ابتداء وانتہاء لو الاخذ نہارا وہو ما بین العشائین ابتداء
فقط لو لیلا یعنی چھپ کر ہو ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت بھی دن میں داخل ہے اور فقط ابتدا میں اخفا شرط ہے اگر رات ہو تو ہم اخفا کی قید
سے غارتگری اور بزور چھین لینا اور ہاتھ سے اچک لینا سرقہ کی تعریف سے نکلگیا پھر اگر چوری دن میں ہوئی شہر کے اندر تو اخفا شرط ہے ابتدا میں بھی اور انتہا میں
بھی اور عشا تک دن میں اسواسطے داخل ہوا کہ اسوقت تک آمدورفت آدمیوں کی ہوا کرتی ہے اور اگر رات میں چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا اخفا شرط ہے نہ انتہا کا تو اگر سارق رات کو گھر میں
داخل ہوا بطور خفیہ پھر اسنے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقاتلہ تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا خفیہ اولی پر اکتفا کر کے کذا فی المنح وہل العبرۃ لزعم السارق ام لزعم احدہما خلاف واخفا میں کیا
سارق کے گمان کا اعتبار ہے یا سارق اور صاحب مال میں سے کسی ایک کا اسمیں خلاف ہے محل اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب سارق نے گمان کیا کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور لاعلمی
صاحب خانہ کو اسکا علم نہیں تو شرح زیلعی میں کہا کہ اس صورت میں قطع نہیں اسواسطے کہ سارق کے گمان میں خفیہ نہیں بلکہ اسنے کھلکر لیا اور خلاصہ اور محیط اور

عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جاتا تھا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دس درہم میں

ذخیرہ مین قطع مذکور ہو اسواسطے کہ دونون مین سے ایک کے گمان مین خفیہ ہونا کافی ہو اور یہ مسئلہ رباعی ہو یعنے اسمین چار صورتین ہین پہلی صورت یہ ہو سارق اور صاحب خانہ دونون کو علم ہوا اسمین قطع نہین بالاتفاق دوسری صورت یہ ہو کہ دونونکو علم نہین اسمین قطع ہو بالاتفاق تیسری صورت یہ ہو کہ صاحب خانہ جانتا ہو اور سارق کو اُسکے علم کا علم نہین تو ظاہر اسمین بھی قطع ہو بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی من صاحب ید صحیحۃ فلا یقطع السارق من السارق فتح لینا مال کا اس شخص سے ہو جسکا قبضہ صحیح ہو تو جسنے چور کے پاس چوری کی اُسپر قطع نہین کذا فے الفتح مما لا یتسارع الیہ الفساد کلحم و فواکہۃ مجتبے مال مسروق اس قسم سے ہو جو جلد نہ بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوے کذا فے المجتبے تو انکی چوری مین گو بقدر نصاب ہون قطع نہین ولا بد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا قطع بسرقۃ خمر مسلم مسلما کان السارق او ذمیا و کذا الذمے اذا سرق من ذمے خمرا او خنزیرا او میتۃ لا یقطع لعدم تقومہا عندنا ذکرہ الباقانے اور ضرور ہو مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنے ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہین مسلمان کی شراب چرا لینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی اور اسیطرح جب کہ ذمی دوسرے ذمی سے شراب یا سور یا مردار کو چرا وے تو قطع نہین اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہین ہمارے یعنے اہل اسلام کے نزدیک اس شرط کو باقانی نے مذکور کیا ہو حلبی نے کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہین جب کہ مسلم ذمی کی شراب چرا وے تو اگر یون کہتا کہ لا قطع بسرقۃ خمر یعنے قطع نہین شراب کی چوری سے تو اختصر اور اشمل ہوتا فی دار العدل فلا قطع بسرقۃ فی دار حرب او بغے بدائع چوری دار العدل یعنے دار الاسلام مین ہو تو قطع نہین دار الحرب یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدایع تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب مین چرایا پھر جب دار الاسلام مین آئے تو چور گرفتار ہوا تو امام اسکا ہاتھ نہ کاٹیگا کذا فی البحر من حرز بمرۃ واحدۃ اتحد مالکہ ام تعدد چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہون ہم حرز یعنے حفاظت کا مکان دو قسم ہو ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز بغیرہ حرز بنفسہ وہ مکان ہو جو حفاظت کے واسطے بنا ہوا اور اسمین جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو چنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہو جو حفاظت مال کے واسطے نہین بنا مگر اسمین نگہبان موجود ہو چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قینہ مین ہو کہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چرایا تو اسمین قطع ہو کذا فی البحر اور ایکبارگی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسرے بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو قطع نہین بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان مین تخلل واقع ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہین واقع ہوا اور باوجود اسکے دو بار مین نکالا تو یہ ایک ہی چوری ہو تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک سے معلوم ہو کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع ہو اور اگر دو شخصون نے بقدر نصاب ایک کا مال چرایا تو دونون پر قطع نہین اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق مین ہو نہ مالک کے حق مین بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر لا شبہۃ ولا تاویل فیہ و ثبت ذلک عند الامام کما ستقف علیہ ہو نہ شبہہ ہو اس لینے مین نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ یہ عنقریب واضح ہوگا ہم شبہہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جسنے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اسمین قطع نہین اسواسطے کہ اسمین تلاوت کرنیکی تاویل ممکن ہو یعنے سارق کہ سکتا ہو کہ مین نے چرایا نہین بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا فیقطع ان اقر بہا مرۃ والیہ رجع الثانے طائعا جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوئی تو اب ہاتھ سارق کا قطع کیا جاویگا اگر اُسنے ایکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایکبار کے اقرار کے طرف رجوع کیا اور اول وہ اُسکے قائل تھے کہ دو مجلسون مین دو بار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہو فاقرارہ بہا کرہا باطل و من المتاخرین من افتے بصحتہ ظہیریہ زاد القہستانے معزیا لخزانۃ المفتیین و یحل ضربہ لیقر و سیحققہ تو چوری کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی سے باطل ہو اور بعضے متاخرین نے صحت اکراہ کا فتوے دیا ہو کذا فی الظہیریہ اور قہستانی نے خزانۃ المفتیین کی طرف نسبت کرکے اتنا اور زیادہ کیا ہو کہ سارق کا مارنا بھی حلال ہو تاکہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے او شہد رجلان اور قطع ید ہوگا اگر دو مرد گواہی دین چوری کی ہم مصنف نے دو مردون کی قید اسواسطے لگائی کہ عورتون کی گواہی اسمین مقبول نہین اور اقرار شہادت مین حصر کرنے کی حجت سے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادۃ سے اور قسم کے انکار سے قطع نہین اگرچہ ضمان مال ہو کذا فے المنح ولو عبدا بشرط حضرۃ مولاہ ولا تقبل علے اقرارہ ولو بحضرتہ اور اگر سارق غلام ہو تو حضور اُسکے مولے کا شرط ہو شہادت کی اور گواہی مقبول

نہین غلام کے اقرار پر اگرچہ مولی کے سامنے ہو ۔ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب گواہون نے گواہی دی عبد ماذون کی دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اُسکا مالک موجود ہی تو بالاتفاق قطع ہی اور اگر مال قائم ہی تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولی غائب ہی تو امام کے نزدیک قطع نہین اور سرقہ کا ضمان ہی اور اگر شاہدون نے کمتر نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال دینے کا حکم کرے قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہو **وسألهما الامام کیف ہی واین ہی وکم ہی زاد فی الدرر وما ہی ومتی ہی وممن سرق دفعا للاحتیال** للدرء اور سوال کرے امام گواہون سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہان ہوئی اور کتنی ہوئی درر مین دو سوال زیادہ مذکور ہین کہ چوری کسکو کہتے ہین اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونون گواہ ان سوالات کا جواب بیان کرین یہ سوالات حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہین ہم کیفیت سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہی کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر مین اور بلا دخول ہاتھ ڈالکر چوری کی ہو تو اس مین قطع نہین ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ یہ شخص اُچکا ہوا نہ چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہی کہ دار الحرب مین چوری کی ہو یا ستامن کا مال دار الاسلام مین چرایا ہو کہ اس مین قطع نہین اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہی کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہی کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجود سے شاہدون نے اسکو چوری کی طرف منسوب کیا ہو اور تا کہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمانہ سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہی اسواسطے کہ حدود خالصہ مین تقادم یعنے مدت گذرنا مبطل شہادت ہی اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے ہی کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی **ویحبسہ حتی یسأل عن الشہود لعدم الکفالۃ فی الحدود** اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم قید مین رکھے سارق کو تا شاہدون کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا واسطے نہونے حاضر ضامنی کے ہی حدود مین یعنے حدود مین حاضر ضامنی جائز نہین تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا چاہیے تا بھاگ نجاوے **ویسأل المقر عن الکل الا الزمان وما فی الفتح الا المکان تحریف** نہر اور حاکم چوری کے اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکور کا سوال کرے سوائے زمانے کے اور یہ جو فتح القدیر مین ہی کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نہ کرے یہ تحریف ہی کذا فی النہر الفائق ہم مقر سے زمان کا سوال اسواسطے نہین کہ تقادم مانع اقرار کا نہین اور فتح القدیر کے بعض نسخون مین ہی کہ سوائے مکان کے باقی شروط سے سوال کرے گویا یہ تحریف ہی حق یہ ہی کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب مین چوری کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت مین چوری کی ہو **وصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان ضمن المال وکذا لو رجع احدہم وقال ہو مالی او شہدا علی اقرارہ بہا وہو یجحد او یسکت فلا قطع شرح وہبانیۃ** او صحیح ہی رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اس حالت مین ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسی طرح رجوع صحیح ہوا اگر سب چورون مین ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یون کہا کہ وہ میرا مال ہی یا دو گواہون نے اسکی چوری کے اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہی یا ساکت ہی تو قطع نہین کذا فی شرح الوہبانیہ ہم محیط مین مذکور ہی کہ دو شخصون نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونون سے ساقط ہوگیا اسواسطے کہ بعد ثبوت شرکت کے چوری مین جب راجع سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابری کو چاہتی ہی کذا فی المنح **فان اقر بہا ثم ہرب فلان فی فورہ لا یتبع بخلاف الشہادۃ** کذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا قید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگ گیا اگر فوراً بھاگا پھر وا اقرار کے تو اسکا پیچھا نہ کیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اُسکے بعد اگر بھاگے گا تو گرفتار کیا جاویگا اسیطرح نقل کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہرا تنافی ہوئی دونون نقلون مین ہم طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یون تعبیر کرنا تھا فان اقر بہا ثم ہرب ولو فی فورہ یعنے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اگرچہ فی الفور بھاگا اُسکا پیچھا نہ کیا جاویگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہی کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہین ساقط ہوتا ہی اسکا بھاگنا اسکے رجوع قول کے برابر ہی اور رجوع صریح لفظ مین حکم مختلف نہین فی الفور اور تراخی مین تو اسوقت مین شرح وہبانیہ کی نقل مین کچھ منافات نہین اور فتاوی علامہ ظہیرین مین بھی محیط سے موافق صاحب الفوائد کے ولو فی فورہ ہی یعنے ان متصلہ ہی نہ منفصلہ **ولا قطع بنکول واقرار مولی علی عبدہ بہا وان لزم المال** اور قطع نہین سارق کے قسم نکھانے سے اور مولے کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہی اپنی ذات پر اقرار کرنے سے ہم جب عدم سرقہ کی قسم نکھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولے کا اقرار صحیح ہی **السارق لا یفتی بعقوبتہ لانہ جور** تجنیس وعزاہ القہستانی للواقعات معزیا للمحیط اور

خلاف الشرع ومثله في السراجية اور فتوی نہین سارق کی عقوبت اور ضرب پر تا چوری کا اقرار کرے اسواسطے کہ اسکا مارنا ظلم ہے اور قہستانی نے اسکو واقعات کی
طرف نسبت کیا ہے اسطرح دلیل لاکر کہ مارنا اسکا خلاف شرع ہے اور مانند اسکے سراجیہ مین ہے ونقل عن التجنيس عن عصام انه سئل عن سارق منكر فقال عليه اليمين فقال
الامير سارق ويمين هاتوا بالسوط فما ضربوه عشرة حتى اقر فاتى بالسرقة فقال سبحان الله ما رايت جورا يشبه بالعدل من هذا اور تجنیس سے منقول ہے کہ عصام
بن یوسف سے سوال ہوا اُس سارق سے جو چوری کا منکر ہے تو جواب دیا کہ اسپر قسم ہے تو امیر بلخ نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا
کیا خوف ہوگا کوڑا لاؤ سو مارنیوالون نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اُسنے چوری کا اقرار کیا پھر چوری کا مال لا دیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ یعنے کوئی ظلم مشابہ
بعدل اس سے زیادہ نہین دیکھا كذا في المنح وفي اكراه البزازية من المشائخ من افتى بصحة اقراره بها كرها اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ مین ہے بعضے مشائخ نے چوری کا اقرار زبردستی
کروانے کی صحت کا فتوی دیا ہے یعنی ضمان کے حق مین نہ قطع کے حق مین وعن الحسن يحل ضربه حتى يقر ما لم يظهر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ضرب سارق کی حلال ہے یہانتک
کہ چوری کا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہو جس سے ہڈی کھلجاوے ونقل المصنف عن ابن الغرس الحنفي صح انه عليه الصلوة والسلام امر الزبير بن العوام بتعذيب بعض المعاهدين
حين كتم كنز حيي بن اخطب فدلهم على المال قال وهو الذي يسع الناس وعليه العمل والا فالشهادة على السرقات اندر الامور اور مصنف نے اپنی شرح مین
قاضی القضاة ابن الغرس حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوة والسلام نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بعضے معاہدین کو مارنیکا
حکم دیا جب کہ اُنھون نے حیی بن اخطب یہودی کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اُسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اُسکو مارا تو اُسنے بتا دیا کہا قاضی
مذکور نے کہ یہ وہ حدیث ہے کہ جسمین لوگون کو وسعت ہے اور اسی پر عمل ہے اور نہین تو چوریون پر گواہی کا ہونا نہایت قلیل الوجود امر ہے كذا في المنح ثم نقل
عن الزيلعي في آخر باب قطع الطريق جواز ذلك سياسة واقره المصنف ثم الشيخ ابن الكمال زاد في النهر وينبغي التعويل عليه في زماننا لغلبة الفساد
ونقل في التجنيس على هذا ثم پھر مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر مین اسکا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع
صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا نہر الفائق مین اتنا زیادہ ہے کہ سارق منکر کی جواز عقوبت پر اعتماد کرنا ہمارے زمانے مین لائق ہے اور بحر اور تجنیس سے بسبب
غلبہ فساد کے اور تجنیس مین عقوبت سارق کو ظلم کہا ہے وہ علماء سابق کے زمانے پر محمول ہے اسلئے اسوقت اتنا فساد غالب نہ تھا تو عقوبت کی چندان
حاجت نہ تھی ہم مصنف نے آخر باب قطع مین قول مذکور یون نقل کیا ہے کہ زیلعی نے تصریح کی ہے کہ عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہے اور از قبیل سیاست
ہے جو فقیہ ابوبکر اعمش سے منقول ہے کہ اگر مدعا علیہ چوری کا انکار کرے تو امام کو جائز ہے کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اُسکا گمان غالب ہے کہ وہ سارق ہے اور مال
مسروق اُسکے پاس ہے تو اُسکو مارے اور یہی عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہے چنانچہ امام فاسق کو کہ پاس شراب کی مجلس مین کسیکو بیٹھا دیکھے اور چنانچہ اُسکو چورون کے ساتھ
چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہے چنانچہ کوئی شخص کسی کے اوپر میان سے تلوار کھینچکر دوڑے اور اُسکو گمان غالب ہے کہ یہ مجکو قتل کریگا كذا في المنح ثم نقل
المصنف قبله عن القنية لو كسر سنه او يده ضمن الشاكي ارشه كالمال لو حصل ذلك بتسور الجدار او مات بالضرب لندرته پھر مصنف نے قبل زیلعی کے قول
کے قنیہ سے نقل کیا ہے شرح مین کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اسکو مارا اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ
کرنیوالا اُس دانت یا ہاتھ کی دیت کا ضمان دیگا مانند مال کے ضامن ہوگا اگر یہ حاصل ہوا اُسکی دیوار کے چڑھنے سے یعنے اگر قیدخانہ کی دیوار پر چڑھا بھاگنے کے واسطے
اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا اور وہ شخص ضرب کے صدمہ سے مرگیا تو مدعی نالش کرنیوالا اُسکا ضامن نہوگا اسواسطے کہ اسمین مرجانا قلیل الوجود ہے تو اُسکی نالش غالبا اُسکا سبب
نہین ہوسکتی كذا في المنح ملخصا وعن الذخيرة لو صعد السطح ليفر خوف التعذيب فسقط فمات ثم ظهرت السرقة على يد آخر كان للورثة اخذ الشاكي بدية ابيهم
الا اذا زاد السلطان التعذيب في هذا التسبيب ويسمى في الفصول اور مصنف نے شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعوی کیا
اور سلطان کے پاس اُسکو گرفتار کرایا اور وہ ایکبار مار دلائی پھر قیدخانہ مین قید کردیا تو اگر وہ قیدخانہ کی چھت پر چڑھ گیا تاکہ مار کے خوف سے بھاگ جاوے

اگر وہ گرفتار اور مر گیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اُسکے وارثون کو اپنے باپ کا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اُسنے دیا نالش کرنیوالے سے لینا جائز ہی بسبب
اُسکی تعدی کے اس تسبیب مین یعنی جو کچھ ہوا اُسکے سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اسکا ذکر کتاب الغصب مین آویگا وقضی بالقطع ببینة او اقرار فقال المسروق منه هذا متاعه لم یسرقه
منی وانما کنت اودعته او قال شهد شهودی بزور او اقر هو بباطل فیما اشبه ذلک فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے پھر مسروق منه
یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہون نے جھوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچھ اور کہا تو قطع نہین ہم بعض علما کے قول پر مدعی مذکور
کو تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ نیکوکار مشہور ہو کذا فی الطحطاوی وندب تلقینه کیلا یقر بالسرقة اور امام کو مستحب ہی تلقین سارق کی تاکہ چوری کا اقرار نہ کرے ہم یہ تلقین حد ٹالنے
کے واسطے ہی چنانچہ روایت ہی کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو کر آیا تو فرمایا کہ کیا اُسنے چوری کی ہی مین یہ نہین گمان کرتا ہون کہ اُسنے چوری کی ہو
کذا فی المنح کما لا قطع لو شهد کافران علی کافر ومسلم بها ای بسرقة ای لکافر والمسلم ظهیریه چنانچہ اگر گواہی دی دو کافرون نے ایک کافر اور ایک مسلمان کی چوری پر تو
قطع نہین ہی دونون کے حق مین یعنی کافر اور مسلم دونون کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے کذا فی الظہیریہ فقط ولو تشارک جمع واصاب کل قدر نصاب قطعوا وان اخذ المال
بعضهم استحسانا لسد باب الفساد ولو فیهم صغیر او مجنون او معتوه او محرم لم یقطع احد شریک ہوا ایک گروہ چوری مین اور حصہ پایا ہر شخص نے بقدر نصاب کے
تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے اگرچہ اُس مال کو انہین سے بعضون نے چورایا ہو بنا بر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنے کے واسطے اور اگر چورون کے گروہ مین صغیر
یا مجنون یا غافل بیہوش یا صاحب مال کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ہم سب کا ہاتھ اُسوقت کاٹا جاویگا جب سب جماعت حرز مین داخل ہو کذا فی الہدایہ و فتح القدیر
مین ہی کہ اگر بعضے اندر جاوین اور حصے مین سب شریک ہون تو اُسیکا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر گیا اگر وہ بعینہ معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو سب تعزیر کیواسطے دائم الحبس کیے جاوین یہان تک
کہ توبہ کرین کذا فی الطحطاوی وشرط للقطع حضور شاهدیها وقت القطع کحضور المدعی بنفسه حتی لو غابا او ماتا لا قطع وهذا فی کل حد سوی رجم وقود
قلت لکن نقل المصنف فی الباب الاتی تصحیح خلافه فتنبه او شرط ہی قطع کیواسطے حاضر ہونا چوری کے دونون شاہدون کا قطع کرنے کے وقت جیسے حضور مدعی
بذات خود شرط ہی یہان تک کہ اگر دونون شاہد اسوقت غائب ہون یا مر گئے ہون تو قطع نہین اور یہ یعنی حضور گواہون کا ہر حد مین شرط ہی سوا رجم اور قصاص کے
کذا فی البحرین کہتا ہون مصنف نے اگلے باب مین اُسکے مخالف کی تصحیح نقل کی ہی یعنی شرح منظومہ سے قطع مین عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہی سو آگاہ رہنا ہم استثنا رجم
کا مخالف سابق کے ہی اسواسطے کہ حد زنا مین مذکور ہو چکا کہ جب شاہد غائب ہون یا مر جاوین تو حد ساقط ہی ویقطع بساج وقنا وآبنوس بفتح الباء وعود ومسک وادهان
وورس وزعفران وصندل وعنبر وفصوص خضر ای زمرد ویاقوت وزبرجد ولؤلؤ ولعل وفیروزج واناء وباب غیر مرکب لو متخذین من خشب اور ہاتھ کاٹا جاویگا
ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل اور عنبر اور سبز نگینون یعنی زمرد سے اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ اور
برتن اور غیر مرکب دروازہ کی چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو ہم اور دروازہ مرکب کی چوری سے قطع نہین کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اُٹھ سکتا ہو جیسے
لکڑی کی چوری مین قطع نہین لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات مین قطع ہی اسواسطے کہ یہ نفیس مال ہین لہذا مکان محفوظ مین رکھے جاتے ہین اور دار الاسلام مین مباح الاصل
نہین ملتے ہین تو قائم مقام چاندی سونے کے ہو گئیں اور منح الغفار مین ہی کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہی چھلکا اوسکا سرخی ہوتی ہی اور لکڑی اسکی سخت ہوتی ہی مانند پتھر کے
اور ساگون اور آبنوس سوائے ہند کے کہین نہین ہوتا اور قنا جمع ہی قناة کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہی یاقوت سبز کے مشابہ بحر الجواہر مین ہی کہ زمرد اور زبرجد صاحب
دیوان ادب و صحاح کے نزدیک ایک ہی چیز ہی اور صاحب کشاف اور اُسکے محشیون کے نزدیک جوہر مختلف الحقیقة ہین فتح کذا الکمال لانها من اعز الاموال وانفسها ولا یوجد
فی دار العدل مباح الاصل غیر مرغوب فیه هذا هو الاصل اور اسیطرح قطع ہی ایسے ہر ایک مال کی چوری سے جو بہت عزیز اور نہایت نفیس مال ہی اور دار العدل یعنی
دار الاسلام مین مباح الاصل نہین پایا جاتا جسمین رغبت اور خواہش نہو یہی قاعدہ اصل ہی قطع مین ہم عزیز اور نفیس مال کی قید سے گھاس وغیرہ نکل گیا اور غیر مملوک چیزین نکل گئین کہ
انمین قطع نہین اور مباح الاصل کی قید سے گیرو وغیرہ نکل گیا اور غیر مرغوب کی قید سے ثقیل دروازہ نکل گیا جو ایک آدمی سے نہ اُٹھ سکے اور مفتی ابو السعود نے

کہا کہ اس کتاب میں سونا اور چاندی یا موتی اور جواہر نکل گئے اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ دار الاسلام میں مباح الاصل ہیں لیکن عزیز و مرغوب ہیں لا القطع بتافہ ای حقیر توجد مباحا فی دار الاسلام
لا کخشب و حلاوۃ قطع نہیں اس حقیر چیز کی چوری سے جو دار الاسلام میں مباح پائی جاتی ہے جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ میں بنا بر عادت کے نہیں رکھی جاتی ہے تو جس لکڑی کو
محفوظ مکان میں رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو گڑھا اور بنانے سے قیمتی ہو گئی ہو تو اسکی چوری میں قطع ہے کذا فی البحر و فتح القدیر میں آیا
کہ مصنف ابن شیبہ میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت میں شی تافہ یعنی حقیر چیز میں قطع نہ ہوتا تھا سارق کا و حشیش
و قصب و سمک و لو ملیحا و طیر و لو بطا و دجاجا فی الاصح غایۃ اور قطع نہیں گھاس اور نرکل اور مچھلی اور چڑیوں کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور اگرچہ چڑیا بطخ یا
مرغی مرغا ہو کذا فی غایۃ البیان و صید و زرنیخ و مغرۃ و نورۃ زاد فی المجتبی و اشنان و فحم و ملح و خزف و زجاج لسرعۃ کسرہ اور قطع نہیں شکار اور ہڑتال اور گیرو
اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی میں اتنا زیادہ کیا ہے اور اشنان اور کوئلا اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اسکی جلد ٹوٹ جانے کے سبب سے و ما یتسارع فسادہ
کلبن و لحم و لو قدیدا و کل مہیا للاکل کخبز و لو فی ایام قحط لا قطع بطعام مطلقا تتمۃ اور نہ اس چیز کی چوری سے قطع ہے جو جلد بگڑ جاتی ہو جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ
خشک گوشت ہو اور جو چیز کھانے کے واسطے تیار کی گئی ہو جیسے روٹی تو اسمیں قطع نہیں اور قحط کے دنوں میں قطع نہیں کسی طعام کی چوری سے مطلقا کذا
فی الشمنی ہم ارزانی کے دنوں میں طعام پختہ میں قطع نہیں اور غیر پختہ چنانچہ گیہوں میں قطع ہے اور قحط میں پختہ اور خام کسی میں قطع نہیں اس واسطے کہ حدیث میں وارد
ہے کہ قحط کی بھوک میں قطع نہیں اور عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قحط کے سال قطع نہیں کذا فی الفتح والبحر و فاکہۃ رطبۃ و ثمر علی شجر و بطیخ و کل ما لا یبقی حولا اور قطع
نہیں تر میووں کی چوری سے اور درخت پر کے پھل سے اور خربوزے سے اور اس ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہیں رہتی ہے اور ترمیوہ کی قید سے خشک میوہ نکل گیا تو
خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری سے قطع ہے کذا فی البحر و زرع لم یحصد لعدم الاحراز اور جو کھیت ہنوز کاٹا نہیں گیا اسکی چوری سے قطع نہیں بسبب عدم احراز کے
یعنی مکان محفوظ میں نہیں رکھا گیا کہ سرقہ اسپر صادق ہو و اشربۃ مطربۃ و لو الاناء ذہبا اور اشربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ برتن اسکا سونے کا ہو
اشربہ مطربہ سے وہ پینے کی چیزیں مراد ہیں جو نشا کرتی ہوں اگرچہ مسکر سونے کے برتن میں ہو اس واسطے کہ برتن تابع ہے یہاں مقصود بالذات شراب مسکر ہے اس واسطے
قطع نہیں کہ بعضے انہیں حرام ہیں تو لینا اسکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضوں کی اباحت میں اختلاف ہے تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع میں و آلات لہو و لو طبل الغزاۃ
فی الاصح لان صلاحیتہ للہو صارت شبہۃ غایۃ اور باجوں کی چوری میں قطع نہیں اگرچہ غازیوں کا طبل ہو قول اصح میں اس واسطے کہ اسکا لہو و لعب کے
لائق ہونا موجب شبہہ کا ہو گیا کذا فی غایۃ البیان ہم آلات لہو یعنی باجے جیسے دف و طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہیں صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہے
تو اسکے توڑنیوالے پر ضمان نہیں اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ انکی قیمت ہے لیکن چرانا انکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی المنح و صلیب ذہب
او فضۃ و شطرنج و نرد لتاویل الکسر نہیا عن المنکر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہیں نہی عن المنکر کی تاویل سے یعنی اسکا
لینا توڑنے پر محمول ہوگا ہم صلیب یعنی چلیپا تمثال ہے جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ چلیپا دو لکڑیاں ہیں ایک کو دوسری پر ضم کرتے ہیں اس طرح
ہے نصاری کے گمان کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اسکو متبرک جانتے ہیں اور شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور مہملہ سے بھی پڑھنا جائز ہے اور نرد بفتح نون ایک
کھیل ہے جسکو اہل فرنگ کھیلتے ہیں کذا فی الطحطاوی و باب مسجد و دار لانہ حرز لا محرز اور قطع نہیں مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اس واسطے کہ دروازہ غیر کی حفاظت
کے واسطے ہے خود محفوظ نہیں و مصحف و صبی حر و لو محلیین لان الحلیۃ تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ مصحف یا صغیر زیور دار ہوں اس واسطے
کہ زیور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہیں ہم مصحف میں اس واسطے قطع نہیں کہ شاید تلاوت کیواسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہے تو تعلم کا احتمال ہے اور صغیر حر کی چوری
میں یہ احتمال ہے کہ شاید چپ کرنے کیواسطے یا دایہ کو دینے کیواسطے اسکو لیا ہو کذا فی المنح و عبد کبیر یعبر عن نفسہ لو نائما او مجنونا او اعمی لانہ اما غصب او خداع اور ایسے
غلام کبیر کی چوری سے قطع نہیں جو باتمیز ہے یعنی اپنا حال بیان کر سکتا ہے اگرچہ اسکے لینے کے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون یا اندھا ہو اس واسطے کہ عبد کبیر کا لینا یا غصب ہے

یا فریب دینا ہی سرقہ نہیں جو قطع لازم آوے ہم عبد کبیر صغیر غلام مراد ہی جو اپنا حال بیان کرسکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ کذا فی البحر و دفاتر غیر الحساب لانہا لو شرعیۃ ککتب
تفسیر وحدیث وفقہ فکمصحف والا فکطنبور اور سوائے حساب کے اوراق مکتوبہ کی چوری سے قطع نہیں اسواسطے کہ اگر وہ شرعی ہیں جیسے تفسیر و حدیث اور فقہ کی کتابیں
تو وہ حکم میں قرآن کے مانند ہیں یعنی باحتمال تلاوت قطع ساقط ہے اور اگر کتب شرعیہ نہیں تو طنبور کے حکم میں ہیں یعنی باحتمال نہی عن المنکر انمیں بھی قطع نہیں ہم
شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر اور دواوین اور کتب حکمت میں قطع ہے اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر سحر
کی کتب کا سارق اسکا شبہ نہیں ہے تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا بخلاف العبد الصغیر و دفاتر الحساب الماضی حسابہا لان المقصود ورقہا فیقطع ان بلغ نصابا وانما
الاولیٰ ما فیہا المقصود علم ما فیہا وہو لیس بمال فلا قطع بلا فرق بین دفاتر تجار و دیوان واوقاف نہر بخلاف صغیر غلام کی چوری کے اور اُن حساب کے دفتروں کی
چوری کے جنکے حساب کتاب سے فراغت ہو چکی کہ اس چوری میں قطع ہے اسواسطے کہ ایسے دفتروں کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہی ہیں حساب کا دریافت کرنا تو مقصود نہ
ہوگا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب پہونچے اور ایسے دفتر جنکے حساب سے ہنوز فراغت نہیں ہو جب سکے لینا دینا باقی ہے تو اُنکے لینے سے اُسکا حساب دریافت کرنا مقصود
ہوا اور پیہ ریا امانت کرنا مال نہیں ہے تو لہٰذا قطع نہیں اسکی چوری میں بلا فرق سوداگر اور کچہری اور اوقاف کی بہی کے کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگروں کی بہیاں ہوں یا حاکم کی کچہری
کی یا اوقاف کی بہیاں ہوں کسی میں قطع نہیں ہے بصورت عدم فراغت حساب اور اسصورت میں اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونے کے ساقط الاعتبار ہے و کلب و فہد
ولو علیہ طوق ذہب فی سبب علم السارق بہ اولا لانہ تبع اور قطع نہیں کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اُسکی گردن میں سونے کا طوق ہو سارق کو اُسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ
طوق تابع ہے تو ساقط الاعتبار ہے ولا بخیانۃ فی ودیعۃ ونہب ای اخذ قہرا واختلاس ای اختطاف لانتفاء الرکن اور قطع نہیں امانت میں خیانت کرنے سے اور غارتگری
سے یعنی زبردستی لینے اور دست برد سے یعنی جھپٹا مارنے سے بسبب منتفی ہونے رکن کے یعنی خیانت میں حرز نہیں اور نہب اور اختلاس میں چھپا کر لینا موجود نہیں جبکہ رکن [illegible]
نہوا تو قطع کیونکر ہو نہب اور اختلاس علانیہ لینے میں دونوں برابر ہیں لیکن اختلاس میں سرعت اختطاف داخل ہے اور نہب میں داخل نہیں جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے کہ
لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع کذا فی المنح و نبش القبور ولو کان القبر فی بیت مقفل فی الاصح او کان الثوب غیر الکفن بل لو سرق من بیت فیہ قبر او میت
لما ولہ بزیارۃ القبر او التجہیز للاذن بدخولہ عادۃ ولو اعتادہ قطع سیاسۃ اور نبش قبر سے یعنی کفن چور پر جو بعد دفن کے مردوں کا کفن چراوے قطع نہیں اگرچہ قبر مقفل کوٹھری
میں ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چرایا غیر کفن ہو یا اگر اُسکو چرایا اُس کوٹھری سے جسمیں قبر یا مردہ ہے بسبب تاویل ہونے اُسکے دخول کے واسطے زیارت قبر یا تجہیز
میت کے اور بسبب اجازت اسکے دخول کے بنا بر عادت کے اور اگر اُسکی عادت پڑ گئی ہو کفن چرانے کی تو قطع کیا جاویگا بنا بر سیاست کے نہ بنا بر حد کے و مال عامۃ او مشترک
حقہ فیہ کما استار الکعبۃ ومال وقف لعدم المالک بحر اور قطع نہیں بیت المال کے مال اور مشترک مال چرانے سے اور مسجد کی چٹائیاں اور کعبہ کے غلاف اور وقف کے
مال چرانے سے بسبب نہونے مالک کے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی تعلیل عدم قطع میں عجیب ہے اسواسطے کہ خود صاحب بحر اور نہر نے تصریح کی ہے کہ قطع بد سبب
عدم حفظ کی حالت سے ہوتا ہے اور تمثیل میں متولی وقف کو بیان کیا ہے جب وقف کا مال چوری ہو جاوے و مثل دینہ ولو دینہ مؤجلا او زائدا علیہ لو اجود لصیرورتہ شریکا اور
قطع نہیں ہے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اسکا دین مؤجل ہو یا مسروق زائد ہو دین پر یا بہتر ہو اُس سے بسبب ہو جانے سارق کے شریک ہم تعلیل ہے زیادہ از دین کے
چرانے کی مثال زید کے من بھر گیہوں قرض تھے خالد پر سو زید نے دو من گیہوں اسکے چرا لئے تو زید خالد کا شریک ہو گیا لہذا قطع نہیں اذا کان من جنسہ لو حکما بان
کان لہ دراہم فسرق دنانیر وبعکسہ ہو الاصح لان النقدین جنس واحد حکما صورت مذکور میں قطع اسوقت نہیں جبکہ مسروق مال اُسی کی جنس سے ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو
اسطرح پر کہ سارق کے اُسپر دراہم قرض تھے سو اُسنے دنانیر کو چرا لیا یا اُسکے بالعکس یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ چاندی سونا جنس واحد ہیں حکما بخلاف العرض ومنہ الحلی
فیقطع بہ لانہ بالقبول اخذتہ رہنا او قضاء بخلاف اسباب او رقماش کے اور اسمیں زیور بھی داخل ہے تو اسباب زیور کی چوری سے قطع کیا جاویگا جب تک صاحب دین یوں نہ کہے کہ میں نے اسکو
بطریق رہن کے لیا یا بطور قضاء دین کے واطلق الشافعی اخذ خلاف الجنس للمجانسۃ فی المالیۃ قال فی المجتبی وہو اوسع فیعمل بہ عند الضرورۃ اور امام شافعی نے

خلاف جنس کے لینے کو مطلق رکھا ہو النہایۃ مین مجانسہ ہونے کے سبب سے یعنی چاندی سونا اور گھوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہین مال ہونے کی طرح سے مجتبی مین کہا کہ اس قول
مین بڑی وسعت ہی تو ضرورت کے وقت اسپر عمل کر لینا چاہیے اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہین اسواسطے کہ انسان معذور ہی ضرورت کے وقت اسپر عمل کرنے مین کذا فی المنح عن المجتبی بخلاف سرقتہ من غریم
ابیہ او غریم ولدہ الکبیر او غریم مکاتبہ او غریم عبدہ الماذون المدیون فانہ یقطع لان حق الاخذ لغیرہ بخلاف اُسکے چرانے کے اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ بیٹے کے
قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کیواسطے ہی ولو سرق من غریم ابنہ الصغیر
لا کسرقتہ شئی قطع فیہ لم یتغیر اما لو تبدل العین او السبب کالبیع قطع علی ما فی المجتبی اور اگر اپنے ولد صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہین چنانچہ اُس چیز کی چوری مین
قطع نہین جسکی چوری سے ایکبار قطع ہوچکا اور وہ چیز متغیر نہین اسیطرح موجود ہی اور اگر اُسکی ذات بدلگئی یا سبب ملک بدل گیا مانند بیع کے تو قطع ہوگا کذا فی المجتبی ہم
تبدل ذات کی یہ صورت ہی کہ مثلاً سوت کی چوری سے قطع ہوا پھر سوت مالک کو ملا سو اُسکا کپڑا بنا گیا پھر سارق مذکور نے وہ کپڑا چرایا تو قطع ہوگا اور تبدل سبب کی
یہ صورت ہی کہ مالک نے بعد قطع کے مال مسروقہ کو بیچ ڈالا پھر اسکو مول لیا پھر سارق اول نے چرایا تو دوسری بار قطع ہوگا کذا فی المنح او من ذی رحم محرم لا برضاع فلو محرمیتہ
برضاع قطع کابن عم ہو اخ رضاعا فانہ رحم لیس بمحرم رضاعا عینی فسقط کلام الزیلعی یا چوری کسی چیز کی اُس قرابتدار سے کی جو محرم ہو بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا
محرم ہونا رضاعت کے سبب سے ہی نہ نسب کے سبب سے تو اُسکی چیز کے چرانے سے قطع کیا جاویگا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بھائی ہو تو وہ قرابتدار ہی باعتبار نسب کے اور محرم ہی باعتبار
رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے کذا فی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہوگیا کلام زیلعی کا امام زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ بیٹے یا بھائی کے مال چرانے سے قطع ہو اور
اُسکے اخراج کیواسطے لا برضاع کی قید کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ رحم محرم مین یہ لوگ داخل نہین حلبی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہی اور یہی حق ہی
اسواسطے کہ قرابت نہین ہوتی مگر نسبی اور محرم کبھی رضاعی بھی ہوتا ہی تو اسکے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یون کہا کہ محرم نسبی کذا فی النہر ولو سرق مال غیرہ من بیت ذی الرحم
بخلاف مالہ اذا سرق من بیت غیرہ فانہ یقطع اعتبار الحرز وعدمہ قریب محرم سے چور نے مین قطع نہین اگر مال مسروق اُسکے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اسکے جبکہ محرم نسبی کا
مال اُسکے غیر کے گھر سے چرایا تو قطع کیا جاویگا باعتبار حرز اور عدم حرز کے محرم نسبی کا گھر اُسکے حق مین حرز نہین باعتبار آمد و رفت کے بلا استیذان کے وہان سے مال لینا چوری نہین لہذا
قطع نہین خواہ وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گھر اُسکے حق مین حرز ہی کہ وہان آنا جانا بدون اجازت صاحب خانہ جائز نہین تو وہان سے مال لینا چوری ہی شرعاً باعتبار حرز کے لہذا
قطع ہی خواہ مال غیر کا ہو یا سارق کے محرم کا قد بخلاف مرضعتہ صوابہ مرضعہ بلا تاء ابن کمال مطلقا سواء سرق من بیتہا او بیت غیرہا فانہ یقطع لما مر اور بخلاف دائی دودھ
پلائی کے مال کے مطلقاً یعنی برابر ہی کہ دائی کا مال اُسکے گھر سے چرایا ہو یا اُسکے غیر کے گھر سے بہر صورت قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنے دائی محرم نسبی نہین جو قطع ساقط ہو بنا بر عدم حرز کے
شارح نے کہا مقبول ابن کمال مرضعہ کا صواب ہی بدون تاء مثناۃ ہم طحطاوی نے کہا کہ بعض علما نے کہا کہ جب تک وہ صغیر کو دودھ پلاتی ہی تو اسکو مرضع بلا تاء کہتے ہین
بدون تاء مثناۃ اور جب وہ دودھ پلا چکی اور صغیر کو وضع کیا تو اسکو مرضعہ کہتے ہین تاء مثناۃ کے ساتھ اور یہان معنی ثانی مراد ہین تو مصنف کا الحاق تاء مثناۃ [illegible] صاحب
قاموس کا کلام بھی اسکے موافق ہی تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہوگیا ولا بسرقتہ من زوجتہ وان تزوجہا بعد القضاء بالقطع جوہرہ اور قطع نہین جبکہ مال چرایا ہو [illegible] اگرچہ
عورت سے بعد حکم قطع کے نکاح کیا ہو کذا فی الجوہرۃ یعنی کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چرایا اور چوری اسپر ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع ید کا حکم دیا اور سارق نے بعد اُسکے [illegible]
نکاح کر لیا تو بھی قطع ساقط ہی [illegible] ولو کان المسروق من حرز خاص لہ اور قطع نہین [illegible] زوج کے مال چرانے [illegible]
زوج کے حرز خاص سے مال مسروق [illegible] اسواسطے کہ زوجین [illegible] کافی کا ہونا مانع قطع ہی کذا فی المنح [illegible] او زوج سیدتہ للاذن [illegible]
[illegible]
[illegible]

قطع نہین غنیمت کے مال چرانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اُسمین نہو اسواسطے کہ وہ مباح الاصل ہے تو شبہہ ہو گیا کذا فی غایۃ البیان بخلاف حمام فی وقت جرت العادۃ بدخولہ و
کذا حوانیت التجار والخانات مجتبیٰ اور قطع نہین حمام کی چوری سے اُسوقت مین کہ اُسمین داخل ہونے کی عادت جاری ہو اور اسیطرح بوقت دخول قطع نہین
سوداگرون کی دوکانون سے اور کاروان سراؤن سے چوری کرنے مین کذا فی المجتبیٰ لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق رکھا کذا فی المنح و بیت
اذن فی دخولہ او اذن لمخصوصین فدخل غیرہم و سرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہین اُس گھر کی چوری سے جسمین داخل ہونے کا اذن ہو گیا چنانچہ دوکان اور کاروان
سرا مین ہوتا ہے اور اگر خاص لوگون کو اذن دخول ہوا پھر سوا اُنکے غیر شخص داخل ہوا اور اُسنے چوری کی تو لائق یہ ہے کہ قطع کیا جاوے ہم اگر دوکان اور سرا مین رات کو چوری
کریگا تو قطع ہے اسواسطے کہ یہ مکانات حفاظت کیواسطے بنے ہین اور اذن دخول کا فقط دن کو ہے نہ رات کو کذا فی المنح واعلم انہ لا یعتبر الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ
اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز و یعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز شمنی اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہین اسواسطے کہ حرز
مکانی قوی تر ہے نگہبان کے حرز سے تو نگہبان معتبر نہین حمام مین اسواسطے کہ وہ حرز مکانی ہے اور حرز نگہبان کا مسجد مین معتبر ہے اسواسطے کہ وہ حرز نہین یعنے اموال
کی حفاظت کیواسطے مسجد نہین بنی اسیکا فتوی ہے کذا ذکرہ الشمنی ہم یعنے حمام مین غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہے صاحب مال اپنے مال کے پاس ہو یا نہو اور مسجد
مین اگر مالک اپنے مال کے پاس ہوگا تو قطع نہین اور یہی حکم ہے راہ اور جنگل کا وکلما کان حرز النوع فہو حرز للانواع کلہا فیقطع لسرقۃ لؤلؤ من اصطبل علی المذہب وقیل
حرز کل شئ معتبر بحرز مثلہ والاول ہو المذہب عینی نا مجتبیٰ لکن جزم القہستانی بان الثانی ہو المذہب فتنبہ اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم کے مال کا وہ کل اقسام کے اموال کا حرز ہے
تو قطع کیا جاویگا بسبب موتی کی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضون نے کہا کہ حرز ہر شئ کا معتبر ہے اُسکے مماثل حرز سے اور پہلا قول ہمارا مذہب ہے کذا فی المجتبیٰ
لیکن قہستانی نے یقین کیا ہے کہ ثانی مذہب صحیح ہے تو خبردار ہو جا ہم شارح نے آگاہ کر دیا کہ یہان دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہے تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چرانے
مین قطع نہین اسواسطے کہ اصطبل گھوڑون کا حرز ہے نہ جواہرات کا ولا یقطع قفاف ہو من یسرق الدراہم بین اصابعہ اور قطع نہ کیا جاوے قفاف یعنے جو دراہم کو اپنی انگلیون کے
اندر چرا رکھے ہم مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح مین کہا کہ قفاف وہ ہے جسکو دراہم پرکھنے کیواسطے دیے جاوین سو وہ بدون اطلاع مالک کچھ اُسمین سے رکھ لے ولا نفاش
بالفاء ہو من یہیئ لغلق الابواب مفتحہ او نفاش بالقاف وہ شخص ہے جو دروازون کے قفل کھولنے کیواسطے آلات طیار رکھے فاذا فتش حانوتا او بابا نہارا او خلا البیت من احد
فلو فیہ صدرہ ہو العلم بہ قطع شمنی قطع نہ کیا جاوے جبکہ وہ دوکان یا گھر کے مقفل دروازے کو دن مین کھولے اور گھر مین کوئی ہو اور وہ نہ جانتا ہو تو
قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی ہم وہ یعنی قفل کا کھولنے والا مجاہر ہے مختفی نہین اور اسیطرح جو جانتا ہو کہ گھر مین کوئی ہے وہ بھی مجاہر ہے اور شرط قطع خفیہ ہے منح الغفار مین جا دیسے
منقول ہے کہ جب گھر کا دروازہ کھُلا ہو مقفل نہو پھر اُسمین سارق چھپکر داخل ہوا اور اسباب چرا دے تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کھلا ہو پھر دن کو گھسکر چرا لے تو قطع نہین و
یقطع لو سرق من السطح لانہا بالانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاویگا اگر چھت پر سے اسباب چرا دے اسواسطے کہ چھت بھی حرز ہے کذا فی شرح الوہبانیہ شبہ طایہ چھت پر جو رکھا
چرا دے اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے ہے کہ اگر کپڑا دیوار پر پھیلا ہو راہ کیطرف اور کوئی نیچے سے اُسکو کھینچ لے تو قطع نہین او من المسجد اراد بہ کل مکان لیس بحرز کالطریق والصحراء
ورب المتاع عندہ ای بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چرا دے اور حالانکہ اسباب کا مالک اسکے پاس ہے یعنے اُس جگہ مین جہانسے اُسکو دیکھتا ہے اگرچہ
حافظ سوتا ہو قول اصح مین مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہین تو مسجد یا مین قصد راہ اور میدان کو بھی شامل ہے ہم مالک متاع سے حافظ مراد ہے مالک
ہو یا نہو اور پاس ہونا عام ہے کہ اُسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے پاس گر رکھا ہو اور حافظ سوتا ہو اسواسطے کہ نائم بھی حافظ گنا جاتا ہے اور یہی قول اصح ہے کذا فی المجتبیٰ لا یقطع لو
سرق ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نہ کیا جاویگا اگر مہمان نے چرایا اُسکا مال جسنے اُسکی مہمانی کی اگرچہ گھر کی کسی کوٹھری
سے چرایا ہو یعنی جسمین مہمانی نہین ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو سبب برہم ہونے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھریون کے ساتھ حرز واحد ہے تو دخول کے اذن سے اُسکی سب
کوٹھریونکا حرز نہ رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من الدار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چرائی اور گھر سے باہر نہین نکالی تو قطع نہین بسبب شبہہ عدم اخذ کے

بخلاف غصب کے ہم چونکہ تمام گھر حرز واحد ہے تو بدون اخراج کے چوری ثابت نہیں ہوتی بخلاف غصب کے کہ اُسمین گھر سے نکال لیجانا شرط نہیں یعنی جو غصب کے غاصب پر
ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اُسنے گھر سے باہر نہیں نکالا اور اس مسئلہ مین گھر سے مراد چھوٹا گھر ہے اسواسطے کہ بڑے گھر کا حکم بعد اسکے ذکر ہوتا ہے وان اخرجه من حجرة الدار المنقسمة
بیوت الى صحنها او اغار من اهل الحجرة على حجرة اخرى لان كل حجرة حرز اور اگر سارق نے مال کو نہایت بڑے گھر کے حجرے سے اسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی بعض اہل حجرہ نے دوسرے
حجرہ والے پر تو قطع نہین ہوگا اسواسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اسکے ساکنوں کے علیحدہ حرز ہے ہم حجرات اس سے وہ مکانات و منازل مراد ہین جنکے رہنے والون کو اُسکے گھر کے صحن کی حاجت
نہو بلکہ صحن سے اسطرح نفع اٹھاتے ہون جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مراد اغارت سے اخذ بالسرقہ ہے اور ابطال سرقہ ہے او نقب فدخل والقى كذا رأيته فى نسخ
المتن والشرح بأو وصوابه بالواو كما فى الكرخي شيئا فى الطريق يبلغ نصابا ثم اخذه قطع لان الرمى حيلة يعتادها السراق فاعتبر الكل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی
کو نجل لگایا اور پھر گھر میں داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب کے راہ مین ڈالدی پھر نکلکر وہ چیز لی تو قطع کیا جاوے گا اسواسطے کہ چیز کا پھینک دینا ایک تدبیر ہے جسکی چورون کو عادت ہوتی
ہے تو یہ سب افعال یعنی نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینک دینا اور پھر اٹھا لینا ایک ہی فعل معتبر ہے شارح کہتا ہے اسطرح مین نے اسکو دیکھا ہے متن و شرح کے نسخو میں او القى بلفظ
او دیکھا اور ٹھیک واو ہے جیسا کہ کرخی مین ہے ولہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا ہے اور کمال حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہے کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہیں اگرچہ
پھر اسکو پا جاوے اسواسطے کہ وہ مانند مستہلک کے ہے کذا فی الطحطاوی فلو لم یاخذه او اخذه غیره فهو مضيع لا سارق اور اگر پھینکدینے والے نے اسکو نہ لیا یا غیر شخص نے اسکو
لے لیا تو پھینکدینے والا ضائع کرنیوالا ہے نہ سارق یعنی تو اسپر ضمان واجب ہوگا نہ قطع او حمله على دابة فساقها واخرجها او علق بعنق كلب وزجره لان سيره يضاف اليه
یا مال مسروق کو جانور پر لادا پھر اسکو ہانکا اور اسکو خارج کردیا حرز سے یا مال مسروق کی رسی کتے کی گردن مین معلق کردی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا
تو قطع کیا جاوے گا اسواسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کیطرف منسوب ہوگا ہم اور اگر جانور کو نہ ہانکا اور اخراج نہ کیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسیطرح کتا
بدون اٹھانے کے آپ نکل گیا تو اسپر قطع نہین اسواسطے کہ خروج اُسکا آدمی کیطرف مضاف نہیں کذا فی البحر او القاه فى الماء فاخرجه بتحريك السارق الماء یا مال مسروق کو پانی مین
ڈالدیا پھر اسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاوے گا بدلیل گذشتہ یعنی اسوقت نکالنا سارق ہی کیطرف منسوب ہوگا ہم صورت اسکی یہ ہے
کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اسکا پانی کم بہتا تھا سو سارق نے مال اسمین ڈالا پانی کو زور سے ہلا دیا تو مال باہر گھر سے نکل گیا کذا فی المنح او لا بتحريكه بل اخرجه قوة جريه على
الاصح لانه اخرجه بسببه یا نہ نکالا مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اسکو باہر کردیا تو بھی قطع ہے بنابر اصح قول کے اسواسطے کہ اسکا باہر کردینا سارق ہی کے
سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی فيقطع فى الكل لما ذكرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاوے گا جمیع مسائل مذکورہ مین بسبب اُن وجوہ کے جنکو ہم نے ذکر کیا ہم قطع جزاء ہے وان اخرجه اور اسکے
بالعدد کے ويشكل على الاخير ما لو علقه على طائر فطار الى منزل السارق لم يقطع فلذا والله اعلم جزم الحدادي وغيره بعدم القطع اور بنابر اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہے
وہ مسئلہ جسکو فقہا نے کہا ہے کہ اگر مسروق کو چڑیا کی گردن مین لٹکا دیا سو چڑیا اڑ کر سارق کے گھر مین پہونچے تو قطع نہ کیا جاوے گا تو واللہ اعلم اسواسطے حدادی وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ
مین عدم قطع کا یقین کیا ہے ہم جیسے چڑیا کا اڑنا اور سارق کے گھر میں پہونچنا سارق کیطرف منسوب نہیں تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلنا بلا تحریک سارق کے بھی سارق کیطرف منسوب
نہو او نقب ثم ناوله آخر من خارج الدار او ادخل يده فى بيت واخذ ويسمى اللص الظريف اور اگر نقب یا پھر گھر مین گھسکر مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گھر سے
باہر یا نقب کے باہر سے کوٹھری مین ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہیں اور ایسے شخص کو لص ظریف یعنی طرار چور کہتے ہین کہ چوری تو کرے اور گرفتار ہو تو قطع لازم نہ آوے ہم
پہلی صورت مین دونون پر قطع نہیں اسواسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہیں دوسرے شخص کے لینے سے اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہیں تو سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری
صورت مین بھی ہتک حرز بسبب عدم دخول کے صادق نہیں کذا فی المنح ولو وضعه فى النقب ثم خرج فاخذه لم يقطع فى الصحيح شمنى اور اگر مال کو پہلے نقب مین رکھدیا پھر نکلکر
لے لیا تو قطع نہیں صحیح قول مین کذا فی الشمنی او طرّ اى شق صرة خارجة من نفس الكم فلو داخله قطع وفى الحل ينعكس اور اگر جیب یعنی ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر
ہے اور درہم کو لیا تو قطع نہیں اور اگر ہمیانی آستین کے اندر ہے تو اُسکے چیرنے سے قطع کیا جاوے گا اور ہمیانی کھولنے مین بالعکس حکم ہے یعنی رباط خارج کے کھولنے مین قطع ہے

نہ داخل کے کھولتے ہین طر بمعنی شق ہی والبنداء فاعل کو طرار کہتے ہین اور صرہ سے مراد ہمیانی ہی کذا فی الطحطاوی وسرق من مرعی او من قطار بفتح القاف الابل علی نسق واحد بعیرا
او حملا علیہ لا یقطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصد والحفظ یا اونٹون کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اسپر لدے ہوئے بوجھ کی چوری کی تو قطع نہین
اسواسطے کہ قطار ہانکنے والے اور کھینچنے والے سے اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہین جو بیشک حرز متحقق ہوا لکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت
اور نقل متاع مقصود ہی اور راعی سے چرانا مقصود ہی شارح نے کہا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہین جو نسق واحد پر ہون ہم قطار کے بمعنی ہی چنانچہ قاموس
اور منح الغفار اور حموی در شرح ملتقی مین ہی کذا فی الطحطاوی مع الکان معہا حافظ او شق الحمل فسرق منہ او سرق جوالقا بضم الجیم فیہ متاع و ربہ یحفظہ او نائم علیہ
یقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فہتکہ بدخولہ والا باد خال الید فیہ الاخذ منہ اور اگر
قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیرے اور اسمین سے چرادے یا اُس خرجی کو چرادے جسمین اسباب ہی اور حالانکہ مالک اُسکی نگہبانی کرتا ہی یا اُسپر سوتا ہی یا اُسکے پاس
سوتا ہی یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق مین ڈالا یا اُسکی جیب مین یا اُسکی آستین مین ڈالا پھر مال کو اُسمین سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتون مین اصل
ان مسائل مین یہ ہی کہ اگر حرز ایسا ہی جسمین گھسنا انسان کا ممکن ہی جیسے گھر ہی تو بیشک حرز اُسکے دخول سے معتبر ہی اور اگر ایسا ہی کہ اُسمین دخول ممکن نہین چنانچہ گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور
آستین تو بیشک حرز اُسمین ہاتھ ڈالنے اور اُسکے مال لینے سے معتبر ہی جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہین اور جمع اُسکی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہی بفتح جیم فروع مسائل تحفہ شارح
سرق فسطاطا مفصوبا لم یقطع ولو ملفوفا او فی فسطاط آخر قطع فتح کہ خیمہ کو چرایا تو قطع کیا جاویگا اور اگر خیمہ کسی چیز مین لپٹا ہوا ہی یا دوسرے خیمہ کے اندر ہی تو قطع کیا جاویگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے
کہ پہلی صورت مین خیمہ خود حرز ہی مگر محرز نہین اور باقی صورتون مین محرز ہی اخرج من حرز شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے بھیڑ یا بکری جو بقدر
نصاب نہین نکالی پھر اُسکے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونون کے ملجانے سے تو قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ جسکو اُسنے نکالا اتحاد وہ بقدر نصاب
نہ تھی اور دوسری کا نکلنا اُسکے طرف منسوب نہین سرق مالا من حرز فدخل آخر وحمل لسارق بہا معہ قطع المحمول فقط سارق چورایا مال کو حرز سے پھر دوسرا داخل ہوا اور
سارق اول نے اپنے ساتھ کا مال اُسپر لاد دیا تو جسپر لادا ہی وہی فقط قطع کیا جاویگا نہ لادنیوالا کذا فی السراج قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضاف لکونہ
اقرارا بالسرقۃ وان نونہ ونصب الثوب لا یقطع لکونہ عدۃ لا اقرارا درر وتوضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زید معناہ انہ قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ والمضارع
یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ مین اس کپڑیکا سارق ہون تو قطع کیا جاویگا اگر اُسنے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کی طرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق
کی تنوین کو حذف کردیا اور ثوب کو مجرور رکھا اسواسطے قطع ہوگا کہ یون کہنا چوری کا اقرار ہی اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب کہا تو قطع نہ کیا جاویگا
اسواسطے کہ یہ وعدہ ہی چوریکا اقرار نہین اور توضیح اسکی یون ہی کہ جب کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہ ہی کہ اُسنے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کوئی بولا کہ ہذا قاتل زیدا
تو مطلب یہ ہی کہ زید کو یہ قتل کریگا یا کرتا ہی اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہی اور معلوم نہین کہ کون مراد ہی تو قطع نہ کیا جاویگا شک سے ہم خلاصہ فرق اضافت اور عدم اضافت
کا یہ ہی کہ اضافت سے اسم فاعل بمعنی ماضی ہوجاتا ہی تو گویا اُسنے یون کہا کہ سرقت ہذا الثوب تب یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت مین اسم فاعل بمعنی مضارع ہوتا ہی تو گویا یون کہا
کہ انا اسرق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہی کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہین کیا کیونکہ جب ماضی کے معنی مین ہوتا ہی تو عمل نہین کرتا مگر کسائی اور ہشام کے
مذہب مین کذا فی المنح قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاہل لان العوام لا یفرقون لا ان یقال یجعل شبہۃ لدرء الحد وفیہ بعد شارح کہتا ہی اور شرح وہبانیہ
مین ہی کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہی اسواسطے کہ عوام عرب کے مسائل نحو یہ سے واقف نہین ایسی ترکیبین لفظی نصب و اضافت مین کچھ فرق نہین کرتے ہین
مگر یہ کہ اسکو حد ہٹانے کا شبہہ ٹہرا دیجیے اور اسمین بعد یعنی دوری ہی طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہی کہ اسطرح سے تو شبہۃ الشبہۃ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہی اسواسطے
کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اُس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل مین اسکو اعتبار کیجیے تو عدم قطع اسوجہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہی
للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد درر وہذا ان عاد واما قتلہ ابتداء فلیس من السیاسۃ سارق کے قتل کرنا سیاست ٹہرا اور امام کو جائز ہی قتل کرنا ہوگا

بنا پر سیاست کے سبب سے بطور اعادہ اٹھانے کے قتل میں کذا فی الدر اور یہ جواز قتل اس وقت ہے جب کہ یہ چوری کی عادت ڈال لے اور اسکی چوری میں قتل کرنا سیاستاً
شرعی میں کسی طرح داخل نہیں کذا فی الفتح جس نے ہر چیز سے قتل کیا جب تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو امام کو اسکا قتل کرنا بطریق سیاست کے نفع فساد کیواسطے
جائز ہی ہو بھی کہا کہ یہ جو ہمارے زمانے کے حاکم پہلے ہی بار کے چور میں قتل کر ڈالتے ہیں سیاست سمجھ کر سو یہ جور اور ظلم اور جہالت ہے کیونکہ سیاست شرعیہ شرع سے ملی ہوئی
سخت حکم سے عبارت ہے قلت وقد قدمنا عنہ معزیا للبحر ان التقیید بالامام لا یفہم انہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ فلیحفظ شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے
ہیں نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول ان الوطی الموجب للحد میں کہ قید لگانا امام کا مفہم ہے کہ قاضی کو حکم بسیاست کرنا جائز نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے
کہا ہم بھی اسی مقام میں مذکور کر چکے ہیں بسند کتاب کہ قاضی کو اکثر احکام سیاست کے کرنے جائز ہیں واللہ سبحانہ اعلم

## باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہ باب ہے کیفیت قطع اور اسکے اثبات کے احکام میں تقطع یمین السارق من الزند ویحسم وجوبا وعند الشافعی ندبا یعنی کاٹا جاوے سارق کا
داہنا ہاتھ اسکے بند دست یعنی پہونچے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا مستحب ہے کذا فی فتح القدیر ہم
مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبد اللہ بن مسعود کی قرأت سے ہے یعنی فاقطعوا ایمانہما سے اور یہ قراءت مشہور ہے تو اطلاق آیت کی تقیید اس قراءت
سے صحیح ہے اور پہونچے کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے اور پہونچے سے کاٹنا متواتر ہے جبکہ متواتر ہے جسمیں نص مخصوص کی طلب کی
احتیاج نہیں اگرچہ دارقطنی وغیرہ میں اس مضمون کی احادیث بھی مروی ہیں اور قطع اصابع پر کفایت کرنا یہ نقل شاذ ہے اور خارجیوں کا قول کہ ہاتھ کو مونڈھے سے کاٹنا چاہیے
مخالف اجماع ہے اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہے حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق کو لایا جسنے شملہ چرایا تھا تو حضرت نے
فرمایا کہ میں نہیں گمان کرتا کہ اسنے چوری کی ہو سارق نے کہا بلے یا رسول اللہ تو ارشاد ہوا کہ لیجاؤ اسکو اور ہاتھ قطع کرو اور پھر داغو پھر اسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اسکو حضرت کے
پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے بشرط مسلم اور اسکو ابو داؤد نے مراسیل میں اور قاسم بن سلام
نے غریب الحدیث میں مجملا روایت کیا ہے اور دارقطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہے اور مغرب وغیرہ میں ہے کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہے گرم تیل میں ہاتھ رکھنے سے
اور فائدہ داغنے کا یہ ہے کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے میں ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہے اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا
حکم کیا چنانچہ ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ہمارے نزدیک یہ امام کی تجویز پر موقوف ہے اور حضرت کا حکم تعلیق پر قطع میں ثابت نہیں کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر بعض شیوخ نے
شرح میں کہا کہ اسمیں اعتراض ہے کہ جب ایسا ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واشار الی انہ لا یقطع فی حر وبرد شدیدین فلا یقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لتوسط الامر سخت گرمی
اور سردی میں قطع نہ کیا جاویگا بلکہ قید ہوتا ہے اسواسطے کہ حد قطع زاجر ہے نہ تلف کرنیوالی اور سارق مقید رکھا جائیگا تا اعتدال پھر قطع ہوگا وثمن
زیتہ ومؤنتہ کاجرۃ حداد وکلفۃ حسم علی السارق عندنا کالسبب بخلاف اجرۃ المحضر للخصومۃ فی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وہبانیہ قلت وفی قضاء
الخانیۃ ہو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی وہو الاصح کالسارق اور تیل کی قیمت اور اسکے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور
داغنے کی کلفت یعنی لکڑیوں کی قیمت اور تیل جوش کرنے کے برتن کی اجرت سارق پر ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب ہوا ان مصارف کا بخلاف مدعی و مدعا علیہ کو
محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہے اور بعضوں نے کہا کہ محضر کی اجرت متمرد پر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ شارح کہتا ہے اور خانیہ کی کتاب القضا میں ہے کہ متمرد پر
کی ہونا بھی صحیح ہے لیکن بزازیہ کی کتاب القضا میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہے اور یہی قول اصح ہے مانند سارق کے قطع ید میں ورجلہ الیسری من الکعب
ان عاد اور سارق کا بایاں پاؤں کاٹا جاوے ٹخنے سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے فان عاد ثالثا لا وحبس وعزر ایضا بالضرب حتی یتوب ای تظہر امارات التوبۃ
شرح وہبانیہ ہے اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہ ہوگا اور قید کیا جاویگا اور اسکو مارنے سے بھی تعزیر دیجاویگی یہاں تک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہوں فقط

رباعی تو بہ کذا فی شرح الوہبانیۃ ہم سرقہ ثانیہ مین بایان پانون کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہی اور کوع سے کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک ہی اور امیر المومنین عمر فاروقؓ کا فعل ہی
اور سرقہ ثالثہ اور رابعہ مین قطع نہ کرنا امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کے قول سے ثابت ہی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین یون روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ عن علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو مین اُسکا داہنا ہاتھ کاٹون پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اُسکا بایان پانون کاٹون پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو اُسکو قید مین رکھون
یہان تک کہ آثار خیر اُس سے پیدا ہون مجکو حیا آتی ہی اللہ سے کہ مین سارق کو ایسا کرکے چھوڑدون کہ نہ اُسکے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پانون رہے جس سے چلے اور
دارقطنی اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہی اور ابن ابی شیبہ مین مروی ہی کہ عمر فاروقؓ نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا
مثل قول علی مرتضیٰؓ کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما روی بقطعہ ثالثا و رابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہی کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری
مین بھی قطع کیا جاوے اگر وہ روایت صحیح ٹھہرے تو سیاست پر محمول ہی یا منسوخ ہونے پر ہم امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری مین بایان ہاتھ کاٹا جاوے اور
چوتھی بار کی چوری مین اپنا پانون کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داؤد بروایت جابر خلاصہ مضمون اُسکا یہ ہی کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری سے چارون ہاتھ پانون کاٹے گئے جب پھر
پانچوین بار اُسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکے قتل کرڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہی مصعب بن ثابت اسکا
راوی ضعیف ہی ہرچند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہی لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہین لہذا طحاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہمنے تتبع کیا کسی کی ہمنے اصل نہین پائی اور
عقل سے نہایت بعید ہی کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوقت مین سارق کے چارون ہاتھ پانون قطع ہوتے اور صحابہ کرام اسکو جانتے اور علی مرتضیٰؓ کی خلافت مین کوئی اسکو ذکر
نہ کرتا اور مشورہ کیوقت اُسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضیٰؓ کا اُسکے مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہی یا سیاست پر محمول ہی یعنی یہ حکم
بطریق حد سرقہ نہین بلکہ بطریق سیاست ہی مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق مین کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی دلیل ہی کہ پانچوین بار کی چوری مین
قتل کا حکم ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہی سب کے نزدیک بطریق حد کے کمن سرق وابہامہ الیسرے مقطوعۃ او شلاء او صبعان منہا سواہا سوی
الابہام او رجلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حالانکہ اُسکے ہاتھ کا بایان انگوٹھا مقطوع یا شل ہی یا سوے انگوٹھے
کے اُسکے ہاتھ کی دو انگلیان مقطوع یا شل ہین یا سارق کا داہنا پانون مقطوع یا شل ہی تو کچھ قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ اس حالت مین داہنا ہاتھ یا بایان پانون
کاٹنا اُسکا درحقیقت ہلاک کرنا ہی بلکہ ایسے سارق کو قید رکھنا چاہیئے تا اظہار آثار توبہ ہم ان مسائل مین قطع نہین کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہی کیونکہ
مدار چلنے کا انگوٹھے پر ہی انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اُسکے فوت ہونے سے گرفت مین خلل نہین
ہوتا اور بائین ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین مقطوع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا اس صورت مین بایان
داہنا پانون اسواسطے قطع نہوگا کہ یہ محل قطع نہین ہمارے نزدیک اور داہنا ہاتھ اسواسطے نہ قطع ہوگا کہ جب بایان ہاتھ بیکار ہوا تو گرفت متصور نہوگی اور یہ ہلاک
ہی اور اگر داہنا پانون شل ہوگا تو ہاتھ پانون کا ایکہی طرف سے کاٹنا لازم آویگا اور یہ بھی اہلاک ہی ولا یضمن قاطع الید الیسرے ولو عمدا فی الصحیح نہر اذا امر بخلافہ
لانہ اتلف واخلف من جنسہا ہو خیر منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائین ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اُسنے عمدا کاٹا ہو قول صحیح مین کذا فی النہر جب کہ قاطع کو
اُسکے برخلاف حکم ہوا اسواسطے کہ اُسنے تلف کیا اور اُسکے عوض بخشش الیا چھوڑا جو اُس سے بہتر ہی یعنی داہنا اور اسیطرح ضمان نہین اگر غیر حداد نے بائین ہاتھ کو کاٹا قول
اصح مین یعنی قاضی نے حداد کو قطع کا حکم دیا اور غیر حداد نے قطع کرڈالا اور قبل حکم کے قطع کرنا آگے آتا ہی نفی ضمان سے تعزیر لازم نہین تو اگر عمدا کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائیگا ولو قطعہ
احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور قضا کے تو
قصاص واجب ہی عمد مین اور دیت واجب ہی خطا مین اور سارق سے قطع ساقط ہو جائیگا خواہ اُسکا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایان وقضاء القاضی بالقطع کالامر علی الصحیح
فلا ضمان کما فی اور قطع مین قاضی کی قضا مانند حکم کے ہی بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہین کذا فی الکافی وفی السراج

سرق فلم یوخذ بہا حتی قطعت یمینہ قصاصا قطعت رجلہ الیسریٰ اور سراج میں ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو چوری کیا اُس سے مواخذہ نہوا یہان تک کہ اُسکا داہنا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا تو اُسکا بایان پانون کاٹا جاویگا ہم قصاص کی قید سے احتراز ہوا سرقہ کی قطع سے یعنے اگر سرقہ میں اُسکا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہوگا لسبب اتحاد جنس کے کذا فی الطحطاوی وطلب المسروق منہ المال لا القطع علی الظاہر شرط القطع مطلقا فی اقرار وشہادۃ علی المذہب لان الخصومۃ شرط لظہور السرقۃ اور طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہے مطلقا یعنے اقرار سارق میں اور شہادت میں بنا بر مذہب ہی کے طلب مال اسواسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونے کی شرط ہے اور طلب قطع ظاہر شرط قطع نہیں کنز فی البحر اسواسطے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہے ولہذا مالک قطع کو عفو بعد الوجوب نہیں کر سکتا ہے حسب حق اللہ ہوا تو طلب عبد مشروط نہوگی وکذا حضورہ ای المسروق منہ عند اداء الشہادۃ وعند القطع لاحتمال ان یقر لہ بالملک فیسقط القطع لاحضور الشہود علی الصحیح شرح المنظومۃ واقرہ المصنف قلت لکنہ مخالف لما قدمنا عن الفتح والتبیین وقد حررہ فی الشرنبلالیۃ بما یفید ترجیح الاول فتامل اور اسیطرح حاضر ہونا مسروق منہ یعنے مالک یا قابض مال کا شرط ہے اداے شہادت اور قطع کیوقت مین اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہوجاوے قطع سارق سے شرط نہیں حضور گواہوں کا قطع کیوقت بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح المنظومۃ اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین شارح کہتا ہے لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہے اُس کلام کے جسکو ہمنے اسکے پہلے ذکر کیا ہے متن وشرح دونون مین تو یہ مقام لائق تحریر ہے اور العبد شرنبلالیہ مین ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہے یعنے اشتراط حضور کی سو تم تامل کرو شرنبلالیہ مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ قطع نہیں ہے وقت حضور مسروق منہ اور شاہدین کے سو اگر غائب ہوئے شاہد یا مرجاوین تو قطع نہ کیا جاویگا انتہی ما فی الفتح و اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہوگا یا مرجاویگا ظاہر الروایۃ مین انتہی ما فی الشرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ مقام دقیق ہے تو بیان معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنے عالمگیری مین ہے کہ جب دو شاہد چوری کی گواہی دین پھر غائب ہوجاوین بعد ظہور عدالت کے یا مرجاوین قبل قضا کے یا بعد قصاص جاری کرنیکے قبل تو دونون صورتون مین قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول مین اور قول اخیر امام کا یہ ہے کہ قضا کرے اور جاری کرے انتہی تو ہم روایت سے معلوم ہوگیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہے اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہے جو قول اخیر ہے چنانچہ شارح نے شرح الملتقی مین توضیح تمام اسکی بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین مین اور موافقت قول صاحبین کے بدائع سے نقل کی ہے ثم فرع علی قولہ وطلب المسروق الخ فقال فلو اقر انہ سرق مال الغائب توقف القطع علی حضورہ ومخاصمتہ پھر مصنف نے اپنے قول یعنے اشتراط طلب مسروق منہ پر تفریع کیا سو یون کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اُسنے فلانے غائب شخص کا مال چورایا تو قطع موقوف رہیگا اُسکے حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر وکذا لو قال سرقت ہذہ الدراہم ولا ادری لمن ہی او لا اخبرک من صاحبہا لا قطع لانہ یلزم من جہالتہ عدم طلبہ و اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ مینے یہ دراہم چوری کیے ہین اور مین نہین جانتا ہون کہ یہ کسکے ہین یا یون اقرار کیا کہ مینے یہ دراہم چوری کیے ہین اور تجکو مین نہین بتاتا کہ کون اسکا مالک ہے تو قطع نہین اسواسطے کہ نادانستگی مالک سے اسکی عدم طلب لازم ہے حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہے وکل من لہ ید صحیحۃ یملک الخصومۃ ثم فرع علیہ بقولہ کمودع وغاصب ومرتہن ومتول واب ووصی وقابض علی سوم الشراء وصاحب الربوا بان باع درہما بدرہمین وقبضہما فسرقا منہ لان الشراء فاسد بمنزلۃ المغصوب بخلاف معطی الربوا لانہ بالتسلیم لم یبق لہ ملک ولا ید نہر اور جسکا قبضہ صحیح ہے مال پر وہ مالک ہے خصومت کرنے کا اُس مال کے چورانے والے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا یہ قول متفرع کیا جیسے امانت دار اور غاصب اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال مین اور وصی اور جسنے بیع پر قبضہ کیا بائع کی خریدنے کے نرخ پر اور بیاج لینے والا اسطرح کہ اُسنے ایک درہم کو عوض دو درہم کے بیچا اور دونون درم پر قبضہ کر لیا پھر اُسکے پاس سے دونون چوری گئے اسواسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہے بخلاف بیاج دینے والے کے کہ وہ خصومت کا مالک نہین اسواسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اُسکی ملکیت اور قبضہ باقی نرہا کذا فی النہر انتہی [illegible] قبضہ صحیح ہو شارح نے تصویر ربوا مین ایک درہم کی مثال دی حالانکہ یہ مناسب مقام نہین اسواسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہین اور مصنف کی تصویر خوب ہے یعنے دس درم کو بیس درم سے بیچا پھر وہ چوری ہوگئے تو سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع بسرقۃ الا کمالہ خاصۃ اور قطع نہین چوری [illegible]

پھیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو قطع اسواسطے ہے کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہے حدود اور قصاص میں مکلف کی قید اسواسطے لگائی کہ عبد صغیر کا اقرار پر قطع نہیں پر اگر مال قائم ہوگا پھیر دیا جاویگا اگر ہلاک ہو تو قطع ہوگا بلا ضمان کما لو قامت علیہ بینۃ بذلک لکن بشرط حضرۃ مولاہ عندقامتہما خلافا للثانی لا عند اقرارہ بحد اتفاقا چنانچہ قطع ہے غلام پر اگر قائم ہوں گواہ اُسکی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اُسکے مالک کے شاہدوں کی گواہی کیوقت خلافا لابی یوسف اور شرط نہیں موجود ہونا مالک کا غلام کے اقرار حد کے نزدیک بالاتفاق ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ بذا لفظ الحدیث درر وغیرہا ورواہ الکمال لبعد قطع یمینہ اور تاوان نہیں سارق پر بعد قطع ہونے اُسکے داہنے ہاتھ کے یعنے درصورت نہ موجود رہنے مال کے یہ الفاظ حدیث کے ہیں کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین نے یہ حدیث بایں لفظ روایت کی کہ لا غرم علی السارق بعد قطع یمینہ ہم متن کی روایت حدیث بالمعنی ہے اسواسطے کہ یا مصدر ہے اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہے فتح القدیر میں اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی میں یہ حدیث مرفوع بایں لفظ ہے لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث بایں لفظ ہے لا یضمن السارق سرقتہ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف اور منقطع ہے واللہ تعالی اعلم وترد العین لو قائمۃ وان باعہا او وہبہا لبقائہا علی ملک مالکہا اور مالک کا مال پھیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اُسکو بیع یا ہبہ کر دیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اُسکے مالک کی ملک پر ولا فرق فی عدم الضمان بین ہلاک العین واستہلاکہا فی الظاہر من الروایۃ لکنہ یفتی باداء قیمتہا دیانۃ سواء کان الاستہلاک قبل القطع او بعدہ مجتبی اور کچھ فرق نہیں عدم ضمان میں درمیان ہلاک ہو جانے مال مسروق یا اُسکے ہلاک کر ڈالنے کے ظاہر الروایت میں لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے اُسکی قیمت کے ادا کرنیکا اور برابر ہے کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیہ لو استہلکہ المشتری منہ او الموہوب لہ فللمالک تضمینہ اور مجتبی میں ہے کہ اگر سارق سے خرید کرنے والے نے یا موہوب لہ نے اُسکو ہلاک کیا تو مالک کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہے ہم اور مشتری سارق سے اتنا پھیر لے جتنا دیا ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن بالم یقطع فیہ اور اگر بعضے چوریوں کی جزا میں قطع ہوا تو باقی چوریوں میں سے کسیکا ضمان نہیں اور صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اُس مال کا جسمیں قطع نہیں ہوا ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ جمیع سرقات میں قطع واحد بنا بر حق اللہ کے واجب ہے اسواسطے کہ بنای حدود تداخل پر ہے اور خصومت شرط ظاہر ہے قاضی کے نزدیک تو جب ایک سرقہ کیطرف سے قطع ہوا تو سب کی طرف سے قطع ہو چکا خواہ ایک شخص کا چند بار مال چورایا یا چند شخصوں کا کذا فی المنح سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد شقہ ما لم یکن اتلافا بان ینقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملک مستندا الی وقت الاخذ فلا قطع زیلعی کپڑا چورایا پھر اُسکو چیر کر گھر میں آدھا آدھا کیا پھر اُسکو گھر میں سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اُسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچے بعد پھاڑنے کے تاوقتیکہ پھاڑنا اُسکے تلف کر ڈالنے کا موجب نہو اسطرح کہ اُسکی نصف قیمت سے اکثر کم ہو جاوے تو اُسوقت میں مالک کو اُسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہے تو ضمان دیکر سارق مالک ہو گا اُس کپڑے کا چوری کے وقت سے بطریق استناد کے پھر جب مالک ٹھہرا تو قطع نہیں کذا فی الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا اور اگر گھر سے نکالکر کپڑا پھاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اُسکی قیمت بقدر نصاب نہ رہی ہو بوجہ جبر کے وہل یضمن نقصان الشق مع القطع صحح الحدادی لا وقال الکمال الحق نعم اور کیا پھاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ ہو سکتا ہے یعنے درصورت تنصیف اور عدم اتلاف حدادی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہے اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہاں حق ہے وعند اختیار تضمین القیمۃ یسقط القطع اتفاقا اور جب مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنے ضمان میں وقت اخذ سے مالک ہو جائیگا سارق کا پھر قطع کیونکر ہو ولو سرق شاۃ فذبحہا فاخرجہا لا لما مر انہ لا قطع فی اللحم وان بلغ لحمہا نصابا بل تضمین قیمتہا اور اگر بکری چورائی پھر گھر میں اُسکو ذبح کر ڈالا پھر اُسکو گھر سے باہر نکالا تو قطع نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ گوشت میں قطع نہیں اگرچہ گوشت اُسکا بقدر نصاب کے پہونچے بلکہ سارق اُسکی قیمت کا ضمان دیگا ولو فعل ما سرق من الحجرین ہو قدر نصاب وقت الاخذ دراہم او دنانیر او انیۃ قطع ورد ت فالا یرد لتقوم الصنعۃ عندہما خلافا لہ

اور سارق نے جس چاندی اور سونے کو چرایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب ہی چوری کے وقت اسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنالئے تو قطع کیا جاویگا اور وہ مالک کو پھیر دیے
جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پھیر دینا نہوگا بسبب تقدم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے کہ صاحبین کے نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا اسواسطے کہ چاندی کا
نام درہم ہوگیا اور سونے کا نام دینار ہوگیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا شرعا معتبر نہیں ہے بلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنے اگر چاندی کا برتن دس درم کے وزن کا
بیچا جاسے گیارہ درم سے تو جائز نہیں پس حکما ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تھی تو قطع ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاویگا علاوہ اسکے اور دینار میں چاندی سونے کا نام بھی
باقی ہے اسکے ساتھ دوسرا نام حادث ہوگیا و انحو النحاس لو جعلہ اوانی فان کان یباع وزنا فلذلک ان عدو اتفیہ للسارق اتفاقا اختیار اور تانبا وغیرہ تو اگر اسکو
چورایا اور اسکے برتن بنائے سو اگر وہ وزن سے بکتا ہو تو اسیطرح کا حکم ہے یعنی قطع ہے اور مالک کو پھیر دینا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہے باتفاق امام
اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اسواسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنا بر تبدل اور بیع اور شرا کے ولو صبغہ احمر او طحن الحنطۃ اولت السویق فقطع لا رد ولا ضمان
اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کر دیا یا گیہوں کو پیس ڈالا یا ستو کو گھی یا شہد میں لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق قطع کیا گیا تو نہ مال پھیر دیا جاویگا نہ تاوان دلایا جاویگا کذا
لو صبغہ بعد القطع بحر خلافا لما فی الاختیار اور اسیطرح حکم ہے اگر کپڑے کو بعد قطع کے رنگین کریگا کذا فی البحر خلافا لما فی الاختیار ولو صبغہ اسود ردہ لان السواد
نقصان خلافا للثانی و ہو اختلاف زمان لا برہان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگیگا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے بخلاف ابی یوسف
کے کہ انکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہ اختلاف زمان کا ہے نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت میں سیاہی نقصان میں داخل تھی اور
ابی یوسف کے وقت میں موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفای عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے سرق فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان
آخر قطعہ اذ لا ولایۃ لہ علے من لیس تحت یدہ فلیحفظ ہذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطان کو اسکا قطع کرنا نہیں پہنچتا
اسواسطے کہ جو شخص اسکے تحت اختیار نہیں سرقہ کے وقت اسپر اسکی ولایت اور حکومت نہیں تو اس اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر ہم سراجیہ میں ہے
کہ جب سمرقند میں چوری کرے تو اور جند کے والی کو اسپر حد قائم کرنا نہیں پہونچتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود میں خاص ہے یا جمیع امور میں
اسکی تصریح تلاش کرنا چاہیے اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل تقطعان وقیل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعہا لم تقطع
الزائد لانہ غیر مستحق للقطع والا یمکن متمیزۃ قطعا ہو المختار لانہ لا یمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتھیلیاں ہوں ایک گٹے میں
بعضوں نے کہا دونوں قطع کیجاویں اور بعضوں نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی ممتاز ہو اور فقط اسیکا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زائد نہ کاٹی جاوے اسواسطے
کہ زائد مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی زائد سے ممتاز نہو تو دونوں قطع کیجاویں یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ حاصل نہیں ہوتی اقامت واجب کی مگر اسیطرح

کذا فی السراج واللہ اعلم

## باب قطع الطریق

وہو السرقۃ الکبریٰ یہ باب ہے قطع طریق یعنے رہزنی کے احکام میں اور یہ سرقہ کبری ہے اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہے اور چونکہ صغری کثیر الوقوع ہے لہذا اسکو مقدم کر کیا کبری اسکے
سیہنا قطع طریق علانیہ ہوتا ہے بطریق خفیہ تو اسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اسمیں بھی ہے یعنی اخفا حاکم اور اسکے نائبوں سے اور شرائط قطع طریق سے یہ ہے کہ قطاع الطریق
با قوت و شوکت ہوں ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر میں یا دو گانوں کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک شہر کے اندر
کیونکہ متحقق ہے اور اسی پر فتوی ہے لوگوں کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور یہ شرط ہے کہ دار الاسلام میں ہو اور یہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب اموال کے قرابتدار
نہوں اجنبی ہوں اور یہ کہ قطاع الطریق آپس میں جو جوب قطع کے ہیں اہل ہوں تو اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہ ہے کہ قطع نہیں اور یہ شرط ہے کہ قبل توبہ کرنے کے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار
ہونگے تو مال مالکوں کو پھیر دیا جاویگا اور انپر سے حد ساقط ہو جاویگی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشلبی النہر الدرر المنتقی من قصدہ ولو فی المصر لیلا یفتی وہو معصوم علے شخص

معصوم ولو ذمیا جسنے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر میں رات کو قصد کیا اسی قول ابی یوسف پر فتویٰ ہے حالانکہ قصد کرنیوالا معصوم یعنے محفوظ الدم ہو یعنی محفوظ الدم والمال ہو رہزنی کا قصد کیا گرچہ
دونون قسم میں سے ہم قاصد معصوم الدم ہو یعنے مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع انکا خون محفوظ ہو خواہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام میں قطع
طریق کریگا تو وہ استیلا کفار میں داخل ہے جسکا بیان کتاب الجہاد میں آویگا اور اگر قطع طریق مستامن کریگا تو اسکی حد میں اختلاف ہے کذا فی المنح فاعلی المستامنین فلا حد تو اگر
قطاع الطریق نے مستامن کیغار پر رہزنی کی تو حد نہین اسواسطے کہ بسبب حربی ہونیکے اسکا مال مباح ہے اور عصمت اسکی دائمی نہین کذا فی المنح عن الکافی واخذ قبل اخذ شیء و قتل
نفس حبس وہو المراد بالنفی فی الآیۃ سو قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہے
آیت قرآنی میں ہم نفی من الارض سے حبس ہے اسواسطے مراد ہوا کہ اگر اسکی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہ نہین ہو سکتا جبتک کہ وہ زندہ ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں
نکالدینا مراد ہو تو اس سے مقصود حاصل نہین یعنے دفع اذیت آدمیون سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کا نکالدینا مراد لیجیے تو ہمین اسکے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ
نفی عن جمیع الارض مراد ہے اسطرح کہ اسکو ایک مکان میں قید کیجیے تا جمیع اہل ارض اسکے شر سے محفوظ رہین بجز موضع حبس سو اسواسطے کہ محبوس کی خارج عن الدنیا ہے اور یہ بین ہے
ظاہران المراد توزیع الاجزیۃ علی الاحوال کما تقرر فی الاصول اور ظاہر ہے کہ آیت قرآنی میں تقسیم جزاؤن کی احوال پر مراد ہے چنانچہ کتب اصول میں ثابت ہو چکا ہے ہم
قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید میں قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پانون کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی سخت
جزا جائز ہو سکتی ہے اور یہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت جزا اور ہلکے کی ہلکی اسواسطے کہ برابری عقوبت
کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہے اور یہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ابی بردہ کے لوگون نے قطاع الطریق کی
تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہ حد لیکر کہ جسنے قتال کیا اور مال لیا اور جسنے قتال کیا اور مال نہین لیا وہ قتل کیا جاوے اور جسنے مال لیا
اور قتال نہین کیا اسکے ہاتھ پانون کاٹے جاوین جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہو کر آوے تو اسلام نے گناہ گذشتہ کو گرا دیا اور عطیہ کی روایت میں ابن عباس سے یون ہے کہ
جسنے راہ میں دھمکایا اور قتل نہین کیا اور مال نہین لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح والطحطاوی اور یہی مذہب ہے امام شافعی و لیث اور اسحق اور ہمارے اصحاب کا اور ابو ثور اور
داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کرنیکا بعد التعزیر لمباشرتہ منکر التخویف حتی یتوب لا بالقول بل بظہور سیماء الصلحاء او یموت یعنی
مذکور محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالف شرع دھمکانے کے سبب سے یہان تک کہ توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامت صالحین کے ظہور سے یا مرجاوے قید میں
اگر آثار توبہ ظاہر نہون ہم مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ متون فقہ میں تعزیر مذکور نہین حالانکہ منتقی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہے بسبب ارتکاب منکر یعنے
تخویف کے اور صاحب کفایہ نے تمرتاشی سے اسیطرح نقل کیا ہے چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے انتہی و ان اخذ مالا معصوما بان یکون لمسلم او ذمی کما مر
واصاب کل نصابا قطع یدہ ورجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف لئلا یفوت نفعہ وہذہ حالۃ ثانیۃ اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال
مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اسکا ایک ہاتھ اور ایک پانون قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اسکے ہاتھ پانون صحیح
سالم ہون تاکہ اسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہون اور یہ دوسری حالت ہے ہم مخالف سے یہ مراد ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایان پانون کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت
ہو سکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اسکا بایان ہاتھ اور داہنا مقطوع یا شل ہوگا تو قطع نہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب میں قطع
نہین کذا فی المنح وان قتل معصوما ولم یاخذ مالا قتل ہذہ حالۃ ثالثۃ حدا لا قصاصا فلذا لا یعفوہ ولی لا اشتراط ان یکون القتل موجبا للقصاص لوجوبہ جزاء
لمحاربۃ اللہ تعالے بمخالفۃ امرہ وہذا الحل یستغنی عن تقدیر مضاف کما لا یخفی اور تیسری حالت یہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنابر حد کے قتل
کیا جاویگا نہ ازروے قصاص کے تو اسیواسطے ولی مقتول اسکو معاف نہین کر سکتا اور شرط نہین ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنے مباشرت آلہ ورسبب
قاطع الطریق کا قتل کرنا شرط نہین بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سب کے قتل کیواسطے کافی ہے بسبب واجب ہونے قتل کے اللہ تعالے کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالے کی لڑائی سے اسکی نافرمانی مراد ہے

اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی حاجت نہ رہی آیت قرانی مین چنانچہ مخفی نہین ہم آیت قرانی یعنی انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ مین مضاف کو اکثر علما محذوف مانتے ہین یعنے یحاربون اولیاء اللہ یا یحاربون عباد اللہ اسواسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہین شارح نے کہا جب محاربہ کو معنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم سبب بر مسبب پر تو تقدیر مضاف کی کچھ حاجت نہ رہی والحالۃ الرابعۃ ان قتل واخذ المال خیر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او فعل الثلثۃ او قتل وصلب او قتل فقط او صلب فقط کذا فصلہ الزیلعی اور چوتھی حالت یہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہے خواہ دینے مین چھ طرح اگر چاہے ہاتھ پاؤن جانب مخالف سے قطع کرے پھر اُسکو قتل کرے یا چاہے قطع کرے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینون عمل مین لاوے یا قطع کرے اور نہ سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط سولی دیوے اسیطرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز مین ہم وجہ حصر یہ ہے کہ حالات تین ہین قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار ہے کہ اول اور ثانی مین یا اول اور ثالث مین جمع کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث مین جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے ویصلب حیا فی الاصح وکیفیتہ فی الجوہرۃ اور سولی پر زندہ چڑھاوے قول اصح مین اور سولی پر چڑھانے کی کیفیت جوہرہ مین کور ہے ہم جوہرہ نیرہ مین کیفیت سولی پر چڑھانے کی یون مذکور ہے کہ ایک لکڑی زمین مین گاڑے پھر اُسکے اوپر ایک لکڑی عرض مین باندھے اُسپر رہزن کے دونون پاؤن رکھے دوسری لکڑی تیسری لکڑی اوپر باندھے عرض مین اُسمین دونون ہاتھ اُسکے باندھے پھر برچھی سے اُسکی بائین چھاتی مین کونچے اور برچھی سے اُسکا پیٹ خوب ہلاوے یہانتک کہ مرجاوے کذا فی المنح ویبعج بطنہ برمح لتشہیرہ ویخضخضہ حتی یموت اور اسکا پیٹ برچھی سے پھاڑے اُسکی تشہیر کیواسطے اور اُسکو برچھی سے ہلاوے تاکہ مرجاوے ویترک ثلثۃ ایام من موتہ ثم یخلے بینہ وبین اہلہ لیدفنوہ لا اکثر منہا علے الظاہر وعن الثانی یترک حتی یتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اُسے سولی پر چھوڑا جاوے پھر اُسمین اور اُسکے قرابتیون مین تخلیہ کیا جاوے تاکہ اُسکو وہ لوگ دفن کرین تین دن سے زیادہ سولی پر نہ رہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ بدبو سے لوگون کو تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہین رہے یہانتک کہ گل سڑ کر گر پڑے وبعد اقامۃ الحد علیہ لا یضمن ما فعل من اخذ مال وقتل وجرح زیلعی اور اُسپر حد قائم کرنے کے بعد ضمان نہین اُسکے فعل کا یعنے اخذ مال وقتل وزخم لگانیکا کذا فی الزیلعی ہم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال خود بعینہ باقی نہین رہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا کذا فی الملتقی وتجری الاحکام المذکورۃ علی الکل بمباشرۃ بعضہم الاخذ والقتل والاخافۃ اور احکام مذکورہ سب قطاع الطریق پر جاری ہونگے اُنمین سے بعضے لوگون کے مال لینے اور قتل کرنے اور ڈرانے سے یعنی اگرچہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کرین اور باقی کھڑے رہین یا مدد کرین لیکن جس ورتعزیر اور قطع اور قتل وصلب سب پر جاری ہوگا علے الحالات وحجر وعصا لہم کسیف اور پتھر اور اُنکی لاٹھیان مانند تلوار کے ہین یعنے ہرچند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہین لیکن یہان بہر صورت قتل ہوگا اسواسطے کہ یہ جزاء الطریق قصاص نہین جو لاٹھی اور تلوار مین فرق کیا جاوے بلکہ یہ جزاء محاربہ خدا ورسول ہے بنا بر حد کے والحالۃ الخامسۃ ان انضم الی الجرح اخذ قطع من خلاف وہدر جرحہ لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچوین حالت یہ ہے کہ اگر زخمی کرنے کے ساتھ مال کا لینا بھی ملے تو ہاتھ پاؤن جانب مخالف سے قطع کیے جاوین اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب جمع ہونے قطع اور ضمان کے وان جرح فقط اے لم یقتل لم یاخذ نصابا قال الزیلعی ولو کان مع ہذا الاخذ قتل فلا حد ایضا لان المقصود ہنا المال وہی من الغرائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنے نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہین زیلعی نے کہا اور اگر اس لینے کے ساتھ یعنے کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہین اسواسطے کہ مقصود یہان مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہ مسئلہ عجائبات سے ہے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا عیسے بن آبان نے کہا کہ فقط قتل موجب حد ہے پھر یہان کیون نہوئی باوجود زیادتی جنایت کے یعنے قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا وہ یہ ہے کہ درصورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کیطرف غالب ہے تو وہی معتبر ہوا نہ غیر اُسکا بخلاف اسصورت کے جبکہ فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف ظاہر ہو گیا کہ اُنکا مقصود قتل تھا نہ مال لہذا یہان حد واجب ہوئی فوائد ظہیریہ مین اس مسئلہ کو غرائب مین شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی پر جنایت صورت خفت ہو گئی کذا فی الطحطاوی عن البحر او قتل عمدا او اخذ المال فتاب قبل مسکہ ومن تمام توبتہ رد المال او لم یردہ قیل لا حد یا رہزن نے قتل کیا عمداً اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونے کے تو حد نہین اور اُسکی تمامی توبہ سے مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ پھیر دیگا بعضون نے کہا تو بھی اُسپر حد نہین کذا فی المنح

کیفیت سولی دینا کی ۱۲

چوتھا حکم

پانچواں حکم

جرح اول

حکم پنجم

او کان منہم غیر مکلف او اخرس او کان ذا رحم محرم من احد المارۃ او شریک مفاوض با قطاع الطریق یعنی کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کوئی راہ چلنے والے کا
رہزن قرابتدار محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہیں اسواسطے کہ جب ایک شخص سے بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مال سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے
بھی ساقط ہو گئی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی المنح او قطع بعض المارۃ علی البعض یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والوں نے بعض پر تو انہیں حد نہیں بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ ایک
واحد کے ہو گیا او قطع شخص الطریق لیلا او نہارا فی مصر او بین مصرین یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہر کے درمیان میں تو ان امور مذکورہ کے
حد نہیں بسبب عدم شرط قطع طریق وعن الثانی ان قصدہ لیلا مطلقا او نہارا بالسلاح فہو قاطع وعلیہ الفتوی بحر ودرر واقرہ المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر اسنے قطع طریق
کا قصد کیا رات کو کسی طرح یا دن کو ہتیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اسپر جاری ہو گی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر والدرر اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح میں مسلم
رکھا ہے فلا حد جواب للمسائل الست تو حد نہیں یہ جواب ہے مسائل ستہ مذکورہ کا ہم اگرچہ مسائل مذکورہ میں حد ساقط ہوئی لیکن حقوق العباد کا مواخذہ ہوگا کذا فی الطحطاوی
یعنے قتل عمد میں قصاص ہے اور اخذ مال میں رد مال ہے اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہے کذا فی المنح وللولی القود فی العمد والارش فی غیرہ او العفو فیہما اور مسائل مذکورہ میں
ولی مقتول کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد میں یا خونبہا لینا غیر عمد میں یا عمد اور غیر عمد میں معاف کر دینا والعبد فی حکم قطع الطریق کغیرہ وکذا المرأۃ فی ظاہر الروایۃ فتح لکنہا لا تصلب مجتبی
اور عبد قطع طریق کے حکم میں مانند آزاد کے ہے اور اسیطرح عورت ظاہر الروایت میں مانند مرد کے ہے کذا فی فتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑھائی جاویگی کذا فی المجتبی
وفی السراجیۃ والدرر فیہم امرأۃ فباشرت الاخذ والقتل قتل الرجال لا ہی وہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور درر میں ہے کہ قطاع الطریقین کے گروہ میں ایک عورت نے بھی
مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہے عشر نسوۃ قطعن واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلا دس عورتوں نے قطع طریق کیا اور مال لیا
اور قتل کیا تو سب قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان دینگی ہم یہ قتل بنا بر قصاص ہے نہ بنا بر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہ توجیہ قول مختار پر مبنی ہے نہ ظاہر روایت پر و
یجوز ان یقاتل دون مالہ وان لم یبلغ نصابا ویقتل من یقاتلہ علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون مالہ فہو شہید فتح اور جائز ہے کہ مقابلہ کرے انسان
اپنے مال کی حفاظت کیواسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہونچے اور قتل کرے اسکو جو اس سے اسکے مال پر مقابلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا جاوے
اپنے مال کے سوا یعنے اپنے مال بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر ہم نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا سو اسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چھیننے کو آوے حضرت نے فرمایا کہ اسکو اللہ یاد دلا اسنے کہا اگر وہ نہ مانے یعنی یوں کہ اسکو عذاب سے ڈرایا اور وہ نہ ڈرا تب اسنے کہا
اگر وہ پسند پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں سے استعانت کر اسنے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان یعنی حاکم سے استعانت کر اسنے کہا اگر حاکم
دور ہو مجھسے فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقابلہ کر اپنے مال بچانے کیواسطے یہانتک کہ یا تو شہید ہو جاوے یا اپنا مال بچا لیوے کذا فی تیسیر الوصول بحر الرائق میں ہے کہ سارق جب کسی کے
گھر میں گھسے اور اسباب کو نکالے تو اسکو قتل کرنا جائز ہے جبتک کہ سارق کے پاس متاع اسکی ہے بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پھینکدے تو اسکو اور اہل کو اس سے
مقابلہ جائز نہیں سو واسطے کہ حدیث مذکور اسکو شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقوں نے لوگوں کا مال لیا اور لیچلے اور مالکان مال نے اور لوگوں سے مدد چاہی ہے انہوں نے سارقوں کا پیچھا کیا تو اگر مال کے
مالک ساتھ ہوں یا ساتھ نہوں لیکن وہ لوگ اسکے مال کو پہچانتے ہوں اور چوروں سے چھین سکتے ہوں تو ان لوگوں کو مقابلہ کرنا مال چھیننے کیواسطے درست ہے اور اگر مالک ساتھ نہوں اور وہ لوگ اسکے
مال کو پہچانتے نہوں اور نہ چھین سکتے ہوں تو انکو مقابلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح ومن تکرر الخنق بکسر النون منہ فی المصر ای خنق مرارا ذکرہ مسکین قتل بہ سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد وکل من کان کذلک
یدفع شرہ بالقتل اور جس شخص سے گلا گھونٹنا اور پھانسی دینا شہر میں مکرر ہوا ہو یعنے بارہا یہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم سے قتل کر ڈالا جاوے بطریق سیاست کے بسبب اسکے فساد اٹھانے کے
اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اسکا شر قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرۃ لا لانہ کالقتل بالمثقل وفیہ القود عند غیر ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اور اگر ایسا نہو یعنے
ایک بار اسنے پھانسی دی ہو تو بطریق سیاست اسکا قتل جائز نہیں اسواسطے کہ پھانسی سے مارنا بھاری چیز سے قتل کرنے کے برابر ہے اور اسمیں قصاص ہے امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور علماء کے نزدیک یعنے صاحبین وغیرہما کے نزدیک اور امام کے نزدیک اسمیں دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

# کتاب الجہاد

یہ کتاب ہے جہاد کے احکام میں اور اسکتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہیں سیر بکسر اول وفتح ثانی جمع ہے سیرۃ کی بکسر اول وسکون ثانی سیرۃ سیر بالفتح سے ہے یعنی سفر اور قسم ظاہری
اور معنوی ہے باعتبار قسم ثانی کے سیرۃ بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے خواہ طریقہ نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہیں کہ فلان محمود السیرۃ اور فلان مذموم السیرۃ ہے اور اہل شرع کی زبان میں جنگ کفار اور انکے متعلقات
میں سیرۃ مستعمل ہے جیسے مناسک حج میں اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سفر لازم ہے اور مغازی جمع ہے مغزاۃ کی اور مغزاۃ اور غزاۃ اور غزوہ بمعنی جنگ ہے کذا فی الفتح والمنح درمختار اور عالمگیری میں ہے
کہ آیا جہاد کی دو شرطیں ہیں اول یہ کہ کفار اسلام قبول کرتے ہوں یا اہل اسلام نے انکو امان دی ہو اور انسے عہد صلح کا نہ کیا ہو اور شرط ثانی یہ ہے کہ قتال کرنے سے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام
متوقع ہو اپنے اجتہاد اور تخمین کے موافق یا جسکی رائے اور اجتہاد پر اعتقاد اور اقتدا ہو اسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی قتال میں امید نہو تو انکو قتال حلال نہیں اسواسطے کہ دیدہ و دانستہ اپنی جان کو ہلاکی میں ڈالنا
ہے اور حکم جہاد کا ساقط ہونا واجب کا ہے اپنے ذمہ سے دنیا میں اور حصول ثواب اور سعادت ہے آخرت میں انتہا عبادات کے اور وہ بعد الحدود ولاتحاد المقصود ووجہ الترقی غیر خفی مصنف کتاب الجہاد کو
لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترقی جہاد کی مخفی نہیں ہے حدود اور جہاد کا مقصود ایک چیز ہے یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسیواسطے حدود
اور جہاد دونوں حسن لغیرہ ہیں اور جہاد کی ترقی کی وجہ حدود پر یہ ہے کہ حدود میں اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہے اور جہاد میں کفار سے تو معاملہ اہل اسلام کا اولی بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہے کہ حدود
میں ازالہ فسق ہے اور جہاد میں ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہے یا یہ وجہ ہے کہ قتال کفار کا ثواب اعظم اور اکبر ہے وہو لغۃ مصدر
جاہد فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہے جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ میں اور یہ شامل ہے امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کی کوشش کو وشرعا الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ شمنی اور اصطلاح شرع میں جہاد عبارت ہے سچے دین کیطرف بلانے سے اور جو اسکو نمانے اسکے قتال
کرنے سے کذا فی الشمنی ہم قہستانی نے کہا کہ شرع میں جہاد عبارت ہے قتل کفار سے اور انکے نفوس یا مال غارت کرنے اور انکے معابد اور اصنام کو توڑنے سے غرض کہ مراد اجتہاد اور کوشش ہے
دین کی تقویت میں [illegible] اہل رباط اور اہل [illegible] اگر انتہی تو یہ جو شمنی نے تعریف جہاد میں فقط قتال لکھا ہے اسواسطے کہ جہاد کا جزو اعظم قتال ہے اور مراد یہ ہے کہ قتال
اور [illegible] مال وغیرہ سے جہاد میں داخل ہے تو تعریف [illegible] کمال [illegible] ذکر [illegible] التفصیل ہے اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی [illegible] بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ
بمال او رأی او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی در ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرح کی ہے کہ جہاد عبارت ہے بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ میں بذات خود مستعد ہو کر یا مال کی
مدد کر یا تدبیر بتا کر یا مسلمین کا جماوڑ بڑھا کر یا [illegible] اسکے اور طرح کی مددگاری [illegible] زخمیوں کی تیمارداری اور غازیوں کو کھانا پکا دینا انکے واسطے پانی لانا انکے اہل وعیال کی خبرگیری کرنا
جہاد میں داخل ہے چنانچہ اسکی تصریح احادیث میں [illegible] ادنہ الرباط وہو الاقامۃ فی مکان لیس وراءہ اسلام ہو المختار اور جہاد کے توابع [illegible] رباط ہے اور وہ عبارت ہے ایسے
مکان کی اقامت سے جسکے آگے اسلام نہو یعنی [illegible] حد دار الاسلام [illegible] کفار دار الاسلام میں [illegible] اہل اسلام [illegible] اسکو رباط کہتے ہیں اسواسطے
کہ اگر جسکے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام [illegible] گھرون میں مرابط ٹھہرین حالانکہ ایسا نہیں [illegible] ایک بار کفار نے غارتگری کی ہو وہ چالیس برس تک رباط گنا گیا
اور جہان دو بار غارتگری ہوئی وہ ایک سو بیس برس تک رباط ہوا اور جہان تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہے کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ ودرہمہ بسبعمائۃ
وان مات فیہ اجری علیہ عملہ ورزقہ وامن الفتان وبعث شہیدا آمنا من الفزع الاکبر وتمامہ فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہے کہ مرابط یعنی رباط کے ٹھہرنے والے کی نماز پانسو نماز
برابر ہے اور ایک درم اسکا سات سو درم کے صرف کرنے سے افضل ہے اور صحیح مسلم میں سلمان فارسی سے روایت ہے کہ جو رباط میں مرگیا اسکا عمل جو کرتا تھا قیامت تک
جاری رہیگا اور روزی اسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر اور نکیر [illegible] سے محفوظ رہیگا اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو مرابط مرگیا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنی بڑی
دہشت اور ہول سے قیامت میں محفوظ اٹھیگا اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کر دیا فـ حدیث میں وارد ہے کہ جب ابن آدم مرتا ہے
تو اسکا عمل منقطع ہو جاتا ہے لیکن احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ تیرہ اعمال کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے (۱) نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا کتاب
دینی کا ترجمہ کرنا یہ سب نشر علوم میں داخل ہے (۲) دعاے اولاد صالح (۳) کھجور وغیرہ کے درخت کا جمانا (۴) صدقات جاریہ مانند وقف وغیرہ (۵) قرآن مجید کو وارثوں کے

ف یعنی بذات خود مستعد ہو کر [illegible] اور کوشش [illegible] فساد [illegible] عالم کو خالی کرنا [illegible] ۱۲

واسطے چھوڑ جانا ۶ مسجد اسلام کی چوکیداری ۷ کنواں بنانا ۸ نہر جاری کرنا ۹ مسافر خانہ بنانا ۱۰ اصلاح ذکر یا مثل مسجد اور خانقاہ اور مدرسہ دینی کے ۱۱ تعلیم قرآن مجید ۱۲ اشاعت و ۱۳ طریقہ نیک نکالنا جو لوگوں میں رائج ہو کذا فی الطحطاوی ہم فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہے اور کیونکر نہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا ڈالنا ہے یعنے جان نثار کرنی اللہ سبحانہ کی رضامندی و تقرب کیواسطے اور اس سے زیادہ تر شاق نفس کو مگیر رکھنا ہے طاعات پر نشاط اور کاہلی میں علی الدوام اور نفسانی خواہشوں سے صاف کنارہ کرنا و لہذا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر یعنی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کیطرف چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال سے کون عمل افضل ہے فرمایا نماز کو اسکے وقت پر پڑھنا میں نے کہا پھر کون افضل ہے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا میں نے کہا پھر کون افضل ہے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث میں نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابوہریرہ کی متفق علیہ حدیث میں جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہے ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا اللہ و رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اسکے بعد کون افضل ہے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر کون افضل ہے فرمایا حج مقبول تو اس حدیث میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ ایمان کی لفظ میں داخل ہیں بطریق عموم مجاز کے تو دونوں حدیثوں میں کچھ معارضہ باقی نرہا اسواسطے کہ اس میں کچھ تردد کا مقام نہیں کہ صلوٰۃ خمسہ پر مواظبت کرنا انکے اوقات مستحبہ میں افضل ہے جہاد سے اسواسطے کہ نماز فرض عین ہے اور بار بار واجب ہوتی ہے بخلاف جہاد کے اور اسواسطے کہ جہاد فرض نہیں مگر شیوع ایمان و اقامت صلوٰۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا بخلاف ایمان و نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن بعینہا ہیں چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح میں صاف مصرح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اسکی جسکے قابو میں میری جان ہے کہ کوئی عمل رجات آخرت کی طلب میں بعد صلوٰۃ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد میں بکثرت ہیں از انجملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف میں فی سبیل اللہ افضل ہے خدا تعالی کے نزدیک ساٹھ برس کی عبادت سے ابوداؤد میں انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے جب سے کہ مجکو اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا یہانتک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑیگی اسکو باطل نہ کریگا ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل انتہی اور اجماع اسپر قائم ہے تو جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہیں کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ تعالی کی راہ میں بقدر فواق ناقہ تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اسکے واسطے جنت واجب ہوگی اور سنن ابوداؤد کے صحاح ستہ میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے فرمایا کہ تم اسکو نہ کرسکوگے پھر اصحاب نے دو تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہے جسکے صیام و صلوٰۃ میں فتور نہیں واقع ہوتا یہانتک کہ مجاہد پھر کر لوٹ آوے یعنے جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز و قرآن میں بسر کرے ایک لمحہ آرام نہ کرے تو البتہ مجاہد کے برابر ثواب میں ہوسکتا ہے سو یہ امر آدمی سے متصور نہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آنکھوں کو آگ نہ لگیگی یعنے آتش جہنم نہ جلا دیگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالی کے خوف سے روئی دوسری وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ میں جاگی اور مسلم اور نسائی میں ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کیواسطے ہے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجکو اسکے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں مخطومہ ملینگی کذا فی تکمیل البیان اور صحیحین میں زید بن خالد سے روایت ہے کہ جسنے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا تو البتہ اسنے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل و عیال کی پیچھے خبرگیری کرتا رہا وہ بھی غازی ہے اور ابوداؤد میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہے تمپر ہر سردار کے ساتھ نیکوکار ہو یا بدکار اور نماز واجب ہے تمپر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرگیا اور اسنے جہاد نہ کیا اور جہاد کرنیکا اپنے دل میں بھی خیال نہ کیا وہ شعبہ نفاق پر مرگیا اور صحیحین میں عمر سے اور ابن ابوموسی سے روایت ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہے اظہار شجاعت کیواسطے یا لڑتا ہے حمیت کیواسطے یا اپنی نمود کیواسطے لڑتا ہے انمیں کون فی سبیل اللہ ہے فرمایا جو قتال اسواسطے کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور ابوداؤد میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہے یعنے غنیمت کے مال کی آرزو مند ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو کچھ ثواب نہیں پھر سائل نے تین بار اسی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اسکو کچھ ثواب نہیں کذا فی تیسیر الوصول

ہو فرض کفایۃ کل ما فرض لغیرہ فہو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عین ولولا ہذا لما تقدم الکفایۃ لکثرۃ

جہاد فرض کفایہ ہے یعنے بعضوں کے جہاد کرنے سے کہ جو کافی ہوں سب سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے شارح کہتا ہے جو چیز اپنے غیر کے لیے فرض ہوئی وہ فرض کفایہ ہے جبکہ بعض کے کرنے سے مقصد حاصل ہو جاوے
اور اگر ایسا نہو یعنی جو بذات خود فرض ہو نہ غیر کی جہت سے یا چند ہو فرض بغیرہ ہی ولیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا تو وہ فرض عین ہے اور شاید کہ مصنف نے فرض کفایہ کو مقدم کیا بلحاظ
علی سبب اسکی کثرت کے ہم کلام وارد کا مفید ہی اگرچہ جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت جہاد کی قوا قطعیہ ہیں قال تعالی فاقتلوا المشرکین کافۃ وقاتلوا الذین لا یؤمنون
باللہ والیوم الآخر وکتب علیکم القتال وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سے سب سے اور فرمایا کہ قتال کرو انسے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر
اور پچھلے دن کا یعنی قیامت کا اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تم پر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو انکو یہاں تک کہ فتنہ یعنے کفر کا فتنہ نہ باقی رہے اور سب دین اللہ کا ہو جاوے اگر کوئی کہے ان آیات کا عموم صغیر
اور مجنون کا مخصوص ہے اور عام مخصوص ظنی الدلالۃ ہو جاتا ہے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ خروج صغیر اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو ایسی تخصیص سے عام ظنی نہیں ہوتا اور عورت
اور مریض سے بسبب نہ ہونے لیاقت کے جہاد نہیں اسواسطے کہ خطاب جہاد انھیں لوگوں سے ہے جو لیاقت محاربہ رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ ہونا اسواسطے ہے کہ وہ فرض لعینہ نہیں کیونکہ فی نفسہ افساد ہے بلکہ لغیرہ
فرض ہے یعنے دین الٰہی کے غالب کرنے کے لیے اسواسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لیے فرض ہوا ہے تو جب یہ مدعا بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہوگا تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاویگا
چنانچہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض عین معلوم ہوتا ہے تو اسکے فرض کفایہ جاننے اور ظاہر سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ سبب عدول
یہ آیت قرآنی ہے لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاہدون الی قولہ وکلا وعد اللہ الحسنی یعنی حق تعالی نے فرمایا بیٹھنے والے مومنین سوائے اہل ضرر کے اور مجاہدین
برابر نہیں پھر آخر آیت میں فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالی نے نیکی کا وعدہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب کے ہوتے اور بروایت صحیح
ثابت ہوا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی میں تشریف نہ لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نہ تھا کذا فی المنح طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر
مسلمین کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہو گیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نہ کیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا تو سب پر
واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہ جہاد کرنیکا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اسواسطے کہ مدار وجوب کا بیان ظن پر ہے کیونکہ
غیر کے فعل اور عدم کا علم قطعی ایسے امور میں متعسر ہے ابتداء وان لم یبدؤنا للعموم لا قولہ تعالی فان قاتلوکم فاقتلوہم وتحریمہ فی الاشہر الحرم منسوخ بالعمومات کاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم
جہاد فرض ہے پہلے پہل اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتدا نکی ہو اور وہ جو آیت قرانی ہے کہ اگر کافر تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب و ذیقعدہ
و ذی الحجہ اور محرم میں منسوخ ہے عمومات آیات سے چنانچہ یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جس وقت اور جہاں انکو پاؤ اسواسطے کہ لفظ حیث کا زمان و مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی
ان قام بہ البعض ولو عبیدا او نساء سقط عن الکل جہاد فرض کفایہ ہے یعنے اگر بعضے لوگ اسکو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں ہوں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے ہم نے کہا جہاد اسوقت
کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع کفار میں کافی نہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہے سو اگر کفایت نہوئی ہو یہاں تک تمام مسلمین کے تو سب ناس میں
جہاد فرض عین ہو جاویگا مانند صوم اور صلوۃ کے کذا فی المنح والا اثم الکل یعنی اور اگر نہ قائم ہو بعض تو گنہگار ہونگے کل مکلفین سو اگر جہاد کو کسی نے قائم نکیا کسی وقت میں تو اسکے ترک
کرنے سے سب گنہگار ہونگے یعنے سب عاقل بالغ مسلمان گنہگار ہونگے ہم یعنے ہر زمانے میں اگر بعض مسلمین جہاد نہ کریں تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی زمانہ میں بعضے جہاد کر لیں
تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہو وایاک ان تتوہم ان فرضیتہ تسقط عن اہل الہند بقیام اہل الروم مثلا بل الفرض علی الاقرب فالاقرب من العدو الی ان تقع الکفایۃ
فلو لم تقع الا بکل الناس فرض عینا کالصلوۃ والصوم ومثلہ الجنازۃ والتجہیز فما ہو فی الدرر ولیکن ایسا نہ خیال کیجیو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہو جاتی ہے
اہل روم کے جہاد کرنے مثلاً بلکہ جہاد فرض ہے اسپر جو زیادہ نزدیک ہو دشمن یعنے کفار سے پھر انکے بعد اسپر جو انسے اقرب ہو یہاں تک کہ کفایت حاصل ہو یعنے
غیر کی مدد کی حاجت نہ رہے کفار منہزم ہو جاویں اور اگر کفایت نہ حاصل ہوئی ہو بدون سب کے تو اسوقت میں سب پر جہاد فرض عین ہو جاویگا مانند صلوۃ اور صوم کے
اور جہاد کے مانند ہے نماز جنازہ اور تجہیز میت اور ایسا ہی اسکا درر میں ہے یعنے اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مرگیا تو اسکے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر اسکی تجہیز اور تکفین اور نماز
جنازہ فرض ہے نہ محلات بعیدہ پر اور اگر اس محلہ کے قریب دوسرے محلہ والوں کو جانا کہ اہل محلہ میت کے حقوق ادا نہیں کرتے یا عاجز ہیں تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والوں پر فرض ہوگا اور اگر

بھی کوتاہی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی علی ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا یفترض علی صبی وبالغ لہ ابوان او احدہما لان
طاعتہما فرض عین وقال صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنۃ عند رجل امک اسطرح جہاد فرض نہیں صغیر پر اور اُس بالغ پر جسکے ماں باپ
یا ایک کوئی اُنمیں سے زندہ ہے اسواسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہے تو فرض کفایہ واسطے فرض عین ترک نہوگا اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عباسؓ بن مرداس سے
جبکہ اُسنے جہاد کا ارادہ کیا لازم پکڑ اپنی ماں کو اسواسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہے کذافی اسطرح ہم جہاد میں جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہے اسواسطے کہ انکی
اطاعت اُنپر فرض عین ہے اور جہاد فرض نہیں صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں کہا
ہاں فرمایا انھیں میں جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہوچکی اُسمیں بر والدین جہاد پر مقدم ہے اور ابوداؤد میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن میں کوئی تیرا ہے اُسنے کہا میرے والدین ہیں فرمایا تجھکو اذن دیا ہے بولا نہیں فرمایا تو پلٹ جا اور اُنسے اجازت لے اگر وہ اجازت دیں تو
جہاد کر اور جو اجازت نہ دیں تو اُنکے ساتھ نیکی اور فرمانبرداری کر کذا فی الفتح بحر الرائق میں ہے کہ اصول کے سوا اور اہل عیال اگر مرد کے جہاد کرنے کو برا جانیں تو اگر انکے ضائع ہونیکا
خوف ہو تو بدون انکی اجازت کے خروج نہ کرے وفیہ لا یحل سفر فیہ خطر الا باذنہما وما لا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور سراج میں ہے کہ جس سفر میں ہلاکی کا خوف ہو جیسے جہاد
اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیۃ الحلبی تو اُسمیں جانا حلال نہیں بدون اذن والدین کے اور جس سفر میں خطرہ نہیں وہ بدون اذن کے حلال ہے اور سفر بلا خطر میں طلب علم کا سفر کرنا داخل ہے اور اسیطرح ہے
تجارت اور حج کا سفر کذا فی البحر وعبد وامرأۃ لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرہا الزوج بہ فتح وعلی غیر المزوجۃ نہر قلت تعلیل الشمنی یفصح بینہما الفہید خلافہ قال فی البحر انما یلزمہما
امرہ فیما یرجع الی النکاح وتوابعہ اور جہاد فرض نہیں غلام اور عورت پر بسبب فرض ہونے حق مولی اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے وجوب ہونا جہاد کا عورت پر
اگر عورت کا زوج اُسکو جہاد کا امر کرے کذا فی الفتح اور غیر منکوحہ پر وجوب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہے کذا فی النہر شارح کہتا ہے اور تعلیل شمنی کی بوجہ صحیح جسمیں عورت اُسکے مخالف کی مفید یعنی
عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی امر کرے بحر الرائق میں کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات میں ہے یعنی امر جہاد متعلقات نکاح سے خارج ہے تو عورت پر
امتثال اسکا لازم نہیں تو وجوب جہاد بھی نہیں ہم تعلیلات مذکورہ پر وجوب اور عدم وجوب کو مستفاد کرنا بے موقع ہے اسواسطے کہ عدم وجوب قہستانی میں محیط سے منصوص ہے خلاصہ اسکا یوں ہے کہ جہاد
وغیرہ عورت پر واجب نہیں خواہ منکوحہ ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت سر سے قدم تک ستر ہے اور جہاد میں کشف عورت ہو جاتا ہے چنانچہ محیط میں ہے تو مزوجہ کی خصوصیت نہ رہی جیسا
بعض نے گمان کیا ہے کذا فی الطحطاوی واعمی ومقعد اور اعرج فتح اور جہاد فرض نہیں اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں مقعد بمعنی اعرج لیوان ادب سے منقول ہے اور حموی نے مغرب سے نقل کیا
کہ مقعد وہ ہے جسکو بیماری نے چلنے پھرنے سے تھکا دیا ہو واقطع فتح بحر ہم اور جہاد واجب نہیں دست بریدہ پر بسبب عاجز ہونے اندھے اور لنگڑے اور دست بریدہ ہم معذور ہونا اعمی اور اعرج اور مریض اور ضعفا کا قرآن مجید
میں مصرح ہے اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہے قہستانی نے کہا اسمیں اشعار ہے اسکا کہ جو شخص عاجز ہو جہاد سے کسی سبب سے اُسپر فرض نہیں چنانچہ قہستانی میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے و مدیون بغیر اذن
غریمہ بل وکفیلہ ایضا ولو بامرہ تجنیس ولو بالنفس نہر وہذا فی الحال اما المؤجل فلہ الخروج ان علم رجوعہ قبل حلولہ ذخیرہ اور فرض نہیں قرضدار پر بلا اذن قرضخواہ کے بلکہ اسکے ضامن کے
بلا اذن بھی اگرچہ وہ قرضدار کے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو بھی بلا اذن اسکے جہاد کرنا فرض نہیں اور یہ یعنی اذن قرضخواہ کا ہونا شرط
فی الحال کے قرض ادا کرنے میں شرط ہے اور مدت والے قرض میں تو اسکو جہاد کے واسطے جانا جائز ہے اگر اپنا پلٹ آنا قبل مدت ہوچکنے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ ہم صحیح مسلم میں عمرو بن عاص سے
مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے دین کے وعالم لیس فی البلدۃ افقہ منہ فلیس لہ الغزو لخوف ضیاعہم سراجیہ
وعمم فی البزازیۃ السفر ولا یخفی ان المقید بتقیید غیرہ بالاولی اور اس عالم پر فرض نہیں جس سے زیادہ تر فقیہ شہر میں نہیں تو اُسکو جہاد کرنا جائز نہیں لوگوں کے ضائع ہونے کے خوف سے
کذا فی السراجیہ یعنی جب مسائل شرعیہ کا شہر میں بطور تحقیق کے بتانے والا نہ رہا تو وہاں کے اہل اسلام ضائع ہونگے بسبب تردد اور جہالت کے اور بزازیہ میں ہر سفر کو عام کہا ہے یعنی ایسے عالم کو
کوئی سفر کرنا جائز نہیں اور پوشیدہ نہیں ہے کہ مقید غیر مقید کا بطریق اولی مفید ہے ہم مقید سے مراد سفر فقیہ ہے جہاد کیواسطے وجہ افادہ کی یہ ہے کہ جب جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ ہونے کے
ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض نہیں ہے بطریق اولی ممنوع ہوگا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کے سفر کو لازم نہیں کہ غیر فرض ہو بلکہ گاہے غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہے چنانچہ حج مفروض کا سفر

وفرض عین ان ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن ویاثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہی بشرطیکہ دشمن یکبارگی ہجوم کرین تو سب اہل اسلام نکلین اگرچہ اہل حقوق کی اجازت
نہو اور زوج اور مانند اسکے جیسے باپ و مولی و قرضخواہ گنہگار ہوگا اس حالت مین جہاد کے منع کرنے سے کذا فی الذخیرہ ھ دشمن عام ہی کافر ہو یا باغی شارح نے شرح ملتقی مین کہا کہ اگر دار الاسلام
کے کسی شہر پر کفار ہجوم کرین تو اگر وہان کے گرد و پیش کے قریب کے لوگ دفع پر قادر ہون تو انکے حق مین جہاد فرض عین ہی اور انکے سوا اور دور والون پر فرض کفایہ ہی لیکن جب درپیش والے عاجز ہون یا
کاہلی کرین تو دور والون پر بھی فرض ہو جاتا ہی اسیطرح شدہ شدہ رجہ بدرجہ تمام اہل مشرق و مغرب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن مین رہ جاویگا وہ گنہگار ہوگا اور گناہ نہین ناواقفیت مین
اسواسطے کہ انسان مخاطب نہین ناداستہ کا انتہی اور اسیواسطے فتح القدیر مین کہا ہی کہ فرض عین ہونے کی شرط یہ ہے دائم جنگ ہی یہان تک کہ دور کے لوگون کو خبر بھی نہ پہنچے کیونکہ تکلیف مالا یطاق ہی اور پھرانا
مسلم اسکا سب اہل مشرق و مغرب پر واجب ہی جسکو خبر ہوا و برازیہ مین ہی کہ مسلمان عورت قید ہو گئی مشرق مین تو اہل مغرب پر اسکی تخلیص واجب ہی جبتک کفار دار الحرب مین نہ داخل ہو گئے ہون
اسواسطے کہ دار الاسلام مکان احکام ہی کذا فی الطحطاوی ھ لا بد لفرضیتہ من قید آخر وہو الاستطاعۃ فلا یخرج المریض المدنف اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان یخرج
لتکثیر السواد ارھابا فتح اور ضرور ہے جہاد کے فرض ہونے کے واسطے دوسری قید یعنی استطاعت اور قدرت تو خروج نہ کرے دائمی بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اسکو بھی نکلنا چاہیے
جماؤ بڑھانے کے واسطے تا کثرت مسلمین سے کفار کو دہشت اور خوف ہو کذا فی الفتح وفی السراج وشرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب
اسر لم یلزمہ القتال اور سراج مین ہی کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کے واسطے مشروط ہی نہ امن راہ کا پھر اگر مسلم نے جانا کہ جب وہ لڑیگا تو مارا جاویگا اور اگر نہ لڑیگا تو قید ہو جاویگا
تو اسپر قتال لازم نہین ویقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منہما فاسقا لانہ خبر یشتہر فی الحال ذخیرہ اور مقبول ہی خبر دینا مستنفر اور سلطان کے منادی کا اگرچہ
ہر ایک ان دونون مین سے فاسق ہو اسواسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہی تو مزید تحقیق کی حاجت نہین کذا فی الذخیرہ ھ مستنفر وہ ہی جو نفیر عام سنا وے اور نفیر یعنی خروج ہی
یعنی جو بسبب ہجوم کفار کے سب مسلمین کے نکلنے اور جہاد کرنے کو کہے وکرہ الجعل ای اخذ المال من الناس لاجل الغزاۃ مع الفئ اسم مع وجود شئ فی بیت المال دررو صدر الشریعۃ ومفادہ
ان الفئ ہنا یعم الغنیمۃ فلیحفظ اور مکروہ ہی جعل یعنی لوگون سے مال کا لینا غازیون کے واسطے باوجود ہونے فی کے یعنی باوجود ہونے کسی چیز کے بیت المال مین کذا فی الدرر و شرح الوقایہ
اور اس سے مستفاد ہوا کہ فی یہان غنیمت کو شامل ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ فی اس مال کو کہتے ہین جو کافرون سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہی جو
قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ ہی کہ جب تک بیت المال مین کوئی مال موجود ہو تو حاکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کے واسطے مکروہ ہی اسواسطے کہ اسکی کچھ ضرورت نہین اور بیت المال
ایسے ہی مصارف کے واسطے ہی نہ سلطان کے عیش و آرام کے واسطے جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہین والا لا لدفع الضرر الاعلی بالادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہین بسبب
دفع کرنے اعلے ضرر کے کمتر ضرر سے ھ اعلے ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہی اور کمتر ضرر سے مراد مالدارون سے مال لینا بقدر انکے مقدور کے تا محتاج غازیون کا سامان جہاد ہو فان
حاصرناہم دعوناہم الی الاسلام فان اسلموا فبہا والا فالی الجزیۃ ولو لم یسم لا یحلہا کما سیجئ فان قبلوا ذلک فلہم ما لنا من الانصاف وعلیہم ما علینا من الانتصاف فخرج
العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بہا عندنا ویؤیدہ قول علی رضی اللہ عنہ انما بذلوا الجزیۃ لتکون دماؤہم کدمائنا واموالہم کاموالنا پھر اگر ہم اہل اسلام کافرون کو گھیرین تو اول ہم
انکو مسلمان ہونیکیطرف بلاوین سو اگر وہ اسلام قبول کرین تو کیا خوب بات ہی اور اگر اسلام نہ قبول کرین تو جزیہ کیطرف بلاوین یعنی جزیہ دینے کی انسے درخواست کیجاوے اگر وہ محل جزیہ ہون
چنانچہ اسکا ذکر آویگا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجم کے بت پرست ہون نہ عرب کے مشرک اور مرتد سو اگر وہ جزیہ دینا قبول کرین تو در صورت مظلومی انکے واسطے انصاف ہوگا جو
انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہی اور در صورت انکے ظلم کرنے کے انسے انتقام لیا جاویگا جیسا ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہی تو اس بیان سے عبادات نکل گئین اسواسطے
کہ کفار مخاطب بعبادات نہین ہمارے نزدیک اور مؤید اسکا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ ذمیون نے تو جزیہ اسواسطے دیا ہی کہ انکے خون ہمارے جیسے خون ہو جاوین اور انکے مال
ہمارے جیسے مال ہو جاوین ھ قول مرتضوی امام شافعی کے مسند مین بروایت محمد بن حسن شیبانی مروی ہی کذا فی الفتح شرح طحطاوی مین ہی کہ جب کفار اسلام قبول کرین تو انکے اموال سے
تعرض نہوگا اور انکی زمین سے خراج نہ لیا جاویگا بلکہ دسوان حصہ مانند اور اہل اسلام کے اور انکو حکم ہوگا کہ دار الاسلام مین اقامت کرین اسواسطے کہ مسلمان کا رہنا دار الحرب مین
مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی ولا یحل لنا ان نقاتل من لم تبلغہ الدعوۃ بفتح الدال الی الاسلام وان اشتہر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شک ان فی بلاد السودان لا تشعر بہ بک

بقی لو بلغہ الاسلام لا الجزیۃ ففی التتارخانیۃ لا ینبغی قتالہم حتی یدعوہم الی الجزیۃ نہر جلال فالمنا نقلہ المصنف اور جلال نہین جکو گزرنا اُن کافرون سے جنکو اسلام کی دعوت نہین پہونچی
اور وہ یعنی دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ مین مشہور ہوگئی ہے مشرق و مغرب مین لیکن ہمین شک نہین کہ بلاد خدا مین ایسے کافر بھی ہین جنکو مطلق اسکا شعور نہین یعنی دعوت اسلام سے
خبر نہین باقی رہی یہ بات کہ اگر اسلام کی خبر اُسکو پہونچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ مین ہے کہ اُنسے لڑنا سزاوار نہین یہانتک کہ اُنسے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر جلال نقل المصنف
کہ ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ دعوت اسلام اسواسطے واجب ہے تاکہ کفار معلوم کرین کہ ہم دین کے واسطے لڑتے ہین نہ مال وغیرہ کی طمع سے شاید کہ اسطرح وہ اسلام قبول کرین اور قتال کی نوبت
نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہے لیکن ضمان نہین بسبب عدم عاصم کے یعنی دین اور احراز بالدار اور دعوت عام ہے حقیقی یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب مین مشہور ہونا کہ اہل اسلام سوائے
لڑتے ہین تو یہ شہرت قائم مقام دعوت کے ہے چنانچہ سیر کبیر اور بدائع مین مصرح ہے انتہی تو مرجع خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط اشتہار پر ہے اور صاحب نہر اسمین تابع ہے صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام نقل کرنا چاہیے
فتح القدیر مین محیط سے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کرکے کہا کہ ہمین شک نہین کہ اللہ تعالی کے بلاد مین وہ لوگ بھی ہین کہ جنکو اسکی خبر اور شعور نہین تو دعوت اسلام کرنا وہان واجب ہوگا جہان
گمان ہوسکتا ہو کہ اُنکو اسلام کی خبر نہین پہونچی اور جہان خبر پہونچی تو وہان دعوت کرنا مستحب ہوگا وندعو ندبا من بلغتہ الا اذا تضمن ذلک ضررا ولو بغلبۃ الظن کان یتعدوا و یستحصنوا
فلا افضل فتح اور ہم دعوت الی الاسلام کرین بطریق استحباب کے اُنکو جنکو اسلام کی خبر ہوگئی ہو مگر جس وقت کہ دعوت الی الاسلام متضمن ضرر ہو گو بظن غالب ہو اسطرح کہ وہ سامان درست کرکے
مستعد ہو جاوین یا قلعہ کے اندر ہو جاوین تو ایسی جگہ دعوت کرنا مستحب نہین کذا فی الفتح ہم دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہے جو صحیحین مین باین مضمون ہے کہ عبد اللہ بن عون نے کہا کہ مین نے
نافع کو لکھا اور دعا قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہ اول اسلام مین تھا اور حال آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تھے اور انکے جانور پانی
پی رہے تھے تو اُنکے لڑنے والون کو قتل کیا اور انکی ذریت کو گرفتار کیا اور حضرت نے اسی دن جویریہ کو پایا مجھ سے یہ حدیث عبد اللہ بن عمر نے کہی وہ اس لشکر مین موجود تھے و الا لقبلوا الجزیۃ
نستعین باللہ و نحاربہم بنصب المجانیق و حرقہم و غرقہم و قطع اشجارہم و لو مثمرۃ و افساد زروعہم الا اذا غلب علی الظن ظفرنا فیکرہ فتح اور اگر جزیہ دینا بھی قبول نکرین تو ہم اہل اسلام
مدد مانگین اللہ تعالے سے اور انسے لڑنے لگین منجانیق کو قائم کرکے اور انکو پانی مین ڈبو کر اور انکو آگ مین جلا کر اور انکے درختون کو کاٹکر اگرچہ پھلدار درخت ہون اور انکے کھیتون کو خراب کر
مگر جبکہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہونے کا تو درختون اور کھیتون کا خراب کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مسلمانون کے کام مین آوینگے کذا فی الفتح ہم مجانیق جمع ہے منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہے
جس سے بڑے بڑے پتھر پھینک مارتے ہین اور یہ ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ مین مصرح ہے کہ افسران عساکر اسلام کو حکم لکھا جاتا تھا مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی مین بریدہ سے
مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو لشکر یا چھاپہ کا سردار مقرر فرماتے تھے تو خاص اُسکی ذات کو اللہ تعالی سے ڈرتے رہنے کی وصیت فرماتے اور ساتھی مسلمانون
کے واسطے بھلائی کی وصیت فرماتے تھے پھر فرماتے تھے لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا لڑو غنیمت کا مال نہ چراؤ اور قول کرکے خلاف قول نہ کیجیو اور ناک کان
وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجیو اور نہ بڈھے کو پھر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو اُنکو تین خصلتون کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تیرا قول تو قبول کر اُنسے اور رک جا
اُنکے ایذا دینے سے اُنکو اسلام کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اُنسے و باز رہ اُنسے پھر اُنسے نقل مکان کی درخواست کر اپنی ملک سے نکل کر مہاجرین کی ملک مین آ رہین اور اُنسے
خبر کر دے کہ اگر وہ یہ ہجرت کرینگے تو انکے واسطے وہ ہے جو مہاجرین کے واسطے ہے اور انپر وہ ہے جو مہاجرین پر ہے سو اگر وہ نقل مکان کرنا نہ قبول کرین تو انکو خبر کر دے کہ وہ صحرائی
مسلمین کی طرح ہونگے انپر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت اور فی سے انکو حصہ نہ ملیگا تا وقتیکہ مسلمین کے ساتھ شریک ہوکر جہاد نہ کرینگے اور اگر وہ اسلام
نہ قبول کرین تو انسے جزیہ دینے کا سوال کر سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اور انسے باز رہ اور اگر جزیہ دینا بھی نہ قبول کرین تو اللہ تعالے سے مدد مانگ انپر فتحیابی کی اور لڑنا
شروع کر الحدیث کذا فی مسلم لو تترسوا بہم ای بنحوہ و ان تترسوا ببعضنا ولو تترسوا بنبی سئل ذلک النبی و نقصدہم ای الکفار اور اہل اسلام لڑین انپر تیر وغیرہ
پھینک مار کر اگرچہ کفار بعضے مسلمانون کو سپر بنا دین یعنی اپنے آگے کھڑا کرین تا اس تدبیر سے بچ جاوین تو بھی ہم انکو مارینگے اور اس قتال مین ہم کفار ہی کے مارنے کا
قصد کرینگے نہ مسلمان کا اور اگر کفار پیغمبر کو سپر کرین تو اس نبی سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہے ہم لڑین یا نہ لڑین ہم رمی لغت عرب مین دور سے پھینک مارنے کو
کہتے ہین خواہ دور کا ہتھیار کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور بان ہو ما اصیب منہم لیس من المسلمین لا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الفروض لا تقرن بالغرامات درر

مسلمان اُنکی طرف کے سپر بنانے سے قتل ہوجاوین تو اُنمین نہ دیت ہی نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہی اور فرائض ڈانڈ سے مقرون نہین ہوتے ہم لڑائی مین
آواز بلند کرنا مستحب نہین اور مکروہ بھی نہین اگر اسمین ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور مجاہدین کو دار الحرب مین ناخن بڑھانا مستحب ہی اسواسطے کہ اگر تلوار وغیرہ
ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کافر کو کھروچ کر شاید مار ڈالے جاوے جیسے مونچھون کا بڑھانا غازی کو سنت ہی رعب اور دہشت کے واسطے کذا فی البحر خانیہ مین ہی کہ مسلمانون کو لائق نہین
کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہون ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی مین وارد ہی کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے مغلوب نہین ہوتے فتاوی عالمگیری مین ہی کہ یہ
عدم فرار اسوقت ہی جبکہ سب لوگ متفق الکلمہ ہون اور اگر اختلاف ہو تو وہ چند کا اعتبار ہی ولو فتح الامام بلدۃ وفیہا مسلم او ذمی لا یحل قتل احد منہم اصلا ولو اخرج
واحد یحل حینئذ قتل الباقین لجواز کون المخرج ہو ذلک تنح اور اگر امام نے دار الحرب کا کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو اُنمین سے کسی کا قتل کرنا اصلا
جائز نہین اور اگر ایک کوئی شخص اُنمین سے نکال دیا گیا ہو تو اسوقت مین باقی لوگون کا قتل کرنا حلال ہی اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر
ونہینا عن اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ کمصحف وکتب فقہ وحدیث وامرأۃ ولو عجوزا للمداواۃ ہو الاصح ذخیرہ لا رادۃ بالنہی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن
فی ارض العدو اور ہم ممنوع ہین اسکے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہی اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہی جیسا کہ مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج
ممنوع ہی اگرچہ عورت بڈھی ہو دوا کرنے کے واسطے یہی قول صحیح ہی کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاؤ دشمن کی زمین مین ہم دلیل
اگرچہ قرآن مین خاص ہی لیکن علت عامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کردیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراہۃ لکن اخراج العجائز والاماء اولی مگر اُس
بڑے لشکر مین قرآن وغیرہ کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہین جسمین سے امن حاصل ہو لیکن بڈھی عورتون اور لونڈیون کا ساتھ لیجانا کام کے واسطے بہتر ہی جوان اور حرہ کے
لیجانے سے کہ جنگ مین رسوا ہو طحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کمتر لشکر چارسو ہی اور کمتر گھات ایک سو واذا دخل مسلم الیہم بامان جاز حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفون
بالعہد لان الظاہر عدم تعرضہم ہدایہ اور جبکہ مسلم دار الحرب مین اُنسے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھ لیجانا جائز ہی بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہر اور
تعرض نہ ہونگے کذا فی الہدایۃ ونہینا عن غدر وغلول وعن مثلۃ بعد الظفر بہم اما قبلہ فلا بأس بہ اختیار اور ہم ممنوع ہین عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان
کاٹنے سے اُنپر فتح پانیکے بعد اور فتح پانیکے پہلے امور مذکورہ کے کرنے مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الاختیار ہم نقض عہد کی یہ صورت ہی کہ مثلاً ہم سے اور اُنسے عہد ہو گیا کہ آجکے
دن نہ لڑینگے یہان تک کہ اُنکو اطمینان ہوا تو اب اُسدن لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی حرام ہی اور عین لڑائی کے وقت فریب کرنا اور دھوکا دینا جائز ہی اسطرح
کہ بلا عہد ہمنے ایسی حرکت کی کہ اُنکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہوگی سو وہ مطمئن ہوگئے پھر ہمنے اُنپر حملہ کیا یا اہل اسلام کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہوگئے پھر
ناگہان رات کو اُنپر ٹوٹ پڑے اور چھاپہ مارا اور علی ہذا القیاس داؤ گھات کے بہت طریقے ہین فتح القدیر مین ہی کہ حالت قتال مین ہم نے ہاتھ مارا سو کافر کا کان
کٹا پھر ہاتھ مارا تو آنکھ پھوڑ دی پھر ہاتھ مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہی انتہی پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اُسکو مثلہ کرنا یعنے
ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہین اور اختیار شرح مختار سے نکلتا ہی کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہی تو جائز ہی وعن قتل امرأۃ وغیر مکلف وشیخ فان لا صیاح ولا نسل لہ
فلا یقتل الا اذا ارتد اور ہم ممنوع ہین عورت اور غیر مکلف یعنے صغیر اور مجنون اور نہایت کھاپٹ بڈھے کے قتل کرنے سے جسکو نہ چیخنے کی طاقت ہی نہ جنگ کے
وقت اور نہ اولاد ہونے کی اُس سے توقع ہی تو ایسا بڈھا نہ قتل کیا جاوے مگر جبکہ مرتد ہو جاوے ہم رازی نے شرح طحاوی مین کہا کہ شیخ فانی کامل العقل
حالت ارتداد مین مقتول ہو اور جو بڈھا خرف پریشان حواس ہی وہ مقتول نہوگا کہ مجنون مین داخل ہی واعمی ومقعد وزمن ومعتوہ وراہب واہل کنائس لم
یخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہین کافر اندھے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور یہودیون کے عبادتخانہ والے
لوگ جو آدمیون سے نہین ملتے ان سب کے قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو اُنسے کچھ ضرر نہین اور یہی حال ہی ہندوستان کے اُن جوگیون کا جو گوشہ گیر اور
کوہ نشین ہین الا ان یکون احدہم ملکا او مقاتلا او ذا رأی او مال فی الحرب مگر جبکہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ یا لڑتا ہوا لڑائی مین

صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائیگا یعنے عورت یا صغیر یا مجنون یا پیر فرتوت یا اندھا یا لنگڑا یا طویل المرض یا بیہوش یا راہب یا اہل کنیسہ ہوگا تو قتل کیا جاویگا اور اگر
انمیں سے کوئی قتل کرتا ہوگا تو مارا جاویگا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کے وقت مارے جائینگے نہ بعد قتال کے اور عورتیں اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار رہنے سے بھی مقتول ہونگے اور بادشاہ
عورت بہر صورت مقتول ہوگی قتال کرے یا نہ کرے اور اسیطرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقاً مقتول ہوگا اسواسطے کہ بادشاہ کے قتل میں کفار کی شوکت ہے اور پیر فرتوت صاحب تدبیر
جنگ بھی مقتول ہوگا اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دُرید بن الصمہ کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تھا قتل کیا حالانکہ اندھا تھا اور اُسکی عمر ایک سو بیس برس کی تھی کذا فی فتح القدیر

ولو قتل من لا یحل قتله ممن ذکر فعلیه التوبة والاستغفار فقط کسائر المعاصی لان دم الکافر لا یتقوم الا بالامان ولم یوجد ثم لا یترکونهم فی دار الحرب بل یحملونهم لکسر اللفی و نماء
فی السراج وسیجی اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا اسکو جسکا قتل حلال نہیں منجملہ اشخاص مذکورین کے تو اُسپر فقط توبہ اور استغفار لازم ہے چنانچہ باقی معاصی پر توبہ لازم ہے اسواسطے کہ کافر کا
خون متقوم اور محفوظ نہیں مگر پناہ دینے سے اور حالانکہ وہ یہاں موجود نہیں لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہیں پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جنکا قتل جائز نہیں اُنکو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب
میں نہ چھوڑ دیں بلکہ اُنکو دار الاسلام میں اُٹھالاویں غنیمت کے بھتا ئیت کے واسطے اور پورا بیان اُسکا سراج وہاج میں ہے اور آگے آویگا مترجم کہتا ہے کہ سراج وہاج کی پوری تقریر یہ ہے کہ جنکا قتل جائز نہیں
اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو اُنکو دار الاسلام میں گرفتار کر لاویں اور دار الحرب میں اُنکو نہ چھوڑیں اسواسطے کہ جب عورتیں وہاں رہیں تو اُنسے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ اُنکے
بڑھنے سے کفار کو قوت ہوگی اور اُنکے سوا نے مسلمانوں کو فائدہ ہے کہ اُور اسیطرح معتوہ اور اعمی اور لنگڑا اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل دار الحرب میں نہ چھوڑے جاویں کہ اُنسے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ
زیادہ ہوگا اور پیر فرتوت جو قتال پر قادر نہیں اور تدبیر بھی نہیں کر سکتا اور اُسسے نسل ہونی ممکن نہیں تو اُسکو چاہیں لا دیں اور چاہیں وہیں چھوڑ آویں کہ کفار کا اُسمیں کچھ فائدہ نہیں اور یہی حکم ہے بوسن رسیدہ عورت کا

کذا فی المنح ملخصا فرع ان دفع یسئل الشارح کلا اول لا باس بحمل رأس المشرك لو فیه غیظهم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود رأس ابی جهل القاها بین یدیه علیه الصلوٰة والسلام فقال صلی اللہ علیه وسلم
اللہ اکبر هذا فرعونی وفرعون امتی کان شره علی وعلی امتی اعظم من شر فرعون علی موسی وامته ظهیرية پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں مشرک کے سر کاٹنے میں یعنی برچھی وغیرہ پر اگر اُسمیں کفار کو رنج
اور غضب آوے یا غازیوں کی تسکین دل ہو اور البتہ عبد اللہ بن مسعود نے ابو جہل کا سر کاٹا تھا اور اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈالدیا تھا تو حضرت نے فرمایا
اللہ اکبر یہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے اسکا شر مجھپر اور میری امت پر زیادہ عظیم تھا موسیٰ اور اُنکی امت پر فرعون کے شر سے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
پرورش کیا تھا اور ڈوبنے کے وقت ایمان کا اقرار کیا تھا بخلاف ابو جہل ملعون کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور امت کی ایذا رسانی سے باز نہیں رہا اور مرتے دم تک کفر پر

مصر تھا الثانی لا باس بنبش قبورهم طلبا للمال تاتارخانیة وعبارة الخانیة قبور الکفرة فتعمت الذمی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اُنکی یعنی اہل حرب کی قبریں کھودنے میں
مال نکلنے کے واسطے اور خانیہ کی عبارت یہ ہے کہ کفار کی قبور کھودنے میں کچھ مضائقہ نہیں تو یہ عبارت ذمی کو بھی عام ہے بخلاف اول عبارت کے ولا یحل للفرع ان یبدأ
باصله المشرك بقتل کما لا یبدأ قریبه الباغی اور حلال نہیں شاخ کو کہ اپنی مشرک جڑ کے قتل میں ابتدا کرے چنانچہ حلال نہیں اپنے قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہو ہم
اصول عام ہیں باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے ذکور ہوں یا اناث اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپ کو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جنگ میں اور اسی طرح چچا اور
ماموں اور بھائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی المنح ویمتنع الفرع عن قتله بل یشغله لاصل ان یقتله غیره فان قصد قتله او بارز رہے فرع اصل کے قتل سے اسطرح کہ اُسکو
چھوڑ نہ دے بلکہ مشغول رکھے تاکہ کوئی غیر شخص اُسکو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہاں نہو تو خود اُسکو قتل کرے کذا فی النہر ولو قتله فهدر لعدم العاصم اور اگر فرع نے
اصل کے قتل میں ابتدا کی تو اُسکا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی ایمان یا امان نہیں جو خون کو بچاوے ولو قصد الاصل قتله ولا یمکن دفعه الا بقتله قتله
لجواز الدفع مطلقا اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کے قتل کا ارادہ کیا اور اُسکا دفع کرنا بدون اُسکے قتل کے ممکن نہیں تو اب اُنکو قتل کرے اسواسطے کہ
اپنا بچانا اور اُنکا روکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہوں یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہاں کوئی صورت بچانے کی نہیں سوا اُسکے قتل کے لہذا اُسوقت
قتل والدین جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز الصلح علی ترك الجهاد معهم بمال منهم او منا لو خیرا لقوله تعالے وان جنحوا للسلم فاجنح لها اور ترک جہاد پر صلح کرنا
کافروں سے اُنکا مال لیکر یا اپنا مال دیکر جائز ہے اگر اُسمیں مصلحت اور بھلائی ہو اہل اسلام کے واسطے بدلیل قول اللہ تعالیٰ کے کہ اگر کفار صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی اُدھر جھکا

هم هر چند آیت مطلق هے لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید هے تو اگر مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الفتح و نبذ الیهم اے نعلمهم بنقض الصلح تحرزا عن الغدر المحرم
لو خیرا لفعله علیه الصلوٰة والسلام باهل مکة اور هم صلح کو پھینک دین یعنے صلح توڑنے کا اعلام اور اطلاع کردین کافرون کو حرام عهد شکنی سے بچنے کے واسطے اگر صلح توڑنا
اهل اسلام کیواسطے بهتر هو بدلیل فعل آنحضرت علیه الصلوٰة والسلام کے اهل مکه سے هم اعلام نقض صلح اسوقت ضرور هے جب هنوز صلح کی مدت باقی هو اور اگر مدت گذر گئی
تو صلح خود باطل هوگئی اعلام کی کچھ حاجت نهین اور اگر مال لیکر صلح کی هو اور هنوز مدت باقی هو تو اسکے حساب سے مال پھیر دینا چاهیے اور اگر بسبب صلح کے بعضے کافر
دارالاسلام مین آگئے هون یا بسبب اطمینان صلح کے دارالحرب کے حصنون اور قلاع کو توڑ ڈالا هو تا وقتیکه کفار اپنے ملک مین نه پهونچ لین یا اپنے مکانات مذکوره کو
نه بنالین جبتک هم انسے لڑنا جائز نهین که عهد شکنی هے اور یه جو اهل مکه کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب بدایه بے موقع هے بلکه لائق تها که قول آینده یعنی درصورت
خیانت کفار اُس سے استدلال کرتا اسواسطے که فتح القدیر مین مذکور هے که جمیع کتب سیر اور مغازی مین مصرح هے که نقض صلح کا اعلام آنحضرت علیه الصلوٰة والسلام کی طرف سے نهین هوا
بلکه اهل مکه نے قبل گذرنے مدت صلح کے عهد شکنی کی تو ناگهان لشکر اسلام نے مکه فتح کرلیا کذا فی الطحطاوی ونقاتلهم بلا نبذ مع خیانة ملکهم ولو بقتال ذی منعة باذنه ولو
بدون اذنه فینتقض فی حقهم فقط اور هم لڑین کافرون سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاهر هونے اُنکے بادشاه کی خیانت کے اگرچه خیانت صاحب قوت کسے قتال سے هوگئی با جازت
بادشاه اور اگر اُسکے بدون اذن کے بعضے کافرون نے قتل کیا هو تو فقط اُنهین لوگون کے حق مین صلح ٹوٹیگی یعنے وه مارے جاوینگے اور گرفتار لوگ لونڈی غلام هونگے اور
اگر مقاتلین صاحب قوت اور شوکت نهونگے تو کسی کے حق مین نقض صلح نهین کذا فی الفتح ونصالح المرتدین اذا غلبوا علی بلدة وصارت دارهم دار حرب لو خیرا بلا مال او
هم اهل اسلام صلح کرین مرتدون سے بلا اخذ مال جبکه وه غالب هو جاوین کسی شهر پر اور اُنکا مکان دارالحرب هو جاوے اگر اُنسے صلح کرنا خیر اور مصلحت هو اور یهی حکم مشرکین
عرب کا اور اهل ذمه کا جبکه وه نقض عهد کرین کذا فی عالمگیری والا یغلبوا علی بلدة لا لان فیه تقریر المرتدین علی الردة وذلک لایجوز فتح اور اگر غالب نهوے هون کسی شهر پر تو هم
صلح نه کرینگے اسواسطے که صلح کرنے مین مرتدون کو ارتداد پر قائم رکھنا هے اور یه جائز نهین کذا فی الفتح وان اخذ المال منهم لایرد لانه غیر معصوم بخلاف اخذه من البغاة
فانه یرد بعد وضع الحرب اوزارها فتح اور اگر صلح مین مرتدون سے مال لیا تو اُسکا پھیر دینا نه چاهیے اسواسطے که وه معصوم نهین بخلاف باغیون سے مال لینے کے که وه
پھیر دیا جاویگا بعد لڑائی هو چکنے کے اسواسطے که اُنکا مال معصوم هے کذا فی الفتح ولم نبع فی الزیلعی یحرم ان نبیع منهم ما فیه تقویتهم علی الحرب کحدید وعبید وخیل او
هم نه بیچین اور زیلعی مین هے که حرام هے همکو کافرون سے وه چیز بیچنا جسمین اُنکو قوت حاصل هو لڑائی پر چنانچه لوها اور غلام اور گھوڑے ولا نحمله الیهم ولو بعد صلح لانه
علیه الصلوٰة والسلام نهی عن ذلک وامر بالمیرة وهی الطعام والقماش فجاز استحسانا اور اُنکی تقویت کی چیز کو هم لاد کر نه لیجاوین بطریق تجارت کے اهل حرب
کی طرف اگرچه بعد صلح کے هو اسواسطے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے اُس سے یعنے سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیهقی وغیره عن عمران بن حصین اور حکم
دیا میره کا یعنے طعام اور قماش کے بیچنے کا تو یه جائز هے بطریق استحسان کے هم ثمامه بن اثال یمامه مسلمان هوا اهل مکه نے اُس سے کها که تو بیدین هوگیا اُسنے کها که مین بیدین
نهین هوا مین اسلام لایا هون اور محمد کی مین نے تصدیق کی هے اب تمکو ایک دانه گیهون کا اک یمامه سے نه پهونچیگا بدون حکم آنحضرت علیه الصلوٰة والسلام کے پھر کفار مکه پر نهایت
تنگی هوئی اناج کی حضرت کی خدمت مین التجا کی حضرت نے ثمامه کو لکھا که اناج وهان جایا کرے کذا فی الفتح عن البیهقی ولا نقتل من امنه حر او حرة ولو فاسقا او اعمی
او فانیا او صبیا او عبدا اذن لهما فی القتال اور نه قتل کیا جاوے وه کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچه امان دینے والا فاسق یا اندها
یا نهایت بڈھا یا وه لڑکا یا غلام هو جن دونون کو لڑنے کی اجازت هوئی هو هم ابو داؤد مین مروی هے که رسول خدا صلی الله علیه وسلم نے فرمایا که المسلمون تتکافؤ دماؤهم ویسعی بذمتهم
ادناهم یعنے مسلمانو کے خون برابر هین اور سعی کرتا هے اُنکی ذمهداری سے ادنی اُنکا یعنے اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی پناه عبارت هے ازاله خوف سے خواه ایک کافر کو
امان هو یا اهل شهر یا اهل قلعه کو اور حکم امان ثبوت امن هے کافر کے واسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اُسکا مال لوٹنے سے لیکن اگر اُنکے پاس مسلم یا ذمی قید هوگا
تو چھڑا لیا جاویگا کذا فی التاتارخانیه اور صفت امان یه هے که وه عقد غیر لازم هے اگر اُسکے توڑنے مین مصلحت هو تو توڑنا جائز هے کذا فی الدرر المنتقی ونبذ لو فیه شر کان

الامان وان کانوا لا یعرفونہا بعد معرفۃ المسلمین ذلک بشرط سماعہم ذلک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد منہم امان صحیح ہے کسی بولی میں ہو اگرچہ کفار اس
بولی کو نہ جانتے ہوں بعد دریافت کرنے مسلمانوں کے اس امان کو بشرط سماعت کفار کے انکو مسلمانوں سے تو امان نہیں اگر کفار کے دور ہوتے میں ہوئی ہو ہم فتاوی عالمگیری
میں ہے کہ اگر کافروں نے مسلمانوں کی امان دینے کی آواز نہیں سنی تو امان نہیں انکا قتل اور گرفتاری جائز ہے اور اگر مسلمانوں نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر سن سکیں لیکن کافرون کا
معلوم ہوا کہ انھوں نے سونے کے سبب سے یا لڑائی کی جہت سے نہیں سنا تو یہ امان ہے اور سب کی سماعت شرط نہیں بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق میں کافی ہے وتصح بصریح کا منت ولا باس علیکم اور امان صحیح
صریح لفظ سے مانند اس قول کے کہ میں نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہیں اور اسیطرح تم نہ ڈرو یا میں نے تم سے صلح کی یا اوبات ہے تو یا تم پر خدا کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی المنح وبالکنایۃ
کتعال اذ قلنہ امانا اور امان صحیح ہے کنایہ سے چنانچہ یوں کہنا کہ آ جبکہ کافر اسکو امان گمان کرے ہم عالمگیری میں ہے جب مسلم نے کافر سے کہا آتا میں تجھکو قتل کروں سو کافر نے پلا یا سنا اور اسکو
سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سنا لیکن اسکو نہ سمجھا تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام سے سنا اور سمجھا تو امان نہیں اور یہی کے مانند ہے یوں کہنا کہ اگر تجھکو لڑنے کا ارادہ ہے اگر تو
مرد ہے یا آتا تو دیکھے کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں تو اسمین بھی یہی تفصیل ہے وہو بالاشارۃ بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہے آسمان کیطرف انگلی کے اشارہ کرنے سے ہم اشارہ آسمانی کا مطلب
یہ ہے کہ میں نے تجھکو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ اسطرح کی امان مسلمین یا کفار میں رائج ہو یا نہو کذا فی عالمگیریۃ ولو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک نے امان پکاری تو صحیح ہے
اگر ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو ورنہ اگر مشرک ایسے مقام میں ہو کہ وہ ممتنع نہیں والا لانہ فئ اور اگر برچھی کو بڑھائے ہو جب بھی تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحطاوی عن الہند
مع طلبہ لذراریہ لا لاہلہ اور صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کے واسطے نہ اپنے اہل کے واسطے ہم حلبی نے کہا شارح یہان چوک گیا بحر الرائق کی عبارت میں تامل کرنے سے وہ عبارت یہ ہے لو طلب
الامان لاہلہ لا یکون ہو امنا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر کافر نے اپنے اہل کے واسطے امان مانگی تو اسکو خود امان نہوگی بخلاف اسکے جبکہ اپنی اولاد کے واسطے امان
مانگیگا تو وہ بھی امان میں داخل ہو جاویگا یہ عبارت اس معاملہ میں صحیح ہے کہ امان کا طلب کرنا اپنے اہل اور اپنی اولاد کے واسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت میں طالب امان میں داخل نہیں اور
دوسری صورت میں داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کے انتہی فی الواقع شارح علامہ سے بنا بر بشریت کے غلط فہمی ہوگئی کہ کتب معتمدہ اسکے مخالف ناطق ہیں چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہے
وللطلب الامان لاہلہ لا یکون امنا بخلاف ذراریہ انتہی واللہ اعلم وعلمہ احکم ویدخل فی الاولاد اولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہے اولاد کی امان میں بیٹوں کی اولاد یعنی پوتے
نہ بیٹیوں کی اولاد یعنی نواسے ولو ظہر علیہم فاخرجہم بعد القسمۃ فعلموا بالامان فعلی القاتل الدیۃ وعلی الواطی المہر والولد حر مسلم تبعا لابیہ وترد النساء والاموال الی اہلہا یعنی
اور اگر ایک لشکر مسلمین نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے انپر غارتگری کی پھر غنیمت بٹ جانے کے بعد انکو امان دینے کا حال معلوم ہوا تو جسنے قتل کیا
اسپر خونبہا ہے اور جسنے انکی عورتوں سے صحبت کی اسپر مہر مثل لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتیں اور مال ان لوگوں کو پھیر دیے جاویں
یعنی عورتیں کسی معتمد کے پاس رکھی جاویں پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دیجاویں کذا فی العالمگیریۃ وینقض الامام الامان لو بقاءہ شرا ومباشرۃ بلا
مصلحۃ یؤدب اور توڑ دے امام امان کو اگر اسکا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق میں خواہ آپ امان دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان کا دینے والا تعزیر دیا جاوے
ہم اور نقض امان میں بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذا فی النقایۃ وبطل امان ذمی الا اذا امرہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جبکہ مسلم نے اسکو امان دینے کا امر کیا ہو
تو صحیح ہے کذا فی الشمنی ہم زیلعی اور بحر اور نہر اور درر عالمگیری میں ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو اطلاق شمنی کا مقید بامیر ہے تو ظاہر بغیر امیر کا امر کافی نہیں واسیر
وتاجر وصبی وعبد محجورین عن القتال وصحح محمد امان العبد وفی الخانیۃ خدمۃ المسلم مولاہ الحربی امان لہ اور باطل ہے امان دینا مسلم محبوس اور سوداگر اور لڑکے صغیر
اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہیں اور صحیح جانا ہے محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ میں ہے کہ خدمت کرنا مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہے اسکے واسطے ومجنون و
شخص اسلم ثمہ ولم یہاجر الینا لانہم لا یملکون القتال اور مجنون اور اس شخص کی امان باطل ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اسنے ہماری طرف ہجرت نہیں کی اسواسطے
کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہیں ہم امان مخصوص ہے خوف کے محل میں تو جو شخص قتال نہیں کر سکتا اسکی امان بیموقع ہے ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہیں تو اسکی امان
صحیح ہوا اور مسلم اسیر و مسلم تاجر دار الحرب میں زیر دست ہے اور جو شخص وہان اسلام لایا وہ خود کفار کی امان میں ہے تو اسکا امان دینا بے معنی ہے کذا فی المنح عن السراج

# باب المغنم وقسمتہ

یہ باب ہے غنیمت اور اُسکے بانٹنے کے احکام میں قاموس میں ہے کہ مغنم اور غُنیم اور غنیمت اور غُنم بالضم عبارت ہے فی سے اور غُنم بالضم اور غَنم بالفتح اور غَنَم بالتحتین اور غنیمت عبارت ہے چیز کے پانے سے بدون محنت کے کذا فی المنح فی المغرب الغنیمۃ ما نیل من الکفار عنوۃ والحرب قائمۃ فتخمس وباقیہا للغانمین والفی ما نیل منہم بعد کالخراج وھو لکافۃ المسلمین مغرب میں ہے کہ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز موجود ہے تو اُسمیں سے خمس یعنے پانچوان حصہ نکالا جاویگا اور باقی حق غازیوں کا ہے اور فی وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو بعد لڑائی ہوچکنے اور دار الاسلام ہو جانے کے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانوں کا حق ہے نہ فقط غازیوں کا کذا فی المنح اور فتاوے عالمگیری میں ہے کہ غنیمت اُسکا نام ہے جو کافروں سے حاصل ہو غازیوں کی قوت اور کفار کے مقہور اور مغلوب ہونے سے اور فی وہ ہے جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت میں خمس ہے نہ فی میں اور جو کفار سے بطریق تحفہ یا سرقہ یا ہبہ یا لیکہ بھاگنے سے حاصل ہو وہ غنیمت نہیں وہ فقط آخذ کی ملک ہے اذا فتح الامام بلدۃ صلحا جری علی موجبہ کذا من بعدہ من الامراء وارضہا تبقی مملوکۃ لہم جبکہ امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی کے تو بموجب صلح کے عمل کیا کرے اور اسی طرح اُسکے بعد کے حاکم وہی معمول جاری رکھیں اور زمین اُسکی کفار کی ملک میں باقی رہیگی ہم قہستانی نے کہا کہ صلح کا اعتبار خراجی یا عشری پانے پر ہے تو اگر وہ ملک یا پانی خراجی ہے تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہے تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہیں کیونکہ نقض عہد ہے کذا فی الطحطاوی ولو فتحہا عنوۃ بالفتح ای قہرا قسمہا بین الجیش ان شاء او اقر اہلہا علیہا بجزیۃ علی رؤسہم وخراج علی اراضیہم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اُسکو لشکر کے درمیان یعنی غازیوں کو بانٹ دے اگر وہ چاہے یا وہان کے لوگوں کو برقرار رکھے انکی ذاتوں پر جزیہ باندھکر اور انکی زمینوں پر خراج یعنی محصول مقرر کرکے ہم اگر امام اراضی کو غازیوں میں تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تو زمین غازیوں کی مملوک ہو جاویگی اور عشری ہوگی نہ خراجی اور اگر بعد فتح کے وہان کے کفار کو برقرار رکھا بطور احسان کے چنانچہ امیر المومنین عمر فاروق نے ملک عراق میں کیا کہ اُنکے گھر اور انکی زمین کو انھین کے تصرف میں رکھا جزیہ اور خراج لیکر اور غازیوں میں تقسیم نہیں کی تو کفار حر اصلی ذمی ہونگے اور زمین کے وہی مالک رہینگے کذا فی المنح اور کفار پر انکی جان اور اراضی کا احسان کرنا بدون مال منقول کے مکروہ ہے بلکہ اتنا مال دینا چاہیے کہ خود کھاوین اور کھیتی کرین یہانتک کہ غلہ پیدا ہو اور کافرون کو چھوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہیں کیونکہ اہل اسلام سے پھر لڑنے کو تیار ہونگے امام مالک نے موطا میں اسلم سے روایت کی کہ مین نے عمر فاروق سے سنا فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانون کی محتاجی کا خیال نہوتا تو جس گانون کو مسلمان فتح کرتے تو مین انھین کے درمیان تقسیم کردیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کردیا اس روایت سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ سب خیبر کو تقسیم کیا حالانکہ ابو داؤد میں روایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفا نصف تقسیم کیا نصف اپنی حاجات میں اور نصف مسلمین کے درمیان مسلمین میں اٹھارہ سہم تقسیم فرمائے یعنی ہر سہم میں سو مرد کے حصے داخل کیے کذا فی الفتح ملخصا والاول اولی عند حاجۃ الغانمین اور اول یعنی لشکر میں بانٹ دینا بہتر ہے غازیون کی حاجتمندی کے وقت واخرجہم منہا وانزل بہا قوما غیرہم ووضع علیہم الخراج والجزیۃ لو کانوا کفارا فلو مسلمین وضع علیہا العشر لا غیر یا کافرون کو دار الحرب سے نکال دے اور وہان اور قوم کو بساوے اور انپر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان ہون تو انپر عشر مقرر کرے نہ کچھ اور ہم فتاوے عالمگیری میں ہے کہ اگر مسلمان کو وہان لاوے چاہیے انپر عشر مقرر کرے چاہے خراج طحطاوی نے کہا عشر ہی مقرر کرنا لایق بقواعد فقہ ہے واللہ تعالی اعلم وقتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقہم او ترکہم احرارا ذمۃ لنا الا مشرکی العرب والمرتدین کما سیجیء اور قتل کرے قیدیوں کو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان نہو گئے ہون یا انکو لونڈی غلام بنا دے یا انکو آزاد ذمی بنا کر چھوڑ دے سوا مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ انکا ذمی ہونا جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم قولہ ذمۃ لنا ای حال کونہم ذمۃ لنا علیہم من الجزیۃ والخراج یعنی اہل ذمہ پر ہمارا حق واجب ہے از قسم جزیہ اور خراج کے اسواسطے کہ ذمہ بمعنی حق اور امان اور عہد ہے اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ کہا اسواسطے کہ وہ مسلمین کے عہد اور امان میں داخل ہین وحرم منہم ای اطلاقہم مجانا ولو بعد اسلامہم ابن کمال لتعلق حق الغانمین وجوزہ الشافعی لقولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء وقلنا نسخ بقولہ تعالے (اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم) شرح مجمع اور حرام ہے کافرون پر احسان کرنا یعنے انکو مفت چھوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور انکے مسلمان ہونے کے انکو چھوڑے کذا ذکرہ ابن کمال بسبب متعلق ہوجانے غازیوں کے حق کے یعنے بعد فتح کے غازی کافروں کے مالک ہوگئے تو اب مفت چھوڑنا انکی حق تلفی ہے اور امام شافعی نے انکا مفت چھوڑنا جائز رکھا ہے بدلیل اس آیت کے اما منا بعد واما فداء یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کرو یا فدیہ لو یعنے کچھ مال لے کر

چھوڑ دیں اسکا جواب دیتے ہیں کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اس آیت سے کہ اقتلوا المشرکین یعنی مشرکوں کو قتل کرو جہاں پاؤ کذا فی شرح المجمع ہم دلیل نسخ یہ ہے کہ من اور فدا سورۂ محمد میں ہے اور یہ
سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورۂ برائۃ میں نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورۃ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی اور جنگ بدر میں جو فدیہ لیکر کافروں کو چھوڑا اسپر عتاب ہوا
اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہو اسکا جواب یہ ہے کہ استرقاق وغیرہ میں نص بلا نسخ موجود ہے بخلاف من اور فدا کے واللہ اعلم
وحرم فداؤہم بعد تمام الحرب اما قبلہ فیجوز بالمال لا بالاسیر المسلم درر وصدر الشریعۃ وقالا یجوز وہو اظہر الروایتین عن الامام شمنی اور حرام ہے فدیہ لینا انسے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل
تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر اور شرح الوقایہ یعنی اگر مسلمان کافروں کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اس مسلمان کے عوض قبل از
جنگ بھی امام کے نزدیک درست نہیں اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فداء اسیر مسلم ظاہر ہے امام کی دو روایتوں سے کذا ذکرہ الشمنی یعنی امام سے جواز اور عدم جواز
دونوں کی روایتیں ہیں لیکن جواز ظاہر الروایہ ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انہ لا یفادی بنساء وصبیان وخیل وسلاح الا لضرورۃ
ولا باسیر مسلم اسلم ثمہ الا اذا امن علی اسلامہ در امام اور صاحبین اسپر متفق ہیں کہ عورتوں اور لڑکوں اور گھوڑوں اور ہتھیار کے عوض فدیہ نہ لیا جائے مگر ضرورت کیوقت اور نہ اس قیدی
کے عوض جو مسلمان ہو گیا ہے مسلم اسیر لیا جاوے مگر اسوقت جائز ہے جبکہ اسیر مسلم کے کافر ہو جانے کا خوف نہو ہم لڑکوں کا فدیہ اسواسطے جائز نہوا کہ وہ بالغ ہو کر مسلمانوں سے لڑینگے
اور عورتوں سے نسل پیدا ہوگی وعلی ہذا القیاس گھوڑے اور ہتھیار لڑائی کے عمدہ سامان ہیں طحطاوی نے کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دنیا کے لینے پر لڑکا کافر ہاتھ کے عوض
مسلمان کا لینا بقول صاحبین جائز ہے تو لڑکوں میں کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم وحرم ردہم الی دارہم ثابت فی نسخ الشرح تبعا للدرر دون المتن تبعا لابن کمال للعلم بہ من منع
المن بالاولی اور حرام ہے پھیر بھیجنا کافروں کا دار الحرب میں شارح کہتا ہے یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے موافق درر کے نہ متن کے نسخوں میں موافق ابن کمال
کے اسواسطے کہ دار الحرب کا پھیرنا تو منع احسان سے بطریق اولی معلوم ہے ہم برجندی نے کہا کہ پھیرنا یا بعوض ہے تو وہ فدا میں داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من میں داخل ہے تو وجہ اولویت یہ ہے کہ من
عبارت ہے کافر کے چھوڑنے سے بلا اخذ شیء پھر جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولی حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمیں من ہے زیادتی کے ساتھ یعنی دار الحرب میں پہنچا دینا و
حرم عقر دابۃ شق نقلہا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربہا اور حرام ہے کونچیں کاٹنا اس جانور کا جسکا دار الاسلام میں لیجانا شاق ہے تو اسکو ذبح کر ڈالیں
اور ذبح کے بعد جلا دے اسواسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہیں سوا اللہ تعالی کے کما تحرق اسلحۃ وامتعۃ تعذر نقلہا وما لا یحرق منہا کحدید یدفن فی موضع
خفی وتکسر اوانیہم وتراق ادہانہم مغایظۃ لہم جیسے جلائے جاتے ہیں انکے ہتھیار اور اسباب جنکا نقل کرنا دار الاسلام کی طرف متعذر ہے اور جو چیز نہ جل سکے انمیں سے
جیسے لوہا کہ ہتھیار وغیرہ تو وہ گاڑ دیے جاویں پوشیدہ مکان میں اور انکے برتن توڑ دیے جاویں اور انکے تیل ڈھلکا دیے جاویں انکی بے رسائی اور دل دکھانے کو ولو تیرک صبیان
ونسائہم لشق اخراجہا بارض خربۃ حتی یموتوا جوعا عطشا للنہی عن قتلہم ولا وجہ الی ابقائہم اور انکے لڑکے اور عورتیں جنکا نکالنا دار الحرب سے شاق ہے ویران
زمین میں چھوڑ دیے جاویں تاکہ وہ بھوک اور پیاس سے مر جاویں بسبب منع ہونے انکے قتل کے اور دار الحرب میں انکے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہیں یعنی اگر انکو
باقی رکھے تو لڑکے جوان ہو کر مسلمانوں سے لڑینگے اور عورتوں سے نسل پیدا ہوگی فتح القدیر میں محقق نے کہا کہ اسطرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے
بدون اضطرار شدید کے کیونکر جائز ہوگا اضطرار یہ کہ انکے لانے کے واسطے بار برداری نہو وجد المسلمون حیۃ او عقربا فی رحالہم ثمہ ای فی دار الحرب ینزعون
ذنب العقرب وانیاب الحیۃ قطعا للضرر عنا بلا قتل ابقاء للنسل تتارخانیہ مسلمانوں نے سانپ یا بچھو کو انکے مکانوں میں دیکھا یا یعنی دار الحرب میں تو بچھو کا
ڈنک اور سانپ کے دانت نکال لیں تا مسلمانوں سے ضرر منقطع ہو انکو قتل نہ کریں تا انکی نسل باقی رہے کفار کے ضرر کے واسطے کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا
ماتت المسلمات ثمہ واہل الحرب یجامعون الاموات تحرقن بالنار اہ تاتارخانیہ میں ہے کہ مسلمان عورتیں دار الحرب میں مر گئیں اور اہل حرب کی عادت
یہ ہو کہ مردوں سے جماع کرتے ہوں تو انکو آگ سے جلا دیں ہم طحطاوی نے کہا ظاہراً یہ حکم اسوقت ہے جب مکان مخفی میں دفن نہو سکے اور مدت
مدید دفن کو نہ گذر گئی ہو ورنہ جلانا جائز نہیں ولا تقسم غنیمۃ ثمہ الا اذا قسم عن اجتہاد او لحاجۃ الغزاۃ فتصح ولا یباع فیحل ذالک ثمہ ام

اور تقسیم نہ کیجاوے غنیمت وہان یعنے دار الحرب مین مگر جبکہ امام نے قسمت کی اجتہاد اور مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیون کے تو قسمت صحیح ہوگی
یا قسمت کی غازیون کے پاس امانت رکھنے کیواسطے تو حلال ہے بشرطیکہ امام کے پاس بار برداری نہو فان ابوا اجبرہم باجر المثل فی روایۃ فاذا تعذر فلو بحال لو قسمہا
قدر کل علی حمل قسمہ بینہم والا فلو مما یشق نقلہ ویسبق حکمہ پھر اگر غازی غنیمت لانے کو نمانین تو آیا امام جبر کرے اجر مثل مقرر کرکے یا نہ جبر کرے اسمین دو روایتین
ہین جواز جبر ایک روایت مین اور عدم جواز دوسری روایت مین پھر بصورت عدم جبر امانت رکھنے کیواسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہ حال ہو کہ اگر بانٹ دے
تو ہر شخص اپنے بوجھ کے اٹھالانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیون مین بانٹ دے اور اگر قادر نہو تو یہ وہ صورت ہے جسکا نقل کرنا شاق ہے اور اسکا حکم اول مذکور ہوچکا
یعنے دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتون کو اور لڑکون کو ویرانہ مین چھوڑ دینا ولم تبع الغنیمۃ قبلہا الا للامام لا لغیرہ للتمول او لبیع شیا للطعام جائز جوہرہ اور ہم اہل اسلام
نہ بیچین غنیمت کو قبل قسمت کے نہ امام کو یہ جائز ہے نہ اسکے غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول اور ادخار کیواسطے جائز نہین لیکن اگر کسی چیز کو کھانے کیواسطے بیچے تو جائز ہے کذا
فی الجوہرۃ ورد البیع لو وقع دفعا للفساد فان لم یکن ردہ ثمنہ للغنیمۃ خانیۃ اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہو تو
اسکی قیمت غنیمت مین داخل کرے کذا فی الخانیۃ ومدد لحقہم ثمہ کمقاتل لا لسوقی وحربی ومرتد اسلم ثمہ بلا قتال فان قاتلوا شارکوہم اور جو مدد اور کمک غازیون سے
ملی دار الحرب مین جاکر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق غنیمت مین نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہان مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافرون سے لڑائی کرینگے
تو وہ بھی غازیون کے شریک ہونگے غنیمت مین ہم بازاری کو حصہ بدون قتال کے اسواسطے نہین کہ اسکا وہان جانا قتال کی نیت سے نہین بحر الرائق مین کہا تو اسمین اشارہ ہے
کہ اگر عورت دار الحرب مین جاوے اپنے زوج کی خدمت کے واسطے یا غلام جاوے اپنے میان کی خدمت کے واسطے اور قتال نہ کرے تو انکے واسطے کچھ نہین کذا فی الاختیار اور
فتح القدیر مین ہے کہ اسیطرح گھوڑے کے سائیس کا کچھ حصہ نہین ولا حق لمن مات ثمہ قبل قسمۃ او بیع وورث لو بعد احدہما ثمہ او بعد الاحراز بدارنا وورث نصیبہ لتاکد ملکہ
تتارخانیہ اور اس غازی کا حصہ نہین جو دار الحرب مین مرگیا غنیمت کے قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر وہ مرگیا قسمت یا بیع کے بعد وہان یا بعد لے آنے غنیمت کے دار الاسلام
مین تو اسکے حصہ مین ارث جاری ہوگا یعنے اسکے وارث بقدر وراثت کے پاوینگے بسبب پختہ ہوجانے اسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ فیہا ادعی حضورہ الوقعۃ وبرہن وقد قسمت
لم تنقض استحسانا ویعوض بقدر حظہ من بیت المال اور تاتارخانیہ مین ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی مین حاضر ہونے کا اور اسکو گواہون سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت
کی تقسیم ہوچکی تو قسمت شکنی نہوگی بنا بر استحسان کے اور بقدر اسکے حصے کے بیت المال سے اسکو عوض دیا جاویگا وما فی البحر من قیاس الوقف علی الغنیمۃ ردہ فی النہر
وحررناہ فی الوقف اور بحر الرائق مین جو وقف کا قیاس کر رہے غنیمت پر تو اسکو رد کیا ہے نہر الفائق میں اور اسکو ہمنے اسی کتاب کی کتاب الوقف مین تحریر کیا ہے صاحب بحر نے کہا کہ اگر
مستحق وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونے اور احراز ناظر کے قبل از قسمت تو اسکے حصے مین وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز مین وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا درر اور غرر
مین صاحب محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر امام اور موذن کا حصہ ہو وقف مین سو بدون قبض مرگیا تو حصہ ساقط ہوگیا اسواسطے کہ یہ بحکم صلہ اور عطا ہے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتہی ملخصا ولہم ای للغانمین لا لغیرہم الانتفاع فیہا ای فی دار الحرب
بعلف وطعام وحطب وسلاح ودہن بلا قسمۃ اطلق الکل تبعا للکنز وقید فی الوقایۃ السلاح بالحاجۃ وہو الحق وقید الکل فی الظہیریۃ بعدم نہی الامام
عن اکلہ فان نہی لم یبح فینبغی تقیید المتون بہ اور فقط غازیون کو نہ غیر کو جائز ہے نفع اٹھانا اسمین یعنے دار الحرب مین جانورون کے چارے اور طعام اور لکڑی
اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزون سے انتفاع کو مطلق رکھا باتباع کنز اور وقایہ مین ہتھیار سے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور
یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ مین مقید کیا ساتھ نہ منع کر دینے امام کے انکے کھانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے تا سب چیزون کے
مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع کردے تو مباح نہین تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے ہم حلبی نے بحر الرائق سے نقل
کیا لائق یون ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجیے اسواسطے کہ جب غازیون کو ماکول اور مشروب کی حاجت ہوگی تو انکے منع کرنے پر عمل نہوگا

وبلا بیع و لا تمول فلو باع رد ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو غیر فقیر اور غازیون کو انتفاع جائز ہو بدون بیع و بعدم تمول کے تو اگر قبل قسمت کے کسی چیز کو غازی نے بیچا ہو تو اُسکی قیمت کو غنیمت مین پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہو گئی ہو اور اُسکے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اُسکی قیمت کو خیرات کرے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج ہو تو خود کھا دے کذا فی النہر عن البحر من وجد مالا یملکہ اہل الحرب کصید و عسل ونحوہ فیشترک فیہ فتوقف بیعہ علی اجازۃ الامیر فان ہلک اثمن النفع اجازہ والا ردہ للغنیمۃ بحر اور جو دار الحرب مین اُس چیز کو پاوے جسکے کفار مالک نہین جیسے شکار اور شہد تو وہ مشترک ہے سب غازیون مین تو اُسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہو گئی یا اُسکی قیمت نافع تر ہو تو امیر بیع کو جائز رکھے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت انفع نہو تو بیع کو غنیمت مین پھر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کرے کذا فی البحر ولعبد الخروج منہا لا الا برضاہم اور بعد نکلنے کے دار الحرب سے اشیاء مذکورہ سے فائدہ لینا جائز نہین مگر سب غازیون کی رضامندی سے ومن اسلم منہم قبل مسکہ عصم نفسہ وطفلہ وکل مال معہ فان کانوا اخذوا احرز نفسہ فقط اور کافر ان میں سے جو شخص کہ مسلمان ہو گیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اُسنے اپنی جان اور اپنے اطفال صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچا لیا سوا اگر غازیون نے اطفال و مال کو لے لیا ہو تبکے مسلمان ہونے سے پہلے تو فقط اُسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او او دعہ معصوما ولو ذمیا فلو عند حربی نفی یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس گر چہ مال ذمی ہو اور جو امانت ارکا فر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہے کما لو اسلم ثم خرج الینا ثم ظہرنا علی الدار فمالہ فیہ فی سوی طفلہ للتبعیۃ چنانچہ اگر کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا پھر دار الاسلام کی طرف وہ نکل آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اُسکا مال غنیمت ہے سوا اُسکے طفل صغیر کے بسبب اُسکے تابع ہونے کے اسلام مین الا اولادہ الکبیر وزوجتہ وحملہا وعقارہ وعبدہ المقاتل وامتہ المقاتلۃ وحملہا لانہ جزء الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب مین مسلمان ہوا تو اُسکا بالغ بیٹا اور اُسکی زوجہ و اُسکا حمل اور اُسکی زمین اور اُسکا لڑنے والا غلام اور اُسکی لڑنے والی عورت اور اُسکا حمل محفوظ نہ رہیگا اسواسطے کہ حمل ماں کا تابع ہے تو اگر اُسکا غلام یا لونڈی قتال نہ کرینگے تو اُسکے مال محفوظ مین داخل رہینگے حربی دخل دارنا بلا امان فاخذہ احد نا فہو وما معہ فی لکل المسلمین سواء اخذ قبل الاسلام او بعدہ وقالا لا خذہ خاصۃ وفی الخمس روایتان قنیہ کافر حربی بدون امان کے دار الاسلام مین داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اسکو گرفتار کر لیا تو وہ اور اُسکے ساتھ کا مال غنیمت ہے سب مسلمانون کیواسطے خواہ گرفتار ہوا قبل اسلام کے یا بعد اسکے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنیوالے کی غنیمت ہے خاص کر اور وجوب خمس مین دو روایتین ہین امام محمد کے نزدیک کذا فی النہر عن القنیہ وفیہا استاجرہ لیخدمہ فی سفر فغزا فلہ سہم الفرس لو فرسہ وسلاحہ سہمہ علیہا الا اذا شرط فی العقد انہ للمستاجر اور قنیہ مین ہے کہ نوکر رکھا ایک شخص کو اپنے سفر کی خدمت کیواسطے سو نوکر نے جہاد کیا تو اُسکے گھوڑے اور ہتیار سے تو اُسکا حصہ غنیمت کا دونون کے درمیان منقسم ہوگا مگر اسوقت منقسم نہوگا جب عقد مین شرط ہو گئی ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کے واسطے مخصوص ہے۔

## فصل فی کیفیۃ القسمۃ

یہ فصل ہے کیفیت قسمت غازیون مین کیونکہ قسمت عبارت ہے نصیب شائع کو محل معین مین کر دینے سے کذا فی النہر والمعتبر فی الاستحقاق لسہم فارس او راجل وقت المجاوزۃ ای الانفصال من دارنا وعند الشافعی وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے مین مجاوزت کا وقت ہے یعنی دار الاسلام سے جدا ہونے کے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاویگا اور اگر پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق ہے کہ جب دخول دار الحرب کا ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور اُنکے نام لکھے سو جسکا نام سوارون مین لکھا پھر اُسکا گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیع کریگا تو مستحق نہوگا کذا فی النہر فلو دخل دار الحرب فارسا فنفق ای مات فرسہ استحق سہمین ومن دخل راجلا فشرٰی فرسا استحق سہما تو اگر غازی دار الحرب مین سوار داخل ہوا پھر اُسکا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہان پیدل گیا پھر اُسنے وہان گھوڑا مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے ہم امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین و ائمہ ثلثہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین سوا نسائی کے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصہ مقرر فرمائے اور اُسکے صاحب یعنی سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہ جواب ہے کہ معارض ہے اسکی وہ

حاشیہ: پیشی ... غنیمت مین ... فی غنیمۃ ... ۱۲
حاشیہ: ... دار الحرب ... گرفتار ہوا ... ۱۲ منہ

حدیث ہی جو ابن ابی شیبہ کے مصنف مین ابن عمر سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کیواسطے ایک حصہ علاوہ اسکے ابن جابر دیتے
دو سہم سوار کے ثابت ہین جنکی تفصیل فتح القدیر مین موجود ہی پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم مین معارضہ ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنے
انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولی ہی ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی قوی ہو اور کوئی قوی نہو اور یون کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہی غیر بخاری کی حدیث سے اگرچہ
راوی اسکے ثقات ہون یا وہ راوی ہون جنسے بخاری نے روایت کی ہی سو دعوی بے دلیل ہی اسکو ہم نہین مانتے کذا فی الفتح ولا یسہم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح
للقتال فلو مریضا ان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا الا لو مہرا فکبر لتبار ضا غنیہ اور حصہ نہ دیا جاویگا سوائے ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہی تو اگر گھوڑا بیمار ہو گیا تندرست
ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اسکے سہم کا مستحق ہوگا بنا بر استحسان کے اور اگر بچھیرا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ سے رفاقت کے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نپاویگا وکان الفرق حصول
الارہاب ہو بکبیر یبقی لا بالمہر او رگویا کہ فرق دونون صورتون کے بیچ مین حصول تخویف ہی جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیرے سے او غصب فی سہم قبل دخولہ او رکبہ آخر او نفر او دخل
راجلا ثم اخذہ فلہ سہمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہو گیا یا دوسرا شخص اسپر سوار ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب مین پھر اسنے اپنے
گھوڑے کو پایا تو اسکو دو حصے ملینگے سب صورتون مین لا لو باعہ او بعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ والتبیین انہ لا یسقط وفی القہستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتہی فتنبہ ولیحفظ ایضا تقییدہ
بوقت الشارح الاختیار والقضا مر دو حصے نہ پاویگا اگر اسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اسنے لڑائی ہو جانے کے بعد بیع کی ہو تو البتہ اسکا حصہ ساقط ہو جاتیگا
قول اصح مین اسواسطے کہ بیع سے ظاہر ہو گیا کہ اسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہی لیکن شرنبلالیہ
مین جوہرہ اور تبیین سے اسکے مخالف منقول ہی اور قہستانی مین ہی کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کیوقت تو وہ پیادہ ہی بنا بر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے وہ سوار
ہی بالاتفاق انتہی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیے بخوف خطا کار ہی شارح اور قضا مین ہم مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا
لڑائی کے بعد تو اسکا حصہ ساقط نہین ہوتا امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور اصح یہ ہی کہ ساقط ہوتا ہی اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اسکا قصد تجارت کا تھا انتہی فی المنح حلبی نے کہا کہ یہ
نقل فتح القدیر سے غلط ہی فتح القدیر کی عبارت یہ ہی ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سہم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال المصنف
والاصح انہ یسقط لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ انتہی اور یہی مطلب ہی تبیین اور جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کسنا اور خبردار ہی و یحفظ کا امر کرنا بے معنی ہی انتہی نقول
الحلبی ظاہر ہی کہا کہ شارح کا استدراک حق ہی کہ اسنے اس استدراک سے اس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اسواسطے کر دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے
خالی نہین اور یاد رکھنے کا امر جمیع قیود کیطرف راجع ہو واللہ اعلم ولا یسہم لعبد وصبی وامرأۃ وذمی ومجنون ومعتوہ ومکاتب بل یرضخ لہم قبل اخراج الخمس عندنا اذا باشر القتال او
کانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی او تداوی الجرحی او دل الذمی علی الطریق اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بیہوش
اور مکاتب کو اور انکو کچھ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جبکہ وہ لوگ لڑائی لڑین یا عورت بیمارون کی خدمت گذاری کرے یا زخمیون کا
علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتا دے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود علی الیہود ورضخ لہم او دلالت
ذمی سے مستفاد ہوا امداد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیون سے یہودیون پر اور انکو
کچھ عطا کیا تھا اور واقدی نے روایت کی ہی صحیحہ سے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ کے دس یہودی لیگئے تھے اہل خیبر سے لڑنے کیواسطے
اور جنگ حنین مین صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب مشرک تھا کذا فی الفتح ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی اذا دل فیزاد
علی السہم لانہ کالاجرۃ اور نہ پہونچے انکی عطا بقدر سہم کے یعنے غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہیے مگر ذمی مین جبکہ وہ راہ
بتا دے تو سہم سے زیادہ بھی دے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہی تو دینا چاہیے جس قدر رکھا

کہ ہو والبراذین جمع برذون والخیل العتاق کہ جمع عتیق کرام ای العراب وبین الذی ابوہ عربی وامہ عجمیۃ والمقرف عکسہ قاموس سوار اور براذین جمع برذون یعنی عجمی
گھوڑے اور عتاق کہ جمع عتیق یعنی عمدہ گھوڑے عربی اور ہجین وہ گھوڑا جسکا باپ عربی ہو اور مان اسکی عجمی و مقرف بالعکس اسکے یعنے جسکا باپ عجمی ہو
اور مان اسکی عربی کذا فی القاموس یہ گھوڑے سب برابر ہین سوار کا حصہ پانے مین ہم بعضے علما کے نزدیک حصہ گھوڑے کا فقط عربی گھوڑے مین منحصر ہو مصنف اوشارح نے
اسکا رد کیا کہ گھوڑون کی تفرقہ کرنا بے دلیل ہو اسواسطے کہ رحیقا ذہ ہر جنس خیل کیطرف قال اللہ تعالی ومن رباط الخیل و خیل سبکے گھوڑون کو کہتے ہین اور سواسطے کہ اگرچہ عربی
گھوڑا طلب او ہرب مین قوی تر ہے لیکن عجمی گھوڑا حملہ کش اور بار کشی اور گھوڑ دوڑ مین نرم تر ہے تو ہر ایک مین جدی جدی منفعت ہو لا لسہم الراحلۃ والبغل والحمار لعدم الارہاب یعنی حصہ نہ دیا
جاویگا اونٹ اور خچر اور گدھے کا بسبب عدم رعب انکی سے یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہین اور اسمین نص بھی وارد نہین باوجودیکہ صدر اسلام مین اونٹ اور گدھے اور خچر جہاد
مین بکثرت ہوتے تھے لیکن سبکا حصہ منقول نہین و الخمس الباقی یقسم اثلاثا عندنا للیتیم والمسکین وابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنے پانچوان حصہ ہمارے نزدیک تین حصہ ہو کر
بانٹا جاتا ہی یتیم اور مسکین اور مسافر کو ہم یتیم وہ نابالغ ہی جسکا باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونے کے اسکو یتیم نہین کہتے وجاز صرفہ لصنف واحد فتح اور جائز ہی صرف کرنا خمس کا ایک ہی
قسم مین کذا فی الفتح ہم تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہو یعنے خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہی خواہ تینون کو دے خواہ ایک قسم کو دو فی المضمرات وفرقہ
للغانمین لحاجتہم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور مضمرات مین ہی کہ اگر خمس کو غازیون پر صرف کرے بسبب انکی حاجتمندی کے تو جائز ہی اور البتہ مین نے اسکو تحقیق بیان
کیا ہی شرح ملتقی مین ہم شرح ملتقی کا یہ مضمون ہی کہ غنیمت کا خمس اور مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہی تو ہمارے نزدیک یتیمون مال خمس
تین حصے کرکے اقسام ثلثہ پر قسمت کیے جاوین انکے سوا اور کسیکا دینا جائز نہین اقسام ثلثہ مین سبکو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہون محتاج ہون وقدم فقراء ذوی القربی من
بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلثۃ علیہم لجواز الصدقات لغیرہم لا لہم اور خمس دینے مین محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہین مقدم کیے جاوین یتیم اور
مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کو واسطے نہ بنی ہاشم کو اسواسطے ہم یعنے بنی ہاشم کا یتیم اور یتیمون پر مقدم ہی اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکینون پر اور انکا مسافر
اور مسافرون پر نہر الفائق مین کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہین فقط اور انکا استحقاق فقط قرابت سے نہین بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ
الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہمکلامی کی موانست اور مصاحبت کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہی ولہذا انکی عورتون کو
بھی حصہ ملتا تھا پھر یہ حصہ حضرت کی موت سے ساقط ہو گیا بسبب باقی نہ رہنے علت کے یعنے نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہونگے بسبب محتاجی کے و لاحق
لاغنیائہم عندنا اور خمس مین کچھ حق نہین بنی ہاشم کے مالدارون کا ہمارے نزدیک ہم اسواسطے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسیطرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربی
کو کچھ نہین دیا اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اے گروہ بنی ہاشم حق تعالی نے تمھارے واسطے لوگون کا غسالہ اور انکا میل یعنے زکوۃ کو مکروہ رکھا اور اسکے عوض خمس کا
خمس تمکو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہی زکوۃ کا اور زکوۃ کا مستحق نہین مگر محتاج تو اسیطرح خمس کا مستحق نہین مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے جو انکو خمس دیا تھا
تو بسبب نصرت ہمکلامی و مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو انکو نہ دیا تو اسواسطے کہ ذوی القربی بیان ہی مصرف کا نہ استحقاق کا اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا ایک صنف
واحد پر جائز ہی یا انکو غنی جانکر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہین اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور عبد شمس اور
مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد مین ہین اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد مین جب کفار قریش نے آپسمین عہد کیا کہ بنی ہاشم کے پاس نہ بیٹھین اور ان سے کلام
نہ کرین تاوقتیکہ وہ حضرت کو نہ دین قتل کرنے کے واسطے تو بنی ہاشم نے بھی عہد کیا کہ ہم آنحضرت کے مددگار رہینگے سو نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد
قریش کے شریک ہوئی اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئے یہان تک کہ تین برس تک پہاڑ کی گھاٹی مین حضرت کے ساتھ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف
کے ساتھ چنانچہ کتب سیر مین یہ قصہ مفصل موجود ہی سنن ابو داؤد مین جبیر بن مطعم سے مروی ہی کہ جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے خیبر کے دن ذوی القربی
کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو مین اور عثمان بن عفان حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ

بنی ہاشم کی فضیلت کے ہم منکر نہیں اسواسطے کہ حق تعالی نے آپکو بنی ہاشم میں پیدا کیا سو کیا وجہ ہے کہ ہمارے بھائیون بنی مطلب کو آپنے دیا اور ہمکو چھوڑا اور قرابت ہماری اور
انکی آپکے ساتھ ایک ہی طرح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب جدا نہوئے کفر مین اور نہ اسلام مین اور ہم اور وہ تو شئی واحد ہین اور اپنی انگلیون کو بیچ
میں ڈال کے دکھایا اسمین حضرت نے اشارہ کیا انکی نصرت کا یعنے موانست اور موافقت کی نصرت جاہلیت مین جبکہ قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اسواسطے کہ اسوقت نصرت قتال کی نہ تھی کذا
فی المنح والنہر والطحطاوی اور امام شافعی اور احمد کا یہ مذہب ہے کہ خمس الخمس مین غنی اور فقیر ذوی القربی کے برابر ہین اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہے چاہے انکو دے چاہے نہ دے
چاہے سبکو دے چاہے بعض کو چاہے غیر ذوی القربی کو دے اور دلائل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ مانند عینی ہدایہ اور فتح القدیر مین مفصل ہین و ما نقلہ المصنف عن الحاوی
یفید ترجیح الصرف لاغنیائہم لنظر فیہ فی النہر اور جو مصنف نے بحر الرائق سے یہ نقل کیا ہے کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی مین ہے وہ مفید ہے ترجیح صرف کا اغنیاء ذوی القربی
کیواسطے اسمین اعتراض کیا ہے نہر الفائق مین ہم حاوی قدسی مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابناء سبیل میں اور اسی قول کو
ہم لیتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ یہ اسکا مقتضی ہے کہ اغنیاء ذوی القربی کے دینے پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صاحب النہر الفائق نے کہا کہ اسمین نظر ہے بلکہ اسمین انکے دینے کی ترجیح
ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربی مین اشتراط فقر سے سکوت اسواسطے کیا کہ عطاء خمس مین مشہور و طہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہے کذا فی النہر وذکرہ تعالی للتبرک
باسمہ فی ابتداء الکلام اذ الکل للہ اور ذکر اللہ تعالی کے نام پاک کا مصارف خمس مین انکے نام سے برکت لینے کے واسطے ہے ابتداء کلام مین اسواسطے کہ ہر چیز خدا کی
مملوک ہے خمس کی کچھ خصوصیت نہین ہم قرآن مجید مین ارشاد ہوا واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمسکین وابن السبیل یعنے معلوم کرو کہ
جو کچھ غنیمت مین حاصل کرو تو اسکا پانچوان حصہ اللہ تعالی کیواسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربی اور یتامی و ابن سبیل کیواسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر سے
آگاہ کر دیا دفع اشتباہ کیواسطے اسلیے کہ طبرانی مین ابن عباس سے منقول ہے کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتاح کلام ہے اسواسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین مین ہے وہ خدا ہی کا ہے اسمین دیگر
ابو العالیہ کے قول کا کہ اللہ کا حصہ تعمیر بیت اللہ مین صرف ہو اگر وہ قریب ہو اور نہین تو مساجد مین صرف ہو کذا فی النہر وسہمہ علیہ الصلوۃ والسلام سقط بموتہ لانہ حکم علق بمشتق وہو
الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا آپکی موت سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہے
یعنے رسالت پر یعنے وصف رسالت علت ہے حکم کی اور حالانکہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہین چنانچہ صفی ساقط ہو گیا آپکی موت کے بعد صفی وہ جسکو رسول علیہ الصلوۃ
والسلام اپنے واسطے اپسند کر لیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے چنانچہ تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ
والسلام کا خلیفہ کے واسطے ہے اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہو چکی وہ انپر حجت ہے در المنتقی مین کہا کہ ہر چند رسالت آپکی موت کے بعد منقطع نہین چنانچہ علماء کبار نے
مذکور کیا ہے لیکن وصف رسالت مین آپکا کوئی خلیفہ نہین اسواسطے کہ آپکے بعد کوئی رسول نہین اور یہ مطلب نہین کہ رسالت آپکی موت کے بعد منقطع ہو گئی جیسا
کسی ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا بسبب منعدم ہونے اسکی علت کے ومن دخل دار ہم باذن الامام او منعۃ ای قوۃ فاغار
خمس ما اخذ لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان گیا دار الحرب مین امام کی اجازت سے یا قوت سے پھر مال لایا غارتگری سے تو خمس لیا جاویگا اس سے جو
وہ لوگ لائے اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے اور اگر امام سے حکم نہین لیا یا قوت اور شوکت سے دار الحرب مین نہ گیا اور کچھ مال لایا تو اسمین خمس نہین اسواسطے کہ وہ چھپا
مارنا اور لے بھاگنا ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ جسمین قہر اور غلبہ اور قوت ہے اسمین خمس ہے اور جسمین غلبہ نہین اسمین خمس نہین یا شوکت جانے مین تو قوت کا ہونا صریح
ہے اور امام کے اذن مین اسواسطے قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اسکی مددگاری کا التزام کیا تو یہ امر بحکم قوت ہوا وفی المنیۃ لو دخل اربعۃ خمس و
لو ثلثۃ لا اور منیہ مین ہے کہ اگر چار شخص دار الحرب مین گئے اور کچھ مال لائے تو انسے خمس لیا جاویگا اور اگر تین شخص گئے تو نہین قال الامام
ما اصبتم لا اخمسہ فلو لہم منعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم دار الحرب سے لاؤگے مین اسکا خمس نہ لونگا تو اگر غازی با قوت ہون تو جائز
نہین اور اگر انکو قوت اور شوکت نہین تو جائز ہے وندب للامام ان ینفل وقت القتال حثا وتحریضا فیقول من قتل قتیلا فلہ سلبہ

قتيلا فله كذا اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کے وقت ترغیبا اور رغبت دلانے کے واسطے تو یون کہے کہ جو شخص قتل کریگا کسی مقتول کو تو اسکے واسطے
اسباب ہے اسکا زندہ کا ذکر مقتول کہا باعتبار اسکے قریب ہونے کے قتل سے هم نفل بفتحتین لغت مین بمعنی زیادت ہے پھر غنیمت مسمی بہ نفل ہوئی اسواسطے کہ اس
امت پر اور حلال چیزون سے غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اور امتون پر غنیمت حلال نہ تھی اور اصطلاح شرع مین نفل وہ ہے جسکو امام بعضے غازیون کے واسطے مخصوص کرے کذا فی المحیط
اور انعام مین وقت قتال کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ قبل قتال بطریق اولی جائز ہے اور بعد قتال کے جائز نہین او یقول من اخذ شیئا فهو له قد یکون بدفع المال و
ترغیب مال یا امام یون کہے کہ جو غازی کسی چیز کو لیگا وہ اسکی ہے اور کا ہے تنفیل مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب سے خواہ وہ مال امام کے پاس ہو یا مقتول کا اسباب ہو فالتحریض
نفسه واجب للامر به واختیار الادعی للمقصود مندوب وتوجیه الترغیب فی نفسه واجب ہے اسکے امر کے سبب سے اور انعام مین اسکا اختیار کرنا مستحب ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور
شوق انگیز ہو ولا ینافيه تعبير القدوری بلا باس لانه لیس مطردا لما ترکه اولی بل یستعمل فی المندوب ایضا کما فی المصباح ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب اور استحباب تنفیل کے منافی
نہین تعبیر کرنا قدوری کا لا باس کے اسواسطے کہ لفظ لا باس کا فقط ترک اولی کو مطرد نہین بلکہ لا باس مستحب مین بھی مستعمل ہوتا ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اسیواسطے
مبسوط مین تنفیل کو مستحب کہا ہے ویستحق الامام لو قال من قتل قتيلا فله سلبه اذا قتل هو استحسانا اور انعام کا امام مستحق ہوگا اگر اسنے یون کہا کہ جو کسی مقتول کو ماریگا تو اسکے واسطے
اسکا اسباب ہے جبکہ امام ہی قتل کرے بنابر استحسان کے هم قیاس مین اسواسطے جائز نہین کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام سمجھنے والا ہو تو متهم ہوگا اور استحسان مین
اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قول قضا نہین ہے اور صورت عدم تخصیص اس مین تہمت نہین بخلاف لو قال منکم او قال من قتلته انا فلی سلبه فلا یستحقه الا اذا عمم بعده ظهیریة بخلاف سابق یہ ہے کہ اگر
امام نے کہا کہ جو شخص تم سے ماریگا یا یون کہا کہ جسکو مین قتل کرون تو اسکا اسباب میرا ہے سو امام اس قول سے اسکے اسباب کا مستحق نہوگا مگر اسوقت مستحق ہوگا جبکہ تعمیم
کردے بعد اس تخصیص کو ہے کذا فی الظهيرية هم پہلی صورت مین اسواسطے مستحق نہوا کہ انعام کو غازیان مخاطب کے واسطے خاص کر چکا اور دوسری صورت مین سبب
تہمت کے مستحق نہوا ویستحقه مستحق سهم او رضخ کالذمي وغیرہ اور انعام کا مستحق ہے سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہوگیا ذمی وغیرہ کو ولذا ای لکن التنفیل انما یکون
فی مباح القتل فلا یستحقه بقتل امراة ومجنون ونحوهما ممن لم یقاتل اور یعنی تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے مین ہوتی ہے تو اسکا مستحق نہوگا
عورت اور مجنون اور انکے مانند کے قتل سے منجملہ ان لوگون کے جنہون نے قتال نہین کیا وسماع القاتل مقالة الامام لیس بشرط فی استحقاقه اذ لیس فی الوسع اسماع
الکل اور سماعت قاتل کی امام کے کلام کو شرط نہین اسکے استحقاق تنفیل مین اسواسطے کہ سب لشکر کو سنانا انسان کے مقدور مین نہین یعنی [illegible] ہو سکتا ہے سو
پایا گیا کذا فی المنح ویعم کل قتال فی تلک السنة ما لم یرجعوا وان مات الوالی او عزل ما لم یمنعه الثانی نهر اور تنفیل مذکور شامل ہے اس سال کی ہر لڑائی کو جبتک غازی
نہ پلٹ آوین اگرچہ والی مر جاوے یا معزول ہو جبتک دوسرے والی نے اسکو منع نہ کر دیا ہو کذا فی النهر هم یہ جو وقت ہے جب تنفیل قتال کے وقت نہوئی ہو اور اگر عین حالت
قتال مین ہوئی ہو تو اسی لڑائی تک مفید ہوگی کذا فی البحر وکذا یعم کل قتیل لانه نکرة فی سیاق الشرط فیعم اور اسیطرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اسواسطے کہ
قتیل کا نکرہ ہے شرط کے تحت مین اور وہ شرط لفظ من ہے یعنی من قتل قتيلا فله سلبه مین هم حلبی نے تحریر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی مین ضروری ہے اور سیاق
شرط مین عام نہین ہوتا مگر بحث مین علاوہ اسکے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا مین کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ دونون شامل
مین قتیل نکرہ ہے سیاق شرط مین کما لا یخفی بخلاف ان قتلت قتیلا بخلاف ما لو قال لیکہ کہ امام نے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو ماریگا تو اسکا اسباب تیرا ہے
یعنی اگر ایک غازی سے یہ خطاب کیا اور اسنے دو کافرون کو مارا تو اسکو اول مقتول کا اسباب ملیگا فقط اور اگر علی العموم اسیطرح لشکر سے خطاب کیا کہ اگر کوئی
مرد تم مین کسی قتیل کو ماریگا تو اسکو اسکا اسباب ملیگا پھر ایک مرد نے دو یا تین کو قتل کیا تو سب کے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہ استحسان ہے کذا فی البحر
ولو قال ان قتلت ذلک الفارس فلک کذا فلم یصح وان قتلت رؤس اولئک القتلی فلک کذا لم یصح غایة اور اگر امام نے یون کہا کہ اگر
تو اس سوار کو قتل کرے تو تیرے واسطے ایسا ہے تو صحیح نہین اور اگر یون کہا کہ اگر تو ان مقتولون کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا ہے

تو صحیح ہی کذا فی المنبع عن قاضیخان کہا اسواسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہی تو وہ اجرت کا مستحق نہوگا جیسے امامت و اذان کی اجرت جائز نہین بخلاف دوسری صورت کے اسواسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہین تو اجارہ اسپر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز مین کہا کہ تعلیل قاضیخان متقدمین کے قول پر مبنی ہی کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہین ولو نفل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ ماخوذ من السری وہو المشی لیلا درر الربع بعد الخمس وہذا فلہم النفل استحسانا ظہیریۃ اور اگر امام نے سریہ یعنے چھاپہ مارنے والون سے چوتھائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپہ مارنے والون نے تو انکو یہ انعام ثابت ہی بنابر استحسان کے کذا فی الظہیریۃ سریہ عبارت ہی قطعہ لشکر سے یعنے چند لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہی سری سے یعنے رات کو چلنا کذا فی الدرر یہ باعتبار اصل وضع کے ہی تو اب استعمال متن مین ملحوظ نہین فمع جواز التنفیل بالکل او بقدر منہ لسریۃ لا لعسکر والفرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہی کل غنیمت سے یا اسکے برابر سے سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق درر و غرر مین مذکور ہی ہم درر مین جو فرق یون مذکور ہی کہ مقصود تنفیل سے ترغیب و تحریض قتال ہی اور یہ حاصل نہین مگر بعض کی تخصیص مین کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم مین تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہی اور خمس کا بھی ابطال ہی بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل مین برابر ہین بسبب اسکے جو اس مین ہی صدر الشریعۃ کے اور سیکا حواشی سے مذکور ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی ولا ینفل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا الا من الخمس لجوازہ لغنی و واجب کما مر اور امام تنفیل نہ کرے بعد پہنچ جانے غنیمت کے دار الاسلام مین مگر خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہی بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم غنی پر چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے جب صرف خمس کا محتاج کیواسطے ہوا تو محتاج مقاتل کیواسطے بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ وسلبہ ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ الا علی دابۃ اخری اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہی جو اسکے ساتھ ہی یعنے اسکی سواری اور کپڑے اور ہتھیار کے اور اسیطرح وہ چیز جو اسکی سواری پر ہو نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہی جسکو سر تل کہتے ہین ہم سلب بمعنی مسلوب ہی کذا فی القہستانی والتنفیل حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہی باقی لشکر کے حق کا نہ مالک ہونا قبل احراز دار الاسلام کے ہم جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو تنفیل کے باوے اسمین خمس نہین اور وراثت اسمین جاری ہوگی اگرچہ وہ قبل احراز مر جاوے اور یہ ہوگا کہ مالک ہی نہ تنفیل کا حکم نہین تو مطلب ہی کہ ملک کامل نہین اور اگر ملک مطلق نہوتی تو اسمین وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہو جاتی ہی کذا فی الفتح فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم تحل لہ وطیہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثمہ واستبرأہا لم تحل لہ ہذا ما جنبہ پر قاعدہ ہوا کہ تنفیل مین ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین تو اگر امام نے یون کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اسی کی ہی پھر اسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اسکا استبرا کیا یعنے دار الحرب مین تو اسکی وطی اور بیع حلال نہین جیسے کسی مسلم نے دار الحرب مین عورت کو پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اسکو وہ حلال نہین باجماع شیخین اور محمد کے نزدیک حلال ہی کہ اسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی والسلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہی نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہین مگر جب تیرے امام کا دل اسکو چاہے تو ہمنے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا ہم حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہی کہ سر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہی اور تنفیل کی بھی محتمل ہی تو علمائے حنفیہ نے اسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنا بر حدیث اول کے تا دونون حدیثون مین تعارض باقی نہ رہے حدیث اول مین حبیب بن سلمہ سے خطاب ہی مگر یہ حدیث ضعیف ہی لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہونچ گئی ہی کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ہل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الان حیث وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا یوجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہۃ ابدا انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہی اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو سعود کے معروضات مین مرقوم ہی کہ کیا حلال ہی جماع ان لونڈیون کا جو خرید کیجاتی ہین اب غازیون سے جبکہ واقع ہوا ہی اشتباہ غازیون کی قسمت مین بوجہ شروع تو جواب اس سوال کا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین قسمت شرعی

موجود نہیں لیکن ۸۹۲ھ میں سلطان روم کیطرف سے تنفیل کلی واقع ہوگئی ہے سو بعد خمس نہ نکالنے کے شروع سے شبہہ حرمت کا باقی نہ رہا انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تنفیل کلی
سے یہ مراد ہے کہ جو غازی کوئی چیز پاوے سو وہ مالک ہے اسکا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضوں کیواسطے مراد نہیں ہے عنقریب تو دیکھیگا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلی نہ لشکر کیواسطے
جائز ہے نہ سریہ کے واسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہیں اور بالفعل اہل روم کے خمس نہ دینے کو تحقیق کرنا چاہیے جب ظاہر یہ ہے کہ خمس نہیں دیتے تو شبہہ موجود ہے علاوہ
اسکے یہ جواب اسوقت مسلم ہے جب تنفیل مذکور ہمارے زمانہ تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہو جاتی ہے تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولیٰ
جائز نہوگی مگر اسوقت جبکہ سلطان متاخر بھی تنفیل مذکور کو قائم رکھے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی

## باب استیلاء الکفار

علے بعضهم بعضا او علے اموالنا یہ باب ہے غلبہ کفار کے احکام میں بعضوں کے بعضوں پر یا ہمارے مالوں پر ہمیں حلبی نے کہا کہ علی بعضهم بعضا کی ترکیب فیہ سد ہے اور کہنا
صواب تھا کہ بعضهم علے بعض او ہی کافر کافرا اخر بدار الحرب واخذ ماله ملکه لاستیلائه علے مباح جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دار الحرب میں اور اسکا مال چھین لیا تو وہ مالک
ہو گیا بسبب اسکے غالب ہونے کے مباح چیز پر ہم شرح ملتقی میں کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اسکا مفید ہے کہ احراز دار مالک شرط نہیں پس اگر کفار ترک اور ہند کفار روم پر غالب ہوں
اور رومیوں کو ہند میں پکڑ لیجائیں تو وہاں کفار ترک کی بھی ملک ثابت ہوگی کفار ہند کے مانند کفار کے نفوس اور اموال دار الحرب میں مباح ہیں پس استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہوا
استیلاء علی السبیکہ ولو سبی اهل الحرب اهل الذمة من ارضنا لا یملکونهم لانهم احرار اور اگر گرفتار کیا کافر حربی نے ذمیوں کو دار الاسلام سے تو انکے مالک نہونگے اسواسطے
کہ ذمی دار الاسلام میں آزاد ہیں اور آزاد استیلاء سے مملوک نہیں ہوتا اور ذمیوں کے اموال مثل اموال مسلمین کے انکے مملوک ہوجاتے ہیں ولکننا نملک ما نجده من ذلک السبی الکافر
ان غلبنا علیهم اعتبارا بسائر املاکهم اور ہم اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اس شئی کو کفار سے اگر ہم انپر غالب ہوں باعتبار انکی باقی املاک کے یعنے اگر ایک کافر حربی نے دوسرے
کافر حربی کو گرفتار کیا پھر مسلمین انپر غالب ہوئے تو اس بندی کے مالک ہونگے جیسے حربیوں کے اور اموال کے مالک ہوتے ہیں ف فتاوی قاضیخان میں ہے کہ اگر کافر حربی دار الاسلام
میں اپنے ولد کو بیچے تو باتفاق روایات جائز نہیں اور اگر مسلم دار الحرب میں جاکر حربی کا ولد مول لے اسمیں اختلاف ہے امام سے ایک روایت یہ ہے کہ جائز ہے اور حسن کی روایت
امام سے یہ ہے کہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہے پھر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی ہو جیسا قول جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام میں نکال لایا اسمیں اختلاف ہے بعضوں نے
کہا کہ نکال لانے سے مالک ہوگا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اسے بجبر نکالا تو اسکا مالک ہو گیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضوں نے کہا کہ وہ حربی ہے
اور بعضوں یعنے کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہے تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہوگا خواہ خوشی سے اسکو لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع
کے نزدیک بیع جائز نہیں تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہے اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر اسکو زبردستی سے نکال لایا تو مالک
ہوگا اور اگر اسکو بخوشی لایا تو مالک نہوگا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مومنا واحرزوها بدارهم ملکوها خلافا للشافعی

علی مباح لان الصحیح من مذهب اهل السنة ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحة رای المعتزلة بل لان العصمة من جملة الاحکام المشروعة وهم لم
یخاطبوا بها فبقی فی حقهم مالا غیر معصوم فیملکونه کما حققه صاحب المجمع فی شرحه اور اگر کفار غالب ہوگئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال
کے عبد مومن ہو اور اموال کو دار الحرب میں لے گئے تو اسکے مالک ہونگے نہ بسبب استیلاء علے المباح کے اسواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب
یہ ہے کہ اشیا میں اصل توقف ہے اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہو گئے اسواسطے کہ عصمت یعنے وجوب حفظ
اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہے اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں تو ہمارے اموال اُنکے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اسکے ہونگے چنانچہ
صاحب مجمع نے اسکی تحقیق اپنی شرح میں کی ہے ہم اشباہ میں مذکور ہے کہ اصل اشیا میں یا اباحت ہے تاوقتیکہ دلیل اسکے مخالف پر نہ قائم ہو اور یہی مذہب ہے امام
شافعی کا یا اصل تحریم ہے تاوقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیوں نے اسکو امام اعظم کیطرف نسبت کیا ہے اور بدائع میں کہا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ افعال

میں قبل شرع کے کچھ حکم نہیں انتہی اور مصنف کی شرح منار میں ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے یعنے حنفیوں کے نزدیک انھیں میں کرخی ہے اور بعض اصحاب شافعی نے کہا کہ اصل انھیں میں توقف
ہے یعنی کہ واقع میں اشیا کیواسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور ہے لیکن ہم اسپر واقف نہیں ہو سکتے عقل سے بدون بیان شرع کے اور ہدایہ کی فصل حداد میں مذکور ہے کہ اصل اشیا میں
اباحت ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ بیان بعض اہل مذہب کی رائے پر چلا ہو موافق شافعی جب ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کیطرف
مناسب نہ تھا اور یہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یہ قول غیر صحیح ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ میں بنا بر اداء اور اعتقاد کے اور یہ جو کہا کہ جب
کفار مخاطب احکام شرعی کے نہوئے تو انکے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہا یعنے تو انکے واسطے مباح ہوا تو اسوقت میں قول بالاباحۃ کیطرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تھا اسی کا
قائل ہو گیا ویفترض علینا اتباعهم اور ہم پر فرض ہے انکا پیچھا کرنا یعنے کفار کا پیچھا کرنا اور ان سے اموال چھوڑا لینا فرض ہے تا وقتیکہ وہ دار الاسلام میں ہیں اور جب دار الحرب میں چلے گئے تو
فرض نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر اولاد کو پکڑ لے گئے تو مطلقا انکا پیچھا کرنا فرض ہے کذا فی المنح عن البحر عن المحیط وان اسلموا تقرر ملکهم اور اگر کفار مسلمان ہو گئے تو انکی ملک ثابت ہو گئی یعنے
کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب میں جاکر مسلمان ہو گئے تو وہ مالک اموال کے ہو گئے اصحاب ان اموال اُنسے نہیں لے سکتے کذا فی المنح عن شرح الطحاوی وان غلبنا
علیهم بعد ما احرزوها بدارهم اما قبلہ فهی لمالکہ مجانا مطلقا اور اگر ہم غالب ہوئے اُنپر یعنے بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب لے گئے اور قبل دار الحرب کے لیجانے
کے تو اموال مذکورہ انکے مالکوں کو مفت ملینگے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت انکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے **فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ** بین المسلمین
لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فهو لہ مجانا یعنے اگر ہم غالب ہوئے ان کافروں پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم ہونے بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ
اسکو درر میں محقق کیا ہے تو وہ مال پانے والے مالک کو مفت ملیگا بدون دینے کوئی چیز کے وان وجدہ بعدها فهو لہ بالقیمۃ جبرا للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال
نے اسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اسکو بعوض قیمت کے ملیگا تا بقدر ممکن دونوں نقصان بھر جائیں یعنے مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی اُسکی ہوگئی تو پانیوالا
اسکے لینے کا اسکو حق ہے لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اسکا ضرر ہے جسنے اسکو اپنے حصہ میں پایا لہذا اس مال کو قیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہ دلیل عقلی
ہے اور اسی کے موافق بحر الرائق میں حدیث منقول ہے ولو کان مثلیا فلا سبیل لہ علیه بعدها اذ اخذہ اخذ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو قبلها اخذہ مجانا کما مر اور
اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اسکے واسطے کوئی راہ لینے کی نہیں اسپر بعد قسمت کے اسواسطے کہ اگر اسکو لیگا تو بعوض اسکے مثل کے لیگا مثلا گیہوں
عوض گیہوں کے لیگا تو اسکی خرید میں کچھ فائدہ نہیں اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اسکو مفت لے چنانچہ گذرا وبالثمن الذی اشتراہ بہ لو اشتراہ منهم
تاجر ای من العدو واخرجہ الی دارنا وبالقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اسی قیمت کے لے جس قیمت سے سوداگر نے اسکو مول لیا یعنے دشمن سے خرید کیا اور اسکو
ہمارے دار الاسلام میں نکال لایا اور بہ قیمت جنس کے لے اگر اسنے بعوض جنس کے خرید کیا ہو ولو بالقیمۃ لو اتهبہ منهم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے
لے اگر کفار سے اسنے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر میں اتنا زیادہ کہا ہے یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر شراہ بخمر او خنزیر لیس
لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو شراہ بمثلہ نسیئة او بمثلہ قدرا او وصفا بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدة فلو بالاقل قدرا او اردی وصفا فلہ اخذہ لانہ یفید
ولیس بربا لانہ فداء لکن بحر الرائق میں ہے خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اسکے مالک کو اسکا لینا باتفاق روایات جائز نہیں
اور اسیطرح اگر اسکو بعوض اسکے مثل کے بوعدہ ادائے قیمت خرید کیا یا بعوض اس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف میں مبیع کے مثل ہے خواہ بعقد صحیح خرید کیا خواہ بعقد فاسد
تو جائز نہیں بسبب عدم فائدہ کے سو اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہے اسواسطے
کہ یہ مفید ہے اور یہ بیاج نہیں اسلیے کہ یہ فدا ہے ہم یعنے مثلی کی عدم مساوات یہاں بیاج میں داخل نہیں اسواسطے کہ مالک نے اپنے
مال کو خلاص کیا تو یہ فی الحقیقۃ فداء ہے نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان فقئت عینہ او قطعت یدہ واخذ مشتریہ ارشہ او فقاها
المشتری فیاخذہ بکل الثمن ان شاء لان الاوصاف لا یقابلها شئ منہ یعنے مالک کو جائز ہے کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگرچہ

اُسکے مملوک کی آنکھ پھوڑی گئی ہو یا اُسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اُسکے مشتری تاجر نے اسکا خونبہا لیا ہو یا خود مشتری نے اُسکی آنکھ پھوڑی ہو تو مالک اسکا کل قیمت سے لے اگر چاہے اسواسطے
کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہین پڑتی **والقول للمشتری فی مقداره ای الثمن بیمینه عند عدم البرہان لان البینة بینة ذو برہنا فبینة المالک ایضا خلافا
للثانی نہر** اور معتبر قول مشتری کا ہی قیمت کے مقدار مین اُسکے قسم کھانے کے ساتھ گواہ نہونے کیوقت اور اگر کوئی گواہ لاویگا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے
کہ گواہ بیان کرنے والے ہین اور اگر دونون گواہ لاوین تو مالک کے بھی گواہ اولے ہین بخلاف ابو یوسف کے کذا فی النہر هم طحطاوی نے کہا کہ
ایک نسخہ مین یون عبارت ہے فبینة المالک ایضا اولے اور یہی نسخہ اولے ہے **وان تکرر الاسر والشراء بان اسر ثانیا وشراہ آخر اخذ المشتری
الاول من الثانی بثمنه لورود الاسر علے ملکه فکان الاخذ له ثم یاخذ المالک القدیم بالثمنین ان شاء لقیامه علیه بهما وقبل اخذ الاول
لا یاخذه القدیم کیلا یضیع الثمن** اور اگر گرفتاری اور خرید مکرر ہوئی اسطرح پر کہ دوسری بار مثلا غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اُسکو
خرید کیا تو مشتری اول اُسکو مشتری ثانی سے لے بعوض اُسکی قیمت کے بسبب وارد ہونے گرفتاری کے مشتری اول کی ملک پر تو اُسکو لینا مقدم ہوا
پھر مالک قدیم اُسکو دونون قیمتین دیکر لے اگر چاہے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتون پر پڑا اور مشتری اول کے قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نہ لیگا
مشتری اول کی قیمت ضائع ہو **ولا یملکون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومکاتبنا لحریتهم من وجه فیاخذه مالکه مجانا لکن بعد القسمة تودی قیمته من بیت المال** اور کفار مالک
نہین ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے بسبب آزاد ہو جانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایکطرح سے تو اُسکو اُسکا مالک مفت لے بلا عوض
لیکن بعد قسمت بین المسلمین اُسکی قیمت بیت المال سے ادا کیجائے هم حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہونگے کہ سبب مفید ملک کا محل ملک مین متحقق ہے یعنی مال مباح مین اور
حر معصوم بنفسه ہے اور اسیطرح مدبر وغیرہ مین من وجه حریت ثابت ہے اور اگر تاجر کافرون سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اُس سے بلا عوض لے کذا فی المنح **وتملک علیهم جمیع
ذلک بالغلبة لعدم العصمة** اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہوکر اُنکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سب کے مالک ہو جاوینگے بسبب غلبہ کے بواسطے عدم عصمت کے **ولو ند الیهم دابة ملکوها
لتحقق الاستیلاء اذ لا ید للعجماء** اور اگر کافرون کیطرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اُسکے مالک ہو جاوینگے بسبب ثابت ہونے استیلاء کے دار الاسلام
سے نکلتے اسواسطے کہ جانور کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہین کہ دار الاسلام سے نکلنے کیوقت ظاہر ہوا اور مالک کفار کا مانع ہو **وان ابق الیهم قن مسلم فاخذوه
قہرا لا خلافا لهما لظهور یده علے نفسه بالخروج من دارنا فلم یبق محلا للملک** اور اگر دار الاسلام سے کفار کی لونڈی یا غلام با مسلمان بھاگ نکلا سو انھون نے اُسکو زبردستی
پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہمارے دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک
باقی نہ رہا هم جب تک غلام دار الاسلام مین تھا تو اُسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقیق ہونے کے تصرف کے مولی اُسکے انتفاع پر قادر ہو
اور خروج دار الاسلام سے ہونے کا تصرف مانع سے زائل ہو گیا تو اُسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسه ہو گیا لہذا وہ محل ملک باقی نہ رہا جب کفار کی ملک
اُسپر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اُسکو مفت لیگا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اُسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور بعد قسمت کے اُسکا
عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لینگے تو باتفاق امام اور صاحبین کے مالک نہونگے
**بخلاف ما اذا ابق الیهم بعد ارتداده فانهم یملکونه اتفاقا** بخلاف اُسکے جبکہ غلام اُنکی طرف بھاگ جاویگا بعد اپنے مرتد ہونے کے پھر کفار اُسکو پکڑین
تو بالاتفاق مالک ہونگے **ولو ابق ومعه فرس ومتاع فاشتری رجل ذلک کله منهم اخذ المالک العبد مجانا لما مر انهم لا یملکونه واخذ غیره بالثمن
لانهم ملکوه** اور اگر غلام دار الحرب مین بھاگ گیا اور اُسکے ساتھ گھوڑا یا اسباب ہی پھر ایک مرد نے یہ سب اُنسے مول لیا تو مالک قدیم غلام کو
مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہین ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے کہ کفار اُسکے مالک ہو چکے تھے **وعتق
عبد مسلم او ذمی لانه یجبر علیه ایضا ظهی شراه مستامن هنا وادخله دارهم اقامة لتباین الدارین مقام الاعتاق کما لو اشتروه لوا حلم اذ دخلوه دارهم لو خاف منهم الینا** اور آزاد ہوگا وہ

غلام مسلمان یا غلام ذمی اسواسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی • غلام آزاد ہوگا جبکو کافر مستامن نے دارالاسلام میں خرید کیا اور دارالحرب میں داخل کیا اسبب قائم
کرنے تباین دارین کے مقام عتاق کے چنانچہ اسصورت مین آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہوں غلام پر دارالاسلام میں یا اسکو دارالحرب میں داخل کرین پھر وہ وہان سے ہماری طرف دارالاسلام میں بھاگ آوے کم
امام کے نزدیک غلام دارالحرب میں داخل کرنے سے اسواسطے آزاد ہوا تا مسلمان کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا اشتراط تباین دارین کو علت کے قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے بقید المستامن لانہ لو شراہ حربی
لاعتق علیہ اتفاقا لمانع حق استرداد یعنی مصنف نے مستامن کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسکو کافر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا بالاتفاق امام و صاحبین کے اسکے حق استرداد کے مانع
سبب سے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ بحرالرائق اور نہرالفائق میں شراء کے مقام میں اسر ہے یعنے اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور ترجمہ بھی جو نہرالفائق کیطرف رجوع کیا تو طحطاوی کے
موافق پایا چنانچہ اسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبد لہم اسلم ثمہ فجاءنا الی دارنا او الی عسکر ناثمۃ او اشتراہ مسلم او ذمی او حربی ثمہ او عرضہ علی البیع وان لم یقبل المشتری
یعنے چنانچہ حربیوں کا وہ غلام آزاد ہوجاتا ہے جو دارالحرب میں مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنے ہماری طرف دارالاسلام میں آیا یا اس لشکر اسلام میں آیا جو دارالحرب
مین اترا ہے یا اسکو مسلم یا ذمی یا حربی نے دارالحرب میں خرید کیا یا حربی نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا اگرچہ مشتری نے اسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر اوظہرنا علیہم
ففی ہذہ التسع الصور یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد علیہ لان ہذا عتق حکمی ورنہ ہم اہل اسلام غالب ہوکے حربیوں پر تو ان نوصورتوں میں غلام
مذکور آزاد ہوجائیگا بدون آزاد کرنے کے اور کسیکو حق ولاء اسپر نہوگا اسواسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر ھم تو صورتین مستامن کی خرید سے آخر تک میں
حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتین ہیں اسطرح پر کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہیں یا اسنے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اور اسیطرح استیلاء کفار
عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر دکذا فی الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ اخذ بیدہ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ لانہ معتق ببیانہ مسترق ببنانہ اور شرح زیلعی میں
ہے اگر حربی اپنے غلام سے کہا اسکا ہاتھ پکڑکے کہ تو آزاد ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہے اسکے بیان سے اور مملوک ہوگیا اسکے ہاتھ
پکڑنے سے یعنی بمجرد زوال ملک استیلاء جدید سے اسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اسکا ہاتھ پکڑنا ہے دارالحرب میں واللہ تعالے اعلم

سلہ فی النہر قید بشراء المستامن لان الحربی لو اسر العبد المسلم او وطئہ و ارہ لا یعتق علیہ اتفاقا للمانع عندہ من عمل المقتضی و ہو حق استرداد المسلم ۱۲

## باب المستامن

ای الطالب للامان یہ باب ہے مستامن یعنے امان مانگنے والے کے احکام میں اور چونکہ طلب امان بدون استیلاء کے نہیں ہوتی لہذا اسکو باب الاستیلاء کے بعد مذکور کیا
ہو من یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ ہے جو غیر کی ملک میں پناہ لیکر جاوے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنے مسلم دارالحرب میں اہل حرب سے
امان لیکر جاوے یا کافر حربی دارالاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لیکر آوے دونوں کو مستامن کہتے ہیں دخل مسلم دارالحرب بامان حرم تعرضہ لشیء من دم او مال
او فرج منہم اذ المسلمون عند شروطہم داخل ہوا مسلم دارالحرب میں امان لیکر تو اسپر حرام ہے کافروں کی ہر چیز سے متعرض ہونا خون اور مال اور شرمگاہ سے اسواسطے
کہ اہل اسلام اپنی شرطوں کے نزدیک قائم رہتے ہیں یعنے مستامن کو حربیوں کا خون کرنا یا انکا مال ناحق لینا یا انکی عورتوں سے قربت کرنا جائز نہیں حرام ہے فلو اخرج
الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دارالحرب سے ہماری طرف دارالاسلام میں کوئی چیز نکال لایا تو اسکا مالک ہوگا ملک
حرام بسبب دغابازی کے تو اسکو خیرات کردے بنا بر وجوب کے ہم مالک اسواسطے ٹھہرا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت
ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی تو اسکی وطی حلال نہیں اگرچہ اسکو دارالاسلام میں محرز کیا اور جو شخص کہ اس
جاریہ کو مستامن سے خرید کرے اسکو بھی وطی حلال نہیں بسبب قائم ہونے حرمت کے ملک میں دغابازی سے اور یہ حرمت وطی مشروط بقید علم ہے یعنے اگر مشتری
جانتا ہو کہ بائع اسکا مالک ہوا ہے بملک محظور اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ حرمت اموال میں متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق میں اسواسطے
کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث میں یہ قید مذکور ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو
تب اسکو مال مورث کا حلال ہے یعنے اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی

عن الحموی تقیید بالاخراج لانہ لو غصب منہم شیئا ردہ علیہم دیانۃ مصنف نے ذلک مین اخراج کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دار الحرب مین کافرون کی کوئی چیز غصب کریگا تو انکو پھیر دینی
بنا بر دیانت کے تاوقتیکہ وہ دار الحرب مین ہو اور یہی حکم چوری و غارتگری کا ہے بخلاف الاسیر فیباح تعرضہ وان اطلقوہ طوعا لانہ غیر مستامن فہو کالمتلصص بخلاف اس
مسلم کے جو دار الحرب مین گرفتار اور مقید ہے تو اسکو انکی جان اور مال سے متعرض ہونا مباح ہے اگرچہ کفار نے اسکو بخوشی چھوڑ دیا ہو اسواسطے کہ وہ مستامن نہین ہے تو وہ
متلصص کی مانند ہے یعنی جو دار الحرب مین چھپکر جا گھسے فانہ یجوز لہ اخذ المال وقتل النفس دون استباحۃ الفرج لانہ لا یباح الا بالملک پس مسلم مقید کو جائز ہے کہ حربیون کا مال لینا اور جان کا
قتل کرنا سوائے استباحت شرمگاہ کے اسواسطے کہ جزئیات کا جماع حلال نہین مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین اور ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے
الا اذا وجد امراتہ الماسورۃ او ام ولدہ او مدبرتہ لانہم ما ملکوہن بخلاف الامۃ مسلم مستامن کو استباحت شرمگاہ حلال نہین مگر اسوقت حلال ہے جبکہ اسنے
دار الحرب مین اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا اسواسطے کہ کفار انکے مالک نہین ہوئے بخلاف لونڈی کے کہ وہ گرفتاری سے انکی مملوک ہو جاتی ہے تو اسکی وطی بھی حلال
نہین لم یطاہن اہل الحرب لو وطئوہن یجب العدۃ للشبہۃ زوجہ اور ام ولد اور مدبرہ اسوقت حلال ہین جبکہ انسے اہل حرب نے وطی نہ کی ہو اسواسطے کہ اگر انھون
نے انسے وطی کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہہ ملک کے فان ادانہ حربی دینا ببیع او قرض او ادانہ او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم نقض لاحد بشی لانہ
ما التزم حکم الاسلام فیما مضی بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع کے ہو یا قرض کے یا اسکے بالعکس ہو یعنی مستامن نے حربی کو
مدیون کیا یا ایک نے دوسرے کا مال غصب کیا اور دونون ہماری طرف دار الاسلام مین نکل آئے دار الحرب سے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کے واسطے کسی چیز کا حکم
نہ کرینگے اسواسطے کہ حربی مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ مین التزام نہین کیا بلکہ زمان آئندہ مین التزام کیا ہم ادانت مین اسواسطے حکم نہوگا کہ ادانت دار الحرب
مین واقع ہوئی وہان حکومت اسلام جاری نہین تاکہ قاضی ہمین کچھ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہین اسواسطے کہ اسنے زمان گذشتہ مین التزام احکام نہین کیا
بلکہ آئندہ مین کیا ہے اور غصب مین اسواسطے حکم نہین کہ دار الحرب غلبہ و قہر کا ملک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہو گیا منح الغفار مین ہے کہ دین سے یہان عام مراد ہے
جو ثمن بیع وغیرہ اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت مین قرض کو دین نہین کہتے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دار الحرب کے قرض کا بھی یہی
حکم ہے یفتی المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الکمال ویرد الدین الیہا دیانۃ لا قضاء لانہ غدر اور مسلم کو رد مغصوب کا فتوی دیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین محقق نے اتنا زیادہ
کیا ہے اور دین کے بھی پھیر دینے کا فتوی دیا جائیگا باعتبار دیانت کے نہ قضا کے دیانۃ اسواسطے فتوی ہوگا کہ عدم اداے دین دغابازی ہے یعنی قاضی جبر حکم نہ کریگا بلکہ
مسئلہ شرعی بیان کر دیگا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک ای الادانۃ والغصب ثم استامنا لما بیناہ اور ایسا ہی حکم جاری ہے ان دو حربیون مین جنھون نے وہ کام کیا ہے
یعنی ادانت اور غصب دار الحرب مین کیا پھر دار الاسلام مین داخل ہو کر مستامن ہوئے بنظر اس دلیل کے جسکو ہمنے بیان کیا ہے یعنی دونون مین قاضی اسلام کچھ حکم نہ کریگا
اسواسطے کہ انھون نے التزام احکام اسلام استقبال مین کیا ہے نہ ماضی مین خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعی المسلم انہ اسیرہ وقال الحربی کنت مستامنا فالقول للحربی
الا اذا قامت قرینۃ لکونہ مکتوفا او مغلولا عملا بالظاہر حربی نکلا دار الحرب سے مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کیطرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی نے
کہا کہ مین مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اسوقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جبکہ کوئی قرینہ قائم ہو اسکی گرفتاری پر چنانچہ اسکی مشکین بندھی ہونا یا اسکے گلے
مین طوق پڑا ہونا ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا ای الحربیان الینا مسلمین تحاکما قضی بینہما بالدین لوقوعہ صحیحا للتراضی ولا للغصب فلا لما مر
اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام مین مسلمان ہو کر اور انھون نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کیطرف تو ان دونون مین دائن و مدیون کا حکم کیا جائیگا بسبب واقع
ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب مین تو حکم نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ دار الحرب مین جو غصب کیا ہے سو سبب ملک ہو جاتا ہے
اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہے قتل مسلم مسلما مستامنین صاحبہ عمدا او خطأ تجب الدیۃ فی مالہ والقود [illegible] فی ما لہ [illegible] لتعذر الصیانۃ
مع تباین الدارین دو مسلمان جو مستامن ہین ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصدا یا چوک کر تو دیت واجب ہوگی بسبب ساقط ہونے

قصاص سکے وہان یعنے دار الحرب مین ممتنع ہے کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال مین دونون صورتون عمد اور خطا مین بسبب متعذر ہونے حفاظت کے اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے
یعنے اہل محلہ پر جو قتل خطا مین دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے کہ انھون نے بچانے مین قصور کیا سو یہ امر تباین دارین سے متصور نہین لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت
دلائی جائیگی والکفارۃ ایضا فی الخطاء لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا مین بسبب اطلاق نص کے یعنے نص قرآنی مین بلا قید دار الحرب اور دار الاسلام کے
ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثون کو وفی قتل احد الاسیرین الاخر کفر فقط کما مر بلا دیۃ فی الخطاء او
دو قیدی مسلمان مین سے ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے مین فقط کفارہ ہے بدلیل گذشتہ بدون دیت کے قتل خطا مین ہم سقوط دیت کی وجہ قتل عمد مین ذکر ہوگی ولاشی فی العمد
اصلا لانہ بالاسر صار تبعا لہم فسقطت عصمۃ المقومۃ لا المؤثمۃ فلذا یکفر فے الخطاء اور کچھ واجب نہین قتل عمد مین اصلا نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری کے
اہل حرب کا تابع ہوگیا تو ساقط ہوگئی اسکی عصمت مقومہ نہ عصمت موثمہ تو اسیواسطے قتل خطا مین کفارہ ہے نہ عمد مین صاحب عصمت مقومہ یعنے قیمت ٹھہرانے
والی وہ ہے جو موجب مال ہو تعرض کے نزدیک اور عصمت موثمہ وہ ہے جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل المسلم اسیرا ومن اسلم ثمہ ولو ورثتہ المسلمون
ثمہ فیکفر فی الخطاء فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے مسلم کے قتل کرنے مین قیدی مسلم کو یا اسکو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہان موجود
ہون دیت واجب نہین تو فقط قتل خطا مین کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے ہم عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اسطرح کہ جو ہتک عصمت
کرے تو اسپر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک بسبب احراز دار الاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن علامہ نوح

## فصل فے استیمان الکافر

یہ فصل ہے کافر کے طلب امان مین جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کیے لایمکن حربی مستامن فینا سنۃ لئلا یصیر عینا لہم
وعونا علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم مین یعنے دار الاسلام مین ایک سال تاکہ کافرونکا جاسوس اور ہماری خبر رسانی کو انکا مددگار نہو جاوے ہم حربی کا ہمیشہ رکھنا
دار الاسلام مین جائز نہین مگر باسترقاق یا جزیہ تاکہ کافرونکا جاسوس نبنے اور مسلمین کے اخراج مین انکا مددگار نہو مگر کچھ مدت انکو رہنے دینا البتہ جائز ہے اسواسطے کہ انکا
نہ آنے دینے مین سبب بند ہونا تجارت ہے لہذا دونون مدتون مین حد فاصل ایک سال کو قرار دیا کہ اس مدت مین جزیہ واجب ہوتا ہے کذا فی المنح وقیل لہ الامام ان اقمت سنۃ
قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر وشہرین در رلکن ینبغی ان لایلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جدا فتح وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کیطرف
سے کہ اگر تو دار الاسلام مین ایک سال رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ رکھینگے شارح نے کہا ایک سال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کمتر از سال کے جیسے ایک مہینے
یا دو مہینے کذا فی الدرلیکن لائق یون ہے کہ اسکو ضرر نہ پہونچے نہایت کمتر مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح ہم جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہین بلکہ اگر
امام نے ایک مہینہ رہنے کی اجازت دی تو اگر دو مہینے رہیگا تو ذمی ہو جائیگا جزیہ اسپر لازم آویگا فان مکث سنۃ بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام ذلک
شرط لکونہ ذمیا فلو اقام سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فے الدر قال فے الفتح والاول الاوجہ پھر اگر حربی دار الاسلام مین سال بھر
بعد قول امام کے ٹھہرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہ ہے کہ امام کا یہ قول اسکے ذمی ہونے کی شرط ہے تو اگر حربی ایک سال یا دو سال دار الاسلام مین ٹھہریگا قول
امام سے پہلے تو وہ ذمی نہین اور اسی کی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر مین فتح القدیر
سے کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃ علیہ فی اول الحول الا بشرط اخذہا منہ فیہ اور حربی پر جزیہ نہین پہلے سال کی اقامت مین مگر اس سے
شرط کر لینے مین سال کے اندر جزیہ لینے کی یعنے اگر یون کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھپر جزیہ دینا لازم آویگا تب تو لینا درست ہے والا نہین اسلیے
کہ وہ دوسرے سال مین ذمی ہوا ہے نہ اول سال مین اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونے کے لازم نہین اب آگے مصنف نے ذمی کے احکام
شروع کیے واذا صار ذمیا یجری القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی ذمی ہوگیا

تو قصاص جاری ہوگا اُسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اُسکی شراب و سور کی قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ مسلم اُسکو تلف کرڈالیگا وتجب الدیۃ علیہ اذا قتلہ خطأً اور مسلمان پر
خون بہا دینا واجب ہوگا جبکہ ذمی کو چوک کر مار ڈالے گا ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کالمسلم فتح اور واجب ہے اسپر سے تکلیف اور ایذا کو ہٹانا اور
اُسکی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی فتح القدیر وفیہ لومات المستامن فی دارنا وورثتہ ثمہ وقف مالہ لیم ویاخذہ ببینۃ ولو من اہل الذمۃ ویکفیل ولا یقبل
کتاب ملکہم اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر کافر مستامن دار الاسلام مین مرگیا اور اُسکے وارث دار الحرب مین ہین تو اُسکا مال اُنکے واسطے رکھ چھوڑا جاویگا اور اُسکے وارث مال کو گواہ
لاکر پاوینگے اور اگرچہ اُسکے وارث کے گواہ اہل ذمہ ہون تو ضامن لیکر اُنکو مال ملیگا اور حربیونکے بادشاہ کا خط اس امر مین مقبول نہین واذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول
ولو للتجارۃ او لقضاء حاجۃ کما یفیدہ الاطلاق نہر منع لان عقد الذمۃ لاینقض ومفادہ منع الذمی بالاولیٰ اور جبکہ کافر مستامن دار الحرب کیطرف پھر جانے کا ارادہ
کرے بعد ٹھہرنے سال بھر کے تو منع کیا جائیگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کیواسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسکو مفید ہے کذا فی النہر اسواسطے روکا جائیگا کہ عقد ذمہ
بعد منعقد ہونے کے منقوض نہین ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دار الحرب کے جانے سے ہم طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے صاحب بحر کی حالانکہ
یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری مین مصرح ہے لہذا تو قیاس کی کیا حاجت ہے کما یمنع لو وضع علیہ الخراج بان الزم بہ واخذ منہ عند حلول وقتہ لان خراج الارض کخراج الراس
جیسے روکا جاتا ہے حربی مستامن دار الحرب کے جانے سے اگر اُسپر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے اسطرح پر کہ خراج اُسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اُس سے لیا جائیگا اُسکے وقت آنے کے
نزدیک اسواسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہوجانے مین لیعنے جبکہ مستامن نے دار الحرب مین زمین مول لی یا غیر کی زمین مین زراعت کی تو اُسپر
خراج لازم آیا تو وہ اُسی سے ذمی ہوگیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دار الحرب مین نہ جانے پاویگا او صار لہا ای المستامنۃ الکتابیۃ زوج مسلم او ذمی لتبعیتہا وان لم
یدخل بہا یا مستامنہ کتابیہ کے واسطے مسلم یا ذمی زوج ہوگیا لیعنے دار الاسلام مین اُسنے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا تو اب دار الحرب مین نہ جانے پاویگی بسبب تابع ہونے زوج کے
زوج کیواسطے اگرچہ زوج نے اُس سے قربت نہ کی ہو لا عکسہ لامکان طلاقہا نہ بالعکس اُسکے لیعنے کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہین ہوتا اُسکی طلاق دینے کے
امکان سے لیعنے مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک مین جاسکتا ہے بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہین فلو نکحہا ہنا فطالبتہ بالمہر فلہا منعہ من الرجوع تاتارخانیہ اور اگر مستامن
نے ذمیہ سے دار الاسلام مین نکاح کیا سو زوجہ نے اُس سے اپنا مہر مانگا تو اُسکو اُسکا روکنا دار الحرب کے جانے سے پہونچتا ہے کذا فی التاتارخانیہ فلو لم یبق حتی
مضی الحول یعنی صیرورتہ ذمیا علی ما مر من الاستواء اگر مستامن نے مہر نہ دیا یہان تک کہ ایک سال گذر گیا تو اُسکا ذمی ہوجانا سزاوار ہے بنابر اُس روایت کے کہ جو درمیان
سے مذکور ہو چکی لیعنے امام کا یون کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بھر رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونے مین شرط نہین بلکہ اقامت یکسالہ ثبوت ذمیت مین کافی ہے بنابر ایت
درر ودینہ حکم الدین الحادث فی دارنا اور مہر کے حکم سے معلوم ہو گیا اُس دین کا حکم جو دار الاسلام مین حادث ہوا لیعنے صاحب دین کو مدیون کا روکنا دار الحرب
کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بھر ادا ے دین نہ کریگا تو ذمی ہو جائیگا فان رجع المستامن الیہم ولو لغیر دارہ حل دمہ لبطلان امانہ پھر اگر مستامن پھر گیا حربیون
کیطرف اگرچہ دوسرے دار الحرب مین گیا ہو تو اُسکا خون بعد داخل ہونے دار الحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہوجانے اُسکی امان کے تو وہ حربی ہوگیا
فان ترک ودیعۃ عند معصوم مسلم او ذمی او دینا علیہما فاسر او ظہر بالبناء للمجہول یعنی غلب علیہم فاخذوہ او قتلوہ سقط دینہ وسلم وما غصب منہ وجزا مین
اجر بالسبق یدہ پھر اگر مستامن دار الحرب مین پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم لیعنے مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ گیا یا دونون پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر بدون سے
ہونے دار الحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اُسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اُسکو قتل کیا بعد غالب ہونے کے تو اُسکا دین ورہن مسلم کا اُس مال
اور جو مال کہ اُس سے غصب کیا اور کرایہ اُس فرات کا جسکو اُسنے اجارہ دیا تھا ساقط ہو گیا بسبب مقدم ہونے قبضہ امانت دار وغیرہ کے ہم مدیون وغیرہ پر اثبات ید
بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری یا قتل و اُسکے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اور مسلمین کے ید سے اسبق ہے تو اُسی کو مخصوص ہوگا لہذا دین
وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر وصار مالہ کو دیعتہ وما عند شریکہ ومضاربہ وما فی بیتہ فئ دارنا فیأ اور مال اُسکا چنانچہ اُسکی امانت

اور جو مال کہ اُسکے شریک یا مضارب کے پاس ہو اور جو اُسکے گھر مین ہو دارالاسلام کے اندر غنیمت ہو جاویگا یعنے اسواسطے کہ مال مذکور کے قبضے مین ہر تقدیر کے امانتدار وغیرہ کا قبضہ
قائم مقام صاحب امانت کے ہی تو امانت وغیرہ غنیمت ہو جاویگی اُسکی ذات کی تبعیت سے واختلف فی الرہن ورجح فی النہر انہ للمرتہن بدینہ اور اختلاف روایت ہی اُسکے رہن مین اور
نہر الفائق مین ترجیح دی ہی کہ مرتہن ہی کیواسطے ہی بعوض اُسکے دین کے یہ قول ہی ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک رہن بیچا جاوے اور اُس سے مرتہن کا دین ادا کیا جاوے اور جو
زیادہ ہو وہ ادا دین سے وہ غنیمت ہی مسلمین کی صاحب بحر نے محمد کے قول پر ترجیح دی ہی اور حموی نے صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفی السراج لو بعث من یاخذ الودیعۃ والقرض
یجب التسلیم الیہ انتہی اور سراج مین ہی کہ اگر مستامن مذکور نے کسی شخص کو دارالحرب سے امانت اور قرض لینے کیواسطے بھیجا تو اُسکو امانت اور قرض کا سپرد
کرنا واجب ہی انتہی کلامہ یعنے اسواسطے کہ اُسکا مال غنیمت نہین ہوتا مگر اُسکی گرفتاری یا قتل سے سو ہنوز حاصل نہین فلیحفظ فی منہ و بینہ ولو صارت ودیعتہ
فیئا اور بنا بر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جائیگا اُسکے مال سے دین اُسکا جو اُسنے دارالاسلام مین مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے اگرچہ اُسکی ودیعت غنیمت
ہو گئی طحطاوی نے کہا یہ بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب فان قتل او مات فقط بلا غلبۃ علیہم فدینہ وقرضہ وودیعتہ لورثتہ لان نفسہ لم تصر مغنومۃ فکذا
مالہ کما لو ظہر علیہ فہرب ومالہ لہ اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دارالحرب کے قتل کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مر گیا بدون غالب ہونے مسلمین کے
دارالحرب پر تو اُسکا دین اور قرض اور امانت اُسکے وارثون کیواسطے ہی اسواسطے کہ ذات اُسکی مغنوم نہین ہوئی تو اسیطرح اُسکا مال بھی غنیمت نہین ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار
ہوا پھر بھاگ گیا تو اُسکا مال اُسیکے واسطے ہی کیونکہ اُسکی گرفتاری اُسکے بھاگ جانے سے باطل ہو گئی ہم خلاصہ یہ ہی کہ یہان پانچ صورتین ہین تین صورتون مین تو
اُسکا دین ساقط ہی اور اُسکی امانت غنیمت ہی ۱۔ دارالحرب پر غالب ہونے اور اُسکے گرفتار کرنے سے ۲ دارالحرب پر غالب ہونے اور اُسکے قتل کرنے سے ۳ بدون غلبہ
دارالحرب کی گرفتاری سے اور دو صورتون مین اُسکا مال غنیمت نہین بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہی تو آپ ہی نہین تو اُسکے وارث لینگے ۱۔ اُسکے گرفتار ہونے سے پھر
بھاگ جانے سے ۲۔ اُسکے مقتول ہونے سے بدون مغلوبی دارالحرب کے یا اُسکے مرجانے سے کذا فی المنح حربی ہنا لہ ثمہ عرس واولاد وودیعۃ مع معصوم وغیرہ فاسلم ہنا او صار
ذمیا ثم ظہرنا علیہم فکلہ فیء لعدم یدہ وولایتہ ولو سبی طفلہ الینا فھو مسلم ایک حربی یہان دارالاسلام مین ہی جسکی وہان دارالحرب مین جورو اور اولاد
اور امانت کسی شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ پھر وہ یہان دارالاسلام مین مسلمان ہو گیا یا ذمی ہو گیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے تو اُسکی زوجہ اور
اولاد اور امانت سب غنیمت ہی بسبب نہونے اُسکے قبضہ اور ولایت کے اور اگر اُسکا طفل دارالاسلام مین گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک مسلم ہی ہم طفل مسلمان ٹھہرا اپنے باپ
کی تبعیت سے اسواسطے کہ دونون ایک ملک مین مجتمع ہوئے بخلاف اُن اطفال کے جو دارالحرب مین ہین کہ وہ اسلام مین تابع اپنے باپ کے نہونگے بسبب تباین دارین کے
وان اسلم ثمہ فجاء فظہرنا علیہم فطفلہ حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دارالحرب مین مسلمان ہوا پھر یہان دارالاسلام مین آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اُسکا طفل
صغیر حر مسلم ہی اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اُسکا باپ مسلمان ہوا تھا تو دونون دارالحرب مین واقع تھے کذا فی المنح وودیعتہ مع معصوم
لان یدہ کیدہ محترمۃ اور امانت اُسکی شخص معصوم کے ساتھ اُسی کیواسطے ہی اسواسطے کہ قبضہ امانتدار معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہی یعنے بسبب اسلام کے
وغیرہ فیء وعینا غصبہا مسلم لعدم النیابۃ فتح اور سوا امانت کے اور مال اُسکا غنیمت ہی اگرچہ اُسکی کسی چیز کو مسلم نے اُس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت
کے کذا فی الفتح اسواسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہین جو مالک کے قبضے کے قائم مقام ہو فللامام حق اخذ دیۃ مسلم لا ولی لہ اصلا اور امام کیواسطے اس
مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہی جسکا کوئی ولی وارث نہین ہر گز ہم مقصود یہ ہی کہ اُسکا خون بہا لیکر بیت المال مین رکھے والا قتل خطا کا حکم معلوم ہی ولہذا کفارہ
مذکور نہ کیا اسواسطے کہ جنایات مین مذکور ہوگا ودیۃ مستامن اسلم ہنا من عاقلۃ قاتلہ خطا لقتلہ نفسا معصومۃ اور امام کو اُس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہی
جو یہان دارالاسلام مین مسلمان ہوا اور اُسکے قاتل کے اہل محلہ سے خون بہا لے قتل خطا مین بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنے مستامن کا ولی دارالحرب
مین کالعدم ہی لہذا امام اُسکا خون بہا لیگا اسواسطے کہ امام اُسکا ولی ہی جسکا کوئی ولی نہین وفی العمد القتل قصاصا او الدیۃ صلحا لا العفو نظرا لحق العامۃ ولان

مسلم اور مستامن مسلم کے قتل عمد میں امام کو قاتل کا قتل جائز ہے بنابر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنے اگر دیت بیت المال میں داخل ہوگی تو
سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کر دینے میں انکی حق تلفی ہے حربی او مرتد او من وجب علیہ القود التجا بالحرم لا یقتل بل یحبس عنہ الغذاء لیخرج فیقتل
لان من دخلہ فھو امن بالنص وسیجیء فی الجنایات حربی یا مرتد یا جسپر قصاص واجب ہوا جا چھپا بیت اللہ کے حرم میں تو حرم کے اندر وہ مقتول نہوگا بلکہ اسکا کھانا روکا جائیگا
یعنے اسکو کوئی کھانا پینا مطلقاً نہ دے تا وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہو کر پھر حرم کے باہر قتل کیا جاوے اسواسطے کہ جو شخص حرم میں داخل ہوا وہ امن میں ہوگیا بموجب نص
قرآنی کے یعنے (ومن دخلہ کان آمنا) اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات میں آویگا لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلثۃ باجراء احکام اہل الشرک وباتصالھا بدار الحرب و
بان لا یبقی فیھا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول علی نفسہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے اہل شرک کے احکام جاری ہونے
سے اور اسکے متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ اور اس سے کہ وہاں مسلم یا ذمی بے دھڑک نہ باقی رہے اپنے امان اول سے ہم اہل شرک سے سب اہل کفر
مراد ہیں یعنے اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا دغدغہ جاری ہوں اور حکم اسلام وہاں نہ جاری ہو اور اتصال دار الحرب سے یہ مراد ہے کہ دونوں کے درمیان میں بلاد اسلام کا کوئی
شہر نہ واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت تھی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کی سبب سے اور اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں
یا اہل حرب کسی شہر بلاد اسلام پر غالب ہو جائیں یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہو کر احکام کفر جاری کریں یا اہل ذمہ عہد توڑ کر کسی شہر پر غالب ہو جائیں تو ان تینوں صورتوں میں وہ دار الحرب ہوگا
امام اعظم کے نزدیک ان شرائط مذکورہ ثلثہ سے اور صاحبین نے کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے یعنے احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قول قیاس کے
موافق ہے کذا فی العالمگیریہ عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہو گیا تو وہاں حد و قصاص نہ جاری ہوگا اور ہر مسلم کو اہل حرب کی جان و مال کا لینا
ہونا حلال ہے سوائے حلت فرج کے اور احکام مذکورہ منعکس ہو جائینگے جب دار الحرب دار الاسلام ہو جائیگا و دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اہل الاسلام فیھا کجمعۃ وعید
ان بقی فیھا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام در ہذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح فکانہ ترکہ لاعتمادہ وشرح باقیہ اور دار الحرب دار الاسلام
ہو جاتا ہے احکام اسلام کے جاری کرنے سے اسمیں جیسا نماز جمعہ اور عید اگر چہ اسمیں کافر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے نہ متصل ہو کذا فی الدرر اور یہ عبارت
یعنے حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے سو گویا مصنف نے اسکو شرح میں ترک کر دیا بسبب اپنے یعنے
مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنے دخول حربی کا حرم میں کتاب الجنایات میں آویگا اور باقی مضمون اوضح ہے طحطاوی نے کہا اسکا واضح ہونا یہ ہے کہ ہم شرح
ملتقی میں شرح نیلا سے منقول ہے کہ قاری الہدایہ سے سوال ہوا دریائے شور یعنے سمندر سے کہ وہ دار الاسلام ہے یا دار الحرب ہے جواب دیا کہ وہ کسی میں داخل نہیں کیونکہ وہاں کسی کا قہر اور حکومت
نہیں طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب میں مذکور کر چکے ہیں کہ دریائے شور دار الحرب میں داخل ہے اور شیخ الاسلام ابو السعود کے حاشیہ میں بعد ذکر جواب قاری
ہدایہ کے مذکور ہے شرح نظم ہاملی سے کہ بحر ملح کا سطح دار الحرب کے حکم میں ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے مذکور کیا وہ اسکی بحث ہے تو نقل مقدم ہے اسپر انتہی اور
سے انہی فصول میں ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا جب تک سب امور باطل نہ ہو جائیں جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہے اور ایسا ہی
اپنی مبسوط میں اسیطرح مذکور کیا ہے اور امام ناصر الدین نے منشور میں ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہے تو جب تک
کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہیگی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجاویگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ملتقط میں مذکور ہے کہ جو بلاد کہ کفار کے ہاتھ میں ہیں بلا شک
وہ بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب سو اسواسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہیں اور اسواسطے کہ کفار نے اسمیں احکام کفر کے بھی جاری نہیں کیے بلکہ اہل اسلام قاضی ہیں
اور جس شہر میں انکی طرف سے حاکم مسلمان ہے تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضاۃ جائز ہے بسبب استیلاء مسلم کے اور کفار کی اطاعت یا بعذر
ہے یا مخادعہ اور جن شہروں پر کفار حاکم ہیں تو مسلمانوں کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور آپس کی رضامندی سے ایک شخص قاضی ہو سکتا ہے اور اہل
اسلام کو واجب ہے کہ کفار سے درخواست کریں کہ ہمپر مسلمان کو حاکم کریں کذا فی الفصول العمادیۃ

# باب العشر والخراج والجزیۃ

یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام مین ہم جب مصنف نے اسکو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہو جاتا ہے تو اسکے بعد ضائف یا لگیہ ذکر کیا یا جو ذمی کی ذمی ہونے کے
لازم آتی ہے یعنی ذمی کی زمین اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض و خراج راس کی تفریعات مین کثرت تھی لہذا انکو دو باب مین مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے
کہ اُسی مین گفتگو ہے پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کر دیا تاکہ وظیفہ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جاوے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اُسمین عبادت کا مضمون ہے بخلاف خراج
کے کہ وہ عقوبت ہے عشر بالضم عین لغت مین عبارت ہے واحد من العشرۃ یعنے دسوان حصہ و خراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیدائش سے خارج ہو اور جسکو بادشاہ وظیفہ
ارض ورأس سے لے وہ مسمی بخراج ہے پھر مصنف نے تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام سہل ہے کذا فی المنح الغفار حاکم اسلام
پر واجب ہے کہ جب اسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اُسکے مستحقین پر صرف کرے و الا اسکا وبال اُسکی گردن پر ہے اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اسکو حلال
جانکر لے وہ کافر ہے اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہین یعنے ملک کے محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہین اور اہل
استحقاق کو محروم کر کے اُسکو بیہودہ اپنے عیش و آرام مین صرف کرتے ہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی ارض العرب وہی من حد الشام الکوفۃ الی اقصے الیمن وما اسلم
اہلہ طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ ایضا باجماع الصحابۃ عشریۃ لانہ الیق بالمسلم زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کی حد سے انتہائے یمن تک ہے اور جسکے
کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوگئے یا جو ملک زور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اُسکی زمین لشکر اسلام مین تقسیم ہوگئی اور بصرہ بھی باجماع صحابۂ کرام عشری ہے اسواسطے کہ دسوان
حصہ لینا مسلمان سے لائق تر ہے ہم کرخی نے کہا عرب عبارت ہے زمین حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنے جنگل سے اور غیر کرخی نے کہا کہ تہامہ مین داخل ہے تہامہ
بکسر اول وہ زمین ہے جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہے اور حجاز اُس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ یعنے ٹاپو اسواسطے کہتے ہین کہ بحر حبش
اور بحر فارس اور فرات اسکو محیط ہے اور عرب کی حد طول مین عدن سے ہے عراق تک اور عرض مین جدہ سے ہے شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام
اور خلفاء راشدین سے منقول نہین کہ وہان سے کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی رقبیت جائز نہین ایسے ہی انکے ملک سے خراج درست نہین کذا لبستان مسلم اور کرمہ کان دارہ
در رومی باب ادا استرشی من اہل حرزادہ نے شرح الملتقی اور اسیطرح مسلمان کا باغ اور انگور اسکا جہان اسکا گھر تھا عشری ہے کذا فی الدر اور باب العاشر مین اسکا
بیان بیان سے زیادہ تر گذر گیا اور ہمنے اسکو تحریر کیا ہے شرح ملتقی مین ہم شرح ملتقی مین معراج سے یون مذکور ہے کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر گھر ذمی کا ہے تو اُسمین خراج ہے مطلقا اور
اگر مسلمان کا ہے سو اگر اُسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اُسمین خراج ہے اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہے اور اگر مسلم یا ذمی نے اسکو گاہے خراج کے پانی سے سینچا اور گاہے
عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا وسواد قرے العراق وحدہ من العذیب بالضم فالفتح قریۃ من قری الکوفۃ الی عقبۃ حلوان
بن عمران بالضم فسکون قریۃ بین بغداد وہمدان عرضا اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہے عقبہ حلوان بن عمران تک عرض مین
عذیب بالضم عین مہملہ وفتح ذال معجمہ ایک گانون کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بالضم حا وسکون لام ایک گانون ہے بغداد اور ہمدان کے درمیان ہم
نہایہ مین ہے سواد عراق سے قریات عراق مراد ہین انکو سواد کہا بسبب انکے اشجار اور زراعت کی سرسبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہین اسواسطے کہ
سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہے اور اضافت بیانی ہے اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جسمین کوفہ اور
بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہین اور شرنبلالیہ وغیرہ مین کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب کوفہ کے اور شاید کہ اُس چشمے
کے کنارے پر گانون آباد ہو سمی بعذیب تو دونون قولون مین اختلاف نرہا ومن العلث بالفتح فسکون فمثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ موقوفۃ علے العلویۃ وما
قیل من الثعلبیۃ بالفتح فسکون غلط مصنف عن المغرب الی عبادان بالتشدید حصن صغیر بشط البحر فی المثل لیس وراء عبادان قریۃ
مصنف طولا اور حد عراق کی علث سے ہے عبادان تک طول مین علث بالفتح عین مہملہ و سکون لام پھر ثا سے مثلثہ قریہ ہے دجلہ کے مشرق

کی جانب سادات علویہ پر موقوف ہے اور وہ جو بعضون نے یعنے شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طول عراق کا تعلبیہ بفتح اول وسکون ثانی سے ہے مصنف نے متعرب
سے اپنی شرح مین نقل کیا کہ غلط ہے عبادان بتشدید ثانی فاتحہ صغیرہ ہے دریاے شور کے کنارے پر مثل مین وارد ہے عبادان کے پرے کوئی قریہ نہین یعنے بلکہ دریا ہے کذا فی المستصفی
طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغۃ تثنیہ شہر ہے دریاے فارس پر متصل بصرہ وبالایام اثنان عشرون یوما ونصف عرضہ عشرۃ ایام سراج اور طول عراق کا ۲۲
ایام کے ساڑھے بائیس دن کی راہ ہے اور عرض اسکا دس دن کی راہ ہے کذا فی السراج م بحر الرائق مین شرح ذخیرہ سے منقول ہے کہ سواد عراق کا طول ایک سو ساٹھ فرسنگ کا ہے اور
عراق اسی فرسنگ کا اور مساحت اسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہے کذا فی النہر ما فتح عنوۃ ولم یقسم بین جیشنا الا مکۃ سواء اقر اہلہ علیہ او نقل الیہ کفار آخرون او فتح صلحا خراجیۃ
لانہ الیق بالکافر اور جو ملک کہ شوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سواے مکہ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اُس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اُس ملک
کیطرف اور کفار لاکر بسائے گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہے اسواسطے کہ خراج کافر کے مناسب ہے م سواد عراق پر امیر المومنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کے سامنے
خراج مقرر کیا چنانچہ کتب سیر مین مشہور ہے نقل روایت کی اسمین حاجت نہین اور اسیطرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ مین خراج مقرر ہوا اخراج کا فر کے واسطے اسواسطے مناسب ہوا کہ
وہ متضمن عقوبت ہے اور اسمین تغلیظ ہے والہذا اخراج بجبر لیا جاتا ہے اگرچہ کافر نے اسمین زراعت نکی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عین خارج سے متعلق تھی ہو وہ
زراعت کے تقاضا عشر کا نہین ہے پھر جیسا کہ مکہ معظمہ بزور فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہے نہ خراجی اسواسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہان سے خراج نہ لیا اور شاید
کہ وجہ عدم خراج یہ ہو کہ وہان زراعت نہین ہوتی واللہ اعلم وارض سواد مملوکۃ لاہلہا یجوز بیعہم لہا وتصرفہم فیہا بدایۃ وعند الائمۃ الثلثۃ ہی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعہم فیہا اور سواد عراق
کی زمین مملوک ہے وہان کے لوگون کی انکو بیع کرنا اور اسمین تصرف کرنا مانند ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہے کذا فی الہدایۃ اور باقی تینون اماموں کے
نزدیک وہ زمین مسلمانون پر وقف ہے تو وہان کے لوگون کی بیع اُنکے نزدیک جائز نہین کذا فی الفتح م اور عراق کے حکم مین وہ ملک ہے جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہانکے لوگ وہین قائم
رکھے گئے یا جو ملک بصلح فتح ہوا اور اُنکی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ انکو جائز ہے اور ارث اسمین جاری ہے یہانتک کہ کوئی
شخص اُنمین سے باقی نرہے تب اسکی ملکیت بیت المال کیطرف منتقل ہوگی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر زمانہ ہندوستان کے زمیندار اپنی زمین کے شرعا
مالک ہین اُنکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہے اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکھا گیا خراج لیکر ویجب الخراج فی ارض الوقف الا المشتراۃ من بیت المال
اذا وقفہا مشتریہا فلا عشر فیہا ولا خراج شرنبلالیۃ معزیا للبحر وکذا لو لم یوقفہا کما ذکرہ فی شرح الملتقی اور خراج واجب ہے وقف کی زمین مین مگر اُس وقفی زمین مین
خراج نہین جو بیت المال سے خریدی ہوئی جبکہ اُسکو وقف کیا اُسکے مشتری نے تو نہ اسمین عشر ہے نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلا عن البحر اور اسیطرح اسمین عشر اور
خراج نہین اگر مشتری نے اُسکو وقف نکیا چنانچہ شارح نے اُسکو شرح ملتقی مین مذکور کیا ہے م بیت المال کی اراضی بیچنا سلطان کو جائز نہین مگر اس شرط سے
کہ جب مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدید واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبی والمجنون لو کانت الارض خراجیۃ والعشر لو عشریۃ درر وم
فی الزکوۃ اور خراج واجب ہے وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہے اگر وہ عشری ہو کذا فی الدرر اور مسئلہ کتاب الزکوۃ مین مذکور
ہوچکا وقالوا ارض الشام والمصر خراجیۃ اور فقہانے کہا ہے کہ زمینین مصر اور شام کی خراجی ہین م ہدایہ مین ہے کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جبکہ اُسکو
عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسیطرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی المنح وفی الفتح الماخوذ الان من اراضی مصر اجرۃ لا خراج الا تری
انہا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت لبیت المال وعلی ہذا فلا یصح بیع الامام ولا شراہ من وکیل بیت المال
لشئ منہا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ زاد فی البحر اور غبن فی العقار لضعف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت
وسیجئ فی باب الوصی جواز بیع عقار الصبی فی سبع مسائل اور فتح القدیر مین ہے کہ جواب حاصل ہوتا ہے مصر کی اراضی سے وہ اجرت
ہے نہ خراج کیا تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنے والون کی مملوک نہین گویا عدم مملوکیت اسکی بسبب مرجانے اُسکے

مالکوں کیلیے ہے اندک اندک بلاوارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہوگئی اور بموجب اسکے تو صحیح نہیں بیچنا امام کا اُس اراضی کو اور نہ حاکم کا خریدکرنا بیت المال کے وکیل سے کسی مین کو
اسمین سے اسواسطے کہ امام و سلطان بیت المال کے مملوک مین یتیم کے ولی کے مانند ہے تو اُسکی بیع اور شرا جائز نہیں مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحر الرائق مین تنا زیادہ کیا ہے یا
زمین کی خرید مین غبن زیادہ ہوگئی ہو اُسکی دونی قیمت ہوجانے سے تو اُسکی بیع جائز ہے بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے مین کہتا ہون باب الوصی مین آویگا اراضی صغیر کی
بیع کا جائز ہونا سات صورتون مین ہم بیت المال کا وکیل وہ ہے جسکو سلطان نے بیت المال کی خبرگیری پر داروغہ کیا شرح ملتقی مین کہا کہ عشری اور خراجی کے سوا یہان ایک
تیسری قسم زمین ہے جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ کہتے ہین یعنے زمین سلطانی وہ اراضی ہے جسکے مالک مر گئے بلاوارث اور اُسکی ملک بیت المال کیطرف راجع ہوئی یا
جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک مین تاقیامت باقی رکھا گیا اور اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ مین یون مذکور ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کیواسطے انکو
دے وہ طریق پر یا مزارعین کو مالکون کے قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے مین یا زمین انکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اُنسے حاصل ہو وہ خراج ہے امام کے حق مین پھر اگر نقد
مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہے اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہے اور مزارعین کے حق مین یعنے فقط اجرت ہے نہ عشر نہ خراج انتہی یا فی التاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ استیجار ارض کا
بعض خارج سے جائز نہین کیونکہ اجارہ فاسد ہے بسبب جہالت کے اُسکا جواب یہ ہے جو مذکور ہوچکا کہ حاصلات امام کے حق مین خراج ہے اور مزارعین کے حق مین اجرت بضرورت عدم صحت
خراج حقیقۃً و حکماً کیونکہ جب اراضی مذکورہ دو طرح مزارعین کو دی تو اُس اراضی مین انکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہین اور وراثت اسمین جاری نہین کنز انی الطحطاوی ملخصاً و افتی
مفتی دمشق فضل اللہ الرحمی بان غالب اراضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا مالت لبیت المال فتکون بید زراعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ فتوی دیا مفتی دمشق فضل اللہ رحمی
نے کہ اکثر ہماری اراضی سلطانی ہے بسبب ہلاک ہوجانے انکے مالکون کے تو وہ بیت المال کیطرف راجع ہوئین سو اسکے کاشتکارون کے ہاتھ مین عاریت کے مانند ہین انتہی وفی النہر
عن الواقعات لو اراد السلطان شراءہا لنفسہ یامر غیرہ بیبعہا ثم لیشتریہا منہ لنفسہ انتہی اور نہر الفائق مین واقعات سے منقول ہے کہ اگر سلطان بیت المال کی
زمین کی خرید کا ارادہ کرے تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلاً وکیل بیت المال کو امر کرے اسکے بیچڈالنے کا پھر اسکو اسکے مشتری سے خرید کرلے اپنے واسطے انتہی ہم طحطاوی
نے کہا یہ قول مخالف ہے قول سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہین مگر یہ کہ اسکو اُس حالت پر محمول کیجیے جب سلطان کو ضرورت شدید پیش آیا
آوے واذا لم یعرف الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبہ عرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال ان شروط الوقفین صحیحۃ وانہ لاخراج علی اراضیہا اور جبکہ
حال معلوم نہو بیت المال سے خرید کرنے کا یعنے بوقت شرا مجوز بیع شرعاً حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہان صحیح ہونا خرید کا ہے اور بسبب اصل صحت کے معلوم ہوگئی صحت
وقف اُس زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہین اور یہ کہ اُس اراضی موقوفہ پر خراج نہین ہم جب شروط واقفین کی صحیح ہوئین تو انکے
بموجب عمل کرنا واجب ہے گا اور یہ جو وہمی نے توہم کیا ہے کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہے سو غیر صحیح ہے و موات احیاہ ذمی باذن الامام او منحہ لہ الامام خراجیۃ
اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اسکو بطور عطا دیا چنانچہ مذکور ہوچکا وہ خراجی ہے ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ لان ماقارب الشئ یعطی حکمہ
اور اگر زمین افتادہ کو مسلم نے آباد کیا تو اُسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شیٔ کے قریب ہوتا ہے اسکو اُسی کا حکم دیا جاتا ہے ہم اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہے تو وہ بھی
خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہے تو عشری ہے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا چنانچہ گھر کے آگے کے میدان مین صاحب خانہ منتفع ہوتا ہے اگرچہ وہ اسکی ملک مین
نہو یعنے اسکو بسبب قرب کے وہان مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہے کذا فی المنح وکل منہما ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقی بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض الکافر
کافر لیستقے بماء العشر اذ الکافر لایبتدأ بالعشر اور دونون قسمین یعنے زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جاوے تو اُس سے
عشر لیا جائیگا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اُس سے خراج ہی لیا جاویگا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر لینے مین ابتدا نہین
کی جاتی بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جاوے خراج کے پانی سے تو اُس سے خراج
لیا جائیگا اسواسطے کہ افزونی ملکیت کی پانی سے ہوتی ہے ہم علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط موات یعنے افتادہ زمین مین جاری ہے

ہو والا التقسیم اراضی کی باعتبار اُسکی ذات کے عشری اور خراجی کیطرف ہو چکی قطع نظر پانی سے تو زمین افتادہ غیر مزروع کو قبل سینچنے پانی کے عشری اور خراجی سے موصوف نہیں کر سکتے
اور مصنف نے یہ قول مخالف کہا قول سابق کے یعنی اول کو معتبر کیا بموجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ دوسری بار پھر پانی کو مذکور کیا بموجب قول محمد کے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وہو ای الخراج
نوعان خراج مقاسمۃ ان کان الواجب بعض الخارج کالخمس ونحوہ وخراج وظیفۃ ان کان الواجب شیئا فی الذمۃ یتعلق بالتمکن من الانتفاع بالارض و
وہ یعنی خراج دو قسم ہے ایک خراج مقاسمہ ہے اگر واجب بعض خارج ہو جیسے پانچواں حصہ یا نصف یا مانند اسکے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہے اگر واجب کوئی چیز معین ذمہ پر
جو متعلق ہو بسبب قادر ہونے کے زمین کی انتفاع سے ہم اہل ہند خراج کو محصول اور لگان کہتے ہیں اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمع بھی لیتے ہیں خراج مقاسمہ خارج یعنی
ملکیت کی پیداوار سے متعلق ہے نہ قدرت انتفاع سے یہانتک کہ اگر فراریح کھیت نہ ہوویگا اُسپر کچھ دینا واجب نہیں کا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہ ہے کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر ہو لیکن
مصرف اُسکا خراج ہے کذا فی شرح الملتقی کما وضع عمر رضی اللہ عنہ علی السواد لکل جریب ہو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسری سبع قبضات وقیل المعتبر فی کل بلدۃ عرفہم وعرف مصر تقدیم
بالقدر ان فتح وعلی الاول المعول بحر جیسا کہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے سواد عراق پر ہر جریب کے واسطے جریب عبارت ہے شصت در شصت گز سے یعنی ساٹھ گز
طول اور ساٹھ گز عرض کسری گز سے جو سات قبضے کا گز ہے اور بعضوں نے کہا جریب میں ہر شہر کا رواج معتبر ہے اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہے فدان سے کذا فی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہے
کذا فی البحر ہر ملک کے رواج کا قائل صاحب کافی حافظ الدین اور صاحب محیط ہے اور قول اول اسواسطے صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو تو خراج میں تعدد لازم آتا ہے اتحاد خراج کے باوجود اختلاف
مقادیر کے ہندوستان میں مساحت زمین کی بیگھے کے حساب سے ہوتی ہے ہر بیگھہ ساٹھ گز قطعی طول میں اور اسیقدر عرض میں ہوتا ہے اور قطعی گز تخمیناً تہائی زائد ہے کسری گز سے
یبلغہ الماء صاعا من بر او شعیر ودرہما عطف علی صاع من اجود النقود زیلعی فاروق اعظم نے ہر ایک جریب میں جہاں پانی پہونچتا ہے ایک صاع گیہوں یا جو اور ایک درہم نہایت
کھرے کو مقرر کیا کذا فی الزیلعی درہما کا عطف صاع پر ہے ہم پانی پہونچنے سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین لائق زراعت کے ہو صاع سے مراد وہ صاع ہے جو آٹھ رطل ہوتا ہے اور لکھنؤ کے
سیر سے ایک صاع تخمیناً تین سیر اور ایک چھٹانک ہے بحر الرائق میں کہا جو اناج کھیت میں بویا جاوے اُس سے ایک صاع لیا جاویگا گیہوں ہوں یا جو ہوں یا جوار اور یہی صحیح ہے نہر
درہم سے وہ درہم مراد ہے جو دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں تو ایک درہم تین ماشے اور ایک رتی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ خلافت فاروقیہ میں فی بیگھہ تخمیناً تین سیر
پختہ اناج اور پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ہوا ولجریب الرطبۃ خمسۃ دراہم اور رطبہ کی ہر جریب میں پانچ درہم خراج مقرر ہوا نہر الفائق میں ہے کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم
اور قرط کہتے ہیں اور غایہ میں ہے کہ رطبہ قصہ کا نام ہے جب تک کہ وہ تر رہے اور جوہری نے تفسیر ثانی پر اقتصار کیا اور مغرب میں ہے رطبہ بفتح را اور قصب بالطب ہے جمع اُسکی رطاب
اور کتاب العشر میں ہے کہ بقول اغیر رطاب میں بقول جیسے گندنا اور رطاب ککڑی کھیرا اور خربوزہ اور بینگن اور جو اسکے نظیر ہوں اور کتب لغت میں قول اول ہی مذکور ہے انتہی کلام النہر
رطبہ اور قصہ کو فارسی میں سپست کہتے ہیں وہ نبات ہے ہرمل کے مانند گھوڑے اُسکو کھاتے ہیں اور ظاہر التفسیر کتاب العشر کی فقہ میں زیادہ تر لائق اعتماد کے ہوگی واللہ تعالی
اعلم ولجریب الکرم والنخل متصلۃ قید فیہما ضعفہا اور ہر جریب انگور اور نخلستان میں جنکے درخت باہم متصل ہوں اُسکا دونا خراج ہے یعنی فی جریب دس
درہم جسکے تخمیناً تین روپے ہوتے ہیں شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کھجور دونوں میں قید ہے ہم جس زمین کے گرد احاطہ ہو اور اُسمیں ایسے گھنے درخت انگور کے ہوں
جسکے نیچے زراعت نہو سکے اُسکو زبان عرب میں کرم بولتے ہیں کذا فی الفتح ولما سواہ مما لیس فیہ توظیف عمر کزعفران وبستان ہو کل ارض یحوطہا حائط وفیہا نخیل
متفرقۃ ویمکن الزرع تحتہا فلو ملتفۃ ای متصلۃ لا یمکن زراعۃ ارضہا فہو کرم طاقتہ اور ما سوائے اقسام ثلثہ مذکورہ کے جسمیں عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی
توظیف اور تعیین نہیں جیسا کہ زعفران اور بوستان بقدر اُسکی طاقت کے خراج ہے شارح نے کہا کہ بوستان اُس زمین کا نام ہے جسکے گرد احاطہ ہو اور اُسمیں متفرق
درخت ہوں اور زراعت اُسکے نیچے ممکن ہو اور اگر اسکے درخت پیچاں ہوں یعنی ایسے متصل ہوں جسکی زمین کی زراعت ممکن نہو وہ کرم ہے وغایۃ الطاقۃ نصف
الخارج لان التنصیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ فی خراج المقاسمۃ ولا فی التوظیف علی مقدار ما وظفہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ وان طاقت علی الصحیح اور
نہایت طاقت نصف خارج ہے اسواسطے کہ تنصیف یعنی آدھا لینا عین انصاف ہے تو نصف خارج پر زیادہ نہ کیا جاوے بٹائی کے محصول میں اور نہ جمعی

ف
اندازہ محصولوں کا
۱۲

محصول میں نہ باقی چاہیے اُس مقدار سے جسکو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنابر قول صحیح کے کذا فی الکافی ہم
خراج فاروقی سے زیادہ لینا اسواسطے نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں سے پوچھا کہ شاید تمنے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی اُسکو طاقت نہیں اُنھوں نے کہا
نہیں بلکہ ہمنے بقدر طاقت کے معین کیا ہے اور اگر ہم اس سے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اُسمیں گنجائش تھی انتہی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا جائز
نہیں اسواسطے کہ فاروق عادل نے باوجود دریافت طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا تجویز نہ کیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی میں موجود ہے تو جو زمین کہ بعد فاروق
اعظم کے مفتوح ہوئی سو اگر اُسمیں گیہوں پیدا ہوتے ہوں اور حاکم چاہے کہ اُسپر فی جریب دو درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجائش کے تو ہرگز جائز نہیں کذا فی المنح
طحطاوی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے اُس محصول کے حرام ہونے پر جسکو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہیں اور اگر یہ بھی مسلم کیجیے کہ اراضی بیت المال کی ہو کر مستاجرہ
ہو گئی ہے خراجیہ باقی نہیں تو بھی اجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہیں چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا **وینقص مما وظفت علیہما ان لم تطق بان لم یبلغ الخارج ضعف الخراج**
**الموظف فینقص الی نصف الخارج وجوبا وجوازا عند الاطاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص عن الخمس** کذا فی الحدادی یہ حکم خراج وظیفہ کا ہے یعنی اُس خراج کا جو زمین پر مقرر ہو گیا
اگر زمین کو اُسکی طاقت نہو اسطرح کہ زمین کا غلہ خراج موظف کے دو چند تک نہ پہونچے تو خراج گھٹایا جاوے نصف خارج تک بنابر وجوب کے اور بنابر جواز کے طاقت کے وقت اور لائق یون ہے
کہ زیادہ نہ لیا جاوے نصف خارج سے اور کم نہ کیا جاوے خمس سے کذا ذکرہ الحدادی یعنے اگر مثلاً دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نہ لے اور دو سیر سے کم نہ کرے اور یہ حکم
شبابی کا ہے کذا فی الحلبی عن البحر **وفیہ ایضا عن الحاوی رجل ادی خراج کرم الخ ثم اعلم ان الخراج علی الارض التی تصلح للزراعۃ** اور اُسمیں یعنے جوہرہ حدادی میں ہے اگر ایک شخص خراجی کی زمین میں انگور بوئے
یا کوئی اور درخت پھلدار تو اُسپر زمین کا خراج واجب ہے یہانتک کہ انگور وغیرہ کھانے کے لائق ہو جاوے خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنے ایک صاع اور ایک درم کذا فی الفتح
**الکرم زرع الحب فعلیہ خراج الکرم** اور اسیطرح اگر انگور کو اکھاڑے اور اناج بوئے تو اُسپر انگور کا خراج واجب ہے ہم اُسپر ہمیشہ انگور کا خراج واجب ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اعلیٰ کو چھوڑ کر
ادنیٰ کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو اخس الامرین کیطرف انتقال کریگا بدون عذر کے اُسپر عمدہ کا خراج واجب ہوگا جیسے زعفران چھوڑ کر مثلاً باجرا بو دیا اور
مسئلہ کو دریافت کر لیا چاہیے اسکا فتوی نہ دینا چاہیے حاکم ظالم لوگون کے مال نہ چھین لین یعنے جبکہ مال ظلم سے لیا چاہینگے تو اُسپر تہمت رکھینگے کہ اُسنے مثلاً انگور یا زعفران
کی زراعت چھوڑ کے جوار یا باجرا بو دیا اور اُسپر خراج زعفران اور انگور کا لینگے **واذا اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان** اور جبکہ انگور
کھانے کے لائق ہو تو اُسپر خراج لازم آویگا اندازہ اُسکی طاقت کے اور نہ زیادہ کرے دس درم پر اور نہ کم کرے اُس محصول سے جو اُس میں پر قبل انگور بونے کے تھا ہم
طحطاوی نے کہا **اذا اطعم** مسئلہ اولی سے مرتبط ہے تو بہتر یون تھا کہ بعد **ان لم یطعم** کے مذکور کرتا وکل **ما لا یمکن الزرع تحت شجرۃ فبستان والا یمکن فکرم** اور جہان زراعت
ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے اور جہان ممکن نہو وہ کرم ہے یہ مضمون مکرر ہو چکا **واما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شیء فیہا** انتہی اور جو درخت کہ پانی کے بان پر کھڑے
ہیں اُنمیں کچھ خراج نہیں انتہی ما فی الجوہرۃ لحدادی ہم مسناۃ بضم میم وتشدید نون مجامع اللغۃ میں کہا کہ وہ عرم ہے یعنے جو سیلاب روکنے کیواسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی
**وفی زکوۃ الخانیۃ قوم شتروا ضیعۃ فیہا کرم وارض فشتری احدہما الکرم والآخر الارض وارادوا القسمۃ فالخراج ذو فیہا بالحصۃ ان کان قبل الاشتراء والا کان کان جملۃ فان لم تعرف**
**الکرم الاکرو قسم بقدر الحصص** اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ میں مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جسمیں انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے
باغ مول لیے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونوں نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنے انگور کا خراج علیحدہ اور اراضی کا خراج علیحدہ
معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہیگا جیسا خرید کرنے سے پہلے تھا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج دونکا مجمل اور مجموعہ رہیگا سو اگر انگور
سوم انگور کے کچھ اور نام سے مشہور نہوں تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصوں کے یعنے کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو اور اراضی کو انگور نہ جانتا ہو تو مجموع
خراج قریہ کا بقدر اُنکے حصوں کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی عن الخانیۃ **قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ ان لم یعلم قدرہ ابتداء ترک علی ما کان** اگر قریہ
ہے کہ وہان کے لوگونکا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پھر اہل قریہ نے خراج برابر کر دینے کی درخواست کی اگر مقدار خراج کی

ابتدا سے معلوم نہو کہ برابر تھا یا کم بیش تو بطور سابق چھوڑا جاویگا والخراج ان غلب الماء علے ارضہ او انقطع الماء او اصاب الزرع آفات سماویۃ کغرق وحرق وشدۃ برد الا
اذا بقی من السنۃ ما یمکن الزرع فیہ ثانیا اور محصول نہین اُس کاشتکار سے جسکی زمین پر پانی غالب ہوا یا پانی وہان سے منقطع ہو گیا یا کھیت کو آسمانی آفات ہو پہنچین جیسے کھیتی کا ڈوبنا
یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف ریزی سے مگر اُسوقت البتہ محصول ہوگا جب ان آفات کے بعد سال مین سے اسقدر مدت باقی رہے جسمین دوسری بار زراعت ہو سکے
فتح القدیر مین کہا فتوی اسپر ہے کہ اگر ابتدا آفات مذکورہ کے سال مین سے تین مہینے باقی رہین تو خراج ساقط نہوگا اور آفات سماویہ وہ مراد ہے جسکو انسان دفع نہ کرسکے
فتاوی خیریہ مین کہا کہ ٹڈی کو بھی غرق وحرق کے ساتھ ملحق کیا ہے اسواسطے کہ اُسکا دفعیہ کرنا نہین ہو سکتا اور شک نہین کہ کھیت مین کیڑا لگنا اور چوہا اور شدید
اچٹیا بھی اسیطرح ہے کہ ان کا دفع نہین لیکن ہمارے اکثر علما نے بندر اور درندہ جانور اور افعی مین عدم سقوط کی تصریح کی ہے اور کچھ فرق نہین خراج طیفہ اور خراج مقاسمہ اور غیر مین
زراعت کے مانند رطبہ اور کرم اور مانند انکے مین اور یہی قول یعنے سقوط خراج آفات مذکورہ انصاف سے قریب ہے اور ظلم سے دور تر انتہی ورقتاوی عالمگیری مین خیر کردری سے
منقول ہے کہ بادشاہ نے یعنی تفسیر اسکی کہا کہ اندرمین یہ تھا کہ جسقدر کی زراعت انکے وقت مین آفت رسیدہ ہوئی تھی تو اُسکو بیج وغیرہ مصارف اپنے خزانہ سے دیتے تھے اور
کہتے تھے کہ ہم اپنی رعیت کاشتکار کے نفع مین شریک ہین تو ہم انکے نقصان مین بھی شریک ہین تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت مین سزاوار تر ہے انتہی بحرالرائق مین کہا کہ اگر بادشاہ
مزارع کو کچھ نہ دے تو الا اسکا ہے کہ اُس سے خراج کا دانہ بھی ساقط ہو اما اذا کانت الآفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہا کالانعام وفارۃ ودودۃ بحر او ہلاک الخارج
بعد الحصاد فلا یسقط وقبلہ یسقط اور جب آفت آسمانی نہو اور اُس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور انکے مانند کے کھیتی کھا جانے سے جیسے چوپائے
جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہوگیا غلہ کھیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہوگا اور قبل کھیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہوگیا تو خراج ساقط ہوگا مگر اُسوقت
ساقط نہوگا جب سال مین اتنی مدت باقی ہو جسمین دوبارہ کھیتی ہو سکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے نہر الفائق مین کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی مین داخل
کرنا مسلم نہین بلکہ ایسے آفت آسمانی ہونے مین تردد کرنا لائق نہین اسواسطے کہ اُس سے احتراز ممکن نہین و لو ہلک بعضہ ان فضل عما انفق شیئ اخذ منہ مقدار ما بیناہ
مصنف سراج وتمامہ فے الشرنبلالیہ معزیا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک نہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچھ غلہ فاضل بچے خرچ سے تو اُس سے خراج لیا جائے اسقدر
جسکو ہمنے بیان کیا کذا ذکرہ المصنف فی شرحہ عن السراج الوہاج اور پورا بیان اسکا شرنبلالیہ مین ہے بحرالرائق سے ہم منح الغفار مین سراج وہاج سے منقول
ہے کہ اگر بعض خارج ہلاک ہو تو محمد نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرح کہ فی جریب بمقدار دو درم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خراج سے
کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشایخ نے کہا اسمین صواب ہے کہ اول اسکو دیکھنا چاہیے کہ مزارع کا اس کھیت مین کتنا خرچ ہوا پھر غلہ کی پیدائش کو دیکھنا چاہیے
تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو پورا کرے پھر اگر کچھ بچے تو اسمین سے وہ مقدار خراج لے جسکو ہمنے بیان کیا یعنے نصف قال وکذا حکم الاجارۃ فے الارض المستاجرۃ شرنبلالیہ مین کہا
اور یہی حکم ہے اجارہ ارض مستاجرہ مین ہم طحطاوی نے کہا بحرالرائق مین مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہے اسواسطے کہ بقدر منفعت اجرت لیجاتی ہے بخلاف
خراج کے تو اجارہ کو خراج کے ساتھ ملحق کرنا ظاہر صحیح نہین فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم من ذمی ارض خراج
یجب الخراج پھر اگر خراجی زمین کو اُسکے مالک نے معطل رکھا نہ بویا اور اُس زمین کا خراج موظف یعنی جمعی تھا یا اُس زمین کا مالک مسلمان ہو گیا یا مسلمان نے ذمی سے
زمین خراج کی مول لی تو ہر صورت مین خراج واجب ہے ہم مصنف نے نسبت تعطیل سے اشارہ کیا کہ صاحب ارض زراعت پر قادر تھا اور اُسنے زراعت نہ کی تو تقصیر
اُسکی ثابت ہوئی لہذا خراج اُسپر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اپنے ناطاقت ہونے کے یا بسبب فقدان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اُسکی زمین کسی
شخص کو بٹائی پر دیدے اور مالک کے حصے سے خراج لیکر باقی کو مالک کے واسطے رکھے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے خواہ بیت المال کے
مال سے زراعت کرا دے اور اگر یہ کچھ نہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے خراج لے اور یہ حکم بلا اختلاف ہے کذا فی البحر اور خراج لینے کے بعد جو قیمت باقی رہے
وہ مالک کو دے اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتداءً خراج نہین بلکہ بقاءً ہے اسواسطے کہ صحابہ کرام نے زمین خراج کی مول لی تھی

اُسکا خراج دیا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج مقاسمۃ لا یجب شیٔ سراج اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے
روکا یا خراج بٹائی کا خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہین کذا فی السراج اسواسطے کہ روکنے سے اُسکی عاجزی ثابت ہوگئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدایش کے لازم نہین

وقد علمت ان الماخوذ من اراضی مصر اجرۃ لا خراج فما یفعل الان من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمی ذلک فلاحۃ واجبارہ علی السکنی فی بلدۃ معینۃ
لعمرہا وہ ویزرع الاراضی حرام بلا شبہۃ نہر اور تجکو معلوم ہوچکا کہ جو حاصل ہوتا ہی اراضی مصر سے اجرت ہی نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہی کاشتکار
سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بووے اور یہ مسمّی بفلاحت ہی اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور اراضی مین
زراعت کرے سو حرام ہی بلاشبہہ کذا فی النہر ونحوہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر حیث قال وتقدم ان مصر الان لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلا شیٔ علی من
لم یزرع ولم یکن مستاجرا ولا یجبر علیہ بسببہا فما یفعلہ الظلمۃ من الاضرار بہ حرام خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ میں ہی
بحر الرائق کی طرف نسبت کرکے چنانچہ یون کہا ہی اور مقدم مذکور ہوچکا کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہین بلکہ باجرت ہی تو کوئی چیز اُسپر واجب نہین جسنے کہ
زراعت نکی اور حالانکہ وہ مستاجر نہین یعنے درصورت مستاجری تو ممکن ہے کہ اجرت واجب ہوگی اور اُسپر جبر نہین اُسکے سبب سے تو جو حکام ظالمین اُسکو
ضرر پہونچاتے ہین وہ حرام ہی خصوصاً جبکہ مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی وہذا یعلم
ولا یفتی بہ کیلا یتجری الظلمۃ علی اموال الناس علما نے کہا کہ اگر مزارع بووے کمتر چیز عمدہ پر قادر ہوکر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اُسپر عمدہ چیز کا خراج واجب ہی اور اس
مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتویٰ نہ دیجیے تاکہ حکام ظالمین لوگون کے اموال پر جرأت نکرین یعنے اگر حاکم ظالم اسکا فتویٰ پاویگا تو اُسکو مال لینے کا حیلہ ملیگا کہ تم نے مثلاً زعفران
چھوڑ کر جو بویا اور اس سے زعفران کا محصول ناحق لیگا اور یہ صریح ظلم ہی باع ارضا خراجیۃ ان بقی من السنۃ مقدار ما یتمکن المشتری من الزراعۃ فعلیہ الخراج
والا فعلی البائع عنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہی جسمین مشتری زراعت کرنے پر قادر ہی تو مشتری پر خراج ہی اور نہین
تو بائع پر کذا فی العنایۃ ثم فی فتح القدیر سے مذکور ہوچکا کہ امکان زراعت مین تین مہینے پر فتوے ہی ولا یوخذ العشر من الخارج
من ارض الخراج لانہما لا یجتمعان خلافا للشافعی رح اور نہ لیا جاوے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اسواسطے کہ امام اعظم رحمہ کے
نزدیک بموجب حدیث کے عشر اور خراج مجتمع نہین ہوتے بخلاف امام شافعی کے کذا فی الفتح ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنۃ لو موظفا والا
بان کان خراج مقاسمۃ یتکرر لتعلقہ بالخارج حقیقۃ اور دو بار خراج نہین لیا جاتا دو بار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال مین اگر جمعی خراج ہی اور اگر جمعی خراج نہو
اسطرح پر کہ بٹائی کا خراج ہو تو دو بار لیا جائیگا اسلیے متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ یعنے جو بار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دینا ہوگا کالعشر فانہ یتکرر
بٹائی کا خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہی زراعت کی مکرر سے ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وہبہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی
وحل لو مصرفا والا تصدق بہ بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور سلطان یا اُسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار
کو یا اُسکو بخشدیا اگرچہ کسی کی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور زمیندار کو وہ حلال ہی اگر وہ خراج کا مصرف ہی
مثلاً غازی یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراج کا مصرف نہو تو وہ خراج کو خیرات کرے اُسی پر فتویٰ ہی اور جو قول کہ حاوی قدسی مین ہی غیر مصرف
کی بھی حلت کی ترجیح مین سو قول مشہور کے خلاف ہی کذا فی النہر ولو ترک العشر لا یجوز اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء سراج خلافا لما فی قاعدۃ تصرف
الامام منوط بالمصلحۃ من الاشباہ معزیا للبزازیۃ فتنبہ اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو تو جائز نہین باتفاق صاحبین کے
اور مالک اُسکو آپ نکالے فقیرون کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اُس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدے مین ہی بزازیہ کی طرف نسبت
کرکے کہ تصرف امام کا مصلحت سے متعلق ہی سو آگاہ رہنا ہم درر المنتقی مین کہا بزازیہ مین ہی زمین عشری کے مالک کو عشر کا چھوڑنا جائز ہی علیحدہ

یا فقیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضامن ہے خراج کے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضامن نہیں یعنی پھر بیت المال کی جنبی کے جنبہ ہی میں
رکھنا مصرف جزیہ یعنی اسیطرح اگر عشر مقاتلین کو امام نے دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا اشنی حلبی نے کہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ
یہ روایت رافع اختلاف ہے یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہے سو اگر غیر مستحق کو منع ہے اور مقاتل اور علمائے اور بنا بریں جواز کا قول ہے اور مقاتلین پر محمول ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کذا فی الطحطاوی وفی النہر یعلم من قول الشافی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال ان الرقبة لبیت المال والخراج له وحینئذ فلا یصح بیعه

ولا ھبته ولا وقفه نعم له اجارته تخریجا علی اجارة المستاجر اور نہر الفائق میں ہے کہ ابو یوسف کے قول سے یعنی جواز ترک خراج یا اسکے ہبہ کرنے سے معتبر
خراج کیواسطے معلوم ہوتا ہے بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم اسواسطے کہ معافی کا حاصل یہ ہے کہ رقبہ زمین بیت المال کا ملک ہے اور تحصیل زمین کا
معافیدار کیواسطے ہے اور اسوقت میں تو صحیح نہیں معافیدار کی بیع اور نہ اسکا ہبہ اور نہ اسکا وقف ہاں اسکو جائز ہے اجارہ دینا بقیاس اجارۂ مستاجر
اقطاعات کو بعضے عرف میں انعام کہتے ہیں اور بعضے اسکو جاگیر اور صلہ بولتے ہیں اور صورت اسکی یہ ہے کہ بادشاہ قطعہ ارض خراجیہ کو بعضے لوگوں کو عطا
کرے کہ وہ اس سے فائدہ پاویں تو یہ جائز ہے بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جسکو کہ بادشاہ نے عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
اور ہندوستان کے عرف میں اقطاعات کو معافی کی زمین اور ائمہ اور ملک اور معاش بولتے ہیں اور جسکو وہ زمین ملی اسکو معافیدار اور ائمہ دار اور ملکی
کہتے ہیں یعنی معافیکا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہیں کہ معافیدار اسکی ملوک نہیں اسکو فقط خراج میں اختیار ہے در رقبہ ارض حتی من الحوادث لو اقطعھا

السلطان له ولاولاده ونسله وعقبه علی ان من مات منہم انتقل نصیبه الی اخیه ثم مات السلطان وانتقل من اقطع له السلطان فی زمان سلطان

آخر ہل یکون لاولاده لما اراده ومقتضی قواعدہم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبره اور منجملہ حوادث حموی میں مسئلہ ہے کہ اراضی کو اگر معاف کر دیا سلطان نے اسکو
اور اسکی اولاد کو اور اسکی نسل اور ذریت اسی قاعدہ کو اس شرط پر کہ اسکی اولاد سے جو مرے اسکا حصہ اسکے بھائی کو پہنچے پھر معاف کرنیوالا سلطان مر گیا
اور جسکے واسطے معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانے میں منتقل ہو گیا وہ معافی اسکی اولاد کیواسطے ہوگی صاحب نے کہا کہ اس مسئلہ کو میں نے فقہا کے کلام میں
نہیں دیکھا اور مقتضی انکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہے تعلیق کرنیوالے کی موت سے سو اسکو غور کر مجھے تعلیق سے یہ قول مراد ہے کہ جو مر جاوے اسکا حصہ اسکے بھائی کو منتقل
ہو اور تعلیق کرنیوالے سے سلطان اول مراد ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اسکا یہ حکم ہے کہ وہ اراضی اسکی اولاد کیواسطے ہے اسواسطے کہ اسکی اولاد بالاصالت معافیدار ہے
بلا تعلیق کے ولو وقفه السلطان ارضا مواتا او ملکها السلطان ثم وقفها له جاز وقفه لها اور اگر سلطان نے زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کر دی یا بادشاہ
زمین مذکور کا مالک ہوا پھر اسنے ایک شخص کو معاف کر دی تو اسکو وقف کرنا اسکا جائز ہے زمین افتادہ کی معافی سے یہ مراد ہے کہ اس شخص نے زمین
مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور بملک سلطان سے مراد یہ ہے کہ سلطان نے زمین مذکورہ کو اپنے واسطے آباد کیا وقف کرنا اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا
مالک ہو گیا بملک حقیقی تو اسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوئے والارصاد من السلطان لیس بایقاف البتة اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا جائز نہیں ہے
البتة انتهی ما فی النہر سید حموی نے کہا کہ ارصاد اسے عبارت ہے کہ جو لوگ بیت المال کے مستحق ہیں انکے واسطے بیت المال میں سے بقدر انکے حصے یا بعض حصے کے
جدا کر دینا سو یہ جائز ہے اسکا نقض باتفاق جائز نہیں اور یہ جیسے کہ وزرا مصر علما اور قرا اور یتامی اور بیوہ اور بنا مساجد اور موذن امام اور خطیبوں کے واسطے
ارصاد مقرر ہوا اسکا نقض ہرگز جائز نہیں ہے اسواسطے کہ یہ لوگ بیت المال کے مصارف ہیں اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کے واسطے ہے اور ہرگز مصلحت نہیں اور مستحقین
بیت المال کے قطع کرنے میں اور ابن عبد السلام اور اکمل اور بلقینی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتوی ہے انتہی اور شیخ عیسی حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد میں
کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا استفسار ہوا سو انہوں نے اسکے جواز کا فتوی دیا اور
مذاہب اربعہ کے علما انکے ساتھ متفق ہیں اور ابن عصرون اور انکے موافقین نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ یہ وقف حقیقی ہے اسواسطے کہ وقف کرنا

غیر مالک سے صحیح نہیں یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہیں جو اسکا وقف صحیح ہو بلکہ علمار مذکورین نے اسکو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال انکے مستحقین کیواسطے علیحدہ ہوگیا تا انکو بسہولت پہونچ جایا اسواسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہوں تک اور اپنا حق انسے لینا متعذر یا متعسر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فی الاشباہ

تقبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء اور اشباہ میں قبیل گفتگو دین کے ہے علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافیدار کو جب چاہے خارج کر دیوے یعنے اراضی کو ضبط کر لے ہم و بہ صحت اجارہ یہ ہے کہ معافیدار منفعت اراضی کا مالک ہو تو وہ مستاجر کے مانند ہے نہ مستعیر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہے اسیطرح معافیدار کو بھی جائز ہے و قیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ ملکہ بالاحیاء فلیحفظ اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کو مقید کیا ہے اور زمین افتادہ میں تو سلطان اسکا نکال لینا معافیدار سے جائز نہیں ہے اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کر لینے کے وہ مالک ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم والی ملک کو لازم ہے کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے میں انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہوا اسکے موافق خراج لے یہانتک کہ پورا خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنے خراج بمقدار غلہ لے یہانتک کہ اگر زمین میں غلہ ربیع اور غلہ خریف دونوں ہوتے ہوں تو تخمین کرے اگر دونوں فصلوں میں برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع میں لے اور آدھا خریف میں اور اسیطرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو اسکا پانچ بار میں محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار لے وعلی ہذا القیاس جبکہ عشر اور خراج ہوا اور وہ مرجاے تو اسکے متروکہ سے لے اور خراج لینا چاہیے غلہ تیار ہونے کے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہیں غلہ کھانا بدون ادا سے خراج کے اور اسیطرح عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہیں بدون ادا سے عشر کے اور اگر کھائیگا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہے محصول لینے کیواسطے کذا فی العالمگیریہ

**فصل فی الجزیۃ** یہ فصل ہے جزیہ کے احکام میں ہی لغۃ فی الجزاء لانہا جزت عن القتل والجمع جزی کالحیۃ واللحی وہی نوعان جزیہ لغت میں بمعنی جزا ہے اسواسطے جزیہ جزا واقع ہوا ہے قتل سے یعنے جزیہ قتل کا فرکا بدلا ہے اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا ہے اور جزیہ کی جمع جزی ہے بضم اول وفتح ثانی چنانچہ لحیہ کی جمع لحی ہے اور وہ یعنے جزیہ دو قسم ہے جزیہ صلحی اور جزیہ قہری المُوضوع من الجزیۃ بصلح لایقدر ولا یغیر لانہ علی العذر جو جزیہ کہ متعین ہوا بطور صلح کے اسمین تقدیر اور تغیر نہیں ہو سکتی سے بچنے کیواسطے ہم یعنی جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا تو اسکو بدل ڈالنا عہدشکنی ہے اور یہ جو کہا کہ اسمین تقدیر نہیں یعنی تقدیر شرعی نہیں بلکہ جسقدر مقرر ہوا اسی پر موقوف ہے تو صلحاً مقدار رہا ہے وما وضع بعد ما قہروا واقروا علی املاکہم لقدر فی کل سنۃ علی فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ینابیع

تکفی صحیحۃ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ ٹھہرایا جاے کافروں کے مغلوب ہونے اور املاک پر انکو قائم رکھنے کے بعد ہر محتاج کمانے والے پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہو کسی وجہ سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست رہنا اسکا اکثر سال میں وجوب جزیہ کیواسطے کافی ہے کذا فی الہدایہ بارہ درہم سالمعین کیے ہیں ہر مہینے میں ایک درہم یعنی تخمیناً پانچ آنہ مہینا وعلی وسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان وہ متوسط الحال یعنی جو کہ نہ فقیر ہے نہ غنی اسکا دونا مقرر کیا جاے یعنے چوبیس درہم سال میں ہر مہینے میں دو درہم وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا للتسہیل لا للبیان الوجوب لانہ باول الحول نہایۃ اور غنی کثیر المال پر اسکا دونا ہر مہینے میں چار درہم اور ماہواری اور قسط بندی واسطے آسانی کے ہے نہ واسطے بیان وجوب کے اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدائے سال میں ثابت ہے کذا فی البنایہ ہم اصل وجوب ابتدائے سال میں ہے اور وجوب ادا آخر سال میں ومن ملک عشرۃ آلاف درہم فصاعداً غنی ومن ملک مائتی درہم فصاعداً متوسط ومن ملک مادون المائتین او لایملک شیئاً فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد بحر واعتبر ابوجعفر العرف وہو الاصح تاتارخانیہ اور جو دس ہزار درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے اور جو دو سو درہم سے کمتر کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہ ہو وہ فقیر اور محتاج ہے یہ قول ہے

جزیہ لیا جائے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی والعبرۃ فی الاہلیۃ للجزیۃ وعدمہا وقت
الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برأ بعد وضع الامام لم توضع علیہ اور جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہے سو جو مجنون کہ
ہوش میں آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر بالغ ہوگیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع امام کے تو اسپر جزیہ نہ رکھا جائیگا ہم یہ مراد نہیں کہ بعد وضع امام کے کبھی جزیہ مقرر
نہوگا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سال مقرر نہوگا بلکہ سال آئندہ سے معین ہوگا کذا فی الغایۃ عن قاضی خان بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع
حیث توضع علیہ لان سقوطہا لعجزہ وقد زال اختیار بخلاف فقیر کے جب وہ مالدار ہوگیا بعد جزیہ مقرر کرنیکے اسواسطے جزیہ اسپر مقرر کیا جائیگا
کہ اسکا سقوط تھا عاجز ہونیکے سبب سے اور حالانکہ اسکا عجز زائل ہوگیا کذا فی الاختیار وہی ای الجزیۃ لیست رضی منا بکفرہم کما طعن الملاحدۃ بل انما ہی عقوبۃ
لہم علی اقامتہم علی الکفر فاذا جاز اعطاء لہم الامان لرجاء ان یؤمنوا فہذا اولی وقال تعالی حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون واخذہا علیہ الصلوۃ
والسلام من مجوس ہجر ونصاری نجران فاقرہم علی دینہم اور وہ یعنی جزیہ لینا رضا مندی اہل اسلام کی نہیں انکے کفر پر جیسا کہ ملحدوں نے طعنہ دیا ہے
بلکہ جزیہ تو انکے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب انکے قائم رہنے کے کفر پر جب کہ مہلت دینا کافروں کا ایمان کیطرف بلانے کے واسطے بدون جزیہ کے
جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولی جائز ہے اور حق تعالی نے فرمایا یہاں تک کہ کفار جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہوکر اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجر کے
مجوسیوں اور نجران کے نصاری سے جزیہ لیا اور انکو انکے دین پر رہنے دیا یعنے انکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر اسلام قبول کریں ہم شارح نے یہ جواب دیا اس سوال کا
جو منح الغفار میں اسطرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت ہے تو اسکے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہوگا اور اگر جائز ہے تو چاہیے کہ زانیوں سے عوض زنا کے اور
اسیطرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو خلاصہ جواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہیں بلکہ عقوبت اور اذلال ہے اقامت علی الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر
قرآن اور حدیث دال ہے ثم فرع علیہ بقولہ فتسقط بالاسلام ولو بعد تمام السنۃ پھر مصنف نے جزیہ کے عقوبت ہونے پر اپنا یہ قول متفرع کیا تو جزیہ
ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی سال کے اسلام لاوے ہم حلبی نے کہا کہ بعدیت یہاں مقارنت پر محمول ہے اسواسطے کہ اگر مسلمان
ہوگا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب تکرار کے ہوگا نہ بسبب اسلام کے ولیسقط المعجل لسنۃ لا لسنتین فیرد علیہ سنۃ خلاصۃ اور ساقط ہوگا پیشگی جزیہ
ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا اسکو پھیر دیا جائیگا کذا فی الخلاصۃ یعنی اگر ابتدائے سال میں جزیہ دیا پھر اسی سال میں وہ مسلمان ہوا تو اسکو جزیہ
نہ پھیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ پیشگی دیا ہے تو ایک سال کا اسکو پھیر دیا جائیگا اسواسطے کہ پہلا وجوب ثابت نہ تھا کذا فی الطحطاوی والموت والتکرار لتداخل
کما سیجئی اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب موت اور تکرار سال کے اسواسطے تداخل کے چنانچہ ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے والعمی والزمانۃ وصیرورتہ فقیرا او مقعدا
او شیخا کبیرا لا یستطیع للعمل اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب نابینا ہونیکے اور ناقص الاعضا ہوجانیکے اور ہوجانے ذمی کے فقیر یا اپاہج یا پیر فرتوت کہ کام نہیں
کرسکتا ثم بین التکرار فقال واذا اجتمع علیہ حولان تداخلت والاصح سقوط جزیۃ السنۃ الاولی بدخول السنۃ الثانیۃ زیلعی لان الوجوب اول الحول
بعکس خراج الارض پھر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو یوں کہا اور جب ذمی پر دو سال مجتمع ہوں تو جزیہ متداخل ہوجائیگا یعنی ایک سال کا جزیہ
چند سال کو کفایت کریگا اور پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال میں
ہوتا ہے خراج الارض کے بالعکس وہ آخر سال پر واجب ہوتا ہے یعنی جبکہ وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوگی ولیسقط الخراج
بالموت فی الاصح حاوی قدسی بالتداخل کالجزیۃ وقیل لا یسقط کالعشر فینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبۃ بخلاف العشر بحر قال المصنف وعزاہ فی النہایۃ لصاحب المذہب
وکان ہو المذہب اور ساقط ہوتا ہے خراج قول اصح میں کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے جزیہ کے مانند اور قول ضعیف میں ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے اور
لائق ہے ترجیح دینا قول اول کا اسواسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور نہایہ میں سقوط بالموت کی امام اعظم صاحب کے

مذہب کیطرف نسبت کیا تو ذمی قوم نام ہے تمام محل اختلاف وہ ہے جب خراج نکر رہو جاتا بسبب عاجز ہونے ذمی کے زراعت سے سو اگر عاجز بسبب عاجزی کے نہو تو بالاتفاق
خراج لیا جائیگا کذا فی المنح صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج میں سقوط اور عدم سقوط میں روایتیں امام اعظم سے نقل کی ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج لیا جائیگا کذا
فی العالمگیریہ عن المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ گفتگو خراج موظف میں ہے اور خراج مقاسمہ تو عین خارج سے متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی وفیہا الاکل
لکل الغلۃ حتی یودی الخراج اور خانیہ میں ہے کہ حلال نہیں غلہ کا کھانا تا وقتیکہ ادا کرے خراج م اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر میں عالمگیری سے مترجم نے
اسکو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہے ولا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا قائما والقابض منہ قاعد
ہدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول نکیا جاوے اگر اسکو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول صحیح میں بلکہ اسکو حکم کیا جاوے کہ آپ لاوے سو اسکو کھڑا ہو کر دیوے اور ذمی سے
لینے والا بیٹھا رہے کذا فی الہدایہ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفعہ فی عنقہ لا یا کافر ویاثم القائل ان اذاہ بہ قنیۃ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے کہے اے دشمن
خدا کے دیدے اور اسکی گردن میں ضرب پہنچاوے اور اسکو یا کافر نہ کہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار رہیگا اور اسکو اس قول سے تکلیف دیگا کذا فی القنیۃ ولا
یحدثون بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہیں ذمی کو
بنا بناوے بیعہ اور نہ کنیسا اور نہ صومعہ اور نہ آتشخانہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی دار الاسلام میں اگرچہ دار الاسلام کے قریہ میں احداث کرے
تو بھی جائز نہیں قول مختار میں کذا فی الفتح ھم اصل لغت میں عبادتخانہ یہود اور نصاری کو مطلقاً بیعہ کہتے ہیں پھر غلبہ استعمال ہے عبادتخانہ یہود کو کنیسہ
کہتے ہیں اور عبادتخانہ نصاری کو بیعہ بولتے ہیں اور دیر کا لفظ نصاری کیواسطے مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہے جسکا سر لنبا بنایا جاتا ہے تاکہ خلق سے منقطع
ہو کر اسمیں عبادت کیجاوے کذا فی المنح ہندوستان میں نصاری اپنے عبادتخانہ کو گرجا کہتے ہیں ویعاد المنہدم ای لا ما ہدمہ الامام بل ما انہدم لنفسہ اشباہ وفی آخرہ جار
برفع الطاعون اور ذمیوں کا منہدم عبادتخانہ دوبارہ بنایا جاوے یعنے نہ وہ عبادتخانہ جسکو امام نے ڈھایا بلکہ وہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ
اشباہ کی رفع وبا کی دعا کے اخیر میں ہے کو ہم مصنف کے کلام سے معلوم ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نچاہیے اور جو قدیم گرجاوے اسکا اعادہ جائز ہے کذا فی المنح
من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنیکے پہلی عمارت پر اور بچانے
کرنا چاہیے شکست اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے م اگر بنائے اول سے عدول ہو باوجود کفایت کے تو اسمیں بنائے ثانی کی زیادتی ظاہر ہو لیکن
کذا فی النہر شرح وہبانیہ میں ملخص یہ ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے منع زیادتی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہے اسکو پکی اینٹ سے نہ بناوے اور جو کچی اینٹ ہو اسکو پتھر سے
نہ بناوے کذا فی الطحطاوی اما القدیمۃ فتترک مسکنا فی المفتوحۃ عنوۃ ومعبدا فی الصلحیۃ بحر خلافا لما فی القہستانی قنیۃ اور معابد قدیمہ تو رہنے کیواسطے چھوڑے جاینگے بلاد مفتوحہ
میں اور عبادت کیواسطے چھوڑے جاینگے بلاد صلحیہ میں کذا فی البحر یہ قول مخالف ہے قہستانی کے سو خبردار رہنا ہم حلبی نے کہا قہستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ جب بلاد
صلح سے قابو میں آوے اسکے کل معابد منہدم کیے جاینگے جمیع روایات میں ویمیز الذمی عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وہیئتہ ومرکبہ وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز
اور جدا کیا جاوے ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس اور ہیئت میں اور اپنی سواری اور زین اور ہتھیار میں شارح نے کہا زی بالکسر عبارت ہے لباس اور ہیئت سے
اور نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ زی بالفتح والتشدید ہے کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام لمحاربۃ وذب عنا ذخیرۃ ویباح بغل کحمار تاتارخانیۃ
تو ذمی سوار نہو گھوڑے پر مگر اسوقت جبکہ امام انسے مدد چاہے لڑائی کیواسطے اور واسطے ہٹانے کفار کے مسلمین سے کذا فی الذخیرہ اور جائز ہے ذمی کو سوار ہونا خچر کا مانند گدھے
کے کذا فی التاتارخانیہ وفی الفتح ہذا عند المتقدمین واختیار المتاخرین انہ لا یرکب اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکب اصلا ولا یلبس العمائم
وان رکب الحمار لضرورۃ نزل فی المجامع اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ یعنی خچر اور گدھے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین نے یہ قول
اختیار کیا ہے کہ ذمی ہرگز سوار ہی نہو مگر بسبب ضرورت کے یعنے سفر یا مرض میں اشباہ میں ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ اصلا سوار نہ ہو اور نہ پگڑیاں باندھیں اور اگر

ذمی سوار ہو گئے ہے پر بسبب ضرورت کے تو جامع مسلمین سے اپنے اتر پڑے ویرکب سرجا کالاکف کالبرذعۃ فی مقدمہ شبہ الرمانۃ اور سوار ہو ایسے زینون پر جو پالان کے
مانند مین پشم آگنہ جنکے آگے لکڑی ہو مثل انار کے کہ محل کو بھی فی استعانتنا امام ہو یا ضرورت تو اسپ جوازا ہو اور عدم جواز کو بیان اختلاف ہو طحطاوی نے کہا کالبرذعۃ
بحذف حرف تفسیر ہو مگر شارح کو مناسب تھا کہ کالبرذع کہتا اسواسطے کہ جمع کی تفسیر ہو ولا یعمل بسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھکر اسواسطے کہ ہتھیار کے
استعمال مین عزت ہو کذا فی القہستانی ویظہر الکستیج فارسی معرب لزنار من صوف او شعر اور ذمی نمودار رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی ہو معرب یعنی
زنار صوف یا بال کا ابو یوسف سے منقول ہو کہ وہ تاگا ہو موٹا انگلی کے برابر جسکو ذمی اپنے سب کپڑون کے اوپر باندھتے ہین کذا فی المنح عن المغرب
ویجب تمییزہم بکل العلامات خلافا للاشباہ والصحیح ان فتحنا عنوۃ فلنا ذلک والا فعلی الشرط تاتارخانیہ اور کیا لازم ہو تمییز ذمیون کی جمیع علامات سے بخلاف ا
کذا فی الاشباہ اور قول صحیح یہ ہو کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہو تو ہمکو یہ جائز ہو اور اگر بصلح فتح ہوا ہو تو شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے کذا فی التاتارخانیہ
ثم بعضہم کہا کہ اہل ذمہ کی تمییز تین علامات سے ضرور ہو اور بعضون نے کہا نصرانی مین ایک علامت کافی ہو اور یہودی مین دو اور مجوسی مین تین اور
اسی پر بعضون کا فتوی ہو کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ ویمنع من لبس العمامۃ لو زرقاء او صفراء علی الصواب نہر ونحوہ فی البحر واعتمدہ فی الاشباہ کما قدمنا
وانما تکون طویلۃ سوداء اور منع کیا جائے پگڑی باندھنے سے اگرچہ آسمانی یا زرد رنگ ہو بنا بر قول صواب کے کذا فی النہر اور اسیطرح بحر الرائق مین ہو اور اسی قول پر
صاحب بحر نے اشباہ مین اعتماد کیا ہو چنانچہ اسکو ہمنے پہلے ذکر کیا ہو اشباہ سے اور ذمی کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہو ومن زنار الابریسم والثیاب الفاخرۃ
المختصۃ باہل العلم والشرف کصوف مربع وجوخ رفیع وابراد رقیقۃ اور منع کیا جاے ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑون سے اور اس پوشاک سے جو
اہل علم اور شرف کو مخصوص ہو جیسے صوف مربع اور جوخ رفیع اور چادرین باریک طحطاوی نے کہا صوف مربع سے شاید فرجیہ مراد ہو کہ مخصوص باہل قرآن اور
اہل علم ہو اور فرجیہ عرب کا ایک لباس ہو اور جوخ عمدہ بانات کا کشادہ آستین لباس ہو جسکو قمیص و جبہ پر پہنتے ہین ومن استکتابہ ومباشرۃ یکون بہا معظما عند المسلمین
وتمامہ فی الفتح اور منع کیا جاے ذمی لکھانے اور ایسے کام کی مباشرت سے جس سے وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹھہرے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر مین ہو
یعنی کافر کو تحریر کا کام مثل منشی گری یا متصدی کے نہ دینا چاہیے اسیطرح اسکو داروغگی یا تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا نہ چاہیے جسمین مسلمان اسکے حاجتمند ہون وفی الحاوی
وینبغی ان یلازم الصغار فیما یکون بینہ وبین المسلمین فی کل شئی وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر اور حاوی قدسی مین ہو اور سزاوار یہ ہو کہ لازم کیجاے ذمی کو
ذلت اور حقارت ان معاملات مین جو اسکے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع ہون ہر چیز کے اندر اور اسکے موجب منع کیا جاے بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے ہونے کے
مسئلہ
وقت اسکے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمہ وتکرہ مصافحتہ ولا یبدأ بالسلام الا لحاجۃ ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک اور حرام ہو تعظیم اور توقیر اسکی اور مکروہ ہو اس سے
مصافحہ کرنا اور اسکو پہلے سلام نہ کیا جاے مگر بسبب حاجت کے اور اسکے سلام کے جواب مین علیک سے زیادہ نہ کہا جاے ذمی کی خدمت کرنا اور اسکے واسطے
کھڑا ہونا تعظیم محرم مین داخل ہو ذخیرہ مین ہو کہ جب یہودی حمام مین گیا اگر خادم مسلم نے اسکی خدمت کی فلوس کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اسکا دل اسلام کیطرف مائل ہو
تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر خدمت کی اسکی تعظیم کے واسطے بلانیت مذکورہ تو مکروہ ہو اور اسیطرح اگر مسلم ذمی کیواسطے کھڑا ہو گیا بطمع اسکے اسلام لانے کے تو کچھ مضائقہ نہین
اور اگر اسکی تعظیم کیواسطے قیام کیا بلانیت مذکورہ یا اسکی مالداری کے سبب کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہو ویضیق علیہ فی المرور ویجعل علی دارہ علامۃ وتمامہ فی الاشباہ
مسائل احکام الذمی اور اسپر تنگی کرنا چاہیے چلنے پھرنے مین یعنی مسلمانون سے راہ مین دب کر چلے اور اسکے گھر پر کچھ علامت مقرر کیجاے اور اسکا پورا بیان احکام ذمی
مین اشباہ کے ہو علامت کا فائدہ یہ ہو تا سائل اسکے واسطے مغفرت کی دعا نکرے اور تضرع نکرے جیسے مسلمین تضرع کرتا ہو وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ویمنعون من
استیطان مکۃ والمدینۃ لانہما من ارض العرب قال علیہ الصلاۃ والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل للتجارۃ جاز ولا یطیل واما دخولہ المسجد الحرام فذکر
فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر عدمہ والسیر الکبیر آخر تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالی فالظاہر انہ اور فیہ ما استقر علیہ الحال انتہی

اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور کفار ذمی روکے جائیں مکہ اور مدینہ کے وطن بنانے سے اسواسطے کہ یہ دونوں شہر عرب کی زمین ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجتمع نہوں عرب کی زمین میں دو دین اور اگر ذمی وہاں سوداگری کیواسطے جاوے تو جائز ہے اور وہاں نہ بادہ قیام کرے اور مسجد الحرام میں اسکا جانا سو سیر کبیر میں تو منع مذکور ہے اور جامع صغیر میں عدم منع ثابت ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے محمد بن حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہ ہے کہ سیر کبیر میں جو حکم کہ ذکر کیا ہے وہ آخر الامر میں ثابت ہو گیا انتہی یعنی منع دخول راجح ہے و فی التاترخانیہ ویمنع نسائھم لا عبیدھم بالتبیح اور خانیہ میں ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ ذمیوں کی عورتوں میں اور انکے غلاموں میں فرق یہ ہے کہ انکی عورتوں کو گلوں میں گھنٹے کے طوق ڈالے جائیں اور انکی ازار مسلمات کی ازار سے مخالف ہوں کذا فی الاختیار والحاوی اذا اشتری دارا ای اراد شراءها فی المصر ینبغی ان تباع منه فلو اشتری یجبر علی بیعها من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثرت فسادا و ذمی نے جب ایک گھر مول لیا یعنی اسکے مول لینے کا ارادہ کیا شہر میں تو اسکے ہاتھ بیع کرنا لائق نہیں ہے سو اگر اسنے مول لیا تو اسپر جبر کیا جاوے اسکے بیچڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہیں مگر جبکہ بکثرت گھروں کو خرید کیا ہو کذا فی الدرر قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوٰۃ سئل عن مسجد لم یبق فی اطرافه بیت احد من المسلمین ومع احاطة الکفرة فکان الامام والمؤذن فقدار جل وظیفتها یذھبان الیه فیؤذنان ویصلیان ان یحل لهم الوظیفة فاجاب بقوله تلک البیوت یاخذها المسلمون بقیمتها جبرا علی الکفرة فقد ورد الامر الشریف السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لا یؤخر ھذا الحکم میں کہتا ہوں اور مفتی ابو سعود کے معروضات میں کتاب الصلوٰۃ سے وارد ہے کہ انسے سوال ہوا اس مسجد کا کہ اسکے گرد پیش کسی مسلمان کا گھر باقی نہیں رہا اور اسکو کافروں نے گھیر لیا سو امام اور مؤذن وہاں جایا کرتے ہیں اپنے مہینے یا سالانے کیواسطے سو وہاں اذان دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو انکو مہینہ یا سالانہ حلال ہے یا نہیں سو مفتی موصوف نے یہ قول جواب دیا کہ ان گھروں کو اہل اسلام قیمت دے کر زبردستی سے کافروں سے لیلیں اور البتہ امر شریف سلطانی بھی اسی باب میں وارد ہوا ہے تو حاکم اسمیں ہرگز تاخیر نکرے ہم شارح نے جواب میں سے بقدر مناسب مقام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب یہ ہے کہ امام و مؤذن مستحق وظیفہ ہیں کیونکہ کام سے قائم ہیں کذا فی الحظر وفیها من الجهاد ومعان ورد الامر الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للعبید والجواری ولو تخدم ذمی عبدا او جاریة فماذا یلزمه فاجاب یلزمه التعزیر الشدید والحبس قال فی الخانیة وغیرها ویؤمرون بما کان استحقاقا لهم وکذا تمیز دورهم عن دورنا انتهی فلیحفظ اور ابو سعود مفتی کی معروضات میں ہے کہ کتاب الجہاد سے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلاموں اور لونڈیوں کو خدمت کرنے ذمیوں کا اگر ذمی خدمت لے غلام یا لونڈی سے اسپر کیا لازم ہے تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اسپر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہے سو خانیہ وغیرہا میں یہ مضمون ہے اور ذمیوں کو وہ امر کیا جاوے جسمیں انکی ذلت ہو اور اسیطرح جدائی کیجاوے انکے گھروں کی ہمارے گھروں سے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب ذمی کا سواے استخفاف اسکے تو استخدام میں انکی تعظیم ہوتی ہے لہذا اسپر تعزیر شدید لازم آویگی ہوان تکاری اہل الذمة دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیها فی المصر جاز لعود نفعه علینا ولیروا تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات لسکناهم شرطه الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گھروں کو کرایہ لیں مسلمانوں کی آبادی کے اندر تاکہ اسمیں ہیں شہر میں تو جائز ہے بسبب عائد ہونے اسکی منفعت کے مسلمین پر کرایہ ملنے سے اور تا اہل ذمہ اہل اسلام کی حسن معاشرت کو دیکھیں تو اسلام قبول کریں بشرطیکہ کثرت سے جماعات مسلمین کے انکی سکونت سے یہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہے فان لزم ذلک من سکناهم امروا بالاعتزال عنهم والسکنی بناحیة لیس فیها مسلمون وهو محفوظ عن ابی یوسف بحر عن الذخیرة سو اگر انکے رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو انکو مسلمین سے علیحدہ ہونے کا اور ایسے کنارے میں سکونت لینے کا حکم کیا جاوے جسمیں مسلمین نہ رہتے ہوں اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہے کذا فی البحر عن الذخیرة وفی الاشباه ویمنعون من سکناهم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلة خاصة انتہی وقرره المصنف وغیره لکن رده شیخ الاسلام جوی زاده وجزم بانهم خطار فکانه فهم من الناحیة المحلة ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر بعد ما نقل عن الشافعی انهم یؤمرون ببیع دورهم فی امصار المسلمین وبالخروج عنها وبالسکنی خارجها لئلا یکون لهم محلة خاصة نقلا عن النسفی والمراد سے

بالنہج المذکور عن الامصار ان یکون لہم فی المصر محلۃ خاصۃ لیسلم دیارہم ولیس فیہا منعۃ عارضۃ لمنعۃ المسلمین فاما سکناہم بینہم وہم مقہورون فلا کذا
فی الفتاوی الاسکوبی ملخصا اور اشباہ مین ہی اور اختلاف واقع ہی ذمیون کی سکونت مین اہل اسلام کے اندر شہرون مین اور جواز سکونت محلہ خاص مین قول
معتمد ہی انتہی اور اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام جوی زادہ نے اسکو رد کیا ہی اور اسپر یقین کیا ہی کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہی سو گویا
وہ ناحیہ سے محلہ سمجھا ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح مین یہ نقل کرنے امام شافعی سے اس قول کو کہ ذمیون کو نہ
گھسنے دیجیے کہ اہل اسلام کے شہرون مین اور وہان سے نکل جانیکا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے تا انکے واسطے ایک محلہ خاص ہو منقول سے تمرتاشی نے
نقل کرکے تصریح کی ہی کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے یہ ہی کہ انکے واسطے شہر مین ایک محلہ مخصوص ہو جسمین وہ سکونت کرین اور حالانکہ انکے واسطے وہان
جماعت باشوکت و عزت ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی اسمین اور حالانکہ وہ تھوڑے اور ذلیل ہون اسطرح منع نہین کذا فی فتاوی الاسکوبی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہی کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام مین کمزور ہو کر رہین تو منع نہین اگرچہ خاص محلہ مین ہی لیکن اگر باجماعت اور قوت ہون جیسا کہ
تمرتاشی نے ذکر کیا یا انکی سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح کی ہی تو منع کیے جائینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے
جواز کو معتمد کہا ہی تو اسپر محمول ہی کہ جب انکو قوت اور شوکت نہ ہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہوا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحاوی وینتقض عہدہم بالغلبۃ علی
موضع للحراب او باللحاق بدار الحرب اذ فی الفتح او بالامتناع من قبول الجزیۃ او بجعل نفسہ طلیعۃ للمشرکین بان یبعث لیطلع علی اخبار العدو فلیعلم بعثہ
لذا کلام ینتقض عہدہم وعلیہ یحمل کلام المحیط اور ذمیون کا عہد ٹوٹ جائیگا انکے غالب ہونے سے ایک مکان پر لڑائی کیواسطے یا دار الحرب مین جا کر ملنے سے
فتح القدیر مین اتنا زیادہ کہا ہی یا عہد شکنی ہوگی جزیہ نہ قبول کرنے سے یا آپ کو مشرکین کا جاسوس بنانے سے اسطرح پر کہ کافر حربی دار الحرب مین بھیجا ہے تا مسلمانون کی ہو کر
تا اخبار دشمن پر مطلع ہو سو اگر اہل حرب اسکو اسکے واسطے نہ بھیجین تو انکا عہد نہ ٹوٹیگا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہی ہم محیط مین ہی کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب
مسلمین کی خبر پہنچاوے تو نقض عہد نہین صاحب بحر نے رفع اختلاف کیواسطے تاویل کی کہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ اہل حرب نے اسکو جاسوسی کیواسطے نہ بھیجا ہو اور جیسا کہ
اور حموی و شارح نے بھی اس تاویل کو پسند کیا کذا فی الطحطاوی وصار الذمی فی ہذہ الاربع الصور کالمرتد فی کل احکامہ الا انہ لو اسر یسترق والمرتد یقتل ولا یجبر علی قبول
الذمۃ والمرتد یجبر علی قبول الاسلام اور ہو گیا ذمی ان چارون صورتون مین مرتد کے مانند اسکے کل احکام مین مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جائیگا اور
مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کیواسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا لا ینقض عہدہ بقولہ نقضت العہد یعنی بخلاف الامان
للحربی فانہ ینتقض بالقول بحر نہ ٹوٹیگا اسکا عہد اسکے یون کہنے سے کہ مین نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کے امان کے کہ وہ ٹوٹ جائیگی قول ہی کہنے سے کذا فی البحر
ولا بالاباء عن اداء الجزیۃ بل عن قبولہا کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتلہ بالاباء عن الاداء قال وہو قول الثلثۃ لکن ضعفہ فی البحر اور ذمی کا عہد نہین ٹوٹتا
اداے جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہی قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر سے مذکور ہو چکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار ادا جزیہ سے
نقل کیا ہی کہا اور یہی قول ہی تینون اماموں کا لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہی بحر الرائق مین اسلیے کہ درایتا و روایتا کے مخالف ہی ولا بالزنا بمسلمۃ وقتل مسلم
وفتن مسلم عن دینہ وقطع الطریق اور عہد ذمی کا نہین ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اسکے دین سے بہکا دینے سے
اور قطاع الطریق سے ہم اسواسطے کہ زنا سے اسپر حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہی کہ اسکی اولاد صغار رقیق
نہوگی اور اسکا مال غنیمت نہوگا وسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ کفر والمقارن لا یمنعہ فالطاری لا یرفعہ فلو من مسلم قتل کما سیجی اور نہین ٹوٹتا عہد ذمی کا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشنام اور بدگوئی سے اسواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہی عہد کے مانع عہد کا نہین تو جو کفر کہ طاری ہوا بسبب دشنام کے
وہ عہد کا رافع نہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق مین آویگا ہم شیخ شاہین نے ذخیرہ سے

تفصیل اسمین نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نہ تھے یا اُنھون نے یہودیون کو ناحق قتل کیا یا حضرت کیطرف نسبت کذب کی
تو بعضے علما کے نزدیک اسکا عہد نہین ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح پر کہ آنحضرت کیطرف زنا کی نسبت کی یا آپکے نسب مین طعنہ کیا تو عہد
ٹوٹیگا انتہی اور یہ محمول ہے عدم اعلان پر کذا فی الطحطاوی وفیہ ویؤدب الذمی ویعاقب علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاوی وغیرہ
قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل انتہی وتبعہ ابن الہمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی اور ذمی کو تعزیر دیا جاویگا اور مارا جاویگا دین اسلام یا قرآن
یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہ ہے کہ وہ قتل کیا جاے اور تابع ہوا ہے
عینی کا ابن ہمام صاحب فتح القدیر مین کہتا ہون اور اسیکا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہے امام شافعی کا م بحر الرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے
یہان بحث مخالف اہل مذہب کے کی ہے عینی کا تابع ہو کر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہے کہ ابن ہمام کے ابحاث مخالفہ پر عمل نکرنا چاہیے ہان یہ البتہ ہے کہ مومن کا دل مسئلہ سب مین
قول مخالف کیطرف مائل ہوتا ہے لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہے ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتلہ اذا
ظہر انہ معتادہ وبہ افتی پھر مین نے مفتی ابو سعود کے معروضات مین دیکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہے ہمارے ان علما کے اقوال پر عمل کرنے کا جو قائل ہین
ذمی کے قتل کرنے کے جبکہ ظاہر ہو جاے کہ بدگوئی اُسکی عادت ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ممدوح نے ثم الطحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی
علی الاعلان بدگوئی کرے یا اُسکی یہی عادت ہو تو اُسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو ثم افتی بقتل الیہودی القائل للبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد زنی بانہ
یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انتہی پھر مفتی ابو سعود نے بکر یہودی کے بشر نصرانی سے یون کہنے مین کہ معاذ اللہ تمھارا نبی عیسی ولد الزنا ہے فتوی
دیا کہ وہ قتل کیا جاے بسبب اسکے گالی دینے کے حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے قلت ویؤیدہ ان ابن کمال باشا فی
احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلاثین یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ ما نصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ
حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمرو بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا فمدحہ
صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہ مؤید ہے کہ ابن کمال پاشا نے اپنی چہل حدیث مین چونتیسوین
اُس حدیث کے اندر یعنی یا عائشہ لا تکونی فاحشۃ مین جو اس طرح تصریح کی ہے اور حق یہ ہے کہ کافر ذمی قتل کیا جاویگا ہمارے نزدیک جبکہ آن حضرت
علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہے اس مسئلہ کی ذخیرہ کی کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہے اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے
عورت کے جبکہ وہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال کیا ہے اس روایت سے کہ عمرو بن عدی نے جبکہ سنا عصماء بنت
مروان سے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیتی ہے تو اُسکو قتل کر ڈالا رات مین تب رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکے قاتل کی مدح کی انتہی ما فی الذخیرۃ
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم خلاصہ یہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جبکہ اُسکو بدگوئی کی عادت ہو گئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کما فی الذخیرۃ
تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہے تو ان دونون قولون مین تعارض باقی نرہا واللہ تعالی اعلم ویؤخذ من مال بالغ تغلبی وتغلبیۃ لا من
طفلہم الا الخراج ضعف زکوتنا باحکامہا مما تجب فیہ الزکوۃ المعہودۃ بیننا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جائیگا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ اُنکے
اطفال سے سواے خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا جائیگا باحکام مفصلہ زکوۃ اُس مال سے جسمین زکوۃ مقرر ہے بین المسلمین اسواسطے کہ صلح اُس قوم سے
اسیطرح پر واقع ہوئی ہے ثم تغلبی بکسر لام منسوب ہے تغلب بن وائل بن ربیعہ کیطرف وہ عرب کی ایک قوم ہے جو جاہلیت مین نصرانی ہو گئی تھی اور روم کے متصل سکونت اختیار
کی تھی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اُنسے جزیہ طلب کیا اُنھون نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھکر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہین ہمسے بھی زکوۃ لیجیے
جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو فاروق اعظم نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہین لیتے تو بعضے لوگ اُس قوم کے روم کو بھاگ گئے سوفعان بن درعہ نے کہا یا امیر المؤمنین

یہ لوگ بڑے لڑنے والے ہیں اور عرب ہیں جزیہ دینے سے ننگ و عار کرتے ہیں سو تنگی کیجیے اور اُن سے جزیہ بنام زکوٰۃ لیجیے سو فاروق اعظم نے اُنکو بلایا اور زکوٰۃ کا دونا اُن پر مقرر
کیا پھر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا اُنکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دو چند زکوٰۃ پر ہوئی لہذا اُنکے اطفال اور مجانین اور معتوہین پر کچھ لازم
نہیں کیونکہ زکوٰۃ ان پر واجب نہیں کذا فی الدر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہے اسواسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہے عبادت نہیں کذا فی البحر اور جب اُن پر
دو چند زکوٰۃ یا اُنکا مال لازم ہوئی تو چالیس بکریوں میں سے دو بکریاں اور ایک سو بیس بکریوں سے چار بکریاں وعلی ہذا القیاس اونٹ سے کذا فی الفتح ویؤخذ
من مولی التغلبی الجزیۃ والخراج کمولی القرشی وحدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اُسکے مولی سے یعنے تغلبی کے آزاد غلام
سے جزیہ اور خراج جیسا قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہ جو حدیث ہے کہ آزاد غلام قوم کا اسی قوم میں داخل ہے
سو یہ مخصوص بحرمت صدقہ ہے یعنے جس قوم کو صدقہ لینا درست نہیں تو اُسکے آزاد غلام کو بھی لینا جائز نہیں ومصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وہدیتہم
للامام وانما یقبلہا اذا وقع عندہ انہم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوہرہ وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منہم ظہیریہ مصالحنا خبر مصرف
اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا اور اس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطور تحفہ دیا ہو اور اس مال کا جو کفار سے بدون لڑائی کے لیا گیا اہل اسلام
کے مصالح میں سلطان کفار کا تحفہ اُس وقت قبول کرے جبکہ اُنکے نزدیک ثابت ہو جاوے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہے نہ دنیا کی تحصیل کیواسطے کذا فی الجوہرہ
اور مال بلا حرب میں اُس ذمی کا ترکہ داخل ہے جسکا کوئی وارث نہیں کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریہ شارح نے کہا مصالحنا
خبر ہے مصرف کی ہم مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنے جسکی منفعت اسلام کیطرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جو مال کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال کی
دار الحرب میں لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب میں داخل ہے کذا فی البحر کسد ثغورنا وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین
تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے جیسے دار الاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا اور پل اور گڈھی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر
کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف میں داخل ہو گئے کذا فی الفتح ہم سد بالفتح والضم مضبوط کرنا وثغور بالفتح وسکون غین معجمہ
عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہ ہے کہ اُن لوگوں پر صرف کرنا چاہیے کہ جو اس محل خوف کی محافظت کرتے ہیں جو فاصل ہے دار الاسلام اور
دار الحرب کے درمیان ہیں اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہیں اور ظاہرا علما سے مراد وہ ہیں جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہیں تو صرف اور نحو وغیرہا کو بھی
شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال میں اغنیا کا بھی حصہ ہے یا نہیں کہا نہیں مگر جبکہ عالم
یا قاضی ہو اور فقہا کا اسمیں حصہ نہیں مگر اُس فقیہ کا حصہ ہے جو لوگوں کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہو والقضاۃ والعمال کالکتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل
اور بقدر کفایت قاضیوں اور عاملوں کو جیسے قاضیوں کے کاتب اور قسمت کے گواہ یعنی قسمت بین الورثہ اور شہر کا کے گواہ اور سواحل دریا کے نگہبان یعنے عشر لینے والے
کذا فی الطحطاوی ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری کل من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر لم ارہ اور جیسے روزی
مقاتلین مجاہدین کی اور اُنکی ذریت کی یعنے محافظین حدود اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین سب مذکورین کی ذریت کی کذا فی الشرح مسکین اور
اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق میں یوں کہکر اور کیا اُنکی ذریت کو روزی دی جائیگی اُنکے باپوں کے مرجانے کے بعد حالت طفلی میں میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں
نہیں دیکھا ہم طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالے سے نقل کیا کہ ابو یوسف نے کہا کتاب الخراج میں کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہے اور اُسکے واسطے
اُسکا استحقاق بیت المال میں مفروض ہو گیا تو اُسکی ذریت کیواسطے بھی مفروض ہوگا اسکی تبعیت سے اور اسکی موت سے ساقط نہوگا صاحب حاوی نے
کہا فتوی اسپر ہے کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہے اُسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو اُنکی اولاد کیواسطے مفروض
ہوا وہ اُنکی موت سے ساقط نہیں ہوتا والی ہنا تمت مصارف بیت المال الثلثۃ وہذا مصرف جزیۃ وخراج مصرف زکوٰۃ وعشر مر فی الزکوٰۃ

ومصرف جسم رکاز مر فی السیر لیقی رابع وہو لقطۃ وترکۃ بلا وارث ودیۃ مقتول بلا ولی مصرفہا اللقیط الفقیر والفقیر بلا ولی اور یہان تک تمام ہو چکی تین قسم بیت المال
کے مصارف سو یہ مصرف جزیہ اور خراج کا ہوا اور زکوۃ اور عشر کا مصرف کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا اور مصرف خمس اور رکاز کا گذر گیا کتاب السیر مین
یعنے کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت مین مذکور ہو چکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنے افتادہ مال اور متروکہ بلا وارث اور خونبہا اُس مقتول کا جسکا کوئی
ولی نہین او مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہین یعنے اُنکے نفقات اور اُنکے معالجات اور اُنکے موالی کی تکفین اور اُنکے جنایات کی
دیت مین صرف کیا جاویگا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ اور بادشاہ پر لازم ہے کہ ہر قسم کا ایک ایک گھر بناوے کہ وہ گھر
اُسی مال کے واسطے مخصوص رہے یعنے ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا چوتھا لقطات اور لاوارث
ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ جدا خزانہ کرنے کا یہ ہے کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم مین مخلوط نہ ہو جاوے اس واسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہے کذا فی البحر وله
ان یستقرض من احدہا لیصرفہ للآخر اور جائز ہے بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تا اُسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے مصرف مین پھر
جب اُس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تھا اُسمین پھیر دے مگر جبکہ مال مصروف از قسم صدقات اور خمس کے ہو اور اہل خراج پر صرف کیا ہو اور اگر
وہ محتاج ہین تو پھیر دینا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ فقراء اہل خراج مستحق صدقات ہین اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر الحاجۃ والفقہ والفضل
فان قصر کان اللہ علیہ حسیبا اور دیوے بقدر حاجت اور بقدر فقہ اور فضیلت کے سو اگر اسمین بادشاہ قصور کریگا تو حق تعالی اُس سے حساب کا لینے والا ہے
کذا فی شرح الزیلعی ھم قنیہ مین ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق اُنکو بقدر حاجت اور بقدر فقہ اور فضیلت کے عطا
فرماتے تھے اور عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے مین حسن ہے کذا فی المحیط وعن الحموی وفی الحاوی المراد بالحافظ فی حدیث لحافظ القرآن مائتا
دینار ہو المفتی الیوم اور حاوی قدسی مین ہے کہ حافظ سے مراد اس حدیث مین کہ حافظ قرآن کیواسطے دوسو دینار ہین مفتی ہے اس زمانے مین اسواسطے کہ صحابہ کرام کے زمانے مین
حافظ قرآن جو ہوتا تھا وہ احکام کا بھی عالم ہوتا تھا بخلاف اس وقت کے کذا فی المحیط ویخشی لذمی فی بیت المال لان یہلک لضعفہ فیعطیہ یا بید جو عتہ او کچھ
سنین فی حقہ بیت المال مین مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اُتنا اسکو بیت المال سے دے جس سے بکیارہ کر سکے وتبع ہو مسئلہ من مات فی نصف
الحول حرم من العطاء لانہ صلۃ فلا تملک الا بالقبض اور جو شخص مصارف بیت المال سے تھا ذکر ہو چکا نصف سال مین مر گیا محروم رہا عطا سے اسواسطے کہ عطا صلہ
یعنے عطیہ اور احسان ہے تو وہ مالک نہین ہوتا ہے بدون قبضہ کے ھم حموی کی شرح مین ہے کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہین مگر فقہانے دونون مین فرق کیا ہے سو جو اہل لشکر کو
بطور مشاہرہ دیا جاتا ہے اسکو رزق کہتے ہین اور جو بطریق سالانہ یا ششماہی دیا جاتا ہے اسکو عطا کہتے ہین اور فتح القدیر مین ہے کہ عطا وہ ہے کہ جو مستحقین بیت المال کے نام دفتر مین
لکھا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے عہد مین ایک جگہ کیا ہے اور عطا سالانہ واہل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس وعلماء شریعۃ اور اہل عطا یعنے سالانہ دار ہمارے زمانے مین
قاضی و مفتی اور مدرس ہین کذا فی شرح الملتقی اور بحر الرائق کی عبارت یہ ہے مثل القاضی والمفتی والمدرس ہے اور یہی بہتر ہے کہ مقاتلین وغیرہم کو بھی شامل ہو والمرابطین فی آخرہ
او بعد تمامہ کما صححہ اخی زادہ فیجب الصرف الی قریبہ لانہ فی بعضہ فیندب الوفاء لہ اور اگر اہل عطا مر گیا آخر سال مین یا بعد تمام ہونے سال کے جیسا کہ اخی زادہ نے اُسکی
تصحیح کی ہے تو مستحب ہے عطا کا صرف کرنا اُسکے قریب کیطرف اسواسطے کہ اُسنے اپنی محنت کی شئی کو پورا کر دیا تو عطا کا بھی پورا کر دینا اُسکے واسطے مستحب ہے یعنے میت کے
وارثون کو دے کرم استحباب صرف علامہ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہے اور سکوت ہے وجوب صرف کو اختیار کیا ہے محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اسکی مقتضی ہے کہ اُسکے
وارثون کو دینا واجب ہے اسواسطے کہ حق ثابت ہو گیا سال کے اندر اتمام عمل سے چنانچہ سہم غنائم کی مورث نے ثابت ہو بعد احراز دار الاسلام وبیت کہ جبکہ حق مورث
مین اگرچہ اُسکی ملک ثابت نہین کذا فی الشہادی و من تعجلہ ثم مات او عزل قبل الحول قیل یجب رد الباقی و قیل لا کالنفقۃ المعجلۃ زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لے کر مرگیا
یا معزول ہو عمل سے سال سے پہلے بعضون نے کہا جسقدر سال گذرچکا باقی رہا اُتنا حساب سے پھیر دے اور بعضون نے کہا پھیر دینا واجب نہین نفقہ معجلہ کے مانند بعضون کے

کچھ شک نہیں اور قبل اقرار کے در صورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنی نیت میں اقرار ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت میں شرط کرنا عقد اُسکا مقتضی کفر ہے
واللہ تعالیٰ اعلم قال المصنف فی الفتح من ہزل بلفظ الکفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فہو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر میں ہے کہ جسنے مسخراپن اور
خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہو وہ مرتد ہوگیا بسبب خفیف جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہے اور فتاوی خیریہ میں بحر الرائق سے منقول ہے
کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے وہ کافر ہے سب کے نزدیک اور کسیکے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہیں اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اُسکا تکلم کیا وہ سب کے
نزدیک کافر نہیں اور جسنے معلوم کر کے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہے اور جو کلمہ کفر کا خوشی سے بولا لیکن اُسکا کفر ہونے سے جاہل ہے تو اسمیں اختلاف ہے والکفر
لغۃ الستر وشرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت میں بمعنی اخفا کے ہے اور شرع میں عبارت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
تکذیب سے کسی چیز میں جسکو آپ لائے مجملہ دین کے بالیقین بلا تردد یعنے ضروریات دین میں سے ایک چیز کا بھی انکار کرنا کفر ہے مثلاً جو فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو
یا ظہر کی مثلاً چار رکعت فرض کو نمانے وہ کافر ہے والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل فردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیء منہا الا فیما اتفق المشائخ
علیہ کما سیجیء قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منہا اور کلمات کفر کے فتاووں میں مشہور ہیں بلکہ اُنکی جداگانہ تالیف ہوئی ہے رسائل ہیں باوجود
اُسکے کہ کفر کا فتوی دیا نہیں جاتا بسبب کسی چیز کے اُنمیں سے مگر اسمیں جسپر فقہا کا اتفاق ہو چنانچہ آویگا بحر الرائق میں کہا کہ میں نے اپنی ذات پر لازم
کر لیا ہے کہ ہرگز فتوی نہ دونگا کسی چیز پر اُنمیں سے یعنے جسمیں فقہا کا اختلاف ہے اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہے وفیہا نقلہ بعضہ موجبات
کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہے تا اہل اسلام اُس سے کنارہ کریں جو شخص کہے کہ میں صفت اسلام کی نہیں جانتا وہ کافر ہو گیا کما
صوم اور صلوۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہیں اور اُسکی اولاد ولد الزنا ہے جو شخص حق تعالیٰ کو بصفات ناقص موصوف کرے یا اُسکے کسی نام مقدس یا
کسی حکم سے مسخراپن کرے یا اُسکے وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اُسکا کوئی شریک یا فرزند یا بیوی ٹھہرا دے یا اُس علیم اور قدیر کیطرف جہل یا عجز یا نقصان کی
نسبت کرے وہ کافر ہو جو کہے کہ اگر خدا مجھکو اس کام کا امر کرے تو میں نہ کروں وہ کافر ہے جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نکرے وہ کافر ہے جو
خضر اور ذوالکفل کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہیں بسبب اختلاف کے انکی نبوت میں جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اُسکا ایمان نلاونگا وہ
کافر ہو رافضی جو شیخین کو بد کہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہے اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق پر فضیلت دے تو کافر نہیں مبتدع ہے قذف عائشہ صدیقہ کا کفر ہے
اور ازواج طاہرات کو کہ انکا قذف کافر نہیں لیکن مستحق لعنت ہے خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہے رافضیوں کا یہ قول کہ دنیا میں اموات رجعت کرینگے
یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑ کر محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی پہونچائی یہ صاف کفر ہے یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور مرتد ہیں
داخل ہیں حدیث متواتر کا منکر کافر ہے اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہیں اور اسیطرح خبر واحد کا منکر کافر نہیں بلکہ گنہگار ہے بسبب ترک قبول کے
استخفاف ملائکہ کا اور انکو عیب لگانا کفر ہے جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن میں سے کسی آیت کا منکر ہو یا مسخراپن اور بے ادبی کسی آیت سے
حقارت کریا ۱۲
کرے وہ کافر ہے جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہے ایک شخص نے کہا دوسرے کو نماز پڑھ اسنے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اٹھاوے یا بولا کہ ہمارے
واسطے لوگ نماز پڑھتے ہیں یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کے کیا کیا یا یوں بولا کہ نماز پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے یہ سب کفر ہے جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ میں نے
بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہے جو شخص کہے کہ نماز مجھکو منظور نہیں یا ملال مجھکو منظور اور مقبول نہیں یا نماز کو اونچے طاق پر رکھ دیا
وہ کافر ہو جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اسپر خوف ہے کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہ جو علم سیکھتے ہیں یہ داستان سیکھتے ہیں یا در باد ہوائی کہتے ہیں یا یوں
کہا کہ یہ تزویر ہے سو وہ کافر ہوا اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہیں یا یوں بولا کہ یہ بات کس کام آتی ہے
درم چاہیے کہ موجب حشمت اور عزت ہے علم کسکے کام آتا ہے سو یہ قول کفر ہے جو شخص اونچے مکان پر بیٹھے بطور وعظ کہے اور اُسکے سامنے جو لوگ ہوں اور اُس سے

مسائل پوچھتے ہوں اور اُس سے ہنسی کرتے ہوں اور اُنکو تکیوں سے مارتے ہوں تو سب کافر ہونگے شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنے سے اور اگر خصم کسکا
فتوی لکھا لاوے اور وہ فتوی کو زمین پر ڈالدے تو وہ کافر ہے جو شخص حرام کو حلال اعتقاد کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہو لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد
حرمت حرام کو حلال کہے تو اُسکا مال کب جائے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہیں اور اصل یہ ہے کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہے چنانچہ غیر کا
مال تو وہ کافر نہیں اور اگر حرام لعینہ ہے سو اگر اسکی دلیل قطعی ہے تو وہ کافر ہوا ورنہیں تو نہیں مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اُسنے جواب دیا کہ میں نے
کیا کیا ہے کہ توبہ کروں وہ کافر ہے جو شخص پیالہ خمر کے پینے کیوقت یا زنا کرنے کیوقت یا قمار کھیلنے کے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہے اذکار اور اذان سے مسخراپن اور بیادبی
کرنا کفر ہے جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط اور نامہ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہوا اور اگر بعینہ ایک شخص کے بعث کا منکر ہو وہ
کافر نہیں ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ نکر کہ دوسرا جہان بھی ہے اُسنے کہا کہ اُس جہان کو کون جانتا ہے وہ کافر ہے جو کسی شخص کو کلمہ کفر سکھاتا ہے وہ کافر ہوا اگرچہ بطریق
لہو لعب کے سکھاوے اور اسیطرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تا وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاوے یہ بھی کفر ہے جو شخص مجوسیوں کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہے
بقول صحیح مگر بضرورت دفع گرما اور سرما کافر نہیں اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوتا ہے مگر جبکہ جنگ میں بطور خدع کے یا جاسوسی کیلئے باندھے تو کفر نہیں جو کوئی مشرکین
کی عید میں بطریق تعظیم جاوے تو کافر ہوتا ہے مترجم کہتا ہے عیاد مشرکین یعنی کفار کے میلے چنانچہ ہولی دیوالی بسنت نوروز وغیر ذالک کافر ہوتا ہے آدمی جو مجوسیوں کے
نوروز میں جانے سے کیونکہ انکے افعال کی موافقت کے سبب سے اُسدن میں اور اُس چیز کے خرید کرنے سے نوروز میں جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز کے
واسطے وہ واسطے کھانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہے اُسدن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہے تحسین امر کفار سے لا اتفاق
تو اگر کسیکو کھانے کیوقت کلام نکرنا یا حالت حیض میں عورت کو پاس رکھنا بہتر فعل ہے مجوسیوں کا تو وہ کافر ہے شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے
سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہوا اور بعضوں نے کہا کہ کافر نہیں خطیبوں کا القاب سلاطین میں یوں کہنا عادل اعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ
مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہیں اسواسطے کہ بعضے الفاظ کفر ہیں اور بعض معصیت اور کذب ہیں اور شہنشاہ خصائص اسماء الہیہ سے ہے با وصف عظم ہر عورت
مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کیوقت جو بھوانی کو پوجتی ہیں اور اُس سے شفا چاہتی ہیں کافر ہو جاتی ہیں نکاح اُنکا ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اُنکے شوہر بھی اس فعل سے
راضی ہوں تو وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں جو شخص کہے کہ اس زمانے میں بدون خیانت اور دروغگوئی کے بسر گذارا نہیں ہوتا یا یوں کہے کہ جبتک خرید فروخت میں جھوٹ
نہ بولیگا روٹی کھانے کو نہ پاویگا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہے جسنے کافر ہونے کا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ فی الحال کافر ہو گیا جسنے اپنی زبان سے کلمہ کفر بخوشی
کہا بغیر جبر کے اور اُسکا دل ایمان پر ہے وہ کافر ہوا خدا کے نزدیک مومن نہیں جس قول یا فعل کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہو تو اُسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا
امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر ازراہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی حاجت نہیں ہکذا فی العالمگیریۃ واللہ تعالیٰ اعلم

وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل وسکران ومکرہ علیہا واما البلوغ والذکورۃ فلیستا بشرط بدائع اور
صحت ارتداد کی شرطیں عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہے تو صحیح نہیں مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسواسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی
ہوئی ہو مرتد ہونے کیواسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہیں کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ اور اشباہ میں ہے کہ صحیح نہیں مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جاویگا اور اسکا
قصور معاف نہوگا ہم بحر الرائق میں قید لگائی ہے کہ اُسکا سکر حرام چیز سے ہوا اور اُسنے اپنی خوشی بلا جبر اُسکو استعمال کیا ہو والا وہ مجنون کے مانند ہے من ارتد
عرض الحاکم علیہ الاسلام استحبابا علی المذہب لبلوغہ الدعوۃ جو شخص مرتد ہو جاوے حاکم اُسپر اسلام عرض کرے یعنے اُس سے اسلام قبول کراوے بطریق استحباب کے
بنا بر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اُسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنے جسکو دعوت پہونچ گئی اُسپر عرض اسلام واجب نہیں تکشف شبہتہ بیان لثمرۃ العرض ورشاد

دور کیا جاوے یہ بیان ہو ثمرہ عرض کا یعنے عرض اسلام کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اسکو کوئی شبہ پڑ گیا ہو تو رفع کیا جاے ویحبس وجوبا وقیل ندبا ثلثة ایام یعرض علیہ الاسلام
فی کل یوم منہا خانیة اور مرتد قید کیا جاے بنا بر وجوب کے تین دن اور قول ضعیف میں جس بنا بر استحباب کے ہی تینوں دنوں میں ہر روز اسپر اسلام عرض کیا جاے کذا فی الخانیة
ان استمہل ای طلب المہلة والا قتلہ من ساعتہ الا اذا رجی اسلامہ بدائع حبس تین دن کا اسوقت ہی جبکہ مرتد مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الفور
حاکم اسکو قتل کر ڈالے یعنے بعد عرض اسلام اور کشف شبہ کے مگر اسوقت قتل میں جلدی نہ کرے جبکہ اسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد
ثانیا لکنہ یضرب وفی الثالثة یحبس ایضا حتی یظہر علیہ التوبة فان عاد فکذلک تاتارخانیة قلت لکن نقل فی الزواہر عن آخر حدود الخانیة معزیا للبلخی
ما یفید قتلہ بلا توبة فتنبہ اور اسیطرح مہلت دیجائیگی اگر دوسری بار مرتد ہوگا لیکن مارا جائیگا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسرے بار کے ارتداد میں پھر اسکے
ساتھ حبس بھی کیا جائیگا یہانتک کہ اسپر آثار توبہ کے ظاہر ہوں پھر اگر چوتھے بار ارتداد کیطرف عود کریگا تو یہی حکم ہے یعنے بعد توبہ اور ضرب کے
تا ظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح عن التاتارخانیة شارح کہتا ہے لیکن زواہر میں آخر حدود خانیہ سے ابو عبد اللہ بلخی کیطرف نسبت کیکر یہ منقول
نقل کیا ہے جو مفید ہے مرتد بار بار کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا ہم فتح القدیر میں تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایة قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر
ٹھہرایا ہے اور جناس ناطفی اور مختصر سرخسی میں مذکور ہے کہ چوتھے بار کے ارتداد میں امام اسکو مہلت نہ دے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے والا اسکو قتل
کرے کذا فی حاشیة الطحطاوی فان اسلم فبہا والا قتل لحدیث من بدل دینہ فاقتلوہ سو بعد مہلت کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہے والا امام
اسکو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے کہ جو اپنے دین کو یعنے اسلام بدل ڈالے تو اسکو قتل کرو رواہ احمد والبخاری کذا فی المنح واسلامہ ان یتبرأ عن الادیان
سوی الاسلام او عن ما انتقل الیہ بعد نطقہ بالشہادتین وتمامہ فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہے کہ بیزار ہوجاے سب دینوں سے سواے اسلام کے یا اس دین سے
بیزار ہو جسکی طرف اسنے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم بحر الرائق میں کہا کہ مرتد کے اسلام میں بعد شہادتین سواے
اسلام کے دینوں سے بیزاری یا دار الاسلام میں شرط ہے اور اگر دار الحرب میں مسلمان مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ میں اسلام میں داخل ہوا
یا دین محمدی میں آیا تو یہ دلیل ہے اسکے اسلام کی ولوالجیة ولو اتی بہما علی وجہ العادة لم ینفعہ ما لم یتبرأ بزازیة اور اگر مرتد کلمہ شہادت کو بطریق عادت کے تو
اسکو نافع نہیں جبتک سواے اسلام کے اور دینوں سے تبرا نکرے کذا فی البزازیة وکرہ تنزیہا لما مر قتلہ قبل العرض بلا ضمان لان الکفر مبیح للدم
اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہے اسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنے والا ہے اسکے خون کا ہم دلیل گذشتہ یہ ہے کہ
عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہے اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی فتح القدیر میں کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہیں لیکن تعزیر ہے اور اسپر
قائل مخصوصیة باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسة من ینکر الصانع کالدہریة ومن ینکر الوحدانیة کالثنویة ومن یقر بہا لکن ینکر بعثة الرسل کالفلاسفة
ومن ینکر الکل کالوثنیة ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالة المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کالعیسویة فیکتفی من الاولین بقول لا الہ الا اللہ وفی الثالث
بقولہ محمد رسول اللہ وفی الرابع باحدہما وفی الخامس بہما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع وآخر کراہیة الدرر اور مصنف نے
اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ کافر پانچ قسم پر ہیں بعضے خالق کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہیں چنانچہ مجوسی کہ
وہ دو خالقوں کے قائل ہیں یعنی یزدان اور اہرمن کے اور بعضے کافر خالق اور اسکی وحدانیت کے مقر ہیں لیکن رسالت انبیا کے منکر ہیں جیسے حکماء فلاسفہ
اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سب کے منکر ہیں چنانچہ بت پرست اور بعضے سب کا اقرار کرتے ہیں لیکن عموم رسالت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے
منکر ہیں چنانچہ فرقہ عیسویہ تو کافی ہے اول دو یعنی دہریہ اور مجوسیوں کو لا الہ الا اللہ کے کہنے پر اور ثالث یعنی حکماء فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنے
بت پرستوں سے دونوں میں ایک یعنی کلمہ توحید یا اقرار رسالت پر اور خامس یعنے عیسویہ دونوں قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھ تبرا کرنے کے ہر دین سے جو مخالف ہے دین اسلام کے

كذا في البدائع وآخر كلامه يفيد الدهر فلاسفہ سے یہاں جب کفار یونانیین مراد نہیں بلکہ بعضے مراد ہیں اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیاء کے قائل ہیں اور عیسیٰ سے نصاریٰ
مراد نہیں بلکہ ایک قوم ہے یہود کی جو عیسیٰ اصفہانی یہودی کی طرف منسوب ہے شارح مسایرہ کا قول رابع اور درر کے مخالف ہے یعنے جو عیسویوں میں آدھے شہادتین
ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہی جو عیسوی کی مانند ہیں انکار توحید اور رسالت میں کہذا فی حاشیة الحلبی وحينئذ فيستفسر من جهل حاله بل نعم في الدرر اشتراط التبري في
كل يهودي ونصراني ومثله في فتاوى المصنف وابن نجيم وغيرهما وفي زمننا فتاوى قارئ الهداية كذا افتى علماؤنا والذي افتي به وصحته بالشهادتين بلا تبري
لان التلفظ بها صار علامة على الاسلام فيقتل ان رجع ما لم يعد اور شوقت میں یعنی جب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہیں اور انکے اسلام میں حکم مختلف ہے
تو استفسار کرنا چاہیے جسکا حال معلوم نہو کہ اقسام خمسہ میں سے کس دین پر مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا ہو درر میں مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی و نصرانی میں
اور اسی کی مانند ہے مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاووں میں اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الرہن میں ہے ایسا ہی فتوی دیا ہے ہمارے علماء نے اور جو میں
فتوی دیتا ہوں وہ صحت اسلام ہے شہادتین سے بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہوگئی ہے تو قتل کیا جائیگا اگر پھر جاوے درصورت عدم الاده
ہم اسلام مشتعین بالاکتفا بالشہادتین معمول ہے کذا فی الدرر المنتقی واعلم انه لا يفتى بتكفير مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان في كفره خلاف ولو كان
ذلك رواية ضعيفة كما حرره في البحر وعزاه في الاشباه الى الصغرى اور یہ معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جاوے اس مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچھے محل پر
ممکن ہو یا اسکے کفر میں علما کا اختلاف ہوا گرچہ یہ خلاف ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحر الرائق میں اسکو خوب منقح کر کے لکھا ہے اور اشباہ میں عدم تکفیر درصورت
اختلاف کو فتاوی صغری کیطرف منسوب کیا ہے مفتی ابو السعود نے حاشیہ اشباہ میں تصریح کی ہے کہ عدم تکفیر میں روایت ضعیف کافی ہے اگرچہ وہ روایت ہمارے
غیر مذہب کی ہو وفي الدرر وغيرها اذا كان في المسألة وجوه توجب الكفر وواحد يمنعه فعلى المفتي الميل لما يمنعه ثم لو نيته ذلك فمسلم والا لم ينفعه حمل المفتي على خلافه
اور درر وغیرہ میں ہے جبکہ ایک صورت میں چند وجوہ ہوں موجب کفر کے اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے میل کرنا اس وجہ کیطرف جو مانع کفر ہو
پھر اگر اس شخص کی نیت یہی ہے جو مانع کفر ہے تو وہ شخص مسلمان ہے اور اگر اسکی نیت یہ وجہ نہیں ہے تو فائدہ نکریگا محمول کرنا مفتی کا اسکے خلاف پر
وينبغي التعوذ بهذا الدعاء صباحا ومساء فانه سبب العصمة من الكفر بوعد الصادق الامين صلى الله عليه وسلم اللهم اني اعوذ بك من ان اشرك بك شيئا وانا اعلم
واستغفرك لما لا اعلم انك انت علام الغيوب اور مسلمان کو لائق ہے پناہ مانگنا واسطے اس دعا کے صبح اور شام اسواسطے کہ وہ سبب ہے کفر سے محفوظ رہنے کا
بموجب وعدہ رسول صادق امانت دار کے علیہ الصلوة والسلام وہ دعا اللہم سے آخر تک ہے یعنے خداوندا میں پناہ مانگتا ہوں واسطے تیرے اس
کہ کسی چیز کو میں تیرا شریک ٹھہراؤں جان بوجھ کر اور تیری مغفرت چاہتا ہوں اس گناہ کیواسطے جسکو میں نہیں جانتا بلا شک تو علام الغیوب ہے وتوبة اليأس
مقبولة دون ايمان اليأس درر اور توبہ کرنا گناہ ہونے اسوقت جبکہ زندگی کی امید نہ ہو مقبول ہے نہ ایمان لانا اسوقت کا کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا قبولیت
توبہ یاس متفق علیہ نہیں بلکہ بعضے علماء نے عدم قبول کی تصحیح کی ہے واللہ تعالی اعلم وفيها ايضا شهد نصرانيان على نصراني انه اسلم وهو منكر لم تقبل شهادتهما
وكذا لو شهد رجل وامرأتان من المسلمين وفي المتوارث تقبل شهادة رجل وامرأتين على الاسلام وشهادة نصرانيين على نصراني بانه اسلم انتهى اور یہ بھی درر میں ہے
کہ گواہی دی دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہوگیا اور حالانکہ وہ منکر ہے تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتوں نے منجملہ
مسلمین کے اور متوارث میں ہے کہ مقبول ہے گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی اسلام پر اور مقبول ہے گواہی دو نصرانیوں کی ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہوگیا انتہی
وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا جماعة من تكررت ردته على ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا تو اسکی توبہ مقبول ہے مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہیں انمیں سے ایک وہ ہے
جسکا ارتداد چند بار واقع ہوا بنابر گذشتہ ہم یہ قول غیر معتبر ہے اور حق یہ ہے کہ اسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا والكافر بسب نبي من
الانبياء فانه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا ولو سب الله تعالى قبلت لانه حق الله تعالى والاول حق العبد لا يزول بالتوبة اور توبہ مقبول نہیں اس

مرتد کی جو کافر ہو بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا مین سے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا بر حد کے اور اسکی توبہ مقبول نہو گی کسیطرح خواہ خود توبہ کرکے آیا ہو خواہ
اسکی توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالی کو گالی دے تو توبہ مقبول ہے اسواسطے کہ وہ حق اللہ کا ہے اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہے جو توبہ کرنے سے
زائل نہین ہوتا ہے جو کہا کہ اسکی توبہ مقبول نہین یعنی اسقاط قتل مقبول نہین کذا فی الفتح بحر الرائق مین کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اسکی توبہ مقبول ہے
چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہے ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر وتمامہ فی الدرر فی فصل الجزیۃ معزیا للبزازیۃ اور اسکی توبہ مقبول نہین جو نبی کے گالی دینے والے کے
عذاب اور کفر مین شک کرے اور پورا بیان اسکا درر مین جزیہ کی فصل مین ہے بزازیہ سے نقل کرکے ہم بزازیہ مین ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے
اسپر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہوا اور حکم اسکا قتل ہے اور جو شک کرے اسکے عذاب اور کفر مین وہ کافر ہوگیا وکذا الرافضۃ بالقلب فتح واشباہ اور اسیطرح وہ مرتد ہے
جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباہ وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق الاستہزاء والاستخفاف بہ لتعلق بہ ایضا اور مصنف کے
فتاوے مین ہے اور واجب ہے الحاق استہزاء اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنے جو نبی صلعم سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہے اسواسطے کہ نبی کا حق اس سے
بھی متعلق ہوگیا وفیہا سئل عمن قال لشریف لعن اللہ والدیک والذی الذین خلفوک فاجاب بجمع المضاف یعم ما لم یتحقق عہد خلافا لابی ہاشم وامام الحرمین کما فی
جمع الجوامع وحینئذ فیعم حضرۃ الرسالۃ فینبغی القول بکفرہ واذا کفر بسببہ لا توبۃ لہ علی ما ذکرہ البزازی وتواردہ الشارحون نعم لو لوحظ قول ابی ہاشم و
امام الحرمین باتفاق العہد فلا کفر وہو اللائق بمذہبنا لتصحیح المیل الی عدم التکفیر اور اسمین یعنے فتاوے مصنف مین سوال واقع ہوا اسکے حق مین جسنے سید ہاشمی
سے کہا کہ لعنت کرے اللہ تیرے باپون کو اور ان باپون کو جو تجھکو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تو جواب یا کہ جمع مضاف عام ہوجاتی ہے تا وقتیکہ عہد ثابت ہو بخلاف
ابی ہاشم اور امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اسوقت مین تو یہ کلام حضرت صاحب رسالت کو شامل ہوجائیگا تو اسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہے
اور جب وہ کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اسکے واسطے توبہ نہین بنا بر اسکے جسکو بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین مینون نے اسپر اتفاق
کیا ہے ہان اگر ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاوے بسبب تحقق عہد کے تو کفر اسکا ثابت نہین اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہے بسبب
تصحیح کرنے ہمارے اہل مذہب کے اس وجہ کی طرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہے اور وجہ مانع کفر اسسوال مین ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہے کہ جمع مضاف
عام نہین ہوتی اور احتمال عہد یہان یہ ہے کہ والدین اقربین معہود ہین تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہوا وفیہا من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان
سبہ صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ بان ابغضہ بقلبہ قتل حدا کما مر التصریح بہ لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمہ کالمرتد ومفادہ قبول التوبۃ کما لا یخفی اور فتاوے
مصنف مین ہے کہ جو گھٹاوے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اُس
محبوب رب العالمین سے بغض رکھے اپنے دل مین تو قتل کیا جاوے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا مین تصریح
کی ہے کہ حکم اسکا مانند حکم مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اُس سے کہ توبہ اسکی مقبول ہے چنانچہ مخفی نہین ہے اور المصنف فی شرحہ قد سمعت من مفتی الحنفیۃ بمصر شیخ الاسلام
ابن عبد العال ان الکمال وغیرہ تبعوا البزازیۃ والبزازی تبع صاحب السیف المسلول ولم یعزہ لاحد من علماء الحنفیۃ وقد صرح فی النتف ومعین الحکام
وشرح الطحاوی وحاوی الزاہدی وغیرہا بان حکمہ کالمرتد ولفظ النتف من سب صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد انتہی وہو ظاہر فی
قبول توبتہ کما مر عن الشفاء فلیحفظ اور یہ بڑھایا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور مین نے سنا مفتی حنفیہ سے مصر مین یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے
کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ مین بزازی کے تابع ہین اور بزازی اسکی کا تابع ہے جو مصنف ہے سیف مسلول کا اور بزازی نے اس
قول کو کسی کیطرف منسوب کیا اور اسکو منجملہ علماء حنفیہ کے کسی عالم کیطرف نسبت نہین کیا اور تحقیق تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی
زاہدی وغیرہا مین اسکی کہ حکم اسکا مانند مرتد کے ہے اور نتف کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جسنے گالی دی اور بدگوئی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اسکا

[illegible]

دین تھا اور بجز شک کرے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر مین دو ...

مانند حکم مرتد کے ہی اور اُسکے ساتھ وہ کیا جاے جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہی انتہی یعنی اظہر یہی قتل ہی اور توبہ بھی نہین اور یہ ظاہر ہی اُسکی توبہ قبول ہونے مین چنانچہ
شفا سے نقل کر رہو چکا انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہی کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند سبکی کی طرف ملتہی ہی جو سیف مسلول کا مصنف ہی
اور حال انکہ سبکی حنفی المذہب نہین ہین جو اسکا قول حنفیون کیواسطے حجت ہو علی الخصوص کہ علما حنفیہ کی تصریحات اسکے مخالف موجود ہین واللہ اعلم قلت وظاہر الشفا
ان قولہ یا ابن الفاعلۃ مع یا ابن مائۃ کلب ان قولہ الہاشمی لعن اللہ بنی ہاشم کذلک ان شتم الملائکۃ کالانبیاء فلیحرر یعنی کہتا ہون کہ ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہی کہ یون کہنا
کہ او بیٹے زانیہ کے سو کتون کے یا اے فرزند سو کتون کے اور یہ کہنا ہاشمی سے کہ لعنت کرے خدا بنی ہاشم پر اسیطرح کفر ہی اور البتہ شتم ملائکہ انبیا کے شتم کے مانند ہی تو اسکی تحقیق اور
تحریر کرنا چاہیے یعنی کتب حنفیہ مین تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہی اسواسطے قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہی اسکا قول حنفیون کیواسطے حجت نہین ومن
حوادث الفتوی ما لو حکم حنفی بکفرہ بسبب نبی ہل للشافعی ان یحکم بقبول توبتہ الظاہر نعم لانہا حادثۃ اخری ان حکم بہ نہر اور حوادث فتوی سے یہ ہی کہ اگر حنفی المذہب
نے بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کیواسطے جائز ہی کہ اُسکی قبول توبہ کا حکم کرے تو ظاہر جواب یہ ہی کہ ہان جائز ہی اسواسطے کہ دوسرا حادثہ ہی بنا
حادثہ تکفیر کے اگر شافعی المذہب نے بعد حکم کفر حکم بھی کر دیا ہو کذا فی النہر اسواسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہین چنانچہ زوجہ کا جدا ہو جانا اور عمل کا
حبط ہونا تو موجب متعین نہ رہا عدم قبول توبہ بیعنی طحطاوی نے کہا کہ یہ سوال اور جواب بزازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہی ورنہ اکثر اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہین تو اسکا ذکر بلا وجہ ہی
قلت ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود سؤالا ملخصہ رجل قال لطالب علم ذکر عندہ حدیث نبوی فقال کل احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق یعمل بہا فاجاب بانہ یکفر اولا
بسبب استفہامہ الانکاری ثانیا بالحاقہ الشین للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی کفرہ الاول عن اعتقاد یؤمر بتجدید الایمان فلا یقتل والثانی یقید الزندقۃ فبعد اخذہ
لا تقبل توبتہ اتفاقا فیقتل وقبلہ اختلف فی قبول توبتہ فعند ابی حنیفۃ تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمۃ لا تقبل وتقتل حدا فلذلک ورد امر سلطانی فی سنۃ
اربع واربعین وتسع مأۃ لقضاۃ الممالک المحمیۃ برعایۃ رأی الجانبین بانہ ان ظہر صلاحہ وحسن توبتہ واسلامہ لا یقتل ویکتفی بتعزیرہ وحبسہ عملا بقول الامام الاعظم
وان لم یکن من الناس الذین فہم خیرہم یقتل عملا بقول بقیۃ الائمۃ ثم فی سنۃ ٩٥٥ تقرر ہذا الامر باخر فینظر القائل من ای الفریقین ہو فیعمل بمقتضاہ انتہی فلیحفظ و
لیکن التوفیق شارح کہتا ہی پھر مین نے دیکھا مفتی ابو سعود کے معروضات مین ایک سوال جسکا خلاصہ یہ ہی کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی مذکور ہوئی سو ایک شخص نے کہا کیا
سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہین جنپر عمل کیا جاے تو مفتی ممدوح نے یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہو گیا اول بر اپنے استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسرے بار کافر ہوا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اسکے پہلے کفر اعتقادی ہین امر کیا جاے تجدید ایمان کا تو قتل نہ کیا جاے اور کفر ثانی اُسکا مقید بزندقہ ہی سو بعد گرفتار ہونے کے اسکی
توبہ مقبول نہین بالاتفاق تو قتل کیا جاے اور قبل اُسکی گرفتاری کے اختلاف ہی اسکی توبہ قبول ہونے مین سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہی تو وہ مقتول نہوگا اور باقی
تینون اماموں کے نزدیک توبہ مقبول نہین اور مقتول ہوگا بنا بر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہی یعنی سلطان روم کا حکم سنہ ٩٤٤ مین ممالک محروسہ کے قاضیون کو
ساتھ مراعات کرنے رائے جانبین کے اسطرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور کفایت کیجاے اسکی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے
قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص اُن لوگون سے نہو جنکی خیر اور نیکوکاری دریافت ہو تو قتل کیا جاے ائمہ ثلثہ کے قول پر عمل کرنے سے پھر سنہ ٩٥٥ مین مستحکم ہو گیا یہ حکم سلطانی
دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے کہ دو فریق مین سے وہ کس مین ہی اہل صلاح مین ہی یا اہل فسق مین تو موافق اُسکے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو
اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی رفع ہو گیا ہم طحطاوی نے کہا کہ طالب علم مذکور کے کفر مین تامل ہی اسواسطے کہ
اُسکا کلام محمل حسن پر محمول ہوتا ہی یعنے اُسکے کلام کی یہ مراد ہی کہ اثبات احکام مین عمل نہین ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر اور نہین حدیث ضعیف پر عمل نہین یا یہ
مراد ہی کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہین اور جو حدیث کہ اُس طالب علم نے سنی یا ضعیف ہی جس سے حکم شرعی ثابت نہین ہوتا یا منسوخ تو اُس تقدیر پر اسکے احتمال سے اُسپر
کفر کا حکم نہین ہو سکتا اور محل استفہام اُسکے قول کا یہاں بر ہی یہ مصدق ہی تو اس احتمال سے الحاق شین بھی نہوا اور بر تقدیر تسلیم ارتداد و زندقہ کا ثابت نہین ہوتا واللہ اعلم

تو بیچ دن اس مشغولی سے باز رہے مخاصین نے سوال کیا کہ کہا کیا سبب ہے فرمایا کہ آج کی رات درسگاہ کا یہ مقام مشکل معلوم ہوا بار بار ہمیں غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تھا پھر عالم قدس کیطرف توجہ خالص کی تا کہ یہ مجھ پر منکشف ہو تو حقیقت مجھ پر کشف ہوئی سو مجھکو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ میں مختل ہو گیا لہذا میں اپنی کتاب سے بالخصوص باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا و صفت کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتب میں اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہیں جسکے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے ہیں حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہے کہ ان کلمات کا جو ظاہر مطلب ہے وہ مراد شیخ نہیں بلکہ مراد شیخ وہ امور ہیں جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہیں انکی اصطلاح ٹھہر گئی کہ ان امور کے تعبیر الفاظ موہمہ کیجاتے تاکہ نا اہل کذاب ان امور کا دعوی نکرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی میں انصاف منصف کو تردد نہیں لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ انکی بعضی تصانیف میں البتہ جابجا موجود ہیں یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطا کشفی سے معصوم نہیں چنانچہ طبقات شعرانی سے بشہادت ولی مکاشف بعضے مسائل میں خلل کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بنا کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہونا وقف اصطلاح انکو مخالف شریعت سمجھتا ہے اور واقع میں مخالف نہیں یا اس سبب سے کہ معاندین نے شیخ کے کلام میں گمراہی پھیلانے کیواسطے کچھ کلمات مخالفہ شریعت درج کر دیے ہیں چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو سعود کے معلوم ہوچکا اور عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی بھی اسکے معترف ہیں چنانچہ انکی تصانیف سے ظاہر ہے جب یہ ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ ان کلمات کا جائز نہیں علی الخصوص کم علم ناآشناے عرفان کے حق میں انکا دیکھنا سم قاتل ہے اور یہ جو بعضے جاہل متصوف کہتے ہیں کہ مخالفت شریعت کی کچھ مضر نہیں شریعت عوام کیواسطے ہے اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے محض جہالت و الحاد ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتھا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ کفر اور زندقہ ہے طبقات عارف شعرانی میں فصوص کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز سے منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیا میں سے ایک حکم کا جاہل ہو اسکے واسطے مقام معرفت صحیح نہیں سو جو شخص کہ معرفت کا مدعی ہو اور شریعت محمدیہ غیرا میں سے ایک ایسا حکم اسپر مشکل ہو وہ کاذب ہے حق تعالیٰ ہمکو اور مسلمانوں کو فہم صحیح عطا کرے اور افراط و تفریط سے بچاوے آمین

وقد اثنی صاحب القاموس علیہ فی سوال رفع الیہ فیہ فقال اللہم انطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین اللہ بہ انہ کان رضی اللہ عنہ شیخ الطریقۃ حالا وعلما و امام الحقیقۃ حقیقۃ ورسما ومحی رسوم المعارف فعلا واسما ۵ اذا تغلغل فکر المرء فی طرف ۞ من علمہ غرقت فیہ خواطرہ ۞ اور البتہ تعریف کی ہے صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اس سوال میں جو انکے پاس بھیجا گیا شیخ اکبر کے باب میں سو یوں کہا ہے کہ الہی مجھکو گویا کر اسمیں جسمیں تیری رضامندی ہے جو اعتقاد کہ میں رکھتا ہوں اور جس اعتقاد سے کہ میں حق تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تھا حالت اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تھا باعتبار حقیقت اور رسم کے یعنے اہل حقیقت کا زینت دینے والا تھا اور آثار شکستہ عارفوں کا زندہ کرنے والا تھا بنا بر فعل اور اسم کے جبکہ فکر مرد کی نزدیک ہو جاتا ہے اسکے دریا علم کے کنارے سے تو ڈوب جاتی ہیں اسمیں خطرات اسکے یعنے اسکے فہم سے عاجز ہو عباب لا تکدرہ الدلا ۞ وسحاب تتقاصی عنہ الانواء کانت دعوتہ تخرق السبع الطباق وتفرق برکاتہ فتملأ الآفاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ما وصفتہ وناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ ۞ وما علی اذا ما قلت معتقدی ۞ دع الجہول یظن الجہل عدوانا ۞ واللہ واللہ واللہ العظیم ۞ ومن اقامہ حجۃ اللہ برہانا ۞ ان الذی قلت بعض من مناقبہ ما زدت الا لعلی زدت نقصانا ۞ الی ان قال ومن خواص کتبہ انہ من واظب علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات وہ سیلاب عظیم ہے جسکو ڈول گدلا نہیں کرتے اور بادل ہے جس سے ستارے بعید ہو جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں تیا ہوتی مراد انکے زمانے کے اہل عرفان ہیں انکی دعا سات آسمانوں کو پھاڑتی تھی یعنی مستجاب الدعوۃ تھے اور برکتیں انکی منتشر ہوکر تمام آسمان کنارے انکے پر تھے اور البتہ میں انکی صفت کرتا ہوں اور وہ یقینا میرے بیان کرنے سے بالا ہیں اور جو میں نے انکی تعریف لکھی ہے کہا ہے گویا ہوں یعنی تحریر مطابق تقریر ہے اور میرا گمان غالب یہ ہو کہ میں نے اسکا انصاف نہیں کیا یعنے اسکا حق وصف ادا نہیں کیا اور کچھ مجھپر حرج نہیں جبکہ میں اپنا اعتقاد بیان کروں چھوڑ کر اس جاہل کو جو جہالت کا گمان کرتا ہے سرکشی سے واللہ واللہ واللہ العظیم اور اسکی قسم ہے جسنے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ اور برہان کرکے قائم کیا ہے کہ بیشک جو میں نے انکی تعریف کی ہے وہ قدر قلیل ہے انکے مناقب اور فضائل سے میں نے زیادہ نہیں بیان کیا مگر اس خوف سے کہ شاید میں نقصان کو زیادہ کروں اسواسطے کہ مرد کامل کی ادنی فضیلت کا بیان یا حقیقت اسکی تنقیص ہے

یہان تک کہ صاحب قاموس نے کہا کہ انکی کتابون کے خواص سے یہ ہے کہ انکا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اسکا سینہ کھل جاتا ہے فکر معضلات اور حل مشکلات کیواسطے وقد اثنی
علیہ شیخ العارف عبد الوہاب شعرانی فی کتابہ تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء فعلیک بہ وباللہ التوفیق اور البتہ شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف
عبد الوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف مین خصوصا اپنی اس کتاب مین جسکا نام تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر العلوم الاولیاء ہے سو تو لازم پکڑ اس کتاب کو وباللہ التوفیق
ہم عبد الوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب مین مشہور کثیر التصانیف ہین والکافر بسبب اعتقاد السحر لا توبۃ لہ اور جو کافر ہو بسبب اعتقاد کرنے اباحت سحر یعنی جادو کے
اسکی توبہ مقبول نہین ہم حاشیہ چلپی مین ہے کہ سحر وہ قول ہے جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات و تاثیرات اسکی طرف منسوب ہون اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر امر خارق عادت
کا اظہار ہے نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا کہ سحر کی حقیقت و تاثیر ہے اور امام جصاص کا [illegible] قول ضعیف ہے
کہ سحر کی کچھ حقیقت نہین بجز خیال بندی کے اور سحر کا سیکھنا اور سکھانا بلا خلاف اہل علم کے حرام ہے اور اسکو مباح اعتقاد کرنا کفر ہے اور ہمارے اصحاب اور امام مالک اور امام احمد سے
منقول ہے کہ ساحر کافر ہو جاتا ہے سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اسکو حرام سمجھے یا مباح جانے اور اسکو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور تبیین المحارم مین امام ابو منصور ماتریدی سے
منقول ہے کہ سحر کو مطلقا کفر کہنا غلط ہے بلکہ اسکی حقیقت سے بحث کرنا واجب ہے سو اگر سحر مین اس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط مین لازم ہے تو وہ البتہ کفر ہے ورنہ کفر نہین
پھر جو سحر کہ کفر ہے اسمین مرد مقتول ہونگے عورتین نہین اور جو سحر کہ کفر نہین ہے اسمین ہلاک نفس ہو تو اسمین قطاع الطریق کا حکم ہے اور اسمین مرد اور عورتین برابر ہین مقتول ہونگے بسبب
کوشش کرنے فساد فی الارض کے اور مقبول ہے توبہ ساحر کی اسواسطے کہ ساحرین فرعون جب ایمان لائے تھے تو انکا ایمان صحیح تھا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہے انتہی اور عدم قبول توبہ کا
قول احکام دنیا کے حق مین محمول ہے اور احکام آخرت کے حق مین تو بلاشبہہ توبہ مقبول ہے ایک قسم کا سحر وہ ہے جس سے مرد عورت کی قربت پر قادر نہین ہوتا تفسیر ابن جمل مین
وہب بن منبہ کی کتاب سے منقول ہے کہ جو شخص کچھ سات پتے سبز بیری کے لے اور انکو دو پتھرون کے درمیان کچلے پھر اسکو پانی مین گھول کر آیۃ الکرسی اسپر پڑھے پھر اس سے جسکو یہ بلا ہو
غسل کرے تو اسکی بستگی انشاء اللہ تعالی دفع ہو جائیگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وکذا المراۃ فی الاصح لسعیہا فی الارض بالفساد ذکرہ الزیلعی اگرچہ معتقد سحر کی عورت ہو تو قول
اصح مین بسبب اسکی سعی کرنے کے فساد فی الارض کے زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے اور غیر اصح [illegible] کا قول ہے کہ ساحرہ مقتول نہوگی بلکہ حبس کیجائیگی اور مرتدہ کے مانند مارکھا
جائیگی زیلعی نے اپنی شرح مین کہا کہ اسکے سحر کا کفر غیر کو متعدی ہے بخلاف مرتدہ اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقۃ لا توبۃ لہ وجعلہ فی الفتح ظاہر المذہب لکن فی
الخانیۃ الفتوی علی انہ اذا اخذ الساحر والزندیق المعروف الداعی قبل توبتہ ثم تاب لم تقبل توبتہ ویقتل ولو اخذ بعدہا قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسیطرح جو کافر ہو
بسبب زندقہ کے اسکی توبہ مقبول نہین اور عدم قبول توبہ کو فتح القدیر مین ظاہر المذہب قرار دیا ہے لیکن خانیہ کی کتاب الحظر مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب ساحر یا زندیق
مشہور جو لوگون کو زندقہ سکھاتا ہو گرفتار ہو قبل توبہ کرنے کے پھر اسکے بعد گرفتاری کے توبہ کی تو اسکی توبہ مقبول نہین وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنے کے گرفتار ہوا
تو اسکی توبہ مقبول ہے وافاد فی البحر ان الخناق لا توبۃ لہ اسیطرح بحر مین تصریح کی ہے کہ پھانسی دینے والے کی توبہ مقبول نہین یعنی جو گلا گھونٹ کر آدمی کو مارتا ہو جیسا کہ
کتاب الجہاد سے پہلے مذکور ہو چکا وفی الشمنی الکاہن قیل کالساحر اور شمنی مین ہے کہ کاہن کو بعضون نے ساحر کے مانند کہا ہے عدم قبول توبہ مین ہم فتح القدیر مین کہا کہ بعضون
کے نزدیک کاہن ہی ساحر ہے اور بعضون کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہین جو اٹکل اور تخمین سے خبر دیتا ہے اور بعضون کے نزدیک کاہن وہ ہے کہ جسکے پاس جن خبر لاتے ہون [illegible] نے کہا
کہ اگر وہ اسکا معتقد ہو کہ شیاطین کرتے ہین جو وہ چاہتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہین ہے فی حاشیۃ البیضاوی الملحد والداعی الی الالحاد والاباحی
کالزندیق اور ملاحدہ کے حاشیہ بیضاوی مین ہے جو الحاد کیطرف لوگون کو بلاتا ہے اور اباحی زندیق کے مانند ہے یعنی انکی توبہ مقبول نہین اباحی وہ ہے جو ہر چیز کو مباح اعتقاد کرے
حرمت کا معتقد نہو وفی الفتح المنافق الذی یبطن الکفر ویظہر الاسلام کالزندیق الذی لا یتدین بدین وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر
ویظہر اعتقاد حرمتہ [illegible] فتح القدیر مین ہے کہ منافق جو کفر کو چھپاتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے وہ زندیق کے مانند ہے جو کسی دین کو سچا نہ مانتا ہو اور اسیطرح وہ
شخص زندیق کے مانند ہے جو باطن مین بعض ضروریات دین کا منکر ہو مانند حرمت خمر کے اور ظاہر مین اسکی حرمت کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو [illegible]

کہا کہ واجب ہے کہ عدم قبول توبہ میں منافق زندیق کے مانند ہو اسواسطے کہ زندیق کے اظہار توبہ پر اطمینان نہیں کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہے اور منافق
اسکے مانند ہے اخفا میں اور اسکا حال یون معلوم ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اسپر کسیطرح آگاہ ہوگیا یا اسنے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ بکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ
سحرہ اولا ویقتل لکن فی حظر الخانیۃ تعلمہ للتجربۃ والامتحان لا باعتقاد لا یکفر وحینئذ فلیستثنے احد عشر اور فتح القدیر میں ہے کہ کافر ہوتا ہے ساحر سحر کے سیکھنے
اور کرنے سے اسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ اگر سحر کو استعمال کرے آزمایش اور امتحان کیواسطے اور اسکی
اباحت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو کافر نہیں ہوتا اور اسوقت میں گیارہ قسم کے مرتد مستثنے ہیں یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے سوا گیارہ شخصون کے یعنے جسکا ارتداد بکرہ ہوا
اور جسنے انبیا علیہم السلام کو بد کہا اور جسنے صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور پھانسی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور اباحی اور منافق اور
بعضے ضروریات دین کا منکر باطنی ہیں اعلم ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا جماعۃ المرأۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام
ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین ثم رجعا اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا وہ قتل کیا جاے اگر توبہ نکرے مگر چند اشخاص مرتدین پر قتل نہیں اگرچہ توبہ نکرین عورت
اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جبکہ وہ مسلمان ہوجاتا اور جو بزور مسلمان کیا گیا ہو اور جسکا اسلام دو مردون کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونون گواہ گواہی سے پھر گئے
ہون کذا فی الفتح عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی صورت یہ ہے کہ وہ غیر عاقل کے والدین مسلمان ہوئے پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اسسے مسموع نہوا تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول
نہوگا اسواسطے کہ حد اسسے تصدیق نہین پائی گئی کہ ارتداد کی تعریف اسپر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کا فی بعد اسلام کے اگر مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا بلکہ بزور اسلام پر قائم رکھا جائیگا
کذا فی الفتح نقلا عن البدائع وفی الاشباہ ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامرأتین انتہی اشباہ نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی
مقتول نہوگا انتہی ثم حلبی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہے ولو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وقیل تقبل وعلی نصرانیۃ قبلت اتفاقا وتمامہ فی آخر
کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہوچکا ہے اور حالانکہ وہ منکر ہے تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور اگر
نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیون نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور پورا بیان اسکا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر میں ہے ہم دونون میں وجہ فرق یہ ہے
کہ مرتدہ مقتول نہیں یعنی تو قبول کرنا دونون کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی قول ہے امام کا اور نوادر کی روایت یہ ہے
کہ ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی اسلام پر اور نصرانیون کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہے کما فی آخر کراہیۃ الدرر اور قاضی خان نے امام ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے کہ عورتونکی
گواہی پر قتل نہیں لیکن وہ قبول اسلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی عن نوح افندی ویلحق بالصبی من ولدتہ المرتدۃ ہہنا اذا بلغ مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا اللقیط لان اسلامہ
حکمی لا حقیقی اور عدم قتل میں ملحق صغیر سے وہ شخص ہے جسکو مرتدہ نے دارالاسلام میں جنا جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہوکر یا مست جبکہ اسلام لایا اور ایسا ہی لقیط ہے
اسواسطے کہ مسلمان ہونا اسکا حکمی ہے نہ حقیقی وقیدہ فی الخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی والمستامن فلا یصح اسلامہ انتہی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ
علی جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور خانیہ وغیرہ میں مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہے اور
کافر ذمی یا مستامن کا اسلام زبردستی سے صحیح نہیں لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ میں عدم صحت اسلام کو جواب قیاس پر محمول کیا ہے اور استحسان میں صحیح کہا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
تو مستثنی چودہ قسم کے مرتد ہیں یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہوجاے اور توبہ نکرے تو قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہونگے عورت اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جبکہ اسلام قبول کرے اور
حربی اور ذمی اور مستامن جبکہ وہ بزور مسلمان کیے جائین اور جسکا اسلام دو مردون کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شہادت سے رجوع کرین اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا
اور وہ نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور وہ نصرانیہ جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور جسکو مرتدہ نے دارالاسلام میں جنا جبکہ وہ بالغ ہوکر مرتد ہوا اور مست جبکہ اسلام قبول کرے
اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنے فیمتنع القتل فقط وتثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل
وبطلان وقف وبینونۃ زوجۃ لو فیما تقبل توبتہ اما الاقتل کالردۃ بسب علیہ الصلاۃ والسلام کما مر اشباہ زاد فی البحر وقد رایتہ من غلطہ فی ہذا المحل فاتق المصنف

فالمستثنی اربعۃ عشر گواہی دی گواہوں نے ایک مسلمان کے ارتداد پر اور وہ منکر ہو تو اس سے تعرض نکیا جاوے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اسواسطے کہ اسکا انکار کرنا ارتداد سے یہی توبہ ہی اور رجوع ہی ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہی کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہوجانا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار اسکا ارتداد سے ہو جسمین توبہ مقبول ہوتی ہو اور نہین قطعی قتل کیا جائیگا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کی ارتداد سے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الاشباہ بحر الرائق میں اتنا زیادہ کہا کہ میں نے دیکھا ہی اُسکو جو اس مقام میں خطا کرتا ہی یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقاً محمول کرتا ہی یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام میں بھی ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لکھا ہی سہو قت تو شنے جو دہ تدبرہم طحطاوی نے کہا مطلب یہ ہی کہ شارح جو شعر کہتا ہی کہ عدم قتل منکر سابق کی چودہ پر زیادہ ہی زائد ہی وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح فاولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہی کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہو اُس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہی اُسکی اولاد زنا کی اولاد ہی اگر تجدید نکاح نہوا اور جس ارتداد کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہی اسمین استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنا بر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی دیا جاویگا اور بطلان نکاح کا حکم نہوگا اور محیط میں قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا صادر ہوں تو موجب کفر نہیں اسمین تجدید نکاح کا امر نہین لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یترک المرتد علی ردتہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان موقت ولا بامان مؤبد ولا یجوز استرقاقہ بعد اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتدۃ خانیۃ اور مرتد چھوڑ نہ دیا جائیگا اپنے ارتداد پر جزیہ لیکر اور نہ امان دائمی سے اور جائز نہیں اُسکا غلام بنانا بعد لحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اسکا استرقاق بعد لحاق دار الحرب کے جائز ہی کذا فی الخانیۃ والکفر کلہ ملۃ واحدۃ خلافا للشافعی فلو تنصر یہودی او عکسہ ترک علی حالہ لم یجبر علی العود اور جمیع اقسام کفر کے ایک ہی ملت میں بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہوگیا یہودی یا اُسکے بالعکس تو اپنے اسی حال پر چھوڑا جائیگا اور اسپر جبر نکیا جائیگا پہلے دین کی عود پر ویزول ملک المرتد عن مالہ زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملکہ وان مات او قتل علی ردتہ او حکم بلحاقہ ورث کسب اسلامہ وارثہ المسلم ولو زوجتہ بشرط العدۃ زیلعی بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فیء بعد قضاء دین ردتہ فالامر ثابت الملک المرتد اور زائل ہوتی ہی مرتد کی ملکیت اپنے مال سے بزوال موقوف یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوا تو اُسکی ملک پھر عود کیا اور اگر مر گیا او حالت ارتداد پر مقتول ہو یا الحاق دار الحرب کا اسپر حکم ہوگیا تو حالت اسلام کے اُسکے کسب کا اوسکا وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اسکی زوجہ ہو بشرطیکہ عدت کذا فی شرح الزیلعی وراثت ہوگی بعد ادائے دین اسلام کے اور اُسکے ارتداد کا کسب غنیمت ہو بعد ادائے دین ارتداد کے اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث مرتد کی کسب ہی مانند مسلم کے ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نکریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا بدائع اور ولوالجیہ میں کہا کہ یہی قول صحیح ہی تو متن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وان حکم القاضی بلحاقہ عتق مدبرہ من ثلث مالہ وام ولدہ من کل مالہ وحل دینہ وقسم مالہ ویؤدی مکاتبہ الی الورثۃ والولاء للمرتد لانہ المعتق بدائع اور اگر الحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اُسکا مدبر ثلث مال سے آزاد ہوگا اور اُسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی اور اسکا دین مؤجل فی الحال لازم الادا ہوگا اور اسکا مال وارثون میں قسمت کیا جائیگا اور اسکا مکاتب بدل کتابت کو اُسکے وارثون کو ادا کریگا اور ولا مرتد ہی کیواسطے ہوگی اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہی کذا فی البدائع یعنی اُسکے وارث اسباب اگر ولا کے مالک ہونگے بلکہ عصبیت سے اسکو وراثت میں پاوینگے اور اگر ولا مین وارثون کا حق ہوتا تو عورت بھی اسمین داخل ہوتی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یصح القضاء بالالحاق ضمن دعوی حق العبد بحر اور الرائق میں ہی کہ حکم لحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن میں کذا فی النہر یعنی حکم الحاق قصدا صحیح نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ لحاق موت کے مانند ہی اور موت کا دخول تحت قضا نہیں اصل اس بحث کی صاحب بحر سے ہی واعلم ان تصرفات المرتد علی اربعۃ اقسام فینفذ منہ اتفاقا ما لا یعتمد تمام الولایۃ وہی خمس الاستیلاد والطلاق وقبول الہبۃ وتسلیم الشفعۃ والحجر علی عبدہ الماذون اور معلوم کر کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہیں سو اُسکا وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہی جو کمال ولایت پر معتمد نہیں اور وہ پانچ چیزین ہین استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا اپنے عبد ماذون کا صورت استیلاد کی صورت یہ کہ مرتد کی لونڈی لڑکا جنی اور اُسنے اُسکا دعوی کیا

تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھ اسکا وارث ہوگا اور لونڈی اسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہوجاتی ہے پھر
طلاق اسمین کیونکر واقع ہوگی اسکا جواب یہ ہے کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق لازم نہین آتا کتاب الطلاق مین یہ گذر چکا کہ مبانہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہوسکتی ہے
کذا فی البحر **وبطل منه اتفاقا ما یعتمد الملة وہی خمس النکاح والذبیحة والصید والشہادة والارث** اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہے جو ملت پر معتمد ہو
یعنی جسکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہو اور وہ پانچ چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور وارث ہونا نکاح مرتد کا باطل ہے خواہ منکوحہ مسلمہ ہو یا کافرہ
اصلیہ یا مرتدہ ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہے اور امہال اسکا تامل کیواسطے ہے اور نکاح اس سے باز رکھیگا اور باطل ادائے شہادت ہے نہ تحمل اسکا اور وارث باطل ہے
یعنی مرتد کسیکا وارث نہین لیکن اگر وہ مرگیا تو اسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے **ویتوقف منه اتفاقا ما یعتمد المساواة وہو المفاوضة**
اور وہ تصرف اسکا بالاتفاق موقوف ہے جو مساوات دینی پر معتمد ہو اور وہ شرکت مفاوضہ ہے یعنی اگر مسلمان ہوگیا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہوجائیگی اور نہین تو
باطل ہوگی **او ولایة متعدیة وہو التصرف علی ولده الصغیر** یا موقوف رہیگا اسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہو اور وہ تصرف ہے اپنے ولد صغیر پر **ویتوقف**
**منه عند الامام وینفذ عندہما کل ما کان مبادلة مال بمال او عقد تبرع کالمبایعة والصرف والسلم والعتق والتدبیر والکتابة والہبة والرہن والاجارة**
**والصلح عن اقرار وقبض الدین لانه مبادلة حکمیة والوصیة** اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف جو مبادلہ مال کا ہو ساتھ
مال کے یا عقد تبرع ہو جیسے مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا دین کا اسواسطے کہ دین کا قبض کرنا مبادلہ حکمیہ ہے
اور وصیت کرنا اور قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ ادائے دین بالمثل ہوتا ہے تو قابض دین کا اس چیز کا بدلا لینا چاہتا ہے جو مدیون کے ذمے پر ثابت ہے
**وبقی امانه وتعقد ولا شک فی بطلانہا** اور باقی رہا اسکا امان دینا اور وصیت کا حکم اور شک نہین انکے باطل ہونے مین اسواسطے کہ جب ذمی دوسرے کو امان
نہین دیسکتا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ وصیت ناصر سے متعلق ہے اور مرتد لائق نصرت کے نہین لہذا اسکی وصیت باطل ہے **واما ایداعه واستیداعه والتقاطه**
**والالتقطة فینبغی عدم جوازہا** نہر اور مرتد کی ایداع واستیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہے کذا فی النہر **ان اسلم نفذ وان ہلک بموت**
**او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقه بطل** الا کہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہونگے اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ
دارالحرب میں جاکر ملا اور اسکے لحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہ سب باطل ہوجائینگے **فان جاء مسلما قبله ای قبل الحکم فکانه لم یرتد کما لو عاد بعد الموت حقیقة**
زیلعی پھر اگر مرتد دارالحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تھا اور جیسا کہ اگر عود کرے یعنی زندہ ہوجاوے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا
مال وارث سے پھیر لیگا کذا فی شرح الزیلعی ہم جبکہ اسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے ہے عدم ارتداد ہوا تو اپنے مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اسکا آزاد نہوگا اور اسکا
دین موجل ناجز حال نہوگا اور اسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اسکی ملکیت مین عود کریگی بلا حکم قاضی و رضائے وارث اور اگر وارث نے اسکا مال تلف کیا ہو تو ضمان دیگا لیکن ارتداد کا
حکم فسخ نکاح اور حبط عمل مین جاری رہیگا کذا فی الطحطاوی **وان جاء مسلما وماله مع وارثه اخذه بقضاء او رضی ولو فی بیت المال لا لانه فئ** نہر اور اگر دارالحرب سے
مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے اور حالانکہ مال اسکا وارث کے پاس موجود ہے تو اسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اسکا بیت المال
مین ہے تو اسکو نہ پاویگا اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے کذا فی النہر ہم بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہے جو ارتداد کے سبب حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے
کسب اسلام کا مال بیت المال مین رکھا گیا ہو تو اسکو وہ پاویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود **وان ہلک او ازاله الوارث عن ملکه**
**لا یاخذه ولو قائما لصحة القضاء** اور اگر اسکا مال ہلاک ہوگیا یا اسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل کردیا تو اسکو نہ پاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے
حکم قاضی کے حق وارث مین **وله ولاء مدبره وام ولده** اور اسی کے واسطے ہے اسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء **ومکاتبه ان لم یود وان عجز عاد رقیقا له** بدائع
اور مرتد مذکور کو مکاتب اسیکا ہوگا اگر مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہین ادا کیا اور اگر عاجز ہوا ادائے بدل کتابت سے تو پھر اسکا مملوک ہوجائیگا کذا فی البدائع

ولیقضی ماترک من عبادة فی الاسلام لان ترک الصلوٰة والصیام معصیة والمعصیة تبقی بعد الردة اور جس عبادت کو حالت اسلام میں ترک کیا ہو
اسکو بعد مسلمان ہونیکے قضا کرے اسواسطے کہ ترک صلوٰۃ اور صیام معصیت ہے اور معصیت باقی رہتی ہے بعد ارتداد کے کذا فی قاضیخان عن شمس الائمة وما ادی منہا
فیبطل اور جو عبادت کہ اسلام میں ادا کی وہ باطل ہوگئی ارتداد سے ولا یقضی من العبادات الا الحج لانہ بالردة صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وہو غنی فعلیہ الحج
فقط اور قضا نہ کی جائینگی عبادتیں سوائے حج کے اسواسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہوگیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اسپر فقط حج واجب ہے
ہم قضاء حج سے اعادہ حج کا مراد ہے اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہے طحطاوی نے کہا اعادہ حج کا حصر ممنوع ہے اسواسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھکر مرتد ہو گیا
اور آخر وقت مسلمان ہوا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے کیونکہ اسکا وقت ہنوز باقی ہے مانند وقت حج کے مسلم اصاب مالا او شیئا یجب بہ القصاص
او حد السرقة یعنی المال المسروق لا الحد خانیة واصلہ انہ یؤاخذ بحق العباد لا بغیرہ فلیحفظ تفصیل مسلم نے کسی کا مال لیا یا ایسا فعل کیا جس سے قصاص واجب ہے
یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہے نہ حد کذا فی الخانیة اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ مرتد حق العباد میں ماخوذ ہوگا اور غیر حق العبد میں تفصیل ہے
خانیہ میں ہے کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ ماخوذ نہوگا اور اگر مرتد امام کی
قید میں محبوس ہوا اور اسکا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر میں ماخوذ نہوگا اور حدود ائمہ میں ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے پاس محبوس نہیں اور اسکا مرتکب ہوا
پھر مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اسپر مواخذہ نہیں کذا فی المنح والدیة ثم ارتد او اصابہ وہو مرتد فی دار الاسلام ثم لحق وحارب زمانا ثم جاء
مسلما یؤاخذ بہ کلہ یا مسلم موجب دیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ مرتد تھا دار الاسلام میں
پھر وہ دار الحرب میں جا کر ملا اور اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام میں آیا مسلمان ہوکر تو ان سب چیزوں کا اس سے مواخذہ ہوگا یعنی مال اور
قصاص اور مال مسروق اور دیت کا ولو اصابہ بعد ما لحق مرتدا فاسلم لا یؤاخذ بشیء من ذلک لان الحربی لا یؤاخذ بعد الاسلام بما کان اصابہ حال کونہ محاربا لنا
اور اگر مرتکب ہوا امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہو کر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ میں سے کسی چیز کا مواخذہ اس سے نہوگا اسواسطے کہ مرتد مذکور
حربی کافر ہو گیا اور حربی ماخوذ نہیں ہوتا بعد اسلام کے ان افعال میں جنکا مرتکب ہوا بوقت محارب ہونے کے اہل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجہا فلہا التزوج باٰخر
بعد العدة استحسانا کما فی الاخبار عن ثقة بموتہ او بتطلیقہ ثلثا وکذا لو لم یکن ثقة فاتاہا بکتاب بطلاقہا واکبر رأیہا انہ حق لا باس بان تعتد وتتزوج مبسوط
عورت کو خبر پہنچی اپنے زوج کے مرتد ہو جانے کی تو اسکو دوسرے زوج سے نکاح کر لینا جائز ہے بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورت کو دوسرا نکاح جائز ہے
مرد معتمد کی خبر کہنے میں زوج کی موت کی یا اسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر مخبر معتمد نہو اور عورت کے پاس اسکے طلاق کا خط لاوے زوج کی طرف سے اور عورت کے
ظن غالب ہو یا کہ اسکے حق ہونے کا کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ عدت میں بیٹھے اور بعد اسکے نکاح کرے کذا فی المبسوط والمرتدة ولو صغیرة او خنثی تحبس ابدا و
لا تجالس ولا تؤاکل حقائق حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی اور پاس نہ بٹھائی جاوے اور
ساتھ نہ کھلائی جاوے کذا فی الحقائق یہانتک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نہ کیجائیگی بخلاف امام شافعی کے ہم عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنی ہے
جو آپ کو اسکا خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ میں یہ دلیل ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اسکو قتل کرو ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسمیں
قتل نسا کی نہی وارد ہے اور وہ کافرہ حربیہ و مرتدہ دونوں کو شامل بلکہ امام اعظم نے اپنی سند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور انکے قید رکھنے اور بزور
اسلام قبول کرانے کی حدیث روایت کی ہے کذا فی الفتح وان قتلہا احد لا یضمن شیئا ولو امة فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضامن
نہ ہوگا اگرچہ مرتدہ لونڈی ہو قول اصح میں اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہے سو وہ زائل ہو گیا لیکن قاتل پر تعزیر ہے کذا فی الولوالجیة وتحبس عند مولاہا
لخدمتہ سوی الوطی سواء طلب ذلک ام لا فی الاصح ویتولی ضربہا جمعا بین الحقین اور مرتد لونڈی اپنے مولی کے پاس محبوس رہے کہ اسکی خدمت کرنے کیواسطے سوائے جماع کے

خواہ اُسکے حبس کرنے کا اپنے پاس مولی طالب ہو یا نہو اور اُسکی مرتکا مولی کو اختیار رہیگا بواسطے جمع کرنے کے دونون حقون مین یعنی حق خدا اور حق مولی لیس

للمرتدۃ ان تتزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہ حسما للقصد السئ لا باس بہ وتکون قنۃ للزوج بالاستیلاء مجتبی وفی الفتح انہا فیئ للمسلمین فیشتریہا من الامام او یہبہا لہ لو مصرفا

اور جائز نہین مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑ کر غیر سے اسیکا فتوی ہی اور امام سے ایک روایت یہ ہی کہ مرتدہ لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام مین ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اُسکے بُرے قصد کے استیصال کیواسطے تو کچھ مضائقہ نہین اور ہوگی مرتدہ لونڈی اپنے زوج کی استیلاء کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر مین ہی کہ وہ غنیمت ہی سب مسلمین کیواسطے نہ فقط زوج کیواسطے تو زوج اُسکو امام سے خرید کیلے یا امام اُسکو بخشدے اگر مصرف ہو غنیمت کا مرتدہ کا برا قصد یہ ہی کہ مرتدہ ہوکر اپنے زوج سے بائن ہوجاے اور امام سے اسوقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور نہین تو زوج استیلاء مالک ہوگا

وصح تصرفہا لانہا لا تقتل

اور صحیح ہی تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی

وکسبہا لہا مطلقا لو ترثہا ویرثہا زوجہا المسلم لو مریضۃ وماتت فی العدۃ کما مر فی طلاق المریض قلت وفی الزواہر انہ لا یرثہا لو صحیحۃ لانہا لا تقتل فلم تکن فارۃ فتامل

اور کمائی مرتدہ کی مطلقا خواہ اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اُسکے وارثون کیواسطے ہی اور اُسکا زوج مسلم اُسکا وارث ہوگا اگر وہ مریض ہو اور عدت مین گذری ہو چنانچہ طلاق المریض مین گذر گیا کہتا ہون اور زواہر مین ہی کہ زوج اُسکا وارث نہوگا اگر وہ بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی تو فارہ نہین ہوتی تو اُسکو تامل کرلے مرحلبی نے کہا کہ مین نے تامل کیا سو اُسکا مفہوم اسکے تامل مین پایا یعنے قولہ لو مریضۃ انتہی اور ایک نسخہ مین یہ عبارت زائد ہی وترث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا خانیۃ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہی اتفاقا کذا فی الخانیۃ

ولدت امتہ ولدا فادعاہ فہو ابنہ حر یرثہ فی امتہ المسلمۃ مطلقا ولدتہ لاقل من نصف حول او اکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم یرث المرتد ان مات المرتد او لحق بدارہم

مرتد کی لونڈی اگر لڑکا جنی سو اُسکا دعوی کیا مرتد نے تو وہ لڑکا اُسکا بیٹا آزاد ہی اُسکا وارث ہوگا مسلمان لونڈی مین یعنی اگر مسلمان لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اُسکو چھ مہینے سے کم مین جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ مین بسبب مسلمان ہونے ولد کے اپنی مان کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہی اگر مرتد مرجاے یا دار الحرب مین جا ملے

وکذا فی امتہ النصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جاءت بہ لاکثر من نصف حول من الارتداد وکذا لنصفہ لعلوقہ من ماء المرتد فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث المرتد

اور یہی حکم ہی اُسکی نصرانیہ لونڈی مین یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہو تو اُسکا وارث ہوگا مگر اُسوقت وارث نہوگا جبکہ کتابیہ اُسکو جنے چھ مہینے سے زیادہ مین ابتداے ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت مین بھی وارث نہوگا بسبب اُسکے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہین ہوتا مرتد کا یعنے ولد تابع ہوتا ہی والدین مین سے اُسکا جسکا بہتر دین ہی سو یہان مان ہی کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہی تو ولد پر بھی جبر ثابت تو ظاہر حال اُسکا اسلام پر دال ہی لہذا وہ باپکا تابع ہوگا نہ مان کا پھر جب وہ مرتد ہا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہین وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح

وان لحق بدار الحرب مع مالہ فظہر علیہ فہو ای المال فیئ لان المرتد لا یسترق

اور اگر مرتد دار الحرب مین گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا اسپر غلبہ حاصل ہوا تو اُسکا مال غنیمت ہی نہ اُسکی ذات اسلئے کہ مرتد رقیق نہین ہوتا

فان رجع ای عاد بعد لحوقہ بلا مال سواء قضی بلحاقہ او لا فی ظاہر الروایۃ وہو الاوجہ فتح فلحق ثانیا بمالہ فظہر علیہ فہو لوارثہ لانہ بالحاقہ انتقل لوارثہ فکان مالکا قدیما وحکم بامرانہ لہ قبل قسمتہ بلا شیئ وبعدہا بقیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدۃ

پھر اگر مرتد دار الاسلام مین پھر آیا یعنے بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اُسکے الحاق کا حکم ہوگیا ہو یا نہ ہوا ہو ظاہر الروایۃ مین اور یہی وجہ قوی ہی کذا فی الفتح پھر دوسرے بار پلٹ گیا دار الحرب مین اپنا مال لیکر اور اُسپر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اُسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اُسکا اُسکے وارث کیواسطے منتقل ہوگیا تو وہ مدت دراز سے اُسکا وارث ہوچکا اور حکم اُسکا گذر گیا کہ وہ مال اُسکے وارث کا ہی قبل اُسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے پاویگا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو نلے بسبب عدم فائدے کے اسواسطے کہ اگر اُسکو لیگا تو مثلی دیگا

وان قضی بعبدہ ای عبد شخص مرتد لحق بدارہم لابنہ فکاتبہ الابن فجاء المرتد مسلما فبدلہا

والولاء كالاجماع لا لاب الذمي جاء مسلما فجعل الابن كالوكيل اور اگر ایک شخص دار الحرب میں جا ملا اور اُسکے غلام کی مالک کا اُسکے لڑکے کیواسطے حکم کر دیا گیا
سو لڑکے نے اُسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہو کر تو بدل کتابت اور ولا دونوں باپ کے واسطے ہونگے جو مسلمان ہو کر پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا
عقد کتابت میں مرتد قتل رجلا خطاء ثم لحق او قتل فديته في كسب الاسلام ان كان والا ففي كسب الردة بحر عن الخانية مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے پھر
وہ دار الحرب میں جا کر ملا یا مقتول ہوا ارتداد میں تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی میں ہے اگر وہ ہو اور اگر اسلام کی کمائی نہ ہو تو ارتداد کی کمائی میں اُسکی
دیت ہوگی كذا في البحر عن الخانية وكذا لو غصب شيئا لو كان الغصب بالمعاينة او بالبينة فانه في الكسبين اتفاقا ظهيرية اور ایسا ہی حکم ہے اگر مرتد نے غصب کیا تو اگر کیا
اور اگر ثبوت غصب کا بمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونوں کی کسب میں ہے بالاتفاق كذا في الظهيرية واعلم ان جناية العبد والامة والمكاتب والمدبر كجنايتهم
في غير الردة اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر کی اُنکی جنایت غیر ارتدادی کے برابر ہے یعنے مولی مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا
فدیہ دے چاہے اُنکو دیدے اور مکاتب کی جنایت اُسکے کسب سے تاوان ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات میں آویگی قطعت يده عمدا فارتد والعياذ بالله تعالى
ومات منه او لحق وحكم به فجاء مسلما فمات منه ضمن القاطع نصف الدية في ماله لوارثه في المسئلتين لان السراية حلت محلا غير معصوم فاهدرت قيد بالعمد لانه
في الخطاء على العاقلة مسلم کا ہاتھ عمدا کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اُسی زخم سے مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا اُسکے لحوق کا حکم ہو گیا پھر دار الاسلام میں مسلمان
ہو کر آیا سو اسی زخم سے مرگیا تو قاطع نصف دیت کا ضمان دے اپنے مال میں سے مرتد کے وارث کو دونوں صورت میں یعنی فقط قطع ید کی دیت لازم ہوگی
نہ جان کی اسواسطے کہ سرایت الی النفس نے محل غیر معصوم میں حلول کیا تو باطل ہو گئی مصنف نے عمد کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ خطا میں عاقلہ پر دیت ہے وقيدنا بالحكم بلحاقه
لانه ان عاد قبله واسلم هنا ولم يلحق فمات منه بالسراية ضمن الدية كلها لكونه معصوما وقت السراية ايضا اور مقید کیا ہمنے لحاق دار الحرب کے حکم کے ساتھ
اسواسطے کہ اگر مرتد دار الحرب سے قبل حکم لحاق عود کریگا یا مسلمان ہوا یہاں دار الاسلام میں اور دار الحرب میں ملحق نہوا پھر مرگیا اُسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری
دیت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ معصوم الدم ہے سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا ثبوت حکم کے وقت ارتد القاطع فقتل او مات ثم سرى الى النفس فهدر لو
لفوات محل القود والخطاء فالدية على العاقلة في ثلث سنين من يوم القضاء عليهم خانية ولا عاقلة للمرتد قاطع ید مرتد ہو گیا پھر مقتول ہوا یا مرگیا پھر سرایت کیا
قطع نے جان تک یعنی اُسی زخم سے مرگیا تو قصاص باطل ہے اگر قطع عمدا ہو بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر تین سال کے
اندر جس دن سے کہ اُنپر حکم ہوا كذا في الخانية اور مرتد کیواسطے عاقلہ نہیں ہیں خطا میں عاقلہ پر اسواسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کیوقت وہ مسلمان تھا نہ مرتد ولو ارتد
مكاتب ولحق واكتسب مالا فاخذ بماله وابى ان يسلم فقتل فبدل الكتابة لمولاه وما بقي من ماله لوارثه لان الردة لا تؤثر في الكتابة اور اگر مکاتب مرتد
ہوا اور دار الحرب میں جا ملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اُسکا بدل کتابت اُسکے مولی کا ہے اور بدل کتابت سے جو مال باقی
وہ مکاتب کے وارث کا ہے اسواسطے کہ ارتداد اثر نہیں کرتا کتابت میں زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدة ولدا وولد له اي لذلك المولود ولد فظهر عليهم جميعا
فالولدان فيء كامهما والولد الاول يجبر بالضرب على الاسلام وان حبلت به ثمة لتبعيته لابويه لا الثاني لعدم تبعية الجد على الظاهر فحكمه كحربي زوج
اور زوجہ دونوں مرتد ہوئے اور دار الحرب میں جا ملے پھر مرتدہ نے بیٹا جنی اور اُس مولود کے بھی لڑکا ہوا پھر اُن سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا
بہر دو اپنی ماں کے مانند اور بیٹا بزور مسلمان کیا جائیگا مار کر اگرچہ اُسکا حمل دار الحرب میں رہا ہو جبر علی الاسلام بہر صورت ثابت ہے باتباع والدین کے تو پایعنے پوتے پر
جبر علی الاسلام نہیں بسبب اسکے نہ تابع ہونے دادا کے ظاہر الروایۃ میں تو حکم اُسکا حربی کے مانند ہے ہم ارتداد کا حکم ایک پشت جاری ہوتا ہے دو پشت پھر جب پوتا
دادا کا تابع نہوا جبر علی الاسلام میں تو پوتا اگر گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائیگا یا اُسپر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہوگا کہ جلی
یا اسلام قبول کرے كذا في المنح عن الفتح وقيد بردتها لانه لو مات مسلم عن امرأة حامل فارتدت ولحقت فولدت هناك ثم ظهر عليهم

ای علی ملک الدار فانہ لا یسترق ویرث اباہ لانہ مسلم ولو لم تکن لدتہ حتی سبیت ثم ولدتہ فی دار الاسلام فہو مسلم تبعا لابیہ حر فوق تبعا
لامہ فلا یرث اباہ لرقہ بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ میں ارتداد زوجین کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر پھر عورت مرتد
ہوگئی اور دار الحرب میں جا ملی پھر وہاں لڑکا جنی پھر وہاں کے لوگوں پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپکا وارث ہوگا
اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے اپنے باپکا تابع ہوکر اور اگر مرتدۂ مذکورہ دار الحرب میں نہ جنی یہانتک کہ گرفتار ہوگئی پھر لڑکا جنی دار الاسلام میں تو وہ مسلمان ہے اپنے
باپکا تابع ہوکر اور وہ مرقوق ہے اپنی ماں کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپکا وارث نہوگا بسبب اپنے رق کے کذا فی البدائع و اذا ارتد صبی عاقل صح خلافا للثانی و
لاخلاف فی تخلیدہ فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جبکہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہے بخلاف ابی یوسف کے اور خلاف نہیں اسکے مخلد فی النار ہونے میں
بسبب معافی نہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنے خلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی میں ہے نہ اخروی میں کاسلامہ فانہ یصح اتفاقا فلا یرث ابویہ الکافرین
تفریع علی الثانی ویجبر علیہ بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے جیسے اسکے مسلمان ہونے کے مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر ماں
باپکا یہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کیجائیگی مار کر یہ تفریع ہے اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز و
ہو ابن سبع فاکثر مجتبیٰ وسراجیۃ وقیل الذی یعقل ان الاسلام سبب النجاۃ ویمیز الخبیث من الطیب والحلو من المر قالہ الطرطوسی فی انفع الوسائل
قائلا ولم ار من قدرہ بالسن قلت وقد رایت نقلا اور صبی عاقل عبارت ہے ممیز سے اور وہ یعنی طفل با امتیاز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہے کذا فی المجتبیٰ والسراجیۃ
اور قول ضعیف یہ ہے کہ صبی عاقل وہ ہے کہ جو سمجھتا ہو کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیرین اور تلخ میں قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہے
کتاب انفع الوسائل میں یوں کہکر کہ میں نے اس فقیہ کو نہیں معلوم کیا جسنے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھہرائی ہو میں کہتا ہوں اور تو معلوم کردیا اسکی نقل کو مجتبیٰ اور
سراجیہ سے ہم حموی اور قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہے حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ عاقل وہ ہے جو جانے کہ اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے اور قہستانی نے کہا
کہ عاقل وہ ہے جو کلمہ توحید کو تعقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور بیع خلاف شرع کے ہے انتہی اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچھ نہیں سمجھتا خصوصا اس
زمانے میں کذا فی الطحطاوی ویؤیدہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام عرض الاسلام علی علی وسنہ سبع وکان یفتخر بہ حتی قال سبقتکم الی الاسلام طرا ، غلاما ما بلغت
اوان حلمی وسبقتکم الی الاسلام قہرا بصارم ہمتی وسنان عزمی ، اور تقدیر بالسن کا یہ مؤید ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے علی مرتضی پر اسلام کو
پیش کیا اور حالانکہ عمر انکی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اسکا فخر کرتے تھے یہانتک کہ فرمایا صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر کہ میں نے تم سب سے سبقت کی
مسلمان ہونے کی طرف لڑکپن میں جبکہ میں اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تھا اور جایا میں نے تمکو اسلام کیطرف زبردستی اپنی ہمت کی تلوار اور اپنے عزم
کی برچھی سے ہم صحیح قول یہ ہے کہ عرض اسلام کیوقت جناب مرتضوی آٹھ برس کے تھے چنانچہ بخاری نے اسی پر اقتصار کیا ہے کذا فی الفتح اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی
توفیق یہ ہے کہ صبیان میں علی مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار میں صدیق اکبر اور نساء میں خدیجۃ الکبری اور موالی میں زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور بحیرا ونسطورا
اہل فترت کے میں یعنی قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے ساتھ مصدق تھے اور یہ تصدیق انکو آخرت میں مفید ہوگی لیکن وہ لوگ اہل اسلام میں داخل نہیں
اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حقیقت میں اول من اسلم خدیجۃ الکبری علیہا السلام ہیں اور ورقہ وغیرہ صحابہ میں داخل نہیں اسواسطے کہ صحابی وہ ہے جو بعد بعثت کے یعنی بعد نزول
سورۂ مدثر کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مصاحب ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی ثم ہل یقع عرضا قبل البلوغ ظاہر کلامہم نعم اتفاقا وفی التحریر التحقیق عند
الماتریدی انہ مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعدہ بلا ایمان خلد فی النار نہر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا ہے قبل
بلوغ کے ظاہر کلام علماء یہ ہے کہ ہاں فرض واقع ہوتا ہے بالاتفاق اور تحریر میں ہے کہ ابو منصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ صبی عاقل اداے ایمان کا مخاطب ہے
بالغ کے مانند یہانتک کہ اگر مرجائیگا بعد اسکے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ میں رہیگا کذا فی النہر الفائق و فی شرح الوہبانیۃ سے مدر ویتمرو ونسیان کفر لبعضہم و صحیح

نبینا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وحکمھم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طاعت امام سے خارج ہونے والے تین قسم ہیں ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت اور انکا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہیں جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہیں اور انکا حکم آتا ہی اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہیں جنکے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہو امام پر خارج ہوئے ہیں تاویل سے گمان کرتے ہیں کہ امام باطل پر ہے یعنی باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے جو موجب قتال ہو امام کا انکی تاویل ہے وہ حلال جانتے ہیں ہم اہل اسلام کے خونوں اور مالوں کو اور بندی کرتے ہیں ہماری عورتوں کو اور کافر کہتے ہیں ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو انکا حکم مانند حکم باغیوں کے ہی باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر میں کی ہو ہم فتح القدیر میں ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج در حکم بغاۃ ہیں اور بعضے محدثین انکے کفر کے قائل ہیں ابن منذر نے کہا میں نہیں جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج میں یہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط میں مذکور ہے کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضے کرتے ہیں اس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہو اور صاحب محیط نے اسکو اکثر اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنے عدم تکفیر اثبت ہے ہاں یہ البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام میں اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہے لیکن تکفیر ان فقہا کے کلام میں واقع نہیں جو مجتہدین ہیں بلکہ غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین میں زیادہ تر واقف ہے انتہی حلبی نے کہا کہ یہ کلام جید ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مقتضی ہے عدم تکفیر ان رافضیوں کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہیں اور حالانکہ یہ صریح کفر ہے طحطاوی نے کہا کہ جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے رافضی مذکورین کی تکفیر مستثنے ہے اسواسطے کہ انکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم وانما لم نکفرھم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہیں کرتے تو اسسبب سے کہ انکا قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اسکی تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوٰۃ کے اندر باب الامامۃ میں مذکور ہوچکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا من قہرہ وجبروتہ اور امام ہوجاتا ہے امام دو چیز سے اشراف اور رئیسوں کے بیعت کرنے سے اور اس سے کہ اسکا حکم جاری ہوجاوے اسکی رعیت میں اسکے غالب ہونے اور دبدبے سے امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل وعقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت میں سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط نہیں بلکہ جماعۃ علماء یا جماعۃ اہل رائے اور تدبیر کی بیعت کافی ہے کذا فی الطحطاوی عن المسایرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم لا یصیر اماما سو اگر لوگوں نے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا حکم نافذ نہوا انمیں بسبب اسکے عاجز ہونے کے اسکے مغلوب ہونے سے تو وہ امام نہوگا فاذا صار اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید والا ینعزل بہ لانہ مفید خانیۃ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جبکہ ایک شخص بشروط مذکورہ امام ہوا پھر اسنے ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا اگر اسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہوا سواسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہوجائیگا تو معزول کرنا مفید نہوگا اور اگر اسکے واسطے قوت حاصل نہیں تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام میں ہے

فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی ولی الناس بہ فی الامان درر وغلبوا علی بلد دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پھر جبکہ جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اسکے نائب کی طاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان میں ہیں کذا فی الدرر اور مسلمین کو پر غالب ہوگئے ایک شہر پر تو امام انکو اپنی اطاعت کیطرف بلاوے اور انکے شبہے کو حل کرے بنابر استحباب کے نہ بنابر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدأ حتی تفرق جمعہم اذ الحکم یدار علی دلیلہ وہو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیوں نے ایک مکان پکڑا مجتمع ہوکر تو حلال ہوگیا ہمکو قتال انکا ابتداءً پہلے یہاں تک کہ انکی جماعت پریشان ہو اسواسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہر اجتماع اور امتناع انکا ارادہ قتال کی دلیل ہے لہذا انکا قتال حلال ہوا اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکریں اس قول کو خواہرزادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نہ چاہیے تاوقتیکہ وہ شروع نکریں کذا فی البحر ومن دعاہ الامام الی ذلک ای قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جسکو امام نے انکے قتال کیطرف بلایا

تو اُنپر اجابت اُنکی فرض ہے اسواسطے کہ اطاعت امام کی اس امر مین جو گناہ نہین ہے فرض ہے سو نہین کیونکر فرض ہوگی جو طاعت ہے کذا فی البدائع ھ اور یہ جو امام اعظم
سے مروی ہے کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علیحدہ ہوبے اپنے گھر مین بیٹھکر سو اُس صورت پر محمول ہے کہ جب امام نے اُسکو نہین بلایا اور بعضے اصحاب کبار کا بیٹھ رہنا باغیون کے
قتال سے اُنکی عدم قدرت پر محمول ہے اور بعضون کو کچھ تردد تھا حلت قتال مین اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل اور مقتول
دونو دوزخ مین ہین سو حمیت اور عصبیت کے قتال پر محمول ہے یا ملک گیری اور طلب دنیا کے قتال پر کذا فی الفتح لو قادروا والا لزم بیتہ درر وفی المبتغی لو بغوا لاجل
ظلم السلطان ثم لا یمتنع عنہ لا ینبغی للناس معاونۃ السلطان ثم لا معاونتہم اجابت امام کی فرض ہے اگر قادر ہو قتال پر اور نہین تو اپنے گھر مین بیٹھ رہے کذا فی الدرر
اور مبتغی مین ہے کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی سبب ظلم بادشاہ کے اور حالانکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگون کو لائق نہین مددگاری سلطان کی
اور نہ مددگاری باغی لوگون کی ثم لو طلبوا الموادعۃ اجیبوا الیہا ان خیرا للمسلمین کما فی اہل الحرب والا لا یجب ہو البحر اور اگر باغیون نے صلح کرنا
چاہا ترک قتال پر تو اسکو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا مسلمین کیواسطے بہتر ہو چنانچہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہے اور اگر انکے حق مین صلح بہتر ہو تو قبول
کرنا نہ چاہیے کذا فی البحر ولا یوخذ منہم شیئ اور اُنسے کچھ لینا نہ چاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال صلح کے عوض مین فلو اخذنا منہم رہنا واخذوا منا رہونا ثم
غدروا بنا وقتلوا رہوننا لا نقتل رہونہم ولکن یحبسون الی ان یہلک اہل البغی او یتوبوا وکذلک اہل الشرک اذا فعلوا برہوننا ذلک لا نقتل
رہونہم ولکن یجبرون علی الاسلام او یصیروا ذمۃ لنا پھر اگر ہمنے باغیون سے اُول لی اور باغیون نے ہمسے اُول لی پھر اُنھون نے ہمسے عہد شکنی کی اور ہمارے
اولون کو قتل کیا تو ہم اُنکے اولون کو نہ قتل کرینگے لیکن اُنکو محبوس رکھینگے یہان تک کہ اہل بغی ہلاک ہو جاوین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہے کفار کا جبکہ وہ
ہمارے اولون کو قتل کرین تو ہم اُنکے اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جاوینگے یا ہمارے ذمی ہو جاوین ہم اُنکا قتل اسواسطے جائز نہین کہ وہ ہمارے قابو مین
آکر ہمارے امان مین ہوگئے کذا فی البحر ولہم فئۃ اجہز علی جریحہم ای اتم قتلہ واتبع مولیہم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو امام اُنکے
زخمیون کو پورا قتل کر ڈالے اور اُنکے بھاگنے والون کا پیچھا کرے اور اگر جماعت اُنکی پریشان ہوگئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بھاگے کا پیچھا کرنا نہ چاہیے بسبب نہونے خوف
کے والامام بالخیار فی اسیرہم ان شاء قتلہ وان شاء حبسہ حتی یتوب اہل البغی فان تاب حبسہ ایضاً حتی یحدث توبۃ سراج اور سلطان کو اختیار ہے اُنکے قیدیون مین
چاہے اُسکو قتل کرے چاہے محبوس رکھے یہان تک کہ اہل بغاوت توبہ کرین اگر وہ توبہ کرین تو بھی قید ہی مین رکھے یہان تک کہ وہ بھی توبہ کرے کذا فی السراج ونقاتلہم
بالمنجنیق والاغراق وغیر ذلک کاہل الحرب اور ہم اُنسے لڑین منجنیق اور غرق کردینے سے اور اسکے سوا اور طریق سے بھی مانند کفار کے ولا یجوز قتلہ من
اہل الحرب کنساء وشیوخ لا یجوز قتلہ منہم ما لم یقاتلوا اور جسکا قتل کرنا کفار سے جائز نہین چنانچہ عورتون اور بڈھون کا اُسکا قتل باغیون مین سے بھی جائز
نہین تا وقتیکہ وہ لڑتے ہون یعنے اگر باغیون کی عورتین یا بڈھے قتال کرینگے تو اُنکا قتال جائز ہے سوا اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ولا یقتل عادل محرمہ
مباشرۃ ما لم یرد قتلہ اور عادل یعنے امام کا مددگار اپنے محرم باغی کو اپنے ہاتھ سے نہ قتل کرے جبتک محرم نے اُسکے قتل کا ارادہ نہین کیا یعنے اگر محرم باغی قتل کا
ارادہ کرے تو دفع کرنا اُسکا جائز ہے اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہے سوا والدین کے کذا فی البحر ولا تسبی لہم ذریۃ ویحبس
اموالہم الی توبتہم فترد علیہم اور اُنکی ذریت بندی نہ کیجاوے اور اُنکے مال محبوس ہین اُنکی توبہ ظاہر ہونے تک سو بعد توبہ اُنکو پھیر دیے جاوینگے ھ اور اُنکی عورتین بھی بندی
نہونگی اسواسطے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہین اس باب مین کذا فی المنح وبیع الکراع
اولی لانہ انفع فتح اور بیچ ڈالنا اُنکے دواب کا بہتر ہے اسواسطے کہ انفع تر ہے کذا فی الفتح بیع کی منفعت یہ ہے کہ قیمت کا امانت رکھنا آسان بلا مصرف ہے الا ان المال
لہ اجارہ صرف ہوگا ویقاس علیہ العبید نہر اور دواب کی بیع پر اُنکے غلامون کی بیع قیاس کیجاوے کذا فی النہر وتقاتل بسلاحہم وخیلہم عند الحاجۃ ولا تنتفع
بغیرہما من اموالہم مطلقاً ولو عند الحاجۃ سراج اور قتال کرین ہم اُنکے ہتھیارون اور گھوڑون سے اور ان دونو کے سوا اُنکے اموال سے مطلقاً منفعت لیا ہے اگرچہ

انقطاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج ہم جناب مرتضوی نے باغیوں کے ہتھیار اپنے لشکر میں تقسیم کیے بعض نے کہا یہ تقسیم بسبب حاجت کے تھی واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ انکا مال غنیمت
نہیں ہے انکی وریت بندی نہیں کی کذا فی النہر ولو قال الباغی تبت و القی السلاح من یدہ کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی
السلاح کف عنہ ولو قال انا علی دینک و معہ السلاح لا لان ہو و السلاح معہ قرینۃ بقاء بغیہ فتحی القاہ کف عنہ والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ
کی اور ہتھیار اپنے ہاتھ سے ڈال دیے تو عادل اسکے قتال سے باز رہے اور اگر اسنے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تا میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار
پھینک دیے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اسکے ساتھ ہتھیار ہیں تو اسکے قتال سے باز نہ رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اسکی بغاوت
سو جبکہ ہتھیار پھینکے تو باز رہے ورنہ نہیں یعنی باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر لو قتل باغ مثلہ و ظہر علیہم فلا شئی فیہ لکونہ مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک
باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور انپر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہو تو اسکے قتل میں کوئی چیز نہیں قصاص و دیت اسواسطے کہ اسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر جب
قتل مباح ہوا تو اسکے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں فتح قتلانا شہداء و لا یصلی علی بغاۃ بل یکفنون و یدفنون بدائع اور ہمارے یعنے اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو انپر نماز
جنازہ پڑھی جائے اور بدون غسل دفن کیے جائینگے اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے بلکہ کفن پہنا جائینگے اور دفن کیے جائینگے کذا فی البدائع ویکرہ نقل رؤسہم
الی الآفاق و کذا رؤس اہل الحرب لانہا مثلہ و جوزہ بعض المتاخرین لو فیہ کسر شوکتہم او فراغ قلبنا فتح و مر فی الجہاد اور مکروہ ہے انکے سر اطراف عالم میں بھیجنا
اور اسیطرح کفار کے سر نقل کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مثلہ ہے اور اسکو بعضے متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اسمیں انکی کسر شوکت ہو یا ہمارے تسلی خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا
جہاد میں لو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ عمدا فظہر علی المصر قتل بہ ان لم یجر علی اہلہ احکامہم وان اجری لا لانقطاع ولایۃ الامام عنہم اور اگر باغی
غالب ہوگئے ایک شہر پر سو ایک شہری نے دوسرے شہری کو عمدا قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب اس قتل کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر
باغیوں کے احکام جاری نہیں ہوئے اور اگر انکے احکام جاری ہو چکے ہوں تو قصاص نہ ہوگا بسبب منقطع ہو جانے امام کی حکومت کے انپر سے لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہے کذا فی الفتح و
ان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اسکا وارث ہوگا خواہ باغی کہے میں حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اسواسطے کہ قتل حق مانع ارث کا نہیں
یا بالعکس او قال الباغی وقت قتلہ انا علی باطل لا ان قال انا علی حق اتفاقا لعدم الشبہۃ اور یا برعکس یعنی باغی عادل کو قتل کرے جبکہ باغی بولا اسکے قتل کے وقت کہ میں باطل پر ہوں تو اسکا وارث
نہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے ہم باغی اسواسطے وارث نہوگا کہ اسنے اتلاف بغیر تاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جبکہ اسکے ساتھ قوت ہو کذا فی النہر
وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام و اصر علی دعواہ ورثہ اما لو رجع بطل دیانتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں
اور اپنے دعوی پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوی سے رجوع کریگا تو اسکی دیانت باطل ہو گی تو وارث نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال و فی الفتح ولو دخل
باغ بالامان فقتلہ عادل عمدا لزمہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا امان لیکر پھر اسکو عادل نے
عمدا قتل کیا تو اسپر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل میں دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوگی نہ قصاص اسواسطے کہ اسکی اباحت
دم کا شبہہ موجود ہے ویکرہ تحریما بیع السلاح من اہل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو
کہ مشتری اہل فساد سے ہے اسواسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر ہم حموی نے کہا اور یہی حکم ہے ہبہ و وصیت اور اعارہ و اجارہ دینے ہتھیار کا اور بیع کو مکروہ تحریمی کہنا
بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاۃ او قطاع الطریق او لصوص سب شامل ہیں کذا فی النہر و بیع ما یتخذ منہ کالحدید و نحوہ یکرہ لاہل الحرب لا لاہل البغی لعدم تفرغہم
لعملہ سلاحا لقرب زوالہم بخلاف اہل الحرب زیلعی اور اس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہو جیسا کہ لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے نہ اہل بغاوت سے بسبب انکے فراغت نہ پانے
کے ہتھیار بنانے کیواسطے بسبب انکے قرب زوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا
نہر میں کہتا ہوں کہ فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب معصیت قائم ہو جیسا کہ ہتھیار اسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جسکے سبب گناہ قائم ہو جیسا کہ جاریہ مغنیہ اور کبوتر اڑانے والا

رہبر دوستی لیا اور خصومت کی اس سے ملتقط اول نے تو اسکو پھیر دیا جاویگا مگر اسوقت نہ پھیرا جائیگا جبکہ اسنے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اسواسطے کہ اسنے اپنا حق آپ باطل

کردیا وہذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد و ترجح احدہما کالو وجدہ مسلم وکافر فتنازعا قضی للمسلم لانہ انفع للقیط خانیۃ ولو استویا فالرای فیہ للقاضی بحر بحثا

اور یہ جبھی ملتقط سے ساقط نہ لیا اس صورت میں ہے جبکہ ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہوں اور ایک ترجیح رکھتا ہو چنانچہ اگر لقیط کو ایک مسلم اور ایک

کافر نے پایا پھر دونوں میں جھگڑا ہوا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوگا کذا فی الخانیہ اور اگر دونوں ملتقط برابر ہوں

اسلام یا کفر میں تو اسمیں قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر بحثا ویثبت نسبہ من واحد بمجرد دعواہ ولو غیر الملتقط استحسانا لو حیا والا فبالبینۃ خانیۃ اور اگر ملتقط نے

پایا اور ایک نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو اسکا نسب ایک مرد واحد سے ثابت ہو جائیگا محض اسکے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہوگا تو

نسب تو بھی ثابت نہوگا بدون گواہی کے کذا فی الخانیہ وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار صغیر کیواسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بعض صورتیں تو

ایسی بہت چیزیں ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں فقط کذا فی البحر وہل یشترط [illegible] لم ارہ اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے دوسرا شخص کے

دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کے ولد کا نسب ثابت ہوتا ہے دونوں شریکوں سے بشرط دعوی ہم دو شخص برابر ہیں جنہیں کوئی مرجح نہیں تو ملتقط کا دعوی خارج سے

مقدم ہوگا وعبارۃ الخانیۃ ولو ادعاہ اکثر من خمسۃ عن الامام انہ یثبت الی خمسۃ ظاہر فی عدم قبول دعوی الزائد ولا یشترط اتحاد الامام نہر لکن فی القہستانی

عن المنظم [illegible] الی الکثیر اور عبارت سمنہ کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصوں نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ نسب ثابت ہوگا

پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہو اور شرط نہیں اتحاد امام کا دعوی کرنے والوں کا کذا فی النہر لیکن قہستانی میں نظم سے

وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب ہے پانچ سے زیادہ میں بھی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم قہستانی میں نقلایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک

دو سے زیادہ اکثر میں نسب ثابت ہوتا ہے طحطاوی [illegible] کہا کہ [illegible] سراج کی تصریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت غیر صریح ہے اور

کہ صریح ہے غیر صریح ولو ادعتہ امرأۃ ذات زوج فان صدقہا زوجہا او شہدت لہا القابلۃ او قامت بینۃ ولو رجلا وامرأتین علی الولادۃ

صحت دعوتہا والا لا فیہ تحمیل النسب علی الغیر اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہردار نے دعوی کیا سو اگر شوہر نے اسکی تصدیق یا دائی جنائی نے اسکی

گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتیں تھیں تو عورت کا دعوی صحیح ہوا اور اگر ایسا نہیں یعنی زوج وغیرہ نے اسکی تصدیق نہ کی تو دعوی

نسب کا صحیح نہیں اسواسطے کہ اس دعوی میں تحمیل غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج پر وان لم یکن لہا زوج فلا بد من شہادۃ رجلین اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہو تو دو مرد

گواہی ضروری ہے ثبوت نسب میں ولو ادعتہ امرأتان واقامت احداہما البینۃ فہی اولی وان اقامتا جمیعا فہو ابنہما خلافا لہما اکمل من الخانیۃ اور اگر لقیط کا

دو عورتوں نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اسکے ساتھ لائق تر ہے اور اگر دونوں عورتوں نے گواہ قائم کیے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک

وہ کسیکا بیٹا نہیں [illegible] کو خانیہ سے منقول ہیں ولو ادعاہ خارجان ووصف احدہما علامۃ بجسدہ فوافق فہو احق اذا لم یعارضہا

اقوی منہا کبینۃ [illegible] وسبقیۃ [illegible] ان ارخا فان اشتبہ فبینہما اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصوں نے دعوی کیا اور ایک نے اسکے جسم کی نشانی بیان

کی یعنی اسکے بدن پر کہیں تل یا [illegible] بتلائے اور وہ نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ حقدار ہے بشرطیکہ کوئی دلیل قوی تر علامت سے معارض نہ ہو

چنانچہ دوسرے شخص کے گواہ یا اسکا آزاد ہونا یا اسکی سبقت قبضہ یا مسلمان ہونا اسکا یا اسکی اتنی عمر ہو کہ اسکے لڑکا ہو سکے بشرطیکہ دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو اور اگر

اشتباہ واقع ہو تو لقیط دونوں میں مشترک ہوگا یعنی اگر ایک شخص کا بتایا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گزرانے یا کہ دوسرا آزاد ہو اور صاحب علامت غلام یا وہ مسلم

اور صاحب علامت کافر تو ان صورتوں میں علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعی احدہما انہ ابنہ والآخر انہ بنتہ فاذا ہو خنثی فلو مشکلا فلہما والا فللذی ادعی انہ ابنہ اور اگر ایک نے

دعوی کیا کہ لقیط اسکا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ اسکی بیٹی ہے پھر اسکو دیکھا تو خنثی ہے سو اگر وہ خنثی مشکل ہے تو وہ دونوں کو دلایا جائیگا بسبب عدم ترجیح کے

علی بہ وکیفیۃ ان یقول من سمعتموہ ینشد لقطۃ فدلوہ علیّ سوا اگر اُسنے اقوال اپنے پر شاہد کیا اِس طرح کہ اُسنے لقطہ لیا ہو تا اُسکو پھیر دے اُسکے مالک کو اور شاہد کرنے کے واسطے
اتنا کہنا بھی کافی ہو کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہو تو اُسکو میرے پاس بھیج دیجیو ہ عرفہا ای نادی علیہا حیث وجدہا وفی الجامع اور تعریف کرتا رہا یعنی پکارتا
رہا جہاں اُسکو پایا اور مجامع ناس میں یعنی مساجد ابواب و بازاروں اور رستوں میں یوں پکارتا رہا کہ میں نے کسی کی چیز پائی ہو جسکے مالک کو نہیں جانتا تو اُسکا مالک جسکے
پاس ہے اُسکا پاتا ہے کذا فی الفتح اور اگر اُسکی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے شخص کو دے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیہ الی ان علم ان صاحبہا لا یطلبہا او انہا
تفسد ان بقیت کالاطعمۃ والثمار یہاں تک پکارتا رہے کہ معلوم ہوجائے کہ اُسکا مالک اب تلاش نکرتا ہوگا یہاں تک کہ لقطہ سڑ جائیگا اگر باقی رکھا جائے جیسے کھانے کی چیزیں
یا پھل ہم اُسکے مراد ظن غالب ہو عدم طلب کا یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المضمرات وظاہر الروایۃ میں ایک سال کی تعریف ہو مطلقاً کذا فی المبسوط پھر تقدیر سال کی
اقوال ہیں کچھ ہر جمعہ میں یا ہر مہینے یا ہر ششماہی میں تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہو جیسے کھجور کی گٹھلیاں یا انار کے چھلکے تو اسمیں فائدہ لینا
بلا تعریف جائز ہے لیکن اُسکی ملک اُسکے مالک سے زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہیں مگر جب پھینکنے کے وقت قوم متعین ہے کہا جو اُٹھاوے وہ مالک ہے اور یہی حکم
التقاط سنابل متفرقہ کا نہ مجتمعہ کا کذا فی الطحطاوی کانت امانۃ لم تضمن بلا تعد بشرط اشہاد اور تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ میں امانت ہوگا یعنی بعد تعدی
لائق ضمان کے نہیں فلو لم یشہد مع التمکن منہ او لم یعرفہا ضمن ان انکر ربہا اخذہ للرد وقبل الثانی قولہ بیمینہ وبا خذ جاہ ہی اقرہ المصنف وغیرہ سو اگر ملتقط نے
کسیکو گواہ نکیا باوجود اُسکے قادر ہونے کے یا اُسنے تعریف نکی تو ضامن ہوگا اگر اُسکا مالک انکار کرتا ہو پھیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہے ابو یوسف نے قول ملتقط کا
اُسکی قسم کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں یعنی یہی مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی او ثابت رکھا اُسکو مصنف رحمہ نے قول اصح میں محمد بھی ابو یوسف کے ساتھ ہیں
کذا فی الینابیع تو اچھا ہے مسئلے قول پر فتوی ہوا ولو من الحرم او قلیلۃ او کثیرۃ فلا فرق بین مکان ومکان فی لقطۃ اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچھ فرق
نہیں ہے درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کا دوسرے لقطہ سے ہم لقطہ حل اور حرم کی تعریف میں کچھ فرق نہیں امام اعظم اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے
ایک قول میں اور دوسرا قول امام شافعی کا یہ ہے کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہاں تک کہ مالک اُسکا پیدا ہو اسواسطے کہ صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ حدیث مرفوع میں وارد ہے
کہ لا یحل ساقطتہا الا لمنشد یعنی حلال نہیں لقطہ مکہ کا مگر معرف کیواسطے اور ہمیں تعریف کی قید نہیں تو دوام ثابت ہوا اُسکا جواب یہ ہے کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ
التقاط حلال نہیں مگر معرف کو اور اپنے واسطے لینا حلال نہیں اور تخصیص مکہ واسطے رفع اس وہم کے ہے کہ کوئی وہاں کی تعریف کو ساقط سمجھے اس سبب سے کہ ظاہر وہ پیسہ
مسافروں کی ہے جو متفرق ہوگئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسیطرح لقطہ قلیلہ اور کثیرہ کی تعریف میں کچھ فرق نہیں قول معتمد میں اور غیر معتمد یہ قول ہے
کہ دس درم یا زیادہ کی سال بھر تعریف چاہیئے اور دس سے کم زیادہ کی دو سو تک ایک مہینہ اور تین درم کی ہفتے تک اور ایک درم کی تین دن اور ایک درم کی ایک دن تعریف چاہیے
کذا فی الطحطاوی فینتفع الرافع بہا لو فقیرا والا تصدق بہا علی فقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہ توضع فی بیت المال تاتارخانیہ پھر بعد
تعریف کے اُٹھانے والا منتفع ہو لقطہ سے اگر وہ محتاج ہو اور اگر محتاج نہو تو اُسکو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اُسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جبکہ معلوم ہو جائے کہ لقطہ ذمی کا ہے
تو وہ بیت المال میں رکھا جائیگا کذا فی التاتارخانیہ وفی القنیۃ لو رجی وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ میں ہے کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اُسکی وصیت کر جانا واجب ہے ورنہ
واجب نہیں کذا فی البحر فان جاء مالکہا بعد التصدق خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعد ہلاکہا ولہ ثوابہا پھر اگر اُسکا مالک آیا تصدق کرنے کے بعد تو وہ مختار ہے اُسکے
تصدق کے جائز رکھنے میں اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت واقع ہو اور اسی مالک کو اُسکے تصدق کا ثواب ملیگا او تضمینہ والظاہر انہ لیس للوصی والاب اجازتہا نہر
یا مالک مختار ہے ضمان لینے میں ظاہر یہ ہے کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہیں ہے فی الوہبانیۃ الصبی کبالغ فیضمن ان لم یشہد ثم لابیہ
او وصیہ التصدق وضمانہ فی مالہما لا مال الصغیر اور وہبانیہ میں ہے کہ صغیر بالغ کے برابر ہے تو ضمان اسپر لازم آویگا اگر اُسنے اُٹھانے کے وقت شاہد نکیا ہو
پھر اُسکے باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان دینا جائز ہے اپنے مال سے نہ صغیر کے مال سے ولو تصدق بہا بامر القاضی فی الاصح کما لو الملتقط [illegible]

او القاضی او الامام لو فعل ذلک لانہ تصدق بمال الغیر بغیر اذنہ ذخیرہ ملتقط پر ضمان لازم ہے اگرچہ اُسنے بامر قاضی التصدق کیا ہو چنانچہ اسکو اختیار ہے کہ قاضی یا بادشاہ سے
ضمان لے اگر قاضی یا امام نے بھی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہ خیرات کرنا غیر کے مال میں بغیر اُسکے اذن کے کذا فی الذخیرۃ او الفقیر المسکین وایہما ضمن لا یرجع به علی صاحبه
یا ضمان لے مالک اُس فقیر سے جسنے اسکا مال خیرات میں پایا اور دونوں میں سے جس سے ضمان لے وہ دوسرے سے پھیر لے ولو العین قائمۃ اخذہا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو
اسکو فقیر سے لے ولا شیء للملتقط لمال او بہیمۃ او ضال من الجعل حملہا الا بالشرط لکن یہ فلہ کذا فی الخلاصۃ اجر مثلہ تاتارخانیہ کالاجارۃ الفاسدۃ اور مال یا جانور یا صغیر گمشدہ کے
ملتقط کیواسطے کچھ مال عوض التقاط کے ہرگز نہیں مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے کہا کہ جو اسکو لاوے اسکے واسطے اتنا مال ہے تو اسکو اجرت مثل ملیگی کذا فی تاتارخانیہ جیسے اجارہ
فاسدہ میں اجرت مثل ملتی ہے وندب التقاط البہیمۃ الضالۃ وتعریفہا ما لم یخف ضیاعہا فیکرہ لو معہا ما تدفع به عن نفسہا کقرن البقر وکدم الابل تاتارخانیہ اور
بھولے بھٹکے جانور کا التقاط اور تعریف مستحب ہے جب تک اسکے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو پھر اگر خوف ہو تو التقاط مستحب ہے اور التقاط مکروہ ہے اگر جانور کے ساتھ وہ چیز ہو جس سے وہ اپنی جان
بچا سکے غیر کو ہٹا کر جیسے سینگ گائے بیل کا اور دانت سے کاٹنا اونٹ کا اسواسطے کذا فی تاتارخانیہ اور قاموس میں ہے کہ بہیمہ وہ جانور ہے جسکے چار پاؤں ہوں اگرچہ پانی میں رہتا ہو
یا ہر جانور بے تمیز کا نام بہیمہ ہے تو موجب تحقیق فرق کے وہ اونٹ گھوڑا اور اونٹ اور بیل اور بھیڑ بکری اور مرغی اور بطخ کبوتر کو لفظ بہیمہ شامل ہے اور یہ جو حاشیہ صحیح میں اخفا
ہے کہ یہ نہی اوس وقت کا حکم تھا جبکہ اہل صلاح کے سبب غالب اہل صلاح کے اور ہمارے زمانہ میں تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہے ہرگز اطمینان نہیں کہ اہل خیانت
اُسکو چھوڑ دینگے یا مالک تک پہنچا دینگے تو اب اسکا التقاط ہی فضل تر ہے کہ مالک کا مال محفوظ رہے ولوکان التقاط فی الصحراء ان ظن انہا ضالۃ فادی اگرچہ التقاط بہیمہ جنگل میں
واقع ہو بشرطیکہ اسکی گم گشتگی کا ظن غالب ہو کذا فی الحاوی وہو فی الانفاق علی اللقیط والملتقط متبرع لقصور الولایۃ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف کرنے میں احسان کا
کرنے والا ہے بسبب اپنے قصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہیں کرسکتا جیسے غیر کا دین ادا کر دینا بدون اسکے امر کے کذا فی البحر الا اذا قال له القاضی انفق لترجع فلو
ذکر الرجوع لم یکن دینا فی الاصح او یصدقہ اللقیط بعد بلوغہ کذا فی الجمع ای یصدقہ علی ان القاضی قال له ذلک لانہ عالم بان مالکہ نہیں مگر اُسوقت صرف مذکور دین ہوگا
جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کر تاکہ پھیر لیجیو سو اگر قاضی پھیر لینے کو نہ مذکور کرے تو اسکے مالک پر دین نہ ہوگا تو اصح میں یا اسوقت دین ہوگا جبکہ لقیط ملتقط کی
تصدیق کرے اپنے بالغ ہونے کے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اسکی اسپر تصدیق کرے کہ قاضی نے اُس سے پھیر لینے کو کہا ہے اور مطلب نہیں جسکو ابن ملک نے گمان کیا ہے
کذا فی النہر ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا مطلب سمجھا ہے کہ جب قاضی نے انفاق کا حکم نہ کیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہے اور لقیط نے اسکی تصدیق
کی تو اسکو پھیر لینے کا اختیار ہے کذا فی الطحاوی ثم المدیون رب اللقطۃ وابو اللقیط او سیدہ او ہو بعد بلوغہ پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ درصورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہے اور لقیط کا باپ
یا اُسکا مولی یا خود لقیط بعد بالغ ہونے کے لینے کے و امکان لہا نفع اجرہا باذن الحاکم وانفق علیہا منہ کالضال بخلاف الابق وہی فی بابہ اور اگر لقطہ جانور لائق ہو اور انتفاع
کے ہے جیسے گم ہوا گھوڑا اور اونٹ تو اُسکو اجارہ دے ملتقط حاکم اذن سے اور اسپر صرف کرے اسکی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اسکا اجارہ صحیح نہیں اُسکے
بھاگ جانے کے خوف سے اور یہ عنقریب آتا ہے باب الابق میں و ان لم یکن نفع باعہا القاضی وحفظ ثمنہا ولو الانفاق اصلح امر به لان ولایتہ نظریۃ اختیار فلو
لم یکن تم نظر لم ینفذ امرہ به فتح بحثا اور اگر جانور میں نفع لائق اجارہ کے نہو چنانچہ بھیڑ بکری میں تو قاضی اسکو بیچ ڈالے اور اسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اگر خرچ کرنا
اسپر بہتر ہو مالک کے واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنے کا امر کرے دو تین دن تک بامید ظہور مالک کذا فی البحر عن الہدایہ اسواسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہے
یعنی تامل مصلحت کے واسطے ہے سو اگر وہاں تامل میں مصلحت نہو تو اسکا امر بالانفاق نافذ نہیں کذا فی الفتح بحثا وله منعہا من ربہا لیاخذ النفقۃ فان ہلکت بعد حبسہ
سقطت وقبله لا اور ملتقط کو جائز ہے نہ دینا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پھر اگر لقطہ ہلاک ہوگیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہوگیا اور قبل
حبس کے ہلاکی سے ساقط نہیں ولا یدفعہا الی مدعیہا جبرا علیه بلا بینۃ اور ملتقط لقطہ نہ دے اُسکے مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے لینے درصورت تصدیق ملتقط کو
دینے کا اختیار ہے فان بین علامتہ حل الدفع بلا جبر وکذا الحکم ان صدقہ ملتقط بین او لا اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح نہایہ پھر اگر مدعی نے کوئی علامت

کیا کرتے تھے کذا فی المنح عن الظہیریۃ وفی الوہبانیۃ مر بثمار تحت اشجار فی غیر امصار لا باس بالتناول مالم یعلم النہی صریحا او دلالۃ وعلیہ الاعتماد اور وہبانیہ میں
ہے کہ ایک شخص پھلوں پر ہوکر نکلا جو درختوں کے نیچے پڑے ہیں باہر شہروں کے سواد دیہات میں تو اسکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں جب تک نہی صریحا یا دلالۃ معلوم نہو اور اسی
قول پر اعتماد ہے ہم شرح وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص درختوں کے نیچے پڑے پھلوں پر ہوکر نکلا تو اگر وہ شہر ہے تو اسکا کھانا درست نہیں مگر اس شرط سے کہ معلوم ہو جائے
کہ اسکے مالک نے مباح کردیا ہے خواہ تصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے اسواسطے کہ شہر میں مباح کردینے کی عادت نہیں اور اگر باغ میں ایسے پھل ہوں جو سالہا سال
رہتے ہیں اور سڑتے نہیں جیسے اخروٹ اور بادام تو انکا لینا جائز نہیں جب تک انکا مالک معلوم ہو اور اگر ایسے پھل ہوں جو مدت تک باقی نہیں رہ سکتے تو مشائخ نے اختلاف کیا
بعضوں نے کہا کہ بدون ثبوت اباحت لینا جائز نہیں اور بعضوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں جبکہ صراحۃ یا دلالۃ یا عادۃ نہی معلوم ہو اور یہی قول پر اعتماد ہے اور اگر دیہات اور
قریات ہیں تو اگر پھل باقی رہنے والے ہیں تو انکا لینا بدون دریافت اذن مالک کے جائز نہیں اور اگر ایسے ہوں جو باقی نہیں رہتے جلد سڑ جاتے ہیں تو یہ قول بالاتفاق ہے کہ انکا
لینا درست ہے جبتک نہی نہ معلوم ہو اور اگر پھل درخت پر ہیں تو شہر و گانوں میں کہیں لینا درست نہیں بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہ
تحمل نہیں کرتے ہیں تو اسکو کھانا درست ہے لیکن لادنا جائز نہیں انتہی ملخصا کہا طحطاوی نے کہ اب تجھے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہے اور تفصیل یہی ہے جو ہمنے مذکور کی وہبانیہ
سے واخذک تفاحا من النہر جاریا یجوز کمثری وفی الجوز ینکر ۵ اور وہبانیہ میں ہے اور سیب یا امرود کو تیرتا لینا جاری نہر سے جائز ہے اور اخروٹ میں لینا جائز نہیں
ہم نہر جاری کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ ہر پانی کا یہی حکم ہے سیب یا امرود کا لینا بسبب جلد سڑ جانے کے جائز ہے اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ سڑنے کے اور مالک
کیواسطے رکھنا درست ہے اگر قیمتی ہو والا اپنے واسطے بھی لینا جائز ہے کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

## کتاب الآبق

یہ کتاب ہے آبق یعنے غلام گریختہ کے احکام میں مناسبتہ عرضیتہ للتلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا آفت اور زوال کا ہے
لیکن لقیط اور لقطہ میں عروض آفت باعتبار ذات کے ہے اور آبق میں باعتبار انتفاع مولی کے ہے نہ باعتبار اسکی ذات کے والاباق انطلاق الرقیق تمردا کذا
عرفہ ابن کمال البدیع الفارسی من تبرہ وسستنیرہ موعظۃ وصیۃ اور اباق عبارت ہے لونڈی غلام کے چلے جانے سے ازراہ شرارت اور سرکشی کے یہی تعریف
کی ہے ابن کمال نے اباق کی تاکہ داخل ہے آبق کی تعریف میں وہ غلام جو بھاگ گیا مولی کے مستاجر اور عاریت مانگنے والے اور امانت دار اور اسکے وصی کے
پاس سے ہم موجبہ بفتح جیم مستاجر ہے اور مودع بفتح دال ہے کذا فی الحلبی اور وصی عام ہے باپ کیطرف سے ہو یا قاضی کیطرف سے اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ غلام گریختہ کا
پکڑ لینا فرض ہے اگر خوف ہو اسکے ضائع ہونے کا یعنی مولی کے پاس پہونچنے کا اسواسطے کہ پکڑ لینے میں اسکا قائم رکھنا ہے ویحرم اخذہ لنفسہ حرام ہے اسکا پکڑ لینا اپنی
ذات کیواسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ الا فالاولی ترکہ فی البدایع حکم اخذہ کاللقطۃ اور اسکا پکڑ لینا مستحب ہے اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اسکے حفظ اور ایصال
مولی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہو تو مستحب یہی ہے کہ بدایع میں ہے کہ اسکی گرفتاری کا حکم لقطہ کا سا ہے فان جاء آخذہ الیہ ای الی من ہو موثوق منہ بکفیل ان شاء
بجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضا باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ پھر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اسکو دے اگر اسنے گواہی سے اپنا دعوی ثابت کیا اور اس سے
ضامن لے اگر چاہے بسبب احتمال اسبات کے کہ شاید اسکا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بھی اس سے حلف لیوے یوں قسم لے کہ اسنے غلام کو اپنے ملک سے کسی وجہ سے خارج نہیں کیا بیع یا ہبہ
سے مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جنمیں گواہی اور قسم مجتمع ہوتی ہے اسواسطے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مقصود کے مغایر ہے کذا فی الطحطاوی یعنے گواہی سے اثبات ملک مقصود ہے اور قسم سے
انتفاء ملک ان لم یبرہن عطف علی ان برہن واقر الآبق انہ عبدہ او ذکر المولی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر گواہ نہ لایا اور غلام نے اقرار کیا کہ
اسکا غلام ہے یا مولی نے اسکی علامت یا اسکی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اسکو دیدے ضامن لیکر شارح نے کہا وان لم یبرہن عطف ہے برہن پر … متعلق
سمجھنے طحطاوی نے علامہ نوح سے نقل کیا کہ در صورت بینہ دفع واجب ہے اور در صورت اقرار و ذکر علامت جائز ہے فان انکر المولی اباقہ فی جعلہ حلف الا ان

بیر ہو علی اباقہ او علی اقرار المولی بذلک زیلعی سو اگر مولیٰ اُسکے بھاگنے کا منکر ہو محنتانہ دینے کے خوف سے تو خدا کی قسم کھائے کہ وہ نہیں بھاگا مگر یہ کہ گرفتار کرنے والا
گواہ لاوے اُسکے بھاگنے پر یا مولیٰ کے بھاگ جانے کے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہ ہوگی کذا فی الزیلعی فان طالت المدۃ ای مدۃ المجی باعہ القاضی ولو علم مکانہ
لئلا تاکلہ المولی بکثرۃ النفقۃ سو اگر مولیٰ کے آنے کی مدت دراز ہو جاوے تو قاضی اُسکو بیچ ڈالے اگرچہ اُسکا مکان جانتا ہو تاکہ مولیٰ کا ضرر نہو کثرت خرچ سے وحفظ ثمنہ لصاحبہ
وامسک من ثمنہ ما انفق علیہ منہ اور قاضی اُسکی قیمت کو اُسکے مالک کیواسطے محفوظ رکھے اور رکھ لے اسکی قیمت سے جو خرچ ہوا اُسپر یعنی اگر بیت المال سے اُسپر خرچ ہوا تو بنا اُسکی
قیمت سے بیت المال میں رکھدے طحطاوی نے کہا بہتر تھا کہ شارح ثمنہ کے لفظ کو نہ لاتا اسلئے کہ مصنف کا قول یعنی منہ مغنی ہے وان جاء المولی بعدہ وبرہن او ذکر علامتہ دفع باقی الثمن
الیہ اگر مولیٰ بعد بیع کے آیا اور گواہی اپنی ملک کی ثابت کی یا علامت بیان کری تو باقی قیمت اُسکو دیجاوے حلبی نے کہا حلم بتشدید لام ہے یعنی علامت اور حلیہ کو کہتے
طحطاوی نے کہا قاموس سے یہی مطلب بتخفیف ثابت ہوتا ہے ولا یملک المولی نقض بیعہ ای بیع القاضی لانہ بامر الشرع فکانہ لا ینقض اور مالک نہیں مولیٰ اُسکے بیع کے
توڑنے کا اسواسطے کہ بیع قاضی امر شرع قاضی کے حکم کے مانند ہے نہیں ٹوٹتی قلت لکن رأیت فی معروضات المرحوم ابی السعود مفتی الروم انہ صدر امر السلطان بمنع القضاۃ
عن اعطاء الاذن ببیع عبید العسکریۃ وحینئذ فلا یصح بیع عبیدہم اھ فلہم اخذہا من مشتریہا ویرجع المشتری بثمنہ علی البائع واما فی عبید الرعایا فان کان [illegible]
بغبن فاحش والا فلا مرجعا بالثمن وبذلک ورد الامر ایضا انتہی بالمعنی فلیحفظ فانہ مہم میں کہتا ہوں میں نے دیکھا ابو سعود مرحوم مفتی روم کے معروضات میں کہ صادر
ہوا حکم سلطان روم کا قاضیوں کے منع کرنے میں اہل لشکر کے غلاموں کی بیع کی اجازت دینے سے اور اسوقت ان کی بیع صحیح نہیں ہے پس جب کسی نے بیچا غلام ان
کی بیع تو انکو مشتری سے مفت لینا جائز ہے اور مشتری اُسکی قیمت بائع سے پھیر لے اور رعایا کے غلاموں میں بھی یہی حکم ہے جبکہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع
نقصان سے نہوا ہو تو رعایا کو قیمت دیکر لینا درست ہے اور اسکا بھی حکم سلطانی وارد ہوا ہے انتہی جواب المفتی بالمعنی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری ہے ولو زعم المولی
تدبیرہ او کتابتہ او استیلادہا لم یصدق فی نقضہ الا ان یکون عندہ ولد منہا او یبرہن علی ذلک نہر اور اگر مولیٰ گمان کرے اُسکے مدبر یا مکاتب ہونے کا یا لونڈی کی
استیلاد ہونیکا تو اُسکی تصدیق نہ ہوگی نقض بیع میں مگر اسوقت تصدیق ہوگی کہ مولیٰ کے پاس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اس گمان پر گواہ لاوے کذا فی النہر واختلف
فی اخذ الآبق اخذہ افضل وقیل ترکہ ولو عرف بیتہ فایصالہ الیہ اولیٰ اور بھاگے غلام میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اُسکا لینا افضل ہے اور بعضوں نے کہا کہ
چھوڑنا افضل ہے اور اگر اُسکا گھر جانتا ہو تو اُسکا پہنچا دینا بہتر ہے ابق عبد فجاء بہ رجل وقال لم اجد معہ شیئا من المال صدق ولا شیء علیہ ایک غلام بھاگا سو اُسکو کوئی
پکڑ لایا اور یہ کہا کہ میں نے اُسکے ساتھ کچھ مال نہیں پایا تو اُسکی تصدیق ہو گی اور اُسپر کچھ نہیں ہے ولمن ردہ خبر بقولہ الآتی اربعون درہما الیہ من مدۃ سفر فاکثر
وہو ای والحال ان الراد ولو صبیا او عبدا لکن الجعل لمولاہ ممن یستحق الجعل اور جو پھیر لاوے غلام کو مولیٰ کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پھیر لانے والا ان لوگوں
میں سے ہو جو محنتانہ کے مستحق ہیں اگرچہ پھیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا محنتانہ اُسکے مولیٰ کا ہے جعل بالضم وجعالہ بالکسر وجعیلہ بروزن کریمہ عبارت ہے اجر سے لہذا
جعل کا ترجمہ محنتانہ کیا مستحق محنتانہ وہ شخص ہے جسکو [illegible] خادم نہو اور جس سے مولیٰ نے استعانت نہیں چاہی شارح نے کہا لمن ردہ کی خبر مصنف کا
آئندہ قول اربعون درہما ہے قید بہ لانہ لا جعل للسلطان او شحنۃ او خفیر ووصی یتیم وعائلہ ومن استعان بہ [illegible] فقال نعم او کان فی عیالہ وابن واحد الزوجین مطلقا زیلعی وشریک
ونصفہ وہبانیہ ولو اجنبیۃ فالمستثنی احد عشر مصنف نے استحقاق اجرت کی قید لگائی ہے اسلئے کہ محنتانہ نہیں ہے واسطے بادشاہ کے اور کوتوال اور معاہد اور یتیم کے وصی کے
اور یتیم کے عیال کے اور جس سے مولیٰ نے مدد چاہی اس طرح کہ اگر بھاگے غلام کو پایا تو اسکو پکڑ لینا سو اُسنے کہا اچھا یا غلام کا پھیر لانے والا اسکی عیال میں ہے اور احد الزوجین کا
بیٹا مطلقا خواہ عیال میں ہے یا نہو کذا فی الزیلعی اور شریک کیواسطے اجر نہیں کذا فی المنح الوہبانیہ والوصیہ تو استحقاق اجر سے گیارہ شخص مستثنیٰ ہیں طحطاوی نے کہا کہ جو
مستحقین اجر سے الگ ہیں گیارہ ہیں کہ احد الزوجین میں دو صورتیں ہیں یعنی زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پھیر لاوے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو لاوے اور بحر الرائق میں عدم استحقاق کی تصریح
میں ام و باپ کو شمار کیا ہے جبکہ وہ فرزند کی عیال میں ہیں یہ دونوں صورتیں شارح کے اس قول میں داخل ہیں او کان فی عیالہ اربعون درہما فبطل صلحہ فیما زاد علیہا ولو بلا شرط استحسانا

غلام کے پھیر لانے والے کیواسطے چالیس درم مختانہ ہو اگرچہ شہر والی ہو یعنے مختانہ کی بنا بر استحسان کے پھر جب مختانہ چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر صلح کرنا باطل ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ
مختانہ نہو لیکن وجہ استحسان یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اجماع ہے اصل مختانہ پر اگرچہ اسکی مقدار میں اختلاف ہے لہذا مدت سفر میں چالیس درم مقرر ہوئے اور کمتر میں کمتر تاکہ جمیع روایات مجتمع ہو جاویں کذا
فی الظہیریہ وعن محمد فی ام الولد والمدبر والصبی والمعتق البعض لا ابق مجعلان شہر تھا اور اگر بچہ پھیر لایا لونڈی اور اسکا ایک بیٹا ہے جو فرار کے معنوں کو سمجھتا ہے تو دو مختانے ہیں کذا فی النہر تھا وان لم
یبعد لہا عند الثانی لثبوتہ بالنص فلذا عول علیہ ارباب المتون چالیس درم مختانہ لازم ہو اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک بسبب ثابت ہونے چالیس درم
کے صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسیواسطے متون فقہ کے مصنفوں نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے ان اشہد انہ اخذہ لیردہ والا لا شی لہ مختانہ لازم ہے اگر پھیرنے
والے نے پر گواہ کیا کہ میں اسکو گرفتار کیا ہے پھیر دینے کیواسطے اور اگر گواہ نہیں کیا تو اسکے واسطے کچھ نہیں اسواسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہے کہ اسنے اپنے واسطے گرفتار کیا اور لو ردہ
من اقل منہا لقسطہ وقیل یرضخ لہ برای الحاکم وبہ یفتی تاتارخانیہ اور اسکے پھیرنے والے کیواسطے کمتر مدت سفر سے مختانہ ہے چالیس کے حساب سے
اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسکو قدر قلیل دینا چاہیے حاکم کی تجویز سے یا اسکی تقدیر بنا دونوں کی رضامندی سے اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر عن التاتارخانیہ ولو
من المصر فیرضخ لہ او یقسط کما مر اور اگر اسکو اسی شہر سے پھیر لایا جسمیں کہ مولے رہتا ہے تو اسکو قدر قلیل دینا چاہیے یا چالیس کے حساب سے بانٹ دینا چنانچہ گذر گیا وام ولد ومدبر ماذون
کالقن ان کان العود فی حیاۃ المولی ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کے برابر ہیں مختانہ میں ان مات المولی قبل وصولہ الیہ لانہ لا یعتق عنہ ولد ام ولد فلا جعل لہ فی القن
یعتق اور اگر مولے مر گیا غلام کے پہنچنے سے پہلے اسواسطے کہ وہ مدبر یا ام ولد ہے تو پھیر لانے والے کیواسطے مختانہ نہیں بسبب آزاد ہو جانے دونوں کے مولے کی موت سے اور آزاد
پھیر لانے میں کچھ مختانہ نہیں ہے وان ابق منہ بعد اشہادہ المتقدم لم یضمن لانہ امانۃ حتی لو استعملہ فی حاجۃ نفسہ ثم ابق ضمن لصیرورتہ غاصبا قنیہ اور اگر غلام بھاگ گیا
پھیر لانے والے کے پاس سے بعد اسکے اشہاد متقدم کے تو پھیر لانے والے پر ضمان نہیں اسواسطے کہ غلام اسکے پاس امانت تھا اور امانت میں بلا تعدی ضمان نہیں حتی اگر اسنے غلام کو اپنے ذاتی کام میں
لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضامن ہوگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیہ وفی الوہبانیہ لو انکر المولی اباقہ قبل قولہ بیمینہ بانہ مرید الرد بالمعین اباقہ اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر مولے نے اسکے
بھاگنے کا انکار کیا تو اسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور قاصد رد پر اسکی قیمت لازم ہوگی جبتک وہ اسکا بھاگنا ثابت کرے یعنی گواہی سے یا مولے کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی وضمن لو ابق
او مات قبلہ مع تمکنہ منہ لانہ غاصب اور ضامن ہوگا گرفتار کرنے والا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اسکے قادر ہونے کے اشہاد پر اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ
غاصب ہے ولا جعل لہ فی الوجہین خلافا للثانی فی ثانیہما لان الاشہاد عندہ لیس بشرط فیہ وفی اللقطۃ اور اسکے واسطے مختانہ نہیں دونوں صورتوں میں یعنی صورت فرار
بعد الاشہاد اور در صورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت میں اسواسطے کہ انکے نزدیک گواہ کرنا شرط نہیں غلام کے مختانہ میں لقطے میں ہم طحطاوی نے کہا
کہ یہ ان پر اعتراض ہی ہے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھی بھاگ جانے میں مختانہ واجب نہیں تو ترک اشہاد میں کیونکر واجب ہوگا بلکہ انکے نزدیک مختانہ جب ہے پہونچانے
کے وہ جب نہیں ہاں انکے نزدیک اشہاد شرط نہیں پس بہتر یہ تھا کہ شارح قول خلافا للثانی کو یہاں سے حذف کرتا اور انہ اخذہ لیردہ کے قول کے پاس ذکر کرتا اور محتمل ہے کہ
خلافا للثانی متصل قبل کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ وہ قسم ثانی ہے وان ابق منہ کی ولا جعل لہ ومکاتب لحریتہ یدا اور مختانہ نہیں مکاتب کے پھیر لانے میں بسبب اسکے آزاد ہونے
کے تصرف کی راہ سے وجعل عبد الرہن علی المرتہن لو قیمتہ مساویۃ للدین او اقل ولو اکثر من الدین فعلیہ بقدر دینہ والباقی علی الراہن لان حقہ بالقدر
المضمون اور مختانہ رہن کے غلام کا مرتہن پر ہے اگر اسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر مختانہ ہے بقدر اسکے دین کے اور باقی مختانہ
راہن پر ہے اسواسطے کہ اسکا حق اسی بقدر ضمان کے ہے اور یہ مختانہ بمنزلہ ثمن مرتہن پر ہوگا اور راہن نہ دیگا اسواسطے کہ اگر مر جاتا رہن باطل ہوجاتا کذا فی الفتح
والبحر وجعل عبد اوصی برقبتہ لانسان وبخدمتہ لآخر علی صاحب الخدمۃ فی الحال لان المنفعۃ لہ فاذا انقضت الخدمۃ رجع صاحبہا علی صاحب
الرقبۃ او بیع العبد فیہ ای فی الجعل اور مختانہ اس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کیواسطے ہوئی ہو اور اسکی خدمت کرنے کی وصیت دوسرے
انسان کیواسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہے فی الحال اسواسطے کہ منفعت اسی کے واسطے ہے پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہوجاوے تو صاحب خدمت اسکی

گردن کے مالک سے مجتنانہ بھیجے یا غلام بیچا جائے مجتنا نہیں جعل یا ذون مدیون علی من یستقر له الملک فان بیع بدا بالجعل لما تی للغیرا و مجنایۃ غلام
ماذون مدیون کا اسیر ہو جسکی ملک اسپر ٹھہر جاے خواہ مولی کی خواہ انکی سو اگر وہ بیچا جاے تو پہلے قیمت سے مجتنانہ دیا جاے اور باقی قرضخواہوں کو ملے کیا یجب اجل الحق
یعنی خطار فی یدالآخذ علی من یستقر جنایۃ و جب ہو مجتنانہ اس غلام کا جسنے خطا کی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتھ میں اسپر ہو جسکا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولی
خواہ ورثہ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کریگا تو کسی پر مجتنانہ نہیں کذا فی البحر ومغصوب علی غاصبه وموہوب علی موہوب له وان کان رجع الواہب بعد الرد لان زوال
مالکه بالرجوع بتقصیر منه وہو ترک التقریر او غلام مغصوب کا مجتنانہ اسکے غاصب پر ہوا اور غلام موہوب کا موہوب له پر اگرچہ ہبہ کرنے والے نے اسکو پھیر لیا ہو پھیر دینے
کے بعد اسلیے کہ زوال ملک موہوب له کا سبب رجوع کے اسکی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تقریر سے وجعل عبد صبی فی ماله وصغیر کے غلام کا مجتنانہ اسکے مال میں ہو الا
نفقته کنفقۃ اللقطۃ تمام اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کی مانند ہو چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہو تو احسان ہو اسکو
مالک سے پھیر لے نہیں سکتا اور اسکے اذن سے پھیر لے سکتا ہو بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کردی ہو وله حبسه للدین لنفقته اور غلام گرفتار کرنے والے کو اسکا حبس
کرنا اپنے نفقہ کے دین کے واسطے درست ہو ولا یواجره القاضی خشیۃ اباقه ثانیا ولکن یحبسه تعزیرا له وقیل یواجره للنفقه وبه جزم فی الهدایۃ والکافی اور غلام گریختہ کو
قاضی اجارہ نہ دے اسکے دوبارہ بھاگ جانے کے خوف سے ولیکن اسکو محبوس کرے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسکو اجارہ دے نفقہ کیواسطے اور اسی
قول پر تقریر کیا ہے ہدایہ اور کافی میں بخلاف اللقطۃ والضال وقدر فی التاتارخانیۃ مدۃ حبسه بستۃ اشهر وتنفقه فیها من بیت المال ثم بعدها
یبیعه القاضی کما مر بخلاف لقطہ اور گم ہوئے غلام کے کہ انکو قاضی اجارہ دیدے اور تاتارخانیہ میں مدت حبس غلام کی چھ مہینے کے ساتھ متعین کی ہے اور خرچ
غلام کا مدت حبس میں بیت المال سے ہو پھر مدت مذکورہ کے بعد قاضی اسکو بیچ ڈالے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب اللقطہ میں یعنی جسقدر بیت المال سے صرف ہوا ہو اسکو لیکر
باقی قیمت کو مالک کیواسطے رکھ چھوڑے فرع مسئلۃ ملحقۃ شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری رفع الامر للقاضی لیفسخ غلام مذکور بھاگ گیا بعد بیع
قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہے قاضی سے نالش کرنا تاکہ وہ بیع کو فسخ کردے اسواسطے کہ مشتری غلام کی انتظار سے متضرر ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

## کتاب المفقود

یہ کتاب ہے شخص مفقود کے احکام میں مناسبت اسکی سابق سے اس راہ سے ہے کہ غائب اور بے نشان ہونے میں دونوں برابر ہیں ہو لغۃ المعدوم وشرعا غائب لم یدر
حیوتہ فیتوقع قدومه ام میتا اودع اللحد البلاقع ای القفر جمعه بلاقع فدخل الاسیر والمرتد لم یدر الحق ام لا مفقود لغت میں معنی معدوم ہے اور شرع میں
اس غائب کو کہتے ہیں جو معلوم نہیں کہ زندہ ہو کہ اسکا آنا متوقع ہے یا مردہ ہو کہ جنگل میدان کی لحد میں گاڑا گیا بلقع بمعنی قفر ہو یعنی زمین بے نبات اور جمع اسکی
بلاقع ہے تو اس تعریف میں اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہیں کہ دار الحرب میں داخل ہوا یا نہیں ہم نے متعہد کئے باتباع صاحب بحر الرائق
جہل مکان مفقود کو تعریف میں نہیں کیا اسواسطے کہ محیط میں مسلم اسیر اہل حرب جسکی حیات اور موت معلوم نہیں مفقود میں شمار کیا ہے حالانکہ مکان اسکا معلوم ہے کہ دار الحرب
لیکن نقایہ اور اسکی شرح قہستانی میں تعریف مفقود کی یوں کی ہے کہ وہ غائب ہے جسکا اثر معلوم نہیں یعنی حیات اور موت اور مکان اسکا معلوم نہیں اور کنز اور فتاوی
عالمگیری میں بھی جہل مکان کی شرط کیا ہے اور صاحب بحر نے تصریح سے جہل مکان کی ثابت نہیں کیا طحطاوی نے کہا تو معتمد یہی ٹھہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود میں
ضرور ہو وہو فی حق نفسه حی بالاستصحاب وہو الاصل فیه اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق میں زندہ ہے باعتبار استصحاب کے یعنی بنظر ظاہر حال کے یہی حیات بنظر ظاہر حال کے
اصل ہے مفقود کے احکام میں چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آیندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسه غیره ولا یقسم ماله نکاح نہ کیجائے اسکی زوجہ اسکے غیر سے اور اسکا
مال وارثوں میں تقسیم نہ کیا جائے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود انه لم یبق فی بیت المال منتظم من یدمن سید من امنه حلیته قبل ... کما ہی
منتظم خزانۃ المفتین میں کہتا ہوں اور مفتی ابی السعود کے معروضات میں ہے کہ جائز نہیں بیت المال کے امین کو مفقود کا مال لینا اس شخص کے ہاتھ سے جسکو

مفقود نے اپنے مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے چنانچہ آگے آویگا اخذ از نہر الفائق سے ولا الفسخ اجارتہ اور اسکا اجارہ فسخ نہ کیا جاوے ونصب القاضی من یہی کیا
یاخذ حقہ کغلاتہ ودیونہ المقر بہا ویحفظ مالہ ویقوم علیہ عند الحاجۃ اور حاجت کے وقت منصوب کرے قاضی اسکو یعنی وکیل کو جو مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اسکے وہ دین
جنکے مدیون مقر ہیں منکر نہیں اور محافظت کرے اسکے مال کی اور قائم رہے اسپر اسطرح کہ مثلاً کھیت کا کٹوانا اور گھر منگا کے یہاں جمع کرنا پھر غلہ کو بھوسے سے جدا کرکے مخزن میں
رکھنا تو قیام معلوم ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجۃ نصب قاضی سے مرتبط ہے بدلیل ما بعد لہذا ترجمہ اسطرح کیا گیا فاد الوکیل فائدہ حفظ مالہ لا تعمیر دارہ الا باذن الحاکم
لانہ لعلہ مات فلا یکون وصیا بحر اگر مفقود کی طرف سے کوئی وکیل ہو تو اسکو اسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اسکے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے
کہ شاید وہ مر گیا ہو اور یہ شخص اسکا وصی نہیں بحر انتہی لکنہ ای ہذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین و ودیعۃ وشرکۃ فی عقار او
رقیق ونحوہ لانہ لیس بمالک ولا نائب عنہ وانما ہو وکیل بالقبض من جہۃ القاضی وانہ لا یملک الخصومۃ بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب صاحب خصومت نہیں
ہو سکتا اسمیں جو مفقود پر دعوی کیا جاوے از قبیل دین اور امانت و شرکت کی زمین یا غلام وغیرہ میں اسواسطے کہ وکیل مذکور مالک نہیں اور نہ اسکا نائب وہ
قبض مال کا وکیل ہے قاضی کی طرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہیں بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب میں خلاف نہیں اسواسطے کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ
جائز نہیں بلکہ خلاف ہے مالک کے وکیل میں جسکو قبض دین کے واسطے اسنے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہیں تو امام کے نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک
مالک نہیں کذا فی المنح ولو قضی بخصومتہ لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء تبعا للکمال الا بتنفیذ قاض آخر لکن فی الخلاصۃ الفتوی علی النفاذ یعنی لو القاضی مجتہدا نہر
اور اگر قاضی کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہ ہوگا زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا میں بتبع کمال الدین صاحب فتح القدیر اسکا
تابع ہو کہ حکم مذکور نافذ نہیں مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ میں ہے کہ فتوی یہ ہے کہ حکم نافذ ہوتا ہے بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی النہر
ہم عنایہ اور فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے اور حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علما مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے
مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی مذہب جو قضا علی الغائب کا معتقد ہے اور حنفی المذہب کیونکر اسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اسی سے معلوم ہوا کہ قضا علی الغائب
ہمارے نزدیک نہیں علی الاطلاق جائز پھر اگر اسپر غیر حنفی حکم کریگا تو اسکے نفاذ میں دو روایتیں ہیں صحیح یہ ہے پھر اگر دوسرا قاضی اسکو نافذ کردیگا تو اختلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی
حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اسکا امام اسکا معتقد نہیں کذا فی البحر اواخر القضا ولا یبیع القاضی ما لا یخاف فسادہ فی نفقۃ ولا فی غیرہا بخلاف ما یخاف فسادہ فانہ
یبیعہ القاضی ویحفظ ثمنہ اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اس چیز کو جسکے بگڑ جانے کا خوف نہیں نفقہ میں بیچے نہ اسکے غیر میں بخلاف اس چیز کے کہ جسکے سڑنے اور بگڑنے کا خوف ہے
کہ اسکو قاضی بیچ ڈالے اور قیمت اسکی رکھ چھوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاۃ وامناء بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم
یخف فسادہ فان ظہر حیا فلہ الثمن لان القضاۃ غیر مامورین بفسخہ نعم اذا بیع بغبن فاحش فلہ الفسخ انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کے
معروضات میں یہ ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کی طرف سے مامور ہیں بیچ ڈالنے کے مطلقاً اگرچہ اسکے بگڑنے کا خوف نہ ہو پھر اگر مفقود زندہ
ظاہر ہو تو اسکے واسطے قیمت ہے اسواسطے کہ قاضی مامور نہیں اسکی بیع فسخ کرنے کے ہاں جبکہ نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے انتہی کلام المفتی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وینفق علی عرسہ وقریبہ ولادا اراد بہم اصولہ وفروعہ اور خرچ کیا جاوے مفقود کی زوجہ اور علاوہ کے قرابت والوں پر اور وہ اسکے اصول ہیں اور فروع
ہم اصول و فروع کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملیگا اور زوجہ کو بلا فقر بھی چنانچہ باب النفقات میں گذر چکا ولا یفرق بینہ وبینہا ولو بعد مضی اربع
سنین خلافا لمالک اور تفریق نہ کیجاوے درمیان مفقود اور درمیان اسکی زوجہ کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے ہو بخلاف امام مالک کے ہم امام مالک کے نزدیک جب چار برس تک
مفقود بے خبر رہ گیا تو قاضی میں اور اسکی زوجہ میں تفریق کرے پھر وفات کی عدت بیٹھکر جس سے چاہے نکاح کرے اسواسطے کہ عمر فاروق نے یہی حکم کیا تھا اس شخص میں جسکو جن اٹھا لے گئے
تھے ہماری دلیل حدیث مرفوع ہے کہ انہا امرأتہ حتی یاتیہا البیان یعنی مفقود کی عورت اسکی زوجہ ہی ہے یہاں تک کہ اسکے پاس خبر پہونچے یعنی موت یا طلاق کی اور علی نے کہا کہ وہ عورت مبتلا

ہوئی ہے تو اسکو صبر کرنا چاہیے تاوقتیکہ اسکی موت معلوم ہو یا طلاق اسواسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہیں ہے اور موت میں احتمال ہے
تو نکاح شک سے زائل نہیں ہو سکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کیطرف آخر کو رجوع کیا ہے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے نقل کیا
کہ اگر امام مالک کے قول پر موضع ضرورت میں فتویٰ دی تو کچھ ڈر نہیں یعنے حنفی المذہب قاضی کو روا ہے کہ لاباس بہ **وهو میت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لو مات رجل عن**
ابنتین وابن مفقود وللمفقود بنتان وابن والترکۃ فی ید البنتین الکل مقرون بفقد الابن وخاصمہ القاضی لا ینبغی ان یحرک المال عن موضعہ لا ینزعہ من ید البنتین خزانۃ المفتیین
اور مفقود میت ہے اپنے غیر کے حق میں تو وارث نہ ہوگا غیر سے یہاں تک کہ اگر ایک مرد مر گیا دو بیٹیاں اور ایک بیٹا مفقود چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیاں اور ایک
بیٹا ہے اور ترکہ موت کی بیٹیوں کے ہاتھ میں ہے اور سب لوگ مقر بفقدان ہیں میت کے بیٹے کی یعنی کہتے ہیں اسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہیں اور جھگڑا لیجاویں قاضی کے پاس
تو قاضی کو لائق نہیں کہ مال کو اسکے مکان سے منتقل کرے یعنے مال کو میت کی بیٹیوں کے ہاتھ سے نکالے کذا فی خزانۃ المفتیین **ولا یستحق ما اوصی لہ اذا مات الموصی**
**بل یوقف قسطہ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب** لانہ الغالب واختار الزیلعی تفویضہ للامام اور مفقود مستحق نہیں اس مال کا جسکی وصیت ہوئی اسکے
واسطے جبکہ وصیت کرنے والا مر گیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ اٹھا رکھا جاوے اسکے شہر والے ہمعصروں کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی
ہوتا ہے کہ آدمی اپنے سب اقران و امثال سے زیادہ کمتر زندہ رہتا ہے اور اختیار کیا ہے زیلعی نے تفویض اسکی امام کیطرف یعنے امام جس وقت مصلحت دیکھے تو اسکی موت کا حکم دے
مقابل ظاہر مذہب کے یہ قول ہیں انمیں اقل تیس سال کی تقدیر ہے بحر الرائق میں کہا تعجب ہے مشائخ سے کہ ظاہر مذہب کے خلاف کیونکر اختیار کرتے ہیں حالانکہ مقلد
امام اعظم پر اتباع ظاہر المذہب واجب ہے وطریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من بیدہ المال خصما عنہ او ینصب علیہ قیما فتقبل علیہ البینۃ نہر اور طریق قبول
شہادت کا یہ ہے کہ جسکے ہاتھ میں مفقود کا مال ہے اسکو قاضی خصم ٹھہراوے مفقود کی طرف سے یا قاضی کسی کو اسکا کارندہ بنا کر اسپر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفی
واقعات المفتیین لقدری افندی معزیا للقنیۃ انہ یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ میں کہتا ہوں اور قدری افندی کے
واقعات المفتیین میں قنیہ سے منقول ہے کہ مفقود کی موت کا تو حکم قاضی کی قضا سے کیا جاویگا اسواسطے کہ اسکی موت امر محتمل ہے تو جب تک اسکی طرف قضاء قاضی منضم
نہو گی حجت نہوگی ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ مجرد انقضاء مدت بلا قضاء قاضی اسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی المفتاح اور اقتصار قدری افندی کا قول اول پر اسکی
ترجیح کا مفید ہے قدری افندی کا نام عبد القادر ہے کذا فی الطحطاوی **فان ظہر قبلہ** قبل موتہ او انہ حیا **فلہ ذلک القسط** پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے
ہمعصروں کے تو اسکو وہ حصہ امانت کا ملیگا جو اسکے واسطے اٹھا رکھا گیا تھا اور یہی حکم ہے اگر زندہ ظاہر ہو بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا
بعد اپنی موت کے حکم کے تو ظاہر وہ اسی میت کے برابر ہے جو زندہ ہو گیا اور مرتد کے برابر ہے جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثوں کے ہاتھ میں باقی ہوگا اسکو دیدیا جاویگا اور جو
مال صرف ہو گیا اسکا مطالبہ نہیں شیخ شاہین نے کہا کہ اسکی زوجہ اسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاویٰ حامدیہ میں تاتارخانیہ
سے منقول ہے کہ اگر مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہے اور اگر اسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اسکا اسپر کچھ اختیار نہیں ہے **وبعدہ یحکم**
**بموتہ فی حق مالہ یوم علم ذلک** ای موت اقرانہ **فتعتد منہ عرسہ للموت وتقسم مالہ بین من یرثہ الان** اور بعد موت اقران کے اسکی موت کا حکم کیا جاویگا
اسکے مال کے حق میں جس دن کہ یہ معلوم ہو یعنے اسکے اقران کا مرنا تو اس دن سے اسکی زوجہ موت کی عدت میں بیٹھے اور اسکا مال تقسیم کیا جاوے ان لوگوں کو درمیان میں
جو اسکے اب وارث ہیں ہم اور جو اسکے وارث قبل موت کے مر گئے انکو حصہ نہ ملیگا گویا مفقود اب مر گیا اور اسیلیے اسکے امثال واقران آزاد ہونگے **ویحکم بموتہ فی**
**حق مال غیرہ من حین فقدہ فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ** لما تقرر ان الاستصحاب ہو ظاہر الحال حجۃ دافعۃ لا مثبتۃ اور بعد
موت اقران حکم کیا جاوے مفقود کی موت کا اسکے غیر کے مال کے حق میں جس وقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اسکے واسطے اٹھا رکھا گیا تھا وہ پھیرا جاوے
ان لوگوں کی طرف جو اپنے مورث کے وارث تھے اسکی موت کے نزدیک اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے علم اصول میں کہ استصحاب یعنے ظاہر حال حجت دافعہ ہے نہ مثبتہ

ہے اسواسطے اُسکی موت کا حکم نہیں ہوسکتا مال کے حق میں گم ہونے کے وقت سے سو واسطے کہ ظاہر حال اُسکی حیات پر دلالت کرتا ہے اور وہ مقتضی ہے عدم قسمت کا
**ولو کان مع المفقود وارث یحجب به لم یعط الوارث شیئا وان انتقص حقه یعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی** اور اگر مفقود کے ساتھ ایسا
وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُس وارث کو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُسکے دو حصوں میں سے اُسکو کمتر حصہ دیا جائیگا
اور باقی اُٹھا رکھا جائیگا ہے مثلاً ایک شخص مر گیا دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑ کر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھ میں ہے اور سب وارثوں نے قاضی
ابن میں اتفاق کیا یعنی دونوں بیٹیوں نے میراث طلب کی تو اُنکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ اتنا اُنکا حصہ ہر صورت میں متیقن ہے اور نصف باقی اُٹھا رکھا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھ نہ دیا جائیگا
اسواسطے کہ وہ محجوب ہیں اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہونگے بسبب شک کے اور اجنبی کے ہاتھ سے مال نہ لیا جائیگا تا وقتیکہ اُسکی خیانت ظاہر ہو کذا فی المنح **کالحمل**
**ومحله الفرائض لذا حذفه القدوری وغیره** یعنی مثل حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہے لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو یہاں حذف کیا ہے یعنی اگر حمل کے ساتھ دوسرا ایسا وارث
ہو جو کسیطرح ساقط نہوتا ہو اور حمل سے متغیر نہوتا ہو تو اُسکو پورا حصہ ملیگا اسبب سے کہ اُسکے متیقن ہونیکے ہر حال میں چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھواں
حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اُسکا حصہ ساقط ہو جاتا ہو تو اُسکو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصہ حمل سے متغیر ہو جاتا ہو تو اُسکو اقل النصیبین ملیگا
چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اسلیے کہ اُسکو تغیر نہیں ہے اگر حاملہ اور بھائی کو چھوڑا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہیں
ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہو جاتا ہے بیٹے کے سبب سے اور جائز ہے کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہے سقوط اور عدم سقوط میں تو حصول
استحقاق میں شک ہو گیا لہذا اُسکو کچھ نہ ملیگا اور حمل کے واسطے ابن کا حصہ اُٹھا رکھا جائیگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المنح والطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا
**لیس للقاضی تزویج امة غائب ومجنون وعبدہما ولا ان یکاتبہما** یعنی قاضی کو درست نہیں ہے کہ شخص غائب اور مجنون کی لونڈی اور اُنکے غلام کا نکاح کر دیوے اور
اُسکو اختیار ہے اُنکے مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے میں اور اسیطرح اُنکو اجارہ دینے میں کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

## کتاب الشرکة

یہ کتاب ہے شرکت کے احکام میں **لایخفی مناسبتها للمفقود من حیث الامانة بل قد تتحقق فی ماله عند موت مورثه** پوشیدہ نہیں مناسبت شرکت کی ساتھ مفقود کے
امانت کی جہت سے بلکہ کبھی شرکت ثابت ہو جاتی ہے مفقود کے مال میں اُسکے مورث کے مرنے کے وقت مصنف نے کتاب الشرکت کو کتاب المفقود کے بعد لایا
دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہے جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ کہ کبھی
مفقود کے مال میں شرکت متحقق ہو جاتی ہے چنانچہ اگر مفقود کا مورث مر گیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑ کر اور یہ مناسبت بعضے فنون میں مخصوص ہے اور پہلی
مناسبت عام ہے دونوں میں آبق اور لقطہ اور لقیط میں اگر لقیط کے ساتھ مال ہو کذا فی المنح **ہی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلطة سمی بها العقد لانها سببها** شرکت
بکسر اول وسکون ثانی بقول معروف لغت میں عبارت ہے خلط سے یعنی دو حصوں کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نہ رہے اس عقد کا نام شرکت رکھا گیا اسواسطے کہ شرکت سبب ہے
عقد کی خلط و معنی کہا ضمیر سببہا کی عقد کی طرف راجع ہے اور بعضے نسخوں میں لانہا سببہ ہے اور اسمیں قلب ہے بلکہ لانہ سببہا کہنا ٹھیک ہے **وشرعا عبارة عن**
**عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح** جوہرہ اور اصطلاح شرع میں شرکت عبارت ہے عقد سے بین المتشارکین اصل یعنی راس المال و منفعت میں کذا فی الجوہرہ
تو اگر منفعت میں شرکت ہو راس المال میں نہ ہو وہ مضاربت ہے اور اگر راس المال میں ہو نہ منفعت میں تو وہ بضاعت ہے کذا فی الطحطاوی **ورکنها فی شرکة العین اختلاطهما**
اور رکن شرکت کا شرکة العین میں دونوں مالوں کا ملنا ہے یعنی دونوں مالوں میں ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور غلہ کے مانند خلط ہے یعنے
اور مال کا ملنا اور ملانا یکساں ہے حکم میں کذا فی الحلبی **وفی العقد اللفظ المفید له** اور رکن شرکت کا شرکة العقد میں لفظ ہے جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب وقبول
رکن ہے چنانچہ یوں کہنا ایک شریک کا کہ میں تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز میں اور دوسرے شریک کا یوں کہنا کہ میں نے قبول کیا **وشرط جوازها کون الاصل قابلا للشرکة**

اور جواز شرکت کی شرط یہ ہے کہ ایک چیز کا یعنی معقود علیہ کا قابل شرکت کے ہم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہو گیا تو ناظر وقف کو جائز نہیں کہ غیر
مستحق وقف کو سائر مستحق کے شریک کرے وہی ضربان شرکۃ ملک ہی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عینا او حفظا کثوب ہبّت الریح فی دارہما فانہما شریکان
فی الحفظ قہستانی اور شرکت دو قسم ہے ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہے کہ چند شخص ہوں یا زیادہ مالک ہوں ایک چیز موجود کا یا مالک ہوں حفاظت کے چنانچہ ایک کپڑا ہوا نے اڑا کر
دو شخصوں کے گھر میں ڈال دیا تو وہ دونوں شریک ہیں اسکی حفاظت میں کذا فی القہستانی او دینا علی ما ہو الحق فلو دفع المدیون لاحدہما فللآخر الرجوع بنصف ما اخذ
فتح وسیجی متنا فی الصلح یا چند لوگ مالک ہوں قرض کے بنا بر اُس قول کے جو حق ہے تو اگر مدیون ایک شریک کو ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف میں جو دیا اُسی لینا جائز ہے کذا
فی الفتح اور یہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن میں آویگا کلام بعض نے کہا کہ دین میں شرکت نہیں الا مجازا اسواسطے کہ دین صفت شرعی ہے کہ مملوک نہیں ہوتا اور حق یہ ہے کہ شرعا
مملوک ہوتا ہے بدلیل تقریر شارح وان من حیل خصاصہ بما اخذہ ان یہبہ المدیون قدر حصتہ ویہبہ رب الدین حصتہ منہا اور جو چیز کہ شریک نے لیا اسکے خاص کر
لینے میں یہ تدبیر ہے کہ شریک آخذ کو مدیون بقدر اُسکے حصے کے ہبہ کرے اور مالک دین اُسکو اپنا حصہ ہبہ کرے کذا فی الوہبانیۃ ہم ہبہ دین جائز ہے بسقاط سے لہذا غیر مدیون کو
ہبہ کرنا جائز نہیں بسبب شراء او غیرہا ای سبب کان جبریا او اختیاریا ولو متعاقبا کما لو اشتری شیئا ثم اشرک فیہ آخر منیۃ چند شریک مالک ہوں بسبب خرید کے
یا ہبہ کے یا سوا اسکے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو خرید کیا پھر اس میں دوسرے شخص کو
شریک کر لیا کذا فی المنیہ ہم سوا ارث اور بیع کے منجملہ اسباب ملک ہبہ ہے اور صدقہ اور دو شخصوں کا غالب آ جانا حربی کے مال پر اور تخلیط یعنی دو شخصوں کا مال ملا دینا بلا
تخلیط یا بفعلہما اسطرح خلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہوں کا جو میں ملا دینا ان سب صورتوں میں شرکت املاک متحقق ہوتی ہے وکل من شرکاء الملک اجنبی
فی الامتناع من تصرف مضر فی مال صاحبہ لعدم تضمنہا الوکالۃ اور ہر شریک شرکاء ملک سے اجنبی کے مانند ہے اس تصرف کے امتناع میں جو مضر ہو اسکے ساتھی کے مال میں یعنے
شریک کے حصے میں تصرف مضر اُسکو کرنا جائز نہیں بسبب اسکے متضمن نہ ہونے شرکۃ الملک کے وکالت کو ہم تصرف مضر کی اسواسطے قید لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہے چنانچہ مشترک گھر میں
بغیر اجازت کے رہنا یا مشترک زمین میں کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت در صورت غیبت شریک کذا فی القہستانی فصح لہ بیع حصتہ ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی
صورۃ الخلط والاختلاط لمالیہما بفعلہما کحنطۃ بشعیر وکبناء وشجر وزرع مشترک قہستانی وتمامہ فی فصل الثلاثین من العمادیۃ ونحوہ فی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہے بیچنا اپنے
حصے کا اگرچہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا ہو بدون اُسکے اذن کے مگر خلط کی صورت میں غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں یعنی دو شخصوں نے دو مال اپنے فعل اختیاری
سے ملائے جیسا گیہوں کو جو سے ملا دیا چنانچہ عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذا فی القہستانی اور پورا بیان اسکا عمادیہ کی تیسویں فصل میں ہے اور اسی کے مانند ابن نجیم
کے فتاوی میں ہے ہم خلط میں فعل شریکین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کریگا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہو جائیگا ضمان دیکر شرکت نہ ہوگی اگر کوئی کہے
کہ خلط اور اختلاط کی صورت میں اور انکی غیر میں کیا فرق ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ جب شریکوں میں ابتدا سے شرکت ہوئی اسطرح پر کہ دونوں نے گیہوں کو خرید کیا یا وراثت میں
پایا تو ہر دانہ گیہوں کا دونوں میں مشترک ہوا تو ہر شریک کو اپنا حصہ شائع بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہے بخلاف خلط او اختلاط کے کہ اسمیں ہر دانہ پورا مملوک ہے
ایک شخص کا اسمیں دوسرے کی شرکت نہیں پھر جب اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا تو اُسکی تسلیم پر قادر نہوگا مگر حصہ شریک کے مخلوط کر کے لہذا اسکے اذن پر بیع موقوف ہوگی
اور اگر شریک کے ہاتھ بیچیگا تو جائز ہے بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہے الخ ظاہر بیان شارح کا مقتضی ہے کہ عمارت اور درخت
اور زراعت مشترک بھی قبیل خلط ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اسمیں بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اسواسطے ہے کہ شریک کو درخت کے
اکھاڑنے سے اور عمارت کے ڈھانے سے ضرر پہونچیگا کذا فی الطحطاوی وفیہا بعد ورقتین ان البطیخۃ کذلک لکن فیہا بعد ورقتین آخرین جواز
بیع البناء او الغرس المشترک فی الارض المحتکرۃ ولو لاجنبی فلینتبہ اور ابن نجیم کے فتاوی میں دو ورق کے بعد ہے کہ خربوزوں کی فالیز بھی اسی طرح ہے یعنی اسکی
بیع اجنبی سے جائز نہیں لیکن اُسی کتاب میں دو ورق کے بعد جواز بیع ہے عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ میں قائم ہے اگرچہ اسکی بیع اجنبی سے کی ہو

تو خبردار رہنا ہم شارح نے تناقض کتاب کو پر آگاہ کر دیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہے جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہے بیع بنا اور غرس کی اجنبی سے جائز
نہیں کذا فی الطحطاوی علی الشامیۃ ولا یجوز بیعہ الا باذنہ ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہیں شاید مشترکہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک ہو ہم جانتے کہا عدم
جواز بیع راجع ہے خلط بالملک کی طرف اُسکے مابعد کی طرف دار بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللآخر ان یبطل البیع ایک گھر مشترک ہے دو شریکوں میں ایک
شریک نے ایک معین کوٹھری یا اپنا حصہ ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہے کہ بیع کو باطل کر ڈالے اسواسطے کہ بائع کا حصہ مبیع میں متحقق نہیں اس
احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو بائع نے بیچا ہے اُسکے شریک کے حصے میں پڑے ہاں اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچا تو جائز ہے درر فی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما
نصیبہ للآخر لم یجز لانہ لا یخلو اما ان باعہ بشرط الترک او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا
بشرط الہدم والقلع لان فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات میں ہے کہ ایک گھر مشترک ہے دو مردوں میں انمیں سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا
تو جائز نہیں اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا اُسنے بیع کی ہے بشرط ترک کے یعنے جیسا گھر ہے ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہے بشرط قلع یا ہدم پہلی صورت تو
جائز نہیں اسواسطے کہ بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہے سوا بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہیں اسواسطے کہ گھر کے
گرانے میں اُس شریک کا ضرر ہے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا ام بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہو چنانچہ عمادیہ میں تصریح ہے اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کے
ساتھ زمین کے بیچا تو اُسکے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اس طرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ
جائز نہیں اسواسطے کہ وہ داخل ایک عقد کا ہے دوسرے عقد میں فی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ منہا والاشجار قد انتہت اوان القطع حتی لا یضرہا القطع
جاز الشراء وللمشتری ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی میں ہے کہ درخت مشترک ہیں ایک قوم میں انمیں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ
درختوں کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری و شریک کو کاٹنا ضرر نہیں کرتا تو خرید کرنا جائز ہے اور مشتری کو کاٹنا درست ہے اسواسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں
طحطاوی نے کہا قطع مشتری بعد تقسیم درست ہے اور یہ حکم اُن اشجار میں ہے جنہیں قطع کرنا مقصود ہے یعنی جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختوں سے پھل مقصود
ہے اُنکا یہ حکم نہیں فی الہندیۃ نخل باع نصیبہ من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان بلغ اوان القطع فہا جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم یبلغ فسد
لتضررہ بہا اور ہندیہ میں ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اُسکے قطع کا وقت ہے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ
مشتری کو ضرر نہ ہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں پہنچا تو بیع فاسد ہے بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے وفیہا باع بناء بلا ارض علی انہ
یترک المشتری البناء فالبیع فاسد عمادیۃ من الفصل الثلاثین من مسائل الشیوع اور ہندیہ میں ہے کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی
اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو چھوڑے یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہے کذا فی العمادیۃ مسائل شیوع کی تیسویں فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور
عمارت کے دونوں مسئلے مکرر ہو گئے پہلا مسئلہ فتاوی میں مذکور ہے اور دوسرا واقعات میں والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع
الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام وطاحونۃ وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہے
مگر خلط اور اُس اختلاط کی صورت میں جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہو تو اسکی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر دانہ میں
بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام اور جانور مشترک کے سواسطے کہ انمیں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنے فتاوی میں خلط
اختلاط بلا صنعت کی صورت یہ ہے مثلاً کہ تھیلی پھٹ کر درہم مل گئے یا گیہوں یا جو مختلط ہو گئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہے خلط اور اختلاط کی
دونوں صورتوں میں چنانچہ مسئلہ خلط میں اسکی تصریح ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو بہبۃ او وصیۃ قالہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الآثار المشترکۃ
وینبغی تقییدہ بما لا یلی بالاقرار ظاہر ہے کہ مصنف کے قول مذکور میں بیع کی قید نہیں بلکہ بیع سے مراد اخراج ہے اپنے ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اسکا رسالہ مبارکہ

فی الاشباہ المشترکہ میں ہے اور وہ رسالہ اس شخص کو نافع ہے جو مبتلا با فتا ہو یعنی مفتی کو مفید ہے ہم رسالہ ابسارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہے کذا فی المنہ وزاد
الوانی محشی الدر الشفعۃ ایضا فراجعہ اور وانی محشی درر غرر نے شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہے غلط اور اختلاط تو اسکی طرف مراجعت کرو حاشیہ مذکورہ کی عبارت کا یہ
مطلب ہے کہ استثنا صورت غلط اور اختلاط پر اعتراض وارد ہے کہ مصنف کو لائق تھا کہ استثنا صورت شفعہ کا بھی اشارہ کرتا اسواسطے کہ اگر وہ شخص وارث ہوں بیچ میں تو ایک وارث کو
اپنا حصہ بیچ میں غیر شریک سے بیچنا جائز نہیں الا باذن شریک کذا فی الطحطاوی ولما لانتفاع بنصیبہ شریکہ فی غیبتہ خادم وامرض تنتفع بالکل لو کانت الارض ینفعہا الزرع والا لا
بخلاف الدابۃ ونحوھا وتمامہ فی الفصل الثالث والثلثین من الفصولین یعنی فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنے شریک کی غیبت میں جیسا خادم اور زمین ہے تو بالکل مشترک سے منتفع ہو
اگر زمین کو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر پہنچتا ہے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور اور اسکے مانند کے اور سکا پورا بیان فصولین کی تینتیسویں فصل میں
ہے ہم صونچی کہا جانور مشترک پر سوار ہو بغیر اذن شریک کے اسواسطے کہ سواری میں تفاوت ہوتا ہے یعنی واقف کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہیں ہوتی ناواقف کی سواری سے
مشقت ہوتی ہے اور علمانے کہا ہے کہ مشترک لونڈی ایک دن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس انتہی آسے چند مسائل مہایاۃ کے بمناسبت مقام
مذکور ہوتے ہیں جنکو مفتی ابوالسعود نے سراج سے نقل کیا ہے مہایاۃ عبارت ہے باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ میں سو معلوم کرنا چاہیے کہ باری باندھنا منافع
مشترکہ میں جائز ہے بنابر استحسان کے اور اسمین قاضی کا جبر جاری ہے قسمت کے مانند مگر یہ کہ قسمت اقوی ہے استکمال منفعت میں اسواسطے کہ اسمین منافع کا اجتماع ہے زمان واحد
میں اور مہایاۃ میں اجتماع منافع علی التعاقب ہے اور مہایاۃ باطل نہیں ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور عاریت نہیں کہ انکا بطلان ہو جاتا ہے موت سے اور جب ایک
شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض کر سکتا جائز ہے اور کوئی ایسا عقد نہیں جسکا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوا مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہے ایک مہایاۃ اس چیز میں ہے جو
اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہے اور خلاف مستقل سے مختلف نہیں تو یہ قسم صحیح ہے چنانچہ ایک گھر دو شخصوں میں مشترک ہے سو انھوں نے آپس میں یہ قرار دیا کہ بعضے
مکان میں ایک رہے اور بعضے میں دوسرا اسمیں بیان مدت کی کچھ حاجت نہیں ہر شخص کو جائز ہے کہ آپ اسمیں رہے یا اپنا مکان اس گھر کا کرایہ دیوے اور اگر اسمیں قرار
پایا کہ ایک شخص کوٹھے پر رہے اور دوسرا نیچے تو بھی جائز ہے دوسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو اس شے کے منافع میں ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی لیکن
اختلاف پذیر نہیں چنانچہ دو غلام میں یوں قرار دیا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہ جائز ہے صاحبین کے
قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہیں لیکن انکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہے اسواسطے کہ منفعت واحد غیر مختلف ہے
تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو منافع مختلفہ میں ہو چنانچہ سواری کے دو جانوروں میں یہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا یا دونوں
جانور دونوں شریکوں کی سواری میں ہیں تو یہ مہایاۃ جائز نہیں بسبب مختلف ہونے منفعت دواب کے اور اسیطرح ایک سواری پر باری باری سے سوار ہونا بھی
جائز نہیں بخلاف عبد واحد کے اسواسطے کہ یہ سوار ہونا مختلف ہے باعتبار حذاقت سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہیں اسواسطے کہ غلام اپنے طاقت سے خدمت کرتا ہے لا ایطاق
کا متحمل نہیں ہوتا اور جانور سواری میں مجبور ہے اور اگر دو شریکوں نے ایک نخل یا شجر میں یہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پھل لیا کرے یا بکری میں ایک بکری کا ایک شخص
دودھ لے اور دوسرے سے دوسرا شریک لے تو جائز نہیں اسواسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھ مخصوص ہے اس سبب سے کہ انکو بقا نہیں تو قسمت انمیں متعذر ہے اور پھل اور
دودھ شے موجود ہے انمیں تو بخوبی قسمت ہو سکتی ہے بعد حصول کے علاوہ اسکے اولاد اور البان متفاوت ہیں اور اعیان میں قسمت جائز نہیں الا بالتعدیل کذا
فی الطحطاوی ملخصا اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل میں مذکور ہے کہ مشترک گھر میں ایک شریک یا دوسرے شریک کی غیبت میں تو اسپر حصہ شریک
غائب کا کرایہ لازم نہیں اگرچہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اسواسطے کہ سکونت کے حق میں مشترک گھر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہے علی سبیل الکمال اسواسطے
کہ اگر ایسا نہو تو ہر شریک کا اسمیں غل پہنا اور بیٹھنا اور سہارت کہنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہو جاویں اور حالانکہ یہ جائز نہیں پھر جبکہ یہ ٹھہرا کہ شریک
حاضر اپنی ملک میں ساکن ہوا تو اسپر کرایہ نہوگا اسواسطے کہ وہ بتاویل ملک اسمیں رہا ہے شرکۃ عقد ای واقعۃ بسبب عقد تابۃ بالوکالۃ اور دوسری قسم شرکت کی عقد

شرکت نہین چنانچہ عرض ہو چکا مفاوضہ باطل نہین کذا فی الطحطاوی وکل دین لزم احدہما بتجارۃ واستقراض وغصب واستہلاک وکفالۃ بمال بامرہ لزم الآخر ولو لزمہ
باقرارہ اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب اور استہلاک اور مال کی ضمانی سے مکفول لہ کے امر سے تو وہ دین دوسرے
شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اسکا شریک کے اقرار سے ہو ہم کفالت بامر کی قید اسواسطے لگائی کہ کفالت بلا امر اسکے شریک پر دین لازم نہین چنانچہ کفالت نفس بھی بالاجماع
لازم نہین کذا فی الملتقی وشرحہا لا اذا اقر لمن لا تقبل شہادتہ لہ ولو معتدۃ فیلزمہ خاصۃ کمہر وخلع وجنایۃ وکل ما لا تصح الشرکۃ فیہ مگر جبکہ شریک نے دین کا اقرار کیا اس شخص کے واسطے
جسکے حق مین اسکی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول وفروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو یہ دین اسیکو لازم ہوگا بالخصوص اسکے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایات اور وہ چیز
جسمین شرکت صحیح نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اقرار لازم نہین اسواسطے کہ یہ دیون اس چیز کے بدل مین
جسمین شرکت صحیح نہین تو یہ لازم نہین مگر مباشر کو وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدہما فلہ تحلیف الآخر ولو ادعی علی الغائب تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم تحلیفہ
البتۃ ولو بحثہ اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اسکو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی درصورت انکار وعدم بینہ اور اگر مدعی نے
شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کا قسم دینا جائز ہے اسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اسسے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیۃ حاضر علم پر اسواسطے قسم ہوئی
کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کے اسپر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وہب لاحدہما او ورث ما تصح فیہ الشرکۃ کنقد وصل لیدہ ولو بصدقۃ او ایصاء لفوات
المساواۃ بقاء وہی شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہو جائیگی اگر ایک شریک نے ہبہ اور وراثت سے کوئی چیز پائی جسمین شرکت صحیح ہے منجملہ نقدہ غیرہ کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا
اور حالانکہ چیز موہوب اور موروث اسکے ہاتھ مین پہنچ گئی اگرچہ وصول بواسطے خیرات اور کسی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات مالی کے من حیث البقاء
اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے ہم اسواسطے کہ عقود غیر لازمہ مین بقا در حکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر کلام زیلعی اسکا مقتضی ہے کہ میراث مین قبضہ ہونا شرط بطلان
نہین بلکہ جب میراث نقدین کی ہے تو لا تبطل بقبض ما لا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار باطل نہین ہوتی شرکت مفاوضہ اس چیز کے قبضہ سے جسمین شرکت صحیح نہین چنانچہ اسباب
اور زمین وان ابطلت بما ذکر صارت عنانا ای تنقلب الیہا اور جبکہ شرکت مفاوضہ باطل ہوگئی بسبب اسکے جو مذکور ہو چکا تو شرکت عنان ہوگئی یعنی مفاوضہ منقلب ہو کر
عنان بنگئی بسبب اسکے کہ اسواسطے کہ مساوات اسمین شرط نہین کذا فی المنح ولا تصح مفاوضۃ وعنان ذکر فیہا المال والا فہما تقبل ووجوہ بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر
والنقرۃ ای فضۃ غیر مضروبۃ لم یضربا اذا جری مجری النقود التعامل بہا والا فکعروض اور صحیح نہین شرکت مفاوضہ اور عنان سوا نقدین اور فلوس رائجہ اور سونے چاندی
کی ڈلی کے جبکہ بجائے نقود معاملات مین چلتی ہون اور اگر بجائے دراہم اور دنانیر رائج نہون تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے شارح نے کہا سوائے نقد وغیرہ کے وہ
شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہین جنمین مال مذکور ہو اور اگر مال مذکور نہین تو مفاوضہ اور عنان درضمن شرکت تقبل اور وجوہ ہونگی تبر یعنی ڈلی اور نقرہ سے سونا اور
چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب وصحت بعرض ہو المتاع غیر النقدین ویحرک قاموس ان باع کل منہما نصف عرضہ بنصف عرض الآخر
ثم عقداہا مفاوضۃ او عنانا وہذہ حیلۃ لصحتہا بالعروض اور شرکت اموال صحیح ہے اسباب سے اگر بیع کرے ہر شخص دونون مین سے اپنے نصف اسباب
بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونون شرکت کو منعقد کرین خواہ شرکت مفاوضہ خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہونے شرکۃ العقد کے اسباب سے
عرض بالفتح عبارت ہے اس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوا ہو اور بتحریک عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم جب ایک نے اپنا نصف اسباب دوسرے کے
نصف اسباب سے بیچا تو دونون قیمت مین شریک ہو گئے بشرکت ملک تو جائز نہین ایک کو دوسرے کے حصے مین تصرف کرنا پھر عقد سے شرکۃ المال
شرکۃ العقد ہو گئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ مین تصرف جائز ہو گیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب شریک کے اتفاقی قید ہے
اسواسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کرکے شرکت منعقد کریگا عرض بیع مین تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے کافی ہے وہذا
ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت بہ الشرکۃ ابن کمال فقولہ بنصف عرض الآخر اتفاقی اور یہ یعنے نصف

عرض کو نصف عرض سے بیع کرنا اسوقت ہے جب دونوں کے اسباب برابر ہوں قیمت میں اور اگر قیمت میں متفاوت ہوں تو کمتر قیمت والا اسقدر اپنا اسباب بیع کرے جس سے شرکت ہو جاوے کذا صرح ابن کمال تو مصنف کا یہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیع کرے اتفاقی ہے ہم مثلاً ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہو اور دوسرے کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہو تو صاحب قلیل اپنے اسباب کی دو تہائیاں بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیع کرے تو تمام مال دونوں میں ثلث ثلث ہوگا دو ثلث صاحب اکثر کے اور ایک ثلث صاحب قلیل کا پھر دونوں شخص شرکت کو منعقد کریں تو منفعت دونوں میں بقدر ملک کے ہو گی کذا فی النہر اور جسقدر دوسرے کا اسباب زیادہ ہیگا وہ صرف شرکت ملک میں ہے اسواسطے کہ ملک اسباب سے باطل شرکت نہیں اور نصف عرض کی قید یا اتفاقی ہے یا مقصد تو مفاوضہ اور عنان دونوں کو شامل ہے اسواسطے کہ مفاوضہ میں نصف ہے شرط اور نہ عنان میں کذا فی الطحطاوی **ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضۃ کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ** اور شرکت صحیح نہیں غائب کے مال اور دین سے خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب تعذر جاری رکھنے کے موجب شرکت پر یعنی جب دونوں مال یا ایک مال حاضر نہ ہوا تو دونوں میں منفعت کا ہونا متعذر ہے ہم شلبی نے اتقانی سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہیں بلکہ خریدنے کے وقت مال کا ہونا شرط ہے بسبب حصول مقصود کے **واما عنان** کہ بکسر مقدم اور یا شرکت عنان مالک ہو دو فتحہ میں کا بھی جائز ہے ہم اما عنان عطف ہے اما مفاوضہ پر یہ بیان ہے شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان بمعنی عرض ہے یعنی پیش آمد اور یہاں معنا یہ ہوا سو جبکہ ایک شریک نے دوسرے کو اسکا اختیار دیا کہ خرید کرے جو اسکے سامنے آوے لہذا یہ شرکت مسمی بعنان کی یا عنان ماخوذ ہے عنان الفرس سے اسواسطے کہ ہر شریک نے اپنے بعض مال کی عنان تصرف دوسرے شریک کو دیدی **ان تضمنت وکالۃ فقط** بیان لشرطہا شرکت عنان ہوتی ہے اگر متضمن ہو فقط وکالت کو یہ بیان ہے اسکی شرط کا ظاہر قید فقط کی اسکا مقتضی ہے کہ کفالت سے عنان منعقد نہیں ہوتی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھ باقی شروط مفاوضہ موجود ہوں تو شرکت مفاوضہ ہوگی الا لائق یہ ہے کہ عنان منعقد ہو اور فقہاء کے اس قول کا کہ عنان کفالت سے منعقد نہیں ہوتی یہ مطلب ہے کہ ذکر کفالت عنان میں شرط نہیں یہ نہیں کہ عدم ذکر کفالت شرط ہے کذا فی البحر **فتصح من اہل التوکیل کصبی یعقل البیع الا من کان اہلا للکفالۃ لکونہا لا تقتضی الکفالۃ** تو شرکت عنان صحیح ہے اہل توکیل سے چنانچہ صغیر اور اس نابالغ کم عقل سے جو بیع کو سمجھتا ہو اگرچہ وہ ضمانت کی لیاقت نہ رکھتا ہو اسواسطے کہ شرکت عنان ضمانت کی مقتضی نہیں ہم اہل توکیل رجال اور نساء اور بالغ اور صغیر ماذون لہا اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور کتابی سب کو شامل ہے کذا فی العالمگیریہ تو ان سب کو دیکھیں شرکت عنان صحیح ہے **بل الوکالۃ ولذا تصح عاما وخاصا ومطلقا وموقتا** بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہے اور اسواسطے عنان صحیح ہے عام اور خاص ہو کر اور مطلق اور موقت ہو کر یعنی چونکہ عنان وکالت پر مبنی ہے اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہے تو عنان بھی اسیطرح صحیح ہے **ومع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ** اور عنان صحیح ہے مال کی زیادتی کے ساتھ بلا زیادتی منفعت اور اسکے برعکس یعنی تفاضل منفعت مال میں برابری یا شریکوں کا مال برابر ہو یا کم و بیش اور نفع دونوں میں برابر ہو یا کم و بیش خواہ دونوں تجارت کریں یا ایک بہر صورت شرکت عنان صحیح ہے لیکن اگر سب نفع ایک شخص کے واسطے مشروط ہو تو جائز نہیں کیونکہ یہ شراکت نہیں قرض ہو گیا اگر عامل کیواسطے نفع مشروط ہوا یا بضاعت ہو گئی اگر نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہوا کذا فی الطحطاوی عن النہر **وببعض المال دون بعض** اور شرکت عنان صحیح ہے بعض مال سے نہ بعض آخر سے اسواسطے کہ مساوات عنان میں شرط نہیں **وبخلاف الجنس کدنانیر من احدہما ودراہم من الآخر** اور عنان صحیح ہے مختلف الجنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیاں دوسرے شریک کے روپے ہوں عنان میں تخصیص خلاف جنس اسکے موہم ہے کہ شرکت مفاوضہ میں یہ جائز نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت میں برابر ہیں تو مفاوضہ جائز ہے ورنہ عنان صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الخزانۃ **وبخلاف الوصف کبیض وسود وان تفاوتت قیمتہما** اور عنان صحیح ہے مخالف وصف سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونوں کی قیمت متفاوت ہو **والربح علی ما شرطا** اور نفع دونوں شریکوں کی شرط کے موافق ہوگا **ومع عدم الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال فلم تشترط مساواۃ واتحاد وخلط** اور عنان صحیح ہے ساتھ نہ ملانے دونوں مالوں کے بسبب مستند ہونے نفع کے شرکت کے عقد کی طرف نہ مال کیطرف تو مشروط نہیں مساوات اور اتحاد اور خلط اور عدم مساوات مع التفاضل پر متفرع ہے اور عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہے اور عدم خلط مع عدم الخلط پر متفرع ہے **ویطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالۃ** اور فقط مشتری سے

نہیں ہوتی شروط فاسدہ سے صاحب بحر اور مصنف یہ کہتے ہیں کہ شرط ایسی ہیں ہر کی باطل ہو شرکت تو خوب شبہ صحیح ہو ولکن الربح علی قدر المال اور ربح کا
نفع بقدر مال کے یعنی درصورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال کے ملیگا اسواسطے کہ شرکت فاسدہ کا یہی حکم ہے و لکل من شریکی العنان و المفاوضۃ
ان یستاجر من یتجر لہ و یحفظ المال لہ ہر شریک عنان اور مفاوضہ کو دونوں شریکوں میں سے جائز ہے کہ نوکر رکھے اسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے اسواسطے
کہ تاجروں کی عادت ہے و یصح ان یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب المال اور شریک کو جائز ہے کہ دے مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے
واسطے مشروط ہو یہ مال کے واسطے ہم نے محیط اور نے کہا بضاعت کے معنی عرفی ہیں و باعتبار لغت کے باضع بمعنی شریک ہے کذا فی العنایۃ و یودع و یعیر و یعار یہ
الامنہا دون الشرکۃ بتضمنہا اور جائز ہے شریک کو کہ امانت رکھائے اور عاریت دے اور مال کو بطریق مضاربت کے دے اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اسکو متضمن ہے و یوکل
اجنبیا ببیع و شراء و لو نہاہ الشریک الاخر صح نہیہ بحر اور جائز ہے ہر شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اسکو دوسرا شریک مفاوض منع کرے توکیل سے تو اسکا منع کرنا
صحیح ہے کذا فی البحر تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ ہر شریک کی منع صحیح ہے کذا فی المحیط و حکی عن الحموی و یبیع بما عز و ہان علاصلہ اور جائز ہے بیع کرنا شریک کو عوض کثیر
اور قلیل سے کذا فی الخلاصۃ یعنی عوض قلیل کے کثیر بیع جائز ہے و بنقد و نسیئۃ بزازیہ اور جائز ہے بیع نقد اور ادھار کذا فی البزازیہ و یسافر بالمال لہ حمل او لا بہ یفتی
خلافا للاشباہ و قیل ان لہ حمل یضمن الا لا ظہیریہ اور جائز ہے شریک کو سفر میں لیجانا مال کا خواہ اسکے واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضوں نے کہا
کہ اگر مال کے واسطے حمل ہو تو شریک پر ضمانت ہے ورنہ نہیں کذا فی الظہیریہ ہم تفسیر الحمل میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ محمول بلا اجر ہے اور بعضوں نے کہا کہ جو اٹھانے سے
اٹھے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہ ہے کہ سفر میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مطلقا سفر جائز ہے اسواسطے کہ اذن تصرف کا بقتضائے شرکت ثابت ہے اور شرکت عنان
صادر ہوئی اور جاری ہے مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے مگر بدلیل و مؤنۃ السفر و الکراء من راس المال ان لم یربح خلاصہ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہے اگر
نفع نہوا ہو تجارت میں کذا فی الخلاصہ عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اسکی ذات اور طعام اور سواری کا راس المال میں سے ہے اور اگر نفع حاصل ہوا
تو وہ نفع میں محسوب ہے لا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرہ مالک نہیں شریک غیر کو شریک کرنے کا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ شریک نہیں
کر سکتا کہ شی اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایہ و لا الرہن الا باذنہ و یکون ہو العاقد فی موجبہ اور مالک نہیں شریک رہن کا
مگر اپنے شریک کے اذن سے یا کہ راہن ہی عاقد ہو موجب میں یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی
تو جائز ہے اور جیسے رہن جائز نہیں ویسے ہی ارتہان بھی جائز نہیں الا درصورت لا یتیہ عقدہ کذا فی المحیط و حکی عن البحر و الخانیہ و ینبغی تصحیح اقرارہ بالرہن و الارتہان
اور سوقت میں یعنی جبکہ راہن ہی عاقد بنفسہ ہو تو صحیح ہے اسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج و لا الکتابۃ و الاذن بالتجارۃ و تزویج الامۃ و کذا کل
لو عنانا اما المفاوض فلہ کل ذلک اور مالک نہیں شریک غلام کے مکاتب کرنے کا اور اسکو تجارت کے اذن دینے کا اور لونڈی کے نکاح کر دینے کا اور یہ سب جو مذکور ہوا
اسوقت ہے جبکہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہ سب کچھ جائز ہے و لو فاوض ان باذن شریکہ جاز و الا انعقد عنانا بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو
شریک مفاوض بنالے اگر اپنے شریک کے اذن سے ہے تو جائز ہے اور نہیں تو شرکت عنان منعقد ہو جائیگی کذا فی البحر اسواسطے کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے
اور شی اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے و لا یجوز لمتفاوضی عنان و مفاوضۃ تزویج العبد و لا الاعتاق و لو علی مال اور جائز نہیں دونوں شریکوں کو
عنان اور مفاوضہ میں تزویج غلام کی اور نہ اسکا آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ عتاق بعوض مال کے ہو و لا الہبۃ ای الثوب و نحوہ بل یجز فی حصۃ شریکہ
جاز فی نحو لحم و خبز و فاکہۃ اور نہ شریکوں کو ہبہ کرنا جائز ہے یعنی کپڑا اور اسکے مانند کو ہبہ کرنا صحیح نہیں اور اگر ہبہ کریگا تو اپنے شریک کے
حصہ میں جائز نہو گا اور جائز ہے ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوہ کے خلاصہ یہ ہے کہ چاندی سونا اور اسباب ہبہ کرنا درست نہیں
اور ماکولات کا ہبہ درست ہے و لا القرض الا باذن شریکہ اذا صرح بہ فیہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہے مگر شریک کے اذن سے ایسا اذن

جو صحیح ہے قرض میں کذا فی السراج وفیہ اذا قال له اعمل برأیك فله كل التجارة الا القرض والهبة اور سراج میں ہے جبکہ ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر اپنی
تجویز کے موافق تو اسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہے سوا قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے رہن و ارتہان و سفر اور خلط اپنے غیر کے مال سے
شرکت کرنا جائز ہے مگر قرض اور ہبہ درست نہیں کذا فی البحر وكذا كل ما كان اتلافا للمال او كان تمليكا للمال بغير عوض لان الشركة وضعت للاسترباح
وتوابعه وما ليس كذلك لا ينتظمه عقدها اور ویسا ہی قرض کے مانند ہر جسمیں مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اسواسطے کہ شرکت موضوع ہوئی ہے واسطے طلب منفعت اور
توابع منفعت کے اور جو کام ایسا نہیں اسکو عقد شرکت منتظم نہیں وصح بیع شریك مفاوض ممن ترد شهادته له كابنه وابيه ونفذ على الشريك اجماعا اور صحیح
شریک مفاوض کی بیع اس شخص سے جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اسکا بیٹا اور باپ اور بیع شرکت مفاوضہ میں نافذ ہوگی بالاجماع لا یصح اقراره
بدين خلافا ونفذ على المفاوضة عندهما بزازية صحیح نہیں اسکا اقرار دین کا تو یہ اقرار نافذ نہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیۃ یعنی اگر شریک
مفاوض نے مثلاً اقرار کیا کہ میں نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہے تو یہ اقرار صحیح شرکت میں جاری نہوگا فی الخلاصة اقر شریک العنان بجارية لم تجز فی حصة شریکه
اور خلاصہ میں ہے اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہیں اسکے شریک کے حصہ میں یعنی ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہے سو اسنے اقرار کیا کہ لونڈی
فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار اسکے شریک کے نصیب میں جائز نہیں کذا فی العالمگیریہ وفیها ضاع المال فی ید احدهما لیس للآخر ان یضمنه ولا ان یخاصمه فیما باعه وادانه اور اگر ایک
شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اسکی قیمت لینا جائز نہیں اور نہ اسکے بیع اور امانت میں خصومت جائز ہے یعنی جس مال کو شریک نے بطریق بیع یا [illegible] کیا تو اسمیں خصومت نہیں
کر سکتا ويضمن الشريك امين فی المال فيقبل قوله بيمينه فی مقدار الربح والخسران والضياع والدفع لشريكه ولو ادعاه بعد موته كما فی البحر مستندا لما فی وكالة
الولوالجية كل من حكى امرا لا يملك استئنافه ان فيه ايجاب الضمان على الغير لا يصدق وان فيه نفى الضمان عن نفسه صدق انتهى فليحفظ هذا الضابطة اور درر میں یعنی شریک خود
شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی المحیط اور امانت دار ہے مال میں تو اسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ بمقدار منفعت اور نقصان اور راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے
شریک کے دینے میں اگرچہ اسکا دعوی کیا اپنے شریک کی موت کے بعد چنانچہ بحر الرائق میں ہے وکالت ولوالجیہ سے استدلال کرکے کہ جس شخص نے حکایت کی اس امر کی جسکے استیناف کا
وہ مالک نہیں اگر اسمیں ایجاب ضمان ہے غیر پر تو اسکی تصدیق نہوگی اور اگر اس حکایت میں نفی ضمان کی ہے اپنے ذات سے تو اسکی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے ثم
صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ اگر اپنے شریک کو دفع مال کا دعوی کیا تو اسکا قول مع الیمین معتبر ہے خواہ یہ دعوی شریک کی حیات میں ہو یا موت میں اور ظاہر کلام [illegible] کتاب الوکالۃ
[illegible] کا مفید ہے اسواسطے کہ اسنے کہا کہ اگر قبض ودیعت کیواسطے وکیل کیا پھر موکل مر گیا سو وکیل نے کہا کہ میں نے قبضہ کیا اسکی حیات میں اور وہ چیز ہلاک ہوگئی اور وارث اسکے منکر ہیں یا وکیل نے کہا
کہ میں نے ودیعت موکل کو دی تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر قبض دین کیواسطے وکیل کیا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وکیل نے دونوں موضع میں اس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہیں وکیل
بقبض ودیعت نفی ضمان کی اپنی ذات سے حکایت کرتا ہے لہذا اسکی تصدیق ہوگی اور وکیل بقبض دین حاکی ضمان ہے موکل پر تو اسکی تصدیق نہوگی انتهى ملخصا كذا فی المنح وتضمين بالتعدى
وهذا حكم الامانات اور ضامن ہوگا شریک بسبب تعدی کے اور یہی حکم امانات کا یعنی امانت میں ضمان نہیں مگر بعد تعدی کے فی الخانية التقييد بالمكان صحيح فلو قال له لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصة شريكه
اور خانیہ میں ہے مقید کرنا شرکت کا ساتھ مکان کے صحیح ہے تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصہ کا بسبب تعدی
کے وفی الاشباه نهی احدهما شريكه عن الخروج وعن بيع النسيئة جاز اور اشباہ میں ہے کہ ایک شریک نے منع کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور ادھار بیچنے سے تو یہ بھی جائز ہے یعنی اگر اسکے خلاف کریگا
اور مال تلف ہوگا تو ضامن ہوگا كما يضمن الشريك عنانا او مفاوضة بحر بموته مجهلا نصيب صاحبه على المذهب والقول بخلافه غلط كما فی وقف الخانية وسيجيء فی الوديعة خلافا للاشباه
جیسا کہ ضامن ہوتا ہے شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر اپنے مرجانے سے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مر گیا اور اسنے اپنے شریک کے مال کا جو اسکے پاس تھا حال
نہ بیان کیا تو یہ ضامن ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور قول اسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہے کما فی وقف الخانیہ اور کتاب الودیعہ میں اسکی تصریح آویگی بخلاف اشباہ کے کہ اشباہ کی کتاب [illegible]
میں ہے کہ المتفاوض [illegible] جب مر گیا اور اسنے بیان نہ کیا اس مال کا جو اسکے پاس ہے تو ضامن نہیں [illegible] طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہے فرع مسائل ملتقطہ شارح کے فی المحیط

تھوڑا نفع ہوا ہو تو سئال الاول شرا مہ من البیع لشریکہ فباع فاجیب بفسادہ فی حصتہ وتوقفہ فی حصۃ شریکہ فان اجاز فالربح لہما محیط میں ہے کہ دو حاکم تھے واقعہ ہوئے پہلا جواب یہ کہ ایک شریک نے دوسرے کو اُدھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے اُدھار بیچ کی تو ہیع جواب یا بیع کے نافذ ہونے کا بیع کے حصہ میں رہا تو دونوں میں بیع کا ایک شریک کے حصہ میں ہو اگر شریک اپنے حصہ کی بیع کو جائز رکھے گا تو نفع اُسکا دونوں کے واسطے ہو یعنی اگر جائز رکھیگا تو اُسکے حصہ کی بیع باطل ہو الثانیۃ شراہ عن الاخراج فخرج ثم ربح فاجیب انہ غاصب حصۃ شریکہ بالاخراج یعنی ان لا یکون الربح علی الشرط انتہی بعضہ او فسادہ الشرکۃ دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لیجانے سے سو شریک باہر نکالا یعنی مال لیکر پھر اُسکو منفعت حاصل ہوئی تو ہیع جواب یا کہ دوسرے شریک کے حصہ کا غاصب ہو بسبب باہر لیجانے کے تو لائق یہ ہے کہ نفع موافق شرط کے شرکت کا نہو انتہی اقتضی اس جواب کا فساد شرکت ہو کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ شرکت غصب کیطرف منتقل ہوئی وفیہ ویتفرع علی کونہ امانۃ ما سئل قاری الہدایۃ عما اذا طلب محاسبۃ شریکہ فاجاب لا یلزم بالتفصیل وہو مثل الناظر والوصی المتولی نہر تقضاہ فرما تا لیس لہم قصد بالمجاسبۃ الا الوصول الی سحت المحصول وہذا القاضی ہیں ہو اور متفرع ہے مال شرکت کے امانت ہونیپر وہ مسئلہ جسکا سوال قاری ہدایہ سے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبہ طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب یا کہ شریک پر جواب بتفصیل لازم نکیا جائیگا یعنی جو شریک امین ہو تو نفع نقصان امین کے قول کا قول جائیگا مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کا مانند مضارب و یتیم کا وصی و متولی وقف ہو کذا فی النہر اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے سے مقصود کچھ نہیں سوا حرام ملنے کے ہم طلبی نے کہا یہ سیاق عبارت نہر الفائق کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ نہر کو بڑھاتا کہ لفظ فی کافی ہے اور آخر میں انتہی کہتا والتقبل و تسمی شرکۃ صنائع و اعمال وابدان و یاد یا شرکت تقبل ہو اور اسکو شرکت صنائع اور شرکت اعمال اور شرکت ابدان بھی کہتے ہیں ہم شرکت تقبل اسواسطے کہتے ہیں کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہے دوسرے شریک کیطرف سے قبول کیا ہے اور شرکت صنائع اسواسطے کہتے ہیں کہ اہل حرفہ یہ شرکت باہم کرتے ہیں اور شرکت اعمال و ابدان اسواسطے کہتے ہیں کہ دونوں شخص اپنے ابدان سے عمل کرتے ہیں غالبا اگرچہ دونوں کو عمل کرنا لازم نہیں ان اتفق صانعان خیاطان او خیاط و صباغ فلا یلزم اتحاد صنعۃ ومکان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقہا یا شرکت تقبل ہے اگر متفق ہو دو اہل حرفہ یعنی دو درزی یا درزی اور رنگریز اسپر کہ ان اعمال کو قبول کریں جنکا استحقاق ممکن ہے اور خیاطا اور رنگریز کی شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد حرفہ اور اتحاد مکان شرط لازم نہیں شرکت میں ہم امکان استحقاق عمل کی قید سے ان اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہیں عقد سے خیانچہ دلالی اور ضرور ہے کہ عمل حلال ہو جو حرام اور عمل قبول کرنا دونوں کا شرط نہیں بلکہ اگر ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے یا ایک درزی کسی کا کپڑا لے اور قطع کرے دوسرا خیاط اکو دیوے سینے کیواسطے تو جائز ہے کذا فی البحر و منہ تعلیم کتابۃ و قرآن و فقہ علی المفتی بہ و منجملہ عمل حلال جسکا استحقاق عقد سے ممکن ہے تعلیم کتابت اور قرآن اور تعلیم فقہ ہے بموجب قول مفتی بہ کے ہم متاخرین نے فتویٰ اسپر دیا ہے کہ طاعات پر اجرت لینا ہے بخلاف شرکۃ دلالین و مغنین و شہود محاکم و قراء مجالس تعازی و نائحۃ و سؤال لان التوکیل بالسؤال لا یصح قنیۃ و اشباہ بخلاف دلالوں کی شرکت اور گویوں کی شرکت اور محکموں کے گواہوں کی شرکت اور مجالس اور ماتم کے قاریوں کی شرکت اور واعظوں کی شرکت اور سائلین کی شرکت کے اسواسطے کہ سائلین کی شرکت جائز نہیں کہ سوال کرنیکے واسطے وکیل کرنا صحیح نہیں کذا فی القنیۃ والاشباہ ہم شرکت دلالین اسواسطے صحیح نہیں کہ دلالی کے عمل کا استحقاق عقد اجارہ سے صحیح نہیں بلا حاجت کذا فی المجتبیٰ اور مغنی یعنی گویوں کی شرکت اسواسطے صحیح نہیں کہ غنا حرام ہے اور شرکت شہود اسواسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت قرآن خوانوں کی مجالس ماتم کے مکانوں میں طریق قرأت مضر یعنی گنگری سے پڑھنا صحیح نہیں اسواسطے کہ محل الاستحقاق نہیں اور شرکت واعظین کی بھی بسبب عدم استحقاق کے صحیح نہیں تعازی جمع تعزیت اور مراد ماتم ہے جو اموات کیواسطے ہوتا ہو کذا فی الخطاوی والکسب بینہما علی ما شرطا مطلقا فی الاصح لانہ لیس بربح بل بدل عمل فصح تقویمہ اور ہوگا کسب دونوں شریکوں کے درمیان میں موجب اُنکی شرط کے مطلقا قول اصح میں اسواسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدلا ہے تو اسکی تقویم صحیح ہے ہم اگرچہ عمل بالمناصفہ مشروط ہوا اور مال اثلاثا یعنی ایک ثلث ایک شریک کا اور دو ثلث دوسرے شریک کے تو بھی صحیح ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہے وہ منفعت میں داخل نہیں اسواسطے کہ منفعت ہوتی ہے جنس کے اتحاد کے وقت یعنے جبکہ راس المال اور منفعت ایک جنس ہوں اور حالانکہ یہاں دونوں مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ راس المال یہاں عمل ہے اور منفعت مال ہے تو یہ مال عمل کا بدلا ہوا اور عمل تقویم پذیر ہے یعنی عمل قلیل کی تقویم مال کثیر سے صحیح ہے چنانچہ ایک شخص کو مزدور ٹھہرایا اجرت مثل سے زیادہ دیکر بخلاف شرکت الوجوہ کہ اُسمیں کمی و

زیادتی منفعت کی صحیح نہیں ہو جب قیاس کے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی النہر وکل ما تقبلہ احدہما یلزمہما وعلی ہذا الاصل فیطالب کل واحد منہما بالعمل ویطالب
کل منہما بالاجر ویبرا دافعہا بالدفع الیہ ای الی احدہما اور جس کام کو ایک شریک قبول کریگا تو دونوں پر وہ لازم ہو جائیگا اور بموجب اسی قاعدے کے تو مطالبہ
عمل کا کیا جائیگا ہر شریک سے اور ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کریگا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک شریک کو دیکر والحاصل ان اجر عمل احدہما بینہما علی الشرط
ولو الآخر مریضا او مسافرا او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا عمل القابل الا ترى ان القصار لو استعان بغیرہ او استاجرہ استحق الاجر بزازیہ اور جو مزدوری
ایک شریک کے کام کرنے سے حاصل ہوگی وہ دونوں میں منقسم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عمدا بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اسواسطے کہ شرط
مطلق عمل ہے کسی شریک کا عمل ہو نہ بالخصوص قبول کرنے والے شریک کا عمل کیا تو نہیں جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا کسیکو مزدوری لگائے تو اجرت کا مستحق
ہوگا کذا فی البزازیہ واما وجوہ ہذا رابع وجوہ شرکۃ العقد او ربما شرکۃ الوجوہ ہے یہ چوتھی قسم ہے شرکۃ العقد کے اقسام کی ہم شرکۃ الوجوہ اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اُدھار
خرید کرنا بدون وجاہت کے نہیں ہوتا یعنی جس شخص کی وجاہت اور اعتبار لوگوں میں ہے تو اسی کے ہاتھ اُدھار بیچتے ہیں کذا فی المنح ان عقدا بلا مال علی ان
یشتریا بوجوہہما ای بسبب وجاہتہما ویبیعا فما حصل بالبیع یدفعان منہ ثمن ما اشتریا بالنسیئۃ وما بقی بینہما اور یا شرکت الوجوہ ہے اگر دونوں شریکوں
نے ایجاب قبول کیا بدون مال کے اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزیں خرید کریں اپنی وجاہت اور اعتبار سے اور بیچیں سو بیچ جو حاصل ہو اس سے قیمت اُسکی
دیں جسکو اُدھار خرید کر لیا اور جو باقی رہے بعد ادائے قیمت کے دونوں میں منقسم ہو ہم شرکۃ الوجوہ یہ ہے کہ دو شریک ہوں اور اُنکے پاس مال نہیں لیکن لوگوں میں انکی وجاہت
سو دونوں کہیں کہ ہم شریک ہوئے اسپر کہ اُدھار مول لیں اور نقد بیچیں اس شرط پر کہ جو حق تعالیٰ نفع دے وہ ہمارے مابین منقسم ہو بموجب اپنی شرط کے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع
ویکون کل منہما من التقبل والوجوہ عنانا و مفاوضۃ ایضا بشرطہا السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور وجوہ کی عنان ہوتی ہے اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے
ہم شرکت تقبل میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک لفظ مفاوضہ یا معنی مفاوضہ کا ذکر کریں اس شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ اعمال کو قبول کریں اور رضامندی ان اعمال کے
پر برابر اور نفع اور نقصان میں برابری ہو اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملحقات شرکت میں اور اگر عمل اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ
اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خرید کریں وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور ہر شخص اُسکی نصف قیمت ہو اور نفع میں دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ ذکر کریں
یا اُسکے مقتضیات کو بیان کریں سب باتیں وکالت اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطوں میں سے فوت ہو تو شرکت عنان ہو جائیگی کذا فی العالمگیریۃ عن الفتح والمحیط واذا
اطلقت کانت عنانا اور اگر شرکت تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ثابت ہوگی بسبب کثرت رواج عنان کے وتضمنت کل من التقبل والوجوہ
الوکالۃ لا بد منہا فی جمیع انواع الشرکۃ اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ وکالت کی متضمن ہوگی اسواسطے کہ معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت میں والکفالۃ
ایضا اذا کانا مفاوضۃ بشرطہا اور ہر شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جبکہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اُسکی شرط کے خلاصہ یہ ہے کہ
شرکت مذکورہ میں وکالت کا ہونا ہر صورت ضرور ہے اور کفالت صورت مفاوضہ میں والربح فیہا علی ما شرطا من مناصفۃ المشتری بفتح الراء او مثالثتہ
لیکون الربح بقدر الملک لئلا یؤدی الی ربح ما لم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکۃ الوجوہ میں نفع بقدر شرط شریکین کے ہوگا خرید کی چیزیں مناصفہ ہوں یا مثالثہ
یعنی اگر دونوں شریکوں نے آدھوں آدھ خرید کی ہے تو نفع بھی آدھوں آدھ ہوگا اور اگر ایک شریک نے تہائی خرید کی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو
اُسکے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اُسکے نفع کی طرف نوبت نہ پہنچے جسکا یہ شخص ضامن نہیں بخلاف اس شرکۃ العنان کے جو
شرکۃ الاموال میں ہوتی ہے کہ اسمیں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم خلاصہ یہ ہے کہ نفع شرکۃ الوجوہ میں تابع خرید کی چیز کے
اسواسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہے اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ میں زیادہ نفع شرط کریگا تو شرط باطل ہے تو نفع دونوں میں بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز
اُدھار خرید کی اور ہر شخص مثلا نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع شرط کر لیا تو یہ نفع اُسکا ہوا جس کا

ضمان اجیر نہیں لہذا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی الدرر لا یستحق الربح الا باحدی ثلث بالمال او العمل او التقبل اور درر میں ہو کہ نفع کا استحقاق نہیں ہوتا
مگر بسبب ایک کے تین چیزوں میں سے یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنے سے مال سے نفع حاصل ہوتا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہو مضاربت میں اور عمل سے
نفع ہوتا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہو اور قبول کرنے سے نفع ہوتا چنانچہ ایک شخص کان پر بیٹھا ہو اور لوگ اسکو سینے یا رنگنے کا کام دیتے ہیں اور وہ اپنے شریک سے
کام کروا تا ہو تو نصف اجرت کا وہ مستحق ہو بسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزوں کے سوا نفع لینا شرع میں جائز نہیں کذا فی الطحطاوی

## فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ

یہ فصل ہو شرکت فاسدہ کے احکام میں شرکت فاسدہ وہ ہو جسمیں صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہو کذا فی العالمگیریہ لا تصح شرکۃ فی احتطاب
واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر المباحات کاجتناء ثمار من جبال وطلب معدن من کنز وطبخ آجر من طین مباح لتضمنہا الوکالۃ والتوکیل
فی اخذ المباح لا یصح صحیح نہیں شرکت مباح لکڑی اور گھاس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات میں چنانچہ پہاڑوں کا چننا پہاڑ پر سے اور
معدن کا طلب کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز کے لینے میں توکیل کرنا صحیح نہیں ہم شرکت
بلا وکالت نہیں ہو سکتی اور نفس مباحات میں وکالت متصور نہیں اسواسطے کہ توکیل عبارت ہو اثبات ولایت تصرف سے اس چیز میں جسمیں موکل کا تصرف ثابت ہو سو یہاں
حاصل نہیں اسواسطے کہ موکل مباح چیز کا خود مالک نہیں تو اپنی جگہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی النہر معدن وہ ہو جسکی وضع پیدائشی ہو اور کنز وہ ہو جسکی
وضع بنی آدم سے ہو اور رکاز دونوں کو شامل ہو تو اگرچہ شارح نے تعداد مباحات میں طلب معدن کنز جاہلی کہتا تو اولی تھا لگا ہی کے مانند تو مناسب تھا اسواسطے کہ کنز اسلامی لقطہ ہو
نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہوں اور دو شخص انکو خرید کر کے اینٹ اور چونہ پکاویں اور بیچیں تو جائز ہو عینی نے کہا یہ شرکۃ الوجوہ ہو اور فتح القدیر میں کہا کہ یہ شرکت الصنائع ہو
کذا فی الطحطاوی و ما حصلہ احدہما فلہ وما حصلاہ معا فلہما نصفین ان لم یعلم ما لکل او مباحات میں جو ایک شریک حاصل کریگا تو وہی اسکا مالک ہوگا
یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جبکہ دونوں ساتھ ہی حاصل کرینگے تو وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا ہے اگر ایک کی تحصیل
معلوم ہو تو اسکے موافق مالک ہونگے ہم فتاوی خیریہ میں ہو کہ عورت کا زوج اور بیٹا ایک گھر میں رہتے اور علحدہ علحدہ کسب کرتے ہیں اور حاصلات کسب کیا رکھتے ہیں
اتفاقا و رستادی اور تمیز معلوم نہیں تو وہ مال دونوں میں برابر ہوگا اور اسیطرح چند بھائی اپنے باپ کی میراث میں سوداگری یا کھیتی کرتے ہیں اور مال زیادہ
ہو تو برابر سب میں تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر میں متفاوت ہوں ما حصلہ احدہما باعانۃ صاحبہ فلہ ولصاحبہ اجر مثلہ بالغا ما بلغ عند محمد وعند ابی یوسف لا یجاوز بہ
نصف ثمن ذلک قیل المقدم قول محمد یعنی باختیار نہر وعنایہ اور مباحات میں جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتھی کی مدد تو وہ چیز اسی شخص کی ہو اور اسکے ساتھی کیواسطے
اجرت ہو اسکی محنت کے مانند اجرت مثل کتنی ہی کیوں نہو جائے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہوگی بعضوں نے کہا مقدم ہونا
فقہا کا محمد کے قول کو اسکے مختار اور مفتی بہ ہونے پر آگاہ کرتا ہو کذا فی النہر والعنایہ حموی نے منقول سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کیواسطے مختار ہو اور نہایۃ البیان میں ہو کہ
قول ابو یوسف مستحسان ہو والربح فی الشرکۃ الفاسدۃ بقدر المال ولا عبرۃ بشرط الفضل فلو کل المال لاحدہما فللآخر اجر مثلہ کما لو دفع دابتہ لرجل لیوجرہا
والاجر بینہما فالشرکۃ فاسدۃ والربح للمالک وللآخر اجر مثلہ وکذلک السفینۃ والبیت اور شرکت فاسدہ میں نفع بقدر مال کے ہو اور اعتبار نہیں
زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہو تو دوسرے شریک کو اسکی محنت کے مانند اجرت ملیگی چنانچہ ایک شخص نے اپنا جانور
ٹٹو یا بیل دوسرے مرد کو دیا تا اسکو کرایہ چلا دے اور اجرت دونوں میں مشترک ہو تو یہ شرکت فاسدہ ہو اور تمام نفع مالک کا ہو اور دوسرے مرد
واسطے اجرت مثل ہو اور یہی حکم ہو ناؤ اور گھر کا قنیہ میں ہو کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہو اسنے اپنے ساتھ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ
ناؤ کو چلاویں جو فائدہ ہو اسمیں سے پانچواں حصہ مالک کا اور باقی چاروں میں برابر تو یہ شرکت فاسد ہو اور حاصل کا مالک صاحب کشتی ہو

اور اسپر چارون کی اجرت مثل ہو ولو لم یبع علیها البر فالربح لرب البر وللآخر اجر مثل الدابة ولو لاحدهما بغل وللآخر بعیر فالاجر بینهما علی مثل اجر البغل والبعیر نہر اور اگر
ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا وہ اُسکے اوپر گیہون لادکر بیچے تو نفع گیہون کے مالک کا ہو اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر ایک
شخص کا خچر ہو اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونون مین منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی اجرت کے مانند کذا فی النہر صاحب نہر نے کہا اسواسطے شرکت فاسد ہو کہ جانور کی
منفعت مال شرکت ہونے کی لیاقت نہین رکھتی وتبطل الشرکة ای شرکة العقد بموت احدهما علم الآخر او لا لانه عزل حکمی اور باطل ہوجاتی ہو شرکت یعنی شرکة العقد
ایک شریک کے مرنے سے دوسرے شریک نے اسکی موت معلوم کی ہو یا نہ اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہو تو علم اسمین شرط نہین موت سے شرکت اسواسطے باطل ہوگئی کہ شرکت مین وکالت
ضرور ہو اور موت سے وکالت باطل ہوجاتی ہو کذا فی المنح ولو حکما بان قضی بلحاقه مرتدا موت سے شرکت باطل ہوتی ہو اگرچہ موت حقیقی نہو حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک
شریک کے لحوق دار الحرب پر حالت ارتداد مین قاضی کا حکم ہوگیا ہو وتبطل ایضا بانکارها لها وبقوله لا اعمل معک فسخ اور شرکت باطل ہوتی ہو شرکت کے انکار سے اور یون
کہنے سے کہ مین تیرے ساتھ کام نہین کرتا کذا فی الفتح وبفسخ احدهما ولو المال عروضا بخلاف المضاربة هو المختار بزازیة خلافا للزیلعی اور شرکت باطل ہوتی ہو ایک
شریک کے فسخ کرڈالنے سے اگرچہ مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنے سے فسخ نہین ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہو کذا فی البزازیة بخلاف
زیلعی کے کلام کے ہم زیلعی کے کلام سے نکلتا ہو کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہین ویتوقف علی علم الآخر لانه عزل قصدی اور فسخ شرکت موقوف ہو دوسرے شریک کے علم پر
اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہو نہ حکمی ہم طحطاوی نے کہا تینون طرح کا فسخ علم پر موقوف ہو یعنی فسخ انکاری اور اظہار عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح وبجنونه مطبقا فالربح بعد ذلک
للعامل لکنه یتصدق بربح مال المجنون تاتارخانیة اور شرکت باطل ہوتی ہو شریک کے جنون مطبق ہونے سے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کیواسطے ہو لیکن وہ خیرات کردے مجنون کے
مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیة ہم ظاہر شرکت فسخ ہونے کا حکم نہین بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہو یا چھ مہینے علی اختلاف القولین
کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدهما مال الآخر بغیر اذنه فان اذن کل وادیا معا او جهل ضمن کل نصیب صاحبه وتقاصا او رجع بالزیادة اور زکوة نہ دیگا ایک شریک
دوسرے شریک کے مال کی بدون اسکے اذن کے پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوة دینے کا اذن دیا پھر دونون نے ساتھ ہی زکوة دی یا تقدیم و تاخیر معلوم نہوئی تو ہر
شریک حصہ شریک ثانی کا ضامن ہوگا اور دونون باہم مجرا کرلین یا زیادتی کو پھیرلے یعنی اگر شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان ہو دونون کا مال برابر ہو تو باہم مجرا کرلین اگر
ایسی شرکت عنان ہو جسمین دونون کا مال برابر نہو تو زیادہ مال والا مقدار زیادت کو شریک سے ضمان لے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبه او لا
کما لو ادی بعد اداء المالک او الفقیر بعد اداء الآمر بنفسه لان فعل الامر عزل حکمی فلا یشترط العلم خلافا لهما اور اگر دونون شریکون نے زکوة
آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کے ادا کرنے کا علم ہو یا نہو جیسے ادا زکوة اور کفارہ کا مامور جبکہ فقیر کو دے بعد ادا کرنے آمر کے
بذاته خود ضامن ہوتا ہو اسواسطے کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہو اور اسمین علم شرط نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ انکے نزدیک ضمان نہین صورت عدم علم ہم در صورت
تعاقب ثانی ادا کرنے والے پر ضمان واجب ہو اگرچہ اسنے ادا کیا آمر کا امر یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر ہے اسواسطے کہ جب آمر نے اول زکوة دی تو اسپر سے فرض ساقط
ہوگیا پھر مامور کے دینے سے کچھ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اُسپر ضمان لازم آیا خواہ اُسکو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول ہوگیا
بسبب فوت ہونے محل کے اور یہ مختلف نہین ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کردینے سے معزول ہوجاتا ہو اُسکو عتاق کا علم ہو یا نہو کذا
فی المنح اشتری احد المتفاوضین امة باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوته لیطأها فهی له بلا شیء لتضمن الاذن بالشراء للوطی الهبة اذ لا طریق لحله
الا بها لحرمة وطئ المشترکة وهبة المشاع فیما لا یقسم جائزة وقالا یلزمه نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خرید کی دوسرے شریک کے صریح
اذن سے تو کافی نہوگا چپ رہنا اسواسطے خرید کی تا اُس سے قربت کرے تو وہ لونڈی اُسکی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی مفت بلا کچھ مشتری ہوگی اسواسطے کہ وطی کے
واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کو متضمن ہو اسواسطے کہ وطی کے حلال ہونے کا کوئی طریقہ نہین سوا ہبہ کے بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اُس

کرنے کے بعد قبض مال کی شرط کی کچھ حاجت نہیں ہے و اگر باعوا فباعوا ثمرتہ و دفعوہ لاحدہم لیحفظہ فدفنہ فی التراب لم یجدہ ضمن فقط چند لوگوں نے انگور کا باغ خرید
کیا پھر اسکا پھل بیچا اور اسکی قیمت اپنے میں سے ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سونپنے مال کو مٹی میں گاڑ دیا پھر تلاش کیا تو مال نہ پایا تو اُسپر فقط قسم لیجائیگی یعنی ضمان
اُسپر نہیں کیونکہ وہ امین ہے دفع لآخر مالا اقرضہ نصفہ و عقد الشرکۃ فی الکل فشریا متاعا فطلب رب المال حصتہ ان لم یصبر ینفسخ اخذ المتاع بقیمتہ الوقت ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال
دیا نصف اسکو قرض دیا اور کل مال میں شرکت کا عقد کیا سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید لیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا قرض مانگا کذا فی الطحطاوی
اور اگر وہ مال بکنے اور نقد حاصل ہونے تک صبر نہ کرے تو اسباب کو فی الحال کی قیمت سے بیچنے وقت طلب قیمت کے لے نہ خریدے بموجب قیمت بیہا متاع علی دابۃ فی الطریق سقطت
فاکتری احدہما دابۃ لیحملہ الاخر فہو فاسد لمالک المتاع ونفقتہ جمیع حصتہ قنیہ دو شخصوں کا اسباب مشترک ایک جانور پر تھا راہ میں وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی
غیبت میں دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اُسکے حصہ کے کرایہ نہیں لے سکتا کذا فی القنیہ دابۃ مشترکۃ قال البیطار والامین
کیہا فکلہ ہالک ضمن لم یضمن اور ایک جانور مشترک بیمار ہوا سلوتری نے کہا کہ اُسکا داغنا ضروری ہے سو داغ دلایا اسکو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت میں پھر جانور ہلاک ہوگیا تو حاضر پر
ضمان نہیں کیونکہ انہی النہج دار بین اثنین سکن احدہما و خربت ان خربت بالسکنی ضمن ایک گھر دو میں مشترک ہے ان میں ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہوگیا اگر اُسکی سکونت کے سبب سے
منہدم ہوگیا تو ساکن پر ضمان ہے ہر مشترک گھر غیر مقسوم میں شریک کو بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرنا جائز ہے جدھر چاہے رہے اور مقسوم میں سوائے اپنے حصہ کے سکونت جائز نہیں کذا
فی الطحطاوی حانوت مشترکۃ بینہما اجرہا احدہما بصاحبہ عمرہا فقال ہذہ العمارۃ لا تکفینی لا ارضی بعمارتک فعمرہا لم یرجع جواہر الفتاوی دکان مشترک ہے دو میں سے ایک شریک نے کہا اپنے دوسرے
شریک سے کہ اُسکی مرمت و تعمیر کریں تو کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہے میں تیری عمارت سے راضی نہیں ہوں تو اُسکی تعمیر کی تو وہ اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہیں لے سکتا کذا فی
جواہر الفتاوی وہ طاحون مشترک ہے ہر چیز قسمت پذیر مراد ہے وفی السراجیۃ طاحونۃ مشترکۃ انفق احدہما فی عمارتہا فلیس بمتطوع ولو انفق علی عبد مشترک او ادی خراج کرم
مشترک فہو متطوع الکل من منح المصنف اور سراجیہ میں ہے مشترک چکی کی عمارت میں ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہیں یعنی شریک سے اُسکے حصہ کے موافق لیگا اور اگر
غلام مشترک پر خرچ کیا یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہے یہ جمیع مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں قلت ولعلہا تبتنی علی ان
من اجبر ان لو فعل مع شریکہ اذا فعلہ احدہما بلا اذن فہو متطوع والا لا شامی کہتا ہے میں کہتا ہوں اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جس شخص پر اپنے شریک کے
ساتھ کام کرنے کا جبر ہوسکتا ہو تو جب ایک شریک وہ کام کریگا دوسرے شریک کے بلا اذن تو وہ محسن ہے اور اگر اُس کام میں شریک پر جبر نہیں تو فاعل محسن نہیں ہے
در صورت جواز جبر شریک فاعل قاضی سے نالش کرسکتا ہے تا قاضی زبردستی شریک ثانی سے وہ کام کراوے پھر باوجود اسکے جبکہ اُسنے نالش نہ کی تو وہ تعمیر و غیرہ میں منتظر
نہ ٹھہرا محسن ہوا لہذا شریک سے نصف خرچ کا دعوی نہیں کرسکتا اور در صورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر و غیرہ کریگا بلا اذن تو محسن نہوگا کیونکہ وہ اپنے مال
بچانے کے واسطے مضطر ہے تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعوی کریگا اور یہ قاعدہ جمیع فروع مذکورہ کو شامل ہے سوائے مسئلہ سراجیہ اور ظاہر جواہر الفتاوی کا مسئلہ مقدم ہے سو اسکے
کہ قاعدہ کے اور نظائر کے موافق ہے یا سراجیہ کا مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی و لا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلث وصی
ناظر و مشترک تعذر قسمتہ کالرحی نہر و مرمۃ قناۃ و بیر و دولاب و سفینۃ معینۃ و حائط لا یقسم اساسہ فانکان الحائط یحتمل القسمۃ و یبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ لم یجبر و الا اجبر کذا کل
ما لا یقسم کحمام و خان و طاحون تمامہ فی متفرقات قضاء البحر و العینی و شرح الوہبانیہ اور شریک پر عمارت کیواسطے زبردستی نہیں ہوتی مگر تین صورتوں میں وصی یتیم و ناظر وقف اور تعذر قسمت کی صورت
میں جیسے اصلاح نہر اور کاریز اور کنویں اور رہٹ اور سالم کشتی کی مرمت اور اُس دیوار کی مرمت جسکی بنیاد تقسیم نہیں ہوسکتی سو اگر دیوار قسمت کی محتمل ہو یعنی طویل ہو
اور ہر شریک اپنے حصہ میں پردہ کرسکتا ہو تو اُسکی مرمت میں شریک ثانی پر جبر نکیا جائیگا اور اگر دونوں شریک نہیں کرتے اور پردہ نہ ہوسکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کیواسطے جبر ہوگا اور
اسی طرح کا حکم کلی تفصیل ہے ہر ایسی چیز میں جو قسمت پذیر نہیں جیسا حمام اور خانقاہ اور پنچکی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی و اشباہ میں ہے
فائدہ ظاہر ہے کہ اگر دیوار مشترک ہو دو شخص میں جو دو گھروں کے درمیان میں ہے اُس دیوار پر دھنیوں وغیرہ کا بوجھ ہے کہ خوف ہے سقوط کا اور ہر ایک کا حصہ ہے سو ایک نے

کہ بیٹا مسکین ہو جائیگا اور اسطرح اگر دو بیٹوں کے پاس مال نہو اور دونوں نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال نصف نصف ہوگا ہر دو جو انکی معاون و مددگار ہوگی بالک
زوجہ کا عالم پیشہ ہوگا تو اسکی ما کمائی ہوگی دو شخصوں کا جو دیگ ایک شخص کا اسباب ہوتا ہے حقیقةً ہو یا حکماً تو وہ دیگ دونوں میں مشترک ہوگا تو جب ایک شریک
دیگ میں سے کچھ حاصل کریگا تو دوسرا شخص کو اسمیں مشارک ہونا جائز ہے اور جو دیگ دو شخصوں کا دو سبب سے ہو تو وہ مشترک نہیں تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کریگا تو دوسرا اسمیں
شریک نہیں ہو سکتا ایک اونٹ دو میں مشترک ہے پھر ایک شریک اسپر کچھ لاد کر بستی سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پھر اونٹ راہ میں گر پڑا سو شریک نے اسکو حلال کر ڈالا
تو اگر اسکی زندگی کی امید نہ تھی تو وہ ضامن نہو اور اگر امید تھی تو ضامن ہو اسی طرح اگر غیر شریک اسکو حلال کریگا تو بصورت امید ضامن ہے امید نہو تو یہی حکم ہے فتح کا صحیح ہے
اور یہی حکم ہوگا بکری چرانے والے کا کہ در صورت قطع امید حیات اسکے ذبح کرنے میں ضامن نہیں ہے غیر شخص کے ذبح میں ضمان ہے مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکوں
میں مشترک ہیں ایک شریک غائب ہے اسکے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ کچھ مضائقہ نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی
قول ہمارا مختار ہے وکیل اور منہوہ مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت میں جائز ہے ایک گھر میں شریک ہیں اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا
اسکو روک نہیں سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے حق میں متصرف ہے اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ میں تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہ نفع فقط اسیکا ہوگا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو
ہزار درہم قرض دے میں تجارت کروں نفع میں ہم اور تو شریک ہیں پھر اسنے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہے نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

## کتاب الوقف

یہ کتاب ہے وقف کے احکام میں ہم مناسبت وقف کی ظاہر ہیں کہ ان میں انتفاع طبقات مجیبہ میں ہے منجملہ اپنی اولاد یا محتاجین کے اور عمل صالح کے اور حدیث میں ہے کہ بعد مرنے کے
بھی اسکا ثواب جاری ہے امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست میں اہل جاہلیت میں وقف نہ تھا یہ خصلت حمیدہ اہل اسلام میں جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے سات باغ مدینہ میں وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کے اوقاف اب تک باقی ہیں اور خلفاء راشدین و صحابہ کرام کے اوقاف مشہور ہیں کذا فی الاسعاف ومناسبت
الشرکة والوقف ظاہرة کما قال الغیر ان ملک باق فیهما ای فیما ناسبت وقف کی شرکت سے یہ ہے کہ مال میں غیر کا داخل کرنا ہے اپنے ساتھ مگر اتنا فرق ہے کہ یہاں اصل کی ملک
شرکت میں باقی ہے نہ وقف میں ہم غیر کا ادخال شرکت میں تو ظاہر ہے کہ شریک مالک کے ساتھ تصرف اور نفع میں داخل ہے لیکن اپنے ساتھ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف
میں لازم نہیں بلکہ جبکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کا اتباع یوں کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہے کہ مقصود
دونوں سے اصل مال کا انتفاع ہے جو اصل مال سے زائد ہو لیکن شرکت میں اصل مال کی ملک باقی رہتا ہے اور وقف میں امام کے نزدیک اسکی ملک سے نکل جاتا ہے تو خوب تر
و اوضح ہوتا کذا فی الطحطاوی وھو لغة الحبس وقف لغت میں معنی حبس یعنی بند کرنا اور روکنا ہے وقفنا موقف الحساب کا یہی معنی ہے کہتے ہیں جہاں لوگ قیامت میں حساب کے واسطے
محبوس ہونگے وقف مصدر ہے بمعنی موقوف اسلیے اسکی جمع اوقاف ہے وشرعاً حبس العین علی حکم مالک الواقف والتصدق بالمنفعة ولو فی الجملة اور اصطلاح شرع میں وقف
عبارت ہے حبس کرنے عین یعنی وقف کرنے والے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت کے اگرچہ تصدق فی الجملہ ہو یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہے شارح
نے قید حکم باتباع شرنبلالیہ زیادہ کی اور یہ صحیح ہے اسواسطے کہ بتصحیح قہستانی امام کے نزدیک رقبہ مملوک ہے وقف کا حقیقةً نہ حکماً اور قید فی الجملہ جو اب ہے فتح القدیر کا
صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف پر اتنی عبارت زیادہ کرنا چاہیے اور صرف منفعتها الی من احب یعنی اسکی منفعت کا صرف کرنا جدھر چاہے سو اسواسطے کہ غنیا
کیطرف صرف کرنا بلا قصد قربت وقف میں صحیح ہے بشرطیکہ اسکے آخر میں قربت الی ہو لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہے بلا تصدق اور یہ قدر زیادہ کرنے سے
تعریف جامع ہو جاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ تصدق فی الجملہ مراد ہے اور شرح مجیدی کی عبارت یہ دلالت کرتی ہے کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ قربت نہیں
ہاں اسلیے کہ اگر اسکے آخر میں محتاجوں کے واسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملہ کذا فی الحلبی ہم الاصح انه عنده جائز غیر لازم کالعاریة اور قول اصح
یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہے لازم نہیں مانند عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہے وعندهما هو حبسها

حکم ملک اللہ تعالیٰ وصرف منفعتہا علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی ابن کمال وابن الشحنۃ اور صاحبین کے
نزدیک وقف عبارت ہے عین کے حبس کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ملک کے حکم پر اور اُسکی منفعت کے صرف کرنے سے جسپر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پھر جب اپنی
ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہوگیا تو واقف کو اُسکا باطل کردینا جائز نہیں اور اُسکا وارث اُسکو وراثت میں نہ پاویگا اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے کذا صحح
ابن کمال وابن الشحنۃ وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الآخرۃ بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہے محبوب نفس کی اور پسندیدہ جانی کا دنیا میں دوستوں
کے ابرار اور آخرت میں ثواب حاصل ہونے سے یعنی بالنیۃ من اہلہا لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر یعنی حصول ثواب وقف اُس شخص کی نیت سے ہے جو اہل ہو نیت کا یعنے مسلم عاقل
بالغ اسواسطے کہ وقف کرنا مباح ہے بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جبکہ کافر کا وقف فی نفسہ عبادت نہیں تو ثواب بھی نہ ہوگا اصل وقف وقد یکون واجبا بالنذر فیتصدق
بہا او بثمنہا ولو وقفہا علی من لا یجوز لہ الدفع جاز فی الحکم ولغی نذرہ وبہذا عرف صفتہ اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے نذر کرنے سے تو چیز موقوف کو تصدق کرے
یا اُسکی قیمت کو اور اگر اُسکو وقف کیا اُسپر جسکو زکوۃ دینا جائز نہیں تو حکم میں وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہیگی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہوگئی ہم
صفت وقف کی یہ ہے کہ وہ مباح اور قربت اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو لہذا کافر کا وقف صحیح ہے اور اُسکو کچھ ثواب نہیں اور وقف
قربت بقصد عبادت تو وہ مسلم سے ہوتا ہے اور وقف فرض منذور ہے چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میرا بیٹا آوے تو مجھپر اُس گھر کا وقف کرنا مسافروں پر لازم ہے بلکہ نذر کرنے والا اپنے حصول
مرغوب پر وقف کریگا تو وقف جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہوگی کذا فی البحر اور یہ جو شارح نے کہا کہ اُسکو تصدق کرے یا اُسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اُس مسئلہ کے ساتھ مخلوط کر دیا
جبکہ صیغہ وقف کا نذر ہو حالانکہ دونوں کا حکم مختلف ہے نذر بالوقف کا حکم تو ابھی معلوم ہو چکا اور صیغۂ وقف کے نذر ہونے کا بحر الرائق میں یہ حکم ہے کہ اگر بحکم عرف یا قائل
کے پوچھنے سے وقف ثابت ہے تو وہ وقف ہوا ور نہ اگر کہدے کہ میں نے تصدق کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اُسکو تصدق کرے یا اُسکی قیمت کو اور اگر کچھ نیت نہو تو وہ میراث ہے کذا فی الطحطاوی
ملخصا وحکمہ ما مر فی تعریفہ اور حکم وقف کا گذر گیا اُسکی تعریف میں ہم حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف میں گذرا ہے اسپر تصدق ہے منفعت کا ومحلہ المال المتقوم اور وقف کا محل مال
متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی نے کہا مال سے وہ مال مراد ہے جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنے کے وقت تو اگر زمین کو غصب کرکے وقف کیا پھر اُسکو خرید لیا یا مالک سے تو صحیح نہیں
ورکنہ الالفاظ الخاصۃ کارضی ہذہ صدقۃ موقوفۃ مؤبدۃ علی المساکین ونحوہ من الالفاظ کموقوفۃ للہ تعالی او علی وجہ الخیر او البر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفۃ فقط
قال الشہید ونحن نفتی بہ للعرف اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور ما نند ان الفاظ کے چنانچہ
یوں کہنا کہ یہ میں نے اللہ کے واسطے موقوف ہے یا علی وجہ الخیر یا علی وجہ البر موقوف ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہے یعنی اگر اسیقدر کہے کہ یہ زمین یا باغ
موقوف ہے بلا ذکر محتاجین بلا قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتوی دیتے ہیں بسبب عرف کے ہم الفاظ کو رکن اسواسطے کہا کہ اگر وقف مع اشرائط لکھے
بلا تلفظ تو وقف صحیح نہیں بالاتفاق کذا فی القہستانی اور شرح ملتقی میں ہے کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہیں جب اُسکو اپنے ہاتھ سے لکھے اور شاہدوں کو اُسکے مضمون پر
گواہ کرلے انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہے اور اکثر علما نے محمد رح کے قول پر فتوی دیا ہے یا شتراط تسلیم میں
کذا فی الطحطاوی وشرطہ شرط سائر التبرعات کحریۃ وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات کی شرط ہے چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر اور
مجنون کا وقف صحیح نہیں وان یکون قربۃ فی ذاتہ اور شرط وقف یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو ہم تو مسلم یا ذمی کا وقف نصاریٰ یا یہود کے معبد اور فقرا سے
اہل حرب پر صحیح نہیں اور غنی پر وقف کرنے میں قربت ہے اسواسطے کہ ذخیرہ میں ہے کہ تصدق علی الغنی میں ایک طرح کی قربت ہے کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا لا معلقا
الا بکائن شرط وقف کی یہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے ہم تو اگر اپنی کچھ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح
نہیں یا یوں کہا کہ یہ زمین فقرا یا میرے قرابت والوں پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا فی العالمگیریۃ اور اسیطرح وقف زمین مشترکہ کا جسکا اظہار صحیح
نہیں بسبب عدم تعیین کے وقف اور اگر یوں کہا کہ اگر میرا بیٹا آوے تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہیں بسبب تعلیق کے اور اگر یوں کہا کہ اگر یہ گھر میرا ملک ہے تو پھر وقف ہے

کہ وقت تکلم وہ گھر متکلم کا مملوک تھا تو وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ تعلیق تحقیقی شرط موجود پر ہے ولا مضافا ولا موقتا ولا بخیار شرط اور شرط وقف یہ ہے کہ مضاف نہ ہو
اور موقت نہ ہو اور خیار شرط نہ ہو مفہوم اضافت وقف اسطرح کہ میرا گھر صدقہ ہے کل اپر سعدی چلپی نے کہا کہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا غلط ہے اسواسطے کہ بحر اور نہر میں
جامع الفصولین سے صحت اضافت منقول ہے ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ و صرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیہ اور شرط یہ ہے کہ وقف کے ساتھ اسکے بیع کو اور اسکی
قیمت صرف کرنے کو اپنی حاجت میں نہ ذکر کرے اور اگر یاد کر کر یگا یعنی اسطرح کہ یہ میرا وقف ہے لیکن اگر مجھکو حاجت ہوگی تو بیچکر اسکی قیمت صرف کرونگا تو
وقف اسکا باطل ہے کذا فی البزازیہ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وہ مقتول ہوا یا مر گیا
یا مسلم بعد وقف کرنے کے مرتد ہوگیا تو اسکا وقف باطل ہے اور وقف مثل میراث ہو جائیگا خواہ وہ مقتول ہو اپنے ارتداد پر یا مر جائے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف
صحیح ہے اور مرتدہ کا وقف کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی کذا فی البحر والاصح وقف مسلم او ذمی علی بیعۃ او حربی باطل او مجوسی و صحیح نہیں وقف کرنا مسلم یا ذمی کا
معبد نصاری پر یا حربی پر اور بعضوں نے کہا یا مجوسی پر ہے معبد نصاری سے جمیع معابد کفار مراد ہیں معابد کفار کا وقف عہد اسلام میں باطل ہے اور اگر زمانہ جاہلیت میں
یعنے حربی ہونے کے وقت وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ معبد ذمی ہونے کے اسسے تعرض نہیں اور قول معتمد یہ ہے کہ محتاجین مجوس پر وقف جائز ہے کذا فی البحر و جاز علی ذمی
لانہ قربۃ حتی لو قال علی ان من اسلم من ولدہ او انتقل الی غیر النصرانیۃ فلا شئی لہ لزم شرطہ علی المذہب اور جائز ہے وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہے لہذا اسکو
صدقہ اور نذر اور کفارہ دینا جائز ہے یہاں تک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اسکی اولاد سے مسلمان ہوجائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کیطرف
انتقال کرے تو اسکو حاصل وقف سے کچھ حصہ نہیں تو اسکی شرط لازم ہوگی بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ مالک کو اپنے تصرفات میں اختیار ہے کذا انفع الخصاف وقد یزول الملک
عن الموقوف بلا حکم اربعۃ باقرار مسجد کما مر و بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ وصورتہ ان یسلمہ الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی معزیا للفتح المولی من قبل
السلطان لا المحکم اور ملک واقف کی زائل ہوتی ہے موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد کے جدا کر دینے سے چنانچہ عنقریب اسکا بیان آویگا یا اس قاضی کے
حکم کر دینے سے جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہے نہ محکم کے حکم سے حکم قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہدین میں مختلف فیہ ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ وقف
متولی کو وقف تسلیم کر دیوے پھر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب میں وقف نہیں کرتا کذا فی معین المفتی عن الفتح پھر قاضی بعد مرافعہ متولی کے لزوم کا حکم کرے م
مصنف نے لزوم وقف کو زوال ملک کر تعبیر کیا اسواسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہے اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہے اسواسطے کہ صحت وقف میں خلاف نہیں
خلاف تو لزوم وقف میں ہے امام کے نزدیک لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے تو اسمیں بیع اور ارث نہیں اور ترجیح دلیل سے ہے اور خصاف نے صاحبین کے مذہب کیواسطے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہے اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے پیچھے ہارون الرشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اسکے نواح میں
اوقاف صحابہ کرام کے دیکھے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتوی دیا خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیکر فتوی دیا ہے علاوہ اسکے فقہاء نے تصریح
کی ہے کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اسکا حکم نافذ نہیں ہوتا اور ہمارے زمانہ میں قاضی رشوت سے خالی نہیں تو اسوقت میں لزوم وقف نہیں ہو سکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا فی الطحطاوی
وینبغی ان یجیء القبول بلا دعوی اور لائق ہے کہ گواہی مقبول ہو بلا دعوی یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہے محصول کا اور وہ حق تعالی کا حق ہے اور حقوق اللہ میں
قضا بالشہادۃ بلا دعوی صحیح ہے کذا فی المحیط ثم ہل القضاء بالوقف قضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر ام لا تسمع افتی ابو السعود مفتی الروم
بالاول وبہ جزم فی المنظومۃ المحبیۃ ورجحہ المصنف ھنا عن الحیل لا بطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحر ان المعتمد الثانی وصححہ فی الفواکہ البدریۃ وبہ افتی
المصنف پھر کیا قضا بالوقف حکم ہے سب پر کہ اسمیں دوسرے ملک یا دوسرے وقف کا دعوی مسموع نہیں یا سب لوگوں پر حکم نہیں کہ دعوی مذکور مسموع
ابو سعود مفتی روم نے قول اول یعنی عدم کا فتوی دیا اور یہی قول منظومہ محبیہ میں یقین کیا اور اسکی ترجیح مصنف نے دیتا وقف ابطال کے حیلوں سے محفوظ رہے
لیکن مصنف نے اپنی شرح میں اس کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعوی معتمد ہے اور اسکی فواکہ بدریہ میں تصحیح کی ہے اور اسیکا فتوے

تسلیم جدا کر دینے سے ہوتی ہو اور غیر مسجد مین متولی مقرر کرنے اور اُسکو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہو کذا صحح ابن کمال و یفرز فلا یجوز وقف مشاع یقسم خلافا
للثانی اور وقف تمام نہین ہوتا یہان تک کہ جدا کر دیا جاے تو جائز نہین ہی وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف کے ہ وقف کا جدا کر دینا قسمت کر کے
مبنی ہو اشتراط قبض پر سوا امام محمد نے قبض کو شرط کیا ہو تو وقف مشاع یعنی غیر تقسوم کو جائز نہین کہا اور امام ابو یوسف نے قبض نہین شرط کیا تو وقف مشاع
جائز رکھا اور خلاف ہو محتمل القسمۃ مین اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہو سوا مسجد اور مقبرہ کے کہ اسکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہین بالاتفاق
مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہو اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو لیا ہو اور خلاصہ و بزازیہ و ولوالجیہ و شرح مجمع اور تجنیس و رعایۃ البیان مین کہا کہ مشاع مین
امام محمد کے قول پر فتوی ہو کذا فی البحر و یجعل آخرہ لجھۃ قربۃ لاتنقطع ہذا بیان شرائط الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ و جعلہ ابو یوسف کالاعتاق اور آخر
وقف کا مقرر کیا جاے اُس جہت قربت کیواسطے جو منقطع نہو یعنی انجام کار وقف موبد ہو اُسی ہو مساکین پر یعنی تسلیم اور افراز و تابید بیان ہو وقف کی شرائط خاصہ کا
محمد کے قول پر سیواسطے کہ وقف مانند صدقہ ہو اور ابو یوسف نے اُسکو عتاق کے مانند قرار دیا ہو ابو یوسف سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ کہ تابید وقف مین ضرور ہی لیکن ذکر دوام شرط
نہین اور یہی قول صحیح ہو اور دوسری روایت یہ ہو کہ دوام شرط نہین اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہو کذا فی الہدایۃ و البحر ط وہی کہا مصنف کا طرز بیان مناسب
نہین سیواسطے کہ اول امام کے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہین ہوتا مگر قضا سے پھر بیان شرائط مین محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہو لزوم وقف مین بلا قضا
و اختلف الترجیح و الاخذ بقول الثانی احوط و اسھل ع فی الدرر و صدر الشریعۃ و بہ یفتی و اقرہ المصنف اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہو اور ابو یوسف کا قول
لینا احوط اور اسہل ہو وقف کی ترغیب کیواسطے درر غرر اور شرح وقایہ مین ہو کہ اسیکا فتوی ہو اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو ثابت کہا ہو و اذا وقتہ بشہر او سنۃ
بطل اتفاقا درر و علیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف بہ یفتی فتح قلت جزم فی الخانیۃ بصحۃ الوقف مطلقا فتنبہ وا قرہ الشرنبلالی اور جب وقف مین مہینہ یا سال کا
وقت بیان کیا تو باطل ہو بالاتفاق کذا فی الدرر اور یہ جب بطلان مع وقت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر بعینہ تو اُسکی موت کے بعد ادائیگی واقف کے وارثونکی طرف موقوف عود کریگا اسی پر فتوی ہو کذا فی الفتح مین
کہتا ہون کہ خانیہ مین تفصیل کیا ہو صحت موقت کا مطلقا تو خبردار رہو اور ثابت رکھا ہو اسکو شرنبلالی نے ہم مسئلہ وقف علی المعین بطلان مع وقت پر مبنی نہین سکتا جبتک شخص معین پر وقف کرنا
بالاتفاق باطل نہو حالانکہ ایسا نہین بلکہ یہ مسئلہ اس پر مبنی ہو کہ ابو یوسف کے نزدیک تابید ملا شرط نہین تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف ہوگا اور بعد اسکے میراث ہوگا اور خانیہ مین ہو کہ اگر مرد
نے اپنے گھر کو ایک مہینہ یا ایک وقت معین تک وقف کیا اور اسسے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہو اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اسکا قول یعنی عدم تابید اس تفصیل کا مشعر ہو جسکو ہلال نے بیان کیا ہو کہ اگر وقف
پر شرط کرے کہ بعد وقت معلوم موقوف میری ملک پر رجوع کرے تو وقف باطل ہو اور اگر یہ شرط نہین تو صحیح ہو تو خانیہ کی عبارت بلا اطلاق ہو جسکو شارح نے بیان کیا ہو مگر یہ اطلاق و قت مراد رکھے
اور توفیق عبارت کی یون ممکن ہو کہ بطلان مع وقت کا قول مطلقا محمد کے قول پر محمول ہو کیونکہ انکے نزدیک تابید بلفظ شرط ہو اور صحت مع وقت مطلقا کا قول ابو یوسف کی اس روایت پر محمول
جسمین مطلقا اشتراط تابید نہین ہو قول بالتفصیل ابو یوسف کے اس قول صحیح پر محمول ہو جسمین تابید معنوی ضروری ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فاذا تم و لزم لا یملک و لا یملک و لا یعار و لا یرہن
فبطل شرط واقف الکتب الرہن کما مر فی الاشباہ پھر جب وقف باجتماع شرائط و ارتفاع موانع تمام ہو تو مملوک نہین ہوتا اور تملیک اسمین نہین ہو عاریت اور رہن مین بھی نہ کتابونکے وقف
کرنے والے کو رہن کا کرنا باطل ہو چنانچہ کتاب الاشباہ مین بیچ کو رہ چکا و لیسکنہ المشتری و المرتھن ثم بان انہ وقف او لصغیر لزم اجر المثل قنیۃ اور اگر وقف مین مشتری یا مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا
کہ یہ وقف ہو یا صغیر کا مملوک ہو تو اُجرت مثل واجب ہو کذا فی القنیۃ و لا یقسم بل یتھایؤن الا عند ہما فیقسم المشاع و بہ یفتی فاری الہدایۃ وغیرہ اور قسمت نہ کیا جاے وقف
مستفیدین بین بلکہ باہم اتفاق نوبت بنوبت اُس سے فائدہ لین مگر صاحبین کے نزدیک تقسیم غیر مقسوم قسمت ہو اور اسیکا فتوی دیا ہو فاری ہدایہ نے و اذا کانت القسمۃ بین الواقف
و شریکہ المالک کان للواقف الافراز او ناظرہ ان اختلفت جہتہ وقفہا فاری الہدایۃ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہو جبکہ قسمت ہو درمیان واقف اور اسکے شریک مالک کے
یا وہ ہو واقف یا اسکے ناظر کے بشرطیکہ جہت اُسکی وقف کی مختلف ہو کذا صحح فاری الہدایۃ یعنی قاضی نے جبکہ دو زمین وقف مشاع کا حکم کیا اور اسکی قضا نافذ ہو گی پر افع قضا
اور نقض علیہ ہو گی سو اگر بعضے شرکا طالب قسمت ہوں تو امام کے نزدیک قسمت نہوگی نوبت بنوبت استعمال کرنا چاہیے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہوگی کذا فی المنح اور اگر جہت وقف مختلف نہین

لا یکون مسجدا و لورثتہ بیعہ و یورث عنہ بخلاف ما لو بناہ اور جبکہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کیواسطے تو جائز ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہے اور اگر تہ خانہ مصالح
مسجد کے سوا کسی واسطے بنایا گیا یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کیطرف کر دیا اور اسکو اپنی ملک سے جدا کر دیا تو مسجد نہ ہوگی اور اسکو اسکی بیع جائز ہے اور اسکے بعد اسکا
وارث ہوگا بخلاف صاحبین کے مذہب کے ہم امام کا قول ظاہر ہے لہذا مسجد نہ ہوگا کہ اسمیں حق العبد باقی ہے اور جب حق العبد مسجد اعلیٰ یا اسفل یا جو اسمیں باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالیٰ
کیواسطے نہ ہوئی کذا فی الہدایہ و عن البحر کما لو جعل وسط دارہ مسجدا و اذن للصلوٰۃ فیہ حیث لا یکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے
درمیان مسجد بنائی اور اسمیں نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہ ہوگی مگر جبکہ مسجد کیواسطے راہ بھی شرط کرے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح
اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع و لو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیہ فاذا کان ہذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ و لو علی جدار المسجد و لا یجوز اخذ الاجرۃ
منہ و لا ان یجعل شیئا منہ مستغلا و لا سکنیٰ بزازیہ اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کیواسطے کوٹھری بنائی تو ضرر نہیں اسواسطے کہ یہ منجملہ مصالح مسجد ہے اور اگر اس مسئلہ
مکان کا مسجد ہونا پورا ہو گیا یعنی فقط قول سے جسپر فتویٰ ہے یا اسمیں نماز پڑھنے سے پھر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانے کا ارادہ کیا تو منع کیا جائیگا اور اگر
کہیگا کہ میں نے یہی اسکی نیت کی تھی تو اسکی تصدیق نہ ہوگی کذا فی التاتارخانیہ پھر جب واقف کا یہ حال ہے کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا کیونکر جائز ہوگا تو اسکا گرا دینا
واجب ہے اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چھت پر اور اُس سے کرایہ لینا جائز نہیں ہے نہ یہ جائز ہے کہ منجملہ مسجد کے کوئی تھوڑا مکان کرایہ یا سکونت کیواسطے مقرر کیا جائے کذا
فی البزازیہ ہم کرایہ لینا بہر صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ میں صرف ہو اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا صاحب مسجد کیواسطے جائز کہا ہے وہ قول غیر صحیح ہے کذا فی البحر
و لو خرب ما حولہ و استغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام و الثانی ابدا الی قیام الساعۃ و بہ یفتی حاوی القدسی اور اگر مسجد کا گرد و پیش منہدم ہو کر ویران ہو گیا اور اسکی کچھ حاجت
نہ رہی تو وہ بھی مسجد ہی باقی رہیگی امام و ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الحاوی القدسی یعنی اسکی ملکیت واقف اور اسکے وارثوں کیطرف عود
نہ کریگی اور اسکا نقل کرنا دوسری مسجد کیطرف جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مسجد ہے الی الدوام گو اسمیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے کذا فی المنح و الحاوی القدسی و عاد الی الملک ای ملک البانی
او ورثتہ عند محمد اور مسجد منہدم ہو کر پھریگی طرف ملک کے یعنی بانی یا اسکے وارثوں کے اسکی ملک میں عود ہوگی محمد کے نزدیک و عن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی و ابو یوسف
دوسری روایت ہے کہ وہ نقل ہوگی دوسری مسجد کیطرف قاضی کے اذن سے یعنی اسکا شکستہ سامان قاضی کے اذن سے بیع ہو کر قیمت اسکی دوسری مسجد میں صرف ہوگی اور یہ روایت ابو یوسف
کی ہے کہ منح اللسان ہے کذا فی المنح و مثلہ فی الخلاف المذکور حشیش المسجد و حصیرہ مع الاستغناء عنہما اور خلاف مذکور کے مانند منہدم ہو کر مسجد کی گھاس اور اسکی چٹائیاں ہیں
اسکی حاجت نہ رہے یعنی شیخین کے نزدیک ملک میں داخل نہ ہوں محمد کے نزدیک واقف کی ملک کیطرف عود کریگی و کذا الرباط و البیر اذا لم ینتفع بہما فیصرف وقف المسجد و الرباط
و البیر و الحوض الی اقرب مسجد او رباط او بیر او حوض الیہ تفریع علی قولہما دررا اور اسیطرح مسافرخانہ اور کنواں جبکہ ان سے انتفاع کیا نہ جائے تو صرف کیا جائے وقف مسجد
مسافرخانہ اور کنوئیں کا حوض کا اس مسجد اور مسافرخانہ اور کنوئیں اور حوض کیطرف جو اسکے قریب ہو یہ تفریع ہے شیخین کے قول پر کذا فی الدرر عبارت میں لف و نشر مرتب ہے یعنی وقف مسجد
اقرب مسجد کیطرف اور وقف مسافرخانہ اقرب مسافرخانہ کیطرف و علی ہذا [illegible] فیہ وقف ضیعۃ علی الفقراء و سلمہا للمتولی ثم قال لوصیہ اعط من غلتہا
فلانا کذا و فلانا کذا لم یصح لخروجہ عن ملکہ بالتسجیل فلو قبلہ صحت قلت لکن سیجیء عن البزازیۃ [illegible] و مؤیدہ ان للواقف الرجوع فی الشرط [illegible] اور درر میں ہے کہ ایک شخص نے زمین فقراء پر
وقف کی اور متولی کو سپرد کی پھر اپنے وصی سے کہا کہ اسکی پیداوار میں سے فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا تو صحیح نہیں اسواسطے کہ خارج ہو گیا موقوفہ واقف کی ملک سے تسجیل کے حکم
سے سو اگر قبل حکم کے وصیت کیگا تو صحیح ہوگا میں کہتا ہوں لیکن بزازیہ سے آویگا فتاویٰ مؤیدہ زادہ سے منقول ہے کہ واقف کو شرط وقف میں رجوع کرنا جائز ہے اگرچہ وقف مسجل ہو گیا ہو
و سنذکر انہ عدم صحت شرط [illegible] معلوم ہوا کہ شارح اسکی تحریر نہیں کی اتحد الواقف و الجہۃ و قل مرسوم بعض الموقوف علیہ بسبب خراب وقف احدہما جاز للحاکم ان یصرف
من فاضل الوقف الاخر علیہ لانہما حینئذ کشیء واحد [illegible] اور جہت متحد ہو اور بعض موقوف علیہم کا مرسوم یعنی مشاہرہ یا سالیانہ کم ہو گیا بسبب ویران ہو جانے احد الوقفین کے تو حاکم کو
جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی سے [illegible] اور جہت کی اسطرح مثال دی کہ ایک شخص نے

دو مسجدیں بنائیں اور ہر ایک کے مصالح کے واسطے علیحدہ وقف معین کیا تو اگر ایک مسجد کے امام یا مؤذن کا وظیفہ کم ہو گیا اُسکی وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد کے وقف کی فاضل آمدنی سے
انکو حاکم دے سکتا ہے انتہی۔ علامہ نے توضیح کیا کہ اتحاد جہت کے اسطرح محمول کرنا کلام بزازی کے صریحاً مخالف ہے اسواسطے کہ بزازی نے اتحاد وقف اور جہت کی یہ مثال دی ہے کہ دو وقف ایک مسجد کے
ہوں ایک وقف اسکی مرمت کیواسطے اور دوسرا وقف اسکے امام اور مؤذن کیواسطے کذا فی البحر الرائق و ان اختلف احدہما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا و مدرسۃ و وقف علیہما اوقافا
لا یجوز لہ ذلک اور اگر وقف اور جہت کوئی مختلف ہو اسطرح پر کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف مقرر کیے تو حاکم کو یہ
جائز نہیں کہ ایک کا محصول دوسرے پر صرف کرے لو وقف العقار ببقرۃ و اکرۃ و ہم عبیدہ صح استحساناً تبعاً للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلوں اور
کھیتی کرنے والے اپنے غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے زمین کی تبعیت کے اکرۃ جمع اکار ہے یعنی کاشتکار اور اسیطرح باقی آلات کاشتکاری کا وقف
کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی و جاز وقف القن علی مصالح الرباط خلاصۃ و نفقتہ و جنایتہ فی مال الوقف و لو قتل عمداً لا قود و فیہ اشارۃ بل یجب قیمتہ لیشتری بہا بدلہ
اور جائز ہے وقف کرنا غلام کا مسافر خانہ کے مصالح کیواسطے کذا فی الخلاصہ اور اسکا خرچ اور جنایت وقف کے مال پر ہے اور اگر وہ غلام مقتول ہو عمداً تو قصاص نہیں ہے کذا فی البزازیہ بلکہ
قاتل پر اُسکی قیمت دینا واجب ہے تاکہ عوض اسکے دوسرا خرید کیا جاوے کما صح وقف مشاع قضی بجوازہ لانہ مجتہد فیہ فللحنفی المقلد ان یحکم بصحۃ وقف المشاع و ابطالہ لاختلاف الترجیح
و اذا کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز الافتاء و القضاء باحدہما بحر و مصنف چنانچہ صحیح ہے وقف مشاع کا جسکے جائز ہونے کا قاضی نے حکم دیا ہو اسواسطے کہ وقف مشاع مجتہد فیہ کا
اختلاف ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت اور عدم صحت کے اور جبکہ مسئلہ میں دو قول صحیح ہوں تو کسی ایک قول پر فتوی دینا
مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر و شرح المصنف ہم بشرطیکہ کوئی قول مفتی بہ نہو والا فالمفتی بہ سے عدول کرنا جائز نہیں اور جبکہ ایک قول پر فتوی دیا قاضی حکم
کرے تو دوسرے قول پر فتوی دیوے اور حکم کرے کذا فی البحر و کما صح ایضاً وقف کل منقول قصداً فیہ تعامل للناس کفاس و قدوم بل و دراہم و دنانیر
اور جیسا کہ صحیح ہے وقف اُس مال منقول کا بھی بالقصد یا بالتبع جسمیں لوگوں کا عمل جاری ہو گیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا لوگوں میں رائج ہو گیا جیسے کلہاڑی اور بسولہ
بلکہ دراہم اور دنانیر بھی گھوڑے اور ہتھیار کی صحت وقف میں جسمیں اختلاف نہیں اسواسطے کہ احادیث و آثار وارد ہیں بلکہ انکے غیر میں اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ امام کے نزدیک
وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں اور مجتبی میں منقول ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول صحیح ہے مطلقاً اور ابو یوسف بشرط رواج اور ظاہر ان الفاظ کے یہ
دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول صحیح نہیں شیخین کے نزدیک محمد کے نزدیک جہاں وقف کا رواج ہو اور مفتی ابو السعود کے نزدیک اُنکا مقبول نہیں کذا فی البحر قلت بل ورد الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما فی
معروضات المفتی ابی السعود و کیل و موزون فیباع و یدفع ثمنہ مضاربۃ او بضاعۃ فعلی ہذا لو وقف کرا علی شرط ان یقرضہ لمن لا بذر لہ لیزرعہ لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ ثم اقرضہ
لغیرہ و ہکذا جاز خلاصہ میں کہتا ہوں بلکہ سلطان کا حکم قاضیوں کو صحت وقف دراہم و دنانیر کے حکم کرنیکا وارد ہوا ہے چنانچہ مفتی ابو السعود کی معروضات میں ہے اور
ہر چیز کیلی اور وزنی کے وقف کرنے کا تو کیلی اور موزون بیچی جاوے اور اسکی قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسیکو دیجائے تو بموجب صحت وقف منقول کے اگر کوئی کر گیہوں یا جو وقف
کرے اس شرط پر کہ متولی اُسکو قرض دے اُس مزارع کو جسکے پاس بیج نہیں تاکہ وہ بوئے اپنے واسطے پھر جب اناج پختہ ہو تو اتنا اُس سے لے لے پھر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض
دیوے اور اسیطرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور واپس لیا کرے تو یہ جائز ہے کذا فی الخلاصہ و فیہا وقف بقرۃ علی ان ما یخرج من لبنہا و سمنہا للفقراء ان اعتادوا ذلک رجوت ان یجوز
اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے گائے وقف کی اس شرط پر کہ جو اسکا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیروں کو دیا جاوے اگر وہاں کے لوگ ایسے وقف کرنے کے عادی ہوں تو مجھے
جواز کی امید ہے کہتا ہوں و قدر و جنازۃ و ثیابہا و مصحف و کتب لان التعامل یترک بہ القیاس لحدیث ما راٰہ المسلمون حسناً فہو عند اللہ حسن بخلاف ما لا تعامل
فیہ کثیاب و متاع و ہذا قول محمد و علیہ الفتوی اختیار اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اُسکے کپڑوں کا اور مصحف اور کتابوں کا اسواسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس
متروک ہو جاتا ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جسکو اہل اسلام اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک اچھا ہے بخلاف اُس منقول کے وقف کے جسکا رواج نہیں جیسے کپڑے اور اسباب کا وقف
کہ جائز نہیں یہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الاختیار شرح المختار ہم جنازہ اُس عبارت ہو نعش ہے یعنی چارپائی جسپر میت کو رکھکر لیجاویں اور ثیاب جنازہ وہ ہیں جو

بیتا الثمنہ لانہ حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیۃ یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہوا اور خرید کرے اسکی قیمت سے دوسری میں جب چاہے پھر جب یہ کر چکا تو دوسری
زمین پہلی زمین کے مانند ہوگی اسکی شرائط میں اگرچہ واقف نے شرائط سابقہ کو ذکر نہ کیا ہو پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے نہ بدلے اسواسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب
شرط کے اور شرط پہلی زمین میں پائی گئی نہ دوسری میں اما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی درر وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل
عقارا والمستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط واقف کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کے واسطے ہو کوئی اسکا مالک نہیں سوا قاضی کے کذا فی الدرر
اور بحر الرائق میں استبدال قاضی کیواسطے شرط کیا ہے نکل جانا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا عوض کا زمین اور ہونا مستبدل کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم وعمل اور شارح نے بحر الرائق
کی پانچ شرطوں کے دو شرط اور ذکر کیا یعنی آمدنی نہ باقی رہنا جس سے وقف کی مرمت ہوسکے اور بیع میں غبن فاحش نہ ہونا قاضی عالم باعمل کو قاضی جنت کہا موجب اس حدیث مرفوع کے جو حاکم نے
بسند صحیح روایت کی کہ قاضی تین ہیں ایک قاضی جنت میں ہے اور دو دوزخ میں جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر ظلم کیا اور نادانستہ حکم کیا تو
تو وہ دونوں دوزخ میں ہیں کذا فی الطحطاوی وفی النہر استبدال قاضی الجنۃ لنفس مطمئنۃ فلا یخشی ضیاعہ ولو بالدراہم والدنانیر وکذا لو شرط عدمہ وہی احدی المسائل السبع التی یخالف
فیہا شرط الواقف کما بسطہ فی الاشباہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اس سے دل کو اطمینان ہے تو اسکے ضائع ہونے کا خوف نہیں
اگرچہ استبدال دراہم اور دنانیر سے ہو اور اسیطرح استبدال قاضی جائز ہے اگر واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان سات مسئلوں سے جن میں
شرط واقف کی مخالفت کیجاتی ہے چنانچہ اسکو اشباہ میں شرح بیان کیا ہے اشباہ میں کہا کہ شرط واقف کی نص شارع کی برابر ہے وجوب العمل میں مگر چند مسائل میں
اس شرط کی اقتدا نہیں کیجاتی ۱ واقف نے شرط کی کہ ناظر معزول نہ ہوگا تو نالائق ناظر کے معزول کرنے میں قاضی کو اختیار ہے ۲ شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے حالانکہ لوگ ایک سال کے
اجارہ میں رغبت نہیں کرتے یا زیادتی اجارہ میں فقیروں کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے نہ ناظر کو ۳ واقف نے شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو تعیین باطل ہے
امام صاحب کے قول پر واسطے اسکے کہ قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح اور مختار امام محمد کا قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین لازم ہوگی ۴ شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلوں پر تصدق کیا
جاوے تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد کے سائلوں اور فقیر بے سائل کو دینا جائز ہے ۵ شرط کی کہ مستحقین کو اپنی روٹی اور آٹا گوشت ہر روز دیا جاوے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے
اور دوسری روایت یہ ہے کہ فقیروں کی طلب میں قیمت لینا جائز ہے ۶ قاضی کو جائز ہے کہ امام کی شرط سے زیادہ کر دے اگر امام کو اسقدر کفایت نہ کرتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہو ۷
واقف نے عدم استبدال کی شرط کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہے اسکے حق میں انتہی ملخصا وزاد ابن المصنف فی زواہرہ ثامنۃ وہی اذا نص الواقف وراعی الحاکم ضم مشرف
جاز کما لو صحی بہا انفع الوسائل اور ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ میں یہ ایک آٹھواں مسئلہ زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہ ہو اور قاضی
اور حاکم نے اسکے ساتھ مشرف کے ملانے کی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے وصی کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے اور اسکی نسبت انفع الوسائل کی طرف کی ہے مشرف بضم اول وسکون ثانی
وہ ہے جسکو محافظت کا امر ہو کسی کام کا اور مشارف بھی بمعنی مشرف ہے اور وسائل نامہ پر [illegible] مسئلہ زیادہ کیا گیا کہ جب واقف نے شرط کی کہ اسقدر سے زیادہ اجرت پر اجارہ
نہ دیا جاوے اور حالانکہ اجرت مثل اس سے زیادہ ہو تو حانوتی نے کہا کہ جائز نہیں یعنی بدون اجرت مثل کے اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ واقف نے یہ شرط کی ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا
لا یجوز استبدال العامر الا فی اربع اور اشباہ میں ہے کہ وقف کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورت میں ہم اشباہ میں چاروں صورتیں بعینہ ذکر کرتے ہیں ۱ واقف نے اگر استبدال کی شرط کی
ہو ۲ [illegible] اسکو غصب کیا اور اس پر پانی جاری کیا کہ زمین دریا ہوگئی لائق زراعت نہ رہی متولی اس سے ضمان لیکر دوسری زمین اسکے عوض خریدے ۳ غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ
نہیں ہیں تو غاصب سے قیمت لیکر دوسری زمین خرید کے پہلے شرائط کے موافق وقف کرے ۴ اگر کوئی شخص عمدہ زمین کثیر المحصول وقف کے عوض میں دیتا ہو تو ابو یوسف کے مذہب پر قول
مفتی بہ جائز ہے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انہ فی سنۃ احدی وخمسین وتسعمائۃ ورد الامر الشریف بمنع استبدالہ وامر ان یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعۃ انتہی فلیحفظ
میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کی معروضات میں یہ ہے کہ نو سو اکاون سال ہجری میں امر شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف میں وارد ہوا اور حکم ہوگیا کہ استبدال باذن
سلطان ہو [illegible] منع باتباع ترجیح صدر الشریعۃ کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح اشباہ نے جواز استبدال پر اصرار کیا صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا

كہ ابو یوسف مجوز استبدال ہیں اگرچہ آمدنی کم ہو جاوے اور ہم اسکا فتوی نہیں دیتے اور البتہ ہمنے استبدال میں بہت سا فساد دیکھے کہ ظالم قاضیوں نے اسکو حیلہ مقرر کیا ہے مسلمانوں کے اوقاف

مسلمین کے ابطال میں انتہی ملخصا و لیکن اگر جائز ہو تو قاضی باعمل کو جائز ہو سو وہ کبریت احمر سے بھی زیادہ تر عزیز الوجود ہے وفیہا ایضا لو شرط الواقف العزل والنصب و

سائر التصرفات لمن یتولی من اولادہ لا یدخلہم احد من القضاۃ والامراء وان ادخلوہم فعلیہم لعنۃ اللہ ہل یمکن من ادخلہم فاجاب بانہ فی سنۃ اربع واربعین تسعماۃ قد حررت

ہذہ الاوقاف المشروطۃ کذا فالمتولون لہ من الامراء یعرضون للدولۃ العلیۃ علی مقتضی الشرع وسنہم رتبۃ یعرض بامرہم مع قضاۃ البلاد علی الشرع من المحاکم

لا یخالف القضاۃ المتولین فالمتولون للقضاۃ بہذا وردالامر الشریف فالواقفون لو اراد وا ای فساد وعدد یصدر وا اوادخلہم القضاۃ والامراء فعلیہم اللعنۃ

فہم الملعونون لما تقرر ان الشروط المخالفۃ للشرع جمیعہا لغو وباطل انتہی فلیحفظ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ بھی ہے کہ اگر واقف عزل و نصب اور باقی

تصرفات اسکے واسطے شرط کرے جو اسکی اولاد سے متولی ہو اور مداخلت کرے اسکی اولاد اہل تولیت سے قاضیوں اور امیروں میں سے کوئی اور اگر مداخلت کریں تو ان پر

اللہ کی لعنت ہو کیا اس صورت میں قاضیوں اور امیروں کو دخل کرنا ممکن ہے تو مفتی مرحوم نے یہ جواب دیا کہ نو سو چوالیس ہجری میں ایسے وقف قوم ہو گئے ہیں

جنمیں ایسی شرط ہیں تو متولی اگر منجملہ امراء بادجاہت ہوں تو تصرفات وقفیہ کو ارباب دولت علیہ سلطانیہ کے آگے پیش کیا کریں اور اگر متولی ایسے کم رتبہ ہوں تو

اپنی تجویزوں کو قضاۃ بلاد سے پیش کیا کریں اور دونوں امور مشروعہ پر عمل کریں قاضی متولیوں کی مخالفت کریں متولی قاضیوں کی امر شریف سلطانی اسی پر وارد ہوا

جب یہ معلوم ہو چکا تو اگر وقف کرنے والے یہ ارادہ کریں کہ متولیوں سے جو فساد صادر ہوں وہ صادر ہوا کریں اور جبکہ قاضی اور امیر ان سے مداخلت کریں منع فساد میں تو ان پر لعنت

تو وہی واقف ملعون ہیں اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ شرائط مخالف شریعت بالکل لغو اور باطل ہیں انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں کہ جب واقف یہ شرط

کرے کہ قاضی وغیرہ اوقاف میں دخل نہ کریں تو یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ مستحقین کی مصلحت کی تضییع اور وقف کی تعطیل ہے تو مقبول نہیں انتہی جونکہ حتی الامکان مانع شرط

واقف ورعایت حاکم لازم ہوئی لہذا مفتی مرحوم نے توافق کا حکم کیا یعنی متولی حاکم کی مرضی سے وقف میں تصرفات کیا کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر متولی حاکم سے اجازت طلب کرتا حاکم

اسمیں اعانت کرتا جائز ہو اور سمجھ لو کہ وہ نہیں بلکہ واقف پر گناہ ہے بنی علی الارض ثم وقف البناء قصدا بدونہا ان الارض مملوکۃ لا یصح وقیل یصح وعلیہ الفتوی اگر کسی نے

زمین پر عمارت بنائی پھر عمارت کو وقف کیا بالقصد بدون زمین کے اگر زمین مملوک ہو کسی کی تو وقف صحیح نہیں اکثر اہل مذہب کے نزدیک کذا فی البحر اور دوسرا قول ہے کہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے

سئل قارئ الہدایۃ عن وقف البناء والغراس بلا ارض فاجاب الفتوی علی صحتہ ذکرہ شارح الوہبانیۃ واقرہ المصنف معللا بانہ منقول فیہ تعامل فیتعین بہ الافتاء قاری ہدایہ

سے وقف کرنے عمارت اور اشجار کا بدون زمین کے سوال ہوا سو جواب دیا کہ اسکے صحیح ہونے پر فتوی ہے اور اسکی تصحیح کی شارح وہبانیہ نے اور ثابت کہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں

دلیل لاکر کہ عمارت اور اشجار مال منقول ہے اور اسکے وقف میں عرف جاری ہے تو اسکا فتوی دینا متعین ہو گیا قاری ہدایہ کا نام سراج الدین ہے وہ شاگرد ہیں اکمل کا اور استاد ہیں

صاحب فتح القدیر کے چونکہ ہدایہ اپنے استاد کے آگے ازبر پڑھا لہذا ملقب قاری ہدایہ ہوئے کذا فی الحاشیۃ وعن ابی السعود وان موقوفۃ علی جہۃ البناء ملاجار بتبعا اجماعا وان

لجہۃ اخری ففی صحتہ خلاف وصحیح الصحۃ کما فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر زمین موقوف ہو اسی جہت کے واسطے عمارت معین ہوئی تو جائز ہے وقف عمارت کا بالتبع

بالاتفاق اور اگر زمین دوسری مصرف کیواسطے وقف ہو تو اسمیں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکا وقف صحیح ہے کذا فی المنظومۃ المحبیۃ وسئل ابن نجیم عن وقف الاشجار

بلا ارض فاجاب یصح لو الارض وقفا ولغیر الواقف اور ابن نجیم سے سوال ہوا وقف اشجار بلا ارض کا تو جواب دیا کہ وقف صحیح ہے اگر زمین بھی وقف ہو اگرچہ واقف

اشجار کے سوا کسی اور نے وقف کیا ہو ہم یہ قول مفتی کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا قاری ہدایہ سے وسئل ایضا عن البناء والغراس فی الارض المحتکرۃ

ہل یجوز بیعہ ووقفہ وہل یجوز وقف العین المرہونۃ والمستاجرۃ فاجاب نعم اور اسکا بھی سوال اس سے ہوا کہ عمارت اور اشجار ارض محتکرہ میں ہیں کیا انکی بیع اور

وقف جائز ہے اور کیا جائز ہے وقف کرنا اس زمین یا گھر کا جسکو گرو رکھا ہے یا مستاجر کو اجارہ دیا ہے تو جواب دیا کہ ہاں عم ارض محتکرہ وہ جائز ہو اس زمین کی بیع جسکی

اجرت لیتے ہیں یا لا انہ مقرر ہو گئی طرح الوقف بھی کہا اس کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں اسلئے کہ مذکور ہو چکا کہ زمین موقوف کی عمارت اشجار کا وقف بقول صحیح صحیح ہے اور زمین محتکرہ بطریق اولی اجارہ کے

عنہ ووقفہ لجہۃ اخری وحکم بالثانی قبل الحکم بالاول صح الثانی لوقوعہ فی محل الاجتہاد کما حققہ المصنف وافتی بہ تبعا لشیخہ وقارئ الہدایۃ والمولی ابی السعود

قلت لکن حملہ فی النہر علی القاضی المجتہد فیجوہ جازت دی قاضی نے وقف غیر مسجل کے بیع کے وقف کی وارث کو سو اُس نے بیع کی تو یہ بیع صحیح ہوا اور یا جازت قاضی

بطلان وقف کا حکم ہوگا اسواسطے نہ مسجل تھی وقف کئے یہانتک کہ اگر واقف تمام وقف یا بعض کو بیع کرے یا رجوع کرے وقف سے اور دوبارہ اُسکو دوسری مدرسہ کے واسطے وقف کے

اور وقف ثانی پر قاضی حکم کرے قبل حکم کرنے کے اوپر اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد میں چنانچہ اُسکو محقق کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اُسکا

فتویٰ دیا ہے اپنے استاد اور قاری ہدایہ اور مفتی ابو سعود کی پیروی سے میں کہتا ہوں لیکن حمل کیا ہے اُسکو نہر الفائق میں قاضی مجتہد کے حکم پر سو اُسکی طرف اعتنا کرو خلاصہ یہ ہے کہ وقف مسجل کی

بیع میں درصورت حکم اختلاف ہے مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے بیع صحت نقل کی اگرچہ قاضی مقلد حنفی المذہب ہو اور قنیہ کی روایت اسکے بطلان میں صحیح ہے اور درر کو غایۃ

پسند کیا ہے اور یہی قول اولیٰ ہے بسد باب کے واسطے بقول صاحب قنیہ اور امام کا قول یعنی وقف کا لازم نہونا بلا حکم قاضی اگرچہ بعضوں نے اسکی تصحیح کی ہے لیکن کتب مشہورہ متون میں یا کمانی البحر

حالانکہ قاضیوں کو غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہیں کما فی الحدادیہ ولو باع القاضی البیع لغیرہ ای لغیر الوارث لا یصح بیعہ لانہ اذا ابطل عاد الی ملک الوارث فبیعہ مال الغیر

لا یجوز درر یعنی بغیر طریق شرعی لما فی العمادیۃ باع القیم الوقف بامر القاضی ورآہ جائزا اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت دے تو اُسکی بیع صحیح نہیں

اسواسطے کہ وقف جب باطل ہوا یعنی قاضی کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک میں عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہیں کذا فی الدرر یعنی عدم جواز بیع وقف اُس وقت ہے

کہ بغیر طریق شرعی ہو اسواسطے کہ عمادیہ میں ہے کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہے یعنی اسواسطے کہ بطریق شرعی ہے قلت وما سجل لو انقطع ثبوتہ وارادو

اولاد الواقف ابطالہ فقال المفتی ابو السعود فی معروضاتہ قد منع القضاۃ من استماع ہذہ الدعوی انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور جو وقف مسجل کا اگر ثبوت منقطع

ہوا اور واقف کی اولاد اُسکا ابطال چاہے تو مفتی ابو سعود نے اپنی معروضات میں کہا کہ ایسے دعوے کے استماع سے قاضی ممنوع ہیں تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم

انقطاع ثبوت مسجل کی یہ صورت ہے کہ مثلا قاضی کی سجل میں یہ مرقوم ہے کہ فلانے شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اُسکا حکم کر دیا ولیکن بسبب طول مدت کے اسکے شہود مرگئے

نہیں ہیں الوقف فی مرض موتہ کہبتہ فیہ من الثلث مع القبض وقف کیا اپنے مرض الموت میں مانند ہبہ کے مرض الموت میں یعنی ثلث مال سے معتبر ہے قبض کے ساتھ فان خرج

الوقف من الثلث او اجازہ الوارث نفذ فی الکل والابطل فی الزائد علی الثلث ولو اجازہ البعض جاز بقدرہ سو اگر وقف مذکور ثلث مال سے

نکل آیا یا اُسکے وارث نے جائز رکھا تو کل میں نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز رکھا تو تہائی مال سے زائد میں باطل ہوگا اور اگر بعض وارث نے

وقف میت کا جائز رکھا تو بقدر اسکے جائز ہوگا وبطل وقف راہن معسر ومریض مدیون بمحیط اور باطل ہے وقف کرنا راہن مفلس کا اور اُس مریض کا جو دین محیط کا مدیون ہو بخلاف صحیح

لو قبل الحجر فان شرط وفاء دینہ من غلتہ صح وان لم یشترط یوفی من الفاضل عن کفایتہ بلا سرف ولو وقفہ علی غیرہ فغلتہ من جعلہ لہ خاصۃ فتاوی ابن نجیم باوقات متفرقہ

و یون کے اگر اُسنے وقف کیا ہو قبل ممنوع التصرف ہونے کے سو اگر اُسنے ادائے دین کی شرط کی ہو وقف کے محصول سے تو صحیح ہے اور اگر شرط کی ہو تو دین وہ ادا کیا جائے آمدنی

جو فاضل بچے واقف کی بقدر کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر واقف نے اپنے سوا اور شخص پر وقف کیا ہو تو اُسکی آمدنی اُسی شخص کے واسطے مخصوص ہوگی جسکے واسطے واقف نے

مقرر کر دیا کذا فی فتاوی ابن نجیم دین محیط مریض میں مانع صحت وقف ہے نہ صحیح غیر مسجور پر اگرچہ بسبب سفاہت یا دین کے مجور التصرف ہوا تو وقف اُسکا صحیح نہیں قلت

قید بمحیط لان غیر المحیط یجوز فی ثلث ما بقی بعد الدین لو لہ ورثۃ والا فقی کلہ فلو باعہا القاضی ثم ظہر مال شتری بہ ارض بدلہا وتمامہ فی الاسعاف باب وقف المریض

میں کہتا ہوں قید دین میں محیط کی قید لگائی گئی اسلیے کہ دین غیر محیط میں وقف جائز ہے اُس ثلث مال میں جو بعد ادائے دین باقی رہے بشرطیکہ واقف کے وارث ہوں اور اگر

وارث نہوں تو اُسکے کل مال میں بعد ادائے دین وقف صحیح ہوگا پھر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادائے دین وقف کے جو دین محیط ہو یا غیر محیط پھر میت واقف کا مال ظاہر ہوا

تو قاضی اس مال سے دوسری زمین عوض اُسکے خرید کرے اور پورا بیان اُسکا اسعاف میں ہے وقف مریض کے باب میں فی الوہبانیۃ فان وقف المرہون فاختلہ بعد وان اثر

عن دین بقی لا لغیرہ ای وارد الاصل للقلۃ بحل فلیتامل اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر شے مرہون کو وقف کیا پھر اُسکو خلاص کیا تو جائز ہے سو اگر مر گیا اور مال

جبتک اُسکے ادا دین میں پورا ہو تو وہ وقف معتبر ہوگا یعنے اگر دین ادا نہو تو وقف باطل کیا جائیگا یا آمدنی کیواسطے مہلت دیجائے تو اُس سے دین ادا ہوا اور وقف باطل نہو تو تامل کرنا چاہیے
مصنف علیہ الرحمہ نے کہا کہ بوجہ اسکے شارح نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ ظاہر یہ ہے شارح خود نہیں اسواسطے کہ شرنبلالی نے وہبانیہ میں کہا آمدنی کیواسطے مہلت دینا بعضے علما کی بحث ہے
روایت نہیں جسکو بطور نص ذکر کیا قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود سئل عمن وقف علی اولادہ وہو ہرب من الدیون ہل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاۃ
ممنوعون من الحکم وتسجیل الوقف بمقدار ما شغل بالدین انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابوسعود کی معروضات میں سوال ہوا اُس شخص کا جسنے اولاد پر وقف کیا اور وہ قرضخواہوں سے بھاگا کیا یہ وقف صحیح ہے تو جواب دیا کہ صحیح نہیں اور لازم نہیں اور قاضیوں کو منع ہے اسکا حکم کرنا اور وقف کا سجل کرنا بقدر اسکے جو مشغول ہے دین سے انتہی جواب المفتی اسکو یاد رکھنا
چاہیے ہم کہتے ہیں منع سلطان کی جانب سے ہے جیسے بعد پندرہ سال کے استماع دعوی منع ہے کذا فی الطحطاوی الوقف علی ثلثۃ اوجہ اما للفقراء او للاغنیاء ثم الفقراء او یستوی
فیہ الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل لذلک بخلاف الادویۃ فلم یجز للغنی الا بتعمیم او تنصیص فیدخل
الاغنیاء تبعا للفقراء قنیۃ وقف تین صورت پر ہے یا فقیرونکے واسطے یا مالدارونکے واسطے یا بعد فقیرونکے واسطے یا ہمیشہ دونوں فریق برابر ہیں جیسے مسافرخانہ اور خانقاہ اور
قبرستان اور رباط اور سقاخانے یعنی پانی کی سبیل و پل و کنویں اسکے مانند اور چیزیں جیسے مسجد اور پنچکیاں اور طاس کہ ان چیزوں کے وقف میں فقیر اور غنی برابر ہیں اسواسطے کہ انکی طرف سب کی
حاجت ہے بخلاف ادویہ یعنی جو دوا کہ دارالشفا میں وقف ہو تو وہ مالدار کو جائز نہیں بلا تعمیم یا تنصیص کے تو صورت تعمیم اغنیا بھی اسمیں فقیر کے تبع ہو کر داخل ہونگے کذا فی القنیۃ
تعمیم کی صورت یہ ہے کہ وقف کرے کہ یہ دوائیں سب بیمارونکے واسطے وقف ہیں اور تنصیص یہ کہ واقف غنیا کو کھولکر ذکر کرے تو غنیا اسمیں قصداً داخل ہونگے اور تعمیم میں بالتبعیت
مسئلہ کتبہ شارح کا آخر ہو وقف صحیح وبانہ اخرجہ من یدہ ووارثہ یعلم خلافہ جاز الوقف لا تسمع دعوی وارثہ قضاء در اور اقرار کیا واقف نے کہ وقف صحیح کا اور اسکا کہ اُسنے اسکو اپنے ہاتھ سے نکال دیا
اور وقف کا وارث اسکے خلاف جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ سوشے وقف نہیں کیا تو وقف جائز ہے اور اسکے وارث کا دعوی مسموع نہیں لیکن قضاء میں کذا فی الدرر وفی الوہبانیۃ
وتبطل الاوقاف بارتداد ... اور وہبانیہ میں ہے کہ باطل ہو جاتے ہیں اوقاف مرد کے مرتد ہو جانے سے تحالت ارتداد کے اوقاف بطریق اولیٰ باطل ہوں گے

## فصل

یہ فصل شروط واقف کی مراعات میں ہے یراعی شرط الواقف فی اجارتہ فلم یزد القیم بل القاضی لانہ ولایۃ النظر لفقیر وغائب ومیت رعایت کیجا سکے
واجب الرعایت ہے واقف کی شرط اجارہ وقف میں تو متولی واقف کی شرط سے زیادہ اجارہ نہ دے بلکہ قاضی اسکو شرط سے زیادہ کر سکتا ہے اسواسطے کہ قاضی کو ولایت نظر ہے
فقیر و غائب و میت کیواسطے ہے مثلاً واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے اور حالانکہ مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہیں کرتے ہیں اور بہت سال کا اجارہ فقرا کو
نفع میں انفع ہے تو متولی وقف تین سال کا اجارہ نہیں کر سکتا بلکہ قاضی سے حال عرض کرے تا وہ مدت اجارہ زیادہ کردے کذا فی البحر فاذا اہمل الواقف مدتہا قیل تطلق الزیادۃ
للقیم وقیل تقید بسنۃ مطلقا وبہا ای بالسنۃ یفتی فی الدار وبثلث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک وہذا مما یختلف زمانا وموضعا
پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید کہی تو بعضوں نے کہا زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگی اور بعضوں نے کہا کہ ایک سال کی قید کی جائیگی
اور یہی یعنی سال کی مدت پر فتوی ہے گھر کے اجارہ میں اور تین سال پر فتوی ہے زمین کے اجارہ میں مگر جبکہ مصلحت اسکے مخالف ہو اور یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہے باعتبار زمانہ و مکان کے
اسکا کم زیادہ بھی مدت جائز ہے اسلیے وقف میں جائز نہیں ہوتی کہ ابطال وقف لازم آتا ہے اسواسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف کرتے دیکھیگا تو اسکی ملک کا اسکو وہم ہوگا
وفی البزازیۃ لو احتیج لذلک یعقد عقودا فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود کذا
فی الباب التاسع عشر واقرہ قدری افندی وتمامہ فی الاجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر اسکی یعنی طول مدت اجارہ کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول
لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کا عقد ہے اور عقد ثانی لازم نہیں ہے اسواسطے کہ وہ مضاف ہے میں کہتا ہوں لیکن فقیہ ابوجعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہے
اگرچہ چند عقود ہوں چنانچہ اسکو کرمانی نے انیسویں باب میں ذکر کیا ہے اور قدری افندی نے اسکو قائم رکھا ہے اور کتاب الاجارہ میں پورا کلام شارح نے کیا ہے

فیبطل البیع ویلزم اجر المثل ذیلا فی الملک واستحق علی المتمد بزازیۃ وغیرہا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول ہوگی تو بیع
باطل ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف میں نہ ملک میں صورت اسکے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیۃ وغیرہا اور وقف میں اجرت مثل لازم ہو جاتی ہے بلا عقد اجارہ
بخلاف ملک مستحق کے اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہے جو مبیع کے وقف ہونے پر گواہی دے چنانچہ فتاوی ابن نجیم میں مسائل کے سوال میں یہ مصرح ہے اور ظاہر بیان شارح کا یہ دلالت
کرتا ہے کہ مکتوب پر عمل کرنا چاہیے بلا بیان شرعی اور حالانکہ قاعدہ مذہب کے مخالف ہے کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں فقط گواہوں پر اقتصار کیا
بان اشباہ کے بعض محشیوں نے کہا ہے کہ قاضی کی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبس المبیع من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں ہے کہ
وقف مذکور کو قیمت لینے کے واسطے کذا فی الہندیۃ من باب الاستحقاق اسواسطے کہ حبس بیچ رہن ہوا اور وقف میں رہن جائز نہیں ہے ہی احدی المسائل السبع المستثناۃ من قولہم من سعی
فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ وہ یعنی بیع کرکے وقف کا دعوے کرنا ایک مسئلہ ہے ان سات مسائل سے جو مستثنیٰ ہیں فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اسکے
توڑنے میں جو اسکی جہت سے پوری ہوئی ہے تو اسکی سعی نامقبول ہے کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والا لا وہو تفصیل
ابن اعتمدہ المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول آخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر میں اور بحر الرائق میں اسپر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع نے اسکا دعوی کیا
کہ مبیع ایسا وقف ہے جسکے لزوم پر قاضی کا حکم ہوگیا تو وہ دعوی اسکا مقبول ہے اور نہیں تو نہیں اور یہ خود تفصیل ہے جسپر مصنف نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہے
لیکن آخر کتاب میں قول اول پر یعنی مطلقاً وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہے کنز وغیرہ کے تابع ہوکر تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہے اور بقول
مفتی بہ حکم بالزوم کی کچھ حاجت نہیں ہے فی العمادیۃ لا تقبل عند الامام وبہ افتی الزیلعی قال وہو الاوجہ اور عمادیہ میں ہے کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک
اور یہی مختار ہے اور زیلعی نے اسکو تصویب کی ہے اور کہا کہ یہی قول قریب تر باعتبار دلائل ہے وفی دعوی المنظومۃ المحبیۃ وہذا الی وقف ہو حق اللہ تعالی اما لو کان علی العباد
لم یجز قلت قد قدمنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ لما لا الفقراء فتنبہ وفی فتاوی ابن نجیم نعم تسمع دعواہ وبینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی میں ہے
اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اس وقف میں ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وہ وقف عباد پر ہو تو جائز نہیں میں کہتا ہوں ہم مقدم ذکر کر چکے مقبول ہونا شہادت کا
مطلقا واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اسکا انجام کار فقیروں کے لیے ہے تو تم اسکو غور کرلو اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ ہاں دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہوگی اور
بیع باطل ہوگی الباني للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ الباني بنانے والا مسجد کا مقدم ہے اہل محلہ سے
امام اور مؤذن کے مقرر کرنے میں بقول مختار مگر جبکہ قوم نے امام اور مؤذن بانی کے امام اور مؤذن سے اصلح اور لائق معین کیا یعنی اس وقت میں تجویز اہل محلہ بہتر اور اولی ہے اسواسطے
کہ اسکی منفعت اہل محلہ کیطرف راجع ہے صح الوقف قبل وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد لہ او علی مکان ہیاہ لبناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح
صحیح ہے وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اسکے کوئی اولاد نہیں یا اس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے
مہیا کیا تو صحیح ہے قول اصح میں ثم تصرف الغلۃ للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیۃ زاد فی النہر بحثا انہ لو وقفہ علی مدرستہ بدرس فیہا المدرس مع طلبتہ
فدرس فی غیرہا للتعذر المتارس فیہا ان تصرف الغلۃ لہ لا للفقراء کما تبع فی الروم اور صرف کیا جاوے محصول وقف کا فقیروں پر یہاں تک کہ
زید کی اولاد ہو یا مسجد بنائی جاوے کذا فی العمادیۃ نہر الفائق میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اس مدرسہ پر جسمیں مدرس درس کرتا ہے طالب علموں
کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ میں سو اسکے بسبب متعذر ہونے درس کے اس مدرسہ میں تو لائق یہ ہے کہ علوفہ مدرس کو دیا جائے نہ فقیروں کو چنانچہ بلاد روم میں اتباع
رسم تدریس متعذر ہوئی بسبب منہدم ہوجانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونے کے آبادی سے فرع مہمۃ حدثت للفتوی مسائل ضروریہ میں جو فتوی کیلئے حادث ہوئے ہیں شارح علائی
نے آخر کتاب الوقف میں بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد بعضوں کتاب کے تنگنائے اسجاز سے نکلکر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب میں پسند کیا ارشد الامام
ایضا علی ساقیۃ لیصرف خراجہا لکلفتہا فاستغنی عنہا لخراب البلد فنقلہا دلیل الامام لساقیۃ اخری ہل یصح اجاب بعض الشافعیۃ

بان الارصاد علی المالک ارصاد علی المالک یعنی تصحیح تحقیقا یلزم المرصد علیہ وداہا کما کانت فی الحاوی الحصل اذا خرب صرفتا و فاقہ فی حوض آخر
فتدبر مقرر کر دی بادشاہ نے کوئی زمین ایک نہر پر تاکہ اسکا محصول نہر کی درستی اور مرمت کیواسطے صرف ہوا کرے پھر اس نہر کی حاجت نہ رہی شہر کے ویران
ہو جانے سے سو بادشاہ کے وکیل نے اسکا خراج اس نہر کی طرف نقل کیا جو مملوک ہے کیا یہ نقل کرنا صحیح ہے بعضے شافعیوں نے جواب دیا ہے کہ مملوک پر مقرر کر دینا مالک پر مقرر کرنا ہے
یعنی صحیح ہے تو اسوقت میں مرصد علیہ یعنی مالک نہر پر اسکا جاری کرنا اور صرف کرنا لازم ہے چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تھا اسی طرح کہ حاوی میں ہے کہ جب حوض ویران
ہو جاوے تو اسکے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف کرنا چاہیے سو اسکو غور کرو طحطاوی نے کہا حاوی کے مسئلہ میں نقل اوقاف ہے ایک وقف سے دوسرے وقف کیطرف اور حادثہ
مذکورہ میں نقل ہے وقف سے مالک کیطرف دار کبیرۃ فیہا بیوت وقف بیتا منہا علی عتیقۃ فلان و الباقی علی ذریتہ وعقبہم ثم علی عتقائہ ثم آل الوقف الی عتقاء الاول
ہل من خصہ بالبیت فی الثانی اختلف الافتاء اخذ من خلاف مذکور فی الذخیرۃ لکن فی الخانیۃ اوصی لرجل بمال و للفقراء بمال و الموصی لہ محتاج ہل یعطی من نصیب الفقراء اختلفوا
والاصح نعم ایک بڑا گھر ہے جسمیں چند مکانات اور کوٹھریاں ہیں مالک نے اسمیں سے ایک کوٹھری فلانے اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات کو اپنی ذریت اور
نسل مدون پر وقف کیا پھر انکے بعد اپنے آزاد غلاموں پر پھر وقف مذکور یعنی مرجانے ذریت کے آزادوں کی طرف پھر گیا اس وقف ثانی میں وہ شخص بھی داخل ہوگا جسکو وقف پہلے
خاص کر دیا تھا ایک کوٹھری یا نہیں اس سوال کے جواب میں فتوے مختلف ہیں باعتبار اس خلاف کے جو ذخیرہ میں مذکور ہے لیکن خانیہ میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے ایک مال کی
اور فقیروں کیواسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور جس شخص کیواسطے اول وصیت ہوئی وہ محتاج ہے کیا اسکو فقیروں کے حصہ سے دیا جائیگا اسمیں علما مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ ہاں
اسکو بھی دیا جائیگا ہم ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر اپنی زمین کا نصف محصول اپنے محتاج قرابتیوں پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کیواسطے معین کیا سو بعض قرابت والے محتاج ہوگئے
کیا نصف مساکین سے انکو دیا جائیگا ہلال نے کہا نہ دیا جائیگا اور یہی قول ہے ابراہیم بن جابر کا اور ابراہیم بن یوسف و علی رازی نے کہا انکو بھی دیا جائیگا انتہی خیر
میں کسی قدر تحویل کر کے صحیح نقل ہے لہذا خانیہ سے استدراک کیا کہ دینا صحیح ہے اشجار موقوفۃ فیہا اشجار مثمرۃ ہل للاکل منہا الظاہر انہ ان لم یعلم شرط الواقف لم یاکل لما فی الحاوی
غرس فی المسجد اشجارا مثمرۃ ان غرس للسبیل فلکل مسلم الاکل والا فتباع لمصالح المسجد وقف کا گھر کرایہ لیا جسمیں پھل والے درخت ہیں کیا کرایہ دار کو انکے پھل کھانا درست ہے
ظاہر جواب یہ ہے کہ جبتک واقف کی شرط معلوم نہو تو کھانے کیواسطے کہ حاوی میں ہے کہ واقف نے مسجد میں پھلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کیواسطے بوئے تو
ہر مسلم کو اسکا کھانا جائز ہے اور نہیں تو پھل بیچے جاکر ضروریات مسجد کیواسطے قولہم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ فیجب علیہ خدمۃ
وظیفتہ او ترکہا لمن یعمل والا اثم لاسیما فیما یلزم بترکہا تعطیل الکل من النہر قول فقہا کا کہ وقف کرنے والے کی شرط شارع کی نص کے مانند ہے یعنی مفہوم اور دلالت
اور وجوب عمل میں تو صاحب خدمت پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چھوڑنا اس شخص کیواسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو اور اگر باوجود اسکے کام کر گزار بھی مقرر
لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اس خدمت میں جسکے نکرنے سے تعطیل لازم آئے چنانچہ مدرسین کی خدمت مذکورہ نہر الفائق سے منقول ہے ہم نے فتاوے خیر یہ میں یہ بات لکھی ہے
عبارت اگر معین قابل ہو جو محتمل تخصیص و تعمیم یا دلیل نہ ہو تو اسپر عمل کیا جائیگا اور جو دلیل ظاہر ہو تو اسکا بھی یہی حکم ہے اور اگر محتمل ہے لیکن اسمیں قرینہ ہو تو اسپر بھی عمل ہوگا اور اگر قرینہ
اور مجمل ہے تو عمل نہوگا لیکن اگر واقف زندہ ہوگا تو اس سے دریافت کیا جائیگا وفی الاشباہ الجامکیۃ فی الاوقاف لہا شبہ الاجرۃ ای فی ضمن المباشرۃ والحل للاغنیاء وشبہ الصلۃ
فلو مات او عزل لا یسترد المعجلۃ وشبہ الصدقۃ لتصحیح اصل الوقف فانہ لا یصح علی الاغنیاء ابتداء وتمامہ فیہا اور اشباہ میں ہے کہ وظیفہ مرتبہ اوقاف میں اجرت کے
مشابہ ہے ہنگام خدمت گزاری میں اور اغنیا کیواسطے حلال ہونے میں اور مشابہ ہے صلہ اور عطا کے تو اگر صاحب خدمت مثلاً امام یا مدرس مر جاوے یا معزول ہو تو جو پیشگی لے چکا ہے
نہ پھیر لیا جاویگا اور مشابہ ہے صدقہ کیواسطے صحیح ہونے اصل وقف کے اسواسطے کہ وقف صحیح نہیں مالداروں پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اسکا اسمیں ہے ہم بیگی [illegible]
ہے یعنی جو ذکر میں حق قاتل اور غیر [illegible] کے نام [illegible] لیکن عطا سا لیا نہ ہو [illegible] ہیں وہ مراد ہیں جو واقف کی جانب سے [illegible] کردہ فی الحاوی
یکرہ اعطاء نصاب الفقیر من وقف الفقراء الا اذا وقف علی فقراء قرابتہ اختیار ومنہ یعلم حکم المرتب الکثیر من وقف الفقراء لبعض العلماء

فی حق المقر خاصۃ فلو قرأ المشروط الریع او الولایۃ انہ یستحقہ فلان وفلان ولو جعلہ لغیرہ لا یصح اقرار الاقرار عمل کیا جائیگا باہم تصدیق کے موجب ستحق ہوئیگا اگرچہ یہ مسماۃ وقف وثیقہ کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق میں مخصوص ہوگا سو اگر اس شخص نے جسکے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت مشروط ہے اقرار کیا کہ اس آمدنی یا تولیت کا فلاں شخص مستحق ہے تو یہ صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ اپنا حصہ غیر کیواسطے مقرر کریگا تو صحیح نہ ہوگا اور آگے کتاب الاقرار کے اخیر میں بیان آئیگا ہم اقرار موقوف علیہ کا مخالف وثیقہ وقف کے اس احتمال سے صحیح ہوا کہ شاید واقف نے مقر کے بعد غیر شخص کیواسطے معین کر دیا ہو اور غیر کو اپنا حصہ بنا صحیح ہونے سے نہوا کہ استحقاق میں شرط ارث کیمانند ہے اقرار کرنے سے ساقط نہیں ہوتا والا فی صرف الناظر لثبوت استحقاقہ بل لا بد من اثبات نسبہ وکیل فی باب دعوی ثبوت النسب اور کفایت نہیں کرتا صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہے اسکی نسب کا اثبات ہے اور دعوی ثبوت نسب کے باب میں آویگا صرف کرنا متولی کا بسبب احتمال خطا بثبوت استحقاق نہیں ہوتی ذکر الواقف شرطین متعارضین یعمل بالمتأخر منہما عندنا لانہ ناسخ للاول حنیبۃ وقف میں دو شرطیں متعارض ذکر کریں تو شرط اخیر پر عمل ہوگا ہمارے نزدیک اسواسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے شرطین متعارضین چنانچہ اقرار اول استبدال وقف کو ذکر کیا پھر منع کر دیا

الوصف بعد الجمل یرجع الی الاخیر عندنا والی الجمیع عند الشافعیۃ لو بالواو ولو بثم فالی الاخیر اتفاقا والکل من وقف الاشباہ وتمامہ فی الفتاوی قدلہا صفت بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف کیطرف ہمارے نزدیک اور سب معطوفات کیطرف راجع ہوتی ہے شافعیوں کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہو اور اگر عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کیطرف باتفاق حنفیہ و شافعیہ راجع ہوتی ہے یہ مسائل سابقہ مذکورہ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہیں اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فتوؤں میں ہے یعنی اگر واقف نے یوں کہا کہ وقف علی اولادی واولاد اولادی واولاد اولادی الذکور تو ہمارے نزدیک ذکور ہونیکی صفت صرف بطن ثالث کی ہوئی

کی بخلاف شافعیہ کے قوبطن اول و ثانی صحتہ وقال علی الفریضۃ الشرعیۃ قسم علی ذکورہم واناثہم بالسویۃ ہو المختار المنقول عن الاخیار کما حققہ مفتی دمشق یحیی بن المنقار فی الرسالۃ المرضیۃ علی الفریضۃ الشرعیۃ ونحوہ فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت میں اور یوں کہا کہ میں نے وقف کیا موجب فریضہ شرعیہ کے تو وارثوں کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علماء اخیار سے منقول ہے چنانچہ اسکی یہ تحقیق بیان کیا مفتی دمشق یحیی بن منقار نے رسالہ مرضیہ علی الفریضۃ الشرعیۃ میں اور اسیکے مانند ہے مصنف کے فتاوی میں ہم طحطاوی نے کہا کہ فریضہ شرعیۃ شاید اسواسطے کہ تساوی ذکور و اناث کی ثابت ہوئی کہ فرضکے بیچ المتساوین فی الدرجۃ والقوۃ کے ارث برابر ہوتی ہے چنانچہ اولاد مادری میں تفاوت بین الابن والبنت بسبب عصبہ کے ہے یہ تو فرض کے واللہ اعلم

وفیہا متی ثبت بطریق شرعی وقفیۃ مکان حیث نقض البیع ولا اثم علی البائع مع عدم علمہ وللمتولی اجر مثلہ ولو بنی المشتری او غرس فیما ایما فیہ ساکہ بہا لا ینفع للوقف اور فتاوی مصنف میں ہے جبکہ بطریق شرعی ثابت ہو وقف ہونا مکان کا تو اسکی بیع کو توڑنا واجب ہے اور کچھ گناہ نہیں اسکے بائع پر اسکی ناواقفی کے ساتھ اور متولی کو اجرت مثل ہو مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف میں عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت اور درخت بانی اور غارس کا ہو تو عمارت اور درخت کے ساتھ وہ کرنا چاہیے جو نافع نہ ہو وقف کیواسطے یعنی اگر عمارت اور درخت وقف کیواسطے نافع ہو تو متولی اسکا اسقدر ہوئے اگر مشتری کے اجارہ میں رکھنا نافع ہو تو اسکے پاس رکھے وفی البزازیۃ معزیا للجامع انما یرجع بقیمۃ البناء بعد نقضہ ان سلمہ المشتری للبائع وان لم یرجع بشیء بخلاف ما لو استحق المبیع اور بزازیہ میں ہے جامع سے کہ رجوع کرنا بالقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنی بناء منقوض کی قیمت معتبر ہے نہ بناء قائم کی اگر مشتری نے اسکو بائع کے تسلیم کر دیا ہو اور اگر اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاویگا بخلاف اسکے وہ ہے اگر بیع میں استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی وہاں مشتری بناء قائم کی قیمت لیگا نہ بناء منقوض کی لو انقطع ثبوتہ فان کان فی دواوین القضاۃ اتبع والا فمن برہن علی شیء حکم لہ وان لم یبرہن احد والاصرف للفقراء بالمعہود وجہ بطلانہ بوجہ شرعی فیعود للمالک والواقف او ورثتہ او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اسکا یعنے مصرف وقف کا معلوم نہ ہو بسبب تقادم زمان کے سو جو مصرف قاضیوں کے دفاتر میں مرقوم ہو تو اسکی پیروی کرنا چاہیے اور اگر وہاں نہ ہو سو جو شخص کہ کسی چیز کو

اور اولاد کی اولاد کی اولاد و اولاد

بگواہی ثابت کریں تو اسکا حکم کیا جاے اور اگر گواہی بھی نہو تو فقیروں پر صرف کیا جاے جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقرا بوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان وقف فقرا
ظاہر ہو بوجہ بطلان پر اسکے واقف نے اسکو نہیں پایا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک میں پھر آویگا اگر وہ زندہ ہو یا اسکے وارث کی ملک میں اگر واقف مر گیا ہو یا
بیت المال کی ملک میں عود کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفہ السلطان عاما جاز و لوجہۃ خاصۃ فظاہر کلامہم لا یصح اور اگر وقف کیا بادشاہ نے
علی العموم تو جائز ہوا اور اگر جہت خاص کیواسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ یہ وقف خاص نہیں ہے یعنی سلطان کا
وقف بیت المال سے عام صحیح ہے نہ خاص کیونکہ خصوصیت میں بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لو شہد المتولی مع آخر بوقف مکان فلان علی الجامع
فظاہر کلامہم قبولہا اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف ہونے کی مسجد پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہے لا یلزم
المحاسبۃ فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانۃ و لو متہما یجبرہ علی التعیین شیئا فشیئا ولا یحبسہ بل یہددہ و لو اتہمہ یحلفہ قنیۃ قلت وقد منا
فی الشرکۃ ان الشریک والمضارب والوصی والمتولی لا یلزم بالتفصیل وان غرض قضاۃ الاعصار لیس الا الوصول للسحت لازم نہیں محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی
متولی کو محاسبہ اجمالی پر کفایت کرے اگر وہ امانت میں مشہور ہو اور اگر متہم بخیانت ہو تو اسپر جبر کرے تعیین مصارف پر تھوڑا تھوڑا کرکے اور اسکو قید نہ کرے بلکہ
اسکو دھمکاوے اور اگر اسکو متہم پاوے تو قسم کھلاوے کذا فی القنیہ میں کہتا ہوں اور پہلے کتاب الشرکۃ میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ شریک اور مضارب اور وصی
اور متولی کو حساب بتفصیل لازم نہیں اور اس زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے سے کچھ غرض نہیں سواے حاصل کرنے حرام مال کے لو ادعی التسلیم فی الموقع
فیقبل قولہ بلا یمین لکن افتی المنلا ابو السعود بانہ ان ادعی الدفع من غلۃ الوقف فی مرتزقۃ کالاولاد واولاد الاولاد قبل قولہ وان ادعی الدفع الی الامام بالجامع
والبواب ونحوہما لا یقبل قولہ کما لو ادعی دفعہما للبناء فی الجامع باجرۃ معلومۃ فتکون دعوی تسلیم الاجرۃ لم یقبل قولہ قال المصنف ہو تفصیل فی غایۃ الحسن
فیعمل بہ واعتمدہ ابنہ فی حاشیۃ الاشباہ اگر متولی نے مقدار کو حق دینے کا دعوی کیا تو اسکا قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو السعود نے فتوی
دیا ہے کہ اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف میں سے اپنے مرتزقہ میں چنانچہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو تو اسکا قول مقبول ہے اور
اگر اسنے جامع مسجد کے امام یا دربان وغیرہ انکے اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی
تعمیر کیواسطے بعوض اجرت مقرری کے پھر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اسکا قول مقبول نہیں مصنف نے اپنے فتاوی میں کہا کہ یہ تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت
خوبی میں ہے تو اسی پر عمل کرنا چاہیے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ میں اعتماد کیا ہے قلت وسیجی فی العاریۃ معزیا الاخی زادہ لو امرہ القیم ثم عزل
فقبضہ فالاجرۃ للمنصوب فی الاصح میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کتاب العاریۃ میں بنقل اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف اجارہ پر دیا پھر وہ متولی معزول ہو
تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہے قول اصح میں کیونکہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کیواسطے تھا نہ اپنی ذات کیواسطے وہل یملک المعزول مصادقۃ المستاجر علی التعجیل
قبل العزل قال المصنف الاصح عندی لا اور کیا متولی معزول یہ مالک ہے تصدیق مستاجر کا مرمت پر بعوض کہا ہاں لکہا ہے مصنف نے کہا اور جو قول مصنف کے نزدیک
راجح ہے وہ عدم ملک مصادقت ہے یعنی اگر متولی معزول کہے کہ میں نے مستاجر کو مرمت کرنے کا اور صرف کرنے کا اذن دیا تھا تو یہ قبول نہ ہوگا لیس للمتولی اخذ زیادۃ
ما قدرلہ الواقف اصلا جائز نہیں متولی کو زیادہ لینا اسپر جو واسطے اسکے واقف نے مقرر کر دیا مطلقا خواہ اجرت مثل کے برابر ہو یا نہو کذا فی البحر ویجب صرف جمیع ما یحصل من نماء وعوائد
شرعیۃ و عرفیۃ لمصارف الوقف الشرعیۃ اور جو بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہوں ان سب کا وقف کے مصارف شرعیہ میں صرف کرنا واجب ہے اس صورت میں کہ
جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو والا عوائد قدیمۃ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہے کیونکہ معہود کالمشروط ہے کذا فی الطحطاوی ویجب علی الحاکم امر المرتشی
برد الرشوۃ علی الراشی عقب الدعوی الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجی فی الوصایا و مر ایضا ان للمتولی اجر مثل عملہ فتنبہ
اور واجب ہے حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہ مسائل سابقہ فتاوی مصنف کے

سجاوٹ وکمیل کیواسطے کہ اسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہیں ہے وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلبہ کالمتعب ویدخل الحنفی کان
فی طلبہ او لا بزازیہ لانہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اسمیں شافعی مذہب داخل نہوگا جبکہ وہ علم حدیث
نہ پڑھتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث میں داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب میں ہو یا نہو کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے
اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اسکو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہیں کرتا اور قیاس کو احادیث
احاد پر مقدم رکھتا ہے حدیث مرسل وہ ہے جسمیں صحابی مذکور نہو تابعی یوں کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا خلاصہ یہ ہے کہ حنفی کے نزدیک
حدیث مرسل پر عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اس مسئلہ کا وہ ہے جب واقف کو
تخصیص محدثین کی نیت نہو الا بلا شک اہل استحقاق محدثین ہی ہونگے نہ فقہا اسواسطے کہ وقف کی مراد معلوم ہوگئی اور درصورت عدم نیت واقف گفتگو کا
مقام ہے کہ چاروں مذہب والے اہل حدیث ہیں یعنی کہ انکے اماموں نے موافق اپنے شرط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہے اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو
قیاس پر مقدم کرنا اسکی تخصیص کا مقتضی نہیں ہے ویجوز علی القبور والاکفان لا علی الصوفیۃ والعمیان ہو الاصح اور وقف جائز ہے قبروں اور کفنوں پر نہ صوفیوں
اور اندھوں پر یہی قول صحیح تر ہے بحر الرائق میں ہے کہ وقف میں یہ شرط کرنا کہ اسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جاوے باطل ہے لیکن فتوی محمد کے قول پر ہے کہ قرأت
عند القبر مکروہ نہیں صوفیوں پر وقف اسوقت جائز نہیں جبکہ وہ طریقہ ناپسندیدہ خلاف شرع پر ہوں اسواسطے کہ اسوقت میں وقف کرنا انپر قربت نہیں اور اگر
صوفیہ طریقہ حسنہ پر ہوں تو صحیح ہے اور یہی محمول ہے جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندھوں پر اسواسطے وقف جائز نہیں کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہیں اور محتاج بھی
اور اسیطرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ فاستویا اشترکا بہ افتی المولی ابو السعود معللا بان افعل التفضیل ینتظم
الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد میں تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنی جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف ہو سو فرزند
اسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری میں تو دونوں تولیت میں شریک ہونگے اسیکا فتوی دیا ملا ابو السعود نے یوں استدلال کرکے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہے
اور یہی قول ظاہر ہے وفی النہر عن الاسعاف شرطہ لافضل اولادہ فاستویا فلا سنہم ولو احدہما اورع والآخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ انتہی جو بحر اور نہر الفائق میں
اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اسکی اولاد میں جو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ عمر والے کو ملیگی اور ایک فرزند زیادہ
پرہیزگار ہوا اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا بہتر ہے بشرطیکہ اسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر عن الجوہرہ ہم یہ ہے کہ قول سابق پر تو اشتراک
تولیت اسوقت ہوگا جب دونوں عمر میں برابر ہوں اور نہر الفائق کے ایک نسخہ میں مترجم نے جو دیکھا تو اولویت عالم کی روایت ظاہر کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف
واللہ اعلم وکذا لو شرط للارشد ثم کما فی انفع الوسائل اور اسیطرح افضل کی شرط کے مانند ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی انفع الوسائل یعنی
جو شرط افضل میں کلام ہے وہی اشتراط ارشد میں کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقۃ اخر حسبۃ ہل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم اره افتی الاخ
انہ ان ضم الیہ لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرے شخص معتمد کو ملایا یعنی ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصلی کو
تصرف وقف میں کرنا بالاستقلال جائز ہے یا نہیں یعنی اسکو مصرح نہیں دیکھا اور میرے استاد بھائی یعنی صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے
ساتھ دوسرا ناظر اسکی خیانت کے سبب سے ملایا تو اصیل مستقل نہوگا اور نہیں تو اسکو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر ونصب ناظر
او وصی ہر قاضی کو جائز نہیں بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی موید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ
اور فتاوی موید زادہ میں منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف میں تصرف کرنا جائز نہیں بلکہ اسکا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للقیم ان یستدین علی الوقف
للعمارۃ الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر ادھار کرنا عمارت کیواسطے جائز نہیں مگر قاضی کے اذن سے مات المتولی والجباۃ یدعون تسلیم

النقلة اليه في حياته ولا بينة لهم صدقوا بيمينهم لانكارهم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعوی کرتے ہیں کہ ہمنے غلہ اراضی کا متولی کو تسلیم کیا اسکی زندگی میں اگر انکا کوئی گواہ نہیں تو انکی تصدیق ہوئی انکی قسم کے ساتھ بسبب انکے منکر ہونے ضمان کے لا يجوز الرجوع عن الوقف اذا كان مسجلا لكن يجوز الرجوع عن

علیہ الشرو انكا المؤذن والامام والمعلم ان لم يكونوا اصلح انتهى جوہرہ جائز نہیں وقف کرکے پھرنا جبکہ وقف مسجل بحکم قاضی ہوگیا ہو لیکن جسپر اوقف مشروط ہو چنانچہ موذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہو اگرچہ وہ لائق تر ہوں انتہی نقل الفتاوی عن الجوہرہ طحطاوی نے کہا شارح کی نقل میں خلل ہے صواب یہ ہے کہ جواز

تغیر مشروط عدم صلاحیت ہو کذا فی الدر المنتقی عن معید زادہ وہکذا فی الخلاصۃ وفی جواہر الفتاوی شرط التولية لنفسه ما دام حيا ثم لولده فلان بما عاش ثم من بعده للا

الارشد من اولاده فالولاية تنصرف للابن لا للواقف لان الكناية تنصرف لاقرب المكنيات بمقتضى الوضع اور جواہر الفتاوی میں ہے واقف نے شرط کی تولیت اپنی

کیواسطے جبتک وہ زندہ ہے پھر اپنے فلانے ولد کیواسطے جبتک وہ زندہ ہے پھر بعد اسکے عفیف تر اور ہوشیار تر کیواسطے اسکی اولاد میں سے تو ضمیر مجرور اولادہ کی ولد کیطرف پھرے گی نہ واقف کیطرف اسواسطے کہ کنایہ منصرف ہوتا ہے قریب تر ملنے کیطرف بمقتضاے وضع کے مرکنایہ سے یہاں مراد ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا

یہ اصطلاح کوفی ہے اور کنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہو کذا فی الطحطاوی وكذلك مسائل ثلثة وقف على زيد وعمرو ونسله فالنسل لعمرو فقط اور اصطلاح مسائل ثلثہ میں اقرب کا اعتبار ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اسکی نسل پر تو اسے ضمیر فقط عمرو کیطرف پھرے گی یعنی اسواسطے کہ وہی اقرب ہے نہ زید کیطرف پھرے گی کہ وہ بعید ہے کیونکہ وقفت على ولدي وولد ولدي الذكور منهم الذكور راجع لولد الولد تحت مسئلہ یہ ہے کہ واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے بیٹیوں اور بیٹیوں کے لڑ ذکور کیطرف تو صفت ذکور کی پوتے کیطرف راجع ہوگی فقط یعنی اسواسطے کہ ذکور اقرب ہے پوتے سے وعکسہ وقفتہ على بني زيد وعمرو ولم يقل ابناء عمرو والفاء قرينة

الى زيد فيصرف اليه هذا هو الصحيح اور برعکس مسئلہ ثانی کے یہ قول ہے کہ وقف کیا میں نے ابناء زید اور عمرو پر تو ابناء عمرو وقف میں داخل ہونگے اسواسطے کہ لفظ ابنی کا زید سے قرینہ ہے تو اسکی طرف منصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہے ہم یہ جمع ہو اصل مسئلہ کیطرف اور قول غیر صحیح کامل الدین کا قول ہے کہ مسئلہ الیہ میں ہا ضمیر داخل کیطرف ضمیر اسکے ابن کیطرف کذا فی الطحطاوی وقدمنا ان الوصف بعد متعاطفين للاخير عندنا وفي الزيلعي من باب المحرمات وقولهم يصرف الشرط اليهما وهو الاتفاق

فلنا ذلك في الشرط المصرح به والاستثناء بمشية الله تعالى واما في الصفة المذكورة في آخر الكلام فتنصرف الى ما يليه كجاء زيد وعمرو العالم انتهى فليحفظ اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہیں کہ صفت بعد دو معطوفوں کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہے ہمارے نزدیک اور زیلعی کے باب المحرمات میں یہ ہے اور فقہا کا یہ قول کہ شرط دونوں معطوفوں کیطرف پھرتی ہے اور یہی اصل ہے ہم کہتے ہیں کہ دونوں معطوفوں کیطرف شرط کا پھرنا شرط مصرح اور استثنا بمشیۃ اللہ میں ہے اور اس صفت میں جو آخر کلام میں مذکور ہو تو یہ اصل ہے کہ اپنے قریب کیطرف منصرف ہوگی چنانچہ جاء زید وعمرو العالم میں عالم فقط عمرو کی صفت ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرط مصرح کی مثال ہے کہ زینب طالق وہندان دخلت الدار تو دخول دار دونوں کی طلاق کی شرط ہے نہ فقط ہند کی اور استثنا کی مثال ہے کہ زینب طالق وہند طالق ان شاء الله ونحن المنظومة المحبية والوصف بعد جمل اذا اتى يرجع للجميع فيما ثبتا عند الامام الشافعي فيما وان كان ذا العطف بواو

واما ان كان ثم فقط الى الاخير باتفاق رجحا اور منظومہ محبیہ میں ہے اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع معطوفات کیطرف راجع ہے اس روایت میں جو امام شافعی سے ثابت ہے اگر معطوف بحرف واو ہو اور اگر عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کیطرف راجع ہوگی ولو على ابنيه دخل فيه البنات فان في ذلك البنات تدخل اور اگر وقف بیٹوں پر مقرر ہوا تو اسمیں بیٹیاں بھی داخل ہونگی اور اخوۃ کے وقف میں اخوات داخل ہونگی کذا في الظهيرية وقاضيخان اور شاید کہ وجہ اسکی تغلیب ذکور ہو اناث پر والله اعلم وولد الابن كذلك فيدخل في ذريته اور پوتا اور ایسے ہی نواسی ذریت کے وقف میں داخل ہے کذلک البنت ولد البنت اصل میں کذلک ولد البنت متصلا معنا وف محذوف ہوا اور مضاف الیہ اسطرح مجرور رہا کذا في الحلبي ولو وقف على الذرية ومن غير ترتيب فبالسوية يقسم بين من علا والاسفل منهم عند البعض نقل

اگر وقف کیا ذریت پر بلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ و سافلہ مین بدون نا دبتی بعض کے بعض پر سوس ایت کو نقل کر کے فتاوی عالمگیری مین ہو کہ وقف کیا اپنی نسل اور ذریت پر تو قریب و بعید سب اُس مین داخل ہین اور اولاد بنین و بنات سب مین برابر ہین آزاد ہون یا مملوک اور مملوک کا حصہ اُسکا مولی لیگا + وتنقض القسمۃ فی کل سنۃ ویقسم الباقی علی من بقی + اور قسمت ٹوٹ جائیگی ہر سال اور باقی مقسوم ہوگا اُنپر جنکے واسطے معین کیا ہو واقف نے یعنے اگر وقف کی ذریت مین کوئی اور لڑکا کی پیدا ہو جو سال گذشتہ مین مستحق تھے یا ذریت موجودہ مین سے کوئی مرگیا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائیگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہو تو باقی مقسوم ہوگا اور کل وقف ہو تو کل مقسوم ہوگا کذا فی الطحطاوی + ولو علی اولادہ ثم علی + اولاد اولادہ قد جعلا + وفاقا لوالیہ فی زاید حل + او لابنیہ علی ما نقل + اور اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علما نے کہا ہو کہ اسمین واقف کی اولاد بنات یعنی پوتی اور نواسی داخل نہین ہو حسب روایت منقولہ کے اسی ظاہر الروایۃ اور واقعات و ہندیہ و لوالجیہ و تجنیس و مزید مین اسی پر فتوی ہو کذا فی الطحطاوی + بنی اولادی کذا اقاربی + واخوتی ولفظ آبائی حسب + یشترک الاناث والذکور + فیہ کذاک فاضبط مسطورہ + بنی اولادی کے لفظ مین اسیطرح اقاربی اور اخوتی اور آبائی کے لفظ کو شمار کر اسمین اناث اور ذکور شریک ہین یہ قول صحیح اور مسطور ہو یعنے اگر واقف نے کہا وقفت علی آبائی یعنی مینے باپون پر وقف کیا تو اسمین اُسکی مان اور باپ دادا دادی نانا نانی داخل ہونگے استحسانًا کہ جمع مذکر اختلاط کے وقت مونث کو بھی شامل ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ وما یکثر وقوعہ ما لو وقف علی ذریتہ مرتبا وجعل من شرطہ ان من مات قبل استحقاقہ ولہ ولد قام مقامہ لو بقی حیا فہل یحجبہ ابیہ لو کان حیا ویشارک الطبقۃ الاولی ولا افتی السبکی بالمشارکۃ وخالفہ السیوطی وہذہ المخالفۃ وا کما افادہ ابن نجیم فی الاشباہ من القاعدۃ الثانیۃ عشر اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہو یعنی مصر مین یہ ہو کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر علی الترتیب یعنی طبقہ بعد طبقہ و بطنًا بعد بطن اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص اسکی اولاد مین سے قبل استحقاق کے مرجائے اور ولد چھوڑ کر تو اُسکا ولد اپنے باپ کے قائم مقام ہو اگر اُسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اُس لڑکے کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اگر اُسکا باپ زندہ رہتا اور یہ لڑکا استحقاق مین طبقہ اولی کا شریک ہوگا یا نہین علامہ سبکی نے مشارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اُنکی مخالفت کی ہو اور یہ مخالفت واجب ہو چنانچہ اسکو بیان کیا ہو ابن نجیم نے اشباہ کے بارھوین قاعدہ مین ہم اشباہ میں یہ سوال درپیش اور اختیار یون ذکر کرہی کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتون پر وقف کیا پھر انکے بعد پر پوتون پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر طبقہ بعد طبقہ و بطنًا بعد بطن کہ طبقۂ علیا طبقۂ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مرجائے تو اُسکا حصہ اُسکے ولد کو ملے اور جو مرجائے قبل دخول کے اور وقف مین اور مستحق ہونے اُسکے منافع کے اور بیٹا اور پوتا یا پر پوتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اُسکا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہو تاہم یعنی مصر مین انتہی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کی طرف نسبت کیا سو غلط ہو بلکہ اشباہ مین عدم مشارکت کا فتوی سیوطی سے مصرح ہو اور یہ فتوی اُس وقت پوتے کے دو فرزند ون مین کو ہے جو پوتا اپنے باپ کی زندگی مین مرگیا لکن ذکر بعدہ ان الواقفین یعبرون بعضہم بثم ویعبر بعضہم بالواو فعلی الواو یشارک بخلاف ثم فراجعہ متاملا مع شرح الوہبانیۃ فانہ نقل عن السبکی ما تحتاج الیہ ولم یزل العلما متحیرین فی فہم شروط الواقفین الا من رحم اللہ لیکن صاحب اشباہ نے دو ورقون کے بعد ذکر کیا ہو کہ بعضے وقف کرنے والے طبقات اولاد مین بلفظ ثم تعبیر کرتے ہین اور بعضے بلفظ واو تو واو کی تعبیر سے طبقۂ سافلہ طبقۂ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کہ مشارکت نہ ہوگی سو مراجعت کر اشباہ کیطرف غور کر کے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اُسنے سبکی سے وہ اور صورتین نقل کی ہین جنکی طرف حاجت پڑتی ہو اور ہمیشہ علما حیران رہے ہین شروط واقفین کے فہم مین مگر جسپر کہ خدا نے رحم کیا ہو طحطاوی نے کہا ہمنے مراجعت کی اشباہ کیطرف سو یہ ہمین پایا کہ واو کی تعبیر مین قسمت منقوض ہوگی اور ثم مین منقوض نہوگی اُسمین مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہین اور یہ بھی باتحقیق معلوم ہوا کہ یہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہو صحیح نہین بلکہ دونون صورتون مین قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلی سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بسند کلام خصاف اُسکو واضح کر دیا ہو اور جو توضیح اس مسئلہ کی چاہے وہ اشباہ اور اسکے حواشی کیطرف رجوع کرے انتہی ملخصًا وقد افتیت فیمن وقف علی اولادہ للذکور دون الاناث فمات مستحق عن ولدین

ابوہما من اولاد الظہور بانہ ینتقل نصیبہا لہما لصدق کونہما من اولاد الظہور باعتبار ابیہا کما یعلم من الاسعاف وغیرہ اور اُس شخص کے حق میں
جسنے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سوا ایک مستحق عورت اپنی ولد چھوڑ کر مرگئی جسکا باپ ذکور کی اولاد سے ہی یہ فتوی دیا کہ عورت
مستحقہ کا حصہ دونوں لڑکے کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد سے ہیں اپنے باپکے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم
ہوتا ہے وفی الاسعاف والتاتارخانیۃ لو وقف علی عقبہ یکون لولدہ وولد ولدہ ابدا ماتناسلوا من اولاد الذکور دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد
ولدہ الذکور کل من یرجع نسبہ الی الواقف بالآباء فہو من عقبہ وکل من کان ابوہ من غیر الذکور ممن لم یرجع لہ الوقف فلیس من عقبہ انتہی اور اسعاف وتاتارخانیہ
میں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پسماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتے پر ہمیشہ ہوگا جبتک انکی نسل باقی رہیگی ذکور سے
نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اسوقت وقف میں داخل ہوگی جبکہ اناث کے ازواج واقف کے پوتوں کی اولاد ہوں جس شخص کا نسب واقف کیطرف باعتبار
باپ دادا کے ہو وہ واقف کا عقب ہوا اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہ ہو سو وہ شخص واقف کے عقب میں داخل نہیں انتہی کلام الاسعاف قول اخیر قول اولی کی
توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد دختری پر وینبغی انہ فی الوصایا انہ لو اوصی لآلہ وجنسہ فالکل من ینسب الیہ من قبل آبائہ
لا یدخل اولاد البنات فیہا انہا لو اوصت الی اہل بیتہا اوجنسہا لا یدخل لہا الا ان یکون ابوہ من قومہا لان الولد انما ینسب لابیہ لا لامہ قلت فعلم جواب حادثۃ
لو وقف علی اولاد الظہور دون اولاد البطون فماتت مستحقۃ عن ولدین ابوہما من اولاد الظہور انہ ینتقل نصیبہا لہما فاجبت ثم ینتقل نصیبہا لہما لصدق
کونہما من اولاد الظہر باعتبار ابیہما المذکور اور اگر آویگا کتاب الوصایا میں یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کیواسطے
تو داخل ہوگا اس وصیت میں جو شخص کہ منسوب ہو اسکی طرف اسکے آبا و اجداد کی جانب سے اور نہ داخل ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی
اپنے اہل بیت یا اپنے جنس کیواسطے تو عورت کا ولد وصیت میں داخل ہوگا مگر اس صورت میں داخل ہوگا جبکہ باپ اسکا عورت کی قوم سے ہو اسلئے کہ لڑکا اپنے
باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی ماں کیطرف میں کہتا ہوں اس تقریر سے جواب اس حادثہ کا معلوم ہوگیا کہ اگر وقف کیا اولاد ذکور پر اولاد بنات پر نہیں پھر
ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے کیا عورت کا حصہ ان دونوں لڑکوں کیطرف منتقل ہوگا سو میں نے جواب دیا کہ ہاں عورت کا حصہ دونوں
کیطرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد ہیں باعتبار اپنے والد مذکور کے ہم یہ مسئلہ بعینہا عنقریب ذکر کر چکا

## فصل

فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرہا یہ فصل ہے اُن مسائل میں جو متعلق ہیں اولاد کے وقف سے منقول ہیں درر وغیرہ سے ہم نے یہاں عبارت درمختار کی
نسخ میں مختلف ہے نسخہ مکتوبہ عربیہ میں یوں ہے فیما یتعلق بوقف الاولاد من کور وغیرہا اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں من الدرر وغیرہا لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر کا
اعتماد کیا کما لا یخفی وجہہ عبارۃ المواہب فی الوقف علی نفسہ وولدہ ونسلہ وعقبہ جعل ریعہ لنفسہ ایام حیاتہ ثم وثم جاز عند الثانی وبہ یفتی لجعلہ لولدہ ولکن یختص بالصلبی
اور عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنی ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے وقف میں محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات تک پھر
پھر اسیطرح درجہ بدرجہ جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ واقف کا اپنے ولد کیواسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے لیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا
یعنی پوتے پر وقف کو نہ ملیگا ویعم الانثی مالم یقیدہ بالذکر اور ولد کا لفظ عورت کو بھی شامل ہے جبتک واقف نے ولد ذکر کی قید لگا کر نہ کہا ہو ولد عورت کو اسواسطے عام
ہوا کہ ماخوذ ہے ولادت سے اور ولادت عورت میں بھی موجود ہے کذا فی الحلبی عن الدرر وینتقل للواحد فان بقی الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان یکون حین الوقف
صلبی فیختص بولد الابن ذکرا وانثی دون من دونہ من البطون ودون ولد البنت فی الصحیح اور منتقل ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی سوا اگر واحد صلبی منتقل
نہ ہو کر مرگیا ہو تو وقف فقراء کیواسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کیواسطے مگر اسوقت جبکہ وقف کے وقت ولد صلبی نہ ہو تو اب وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ لڑا لڑکی

عورت ہو یعنی عیر ولد الابن کو منجملہ مطلوب کے اور نہ وقف کے ناتی کو قول اصح میں یعنی ہو سکے کہ اولاد بنات کی اپنے آبا کیطرف منسوب نہیں ہوتے ہیں بلکہ اپنے باپ کیطرف نسبت ہوتی ہے ولد الابن کذا

فی الدرر ولو زاد و ولد ولدی فقط اقتصر علیہما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ میں نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو ولد اور پوتے پر مخصوص رہیگا ولو زاد البطن الثالث عم نسلہ اور

اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اسکی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنے اگر یوں کہا کہ وقف کیا ولدی و ولد ولدی و ولد ولد ولدی کذا فی الدرر یعنی میں نے وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پوتے پر

اور اپنے پڑپوتے پر تو غلہ اسکی نسل پر منحصر ہوگا جب تک اُنمیں کا سلسلہ باقی رہیگا نظر اس سے کہ جب واقف نے بطن ثالث کو ذکر کیا تو سب پشتوں کے تفاوت کو شامل ہوگیا تو صفت تخصیص کی

مرتفع ہوگئی تو فقط معنی انتساب کا اعتبار باقی رہا تو سبکو شامل ہوگا کیونکہ قریب بعید سب میں موجود ہے بخلاف بطن ثانی کے اسواسطے کہ اسمیں ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الفتح ویستوی

الابعد والاقرب الا ان یذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال ابتداء علی اولادی بلفظ الجمع او علی ولدی و اولاد اولادی اور بطن ثانی تک زیادتی میں ابعد اور اقرب

برابر ہوگا مگر یہ کہ واقف وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ ابعد اور اقرب برابر ہونگے اگر یوں کہے بلفظ جمع کہ ابتدا وقف میرا اولاد پر ہے یا یوں کہے کہ وقف

میرے ولد پر اور میرے اولاد کی اولاد پر ہے ترتیب پر دلالت کرنا اسطرح ہے کہ واقف کہے کہ الاقرب فالاقرب یا یوں کہے کہ میرے ولد پر پھر میرے پوتے پر یا کہے کہ بطنا بعد بطن

تو اسوقت اسی سے ابتدا ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی لکن سہام ذکوراتہم مرد نصیبہ للفقراء ولو علی امراتہ واولادہ ثم ماتت لم یختص ابنہا بنصیبہا

لم یشترط رد ... من بات سہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنی اولاد پر ولیکن جو لڑکا نام ذکر کیا اور اخیر وقف فقیروں کیواسطے ٹھہرایا کذا

فی الدرر سو انمیں سے ایک لڑکا مرگیا تو اسکا حصہ فقیروں پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا اپنی زوجہ پر اور اپنی اولاد پر پھر وہ زوجہ مرگئی تو اسکا بیٹا اسکے حصہ کیساتھ مخصوص نہوگا جبکہ

واقف نے اُس شخص کا حصہ جو نہیں ہے مرگیا اُسکے ولد کیواسطے پھیرنا شرط نکیا ہو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا ولو علی امراتہ ثم علی اولادہ تھا کلام متناسب تھا اور مراد یہ ہے کہ واقف نے

زوجہ کے بعد مستحقاق اپنی اولاد کیواسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ کے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا درر میں کہا ولد الزوجۃ وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا انتہی اور جو لڑکا زوجہ کا

اور شوہر سے ہو اسکو وقف میں کچھ دخل نہیں کذا فی الفتح ولو قال علی بنی او علی ذریتی دخل الاناث علی الاوجہ علی بناتی لا یدخل البنون و اگر واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا

اپنے بیٹوں یا اپنے بھائیوں پر تو اُسمیں اناث بھی داخل ہیں بقول موجہ یعنے بیٹیاں اور بہنیں بھی وقف میں داخل ہونگی یعنی اسواسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے

بخلاف جمع اناث کے کہ مرد داخل نہیں ہوتے اور اگر کہا علی بناتی فقط او قال علی بناتی ولہ بنون فالغلۃ للمساکین ویکون وقفا منقطعا فان حدث ذکر عاد الیہ اور اگر وقف کیا اپنے

بیٹوں پر اور حال یہ ہے کہ اسکی بیٹیاں ہیں یا وقف کیا اپنی بیٹیوں پر اور حال یہ ہے کہ اُسکے فقط بیٹے ہیں تو غلہ مساکین کیواسطے ہے اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہو جسکو

واقف نے ذکر کیا تھا تو وقف اسکی طرف عود کریگا یعنی پہلی صورت میں اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت میں بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق

ہوگی ویدخل فی قسمۃ الغلۃ من ولد لدون نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا ولدت مباتۃ او ام ولدہ المعتقۃ لدون سنتین لثبوت نسبہ بلا حل وطیہا

فلو یحل فلا الاحتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ اور اولاد کے وقف میں غلہ کی قسمت میں وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھ مہینے سے کمتر مدت میں پیدا ہوا ابتدائے

نمو دار ہی غلہ سے وہ لڑکا جو زیادہ مدت میں پیدا ہوا اگر وہ لڑکا داخل ہوگا جسکو واقف کی زوجہ مبانیہ یا اسکی آزاد ام ولد جنی کمتر دو سال سے سبب ثابت النسب

ہونے کے بلا علت وطی اسکی ماں سے سو اگر اسکی وطی حلال ہو اسطرح پر کہ ام ولد آزاد نہو یا زوجہ معتدہ رجعی ہو کذا فی الحلبی تو اکثر مدت کی ولادت میں داخل قسمت نہوگا

بسبب احتمال علوق ولد کے بعد نمود ہونے غلہ کے تقسیم منہم بالسویۃ ان لم یرتب البطون ان قال للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات میں غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے بطون

میں ترتیب نکی ہو نہیں کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو موجب اسکے قول کے ملیگا فلو دعیتہ فرض کر مع الاناث وانثی مع الذکور و یرجع سہمہ للورثۃ

لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من نجم ضعہ لیعلم ما یرجع للورثۃ سو اگر وصیت ہو تو فرض کیا جاوے مرد عورتوں کے ساتھ اور عورت فرض کیجاوے مردوں کے ساتھ اور سہم

شخص مفروض کا اُسکے وارثوں کی طرف راجع ہو بسبب صحیح نہونے وصیت کے معدوم کیواسطے تو ضرور ہے اسکی فرضیت تا معلوم ہو کہ قدر غلہ موصی کے وارثوں

کیطرف راجع ہوگا ہم یہ مسئلہ غامض ہے تو توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورتیں مختلط ہیں اور وصیت اسکی

الفقیر وقت وجود الغلة لان الصلات انما تملک حقیقة بالقبض فلا یعتبر الغنی والموت لا یبطل الاستحقاق پھر اگر واقف کے صرف میں تاخیر ہوگئی چند سال کسی وجہ
سے غنی محتاج ہوگیا اور محتاج غنی ہوگیا تو مشارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہوگیا وقت قسمت کے اسکا جو فقیر ہوگیا وقت وجود غلہ کے اسلیئے کہ صلات تو مملوک
نہیں ہوتی مگر قبض سے او طاری ہونا لداری او رمودی کا باطل اس حق کا نہیں ہے کا وہ مستحق ہوچکا ام غنی کا فقیر ہونا اسطرح پر کہ گواہوں نے گواہی دی کہ وہ محتاج ہوگیا
قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریۃ اور یہاں سوال وارد ہوا تھا کہ وقف تو
فقیروں کا حق ہے تو چاہیے کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیروں کا حق نہیں ہوگیا اسواسطے کہ صلہ مملوک نہیں ہو مگر قبض سے واما من لا یسئلهم لدرن الصیف

حول بعد مجئ الغلة فلا حظ له لعدم احتیاجه فکان بمنزلة الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شیٔ له والحل لا شیٔ له او ر وقف مذکور میں جو اہل قرابت میں اسکا پیدا ہوا
کمتر چھ مہینے کی مدت میں غلہ آنے کے بعد تو اسکا حصہ نہیں بسبب اسکی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے
کہ وہ مستحق ہوگا اسواسطے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ حمل ہو فقیر کی تعریف میں اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب
کے مالک نہو ولو قید بعقبلی ایکم او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او بمن جاوره منهم او بمن سکن مصر تقید الاستحقاق به عملا بشرطه اور اگر واقف نے اہل قرابت کو
صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اسکا ہمسایہ ہے یا جو مصر میں مثلا سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید
مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اسکی شرط کے ہم اہل صلاح وہ ہے جو مستور مستقیم الطریقة سلیم الناحیة کامن الاذی قلیل الشر لیس بمتهتک ولا صاحب ریبة ہو
نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور اہل عفاف اور اہل خیر اور اہل فضل اور اہل صلاح برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن الحاوی وتمامه فی الاسعاف ومن اوجه

حوادث زمانه الی ما خفی من مسائل الاوقاف فعلیه بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتابی هلال والخصاف کذا فی البرهان شرح مواهب الرحمن
للشیخ ابراهیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاهرة بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنة اثنین وعشرین وتسعمائة وهو ایضا صاحب الاسعاف
اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف میں ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کیطرف حوادث زمانہ محتاج کریں تو اسپر مطالعہ اس کتاب کا لازم ہے
جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسیطرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن میں جو تصنیف ہے ابراہیم بن موسی
بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا میں نوسو بائیس ہجری میں اور وہی اسعاف کے بھی
مصنف ہیں ہم یہاں تک فروع اوقاف مذکور ہوچکے اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہیں واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل
مذکورہ کو بھی یہاں مذکور کیا اور تکلف کرکے مناسبت کو ثابت کرنا خالی وقت سے نہیں بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ میں تابع ہے شارح کا

قول الاشباه اختلاف الشاهدین مانع الا فی احدی واربعین قیل یہ ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہوں کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلوں میں مانع نہیں
ہم یعنی جن میں تعدد شہادت کا شرط ہے اسمیں اختلاف مانع ہے اسواسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے ورایت کرنا چاہیے کہ تطابق کلام ہیں یا
لفظا اور معنی ضروری ہے اسطرح پر کہ دونوں کے لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کریں بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اچھا ہے جنکے نزدیک اسکا اعتبار کہ
جیسے دونوں نے بعد بیع اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی رد ہے اسواسطے کہ اقل بطریق تضمن دلالت کرتا امام کے نزدیک
معتبر نہیں لیکن صاحبین کے نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہے جبکہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک
گواہی مردود ہے اسواسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور یہی صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی حنفی فی الحصر وشارح کو مناسب تھا کہ کہتے الا فی اثنتین واربعین یا

الا فی اثنین واربعین کہتا تا تفصیل آئندہ کے مطابق ہو اسواسطے کہ بیالیس صورتیں مستثنی مذکور ہیں قال فی زواهر الجواهر حاشیتها للشیخ صالح ابن المصنف ذکر
فی الشرح المسائل علیه مسائل الاولی فیما اختلاف الشاهدین عدا الاولی شهد احدهما ان علیه الف درهم وشهد الآخر انه اقر بالف درهم (الفعل

شیخ صالح بن مصنف تنویر الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ و النظائر میں کہا البتہ مصنف اشباہ نے اُس شرح میں جسپر حوالہ کیا ہے یعنی بحر الرائق میں چند مسائل کو ذکر کیا ہے جنمیں اختلاف شاہدین مضر نہیں ہے میں اُن مسائل کو شمار کرکے بالتفصیل ذکر کرتا ہوں سو کہتا ہوں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درہم ہبہ کئے
ہزار درہم ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درہم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیۃ ادعی کر حنطۃ جیدۃ فشہد احدہما بالجودۃ والاخر بالردیۃ تقبل الیۃ
و یقضی بالاقل ۲ دعوی کیا مدعی نے بقدر کسی کے گھر سے گیہوں نکالا تو ایک نے کھرے ہونے کی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہوں ہونے کی گواہی دی ناقص کی گواہی مقبول
ہوگی اور قلیل پر حکم ہوگا ہم کہتے ہیں اول تشدید ثانی سے اسکا نام ہے الثالثۃ ادعی مائۃ دینار نقال احدہما نیسابوریۃ والاخر بخاریۃ والمدعی یدعی نیسابوریۃ وہی اجود یقضی بالبخاریۃ
۳ دعوی کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے اور وہی کھرے ہیں تو دینار
بخاری کا حکم ہوگا بالاتفاق الرابعۃ لو اختلفا فی الہبۃ والعطیۃ ۴ اگر دونوں اختلاف کریں ہبہ اور عطیہ میں الخامسۃ اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵ اگر اختلاف
کریں نکاح اور تزویج کے لفظ میں ہم بحر الرائق میں کہا کہ تطابق لفظی میں یہ شرط نہیں کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ یا بعینہ یا اُسکے مرادف تو ہبہ اور عطیہ
اختلاف یا نکاح اور تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہیں انتہی ہم کہتے ہیں کہ تو استثنا کی حاجت نہیں کیونکہ واقع میں یہاں اختلاف ہی نہیں السادسۃ شہد احدہما انہ
جعلہا صدقۃ موقوفۃ ابدا علی ان لزید ثلث غلتہا وشہد الآخر ان لزید نصفہا تقبل علی الثلث ۶ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے زمین کو صدقہ موقوفہ ابدی کیا ہے اس
شرط پر کہ زید کو اُسکا تہائی غلہ ملے اور دوسرے گواہی دیا ہے کہ زید کو اُسکا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی ہم و مبہم ہی اگر ایک کل کی گواہی دے اور
دوسرا نصف کی تو نصف مستحق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعۃ ادعی انہ باع بیع الوفاء فشہد احدہما بہ والاخران المشتری اقر بذلک تقبل ۷ مدعی نے
دعوی کیا کہ اُسنے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اُسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے ہم بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت
نہیں بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل میں داخل ہے کذا فی الحلبی عن البحر الثامنۃ شہد احدہما انہا جاریتہ والاخر انہا کانت لہ تقبل ۸ ایک نے گواہی دی
کہ یہ اُسکی لونڈی ہے اور دوسرے نے کہا کہ پہلے اُسکی لونڈی تھی تو قبول ہوگی التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشہد احدہما علی اقرارہ بالف قرض والاخر بالف ودیعۃ
تقبل ۹ دعوی کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشرۃ ادعی
الابراء فشہد احدہما بہ والاخر بالہبۃ او التصدق علیہ او التحلیل جاز ۱۰ دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اُسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ داین نے دین ہبہ کردیا
یا خیرات کیا یا اُسکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اسلئے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل ابرا میں داخل ہے الحادیۃ عشرۃ ادعی الہبۃ فشہد احدہما بالبراءۃ والاخر بالہبۃ وانہ مملکۃ
جائز ۱۱ دعوی کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اُسکو دین ہبہ کردیا سو ایک نے براءت کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی تو جائز ہے الثانیۃ عشرۃ ادعی التحلیل البتہ فشہد احدہما
بہا والآخر بالابراء جاز و تثبت الابراء ۱۲ دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی دیون تحلیل کو داین نے دین ہبہ کردیا تو ایک نے اُسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابرا کی تو جائز ہے
اور ابرا ثابت ہوگا اور ضامن کا بطل ہوجاویگی الثالثۃ عشرۃ شہد احدہما علی اقرارہ انہ اخذہ منہ العبد والاخر علی اقرارہ بانہ اودع منہ ہذا العبد تقبل ۱۳ ایک نے گواہی
دی مدعا علیہ کے اقرار پر کہ اُسنے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اُسکے اس اقرار پر کہ اُسنے مدعی کا غلام بطور ودیعت رکھا تو گواہی مقبول ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہوگی کہ مدعی نے
غلام کا دعوی کیا جو دوسرے کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پاویگا اور اسیطرح ہے مسئلہ آیندہ الرابعۃ عشرۃ شہد
احدہما انہ غصبہ والاخر ان فلانا اودع منہ ہذا العبد یقضی للمدعی ۱۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی
کہ فلانے نے اُسکا غلام بطور ودیعت رکھا ہے تو مدعی کے لئے حکم ہوگا الخامسۃ عشرۃ شہد احدہما انہا ولدت منہ والآخر انہا حبلت منہ تقبل ۱۵ ایک نے گواہی دی کہ عورت اسکا لڑکا جنی
اور دوسرے نے یہ کہ وہ اُسسے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شوہر نے زوجہ کی طلاق اُسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہ ہوئے شہادت مذکورہ کی طلاق
واقع ہوگی اسلئے کہ حمل کو غالبا ولادت لازم ہے گویا اُسنے ولادت کی گواہی دی السادسۃ عشرۃ شہد احدہما انہ اقر ان الدار لہ والآخر انہ سکن فیہا تقبل

مثلاً وصی کیا پنجشنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے السابعۃ والعشرون اوصی بالالف شہد احدہما ان المحتال علیہ احال غریمہ بہذا الالف وشہد الآخر
انہ کفل عن غریمہ بہذا المال تقبل ۲۹ مدعی نے دعوی کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ نے اسکے واسطے یہ مال اُتارا اور دوسرے نے گواہی دی کہ
مدعی علیہ مدعی کے مدیون کا ضامن ہوا بواسطہ اس مال کے تو گواہی مقبول ہے ہم غریم یعنی دائن اور مدیون دونوں کو بولا جاتا ہے سو یہاں غریم اول یعنی دائن ہے
اور غریم ثانی یعنی مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جسپر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اُتارے اور وہ قبول کرے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر مال کا دعوی کیا خالد نے
انکار کیا زید نے دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے واسطے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنی جو اُسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور
دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے مدیون کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا انتقالہ پر بہر صورت ہے لیکن ایک شاہد نے کہا کہ اُسپر مال بطریق حوالہ ہوا اور دوسرے نے کہا بطریق
ضمانت ہوا یہ صورت شیخ صالح کے کلام میں آگئے ہیں لیکن گو اُسنے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اسلیے کہ وہ اقل ہے کذا فی البحر الثامنۃ والعشرون شہد احدہما انہ باع کذا الی
شہر وشہد الآخر بالبیع ولم یذکر الاجل تقبل ۳۰ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اتنے کو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے
الحادیۃ والثلاثون شہد احدہما انہ باعہ بشرط الخیار ثلثۃ ایام ولم یذکر الآخر الخیار تقبل فیہما ۳۱ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے
خیار کو نہ ذکر کیا تو دونوں میں مقبول ہے الثانیۃ والثلاثون شہد احدہما انہ وکلہ بالخصومۃ فی ہذہ الدار عند قاضی الکوفۃ والآخر عند قاضی البصرۃ جازت شہادتہما
۳۲ ایک نے گواہی دی کہ مدعی نے اس گھر کی خصومت میں وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونوں کی گواہی جائز ہے
الثالثۃ والثلاثون شہد انہ وکلہ بالقبض والآخر انہ جرّیہ تقبل ۳۳ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسکو مسلط کیا تو مقبول ہے
ہم قولہ جرّاہ من التجریۃ بمعنے التسلیط کذا فی الحموی الرابعۃ والثلاثون شہد احدہما انہ وکلہ بالقبض والآخر انہ سلطہ علی قبضہ تقبل ۳۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو
قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسکو قبض کرنے پر مسلط کیا ہم یہ صورت اور صورت سابقہ یکساں ہے فقط لفظ کا فرق ہے الخامسۃ والثلاثون شہد
احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ اوصی الیہ بقبضہ فی حیوتہ تقبل ۳۵ ایک نے گواہی دی کہ اُسکو اُسنے اُسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسنے اُسکو
اپنی زندگی میں اُسکے قبض کرنے کی وصیت کی تو مقبول ہے ہم موصی الیہ بالقبض بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقۃً وکیل نہیں ہے اسواسطے کہ وکالت موت سے
باطل ہوجاتی ہے السادسۃ والثلاثون شہد احدہما انہ وکلہ بطلبہ والآخر بتقاضیہ تقبل ۳۶ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اُسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے میں
اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے السابعۃ والثلاثون شہد انہ وکلہ بقبضہ والآخر بطلبہ تقبل ۳۷ ایک نے گواہی
دی کہ اُسکو وکیل کیا اُسکے قبض کرنے کے واسطے اور دوسرے نے کہا اُسکے طلب کرنے کے واسطے تو مقبول ہے الثامنۃ والثلاثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ
امرہ باخذہ او ارسلہ لیاخذہ تقبل ۳۸ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اُسکو اُسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسنے اسکو اُسکے لینے کا حکم کیا
یا اُسکو بھیجا تا اُسکو لے تو مقبول ہے التاسعۃ والثلاثون اختلفا فی زمن اقرار او فی الوقف تقبل ۳۹ دونوں شاہدوں نے اختلاف کیا واقف کے زمانہ
اقرار میں یا وقف میں ہم اسمیں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہود بہ اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہیں بسبب حکایت ہونے
اعادہ اور تکرار کے قول میں اور اگر فعل محض ہے چنانچہ غصب یا قول مختلط بفعل ہے چنانچہ نکاح تو اسمیں اختلاف زمانی یا مکانی کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ
قول ہے لیکن حضور شاہدین اُسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ الاربعون اختلفا فی مکان اقرارہ تقبل ۴۰ شاہدوں نے اختلاف
کیا واقف کے مکان اقرار میں تو مقبول ہے الحادیۃ والاربعون اختلفا فی وقفہ فی صحتہ او فی مرضہ تقبل ۴۱ گواہوں نے اختلاف کیا واقف کے وقف میں اُسکی
صحت میں یا اُسکے مرض میں ہم یہ مسئلہ ستائیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوگیا الثانیۃ والاربعون شہد احدہما بوقفہ علی زید والآخر علی عمرو یکون وقفا علی الفقراء
۴۲ ایک شاہد نے گواہی دی واقف کے وقف کرنے کی زید پر اور دوسرے نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہ وقف فقیروں پر ہوگا انتہی کلام البحر قلت شہدت بقبضہ ابتداءً ...

مسائل منها لو اختلفا فی تاریخ الرهن بان شهد احدهما انه رهن یوم الخمیس والآخر یوم الجمعة تسمع عندهما خلافا لمحمد جواہر الفتاوی شیخ صالح نے کہا میں کہتا ہوں
اور مسائل مصنف اشباہ اور بحر الرائق نے ذکر کیے اُنپر میں نے چند مسائل زیادہ کیے یعنے تیرہ مسئلے از انجملہ یہ ہو کہ شاہدوں نے تاریخ رہن میں اختلاف کیا سوا ایک نے
گواہی دی کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہو بخلاف محمد کے کذا فی جواہر الفتاوی ومنها لو اتفق الشاہدان
علی الاقرار بمال واختلفا فقال احدهما کنا جمیعا فی مکان کذا وقال الآخر کنا فی مکان کذا تقبل اور از انجملہ یہ کہ اگر شاہدوں نے ایک شخص کے اقرار بمال پر اتفاق کیا اور
مکان میں افتراق کیا سوا ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب فلانے مکان میں تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان میں تھے تو مقبول ہو ہم چلپی نے کہا یہ مکرر ہو چالیسویں صورت کے
طحطاوی نے کہا اگر دونوں میں فرق ہو اسواسطے کہ چالیسویں فصل کے اقرار میں ہو اور یہ مال کے اقرار میں علاوہ اسکے وہاں شاہدوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب تھے حتیٰ کہ تاویل کر والا
اسکا بابعدیت چالیسویں صورت کے ساتھ مکرر ہو جائیگا ومنها لو قال احدهما فی مسئلة بحالها کان ذلک بالغداة وقال الآخر کان ذلک بالعشی تقبل ذکرها فی الولوالجیة اور از انجملہ
یہ کہ ایک نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہو یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہو یوں کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہو اور
یہ دونوں صورتیں ولوالجیہ میں مذکور ہیں ومنها شهدا علی رجل انه طلق امرأته واحدهما یقول انه عین منکوحته بنت فلان والآخر یقول لا یعینها الا انی اعلم انه
المرأة التی کانت له سوی ابنة فلان طلقها والآخر جهلها من ابوها قبل هذا التطلیق قال فخر الدین اذا شهدا علی الطلاق الا انه عین احدهما المرأة وذکرها باسمها ولم
یعین الآخر التی هی فی نکاحه لیس فی نکاحه غیر امرأة واحدة تصح الشهادة وهی فی جواہر الفتاوی اور از انجملہ یہ کہ دو شاہدوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اُسنے اپنی
زوجہ کو اور ایک کہتا ہو کہ زوج نے اپنی معین منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلاً طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہو کہ وہ مطلقہ بعینها نہیں میں مقرر جانتا ہوں اور
گواہی دیتا ہوں کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید کی بیٹی کے سوا اُسکو اُسنے طلاق دی اور اُسکو یعنی زید کی بیٹی کو تو اُسنے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تطلیق کے یعنے
جسمیں ایک شاہد تعیین کرتا ہو کذا فی الطحطاوی فخر الدین نے کہا جبکہ دونوں نے طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اسکا نام مذکور
کیا اور دوسرے شاہد نے اُس عورت کو جو اُسکے نکاح میں تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح میں نہیں ہو الا ایک عورت تو شہادت صحیح ہوگی یعنی اسواسطے کہ صاف
معلوم ہو گیا کہ مطلقہ زید ہی کی بیٹی ہو اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی میں ہو ومنها ادعی ملک دار فشهد له احدهما انها له وقال الآخر انها کانت له تقبل ذکرها فی القنیة اور
از انجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی ملک کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گھر اُسیکا ہو یا یوں بولا کہ اُسکا مملوک ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اسکا مملوک
تھا تو مقبول ہو کذا فی القنیہ انتہی جب زمان گذشتہ میں اُسکا مملوک ٹھہرا تو حاصل یہ ہو کہ پہلے سابق میں اُسیکا مملوک ہوگا اُس وقت تک کہ ناقل شرعی اُسکو نقل کرے ومنها ادعی الفین
والفا وخمسمائة فشهد احدهما بالالف والآخر بالف وخمسمائة قضی بالالف اجماعا منیه اور از انجملہ یہ کہ دعوی کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور
دوسرے نے ایک ہزار اور پانسو کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہوگا کذا فی المنیه المفتی اسواسطے کہ شاہدوں نے ہزار کا لفظ صراحۃ ذکر کیا بخلاف ایک ہزار اور دو ہزار کے گواہی کے
اسواسطے کہ ہزار دو ہزار میں تضمناً داخل ہیں نہ صراحۃ اور معلوم ہو چکا کہ مفتی صاحبین کا قول ہو کذا فی الطحطاوی ومنها لو شهدا ان له علی هذا الرجل الف درهم وشهد احدهما انه
قد قضاه المطلوب منها خمسمائة والطالب ینکر ذلک فالشهادة علی الالف مقبولة ولوالجیه اور از انجملہ یہ کہ دونوں شاہدوں نے بالاتفاق اسکی گواہی دی کہ مدعی کے
اسپر یہ ہزار درم ہیں اور ایک نے یہ گواہی دی کہ دراہم مطلوبہ میں سے مدعی علیہ نے پانسو درم ادا کیے ہیں اور طالب اسکا منکر ہو تو اس گواہ کی گواہی ہزار پر مقبول ہو
کذا فی الولوالجیہ یعنی مدعی علیہ کو چاہیے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنها ادعی جاریة فی ید رجل فشهد احدهما انها جاریته غصبها منه
وشهد الآخر انها جاریته ولم یقل غصبها منه قبلت الشهادة مجمع الفتاوی اور از انجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ میں اور مدعی دو شاہد
لایا سوا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہو مدعی علیہ نے اُسسے غصب کر لی ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکی لونڈی ہو اور یہ نہ کہا کہ اُسنے اُسسے
غصب کر لی ہو تو شہادت مقبول ہو کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ مطلق گاہے مقید کے ساتھ مجتمع ہو جاتا ہو ومنها شهدا بشراء بقرة واختلفا فی لونها تقبل عنده خلافا لهما

اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا چپ رہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اپنے سامنے قبول ہے باعتبار دلالت کے انتہی کلام التنویر وزاد علیہا زواہر الجواہر مسائل و مسائل مذکورہ پر زواہر الجواہر میں چند مسائل بڑھائے ہیں منہا عند قولہ الرابعۃ والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال و کذا سکوتہا عند بیع زوجہا لما فی البزازیۃ الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی التقریب الزوجۃ انتہی و صحح قاضی خان انہا تسمع فلیتامل عند الفتوی از انجملہ بات ہے کہ اس قول کے پاس کہ سکوت زوج کا زوجہ کے بیع کرنے کے وقت سو شیخ صالح زواہر کے مصنف نے کہا اور اسیطرح سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنے کے وقت بجائے قول کے ہے اسواسطے کہ بزازیہ میں فتوی ہے عدم سماع دعوی پر قرابت دار اور زوجہ میں انتہی ما فی البزازیہ اور قاضی خان نے تصحیح کی ہے کہ دعوی کو مسموع ہے تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت یعنی مفتی کو مناسب ہے کہ خصمین کو نظر کرے اور جو انکے حق میں احوط ہو اسکا فتوی دے کذا فی الطحطاوی قلت ہذا ما فی متفرقات التنویر من سکوت الجار عند تصرف المشتری فیہ زرعا و بناء و عزیناہ للبزازیۃ و ہکذا ذکرہ فی تنویر البصائر معزیا الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیۃ و ترک آخرہ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں جو زیادہ کیا جاوے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر میں ہے یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کیوقت اوسکے مکان میں باعتبار زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہمنے بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہے اور اسیطرح تنویر البصائر میں ذکر کیا ہے اسکی طرف نسبت کرکے تو تعجب ہے جواہر زواہر کے مصنف سے کیونکر اسنے ابتداء کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا ہم صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہے اپنے زوج کی بیع کرنے کے وقت اور آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہے متفرقات کا ومنہا لو زوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب زواہر الجواہر کے یہ ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہانتک کہ وہ جنے تو اسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی ومنہا ما فی المحیط رجل زوج رجلا بغیر امرہ فہناہ القوم وقبل التہنیۃ فہو رضی لان قبول التہنیۃ دلیل الاجازۃ اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو محیط میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا نکاح کردیا بدون اسکے امر کے سو اسکو قوم نے مبارکباد دی اور اسنے مبارکباد قبول کیا تو وہ رضامندی ہے نکاح کی اسواسطے کہ مبارکباد کا قبول کرنا اجازت نکاح کی دلیل ہے ہم یہ مسئلہ مبنی ہے ظاہر الروایۃ پر اور بموجب روایت حسن کے جسپر فتوی ہے نکاح ہی منعقد نہوگا اور قبول تہنیت سے مراد سکوت ہے و الا سیاتی اثبات نہیں ہوگا ومنہا ان الوکالۃ کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظہیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فزوجہا جاز ذکرہ المولف فی بحرہ من بحث الاولیاء اور از انجملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہے اور اسیواسطے ظہیریہ میں کہا ہے کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغ بیٹی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح کر لوں اپنی ذات سے سو وہ چپکی ہی رہی پس اسنے نکاح کر لیا تو جائز ہے ذکر کیا ہے اسکو مولف نے اپنی کتاب بحر الرائق میں اولیا کی بحث سے ہم یہاں سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہے اور یہ غیر ہے ما تقدم کا کہ وہاں وکیل کا سکوت مراد ہے ومنہا سکوت اہل العلم والصلاح فی التعدیل کما فی الشہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اہل العلم والصلاح فیکون سکوتہ تزکیۃ للشاہد لما فی الملتقط و کان اللیث بن مساور قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاہد و کان المزکی مریضا فعادہ القاضی و سال عن الشاہد فسکت المعدل ثم سالہ فسکت فقال اسالک لا تجیبنی فقال المعدل اما یکفیک من مثلی السکوت قلت قد عد ہذہ فی الاشباہ معزیا للشہادات شرحہ فکیف تکون زائدۃ لم ار فیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح فعد ہا من الزوائد اور از انجملہ سکوت اہل علم و صلاح کا قول کے برابر ہے شاہد کے تعدیل میں چنانچہ بحر الرائق کے کتاب الشہادت میں ہے کہا اور کفایت کرتا ہے سکوت اہل علم و صلاح کا تو ہوگا سکوت اسکا تزکیہ شاہد کا اسواسطے کہ ملتقط میں ہے کہ لیث بن مساور قاضی تھا سو اسکو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تھا سو قاضی اسکی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اس سے پوچھا سو وہ چپ رہا پھر پوچھا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا میں تجھسے پوچھتا ہوں تو مجھکو جواب نہیں دیتا تو معدل نے کہا کیا تجھکو مجھ سے آدمی کا چپ رہنا کفایت نہیں کرتا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں سکوت مزکی کو اشباہ میں شمار کیا اپنی شرح کی کتاب الشہادت کیطرف نسبت کرکے تو یہ مسئلہ زائد کیونکر ہوگا ہاں یہ البتہ ہے کہ صاحب اشباہ نے سکوت مزکی میں اسکے اہل علم و صلاح ہونے کی قید زیادہ کی ہے لہذا اسکو

چنانچہ اسکے موافق ترجمہ ہوچکا اور احتمال ہے کہ امر کیطرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مدعی رضا کا امر کا دعوی کرے اور ایک نسخہ میں یوں ہے کہ لو ادعی الآمر رضاہ معنیٰ
اگر آمر نے رضا مامور کا دعوی کیسے یعنی مامور عیب پر راضی ہوگیا غرض اسکی یہ کہ مامور پر الزام آوے کذا فی الحلبی والطحطاوی اشباہ الوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان الموکل
ابراء عن الدین و طلب یمین الوکیل علی العلم لا یحلف و اداه و لزمہ انتہی یعنی قبض دین کے وکیل پر مدیون نے دعوی کیا کہ موکل نے اسکو دین چھوڑ دیا اور اسنے وکیل سے
قسم طلب کی تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابراء دین کا تو اسکو اقرار لازم ہوا انتہی اور فی الخلاصۃ ہو اقرار لازم ہو یعنی وکیل کو مقتضا اقرار یعنی
ترک خصومت یہ ہوگی ساتھ لازم آوے اور یہ مطلب نہیں کہ اسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے و ورت علی الواحد و لما تعین کیا سابقہ البائع اذا انکر قیام العیب
للحال لا یحلف عند الامام و لو اقر بہ لزمہ کما مر فی خیار العیب صاحب بحر الرائق نے کہا اور آنیس مسائل سابقہ پر انتیس مسائل زیادہ کیے اول یہ کہ بائع جب
قیام عیب فی الحال کا انکار کرے تو اس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اسکو لازم ہوجائیگا چنانچہ مذکور ہوچکا خیار العیب میں دوم صورت یہ کی
یہ ہو کہ مشتری نے دعوی کیا مثلاً کہ غلام پر شرب پیشاب کرتا ہو اور بائع اسکا منکر ہو تو اسپر قسم نہ آویگی و الشاہد اذا انکر رجوعہ لا یستحلف و لو اقر ضمن یعنی
اور شاہد جبکہ رجوع عن الشہادۃ کا انکار کرے تو قسم نہ لیجائیگی اور اگر رجوع کا اقرار کرے تو ضامن ہوگا اس مال کا جو اسکی گواہی سے تلف ہوگیا و السارق
اذا انکر لا یستحلف للقطع و لو اقر بہا قطع و ذکر الاسبیجابی و لا یحلف الاب فی مال الصبی و لا الوصی فی مال الیتیم و لا المتولی للمسجد و الاوقاف الا اذا ادعی
علیہم العقد فیحلف درج جیزہ انتہی اور چور جب چوری کا انکار کرے تو قطع ید کیواسطے درصورت نکول اس سے قسم نہ لیجائیگی یعنی لزوم مال کیواسطے البتہ قسم لیجائیگی
کذا فی الحلبی اور اگر چوری کا اقرار کریگا تو ہاتھ قطع کیا جائیگا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہیں لیجاتی باپ سے صغیر کے مال میں اور نہ وصی سے یتیم کے مال میں اور نہ مسجد اور
اوقاف کے متولی سے یعنے درصورت دعوی باپ اور وصی اور متولی پر قسم نہیں مگر جبکہ انپر عقد کا دعوی ہو تو ان سے قسم لیجائیگی انتہی کلام البحر یعنی اگر باپ یا وصی یا متولی پر
اور صغیر یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اس سے قسم لیجائیگی فلت زدت علیٰ ذکرہ مسائل شرف الدین حاشیہ تنویر الابصار کے مصنف نے
کہا میں کہتا ہوں اور میں نے چند مسائل زیادہ کیے صاحب بحر الرائق کے ذکر کردہ پر الاولی لو ادعی رجل شیئا و اراد استحلافہ فقال المدعی علیہ ہو لابنی الصغیر فلا
وفی فتاوی القاضی الفضلی علیہ الیمین فی قولہم جمیعا فان استحلف فنکل و المدعی ارضا یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدقہ المدعی کان کما قال و ان کذبہ
ضمن الوالد قیمۃ الارض و توقف الارض من المدعی و تدفع للصبی و ہذا مشترک بالاقرار للغائب لم یظہر مجحودہ و لا تصدیقہ لا تسقط عنہ الیمین فکذلک ہہنا فلت
و علی الاول یرجع ہذا الی قول المصنف و استحلف الاب فی مال الصبی لانہ لما اقر بہا للصبی ظہر انہا من مالہ و فیہ اول مسئلہ تنویر الابصار کا یہ ہو کہ اگر دعوی کیا
ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعی علیہ سے قسم لینا چاہا تو مدعی علیہ نے کہا کہ وہ چیز میری صغیر بیٹے کی ہو تو قسم نہ لیجائیگی اور فتاوی فضلی میں ہو کہ اسپر قسم ہو سب کے
قول میں پھر جب اس سے قسم طلب کی سوائے قسم نہ کھائی اور جسکا دعوی ہو وہ زمین ہو تو زمین مدعی کو دلائی جائیگی پھر صغیر کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائیگا
اگر بعد بالغ ہونے کے صغیر نے مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اسنے کہا اور اگر اسنے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضامن
دیگا مدعی کو کذا فی الحلبی اور زمین مدعی سے لیکر صغیر کو دیجائیگی اور یہ بمنزلہ اسکے ہو کہ اگر مدعی علیہ نے اس شخص غائب کیواسطے اقرار کیا جسکی تصدیق اور تکذیب ظاہر
نہیں تو مدعی علیہ سے قسم ساقط نہوگی تو اسیطرح یہاں اقرار صغیر میں بھی ساقط نہوگی شارح کہتا ہو میں کہتا ہوں اور قول اول کے بموجب یعنی درصورت عدم یمین رجوع اس مسئلہ کا
مصنف بحر الرائق کے اس قول کیطرف ہوگا کہ باپ سے صغیر کے مال میں قسم نہیں اسواسطے کہ جب باپ نے صغیر کیواسطے اقرار کیا تو ظاہر ہوگیا کہ متنازع فیہ صغیر کے مال سے ہو اور اس
تامل ہو صرح الطحطاوی نے کہا شاید وجہ تامل کی یہ ہو کہ صاحب بحر کا کلام اس صورت میں ہو جب متحقق ہوجاوے کہ وہ صغیر ہی کا مال ہو اور یہاں صغیر کا مال ہونا ثابت نہیں مگر باپ کے
اقرار سے اور یہ بھی ممکن ہو کہ شاید مدعی علیہ نے ابطال دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو الثانیۃ لو اشتری دارا و حضر الشفیع فانکر المشتری الشراء و قال فی الہوازل و لو ان رجلا
اشتری دارا و حضر الشفیع فانکر المشتری الشراء او اقر ان الدار لابنہ الصغیر و لا بینۃ فلا یمین علی المشتری لانہ قد لزمہ الاقرار لابنہ فلا یجوز الاقرار لغیرہ بعد ذلک

اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ گھر اسکے صغیر بیٹے کا ہے اور شفیع کے پاس گواہ نہیں خرید پر تو مشتری پر قسم نہیں
اسواسطے کہ اسکو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہو گیا تو جائز نہیں غیر ولد کیواسطے اقرار کرنا بعد اسکے ھ غیر ولد سے بائع مراد ہے یعنے اگر قسم مشتری پر لازم ہوا اور شاید وہ قسم سے انکار کرے
تو وہ گھر شفیع کو دیا جاوے اور صغیر کی ملک سے نکل جاوے الثالثة لو کان فی یدہ رجل غلام او جاریة او ثوب ادعاہ رجلان فقدماہ الی القاضی فاقر بہ لاحدہما ثم اراد الآخر تحلیفہ
فان ادعی ملکا مرسلا او شراء من جہتہ لم یکن لہ ان یحلفہ وان ادعی علیہ غصبا فلہ تحلیفہ لانہ لو اقر بالغصب یجب علیہ الضمان کذا فی النوازل اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی
یا کپڑا ہے جسکا دو مردوں نے دعویٰ کیا سو وہ دونوں مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اُسنے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اُسکی قسم لینے کا ارادہ کیا سو اُسنے ملک
مرسل یا اُسکی خرید کسی کے مدعا علیہ سے دعویٰ کیا تو اُسکو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اُسپر غصب کا دعویٰ کیا تو اُسکو قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کریگا
تو اُسپر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل ھ اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کریگا تو اُسپر ضمان واجب نہوگا اسواسطے کہ وہ چیز اسکے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو ملی اور اسکا اقرار دوسرے پر
حجت نہیں غایة الامر یہ ہے کہ دوسرا مقر لہ قیمت پھیر لیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الحط ط ملک مرسل کی وجہ یہ ہے کہ ملک کا سبب بیان نہو یعنی بجہت خرید یا ہبہ یا وراثت کے
ملک ہوا اور یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے سولھویں مسئلے سے فقط ملک مرسل کی قید آئی ہے زیادہ ہے الرابعة لو اشتری الاب لابنہ الصغیر دارا ثم اختصم مع الشفیع فی مقدار الثمن فالقول للاب
بلا یمین کما فی کثیر من کتب المذہب اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیواسطے ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت میں تو باپ ہی کا قول معتبر ہے بلا قسم کے
چنانچہ اکثر کتب اہل مذہب میں ہے یعنی قسم اسواسطے نہیں کہ باپ پر صغیر کے مال میں قسم نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا الخامسة لو ادعی السارق انہ استہلک المسروق وادعی رب المسروق
انہ قائم عندہ فالقول للسارق ولا یمین علیہ ھ اگر سارق نے دعویٰ استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہے کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس تو سارق کا
قول معتبر ہوا اور اسپر قسم نہیں ھ یہ مسئلہ مفروض ہے سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو اللیث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا
استہلک المسروق بعد ما قطعت یدہ ہل یضمن قال لا ویستوی حکمہ فیما استہلکہ قبل القطع وبعد القطع قیل لہ فان قال السارق قد ہلک وقال صاحب المال لم یستہلکہ
وہو عندک قائم ہل یحلف قال یجب ان یکون القول قول السارق ولا یمین علیہ فقیہ ابو اللیث نے نوازل میں کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا
جسنے مال مسروق کو مستہلک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اُسپر ضمان لازم آویگا جواب دیا کہ ضمان نہیں ہے اور سارق کا حکم یکساں ہے استہلاک کرنا مال میں قبل قطع ید اور
بعد قطع ید کے پھر اُنسے سوال ہوا اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تو نے اسکو مستہلک نہیں کیا وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لیجائیگی کہا
ابو القاسم نے واجب یہ ہے کہ سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ھ طحطاوی نے کہا یہاں ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکساں ہے السادسة اذا وہب لرجل شیا واراد الرجوع
فادعی الموہوب لہ ہلاکہ فالقول قولہ ولا یمین علیہ کما فی الخانیة وغیرہا جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے موہوب کی ہلاکت
کا دعویٰ کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہوگا اور اسپر قسم نہیں کما فی الخانیة وغیرہا السابعة ادعی علیہ انک وصی فلان المیت فانکر لا یحلف مدعی علیہ پر دعویٰ ہوا کہ تو
فلانی میت کا وصی ہے سو اُسنے انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لیجائیگی ھ یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے بارھویں مسئلہ کے ساتھ الثامنة ادعی علیہ انک وکیل فلان فانکر انہ وکیل فلان
لا یحلف وہما فی البزازیة مدعی علیہ پر دعویٰ ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اُسنے انکار کیا کہ میں فلانے کا وکیل نہیں ہوں تو اُس سے قسم لیجائیگی اور یہ دونوں مسئلے بزازیہ میں ہیں
ھ یہ مسئلہ بھی خانیہ کے چودھویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعة قال الواہب شرطت العوض فقال الموہوب لہ لم اشترط فالقول لہ بلا یمین واہب نے کہا کہ میں نے ہبہ بشرط
عوض کے کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ تو نے عوض شرط نہیں کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ میں یہ ہے کہ بلا عوض ہو العاشرة اشتری العبد شیا فقال البائع
انت محجور فقال العبد انا ماذون فالقول للعبد بلا یمین اگر غلام نے کوئی چیز خرید کی تو بیچنے والے نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی تجھکو تجارت کی اجازت نہیں ہے سو غلام نے کہا کہ میں ماذون
فی التجارة ہوں تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم الحادیة عشرة اذا اشتری عبد من عبد فقال احدہما انا محجور وقال الآخر انا وانت ماذون لنا فالقول لہ
بلا یمین جب ایک غلام نے دوسرے غلام سے کوئی چیز خرید کی سو ایک غلام نے کہا کہ میں محجور ہوں اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم تم دونوں ماذون بالتجارة ہیں تو

قول معتبر ہو سکتا ہی جو مدعی ہو اذن کا بلا بینہ اسواسطے کہ صدور بیع قرینہ ہو اذن کا الثانیۃ عشرۃ باع القاضی مال الیتیم فردہ المشتری علیہ بعیب فقال لم یثبت عندی

فالقول قولہ بلا یمین کذا لو ادعی رجل قبلا اجارۃ ارض الیتیم اراد تحلیفہ لم یحلف لان قولہ علی وجہ الحکم وکذا فی کل شیء یدعی علیہ ۱۲ قاضی نے یتیم کا مال بیچا پھر مشتری نے قاضی کو پھیر دیا بسبب عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تو نے مجھکو اسسے بری الذمہ کر دیا ہی تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسیطرح اگر ایک شخص نے اجارہ میں یتیم کا دعوی کیا قبل بیچنے قاضی کے اور اسنے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ قاضی کا قول حکم ہی یعنی حاکم پر قسم نہیں یہی حکم ہی ہر چیز کے دعوی کا قاضی پر الثالثۃ

عشرۃ لو طالب الاب بمہر ابنتہ زوجہا بالمہر فلہ ذلک لو صغیرۃ او کبیرۃ بکرا ولو اختلفا الاب والزوج فی بکارتہا ولا بینۃ للزوج والتمس من القاضی تحلیفہ علی العلم لک

عن ابو یوسف انہ یحلف وذکر الخصاف انہ لا یحلف کالوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان صاحب الدین ابراہ وانکر الوکیل لا یحلف الوکیل کذ

ہنا کذا فی الظہیریۃ ۱۳ اگر لڑکی کے باپ نے اسکے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اسکو جائز ہی اگر وہ صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اگر باپ اور زوج نے اسکی بکارت میں اختلاف کیا اور گواہ نہوں زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کی قسم لینے کا اسکی عدم علمی پر ابو یوسف سے روایت یوں ہی کہ اسسے قسم لیجائے اور خصاف نے ذکر کیا کہ اسسے قسم لیجائے چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یوں دعوی کرے کہ صاحب دین نے اسکو دین معاف کر دیا ہی اور وکیل اسکا منکر ہو تو اسسے قسم لیجائیگی اسیطرح یہاں بھی قسم لیجائیگی کذا فی الظہیریۃ الرابعۃ عشرۃ اشتری امۃ فادعی ان لہا زوجا فقال البائع لہا زوج عبدی فطلقہا قبل البیع او مات

فالقول لہ بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم ہذا التحریر من خواص ہذا الکتاب کذا فی حاشیۃ الاشباہ للشرف الغزی ایضا ۱۴ اگر کسی نے لونڈی خریدی پھر مشتری نے دعوی کیا کہ اس لونڈی کا زوج ہی یعنی اس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع نے کہا کہ اسکا زوج میرا غلام ہی سو اسنے اسکو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مر گیا تو بائع کا قول معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم اس قسم کی تحریر اس کتاب کے خواص میں سے ہی اسیطرح مذکور ہی شرف الدین غزی کے حاشیہ اشباہ میں قلت فی حاشیتہا

للشیخ صالح زاد سبعۃ اخر فنقول شارح کہتا ہی میں کہتا ہوں کہ شیخ صالح کے حاشیہ اشباہ میں سات مسئلے اور زیادہ کیے ہیں سو ہم انکو بیان کرتے ہیں الخامسۃ عشرۃ

لو طعن المدعی علیہ فی الشاہد فقال ہو ادعی ہذہ الدار لنفسہ قبل شہادتہ فانکر فاراد تحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۱۵ اگر مدعا علیہ نے شاہد میں طعن کیا کہ اسنے اس گھر کا اپنی ذات کیواسطے دعوی کیا تھا قبل شہادت کے سو شاہد نے اسکا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اسسے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی

السادسۃ عشرۃ اذا کانت الترکۃ مستغرقۃ بدیون جماعۃ باعیانہا فجاء غریم آخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم ہو الوارث لکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لم یقبل فلم یحلف مجمع الفتاوی ۱۶ جب کہ ترکہ جماعت معینہ کے دین میں مستغرق ہو پھر دوسرا قرضخواہ آوے اور دین کا دعوی کرے اپنی ذات کیواسطے تو خصم وارث ہو میت کا لیکن اسسے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ اسوقت میں اگر اسکے دین کا اقرار کریگا تو مقبول نہوگا تو اس سے قسم بھی نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السابعۃ عشرۃ رجل لہ علی رجل الف درہم فاقر بہا

ثم انکر اقرارہ ہل یحلف باللہ ما اقررت قال الدبوسی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی ۱۷ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم ہیں سو اسنے ہزار کا اقرار کیا پھر اپنے اقرار کا منکر ہو گیا کیا اسسے اللہ کی قسم لیجائیگی کہ میں نے اقرار نہیں کیا دبوسی نے کہا کہ ہاں قسم لیجائیگی اور صفار نے کہا کہ نہیں بلکہ اسسے نفس حق پر یعنی ہزار درہم ہونے پر قسم لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی الثامنۃ عشرۃ دفع لآخر مالا ثم اختلفا فقال القابض قبضت ودیعۃ وقال الدافع بل لنفسک لا یحلف المدعی علیہ قال القاضی

القول لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان وہو قبض مال الغیر مجمع الفتاوی ۱۸ ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا پھر دونوں مختلف ہوے سو جسنے مال لیا تھا کہا کہ میں نے بطور امانت کے قبضہ کیا تھا اور دینے والے نے کہا بلکہ تو نے اپنی ذات کیواسطے یعنی قرض لیا تھا تو قسم نہ لیجائیگی مدعا علیہ سے قاضی نے کہا قول معتبر صاحب مال کا ہی اسواسطے کہ وہ سبب ضمان کا مقر ہی یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی دعوی ودیعت سے غرض یہ ہی کہ اسپر ضمان لازم نہ آوے اسواسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہو جانے ودیعت سے امانت دار پر ضمان نہیں پس قول قاضی بیان ہی حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم نہوگی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی التاسعۃ عشرۃ رجل قدم رجلا للقاضی فقال ان فلانا ابن فلان توفی ولم یترک

وارثا غیری ولہ علی ہذا کذا وکذا من المال فانکر المدعی علیہ جحودہ فقال للابن استحلفہ ما یعلم انی ابنہ وانہ مات لم یحلف بل یبرہن الابن علیہما ثم یحلفہ علی ما یدعیہ

لا بینۃ لہ انالہ وقیل یستحلف علی العلم الاول قول الامام والثانی قولہما وقال الحلوانی الصحیح قول الثانی انہ یحلف ولوالجیہ ۱۹ ایک مرد لے آیا ایک مرد کو
قاضی کے پاس اور کہا کہ فلاں ابن فلاں مرگیا اور اُسنے کوئی وارث نہیں چھوڑا سوا میرے اور اس میت کا اس مرد پر اتنا اور اتنا مال ہے پس مدعا علیہ نے اُسکے دعوی کا
انکار کیا تو مدعی کے بیٹے نے کہا قاضی سے کہ اس سے قسم لیجیے اسکی کہ وہ نہیں جانتا کہ میں اسکا بیٹا ہوں یا وہ شخص نہیں مرگیا تو اس سے قسم لیجائیگی بلکہ بیٹا اپنی
ولدیت اور اسکی موت گواہی سے ثابت کرے پھر مدعا علیہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوی پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے قسم لیجائے علم پر یعنی نفی علم ولدیت اور موت پر
پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبین کا ہے اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنی ابو یوسف کا قول صحیح ہے کہ اس سے قسم لیجائے کذا فی الولوالجیہ طحطاوی نے کہا تخصیص
ابو حنیفہ کی اسکی مفید ہے کہ محمد انکے ساتھ نہیں ہیں مگر ابو یوسف یہ کہ ہماری عبارت اسکے مخالف ہے یعنی ان حلفنا مالا صاحبین کی طرف منسوب ہے انتہی اور اکثر نسخ میں الصحیح قول الثانی
بالضاد ہے اور اگر قول کا لفظ معرف باللام ہو تو مخالف عبارت باقی نہیں ابو یوسف اور محمد دونوں کا قول ٹھہریگا واللہ اعلم ومنها العشرون لو ادعی علیہ دینا فقال المدعی علیہ
للقاضی انہ قد کان ادعی علی ہذہ الدعوی عند قاضی بلد کذا ثم خرج من الدعوی فلم یبرئنی منہا فان حلف حلفت بالله علی شی خلافت فیہ
والصحیح انہ یستحلف علی دعواہ ولوالجیہ ۲۰ اگر ایک شخص پر دعوی کیا ہزار درم کا پس مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہ دعوی مجھپر فلاں شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی
اس دعوی سے نکل گیا تھا سوائے مجھکو بری الذمہ کر دیا تھا اس مدعی سے سو اے قاضی صاحب اس سے قسم لیجیے کہ اُسنے مجھکو اس دعوی سے بری الذمہ نہیں کر دیا پھر اگر مدعی یہ قسم کھا گیا تو میں قسم
کھاؤنگا کہ اسکا مجھپر کچھ نہیں اسمیں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکے دعوی پر قسم لیجائیگی کذا فی الولوالجیہ یعنی مدعی سے قسم لیجائیگی مدعا علیہ کے دعوی براءت پر اسطرح پر
یعنی اسکو اپنے اس دعوی سے بری الذمہ نہیں کیا طحطاوی نے کہا کہ مجھکو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جو مذکور ہوا ومنها لو ان رجلا ادعی علی رجل انہ خرق ثوبہ واحضر الثوب معہ
للقاضی واراد استحلافہ علی السبب لا یحلف علی السبب اذ الحادیہ ۲۱ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اسکا کپڑا پھاڑا اور وہ اپنے ساتھ کپڑا بھی لایا قاضی کے پاس اور اس سے قسم
لینا چاہا سبب پر تو اس سے قسم لیجائیگی سبب پر ہم یعنی مدعا علیہ سے یوں قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نے اسکو نہیں پھاڑا اسلئے کہ پھاڑنا کبھی مالک کے اذن سے بھی ہوتا ہے یا کپڑا
مدعا علیہ کا تھا اور اسنے اسکو اپنی ملک کی حالت میں پھاڑا پھر اسکو بیچ ڈالا تو استحلاف علی السبب میں حرج ہے بلکہ اس پھاڑنے کے تاوان پر قسم لیجائیگی فائدہ جملہ
وہذہ مع قبلہا صارت ثلثین مسئلہ فلیحفظ فائدہ میں کہتا ہوں اور یہ وہ مسائل سابقہ کے ساتھ ملکر تیس مسئلے ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے حموی نے کہا
یا دو ہی میں بلکہ اکتیس ہیں اور ایک ہی قسم خانیہ کے اور بحر الرائق کے اور تنویر لیجائیگی ان کے ساتھ وہ زواہر الجواہر کے ۔ وقد افاد الامام الحلوانی ان الجہالۃ کما تمنع قبول البینۃ
تمنع الاستحلاف لعلیہا الا اذا اتہم القاضی وصی الیتیم او قیم الوقف ولا یدعیان شیئا معلوما فانہ یحلف نظرا للوقف والیتیم واللہ اعلم اور امام حلوانی نے کہا کہ جہالت دعوی کی
جیسے قبول شہادت کی مانع ہے قسم لینے کی بھی مانع ہے مگر جبکہ تہمت کرے قاضی یتیم کے وصی کو خواہ وقف کے متولی کو اور کسی چیز معین کا دعوی نہ ہو تو اس سے قسم لیجائیگی یتیم اور وقف کی
بہتری کے لیے واللہ اعلم قول الاشباہ القاضی اذا قضی فی مجتہد فیہ نفذ قضاؤہ الا فی مسائل الخ ای فینتقض فیہا حکم الحاکم قول ہو اشباہ میں کہا کہ قاضی جب حکم کرے اس امر میں جسمیں اجتہاد
مجتہدین مختلف ہو تو اسکا حکم جاری ہو جائیگا مگر چند مسائل میں الی آخرہ یعنی چند مسائل مستثنے ہیں جنکا حکم توڑا جائیگا نافذ نہوگا حموی نے کہا کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے اور
قاضی مقلد کو تو حکم کرنا سوا اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا انتہی یعنی مثلا اگر قاضی حنفی مذہب شافعی
یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا اور قنیہ میں زاہدی نے شیخ شبلی سے منقول ہے کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام کے مخالف ہو تو نافذ ہوگا
قول اس مسئلہ میں صحیح نہیں تھا اسکا حکم نافذ نہوگا توڑا جائیگا کذا فی البحر الرائق شارح اشباہ کہے مسائل مستثنے کو بسبب کثرت کے نقل کیا منجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہے یعنی اگر قاضی مجتہد
اپنے خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباس اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن قول ان کا خلاف کتاب و سنت کے معتبر نہوگا علاوہ
اسکے اس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح اور ثابت ہے قال ابن المصنف الشیخ صالح بن محمد بن عبد اللہ فی حاشیتہ علیہا المسماۃ بزواہر الجواہر فی التنظیر علی الاشباہ والنظائر
وقد ظفرت بمسائل آخر فزدتہا تتمیما للفائدۃ وقسمتہا علی ثلثۃ اقسام الاول ما لم یحلف فیہ شانہا والثانی ما یحلف فیہ الثالث ما لا نص فیہ عن الامام

واختلف اصحابنا فیہ وتعارضت فیہ تصانیفہم مصنف کے بیٹے شیخ صالح ابن محمد بن عبداللہ نے اپنے اشباہ کے حاشیہ میں جسکا نام زواہر الجواہر فی التنضیر علی الاشباہ
والنظائر ہے کہا اور البتہ میں نے چند مسائل ورق پارہ میں سو بیان کئے اُنکو پڑھا یا ہے تا فائدہ پورا ہو جاوے اور اُنکو تین قسم کیا ہے پہلی قسم وہ جسمیں ہمارے مشائخ یعنی اماموں اور
صاحبین مختلف نہیں ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جسمیں وہ مختلف ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جسمیں امام سے روایت صریح نہیں اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب مختلف ہیں
اور انکی تصانیف اُسمیں متعارض ہیں فمن القسم الاول اذا باع دارًا وقبضہا المشتری وبنی فیہا ثم استحقت منہ وتعذر علی البائع ردہا فقضی علی البائع للمشتری بدارٍ ای بمثلہا فی الجودۃ

والخطۃ والذرع والبناء کقول عثمان البتی ثم رفع لقاض آخر ابطلہ والزم برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمہ بقیمۃ ذلک مع الثمن سو قسم
اول سے یہ مسئلہ ہے کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق ہوکر واپس ہوا اُسکے یعنی غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اسکا پھیرنا
متعذر ہے اسوقاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اُسکے برابر ہو باعتبار ساکھ اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت میں
چنانچہ عثمان بتی کا یہ مذہب ہے پھر اسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے اور فقط قیمت پھیرنا بائع پر لازم کرے مگر یہ کہ مشتری نے اسمیں عمارت بنائی ہو
یا درخت لگایا ہو تو اُسکی قیمت بھی گھر کی قیمت کیساتھ لازم کرے ومنہا حکم قاض ببطلان شفعۃ الشریک ثم رفع لقاض آخر فانہ ینقضہ لمخالفتہ لنص الحدیث اور ازانجملہ
یہ کہ ایک قاضی نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اُسکو باطل کرے کیونکہ یہ حکم نص حدیث کے مخالف ہے ومنہا المحدود فی القذف
اذا قضی بشیء بعد توبتہ ثم رفع الحکم لقاض لا یراہ ابطلہ اور ازانجملہ یہ کہ جسپر تہمت زنا کی حد پڑی جبکہ وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اُسکے تائب ہونے کے گواہی پھر اُسکا مرافعہ
ہوا اُس قاضی کے پاس جسکا یہ مذہب نہیں ہے تو اسکو باطل کرے ہم طرطوسی نے کہا اور ایک نسخہ میں بعد توبتہ ہے باعتبار شنّات فوقانیہ یعنی محدود فی القذف اپنے توبہ کرنے
کے بعد قاضی ہوکر حکم کرے ومنہا لو حکم اعمی ثم رفع لقاض لم یرہ نقضہ لانہ لیس من اہل الشہادۃ والقضاء فوقہا اور ازانجملہ یہ ہے کہ اگر اندھا حکم کرے
پھر اسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہو جو اُسکو جائز نہیں جانتا تو اُسکو باطل کر دے اسواسطے کہ اندھا اور اسیطرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہیں اور قاضی ہونا تو
شہادت سے بھی بالاتر ہے یہ دونوں مسئلوں کی دلیل ہے ومنہا لو حکم بشہادۃ الصبیان ثم رفع لآخر نقضہ لانہ کالمجنون کذا اداء النائم فی نومہ اور ازانجملہ یہ کہ جب قاضی لڑکوں کی
گواہی سے حکم کرے پھر اُسکا دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اُسکو باطل کرے اسواسطے کہ یہ مجنون کے مانند ہے اور اسیطرح وہ مسئلہ ہے جبکہ سوتا آدمی سونے کی حالت میں گواہی ادا کرے اور اسپر کوئی
حکم کرے لازم الابطال ہے ہم اگرچہ بعضوں کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہے لیکن مخالف ہے نص قرآنی کے لہذا لازم الابطال ہے قال اللہ تعالیٰ واستشہدوا شہیدین من
رجالکم یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ دو گواہ کرو اپنے مردوں میں سے یعنی مسلمانوں میں سے دو مرد گواہی میں شرط ہیں اور اطفال کو رجال نہیں کہتے ومنہ الحکم بشہادۃ النساء
وحدہن فی شجاج الحمام رفع لآخر امضیہ اور ازانجملہ حکم کرنا فقط عورتوں کی گواہی سے زخموں میں حمام کے اندر اور اسکا مرافعہ ہو تو دوسرا قاضی اُسکو نہ جاری رکھے بلکہ
باطل کر دے اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے ومنہ الحکم باجازۃ الدیون فی دینہ لا ینفذ اور ازانجملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اُسکے دین میں نافذ نہ ہوگا ومنہ القضاء بخط
شہود اموات لا ینفذ اور ازانجملہ حکم کرنا مردہ گواہوں کے خط دیکھکر نافذ نہیں ومنہ القضاء بجواز بیع الدراہم بالدنانیر نسیئۃ اور ازانجملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا
دنانیر سے اُدھار یعنی ایک شخص روپیے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا وعدہ کرے یا بالعکس واجب الابطال ہے اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنہ
القضاء بشہادۃ اہل الذمۃ فی الاسفار وفی الوصیۃ ثم رفع لمن لا یراہ نقضہ اور ازانجملہ حکم کرنا کافر ذمیوں کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا
اُس قاضی کے پاس جسکا یہ مذہب نہیں تو اسکو باطل کر دے ومنہ اذا قضی بشیء ثم رفع لآخر فنقضہ لم یبین وجہ النقض امضی نقضہ اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے
کسی چیز کا حکم کیا پھر اُسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا دوسرے حاکم نے اُسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نہ کیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائیگا اسواسطے کہ وعدہ یہ
نقض میں اصل یہ ہے کہ علی وجہ الصواب ہو کذا فی الملتقط ومنہ اذا باع رجل من آخر عبدًا او امۃ ومضی علی ذلک مدۃ ثم ظہر فیہ عیب لم یقر البائع بہ لم یقم بینۃ بانہ کان
موجودًا عندہ فردہ القاضی علی البائع ثم رفع حکمہ لآخر فانہ یبطل الرد ویعیدہ للمشتری اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے سے غلام یا لونڈی کو بیچا اور بائع

مدت گذر گئی پھر آیا میں وہ عیب ظاہر ہوا جسکا بائع اقرار نہیں کرتا اُسپر گواہ بھی قائم نہیں کیے کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا تو قاضی نے اُسکو بائع پر رد کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا
دوسرے حاکم کے پاس تو وہ اُس پھیر دینے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اُسکو پھیرے ومنہا اذا حکم بتحریم بنت المرأۃ التی لم یدخل بہا ثم رفع لحاکم آخر ابطل
حکم الاول لمخالفتہ منصوص بالآیۃ اللاتی فی حجورکم الآیہ اور ازانجملہ یہ کہ ایک حاکم نے اُس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جس سے اُسکے زوج نے صحبت نہیں کی
اور قبل قربت کے طلاق دی پھر اُسکا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کر دے اسواسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہے اور حرام ہیں تمھاری
ربیبہ جو تمھاری گود میں ہیں تمھاری اُن عورتوں سے جنسے تمنے صحبت کی سو اگر تمنے اُنسے صحبت نہ کی تو تمپر کچھ گناہ نہیں ومن القسم الثانی اذا اختلف الصحابۃ علی
قولین ثم اخذ الناس بعد قولہم بترکوا الآخر فحکم القاضی بالمتروک لم ینفذ عندہ خلافا للثانی اور قسم ثانی یعنے جسمیں امام اور صاحبین مختلف ہیں یہ مسئلہ ہے کہ جب صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم مختلف ہوں دو قول پر پھر لوگوں نے اُنکے ایک قول پر عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا تو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اُسکو توڑ دے
بخلاف ابو یوسف کے ومنہا اذا وطی ام امرأتہ فحکم ببقاء النکاح ثم رفع لآخر یری خلافہ لم یبطلہ ثم ان الزوج جاہلا فہو سعۃ وان عالما لا یحل لہ المقام معہا لان القضاء
لا یحل ولا یحرم خلافا لابی حنیفۃ اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ منکوحہ سے قربت نہیں ہوئی کذا فی
جامع الفصولین اور قاضی نے بقاء نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اُسکے مخالف عقیدہ رکھتا ہے تو حاکم ثانی اُسکو باطل نکرے پھر اگر
زوج جاہل ہو تو وہ کشایش میں ہے یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اُسکو جائز ہے اور اگر عالم ہو تو اسکو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہیں اسواسطے کہ قاضی کا حکم حرام کو حلال نہیں
کر دیتا اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ اُنکے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لازم البطلان ہے کذا فی البحر ملخصا وذکر الحاکم فی الکافی فی رجل وطی ام امرأتہ
فقضی ان لا یحرم بہا ثم رفع لآخر فرق بینہما وذکر ذلک مطلقا فالظاہر ان ذلک مذہبہ وقول الامام لمخالفتہ لنص ولا تنکحوا وہو الاولی اور حاکم نے اُس
مرد کے حق میں ذکر کیا جسنے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہو گیا کہ وہ وطی اُسکی منکوحہ کو حرام نہیں کر دیتی پھر مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس
ہوا وہ تفریق کر دے دونوں میں اور حاکم نے اُسکو مطلقا ذکر کیا یا خلاف امام اور صاحبین تو ظاہر یہ تفریق حاکم کا مذہب ہے اور امام کا قول ہے بسبب
مخالف ہونے کے اس نص قرآنی سے کہ نکاح نکرو جو تمھارے باپوں نے نکاح کیا عورتوں سے اور نکاح سے یہاں وطی مراد ہے یعنی اُس عورت سے قربت نکرو جس سے تمھارے
باپوں نے قربت کی ہو نص مذکور اس مسئلہ کی دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ اُس مسئلہ کی دلیل ہے جسکو جامع الفصولین میں اسطرح ذکر کیا کہ اگر قاضی نے جواز نکاح مزنیہ اب کا حکم
کیا بیٹے کیلئے یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہوگا کہ اسکی حرمت کتاب اللہ میں منصوص ہے کذا فی البحر ملخصا ومنہا اذا قضی بخلاف مذہبہ غلطا ووافق قول مجتہد ثم رفع لآخر
نفذہ للامام وقالا ینقضہ لانہ غلط والغلط لیس بحجۃ اور ازانجملہ یہ کہ قاضی نے خلاف اپنے مذہب کے غلطا حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑ گیا پھر دوسرے قاضی
یا حاکم کے پاس مرافعہ ہوا تو وہ اُسکو جاری رکھے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اُسکو باطل کر دے اسواسطے کہ وہ غلط ہوا اور غلط مجتہد فیہ نہیں ہے جامع الفصولین میں ہے کہ
قضاء فی المجتہدات نافذ ہے سب علما کے نزدیک بالاجماع لیکن سزاوار یہ ہے کہ قاضی عالم ہو موضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑ دے اور اپنے مذہب کے موافق حکم کرے
تا جمیع علما کے نزدیک باتفاق روایات صحیح ہو اور اگر قاضی کو موضع اجتہاد کا علم نہو تو اُسکے نفاذ حکم میں ہمارے علما سے دو روایتیں ہیں یعنی صحت اور عدم صحت
اور اگر قاضی مجتہد ہو سوائے غیر کے مذہب پر بھولکر حکم کیا تو حکم امام کے نزدیک نافذ ہے اور اگر عمدا حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہوا اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے
کہا کہ نافذ نہیں ہوا جیسا اُسکے زعم کے اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر ملخصا ومنہا المدیون اذا حبس ہل یکون حبسہ
حجرا علیہ قال القاسم بن معن حجر فلو حکم بہ ثم رفع لآخر نقضہ وقالا ینفذ فلو حکم الثانی بنفاذہ لم ینقض اور ازانجملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اُسکا حبس مانع
اُسکے تصرفات کا نہیں اور قاسم بن معن نے کہا کہ مانع تصرفات ہے سو اگر قاضی نے اُسکے منع تصرف کا حکم کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اُسکو باطل
کرے اور صاحبین نے کہا کہ وہ حکم نافذ ہے اگر دوسرے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہوگا یعنی باتفاق ومن القسم الثالث

او حكم بالشاهد واليمين في الاموال ثم رفع لحاكم آخر يرى خلافه نقضه عند الثاني عن الامام لا للاختلاف في الآثار اسی تیسری قسم سے یہ مسئلہ ہے جب کہ حاکم نے حکم کیا ایک شاہد اور یمین کی قسم سے مالی مقدمات میں پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکے خلاف ہے تو امام سے ایک روایت یہ ہے کہ باطل کرے بسبب اختلاف آثار کے یعنی بعضے آثار ایک شاہد اور یمین پر حکم کرنے کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور بعضے عدم جواز پر جیسا کہ فتح القدیر میں ہے تو مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ قسم ثانی میں مذکور ہوتا کیونکہ قسم ثالث وہ ہے جسمیں امام سے روایت نہ ہو حالانکہ اسمیں امام سے روایت موجود ہے مگر یہ روایت غیر معتبر ہے

او قضى القاضي بشهادة الاب لابنه ولجده ثم رفع لآخر امضاه عند الثاني ونقضه عند محمد اور از انجملہ یہ کہ جب قاضی باپ کی گواہی اسکے بیٹے یا پوتے کے واسطے حکم کرے پھر دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جسکا مذہب اسکے مخالف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک اسکو جاری رکھے اور محمد کے نزدیک اسکو باطل کرے

ومنه اذا تزوج الزاني بابنته من الزنى وحكم الحاكم بحله فالحاكم الآخر يبطله لانه مما يستشنعه الناس كما في شرح الطحاوي اور از انجملہ یہ کہ جب زانی نے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اسکے حلال ہونے کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا اس حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکے مخالف ہو تو اسکو باطل کرے کیونکہ اسکو لوگ معیوب جانتے ہیں ہم لوگوں کے اہل فضل اور اسلئے مناسب تھا کہ اسمیں خلاف کو ذکر کرتا کیونکہ قسم ثالث سے ہو ومنه رجل اعتق عبدا ثم مات المعتق ولا وارث له

فقضى القاضي بميراثه للمعتق ثم رفع لحاكم آخر نقضه وجعله لبيت المال عند ابي يوسف ويمضيه لقوله صلى الله عليه وسلم انما الولاء لمن اعتق والولاء ميراث

الموالاة لانه مستحق بالعقد وهنا قائم بها فاستويا كالزوجية فالتقسيم للمقام فاذا مات احدهما فالآخر وارثه اذا لم يكن له وارث آخر والله تعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب

اور از انجملہ یہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پھر آزاد کرنے والا مر گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں پھر قاضی نے اسکی میراث غلام آزاد کردہ کو دلائی پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کردے اور اسکا مال بیت المال کو دیدے امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک اسی حکم کو جاری کرے اسلئے کہ حدیث صحیح سے کہ میراث اسی شخص کیواسطے ہے جسنے آزاد کیا یعنی غلام آزاد کیواسطے میراث نہیں اور مولی الموالاۃ کا اختلاف لازم نہیں آتا اسواسطے کہ مولی الموالاۃ مستحق میراث کا عقد موالاۃ سے ہوتا ہے اور عقد مذکور دونوں میں قائم ہے تو دونوں میراث پانے میں برابر ہیں جیسے زوجیت زوجین میں برابر قائم ہے یعنی مطلق ارث میں تو یہ تقسیم غنیمت جان اس مقام کو کہ وہ اسکے جواہرات میں سے ہے اور اللہ تعالی دانا تر ہے ساتھ صواب کے اور اسی کیطرف مرجع اور مآب ہے اور مولی الموالاۃ یہ کہ دو شخص مجہول النسب آپس میں عقد موالاۃ کریں تو اگر کوئی انکا وارث نہو تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف ولاء عتاقت کے کہ اسمیں آزاد کرنے والا فقط اپنے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور غلام آزاد اسکا وارث نہیں ہوتا

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ اس ایام برکت انجام میں جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی جنکا مذہب تمام ہندوستان میں رائج ہے جسکا ترجمہ زبان اردو مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے قطعاً ولی جانشین کی کے اوائل کے ساتھ کیا اور جسکا تکملہ بقیۃ الکمال مولوی صاحب ممدوح افضل العلماء جناب مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی نے فرمایا بار سوم مطبع نامی منشی نولکشور صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ واقع لکھنؤ میں ماہ مئی ۱۸۹۵ء مطابق ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۲ ہجری بہزاران حسن خوبی طبع ہوکر نفع بخش کافۂ مسلمین ہوئی

درالمختار شرح تنویر الابصار -
مختصر منقح از علامہ علاء الدین
حصکفی معروف متداول ہر چہار
مجلدات کامل -

فتاواے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در ۶ جلد

ہدایہ مع الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی
نہایت مستند شرح مشہور معروف حامل المتن
اسکے مجلدات اربعہ مین سے جلد اول و دوم تا
کتاب النکاح جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب الفرائض

فتاوی قاضیخان - از امام قاضی حسن بن
منصور قاضیخان مستند معتمد معروف متداول
مع فتاوی سراجیہ آخر مین بطور ضمیمہ -

شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ جلی قلم
مع حاشیہ ذخیرۃ العقبی بن جنید چلپی داخل
درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح -

شرح وقایہ - مجرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم

ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف
بن جنید چلپی متداول معروف -

اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف
مستند متداول -

ملا مسکین - از بیوع تا وصایا محشی جدید -

کنز الدقائق - محشی متداول درسی کتاب -

مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول

عینی شرح کنز الدقائق - محشی مستند معروف
متداول دو مجلد -
(۱) دونون جلد عبادات -
(۲) دونون جلد معاملات -

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ
درسی متداول -

عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از
مولوی تراب علی مرحوم -

قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن
درسی متداول -

شرح الیاس - شرح مختصر وقایہ - از
شیخ محمود بن الیاس دو مجلد -

## اصول فقہ عربی

غایۃ التحقیق شرح حسامی - از مولانا
عبد العزیز بخاری معروف و متداول -

توضیح تلویح - از صدر الشریعۃ و ملا سعد
تفتازانی مع کامل سنہ حاشیہ از حسن چلپی
و شیخ الاسلام و ملا خسرو و نہایت نایاب مجموعہ

حسامی - از مولانا حسام الدین -

شرح مسلم الثبوت - از ملا بحر العلوم نہایت
نفیس و معروف و مستند شرح -

اصول الشاشی محشی - بحصول الحواشی از
ملا محمد حسن سنبھلی مرحوم -

## حدیث اردو

مظاہر حق - ترجمہ مشکوۃ المصابیح مترجمہ
جناب مولانا محمد قطب الدین خان دہلوی مرحوم
و مغفور کامل چار جلدین -

تحفۃ الاخیار - ترجمہ اردو مشارق الانوار
مترجمہ مولوی خرم علی -

ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول
مترجمہ مولوی فضل احمد جلد ثانی زیر طبع -

## حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوۃ
مولانا عبد الحق محدث دہلوی - چار مجلدات
مین پوری شرح مع ترجمہ -

## ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول
از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف -

جامع ترمذی - امام ابو عیسیٰ صحاح ستہ مین سے
مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی

قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح
صحیح البخاری کی مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی
دس مجلدات مین پوری شرح خط نسخ -

سنن ابی داود - ہر چہار جلد کامل دو جلد
مین از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح
ستہ معروف -

دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسماء
متبرکہ و خواص اسماء حسنی معروف -

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل
ذخیرہ احادیث از مولانا غلام یحییٰ -

عناصر الخیرات - با ترجمہ اردو از حکیم
ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ

## تفسیر اردو

تفسیر قادری - ترجمہ اردو تفسیر حسینی
مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم کامل دو جلد مین

تفسیر زاد الآخرت - نظم مین پوری تفسیر
قرآن کی کمال عمدگی سے کامل چار جلد مین از

مولوی عبدالسلام۔
تفسیر سورہ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از
مولوی اکرام الدین۔
تفسیر سورۂ یوسف۔ بمصرعہ از مولوی شہر علی
ایضاً۔ چہار مصرعہ۔
پنجسورۂ مترجم۔ با ترجمہ اردو۔

## تفسیر فارسی

تفسیر حسینی۔ از ملا حسین واعظ۔ متعارف
متداول پوری تفسیر خوشخط۔
تفسیر بحر مواج۔ ہفت پارہ از علامہ قاضی
دولت آبادی نفیس طرحیہ تعلیم تفسیر اول منزل
تفسیر اسرار الفاتحہ۔ مصنفہ ملا معین ہروی
در تصوف۔
میزان الفرقان۔ در اصول تفسیر از ملا
محمد عثمان قیسی۔

## ایضاً عربی

عرائس البیان۔ دو حصوں میں مولفہ حضرت
شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان
الاولیا اور تفسیر کی حاشیہ پر مولفہ خاتم الاولیا
محی الدین عربی دونوں تصوف میں بہت
معروف و مشہور ہیں بخط نسخ کامل دو جلدمیں۔
(جلد اول) اولین پندرہ پارہ۔
(جلد دوم) آخرین پندرہ پارہ۔
تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام
علم کے سر کا تاج کہیے جو کتاب خزانۂ اکبری
شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب تھی اپنے خزانہ
کی منزلت کہیے عجیب صنعت ہر بالکل بے نقط
اور عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر شرط
و جزا کی اصطلاح بے نقط۔ فرعون و قارون کا نام
بے نقط ذات کا ترجمہ بلفظ شہنشاہ ہند کا
عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر
زیبا۔ ویسا ہی پایا جیسا تھا مطبع کی تمام
کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم
خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔
فتح الخبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی مطبوعہ مصر۔
تفسیر جلالین مع کمالین۔ بہ تحشی جدید
مطبوعہ دہلی۔
تفسیر سراج المنیر۔ چار جلدمیں مشہور تالیف
شیخ محمد بن احمد شربینی خطیب دمشق جامع تفاسیر
بیضاوی و کشاف و معالم و تفسیر کبیر و در منثور مع
فوائد تحقیق و قرات سبعہ و عشرہ نقل از چھاپہ مصر
التبیان فی اعراب القرآن۔ مولفہ شیخ
عبد اللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی متوفی
۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند میں طبع
نہوئی۔ غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام
درج ہو گیا ہے۔ ساتھ میں رسالہ فتح الخبیر مولانا
ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہے۔
تفسیر کمالین فی شرح الجلالین تفسیر جلالین
پارۂ عم پر شرح مولانا تراب علی مرحوم۔
در النظیم۔ خواص و تاثیرات آیات و سور تمام
قرآنی مولفہ قاضی ابو الحسن المصری۔
توریت۔ بزبان عربی ترجمہ بطور اصل کے
اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا۔ اور اردو
ترجمہ بصرف زر کثیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا

## اخلاق و تصوف

### اردو

جامع الاخلاق۔ ترجمہ اخلاق جلالی۔
تہذیب النفوس۔ از سید فخر الدین حسین۔
باب دانش۔ مولفہ مولوی محمد کریم بخش۔
اوقات عزیزی۔ از سید غلام حیدر خان۔
ترجمہ عوارف المعارف۔ کامل دو جلدمیں۔
مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی۔
خزینۂ دانش۔ ہوشمندی کی تعلیم از مولوی جناب
محمد کریم بخش۔
بستان تہذیب۔ جامع اخلاق و ادب کتب
نواب حاجی محمد عمر علیخان بہادر فیروز جنگ۔
مطبوعہ محمد نظامی۔
مذاق العارفین۔ ترجمہ احیاء علوم الدین عربی۔
ہر چہار جلد کامل
پیراہن یوسفی۔ ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد تصوف۔
بحر الحقیقت۔ اصلاح نفس میں۔
آب حیات۔ اخلاق و موعظت میں مصنفہ
منشی کاظم پرشاد۔
اکسیر ہدایت۔ ترجمہ اردو کیمیائے سعادت
جامع شریعت و حقیقت۔ ترجمہ مولوی فخر الدین احمد۔
کیمیائے حکمت۔ حصہ اول۔ بیان شرائف
علم و ادب۔
نجات المومنین۔ ذکر کرامات حضرت شاہ
نجات اللہ مطبوعہ مطبع پٹیالہ۔